جلد 03

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا
اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم ۳۴)

نِعمۃُ الباری
فی
شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

سلاطین عالم اپنی جگہ ہیں دو عالم کا سلطان اپنی جگہ ہے
بدلتی رہیں آسمانی کتابیں محمد کا قرآن اپنی جگہ ہے

نعمة الباري

في

شرح صحيح البخاري

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء الثالث

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم ۳۴)

نِعمۃُ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

جِلد سوئم

الاحادیث: ۱۶۰۶ —— ۹۴۲

کتاب الخوف، کتاب العیدین، کتاب الوتر، کتاب الاستقاء، کتاب الکسوف، کتاب سجود القرآن، کتاب تقصیر الصلوٰۃ، کتاب التہجد، کتاب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، کتاب العمل فی الصلوٰۃ، کتاب السہو، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی-۳۸

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸-اردو بازار لاہور

BKHRI 3 -2009

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

الطبع الاوّل : جمادی الاوّل 1430ھ / اپریل 2009ء
تصحیح : حافظ محمد اکرم ساجد، محمد اشتیاق
: حافظ اختر حبیب اختر
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور
قیمت : -/510 روپے

Farid Book Stall
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل : **info@faridbookstall.com**
ویب سائٹ : **www.faridbookstall.com**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد سوئم)

خطبة الكتاب

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ ربّ العالمین، الّذی جعلنا من المسلمین، ووصفنا بخیر امّة من الامم الماضین، وانعم علینا بتنزیل القرآن الکریم وھدانا بہ الی الصراط المستقیم. والصلٰوة والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین، الذی شرح الفرقان باحادیثہ وبیانہ القویم، وکشف عن اسرارہ وغوامضہ لھدایة الناس اجمعین، وانقذنا بحسن سیرتہ من الظلمات والضلال المبین. وعلی الہ الطیبین واصحابہ الطاھرین الذین قاموا باشاعة الدین المتین مع کمال الخلوص والجھد العظیم، وعلی ازواجہ الطاھرات امھات المومنین، وعلی جمیع الائمة التابعین من المفسرین والمحدثین المخلصین الکاملین الی یوم الدین.

وبعد فیقول العبد الفقیر الی مولاہ القدیر غلام رسول السعیدی دائم الاحتیاج الی کرم ربہ السرمدی انی بعد الفراغ من التفسیر قد شرعت فی شرح الصحیح للامام البخاری (علیہ نعمة الباری) توکلا علی رحمة اللّٰہ وفضلہ العمیم. ولا یکون تحریرہ وتقریرہ وتکمیلہ الا نعمتہ العظمٰی. فلذا سمیتہ بنعمة الباری فی شرح صحیح البخاری. (تقبلہ اللّٰہ بلطفہ وتغمدنی بغفرانہ بمحض فضلہ)

اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ. اعوذ باللّٰہ من شرور نفسی ومن سیئات اعمالی. من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضلل، فلا ھادی لہ. اللھم ارنی الحق حقًا وارزقنی اتباعہ. اللھم ارنی الباطل باطلًا وارزقنی اجتنابہ. اللھم اجعلنی فی تصنیف ھذا الکتاب علی صراط مستقیم واجعلہ موافقًا باسمہ واحفظہ من شرور الاشرار والحاسدین. اللھم اجعلہ خالصا لوجھک الکریم ومقبولًا عندک وعند رسولک الرؤف الرحیم واجعلہ شائعًا ومستفیضًا ومفیضًا مرغوبًا فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعلہ لی ولجمیع من انتسب الی من المسلمین صدقة جاریة الی یوم القیامة وارزقنی زیارة النبی الکریم ﷺ فی الدنیا وشفاعتہ فی الاخرة واحینی علی الاسلام بالسلامة وامتنی علی الایمان بالکرامة. اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت. اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء لک بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحًا ترضٰہ. آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ.

خطبۃ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں، جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا، قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام ہو، جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں، جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولادِ پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو، جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے، اور آپ کی ازواجِ مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو، جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے ''صحیح بخاری'' کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قوٰی اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں، اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دار و مدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے، اس کو کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اُس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مُسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے، اور صبح قیامت تک اس کو اکنافِ عالم میں مشہور و مقبول، مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے، اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں، ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں، اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۱۲ - كِتَابُ الْخَوْفِ

نمازِ خوف کا بیان

١ - بَابُ صَلٰوةِ الْخَوْفِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّ الْكَافِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًاo وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ (النساء: ۱۰۲_۱۰۱).

نمازِ خوف کے ابواب

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو (اس میں) کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کرلو اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ کافر تم پر حملہ کریں گے، بے شک کافر تمہارے کھلے ہوئے دشمن ہیںo اور (اے رسول مکرم!) جب آپ ان مسلمانوں کے درمیان ہوں اور آپ (حالتِ جنگ میں) نماز کے لیے کھڑے ہوں تو مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور یہ لوگ اپنے ہتھیاروں سے مسلح رہیں اور جب وہ سجدہ کرلیں تو تمہارے پیچھے چلے جائیں اور مسلمانوں کی دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آ کر آپ کے ساتھ (دوسری رکعت) نماز پڑھے اور (وہ بھی) اپنے اسلحہ کے ساتھ مسلح رہیں، کافر یہ چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے اسلحہ اور ساز وسامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ یک بارگی ٹوٹ کر تم پر حملہ کردیں، اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر تم بارش یا بیماری کی وجہ سے اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو اور (ضروری) سامان لیے رہو، بے شک اللہ نے کافروں کے لیے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہےo (النساء: ۱۰۲_۱۰۱)

نمازِ خوف کا طریقہ، اس کی رکعت کی تعداد اور اس کا حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

النساء: ۱۰۱ میں فرمایا: "وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ"۔ "ضرب فی الارض" کا معنی ہے: زمین میں سفر کرنا، اور "ضرب" کے اور بھی کئی معانی ہیں۔

"جناح" اس کا معنی ہے: گناہ

''ان تقصروا'' اس آیت کا بہ ظاہر یہ معنی ہے کہ نماز کو قصر کرنے اور نماز پوری پڑھنے میں بندوں کو اختیار ہے اور نماز پوری پڑھنا افضل ہے اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ سفر میں قصر کرنا عزیمت (اصل) ہے رخصت نہیں ہے اور سفر میں پوری نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ قرآن مجید کی نص صریح سے حالت جنگ میں نماز کو قصر کرنا ثابت ہے جیسا کہ النساء: ۱۰۲-۱۰۱ میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے اور حالتِ امن میں نماز کو قصر کرنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ سے پوچھا: مجھے یہ بتائیں کہ اب لوگ نماز میں قصر کرتے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کرلو اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ کافر تم پر حملہ کریں گے اب وہ ایام نہیں رہے حضرت عمر نے کہا: جس طرح تمہیں تعجب ہوا ہے اس طرح مجھے بھی تعجب ہوا تھا' سو میں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا' تو آپ نے فرمایا: یہ صدقہ ہے جس کا اللہ عزوجل نے تم پر صدقہ کیا ہے' سو تم اللہ عزوجل کا صدقہ قبول کرلو۔ (صحیح مسلم: ۶۸۶' سنن ابوداؤد: ۱۱۹۹' سنن ترمذی: ۳۰۳۴' سنن نسائی: ۱۴۳۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۱' مشکوٰۃ: ۱۳۳۵' شرح السنۃ: ۵۸۵' کنز العمال: ۲۰۱۷۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۴۷' المنتقی: ۱۴۶)

اور دیگر یہ احادیث ہیں:

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ نے جب نماز فرض کی تو حضر اور سفر میں دو' دو رکعت نماز فرض کی' پھر سفر میں یہ نماز برقرار رکھی گئی اور حضر میں نماز زیادہ کردی گئی۔ (صحیح البخاری: ۳۵۰' صحیح مسلم: ۶۸۵' سنن ابوداؤد: ۱۱۹۸' سنن نسائی: ۴۵۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر حضر میں چار رکعت نماز فرض کی اور سفر میں دو رکعت اور حالت خوف میں ایک رکعت۔ (صحیح مسلم: ۶۸۷' سنن ابوداؤد: ۱۲۴۷' سنن نسائی: ۴۵۵' سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۸)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ نے فرمایا: سفر کی نماز دو رکعتیں ہیں' جمعہ دو رکعتیں ہیں اور عید (بھی) دو رکعتیں ہیں۔ (جمعہ اور عید کی) یہ کل نماز ہے' جو کہ بلا قصر ہے۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے یہی ثابت ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۳' سنن نسائی: ۱۴۱۶)

اس سے پہلے حضرت یعلیٰ بن امیہ کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: یہ اللہ کا صدقہ ہے' سو تم اس کو قبول کرو' یہ امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' پس اس سے معلوم ہوا کہ قصر کرنا واجب ہے۔

''ان یفتنکم'' یہ لفظ ''فتنه'' سے بنا ہے اور ''فتنه'' سے مراد یہاں پر جنگ اور قتال ہے۔

''واذا کنت فیهم'' اے رسولِ مکرم! جب آپ مسلمانوں کے درمیان ہوں۔ امام ابو یوسف نے آیت کے اس حصہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نماز خوف مشروع نہیں ہے' امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نمازِ خوف کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے درمیان ہوں' دوسرے فقہاء نے امام ابو یوسف کے اس قول کو رد کر دیا ہے کیونکہ صحابہ کرام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی نمازِ خوف پڑھی ہے' اور نمازِ خوف کا سبب حالت جنگ ہے اور حالت جنگ آپ کے بعد بھی ہوتی رہی ہے۔ صحیح مسلم وغیرہا میں حالت جنگ میں ایک رکعت کا ذکر ہے' حضرت ابن عباس' حسن بصری اور طاؤس کا یہی مذہب ہے' اور حضرت ابن عمر' النخعی' ثوری' امام مالک' امام شافعی' امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور باقی تمام فقہاء کے نزدیک نمازِ خوف دو رکعت ہے اور وہ ایک رکعت نماز کو جائز نہیں قرار دیتے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۶۸-۳۶۷' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹۴۲- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' قَالَ سَاَلْتُهُ هَلْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں

وَسَلَّمَ، يَعْنِي صَلٰوةَ الْخَوْفِ؟ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تعالٰی عَنْهُمَا قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ، فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ، فَصَافَفْنَا لَهُمْ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ لَنَا، فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَّعَهُ تُصَلِّيْ وَأَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَى الْعَدُوِّ، وَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْ مَّعَهُ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفُوْا مَكَانَ الطَّائِفَةِ الَّتِيْ لَمْ تُصَلِّ، فَجَاءُوْا فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فَرَكَعَ لِنَفْسِهٖ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ۹۴۳-۴۱۳۲-۴۱۳۳-۴۵۳۵]

نے کہا: میں نے شعیب سے سوال کیا: کیا نبی ﷺ نے نمازِ خوف پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کے غزوہ میں گیا' پس ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا' پھر ہم نے ان کے لیے صفیں بنائیں' پھر رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر ہمیں نماز پڑھائی' پس ایک جماعت نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی' اور دوسری جماعت دشمن کے سامنے رہی' جو جماعت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھی اس کے ساتھ آپ نے رکوع کیا اور دو سجدے کیے' پھر وہ لوگ اس جماعت کی جگہ چلے گئے جو دشمن کے سامنے تھی اور اس نے نماز نہیں پڑھی تھی' پھر وہ لوگ آ گئے' پس رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کیے' پھر آپ نے سلام پھیر دیا' پھر ان میں سے ہر جماعت کھڑی ہوئی اور اس نے اپنا اپنا رکوع کیا اور دو سجدے کیے۔

(صحیح مسلم: ۸۳۹' الرقم المسلسل: ۱۹۱۰' سنن ابوداؤد: ۱۲۴۳' سنن ترمذی: ۵۶۴' سنن نسائی: ۱۵۳۹-۱۵۳۸-۱۵۴۷' سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۸' صحیح ابن حبان: ۲۸۸۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۶۷-۱۳۶۶-۹۸۰' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۵۶' شرح السنۃ: ۱۰۹۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۱۵۹- ج ۱۰ ص ۲۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۶۲۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۴۰۳۴)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو الیمان' الحکم بن نافع (۲) شعیب بن ابی حمزہ (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) سالم بن عبد اللہ بن عمر (۵) ان کے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۶۸)

اس حدیث کا عنوان ہے: نمازِ خوف کا بیان' اور اس حدیث میں نمازِ خوف کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

نجد کا محل وقوع اور اس کا حدودِ اربعہ

تہامہ سے عراق کی طرف جو اونچی زمین ہے اس کا نام نجد ہے' ڈاکٹر غلام جیلانی نے لکھا ہے: نجد کا لغوی معنی سطح مرتفع ہے' اس سے مراد عرب کا وسطی علاقہ ہے' اس کا مرکزی شہر ریاض ہے' اس کی حدود بدلتی رہی ہیں' ایک زمانہ میں یمن' تہامہ' عراق اور شام بھی نجد میں شامل تھے' لیکن ۱۹۷۱ء کے بعد اس کی حدود یہ ہیں: مشرق میں بحرین' مغرب میں حجاز' شمال میں عراق' جنوب میں صحراء۔

(معجم البلدان ص ۳۳۹)

اس حدیث میں جس غزوہ کا ذکر ہے وہ غزوہ ذات الرقاع ہے' یہ غزوہ ۴ھ میں ہوا تھا' اسی سال غزوہ بنی نضیر بھی ہوا تھا' یہی وہ غزوہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر کو نازل فرمایا تھا۔

اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ کون سے سن میں پہلی مرتبہ نمازِ خوف پڑھی گئی ہے' جمہور نے کہا: پہلی مرتبہ غزوہ ذات الرقاع میں نمازِ خوف پڑھی گئی ہے' غزوہ ذات الرقاع کے سن میں بھی اختلاف ہے اور اس میں یہ اقوال ذکر کیے گئے ہیں: ۴ھ' ۵ھ' ۶ھ' ۷ھ'

امام ابن اسحاق اور علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ غزوہ شعبان ۴ھ میں ہوا ہے اور یہی قول معتمد ہے۔

یہ حدیث ہمارے اصحاب احناف کی دلیل ہے' ہمارے اصحاب نے نماز خوف کا یہی طریقہ بیان کیا ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے نمازِ خوف کے حسب ذیل چھ طریقے ذکر کیے ہیں: (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۷۱-۲۷۰)

نمازِ خوف کے متعلق متعدد اور مختلف احادیث

حافظ ابن عبد البر مالکی قرطبی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

(۱) باب مذکور کی حدیث میں جو طریقہ مذکور ہے' یہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔

(۲) صالح بن خوات نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذات الرقاع کے دن نماز خوف پڑھی' ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صف بنائی اور دوسری جماعت نے دشمن کے سامنے صف بنائی' جو جماعت آپ کے ساتھ تھی آپ نے اس کو ایک رکعت نماز پڑھائی' پھر آپ کھڑے رہے اور اس جماعت نے اپنی نماز پوری کر لی' پھر وہ واپس گئے اور دشمن کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے' پھر دوسری جماعت آئی تو آپ نے اس جماعت کو دوسری رکعت پڑھائی جو کہ آپ کی باقی رہ گئی تھی' پھر آپ بیٹھے رہے اور انہوں نے اپنی نماز پوری کر لی' پھر آپ نے ان کے ساتھ سلام پھیر دیا۔

(صحیح البخاری: ۴۱۲۹' صحیح مسلم: ۸۴۲' سنن ابوداؤد: ۱۲۳۸' موطأ امام مالک' صلوٰۃ الخوف: ۱)

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا مذہب اس حدیث کے مطابق ہے۔

(۳) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جماعت کو نمازِ خوف پڑھائی اور ایک جماعت دشمن کے سامنے تھی' پس جو آپ کے پیچھے تھے آپ نے ان کو ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھائی' وہ واپس گئے اور انہوں نے سلام نہیں پھیرا' پس وہ دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے' پھر دوسری جماعت آئی اور وہ ان کی جگہ کھڑی ہو گئی' آپ نے ان کو ایک رکعت پڑھائی' پھر آپ نے سلام پھیر دیا' پھر یہ لوگ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنی بقیہ ایک رکعت پڑھی' پھر انہوں نے سلام پھیر دیا اور چلے گئے اور جا کر دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے اور پہلی جماعت اپنی جگہ پر لوٹ آئی' پھر انہوں نے اپنی اپنی رکعت پڑھی اور سلام پھیر دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۴۴)

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے اسی حدیث پر عمل کیا ہے' ماسوا امام ابو یوسف کے۔

(۴) ابو عیاش الزرقی کی حدیث ہے اور وہ حضرت ابن مسعود کی حدیث کی مثل ہے اور وہ امام ابوحنیفہ کا موقف ہے۔

(۵) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے' وہ بیان کرتے ہیں: میں اس وقت حاضر تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جماعت کو ایک رکعت پڑھائی اور اُس جماعت کو ایک رکعت پڑھائی اور انہوں نے اس کو قضاء نہیں کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۴۶)

(۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ عزوجل نے تمہارے نبی کی زبان پر حضر میں چار رکعت نماز فرض کی اور سفر میں دو رکعت نماز فرض کی اور خوف میں ایک رکعت نماز فرض کی۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۴۷)

علامہ ابن عبد البر نے لکھا ہے: یہ قول جمہور علماء کے خلاف ہے۔

(تمہید ج ۶ ص ۱۸۲-۱۷۳' ملتقطاً مختصراً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نمازِ خوف پڑھنے والی دو جماعتوں کی تعداد اور ان کا مسافر یا مقیم ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ایک جماعت نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور یہ ذکر نہیں ہے کہ اس جماعت میں کتنے افراد تھے' اسی طرح پھر دوسری جماعت کا آ کر آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور اس کی تعداد کا بھی ذکر نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ دونوں جماعتوں کی تعداد مساوی ہو یا کم وبیش ہو کیونکہ جماعت کا اطلاق قلیل وکثیر دونوں پر آتا ہے' حتیٰ کہ ایک پر بھی ہوتا ہے' تین آدمی ہوں اور ان پر خوف واقع ہو تو جائز ہے کہ امام ایک شخص کو نماز پڑھا دے اور دوسرے دو شخصوں کو بعد میں پڑھا دے' لیکن امام شافعی نے کہا: ہر دو جماعتوں کا کم از کم تین افراد پر مشتمل ہونا ضروری ہے اور تین سے کم ہونا مکروہ ہے۔

اسی طرح اس حدیث میں جس جماعت کا ذکر ہے وہ مسافر تھے' لیکن اگر وہ مقیم ہوں تب بھی خوف کے وقت وہ مسافروں کے حکم میں ہیں' امام شافعی' امام احمد اور امام مالک کا مشہور قول یہی ہے' اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ نمازِ خوف حضر میں جائز نہیں ہے' علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ان سے اس قول کی روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ مشہور قول کے خلاف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۷۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۸۳۹۔ ج ۲ ص ۶۱۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) نمازِ خوف کا قرآن مجید سے ثبوت (۲) احناف کے نزدیک نمازِ خوف کا طریقہ (۳) ائمہ اربعہ کے مآخذ (۴) امام ابو یوسف کا نظریہ

۲- بَابُ صَلٰوةِ الْخَوْفِ رِجَالًا وَّرُكْبَانًا رَاجِلٌ قَائِمٌ

نمازِ خوف کو پیدل یا سواری پر پڑھنا کھڑے ہوئے' چلتے ہوئے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ نمازِ خوف کو پیدل اور سوار ہو کر دونوں طرح پڑھنا جائز ہے' اور یہ اس صورت میں ہے جب فوجیں ایک دوسرے کے ساتھ مختلط اور گتھم گتھا ہو جائیں اور گھمسان کا رَن ہو اور خوف کی شدت ہو اور امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جب مسلمان سواری سے اترنے سے عاجز ہوں تب بھی ان سے نماز ساقط نہیں ہوگی' وہ سوار ہونے کی حالت میں الگ الگ نماز پڑھیں گے اور رکوع اور سجود اشارے سے کریں گے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو۔

شدتِ خوف میں پیدل یا سواری پر نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

الذخیرہ میں مذکور ہے کہ جب خوف شدید ہو جائے تو مسلمان پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھیں یا سواری پر نماز پڑھیں' خواہ ان کا منہ کسی طرف ہو۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قبلہ کی طرف منہ کرنے کو ترک کرنا شدتِ خوف میں بھی جائز نہیں ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۲۲۷' دار الوفاء) لیکن یہ صحیح نہیں ہے' پیدل یا سواری پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے' امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے' اور جب وہ پیدل یا سواری پر نماز پڑھنے پر بھی قادر نہ ہوں تو پھر وہ نمازِ خوف کو مؤخر کر دیں اور نماز کو غیر شرعی طریقہ سے نہ پڑھیں' مجاہد' طاؤس' حسن بصری' قتادہ اور ضحاک نے کہا ہے کہ وہ بغیر اشارے کے ایک رکعت پڑھیں' ضحاک نے کہا ہے کہ اگر وہ اس پر بھی قادر نہ ہوں تو تکبیریں پڑھیں' خواہ ان کا منہ جس طرف بھی ہو' اسحاق نے کہا ہے کہ اگر وہ ایک رکعت پڑھنے پر قادر نہ ہوں تو وہ ایک سجدہ کر لیں ورنہ صرف ایک بار تکبیر پڑھ لیں۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

''راجل'' کا معنی ہے: کھڑے ہوئے۔

امام بخاری نے اس قول سے یہ اشارہ کیا ہے کہ باب کے عنوان میں جو "رجالا" کا لفظ ہے وہ "راجل" کی جمع ہے نہ کہ "رجل" کی دوسرا اس طرف اشارہ کیا ہے کہ "راجل" کا معنی ہے: پیدل چلتے ہوئے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

يَأْتُوكَ رِجَالًا. (الحج: ۲۷) وہ آپ کے پاس پیدل چلتے ہوئے آئیں۔

٩٤٣ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقُرَشِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوًا مِنْ قَوْلِ مُجَاهِدٍ إِذَا اخْتَلَطُوا قِيَامًا. وَزَادَ ابْنُ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، فَلْيُصَلُّوا قِيَامًا وَرُكْبَانًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن یحییٰ بن سعید القرشی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از نافع از ابن عمر انہوں نے مجاہد کے قول کی مثل روایت کیا ہے کہ جب وہ کھڑے ہوئے گتھم گتھا ہو جائیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اگر کفار تعداد میں اس سے زیادہ ہوتو وہ پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھیں یا سوار ہو کر۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن یحییٰ بن سعید بن ابان بن سعید بن العاص القرشی ان کی کنیت ابوعثمان البغدادی ہے یہ ۱۵ ذوالقعدہ ۲۴۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ان کے والد یحییٰ بن سعید امام بخاری نے کہا: مجھے سعید بن یحییٰ نے بتایا کہ ان کے والد ۱۵ شعبان ۱۹۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۴) موسیٰ بن عقبہ بن ابی عیاش یہ حضرت الزبیر بن العوام کے آزاد شدہ غلام ہیں یہ ۱۴۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) نافع مولیٰ ابن عمر (۶) مجاہد بن جبیر۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۷۳)

شدتِ قتال میں پیدل اور سواری پر نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء تابعین اور ائمہ کے مذاہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

پیدل اور سواری پر نمازِ خوف اس وقت پڑھنا جائز ہے جب خوف بہت شدید ہو اور ایک دوسرے کے ساتھ قتال میں گتھم گتھا ہو جائیں اس نماز کا نام "صلوۃ المسایفة" رکھا گیا ہے ("مسایفة" کا معنی ہے: ایک دوسرے پر تلواروں سے حملہ کرنا) اس وقت نمازی سے جس طرح بھی ممکن ہو اشاروں سے نماز پڑھے اس کے قائل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں حدیث میں ہے:

امام مالک از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ نمازِ خوف میں امام آگے بڑھ جائے اور لوگوں کی ایک جماعت کو امام ایک رکعت نماز پڑھائے اور دوسری جماعت ان کے اور دشمن کے درمیان کھڑی ہو وہ نماز نہ پڑھے پس جب پہلی جماعت امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ لے تو وہ دوسری جماعت کی جگہ پیچھے آ جائے جس نے نماز نہیں پڑھی تھی اور پہلی جماعت سلام نہ پھیرے اور دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آگے بڑھ جائے اور وہ امام کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھے پھر امام لوٹ جائے اور وہ دو رکعت نماز پڑھ چکا ہے پھر دونوں جماعتوں میں سے ہر جماعت کھڑی ہو کر اپنی اپنی ایک رکعت پڑھے اور ہر دو جماعتوں کی دو دو رکعت ہو جائیں گی پھر اگر خوف اس سے زیادہ شدید ہو تو پھر وہ پیدل اپنے قدموں پر کھڑے ہوئے نماز پڑھیں یا سواریوں پر نماز پڑھیں خواہ ان کا منہ قبلہ کی طرف ہو یا نہ ہو۔

امام مالک نے کہا: نافع نے بیان کیا ہے کہ میرا یہی گمان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے روایت کی ہے۔ (موطأ امام مالک' کتاب صلوٰۃ الخوف: ۳' صحیح البخاری: ۴۵۳۵)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: مجاہد' طاؤس' ابراہیم النخعی' حسن بصری' زہری اور فقہاء تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ مجاہد نے کہا: شدتِ قتال میں اشاروں سے نماز پڑھنا کافی ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر کی رائے ہے اور یہی امام مالک' ثوری اور امام شافعی کا مذہب ہے۔

امام بخاری نے کہا: حضرت ابن عمر نے از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اضافہ کیا ہے کہ اگر قتال اس سے زیادہ شدید ہو تو پھر پیدل اور سواریوں پر نماز پڑھیں' امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے یہ اضافہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر کیا ہے' محض اپنی رائے سے نہیں کیا' سو یہ حدیث مرفوع ہے موقوف نہیں ہے اور امام مالک نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۱۸-۶۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

لڑائی کے دوران نماز کا وقت آ جائے تو آیا مجاہد سواری پر نماز پڑھے یا نہیں؟

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خندق کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: انہوں نے ہمیں عصر کی نماز سے مشغول کر دیا' آپ نے اس دن غروبِ آفتاب تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی' اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے اور ان کے دلوں کو آگ سے بھر دے اور ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے۔

(صحیح البخاری: ۲۹۳۱' صحیح مسلم: ۶۲۷' مسند احمد ج ۱ ص ۷۹' شرح معانی الآثار: ۱۸۴۲)

امام ابوجعفر نے کہا: ایک قوم کا یہ مذہب ہے کہ کوئی شخص سواری پر نماز نہ پڑھے خواہ اس کا سواری سے اترنا ممکن نہ ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواری پر فرض نہیں پڑھے۔

دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ اگر وہ سوار قتال کر رہا ہو تو سواری پر نماز نہ پڑھے اور اگر وہ سوار قتال نہ کر رہا ہو اور اس کا سواری سے اترنا ممکن نہ ہو تو وہ نماز پڑھ لے اور ہو سکتا ہے کہ اس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز اس لیے نہ پڑھی ہو کہ آپ قتال کر رہے تھے' کیونکہ قتال ایک عمل ہے اور نماز میں نماز کے علاوہ دوسرا عمل نہیں ہوتا اور ہو سکتا ہے کہ اس دن آپ نے اس لیے نماز نہ پڑھی ہو کہ اس وقت تک آپ کو سواری پر نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا' پس ہم نے اس پر غور کیا تو اس کی تائید میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ خندق کے دن خندق کھودنے نے نماز پڑھنے سے روک لیا حتیٰ کہ مغرب کے بعد اندھیرا چھا گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا' پس انہوں نے ظہر کی اقامت کہی' پس آپ نے نہایت عمدہ طریقہ سے نماز پڑھائی جیسا کہ آپ نماز کو اپنے وقت میں پڑھاتے تھے' پھر آپ نے حکم دیا تو انہوں نے عصر کی اقامت کہی' پھر آپ نے اسی طرح نماز پڑھی' پھر آپ نے انہیں حکم دیا تو انہوں نے مغرب کی اقامت کہی' پھر آپ نے اسی طرح مغرب کی نماز پڑھائی' اس وقت تک نمازِ خوف کے متعلق یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی:

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ (البقرہ: ۲۳۹) اور اگر تمہیں (جان کا) خطرہ ہو تو پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھو یا سواری پر۔

پس حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ خبر دی ہے کہ صحابہ کا اس دن سواری پر نماز کو ترک کرنا اس وجہ سے تھا کہ اس وقت ان کے لیے سواری پر نماز پڑھنا مباح نہیں ہوا تھا' اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جب مسلمان مجاہد میدانِ جنگ میں ہو اور اس کے لیے سواری

سے اترنا ممکن نہ ہو تو اس کا سواری پر اشاروں سے نماز پڑھنا جائز ہے' اسی طرح اگر کوئی شخص زمین پر ہو اور اس کو یہ خطرہ ہو کہ اگر اس نے زمین پر سجدہ کیا تو اس پر کوئی درندہ حملہ کر دے گا یا کوئی شخص اس کو تلوار سے قتل کر دے گا تو اس کے لیے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر اس کو کھڑے ہونے سے خطرہ ہو تو وہ اشاروں سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

اور یہ امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔(شرح معانی الآثار ج ا ص ۴۱۸۔۴۱۷' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

امام طحاوی کی اس پوری عبارت کو علامہ ابن بطال مالکی اور علامہ عینی حنفی نے اپنی شرحوں میں نقل کر کے اس سے استدلال کیا ہے۔(دیکھئے: شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۱۹۔۶۱۸' عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۷۴)

۳ - بَابٌ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِيْ صَلٰوةِ الْخَوْفِ
نمازِ خوف میں مسلمان ایک دوسرے کی حفاظت کریں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازِ خوف میں نمازی ایک دوسرے کی حفاظت کریں۔

٩٤٤ - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ، فَكَبَّرَ وَكَبَّرُوْا مَعَهُ، وَرَكَعَ وَرَكَعَ نَاسٌ مِّنْهُمْ، ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدُوْا مَعَهُ، ثُمَّ قَامَ لِلثَّانِيَةِ، فَقَامَ الَّذِيْنَ سَجَدُوْا وَحَرَسُوْا اِخْوَانَهُمْ، وَاَتَتِ الطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى، فَرَكَعُوْا وَسَجَدُوْا مَعَهُ، وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ فِيْ صَلٰوةٍ، وَلٰكِنْ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا.

(سنن نسائی: ۱۵۳۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حیوۃ بن شریح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن حرب نے حدیث بیان کی از الزبیدی از الزہری از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ قیام کیا' آپ نے تکبیر پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر پڑھی' آپ نے رکوع کیا اور بعض لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ رکوع کیا' پھر آپ نے سجدہ کیا اور ان لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا' پھر آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے تو جن لوگوں نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا تھا وہ بھی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنے بھائیوں کی حفاظت کی اور دوسری جماعت آئی' پس انہوں نے آپ کے ساتھ رکوع کیا اور سجدہ کیا اور تمام لوگ نماز میں تھے لیکن ایک دوسرے کی حفاظت بھی کر رہے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حیوۃ بن شریح ابو العباس الحمصی الحضرمی' یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) محمد بن حرب الخولانی الحمصی' یہ ۱۹۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) محمد بن الولید الزبیدی ابو الہذیل الشامی الحمصی (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عبید اللہ بن عبد اللہ ابن مسعود الہذلی ابو عبد اللہ المدنی الفقیہ' یہ ۹۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۷۵)

فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنفیہ کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث مذکور پر عمل نہ کرنا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب دشمن مسلمانوں کے قبلہ کی جانب ہو' اس وقت آپ کے

پیچھے نمازیوں کی دو صفیں بنائی گئیں، پس جو صف آپ کے قریب تھی' آپ نے اس کے ساتھ رکوع اور سجدہ کیا اور دوسری صف نے کھڑے ہو کر ان کی حفاظت کی' پس جب آپ سجدہ کر کے دوسری رکعت کی طرف کھڑے ہوئے تو دوسری صف آگے بڑھ گئی اور پہلی صف پیچھے چلی گئی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع کیا اور سجدہ کیا اور دوسری صف ان کی حفاظت کر رہی تھی اور وہ سب نماز میں تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام ذی قرد میں ان کو نماز خوف پڑھائی اور مشرکین ان کے اور قبلہ کے درمیان تھے اور اس کی مثل حضرت ابو عیاش الزرقی اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی کہا ہے کہ جب دشمن قبلہ کی جانب ہو تو اس طریقہ سے نماز پڑھی جائے' یہ ابن ابی لیلیٰ کا مذہب ہے اور ابن القصار نے امام شافعی سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ امام ابو یوسف کا یہ مذہب ہے کہ جب دشمن قبلہ کی جانب ہو تو اس طرح نماز پڑھی جائے جس طرح حضرت ابن عباس نے کہا ہے اور جب وہ غیر قبلہ کی جانب ہو تو اس طرح نماز پڑھی جائے جس طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے' انہوں نے کہا: اس طرح احادیث میں تطبیق ہو جائے گی اور یہ طریقہ قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف نہیں ہے: اور چاہیے کہ دوسری جماعت آئے جس نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی اور وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھے۔ (النساء: ۱۰۲) کیونکہ یہ آیت اس صورت پر محمول ہے جب دشمن غیر قبلہ کی جانب ہو' پھر اس کے بعد آپ پر یہ وحی نازل کی گئی کہ جب دشمن قبلہ کی جانب ہو تو اس طرح نماز پڑھی جائے' سو آپ نے دونوں طریقوں پر عمل کیا جیسا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر کی حدیثوں میں ہے۔

امام مالک اور امام ابو حنیفہ نے اس حدیث پر عمل کرنے کو ترک کر دیا ہے کیونکہ یہ حدیث کتاب اللہ کے اس قول کے خلاف ہے: اور چاہیے کہ دوسری جماعت آئے جس نے نماز نہ پڑھی ہو' پس وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھے (النساء: ۱۰۲) اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ دوسری جس جماعت نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی اسی نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور قرآن مجید میں یہ ذکر ہے کہ دوسری جماعت جس نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھے' اور اس کے مطابق وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔ اشہب اور سحنون مالکی نے کہا ہے: اس صورت میں نمازِ خوف نہ پڑھے بلکہ اس کے مشابہ نماز پڑھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۲۰-۶۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن بطال مالکی کی عبارت کو من وعن ذکر فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس کی اس حدیث مذکور کی تحقیق

حافظ ابو الفرج عبد الرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن شعیب النسائی متوفی ۳۰۳ھ نے اس حدیث کو اس متن کے ساتھ روایت کیا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ قیام کیا' آپ نے تکبیر پڑھی اور لوگوں نے بھی تکبیر پڑھی' آپ نے رکوع کیا اور ان لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ رکوع کیا' پھر آپ نے سجدہ کیا اور بعض لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا' پھر آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے' پس جن لوگوں نے سجدہ کیا تھا وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے بھائیوں کی حفاظت کی اور دوسری وہ جماعت آئی جس نے آپ کے ساتھ رکوع اور سجدہ کیا تھا اور تمام لوگ نماز میں تھے لیکن ایک دوسرے کی حفاظت کر رہے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۵۳۳)

امام دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ اور امام بیہقی متوفی ۴۵۰ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ ذکر ہے کہ دونوں جماعتوں نے آپ کے ساتھ رکوع کیا اور زبیدی کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ بعض نے آپ کے ساتھ رکوع کیا اور بعض نے رکوع نہیں کیا۔ (سنن دار قطنی ج ۲ ص ۵۹-۵۸' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۵۸)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کا متن اس طرح ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام ذی قرد میں بنو سلیم کی زمین میں نماز خوف پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے دو صفیں بنائیں' ایک صف دشمن کے سامنے تھی اور ایک صف آپ کے پیچھے تھی' پس جو صف آپ کے قریب تھی آپ نے اس کو نماز پڑھائی' پھر یہ لوگ ان لوگوں کی جگہ چلے گئے اور وہ لوگ ان لوگوں کی جگہ آ گئے' پس آپ نے ان کو دوسری رکعت پڑھائی۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۲)

امام احمد کی دوسری روایت اس طرح ہے: پھر آپ نے سلام پھیر دیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دو رکعتیں ہو گئیں اور ہر جماعت کے لیے ایک رکعت ہو گئی۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۷)

یہ اضافہ مدرج ہے' اسی طرح امام بیہقی کی روایت میں ہے۔ (سنن بیہقی ۳ ص ۲۶۲)

امام شافعی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ایسی ہے کہ اہل علم اس حدیث کی مثل کو ثابت نہیں کرتے اور ہم نے اس حدیث کو اس لیے ترک کر دیا کہ دوسری احادیث اس کے خلاف پر مجتمع ہیں اور اس لیے کہ اس حدیث کی بعض سندیں ثابت نہیں ہیں۔

(کتاب الام ج ۱ ص ۱۹۲)

اور جب ابوبکر بن جہم اور زہری میں اختلاف ہو تو زہری کا قول معتبر ہوتا ہے اور شاید امام مسلم نے اس حدیث کو اس لیے روایت نہیں کیا کہ اس کے متن میں اختلاف ہے اور امام احمد نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

(فتح الباری لابن رجب حنبلی ج ۶ ص ۲۷-۲۵' دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

فقہاء حنبلیہ کا حضرت ابن عباس کی حدیث مذکور پر عمل کرنا

علامہ منصور بن یونس البہوتی الحنبلی التوفی ۱۰۵۱ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جب دشمن قبلہ کی جہت میں ہو اور اس کے حملہ کرنے کا خوف ہو تو امام ان کو اس طرح نماز پڑھائے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عسفان (مکہ سے دو مرحلہ دور ایک شہر) میں نماز پڑھائی تھی' پھر امام اپنے پیچھے دو یا دو سے زیادہ صفیں بنائے خواہ وہ مسافر ہوں یا مقیم ہوں' امام تکبیرۂ تحریمہ پڑھے' رکوع کرے اور سجدہ کرے' اس کے قریب والی صف اس کے ساتھ سجدہ کرے اور دوسری صف ان کی حفاظت کرے حتیٰ کہ امام دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے' پھر دوسری صف سجدہ کرے اور پہلی صف اس سے مل جائے' پھر پہلی صف پیچھے چلی جائے اور دوسری صف آگے آ جائے' پھر دوسری رکعت کا سجدہ کرنے کے بعد امام تشہد کے لیے بیٹھ جائے' پھر حفاظت کرنے والے سجدہ کریں اور امام کے ساتھ مل جائیں' پھر امام ان کے ساتھ سلام پھیر دے۔

(کشاف القناع ج ۲ ص ۱۱-۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک یہ حدیث ظاہر قرآن کے خلاف ہے اور ثابت نہیں اور امام احمد کے نزدیک اس حدیث کی سند صحیح ہے اور وہ اس حدیث کے موافق عمل کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر کا اس حدیث کی تحقیق سے گریز

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کی اس روایت میں مذکور ہے کہ اس نماز میں ہر فریق نے ایک ایک رکعت پڑھی اور زہری کی روایت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آیا انہوں نے اس رکعت کے ساتھ دوسری رکعت ملا کر اس نماز کو مکمل کیا یا نہیں' تاہم امام نسائی کی روایت میں مذکور ہے: ''ولم یقضوا'' انہوں نے اس نماز کو پورا نہیں کیا' اس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ نماز خوف ایک رکعت ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس کا محمل یہ ہو کہ جب بہت شدید خوف ہو تو نماز خوف ایک رکعت پڑھی جائے اور جمہور چونکہ ایک رکعت نماز خوف کے قائل نہیں ہیں' اس لیے انہوں نے ''لم یقضوا'' کا یہ معنی کیا ہے کہ انہوں نے بعد میں اس نماز کو قضا نہیں کیا۔

(فتح الباری ج ٢ ص ٤٨٦' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

حافظ عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں الگ مسئلہ چھیڑ دیا' انہیں اس حدیث کی شرح میں یہ لکھنا چاہیے تھا کہ آیا یہ حدیث ثابت ہے یا نہیں؟ اور امام شافعی نے اس حدیث پر عمل کیا ہے یا نہیں؟

٤ - بَابُ الصَّلٰوةِ عِنْدَ مُنَاهَضَةِ الْحُصُوْنِ وَلِقَاءِ الْعَدُوِّ

قلعوں پر چڑھائی اور دشمن کے مقابلہ کے وقت نماز پڑھنا

اس عنوان میں ''مناهضة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جنگ میں ہر شخص کا اپنے مخالف کے سامنے کھڑا ہونا' اور ''الحصون'' کا لفظ ہے' یہ ''الحصن'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: قلعہ' اور ''لقاء العدو'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دشمن سے مقابلہ۔

وَقَالَ الْاَوْزَاعِیُّ اِنْ كَانَ تَهَيَّاَ الْفَتْحُ' وَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ' صَلَّوْا اِيْمَاءً كُلُّ امْرِیءٍ لِنَفْسِهٖ' فَاِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الْاِيْمَاءِ اَخَّرُوا الصَّلٰوةَ' حَتّٰى يَنْكَشِفَ الْقِتَالُ اَوْ يَاْمَنُوْا' فَيُصَلُّوْا رَكْعَتَيْنِ' فَاِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا صَلَّوْا رَكْعَةً وَّسَجْدَتَيْنِ' فَاِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا فَلَا يُجْزِئُهُمُ التَّكْبِيْرُ وَيُؤَخِّرُوْهَا حَتّٰى يَاْمَنُوْا' وَبِهٖ قَالَ مَكْحُوْلٌ. وَقَالَ اَنَسٌ حَضَرْتُ عِنْدَ مُنَاهَضَةِ حِصْنِ تُسْتَرَ عِنْدَ اِضَاءَةِ الْفَجْرِ' وَاشْتَدَّ اشْتِعَالُ الْقِتَالِ' فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ' فَلَمْ نُصَلِّ اِلَّا بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ' فَصَلَّيْنَاهَا مَعَ اَبِیْ مُوْسٰى فَفُتِحَ لَنَا' وَقَالَ اَنَسٌ وَمَا يَسُرُّنِیْ بِتِلْكَ الصَّلٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا.

اور اوزاعی نے کہا: اگر فتح قریب ہو اور مسلمان نماز پڑھنے پر قادر نہ ہوں' تو ہر شخص اشارے سے اپنی اپنی نماز پڑھے اور اگر وہ اشارہ پر بھی قادر نہ ہو تو نماز کو مؤخر کر دیں یہاں تک کہ جنگ ختم ہو جائے یا لوگ محفوظ ہو جائیں' پھر وہ دو رکعت نماز پڑھیں' پس اگر وہ دو رکعت پڑھنے پر قادر نہ ہوں تو وہ ایک رکعت پڑھیں اور دو سجدے کرلیں' پھر اگر وہ اس پر بھی قادر نہ ہوں تو صرف تکبیر پڑھنا ان کے لیے کافی نہیں ہے' پھر وہ نماز کو مؤخر کر دیں حتیٰ کہ وہ محفوظ ہو جائیں' اور مکحول کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں فجر کی سفیدی پھیلنے کے وقت تُستَر کے قلعہ پر چڑھائی کے وقت حاضر تھا' جنگ بہت شدید ہو گئی' پس مسلمان نماز پڑھنے پر قادر نہ ہوئے' پھر ہم نے دن چڑھنے کے بعد نماز پڑھی' پھر ہم نے حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ نماز پڑھی' پس ہم کو فتح حاصل ہو گئی' حضرت انس نے کہا: اگر اس نماز کے بدلا میں مجھے دنیا اور مافیہا بھی مل جائے تو مجھے خوشی نہیں ہو گی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ تُستَر کی فتح کے موقع پر حاضر تھا' اس دن میں صبح کی نماز اس وقت پڑھ سکا جب آدھا دن گزر چکا تھا اور اس نماز کے بدلا میں مجھے تمام دنیا بھی مل جاتی تو مجھے اس سے

خوشی نہ ہوتی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۵۱۴' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۸۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۹' کراچی)

٩٤٥ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا صَلَّيْتُ الْعَصْرَ حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَغِيْبَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا بَعْدُ. قَالَ فَنَزَلَ إِلٰى بُطْحَانَ، فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَابَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ بَعْدَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از علی بن المبارک از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے' پس وہ کفار قریش کی مذمت کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: یا رسول اللہ! میں نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے' حتیٰ کہ سورج غروب ہونے لگا ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی' پھر آپ مدینہ کی ایک وادی میں پہنچے پس آپ نے وضوء کیا اور سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھائی' پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۹۶ میں گزر چکی ہے۔

جنگ خندق کے دن نماز قضاء ہونے کا سبب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

قلعہ پر حملہ کے وقت اور دشمن سے مقابلہ کے وقت نماز پڑھنا' یہ وہ نماز ہے جو تلواروں سے لڑائی کے دوران پڑھی جاتی ہے' اس کو "صلوٰۃ المسایفۃ" کہتے ہیں' اس کا ذکر باب صلوٰۃ الخوف میں ہو چکا ہے اور اس باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث اوزاعی اور مکحول کی حجت ہے کہ جو شخص اشاروں سے بھی نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو وہ نماز کو مؤخر کر دے حتیٰ کہ وہ کامل نماز پڑھے اور صرف "سبحان اللہ" پڑھنا یا "لا الہ الا اللہ" پڑھنا اس نماز کا بدل نہیں ہوگا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے دن نماز کو مؤخر کر دیا تھا اور یہ نمازِ خوف کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے اور اس سے یہ استدلال بھی کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نماز کو مؤخر کرنے پر ملامت نہیں کی کیونکہ آپ جنگ میں مشغول تھے' اسی طرح اگر اس سے زیادہ جنگ کا خطرہ ہو پھر بھی نماز کو مؤخر کرنا جائز ہے' مگر یہ ضعیف استدلال ہے کیونکہ نمازِ خوف پڑھنے کا طریقہ جنگ خندق کے بعد نازل ہوا تھا۔

رہا امام اوزاعی کا یہ قول کہ اگر وہ دو رکعت نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو تو وہ ایک رکوع اور دو سجدے کر لیں' اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول کہ نمازِ خوف ایک رکعت ہے' سو یہ قرآن مجید کے خلاف ہے۔

النساء: ۱۰۲ میں یہ بیان ہے کہ آپ حالت جنگ میں نماز کے لیے کھڑے ہوں تو مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کے ساتھ نماز پڑھے' اور یہ لوگ اپنے ہتھیاروں سے مسلح رہیں اور جب وہ سجدہ کر لیں تو پیچھے چلے جائیں اور مسلمانوں کی دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آ کر آپ کے ساتھ (دوسری رکعت) پڑھے۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نمازِ خوف پڑھائی ہے' اور یہ کہنا کہ نمازِ خوف ایک رکعت ہے اس آیت کے بھی خلاف ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بھی خلاف ہے۔

جہاں تک تکبیر پڑھنے کا تعلق ہے تو مجاہد سے روایت ہے کہ "صلوٰۃ المسایفۃ" (تلواروں سے لڑائی کے دوران نماز) ایک تکبیر ہے' اور سعید بن جبیر اور ابو عبد الرحمان نے کہا: "صلوٰۃ المسایفۃ" تہلیل' تسبیح' تحمید اور تکبیر ہے اور علامہ ابن المنذر نے امام اسحاق سے روایت کیا ہے کہ تمہارے لیے ایک رکعت کافی ہے اور اگر وہ بھی نہ ہو سکے تو ایک سجدہ کافی ہے اور اگر وہ بھی نہ ہو سکے تو ایک تکبیر کافی ہے کیونکہ وہ بھی اللہ کا ذکر ہے' اور حسن بن حی نے کہا: ہر رکعت کی جگہ ایک تکبیر پڑھ لے۔

اور رہے شہر کے ائمہ فتویٰ تو ان کے نزدیک تکبیر رکوع اور سجود کا بدل نہیں ہے' کیونکہ تکبیر کو رکوع اور سجود نہیں کہا جاتا اور رکوع اور سجود کا بدل صرف اشارہ ہے جو خشوع سے کیا جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو کہا ہے کہ وہ نماز پر قادر نہیں ہوئے' اس کا معنی یہ ہے کہ قتال کی شدت کی وجہ سے ان کو وضوء کرنے کا موقع نہیں ملا' اس لیے پانی کے حصول تک نماز کو مؤخر کر دیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ خندق کے دن نماز کو مؤخر کیا تھا' اس کی بھی یہی وجہ ہو حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور آپ کو پانی نہیں حاصل ہو سکا۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۲۱۔ ۶۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ اور حالت نماز میں قتال کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جنگ خندق کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں جو تاخیر کی تھی' علامہ ابن حجر نے کہا کہ آپ بھول گئے تھے یا آپ نے عمداً تاخیر کی تھی' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ قتال میں مشغول تھے یا آپ کے لیے وضوء کرنا مشکل تھا یا یہ آیت خوف کے نزول سے پہلے کا واقعہ تھا۔

(فتح الباری لابن حجر ج ۲ ص ۴۸۷' دار المعرفہ' بیروت)

علامہ بدر الدین عینی' حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس مقام پر ادب سے گفتگو کرنی چاہیے جیسا کہ امام طحاوی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ خندق کے دن نماز اس لیے نہیں پڑھی تھی کہ آپ قتال کر رہے تھے' پس قتال عمل ہے اور نماز میں عمل نہیں ہوتا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس لیے نماز نہ پڑھی ہو کہ اس وقت تک سوار ہونے کی حالت میں قتال کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا اور رہا حالت نماز میں قتال کرنا تو ہمارے نزدیک اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک حالت نماز میں قتال کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۷۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۵ - بَابُ صَلٰوةِ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوْبِ' رَاكِبًا وَّإِيْمَاءً

مسلمان دشمن کا پیچھا کر رہے ہوں یا دشمن مسلمانوں کا تعاقب کر رہا ہو تو نمازِ خوف سواری پر اور پیادہ پڑھی جائے

وَقَالَ الْوَلِيْدُ ذَكَرْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ صَلٰوةَ شُرَحْبِيْلَ بْنِ السِّمْطِ وَأَصْحَابِهِ عَلٰى ظَهْرِ الدَّآبَّةِ' فَقَالَ كَذٰلِكَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا إِذَا تُخُوِّفَ الْفَوْتُ. وَاحْتَجَّ الْوَلِيْدُ بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا

ولید نے کہا: میں نے اوزاعی سے ذکر کیا کہ شرحبیل بن السمط اور ان کے اصحاب نے سواری کی پشت پر نماز پڑھی' انہوں نے کہا: ہمارے نزدیک جب نماز کے قضاء ہونے کا خوف ہو تو اسی طرح حکم ہے اور ولید نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال

يُصَلِّيَنَّ اَحَدٌ الْعَصْرَ اِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ. کیا: کوئی شخص بنوقریظہ میں پہنچے بغیر عصر کی نماز نہ پڑھے۔

ولید بن مسلم نے دلالت النص سے استدلال کیا تھا کہ جن صحابہ نے نماز کو مؤخر کر دیا تھا حتیٰ کہ وہ بنوقریظہ میں پہنچ گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ملامت نہیں کی' حالانکہ نماز کا وقت نکل چکا تھا تو جن لوگوں نے نماز کا وقت نکلنے سے پہلے نماز پڑھ لی خواہ اشارے سے یا جس طرح بھی ان سے پڑھی جاسکی تو ان کی نماز تو بہ طریق اولیٰ جائز ہونی چاہیے' اور شرحبیل نے سواری کی پشت پر اس لیے نماز پڑھی تھی کہ ان کو قلعہ فتح کرنے کی توقع تھی' پس انہوں نے اشارہ سے نماز پڑھی' پھر قلعہ فتح کر لیا۔

٩٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَآءَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْاَحْزَابِ لَا يُصَلِّيَنَّ اَحَدٌ الْعَصْرَ اِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ. فَاَدْرَكَ بَعْضَهُمُ الْعَصْرُ فِي الطَّرِيْقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّيْ حَتّٰى نَاْتِيَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّيْ لَمْ يُرَدْ مِنَّا ذٰلِكَ فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِّنْهُمْ.

[طرف الحدیث:۴۱۱۹][صحیح مسلم:۱۷۷۰' الرقم المسلسل:۴۵۲۱' جامع المسانید لابن جوزی:۱ ۵۳ ۳ 'مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۃ الاحزاب سے لوٹے تو آپ نے ہم سے فرمایا: کوئی شخص بنوقریظہ میں پہنچے بغیر عصر کی نماز نہ پڑھے' پس بعض صحابہ نے راستہ میں عصر کا وقت پایا' لہٰذا بعض نے کہا: ہم عصر کی نماز اس وقت تک نہیں پڑھیں گے حتیٰ کہ ہم بنوقریظہ میں پہنچ جائیں اور بعض نے کہا: بلکہ ہم عصر کی نماز پڑھیں گے' آپ نے ہم سے اس کا ارادہ نہیں کیا تھا' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے ان میں سے کسی فریق کو ملامت نہیں کی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن محمد بن اسماء بن عبید بن مخراق الضبعی البصری' یہ جویریہ کے بھتیجے تھے' یہ ۲۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) جویریہ بن اسماء' ان کی کنیت ابومخراق البصری تھی (۳) نافع مولیٰ ابن عمر (۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۸۱)

بنوقریظہ کی طرف روانگی کا پس منظر اور پیش منظر

اس حدیث میں ''الاحــزاب'' کا ذکر ہے اس سے مراد غزوۂ خندق ہے' یہ غزوہ شوال ۵ ھ میں ہوا تھا' اسی غزوہ میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب نازل فرمائی تھی' اس کو غزوۂ خندق اس لیے کہتے ہیں کہ اس غزوہ میں مدینہ کی اطراف میں خندق کھودی گئی تھی' اور اس کو غزوۃ الاحزاب اس لیے کہتے ہیں کہ کفار نے تمام قبائل عرب کو اپنے ساتھ ملا کر دس ہزار نفوس کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا تھا۔ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ خندق سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف لوٹے تو مسلمانوں نے اپنے ہتھیار اتار دیئے' پھر ظہر کے وقت حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور کہا: فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں رکھے' اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ بنوقریظہ کی طرف روانہ ہوں' میں بھی اسی طرف جا رہا ہوں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جو مسلمان حکم سننے والا اور اس کی اطاعت کرنے والا ہے وہ بنوقریظہ میں پہنچ کر نماز پڑھے' امام محمد بن سعد نے کہا: پھر آپ تین ہزار صحابہ کے ساتھ بنوقریظہ کی طرف روانہ ہوئے' یہ ۲۱ ھ ذوالقعدہ بدھ کے دن کا واقعہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

فقہاء کا اس میں اختلاف کہ آیا تعاقب کرنے والے کا سواری پر اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی کافر مسلمان کا تعاقب کر رہا ہو تو اس مسلمان کا سواری پر نماز پڑھنا فقہاء کے نزدیک جائز ہے لیکن اگر مسلمان کافر کا تعاقب کر رہا ہو تو اس کے سواری پر نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ تعاقب کرنے والا سواری پر نماز نہ پڑھے۔ یہ عطاء' حسن بصری اور ثوری کا قول ہے' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے' امام شافعی نے ایک صورت کا استثناء کیا ہے کہ تعاقب کرنے والا اپنے اصحاب سے منقطع ہو جائے اور اس کو اب یہ خطرہ ہو کہ جن کفار کا وہ تعاقب کر رہا ہے اب وہ پلٹ کر اس پر حملہ کر دیں گے تو اس صورت میں وہ سواری پر اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

ابن حبیب نے ابن عبد الحکم سے روایت کیا ہے کہ تعاقب کرنے والے کا سواری پر نماز پڑھنے کی بہ نسبت زمین پر نماز پڑھنا اولیٰ ہے اور ابن حبیب کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے لیے سواری سے نہ اترنا اور اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اس کے ساتھ دشمن ہے اور اس کو امن کی حقیقت حاصل نہیں ہے' یہی امام مالک کا قول ہے اور اوزاعی اور شرحبیل کا مذہب ہے۔

ولید بن مسلم نے بنوقریظہ کے قصہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ تعاقب کرنے والے کا سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے' پس اگر کسی روایت میں یہ مل جائے کہ جن صحابہ نے راستہ میں نماز پڑھی انہوں نے سواری پر نماز پڑھی تھی تو یہ استدلال بہت واضح ہے اور اگر یہ نہ ملے' تو جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ وہ عصر کی نماز کو بنوقریظہ میں پہنچنے تک مؤخر کر دیں حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی سے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ غروبِ آفتاب کے بعد بنوقریظہ میں پہنچیں گے اور نماز کے لیے عصر کا وقت فرض ہے تو ولید بن مسلم نے یہ استدلال کیا کہ جن صحابہ نے بنوقریظہ میں نماز پڑھی جب ان کے لیے عصر کے وقت کو ترک کرنا جائز تھا حالانکہ وہ فرض ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فرض کے ترک کرنے پر ان کو ملامت نہیں کی تو اسی طرح تعاقب کرنے والے کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ نماز کے وقت میں سواری پر اشارے سے نماز پڑھے اور رکوع اور سجود جو فرض ہے اس کو ترک کر دے جیسے بنوقریظہ میں نماز پڑھنے والے صحابہ نے وقت کو ترک کر دیا تھا حالانکہ وقت پر نماز پڑھنا بھی فرض ہے اور یہ واقعہ نمازِ خوف کے نازل ہونے سے پہلے کا تھا۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۲۳ ـ ۶۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نماز میں اتنی تاخیر کرنا کہ نماز کا وقت نکل جائے' یہ کفر نہیں

بعض ائمہ اور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص عمداً نماز میں اتنی تاخیر کر دے کہ نماز کا وقت نکل جائے تو یہ کفر ہے' اس حدیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو یہ حکم دیا کہ وہ بنی قریظہ میں پہنچ کر عصر پڑھیں تو آپ کو وحی کے ذریعہ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ جب وہ بنی قریظہ پہنچیں گے تو عصر کا وقت نکل چکا ہو گا تو گویا آپ نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ عصر کا وقت نکلنے کے بعد عصر کی نماز پڑھیں پس کسی نماز کا وقت نکلنے کے بعد اس نماز کو پڑھنا کفر کیسے ہو سکتا ہے۔

حدیث کے ظاہر الفاظ اور اس کے مفہوم اور منشاء پر عمل کرنا' ہر دو طریقے صحیح ہیں

بعض صحابہ نے عصر کا وقت آنے سے پہلے راستہ میں عصر کی نماز پڑھ لی تھی' ان کی رائے یہ تھی کہ اس ارشاد سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشاء یہ تھا کہ بنوقریظہ میں جلدی پہنچو' آپ کا یہ منشاء نہیں تھا کہ بنوقریظہ میں ہی عصر پڑھنا خواہ نماز قضاء ہو جائے' سو انہوں نے اس حدیث کے منشاء اور مفہوم پر عمل کیا اور دوسرے صحابہ نے حدیث کے ظاہر الفاظ پر عمل کیا کہ نماز عصر بہر حال بنوقریظہ میں پہنچ کر پڑھنی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی فریق کو ملامت نہیں کی' اس سے معلوم ہوا کہ اجتہاد میں وسعت ہے' قرآن اور حدیث کے ظاہر الفاظ

پر عمل کرنا بھی صحیح ہے اور قرآن اور حدیث کے معنی اور مفہوم اور منشاء پر عمل کرنا بھی صحیح ہے۔

اور اس حدیث میں اجتہاد کی بھی اصل اور دلیل ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثوں میں تطبیق

یہ حدیث صحیح مسلم میں ان الفاظ کے ساتھ ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۃ الاحزاب سے لوٹنے کے بعد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بنو قریظہ میں پہنچے بغیر ظہر کی نماز نہ پڑھے، پس بعض صحابہ کو نماز کا وقت نکلنے کا خوف ہوا تو انہوں نے بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے نماز پڑھ لی، اور دوسرے صحابہ نے کہا: ہم وہیں نماز پڑھیں گے جہاں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے خواہ نماز کا وقت فوت ہو جائے، حضرت ابن عمر نے کہا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کو بھی ملامت نہیں کی۔

(صحیح مسلم: ١٧٧٠، الرقم المسلسل: ٤٥٢١)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں ظہر کی نماز کا ذکر ہے اور صحیح البخاری: ٩٤٦ میں عصر کی نماز کا ذکر ہے، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ واقعہ ظہر کی نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد پیش آیا تھا، بعض صحابہ نے مدینہ میں ظہر کی نماز پڑھ لی تھی اور بعض نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی، پس جنہوں نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی، ان سے آپ نے فرمایا: تم بنو قریظہ میں پہنچ کر ظہر کی نماز پڑھنا اور جنہوں نے ظہر کی نماز پڑھ لی تھی، ان سے آپ نے فرمایا: تم بنو قریظہ میں پہنچ کر عصر کی نماز پڑھنا۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ٨ ص ٤٨٩٥، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ١٤١٧ھ)

٦ - بَابُ التَّكْبِيرِ وَالْغَلَسِ بِالصُّبْحِ، وَالصَّلٰوةِ عِنْدَ الْإِغَارَةِ وَالْحَرْبِ

٩٤٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، وَثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصُّبْحَ بِغَلَسٍ، ثُمَّ رَكِبَ فَقَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ. فَخَرَجُوا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ وَيَقُولُونَ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ. قَالَ وَالْخَمِيسُ الْجَيْشُ، فَظَهَرَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَتَلَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذَّرَارِيَّ، فَصَارَتْ صَفِيَّةُ لِدِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ، وَصَارَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ تَزَوَّجَهَا، وَجَعَلَ صَدَاقَهَا عِتْقَهَا، فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ

حملہ کے وقت اور جنگ میں اللہ اکبر کا نعرہ لگانا اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از عبد العزیز بن صہیب و ثابت البنانی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھی، پھر آپ سوار ہوئے اور آپ نے نعرہ لگایا: اللہ اکبر، خیبر کی خرابی آ گئی، ہم جب کسی قوم کے صحن میں پہنچتے ہیں تو جن لوگوں کو ڈرایا گیا ہے ان کی صبح کو بُری حالت ہوتی ہے، پھر خیبر کے لوگ گلیوں میں دوڑتے ہوئے نکلے، وہ کہہ رہے تھے: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور "خمیس" اور "خمیس" کا معنی لشکر ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر غالب آ گئے، آپ نے لڑنے والوں کو قتل کر دیا اور (عورتوں اور) بچوں کو قید کر لیا، حضرت دحیہ کلبی نے

لِثَابِتٍ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ، اَنْتَ سَاَلْتَ اَنَسًا مَا اَمْهَرَهَا؟ قَالَ اَمْهَرَهَا نَفْسَهَا، فَتَبَسَّمَ.

حضرت صفیہ کو لے لیا' پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے حضرت صفیہ کو لے لیا' پھر ان سے نکاح کر لیا اور انہیں آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دے دیا' پس عبد العزیز نے ثابت سے کہا: اے محمد! کیا آپ نے حضرت انس سے سوال کیا تھا کہ ان کا مہر کیا تھا؟ انہوں نے کہا: ان کا مہر خود ان کا نفس تھا' پھر وہ مسکرائے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

یہاں پر نمازِ خوف کا بیان ختم ہو گیا اور اب ان شاء اللہ عیدین کا بیان شروع ہو گا۔

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الكريم

١٣ - كِتَابُ الْعِيْدَيْنِ

عیدین کا بیان

عیدین سے مراد ہے: عید الفطر اور عید الاضحیٰ' عید کا معنی ہے: لوٹنا' اس کو عید' نیک شگون کے لیے کہا جاتا ہے یعنی یہ دن ہماری زندگی میں بار بار لوٹ کر آئے۔

١ - بَابٌ فِي الْعِيْدَيْنِ وَالتَّجَمُّلِ فِيْهِ

٩٤٨ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَان قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِّنْ اِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوْقِ، فَاَخَذَهَا فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِبْتَعْ هٰذِهٖ تَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيْدِ وَالْوُفُوْدِ، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هٰذِهٖ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ، فَلَبِثَ عُمَرُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّلْبَثَ، ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُبَّةِ دِيْبَاجٍ، فَاَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ، فَاَتٰى بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّكَ قُلْتَ اِنَّمَا هٰذِهٖ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ؟ اَرْسَلْتَ اِلَيَّ بِهٰذِهِ الْجُبَّةِ! فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبِيْعُهَا، وَ تُصِيْبُ بِهَا حَاجَتَكَ.

عیدین اور ان دنوں میں زینت کو اختیار کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت عمر نے ایک موٹا ریشمی جبہ لیا' جو بازار میں بک رہا تھا' وہ اس کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یارسول اللہ! اس کو خرید لیجئے اور عید کے دن اور جب کوئی وفد ملنے کے لیے آئے تو اس کو زینت کے لیے پہن لیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: یہ لباس تو ان لوگوں کا ہے جن کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں ہوتا' پھر جب تک اللہ نے چاہا حضرت عمر ٹھہرے رہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف ایک ریشمی جبہ بھیجا' حضرت عمر اس کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پس کہا: یارسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا: یہ ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے' حالانکہ آپ نے میری طرف یہ جبہ بھیجا ہے! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو فروخت کر دو اور اس سے اپنی ضرورت کو پورا کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٨٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے درج فرمایا ہے کہ اس میں عید کا لفظ آیا ہے۔

٢ - بَابُ الْحِرَابِ وَالدَّرَقِ يَوْمَ الْعِيْدِ — عید کے دن برچھیوں اور ڈھالوں سے جنگی مشق کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عید کا دن خوشی کا دن ہے اور اس دن میں ان کاموں کی اجازت ہوتی ہے جن کی دوسرے ایام میں اجازت نہیں ہوتی۔

٩٤٩ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَسَدِيَّ حَدَّثَهُ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ جَارِيَتَانِ، تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثَ، فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ، وَدَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِيْ، وَقَالَ مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! فَاَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْهُمَا. فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا.

ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی کہ محمد بن عبد الرحمٰن اسدی نے ان کو حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے کہا: میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اس وقت میرے پاس دو لڑکیاں جنگ بعاث کے قصہ کو گا رہی تھیں' آپ بستر پر لیٹ گئے اور آپ نے اپنا منہ پھیر لیا' اور حضرت ابوبکر آئے اور انہوں نے مجھے ڈانٹا اور کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شیطان کے آلات! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ابوبکر! ان کو رہنے دو' پھر جب ان کی توجہ ہٹی تو میں نے ان لڑکیوں کو اشارہ کیا' وہ چلی گئیں۔

[اطراف الحدیث: ٩٥٢-٩٨٧-٢٩٠٧-٣٥٣٠-٣٩٣١] (صحیح مسلم: ٨٩٢' الرقم المسلسل: ٢٠٢٧' سنن نسائی: ١٥٩٢' سنن ابن ماجہ: ١٨٩٩' السنن الکبریٰ: ١٧٩٥' مصنف عبد الرزاق: ١٩٧٣٥' صحیح ابن حبان: ٥٨٦٩' مسند احمد ج ٦ ص ٣٣ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٠٤٩- ج ٤٠ ص ٥٤-٥٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٧٣٩٣' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) احمد بن حسان ابو عبد اللہ التستری مصری الاصل' یہ ٢٣٤ھ میں فوت ہو گئے تھے' یحییٰ بن معین نے ان کے متعلق کلام کیا ہے (٢) عبد اللہ بن وہب المصری (٣) عمرو بن الحارث (٤) محمد بن عبد الرحمان بن نوفل بن الاسد الاسدی القرشی المدنی' یہ بنو امیہ کے زمانہ میں مصر میں داخل ہوئے اور ١١٧ھ میں فوت ہو گئے (٥) عروہ بن الزبیر بن العوام (٦) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ٣٨٩-٣٨٨)

جنگ بعاث' "مزمار' غناء" کا معنی اور عید کے دن "غناء" کا دف کے ساتھ مباح ہونا

"بعاث" یہ اوس کے قلعہ کا نام ہے' علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یوم بعاث ایامِ عرب میں سے مشہور دن ہے' اس دن میں اوس اور خزرج کے درمیان مشہور جنگ ہوئی تھی' یہ جنگ ایک سو بیس سال تک جاری رہی حتیٰ کہ زمانۂ اسلام آ گیا۔

"مزمار" مزمار غناء کے اس آلہ کو کہتے ہیں جو منہ سے بجایا جاتا ہے جیسے بانسری' اس کی جمع "مزامیر" ہے اور "معزف" اس آلہ کو کہتے ہیں جو ہاتھ سے بجایا جاتا ہے جیسے ستار' بینجو اور ہارمونیم وغیرہ' اس کی جمع "معازف" ہے' ان دونوں کا توسعاً ایک دوسرے پر اطلاق کیا جاتا ہے' یہاں اس سے مراد دف ہے' اس کو "مزمار الشیطان" فرمایا کیونکہ اس میں مشغول ہونا دل کو اللہ کی یاد اور اس کی اطاعت سے غافل کر دیتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کو رہنے دو' یعنی ان کو گانے دو' ہشام کی روایت میں ہے: اے ابوبکر! ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری

عید کا دن ہے' اس قول سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کو منع کرنے کی وجہ بیان فرمائی' حضرت ابوبکر نے یہ گمان کیا تھا کہ وہ لڑکیاں رسول اللہ ﷺ کی لاعلمی میں گا رہی ہیں کیونکہ جب حضرت ابوبکر داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ چادر اوڑھے ہوئے سو رہے تھے اور ان کے نزدیک گانے بجانے اور لہو ولعب سے ممانعت ثابت اور مقرر تھی' اس لیے حضرت ابوبکر نے اس سے منع کرنے میں جلدی کی' تب نبی ﷺ نے صورتِ حال کی وضاحت کی اور فرمایا: ہر قوم کی عید ہوتی ہے (جیسے نیروز اور مہرجان ہے) اور یہ دن ہماری عید کا دن ہے' اور یہ دن شرعاً خوشی کا دن ہے' سو اس دن اس طرح کے غناء پر انکار نہیں کرنا چاہیے اور یہ وہ غناء نہیں ہے جو دلوں میں بُری خواہشوں کو اُبھارتا ہے (اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور رسول اللہ ﷺ کی نعت پڑھنا بھی اسی میں داخل ہے' اگر وہ آلاتِ موسیقی کے بغیر ہو) اور ایک روایت میں ہے: وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں' امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل جاہلیت کے لیے ہر سال میں دو دن ایسے ہوتے تھے جن میں وہ کھیل کود کرتے تھے' جب نبی ﷺ مدینہ میں آئے تو فرمایا: اللہ نے ان دو دنوں کے بدلہ میں تمہیں ان سے بہتر دن عطا فرما دیئے ہیں: یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ۔ (سنن نسائی: ۱۵۵۲' دارالفکر' بیروت) (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۹۱۔ ۳۸۹' ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عید کے دن دَف کے ساتھ غناء کے مباح ہونے پر فقہاء مالکیہ کی تصریح

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مہلب نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عید کا دن راحت' خوشی اور دنیا کی حلال چیزوں سے استمتاع' پاکیزہ رزق اور جن حلال چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے' کھیل کود اور جماع کے لیے بنایا ہے' ان سے فائدہ حاصل کرنے کا دن ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے عید کے دن کے عذر کی وجہ سے غناء کو مباح کر دیا' اور فرمایا: اے ابوبکر! ان کو چھوڑ دو یہ عید کے ایام ہیں اور اہل مدینہ غناء اور لہو کے طریقہ پر تھے اور نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر اس کے خلاف تھے' اسی وجہ سے حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ان گانے والی لڑکیوں پر انکار کیا' کیونکہ اس سے پہلے انہوں نے ان لڑکیوں کو نبی ﷺ کے سامنے گاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا' پس عید کی وجہ سے گانے کی اجازت دی گئی اور اسی طرح اعلانِ نکاح کی دعوت کے موقع پر۔

وہ لڑکیاں بلند آواز سے جنگ بعاث کے قصہ کو گا رہی تھیں اور ہر وہ شخص جو اپنی آواز کو بلند کرے اور بار بار ایک بات کو دہرائے تو اس کی آواز کو اہل عرب غناء کہتے ہیں' جو لوگ اس جنگ میں مارے گئے تھے وہ لڑکیاں ان کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں اور دشمن سے انتقام لینے پر اُبھار رہی تھیں اور نبی ﷺ نے اس دن اس نوع کے غناء کو مباح کر دیا تھا۔

حضرت عائشہ نے فرمایا: وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں جو اپنے گانوں میں فواحش کی ترغیب دیتی ہیں۔

مہلب نے اس قسم کے غناء سے منع کیا ہے جو نفوس میں ہیجان پیدا کرے اور اس قسم کے غناء سے منع نہیں کیا جو اس طرح نہ ہو' کیونکہ حضرت عمر بن الخطاب نے اعراب (دیہاتی اور اونٹ چرانے والوں) کے غناء کی اجازت دی ہے۔

کتاب الاستیذان کے آخر میں یہ بحث آئے گی کہ جو لہو اللہ کی اطاعت سے غافل کر دے' وہ باطل ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۲۹۔ ۶۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۹۵۰- وَكَانَ يَوْمَ عِيدٍ' يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ' فَإِمَّا سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَإِمَّا قَالَ أَتَشْتَهِينَ تَنْظُرِينَ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ' فَأَقَامَنِي

اور عید کے دن حبشی ڈھالوں اور برچھیوں سے جنگی مشقیں کرتے تھے' پس یا تو میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا تھا یا خود نبی ﷺ نے فرمایا تھا: کیا تم دیکھنا چاہتی ہو' میں نے عرض کیا: جی

وَرَاءَهٗ، خَدِّیْ عَلٰی خَدِّهٖ، وَهُوَ یَقُوْلُ دُوْنَکُمْ یَا بَنِیْ اَرْفِدَةَ. حَتّٰی اِذَا مَلِلْتُ، قَالَ حَسْبُكِ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ فَاذْهَبِیْ.

ہاں! پس آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا' میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا اور آپ فرما رہے تھے: اے بنی ارفدہ! کھیلتے رہو' حتیٰ کہ جب میں اُکتا گئی تو آپ نے پوچھا: یہ تمہیں کافی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر جاؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۴ میں گزر چکی ہے۔

٣- بَابُ سُنَّةِ الْعِیْدَیْنِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ
اہل اسلام کے لیے عیدین کی سنت

٩٥١- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ زُبَیْدٌ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِیَّ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ، فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَاُ بِهٖ مِنْ یَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُّصَلِّیَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ، فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا.

[اطراف الحدیث: ٩٥٥-٩٦٥-٩٦٨-٩٧٦-٩٨٣-٥٥٤٥-٥٥٥٦-٥٥٥٧-٥٥٦٠-٥٥٦٣-٦٦٧٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے زبید نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے شعبی سے سنا از حضرت البراء رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے خطبہ میں فرمایا: پہلی چیز جس سے ہم اس دن کی ابتداء کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں' پھر ہم گھر لوٹ کر قربانی کرتے ہیں' سو جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا۔

(سنن ابوداؤد: ٣٨٠٠' سنن ترمذی: ١٥٠٨' سنن نسائی: ١٥٦٩-١٥٦٢' السنن الکبریٰ: ١٧٦۴' شرح مشکل الآثار: ۴٨٧٢' صحیح ابن حبان: ٥٩٠٧' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ٣٣٧' سنن ابوداؤد الطیالسی: ٧۴٣' سنن بیہقی ج ٩ ص ٢٦٩' مسند ابویعلیٰ: ١٦٦٢' صحیح ابن خزیمہ: ١۴٢٧' مسند احمد ج ۴ ص ٢٨٢ طبع قدیم' مسند احمد ج ٣٠ ص ۴٣٢' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٦٣٨' مکتبۃ الرشد ریاض' ١۴٢٦ھ' مسند الطحاوی: ٦۴٧)

حدیث مذکور کے رجال

(١) حجاج بن منہال السلمی الانماطی البصری (٢) شعبہ بن الحجاج (٣) زبید بن الحارث الیامی الکوفی (۴) عامر بن شراحیل الشعبی (٥) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٣٩٥)

عیدین کی نماز کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴٩ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا: عیدین کی نماز تمام اہل اسلام کے لیے ایسی سنت ہے کہ اس کو ترک نہیں کیا جائے گا' اور ابن نافع نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ عید کی نماز اسی پر واجب ہے جس پر جمعہ واجب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٦٢٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١۴٢۴ھ)

علامہ عبدالرحمن بن شہاب الدین الدمشقی ابن رجب حنبلی متوفی ٧٩٥ھ لکھتے ہیں:

نمازِ عید کے حکم میں فقہاء کے تین اقوال ہیں:

(١) امام مالک' ثوری' امام شافعی' اسحاق اور امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ عید کی نماز سنت مسنونہ ہے۔

(٢) امام احمد بن حنبل اور فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ عید کی نماز فرض کفایہ ہے' اگر تمام شہر والے اس کو ترک کر دیں تو وہ گناہ گار رہوں گے اور ان سے اس کے ترک پر قتال کیا جائے گا۔

(۳) امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ عید کی نماز جمعہ کی طرح واجب ہے لیکن وہ اس کو فرض نہیں کہتے۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ عید کی نماز فرضِ عین ہے' اور مختصر المزنی میں مذکور ہے' امام شافعی نے کہا: جس پر جمعہ واجب ہے' اس پر عیدین میں حاضر ہونا واجب ہے' اس میں یہ تصریح ہے کہ عیدین کی نماز واجب ہے۔ (فتح الباری لابن رجب ج۶ ص ۷۶۔۷۵ ' دار ابن الجوزی' ۱۴۱۷ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عید کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے اور ان کے اصحاب میں سے الاصطخری نے کہا: عید کی نماز فرضِ کفایہ ہے۔ امام احمد' امام مالک اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی قول ہے' اور صحیح یہ ہے کہ امام مالک کا قول امام شافعی کی طرح ہے' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک عید کی نماز واجب ہے' صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ عید کی نماز ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر جمعہ کی نماز واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج۶ ص ۳۹۶ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری الحنفی متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے بعض مشائخ نے یہ کہا ہے کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں: ایک روایت میں یہ ہے کہ عید کی نماز واجب ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ عید کی نماز سنت (مؤکدہ) ہے' سنت کے قول کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں مجھ پر فرض کی گئی ہیں اور وہ تمہارے لیے سنت ہیں: (۱) وتر (۲) چاشت کی نماز (۳) اور عید کی نماز' کیونکہ اگر یہ نمازیں واجب ہوتیں تو ان میں اذان اور اقامت بھی مشروع ہوتی جیسے باقی نماز واجبہ ہیں' اور جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ عید کی نماز واجب ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ. (البقرہ:۱۸۵) اور تاکہ تم اللہ کی کبریائی بیان کرو جس طرح اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔

اس سے مراد نمازِ عید کی تکبیرات ہیں اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نمازِ عید کی تکبیرات پڑھنے کا حکم دیا ہے' اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے' اور جس حدیث سے مشائخ نے عید کی نماز کا سنت ہونا بیان کیا ہے' اس میں ان کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ چاشت کی نماز تمام ایام میں سنت ہے' اور یہ جو کہا ہے کہ اس میں اذان اور اقامت نہیں ہے اس لیے عید کی نماز سنت ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر کی نماز واجب ہے اور اس میں بھی اذان اور اقامت نہیں ہے' اسی طرح نماز جنازہ بھی واجب ہے اور اس میں بھی اذان اور اقامت نہیں ہے۔

عامۃ المشائخ کا مذہب یہ ہے کہ عیدین کی نماز واجب ہے' الجامع الصغیر میں یہ مذکور ہے کہ عیدین کی نماز سنت ہے' اس کی تاویل یہ ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے نہ کہ کتاب سے' علامہ سرخسی نے کتاب الصلوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے کہ عیدین کی نماز سنت ہے کیونکہ یہ دین کے ان معالم سے ہے جن کو لینا ہدایت ہے اور ان کو ترک کرنا گمراہی ہے' اور نوادر البشر میں امام ابویوسف سے یہ منقول ہے کہ یہ سنت واجبہ ہے' اس کی تاویل بھی یہ کی گئی ہے کہ عید کی نماز کا وجوب صرف سنت سے معلوم ہے۔

(المحیط البرہانی ج۲ ص ۴۷۷۔۴۷۶ ' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کا مؤقف یہ ہے کہ عید کی نماز سنت مؤکدہ ہے' کیونکہ اگر یہ واجب ہوتی تو اس کی قضاء واجب ہوتی' جیسا کہ دیگر واجبات میں ہے' لیکن اس کی قضاء واجب نہیں ہے۔

۹۵۲- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے

أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ أَبُوْ بَكْرٍ، وَعِنْدِيْ جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ، تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثَ، قَالَتْ وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ أَبِمَزَامِيْرِ الشَّيْطَانِ فِيْ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ وَذٰلِكَ فِيْ يَوْمِ عِيْدٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا بَكْرٍ، إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا، وَهٰذَا عِيْدُنَا.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (گھر میں) آئے اور اس وقت میرے پاس انصار کی لڑکیوں میں سے دو لڑکیاں یوم بعاث کے متعلق انصار کا بیان کردہ قصہ گا رہی تھیں' حضرت عائشہ نے بتایا وہ پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں' پس حضرت ابوبکر نے فرمایا: کیا شیطان کے مزامیر (آلاتِ غناء) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں ہیں' اور وہ عید کا دن تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! ہر قوم کے لیے ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۴۹ میں گزر چکی ہے۔

آلاتِ موسیقی کے ساتھ گانا گانے کے متعلق ائمہ مذاہب اور فقہاء اسلام کی آراء

قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

امام مازری نے کہا ہے کہ آلاتِ موسیقی کے ساتھ گانے سے منع کیا جائے گا اور بغیر آلات کے گانے میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ نے اس سے منع کیا ہے' اور امام شافعی اور امام مالک نے اس کو مکروہ کہا ہے (الیٰ قولہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح اور عید کے موقع پر اور دیگر خوشی کے ایام میں دف بجانا جائز ہے' جب کہ اس میں زیادہ اشتغال نہ ہو اور دف وہ ہوتا ہے جس کو صرف ایک طرف سے بجایا جاتا ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۳۰۸-۳۰۶' ملخصاً' دارالوفاء' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی التوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں یعنی وہ ایسے اشعار نہیں پڑھتی تھیں جن میں عورتوں کے محاسن کا' شراب کا اور دیگر محرمات کا ذکر ہوتا ہے کیونکہ وہ مذموم لہو ولعب ہیں اور ان کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور جو اشعار ان محرمات سے خالی ہوں ان کی قلیل مقدار کو شادی' عید اور دیگر خوشی کے ایام میں پڑھنا جائز ہے' آج کل صوفیاء نے اشعار کو آلاتِ موسیقی کے ساتھ سماع کا جو رواج بنالیا ہے' ان کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے' ہم بدعات اور فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں اور اس سے توبہ کا اور سنت پر چلنے کا سوال کرتے ہیں۔ (المفہم ج ۲ ص ۵۳۴' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حافظ عبدالرحمٰن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عرب گانے گاتے تھے اور دف بجاتے تھے' لیکن ان کے گانے اشعارِ جاہلیت پر مشتمل ہوتے تھے جن میں جنگوں کا ذکر ہوتا تھا اور ان میں مرنے والوں کے مرثیے ہوتے تھے اور سند ضعیف کے ساتھ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نکاح کا اعلان کرو اور اس کو مساجد میں منعقد کرو اور اس پر دف بجاؤ۔ (سنن ترمذی: ۱۰۸۹' سنن نسائی: ۳۳۰۷' سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۶' مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۸)

پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشی کے ایام میں مسلمانوں کو اس قسم کے اشعار پڑھنے کی اجازت دیتے تھے' جیسے عید کا دن اور نکاح کا دن ہے اور جس دن کوئی گم شدہ شخص لوٹ آئے اور دف بجانے کی اجازت بھی دیتے تھے' لیکن عجمیوں نے جو آلاتِ موسیقی ایجاد کر لیے ہیں'

یہ وہ غناء نہیں ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اجازت دی ہے اور جن اشعار میں شراب کی اور حسین عورتوں کی تعریف ہو یہ وہ غناء ہے جس کے سننے کا صحابہ نے انکار کیا ہے حضرت ابن مسعود نے فرمایا: غناء دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔

اس سلسلہ میں یہ حدیث لائق توجہ ہے:

عبد الرحمٰن اشعری کہتے ہیں کہ مجھے ابو عامر یا ابو مالک اشعری نے حدیث بیان کی اور اللہ کی قسم! انہوں نے جھوٹ نہیں کہا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا' ریشم اور باجوں (آلاتِ موسیقی) کو حلال قرار دیں گے اور کچھ ایسے لوگ پہاڑ کے دامن میں رہیں گے کہ جب شام کو وہ اپنے جانوروں کا ریوڑ لے کر واپس آئیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو وہ اس سے کہیں گے: کل آنا' اللہ تعالیٰ پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا اور دوسرے لوگوں (شراب اور آلاتِ موسیقی کو حلال کرنے والوں) کو مسخ کر کے قیامت تک کے لیے بندر اور خنزیر بنا دے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۵۹۰) (فتح الباری لابن رجب ج ۶ ص ۷۹۔ ۷۷ 'ملخصاً' دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صوفیہ کی ایک جماعت نے اس باب کی حدیث سے غناء اور اس کے سننے کی اباحت پر استدلال کیا ہے خواہ آلاتِ موسیقی کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر ہو اور اس کا رد کرنے کے لیے اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ تصریح کافی ہے کہ وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں اور حضرت عائشہ نے معنوی طور پر اس چیز کی نفی کر دی جس کا لفظی طور پر انہوں نے اثبات کیا تھا' کیونکہ غناء کا اطلاق آواز کو بلند کرنے اور ترنم سے گانے دونوں پر ہوتا ہے اور مغنی کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جس کی آواز میں زیر و بم ہوتا ہے اور وہ شوق کو اُبھارتا ہے اور اس میں بے حیائی کی باتوں کی تعریف اور تصریح ہوتی ہے' اس کے بعد انہوں نے علامہ قرطبی کی عبارت نقل کر کے اس سے استدلال کیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ شادی وغیرہ کے موقع پر دف بجانے کی اباحت سے یہ لازم نہیں آتا کہ موسیقی کے دیگر آلات بھی مباح ہو جائیں۔ (فتح الباری لابن حجر ج ۲ ص ۴۹۳۔ ۴۹۲ 'ملخصاً' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندی سے گانا سننا جائز ہے خواہ وہ مملوک نہ ہو' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابو بکر کے سننے پر انکار نہیں کیا بلکہ حضرت ابو بکر کے انکار پر انکار کیا اور وہ باندیاں مسلسل گاتی رہیں حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں جانے کا اشارہ کیا' لیکن یہ مخفی نہ رہے کہ جواز اس وقت ہے جب فتنہ سے امن ہو۔ المہلب نے کہا ہے کہ حضرت ابو بکر نے ترنم سے گانے پر انکار کیا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ انہوں نے اشعار پڑھنے پر انکار نہیں کیا بلکہ انہوں نے مزامیر کی مشابہت پر انکار کیا ہے اور یہی وہ چیز ہے جس میں خطرہ ہے اور فتنہ کا سدِ باب کرنا احسن ہے اور صرف بلند آواز سے نیک اشعار پڑھنا ممنوع نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے اہلِ سماع' آلاتِ موسیقی کے ساتھ غناء کی اباحت پر استدلال کرتے ہیں اور جو چیز انصاف سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک گانا اور دف بجانا ممنوع تھا' اس لیے انہوں نے منع کیا کیونکہ ان کے نزدیک وہ حرام اور مکروہ تھا' اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے اس لیے منع نہیں فرمایا کہ آپ کو نیند میں غافل ہونے کی وجہ سے ان کے گانے کا علم نہیں تھا' اور حضرت ابو بکر نے یہ نہیں جانا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عید کے دن تھوڑی مقدار میں گانے اور دف بجانے کو مقرر

رکھا ہے' اسی لیے آپ نے فرمایا: یہ ایام عید ہیں اور حضرت ابوبکر کو اس فرق اور تفصیل کا علم نہیں تھا' پس یہ حدیث عید کے دن اور دیگر خوشی کے ایام میں اتنی مقدار میں گانے اور دف بجانے کے مباح ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ یہ اباحت مخصوص ایام میں اور مخصوص مقدار میں ہے اور اس سے علی الاطلاق اباحت لازم نہیں آتی' مگر اس پر قیاس کر کے اور وہ جائز ہے بہ شرطیکہ اس کی ممانعت کی تصریح نہ ہو اور وہ محل نزاع ہے اور انصاف یہ ہے کہ جس طرح زنا اور شراب نوشی کی حرمت پر نص قطعی وارد ہے اس طرح حرمت غناء پر نص قطعی نہیں ہے' اور بعض متاخرین نے تصریح کی ہے کہ حرمت غناء پر کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔ (یہ صحیح نہیں ہے' ہم صحیح بخاری: ۵۵۹۰ کو پیش کر چکے ہیں جس میں آلاتِ موسیقی کو حلال قرار دینے والوں کو بندر اور خنزیر کی صورتوں میں مسخ کرنے کی وعید ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور بعض علماء نے کہا ہے کہ آلاتِ موسیقی کے ساتھ غناء کی حرمت پر کوئی دلیل قطعی پائی گئی نہ اس کی اباحت پر اور اصل اشیاء میں اباحت ہے (اس کی حرمت پر قطعی الثبوت دلیل تو نہیں ہے مگر ظنی الثبوت اور قطعی الدلالہ حدیث موجود ہے جیسے صحیح بخاری کی حدیث مذکور اور اس کے ہوتے ہوئے اباحت اصلیہ سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور اس کے باوجود اس میں شک نہیں ہے کہ آلاتِ موسیقی کے سماع پر دوام کرنا اور اس کو عادت بنالینا اتباع سنت کے طریقہ کے خلاف ہے' فقہاء نے اس باب میں بہت شدت کی ہے مگر ان کا مقصود فتنہ کو جڑ سے اکھاڑنا ہے اور اس کا سد باب کرنا ہے اور صحیح یہ ہے کہ امام اعظم نے اس کو مکروہ (تحریمی) کہا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج۱ ص۶۱۴' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

شیخ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

روایت ترمذی میں واقع ہے کہ وہ لڑکیاں دف بجارہی تھیں۔

میں کہتا ہوں: یہ غلط ہے بلکہ یہ روایت سنن نسائی میں ہے' امام نسائی اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے' اس وقت ان کے پاس دو لڑکیاں دف بجارہی تھیں اور گارہی تھیں۔ الحدیث (سنن نسائی: ۱۵۹۳-۱۵۸۹' دارالفکر' بیروت)

شیخ نور الحق لکھتے ہیں: چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا' اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گانا اور دف بجانا جائز ہے کیونکہ آں حضرت باطل کو جائز نہیں رکھتے تھے لیکن اہل اتباع کو چاہیے کہ جتنی مقدار میں گانے اور دف بجانے کی تصریح ہے' اس سے تجاوز نہ کریں اور لہو ولعب میں زیادتی نہ کریں کیونکہ اہل دین کا اس سے احتراز کرنا واجب ہے۔

(تیسیر القاری ج۱ ص۳۲۰-۳۱۹' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ وہ لڑکیاں جو اشعار پڑھ رہی تھیں' وہ جنگ اور بہادروں کے وصف سے متعلق تھے لیکن وہ اشعار جن میں فواحش کا اور حرام کاموں کا ذکر ہو' ان کا گانا ممنوع ہے' اور یہ بہت بعید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ان کو پڑھا جائے اور عیدین میں خوشی کا اظہار کرنا اہل دین کا شعار ہے کیونکہ یہ دن عام دنوں کی طرح نہیں ہیں' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ گانا اور دف بجانا ممنوع نہیں ہے لیکن بعض اوقات میں اس کو دائماً کرنا مکروہ ہے' یہ عدالت کو ساقط کر دیتا ہے اور نیکی کو مٹا دیتا ہے۔

(شرح الطیبی ج۳ ص۲۳۹' ادارۃ القرآن' کراچی)

فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: لہو ولعب کو سننا معصیت ہے اور اس پر بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لذت حاصل کرنا کفر ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں علی الہندیہ ج۳ ص۴۰۶' مطبع امیریہ کبریٰ بولاق' مصر)

ملا علی قاری فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بہ طور تشدید ہے' اگر کبھی کبھی اس کو سنا تو کوئی حرج نہیں ہے' انسان پر واجب ہے کہ اس سے بچنے کی پوری کوشش کرے کیونکہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لی تھیں۔
(مرقات ج ۳ ص ۵۳۸' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

آلاتِ موسیقی کے ساتھ گانا گانے کے متعلق علماء غیر مقلدین کی آراء

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر نے غناء اور دف بجانے پر انکار کیا تھا' لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے ان کے انکار پر انکار کیا تو انہوں نے اپنے انکار سے رجوع کر لیا۔ (المحلی بالآثار ج ۳ ص ۳۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ ھ)

نواب محمد صدیق بن حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ ھ لکھتے ہیں:

مسئلہ سماع میں فقہاء اور صوفیہ میں شروع سے اب تک نزاع چلا آ رہا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اقوال اور دلائل کے اختلاف کی وجہ سے سماع اُمور مشتبہ میں سے ہے اور متقی اور محتاط لوگ شبہات سے اجتناب کرتے ہیں اور صحیح حدیث میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے: جس شخص نے شبہات کو ترک کر دیا اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لیا اور جو شخص سرکاری چراگاہ کے گرد اپنے جانور چرائے گا عنقریب وہ جانور اس چراگاہ میں داخل ہو جائیں گے۔ (صحیح البخاری: ۵۲' صحیح مسلم: ۱۵۹۹)

خصوصاً جب ایسے اشعار کا سماع کیا جائے جن میں رخسار اور قد و قامت کا اور حسن و جمال کا اور ہجر و وصال کا ذکر ہو کیونکہ ان اُمور کو سننے والا کسی آزمائش میں ضرور مبتلا ہوگا' خصوصاً جب گانے والی حسین عورت اور خوش آواز ہو یا خوب صورت بے ریش لڑکا ہو' عرب جو اشعار سنتے تھے' ان میں جنگ کا اور شجاعت کا اور سخاوت کے اوصاف کا ذکر ہوتا تھا' سو جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرنا چاہتا ہو اور اپنے اسلام میں رغبت رکھتا ہو' اس کو سماع سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ شیطان نے مسلمانوں کو اپنے جال میں گرفتار کرنے کے لیے پھندے تیار کیے ہیں۔ (السراج الوہاج فی کشف مطالب مسلم بن الحجاج ج ۲ ص ۲۰۷-۲۰۶' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۹۵۸۔ ج ۲ ص ۶۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) عید کے دن حضرت عائشہ کے سامنے بچیوں کا گانا (۲) گانے کا شرعی حکم (۳) غناء اور آلاتِ موسیقی کے شرعی احکام کی تفصیل (۴) احادیث اور آثار سے آلاتِ غنا کی حرمت (۵) نکاح اور عید کے موقع پر صرف دف بجانے کی اجازت (۶) فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۷) فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۸) فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۹) فقہاء احناف کا نظریہ (۱۰) ہمارا موقف (۱۱) مجوزین موسیقی کے دلائل کا ضعف (۱۲) مجوزین موسیقی کا موقف (۱۳) مجوزین کے اہم دلائل کا ایک جائزہ (۱۴) مجوزین موسیقی کی دلیل (۱۵) علامہ شامی کی عبارت سے موسیقی پر استدلال (۱۶) قرآن کریم سے موسیقی پر استدلال (۱۷) شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی عبارت سے مغالطہ آفرینی (۱۸) جواز موسیقی کے دلائل پر علامہ آلوسی کا تبصرہ (۱۹) ریڈیو' ٹی۔ وی' وی۔ سی۔ آر اور سینما دیکھنے کا حکم۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۶۷ سے ص ۲۰۴ تک پھیلی ہوئی ہے۔

٤ - بَابُ الْاَكْلِ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْخُرُوْجِ

عید الفطر کے دن (نماز کے لیے) نکلنے سے پہلے کچھ کھانا

۹۵۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن سلیمان نے حدیث

عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُوْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَاْكُلَ تَمَرَاتٍ. وَقَالَ مُرَجَّى بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنِىْ عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَنَسٌ، عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَاْكُلُهُنَّ وِتْرًا.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن ابی بکر بن انس نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید الفطر کے دن جب تک چند کھجوریں نہ کھا لیتے نماز کے لیے نہیں جاتے تھے' مرجّٰی بن رجاء نے کہا: مجھے عبید اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ طاق عدد کھجوریں کھاتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۷۵۴' صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۲۹' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۴۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۸۲' شرح السنۃ: ۱۱۰۵' صحیح ابن حبان: ۲۸۱۴' المستدرک ج ۱ ص ۲۹۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۰' سنن دارمی: ۱۶۰۱' مسند البزار: ۶۵۰' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۲۶۸۔ ج ۱۹ ص ۲۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۷۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبد الرحیم' یہ صاعقہ کے لقب سے مشہور ہیں (۲) سعید بن سلیمان' آپ کا لقب سعدویہ ہے (۳) ہشیم بن بشیر بن قاسم بن دینار سلمی الواسطی (۴) عبید اللہ بن ابی بکر بن انس (۵) ان کے دادا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۹۸)

عید الفطر کے دن نماز سے پہلے کچھ کھانے کے متعلق صحابہ اور فقہاء تابعین کے معمولات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے کچھ کھانا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے فقہاء کے نزدیک سنت مستحبہ ہے۔ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا: سنت یہ ہے کہ عید الفطر کے دن کچھ کھائے بغیر گھر سے نہ نکلے' یہ عام فقہاء کا قول ہے' اور بعض تابعین راستہ میں کھانے کا حکم دیتے تھے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ اگر وہ چاہے تو کھائے اور چاہے تو نہ کھائے' ابراہیم النخعی نے بھی اسی کی مثل کہا ہے۔ حضرت ابن عمر سے نہ کھانے کی رخصت منقول ہے' امام ابن ابی شیبہ نے از نافع از ابن عمر یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر کچھ کھائے بغیر عید گاہ کی طرف جاتے تھے' علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اکثر فقہاء کا اس پر عمل ہے کہ کچھ کھانا مستحب ہے۔

المہلب نے کہا ہے: عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے اس لیے کچھ کھایا جاتا ہے تاکہ کوئی گمان کرنے والا یہ نہ گمان کرے کہ عید الفطر کے دن نمازِ عید تک روزہ رکھنا لازم ہے' سو آپ کو یہ خوف ہوا کہ اللہ کی حدود میں کوئی زیادتی نہ کی جائے' اس لیے آپ نے کچھ کھا کر اس کی اصلاح کی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ جانے سے پہلے کچھ کھانے کا حکم نہیں دیا۔

طاق عدد کھجور آپ اس لیے کھاتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف اشارہ ہو اور آپ تمام کاموں میں اسی طرح کرتے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۳۰-۶۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

عید الفطر کے دن روزہ افطار کرنے اور کچھ کھانے کا حکم ہے' اس لیے آپ پہلے کچھ کھاتے' پھر نماز عید کے لیے جاتے اور عید الاضحیٰ کے دن قربانی کرنے کا حکم ہے' اس لیے آپ کچھ کھائے بغیر نماز عید پڑھ کر قربانی کرتے' پھر قربانی کا گوشت پکا کر کھاتے۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ عید الفطر کے دن گھر سے اس وقت تک نہیں نکلتے تھے حتیٰ کہ کچھ کھا لیتے اور عید الاضحیٰ کے دن کچھ نہیں کھاتے تھے حتیٰ کہ نماز پڑھ لیتے۔

(سنن ترمذی: ۵۴۲' سنن ابن ماجہ: ۱۷۵۶' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۸۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ عید الفطر کے دن چند کھجوروں سے افطار کرتے تھے' پھر عید گاہ کی طرف جاتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۵۴۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶)

مرجی نے بیان کیا ہے: آپ طاق عدد کھجوریں کھاتے تھے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶' صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۲۹' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۴۵)

حضرت انس رضی اللہ تین یا پانچ کھجوریں کھاتے تھے اور اگر چاہتے تو اس سے زیادہ کھاتے مگر طاق عدد کھاتے تھے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۲)

عبید اللہ بن ابی بکر بن انس نے بیان کیا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ عید الفطر کے دن رسول اللہ ﷺ اس وقت تک عید گاہ نہیں جاتے تھے حتیٰ کہ تین یا پانچ یا سات کھجوریں کھا لیں یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ طاق عدد۔

(صحیح ابن حبان: ۲۸۱۴)

عکرمہ نے کہا: لوگ اس پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۶ ص ۸۹' دار ابن جوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

٥ - بَابُ الْأَكْلِ يَوْمَ النَّحْرِ — قربانی کے دن کھانا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ عید الاضحیٰ کے دن کھانے کا وقت نماز کے بعد ہے جیسے عید الفطر کے دن کھانے کا وقت نماز سے پہلے ہے۔

٩٥٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ، عَنْ اَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْيُعِدْ. فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ يُشْتَهٰى فِيْهِ اللَّحْمُ، وَذَكَرَ مِنْ جِيْرَانِهٖ، فَكَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَّقَهٗ، قَالَ وَعِنْدِيْ جَذَعَةٌ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ، فَرَخَّصَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَلَا اَدْرِيْ اَبَلَغَتِ الرُّخْصَةُ مَنْ سِوَاهُ اَمْ لَا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت انس رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کیا وہ دوبارہ ذبح کرے' پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: اس دن گوشت کی خواہش کی جاتی ہے اور اس نے اپنے پڑوسی کا ذکر کیا' پس گویا کہ نبی ﷺ نے اس کی تصدیق کی' اس شخص نے کہا: میرے پاس چھ ماہ کا ایک بکری کا بچہ ہے جو میرے نزدیک دو بکریوں کے گوشت سے زیادہ پسندیدہ ہے' پس نبی ﷺ نے اس کو اجازت دے دی' پس میں نہیں جانتا کہ اس کے علاوہ دوسروں کو بھی یہ رخصت پہنچی ہے یا نہیں۔

[اطراف الحدیث: ۹۸۴-۹۸۳-۵۵۴۶-۵۵۴۹-۵۵۶۱] (صحیح مسلم: ۱۹۶۲' الرقم المسلسل: ۴۹۸۹' سنن نسائی: ۴۴۰۸-۴۴۰۰-۵۸۷' سنن بیہقی

ج۹ص ۲۶۳ ۔ ۲۶۲ 'مسند احمد ج ۳ص ۱۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۱۲۰ ۔ ج۱۹ص ۱۷۴ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۴۹۷)

اس حدیث کے رجال کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس دن گوشت کی خواہش کی جاتی ہے۔

بعض الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا' یہ شخص حضرت ابو بردہ بن نیار تھے اور یہ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے' جیسا کہ عنقریب دوسری حدیث میں آ رہا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: اور اس نے اپنے پڑوسی کا ذکر کیا یعنی ان کے فقر اور ان کی حاجت کا ذکر کیا۔

اس حدیث میں ''جذعة'' کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: چھ ماہ کا بکرا یا مینڈھا۔ اس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔

شہر میں نمازِ عید سے پہلے قربانی کرنے کا عدم جواز' قربانی کے جواز کی شرط میں مذاہب ائمہ اور قربانی کے وجوب پر دلیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے نماز عید سے پہلے اپنی قربانی کو ذبح کر لیا تو یہ جائز نہیں ہے' قربانی کا وقت قربانی کے دن طلوع آفتاب کے بعد داخل ہوتا ہے۔ اسحاق' امام احمد اور ابن المنذر نے کہا ہے کہ جب عید کے دن' اتنا وقت گزر جائے جس میں نماز اور دو خطبے ہو سکیں تو پھر قربانی کرنا جائز ہے' خواہ امام نے نماز پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو اور خواہ وہ جگہ شہر ہو یا بستی ہو۔

ہمارے نزدیک شہر والوں کے لیے اس وقت تک قربانی کرنا جائز نہیں ہے جب تک امام عید کی نماز نہ پڑھ لے اور رہے گاؤں اور دیہات کے لوگ تو وہ نمازِ فجر کے بعد قربانی کر سکتے ہیں اور ان کے لیے امام کے نمازِ عید پڑھنے کی شرط نہیں ہے۔

امام شافعی کے نزدیک یہ شرط ہے کہ امام نمازِ عید اور خطبہ سے فارغ ہو جائے۔

امام مالک کے نزدیک یہ شرط ہے کہ امام اپنی قربانی کو نحر یا ذبح کر کے فارغ ہو جائے۔ اصحاب مالک کا اس امام کے مصداق میں اختلاف ہے' بعض نے کہا: اس سے مراد امیر المؤمنین ہے' اور بعض نے کہا: اس سے مراد شہر کا امیر ہے' اور بعض نے کہا: اس سے مراد نمازِ عید پڑھانے والا امام ہے۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابو بردہ بن نیار نے اپنے پڑوسی کے فقر اور اس کی ضرورت کی وجہ سے جلدی قربانی کر لی' اس سے معلوم ہوا کہ پڑوسیوں کی ضرورت کا خیال رکھنا مستحسن ہے۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کا جواز حضرت ابو بردہ بن نیار کے ساتھ مخصوص ہے' اور اجماع اس پر منعقد ہے کہ ایک سال سے کم عمر بکرے کی قربانی جائز نہیں ہے اور ایک سال سے کم عمر کے مینڈھے اور دنبہ کی قربانی کرنا جائز ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک سال سے کم عمر کی قربانی نہ کرو مگر یہ کہ تم پر دشوار ہو تو ایک سال سے کم عمر کے دنبہ کی قربانی کر لو۔ (صحیح مسلم: ۱۹۶۳' سنن ابوداؤد: ۲۷۹۷' سنن نسائی: ۴۳۷۸' سنن ابن ماجہ: ۳۱۴۱)

امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ قربانی کرنا واجب ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز عید سے پہلے

قربانی کی وہ دوبارہ قربانی کرے اگر قربانی کرنا واجب نہ ہوتا تو جس نے غیر وقت میں قربانی کی' آپ اس کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم نہ دیتے۔ (عمدۃ القاری ج٦ص ٤٠٢-٤٠١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٤٩٥٤- ج٦ص ١٣٣ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں قربانی کا وجوب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات کا ذکر ہے۔

٩٥٥ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَضْحٰى بَعْدَ الصَّلٰوةِ، فَقَالَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا، وَنَسَكَ نُسُكَنَا، فَقَدْ اَصَابَ النُّسُكَ، وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ، فَاِنَّهٗ قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَلَا نُسُكَ لَهٗ. فَقَالَ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ، خَالُ الْبَرَاءِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَاِنِّيْ نَسَكْتُ شَاتِيْ قَبْلَ الصَّلٰوةِ، وَعَرَفْتُ اَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ، وَاَحْبَبْتُ اَنْ تَكُوْنَ شَاتِيْ اَوَّلَ مَا يُذْبَحُ فِيْ بَيْتِيْ، فَذَبَحْتُ شَاتِيْ وَتَغَدَّيْتُ قَبْلَ اَنْ اٰتِيَ الصَّلٰوةَ، قَالَ شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَاِنَّ عِنْدَنَا عَنَاقًا لَنَا جَذَعَةً، هِيَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ شَاتَيْنِ اَفَتَجْزِيْ عَنِّيْ؟ قَالَ نَعَمْ، وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ. (مسند الطحاوی: ٧٦٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از شعبی از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد ہمیں خطبہ دیا' پس فرمایا: جس نے ہماری نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی اس نے صحیح عبادت کر لی اور جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی' وہ نماز سے پہلے ذبح کرنا ہے اور اس کی عبادت (صحیح) نہیں ہے' پھر حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے کہا: جو حضرت البراء کے ماموں ہیں' یارسول اللہ! میں نے اپنی بکری کو نماز سے پہلے ذبح کر لیا اور مجھے یہ معلوم تھا کہ یہ کھانے پینے کا دن ہے اور میں یہ پسند کرتا تھا کہ میرے گھر میں میری بکری سب سے پہلے ذبح کی جائے' سو میں نے اپنی بکری کو ذبح کر لیا اور نماز سے پہلے اس سے ناشتہ کر لیا' آپ نے فرمایا: تمہاری بکری' بکری کا گوشت ہے (یعنی قربانی نہیں ہے)' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہمارے پاس ایک بکری کا بچہ ہے' جو چھ ماہ کا ہے اور وہ مجھے دو بکریوں سے زیادہ پسند ہے کیا وہ میری طرف سے (قربانی میں) کفایت کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور تمہارے بعد اور کسی کی طرف سے کفایت نہیں کرے گا۔

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں:

(١) عید کے دن نماز کے بعد خطبہ دینا مسنون ہے۔

(٢) عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد کھانا کھانا مستحب ہے۔

(٣) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ نے عید کے دن اپنے پڑوسیوں کو کھانا کھلانے کے لیے اپنی قربانی جلد کر لی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ملامت نہیں کی کہ تم نے پڑوسیوں کو گوشت کھلانے کے لیے کیوں نماز سے پہلے قربانی کی' بلکہ یہ مسئلہ بتایا کہ نماز سے پہلے قربانی نہیں ہوتی اور ان پر دوبارہ قربانی کرنا واجب ہے۔

٦ - بَابُ الْخُرُوْجِ اِلَى الْمُصَلّٰى بِغَيْرِ مِنْبَرٍ

بغیر منبر کے عیدگاہ کی طرف نکلنا

٩٥٦ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے

مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدٌ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى إِلَى الْمُصَلَّى، فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلٰوةُ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ، فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ، وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلَى صُفُوفِهِمْ، فَيَعِظُهُمْ وَيُوصِيهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ، فَإِنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهُ، أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهِ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ. قَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَلَمْ يَزَلِ النَّاسُ عَلَى ذٰلِكَ حَتَّى خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ، وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ، فِي أَضْحَى أَوْ فِطْرٍ، فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمُصَلَّى، إِذَا مِنْبَرٌ بَنَاهُ كَثِيرُ بْنُ الصَّلْتِ، فَإِذَا مَرْوَانُ يُرِيدُ أَنْ يَرْتَقِيَهُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَجَبَذْتُ بِثَوْبِهِ، فَجَبَذَنِي، فَارْتَفَعَ فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ، فَقُلْتُ لَهُ غَيَّرْتُمْ وَاللَّهِ، فَقَالَ أَبَا سَعِيدٍ، قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ، فَقُلْتُ مَا أَعْلَمُ وَاللَّهِ خَيْرٌ مِمَّا لَا أَعْلَمُ، فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يَجْلِسُونَ لَنَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ، فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلٰوةِ.

(صحیح مسلم:٨٨٩'الرقم المسلسل:٢٠٢٠'سنن نسائی:١٥٧٢'سنن ابن ماجہ:١٢٨٨'اس حدیث کی بقیہ تخریج صحیح البخاری:٩٥٤ میں گزر چکی ہے'جامع المسانید لابن الجوزی:٢٠٥٨'مکتبۃ الرشد'ریاض'١٤٢٦ھ)

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے زید نے خبر دی از عیاض بن عبد اللہ بن ابی سرح از حضرت ابوسعید الخدری' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف نکل کر جاتے تھے' سب سے پہلے آپ نماز پڑھاتے' پھر مڑ کر نمازیوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور نمازی اپنی صفوں پر بیٹھے ہوئے ہوتے تھے' آپ ان کو وعظ اور نصیحت کرتے اور ان کو حکم دیتے' پس اگر آپ کوئی لشکر بھیجنا چاہتے تو اس کو تیار کرتے یا کسی اور چیز کا حکم دینا چاہتے تو اس کا حکم دیتے' پھر آپ گھر لوٹ جاتے۔ حضرت ابوسعید نے کہا: پھر لوگوں کا ہمیشہ یہی معمول رہا حتیٰ کہ میں مروان کے ساتھ نکلا' اور وہ اس وقت مدینہ کا امیر تھا اور یہ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کا دن تھا' جب ہم عید گاہ میں آئے تو کثیر بن الصلت نے منبر بنا کر رکھ دیا' پھر مروان نماز پڑھانے سے پہلے منبر کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا' میں نے اس کے کپڑے کو پکڑ کر کھینچا' اس نے مجھے کھینچا حتیٰ کہ وہ منبر پر چڑھ گیا' پس اس نے نماز سے پہلے خطبہ دیا' میں نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے (عید کا) طریقہ بدل دیا ہے' اس نے کہا: اے ابوسعید! وہ طریقہ جاتا رہا جو تم جانتے ہو' پس میں نے کہا: اللہ کی قسم! جس کو میں جانتا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کو میں نہیں جانتا' تب اس نے کہا: بات یہ ہے کہ نماز کے بعد لوگ ہمارے لیے بیٹھتے نہیں ہیں' اس لیے میں نے خطبہ کو نماز پر مقدم کر دیا ہے۔

عید گاہ میں منبر لے جانا اور نہ لے جانا ہر دو صورتیں جائز ہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اشہب نے کہا ہے کہ منبر کو عید گاہ میں لے جانے میں وسعت ہے' اگر چاہے تو منبر کو لے جائے اور اگر چاہے تو نہ لے جائے۔

ابن حبیب نے کہا ہے کہ منبر کو عید گاہ میں نہ لے جائے کیونکہ منبر پر چڑھ کر خطبہ دینا خلفاء کا طریقہ ہے۔

المہلب نے کہا: کثیر بن الصلت کا منبر بنانا' اس کی دلیل ہے کہ اس سے پہلے منبر نہیں تھا۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عید کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھی جائے گی اور یہ کہ خطیب کو نمازیوں کی طرف منہ کرنا چاہیے اور نمازیوں کو خطیب کے سامنے بیٹھنا چاہیے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ خطیب کا عید گاہ کی طرف نکل کر جانا عید کی سنت ہے' اہل مکہ کے سوا کیونکہ ان کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ حرم شریف میں نماز پڑھیں۔

سب سے پہلے عید کی نماز پر خطبہ کو کسی نے مقدم کیا

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ عیدین کی نماز میں سب سے پہلے خطبہ کو مقدم کس نے کیا' ابن نافع نے امام مالک سے یہ نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے خطبہ کو عیدین میں مقدم کیا تا کہ لوگ نماز میں شامل ہو جائیں' حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بھی کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا ہے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے' ابن شہاب الزہری نے کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا ہے' وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے' طارق بن شہاب نے کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے خطبہ کو عیدین کی نماز پر مقدم کیا وہ مروان تھا۔ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اجتہاد سے لوگوں کے لیے نئے طریقے وضع کرنے چاہئیں جب کہ ان میں لوگوں کی مصلحت ہو اور اس کی اصل اور دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کی نماز سے پہلے خطبہ دیا' پھر حضرت عثمان وغیرہ نے عید کے دن نماز کی تقدیم کو ترک کر دیا اور خطبہ کو مقدم کر دیا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ کو نماز پر مقدم کرتے تھے اور یہ کوئی خاص تغییر نہیں ہے بلکہ ایک فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے فعل کے مطابق کیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۳ ۔ ۲ ۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے عید کے دن کس نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا' امام ابن شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمر نے خطبہ کو نماز عید پر مقدم کیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ پہلے عید کی نماز پڑھتے تھے' پھر خطبہ دیتے تھے حتیٰ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور ان کے دورِ خلافت میں لوگ بہت زیادہ ہو گئے' پس جب وہ خطبہ دینے کے لیے جاتے تو شقی لوگ اٹھ کر چلے جاتے تو پھر حضرت عمر نے خطبہ کو مقدم کر دیا اور نماز کو اختتام پر کر دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۳۴' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

علامہ عینی نے اس روایت کو شاذ قرار دیا ہے۔

ایک قول ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خطبہ کو نمازِ عید پر مقدم کیا تھا' لیکن اس قول کی کوئی اصل نہیں ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ نے خطبہ کو نمازِ عید پر مقدم کیا تھا' نیز قاضی عیاض نے کہا ہے کہ سب سے پہلے زیاد نے بصرہ میں خطبہ کو نماز پر مقدم کیا تھا اور یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کیا تھا بلکہ صحیح یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مروان نے خطبہ کو نمازِ عید پر مقدم کیا تھا' جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

اس حدیث میں نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے منع کرنے کی اصل ہے' خواہ والی اور حاکم کو بُرائی سے روکا جائے کیونکہ مروان اس وقت مدینہ کا والی اور حاکم تھا اور حضرت ابو سعید خدری نے حاکم کو نیکی کا حکم دیا اور خلاف سنت کام سے روکا۔

حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت المغیرہ' حضرت ابو مسعود اور حضرت ابن عباس کا مذہب یہ ہے کہ نمازِ عید خطبہ پر مقدم ہے اور ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۰۶ ۔ ۴۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عیدین کی نماز پر خطبہ کو مقدم کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نماز عید پڑھائی پھر خطبہ دیا۔ (صحیح البخاری: ۹۸' صحیح مسلم: ۸۸۴' سنن ابوداؤد: ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۳۵' سنن نسائی: ۱۵۷۰۔ ۱۵۶۵' سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۰' سنن دارمی: ۱۶۰۳' صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۳۷' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۱۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن پہلے نماز پڑھائی' پھر خطبہ دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۷۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما خطبہ سے پہلے عیدین کی نماز پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۹۶۳' صحیح مسلم: ۸۸۸' سنن ترمذی: ۵۳۱' سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۶' سنن نسائی: ۱۶۷۱' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عید کے دن کثیر ابن الصلت کے گھر کے پاس خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۷۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز کے بعد خطبہ دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۷۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ عید کے دن حاضر ہوا' انہوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی۔ (صحیح مسلم: ۹۴' سنن ابوداؤد: ۱۱۴۰' سنن ترمذی: ۲۱۷۲' سنن نسائی: ۵۰۲۳' سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۱' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے ہوتی تھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۹۵۰۔ ج ۲ ص ۶۶۴ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٧ - بَابُ الْمَشْيِ وَالرُّكُوبِ إِلَى الْعِيْدِ وَالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ وَبِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا إِقَامَةٍ

عید کی نماز کے لیے پیدل اور سواری پر جانا اور اذان اور اقامت کے بغیر عید کی نماز کو خطبہ سے پہلے پڑھنا

٩٥٧ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي الْأَضْحٰى وَالْفِطْرِ، ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از عبد اللہ بن عمر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز پڑھتے تھے' پھر نماز کے بعد خطبہ دیتے تھے۔

[طرف الحدیث: ۹۶۳] (صحیح مسلم: ۸۸۸' الرقم المسلسل: ۲۰۱۹' سنن ترمذی: ۵۳۱' سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۹' سنن بیہقی

ج ٣ ص ٢٩٦ شرح السنة: ١١٠١ السنن الکبریٰ: ١١٦٨ مسند احمد ج ٢ ص ١٣ طبع قدیم مسند احمد ج ٨ ص ٢٠٩ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابراہیم بن المنذر بن عبد اللہ ابو اسحاق الحزامی (٢) انس بن عیاض ابوضمرہ یہ یزید بن عیاض کے بھائی نہیں ہیں اور ان کے درمیان کوئی قرابت نہیں ہے (٣) عبد اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم (٤) نافع مولیٰ ابن عمر (٥) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٤٠٧)

٩٥٨ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ، فَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی انہوں نے کہا: مجھ کو عطاء نے خبر دی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید الفطر کے دن نکلے پس آپ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی۔

[اطراف الحدیث: ٩٦١-٩٧٨] (صحیح مسلم: ٨٨٤ الرقم المسلسل: ٢٠١١ سنن ابوداؤد: ١١٤١ مسند ابویعلیٰ: ٢٥٦١ المعجم الکبیر: ١٣٠١٦ مسند البزار: ٤٩٠ سنن بیہقی ج ٢ ص ٦٢ مسند احمد ج ١ ص ٢٤٣ طبع قدیم مسند احمد ج ٤ ص ٦٤ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

٩٥٩ - قَالَ وَأَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ، فِي أَوَّلِ مَا بُويِعَ لَهُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ بِالصَّلٰوةِ يَوْمَ الْفِطْرِ، وَإِنَّمَا الْخُطْبَةُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ.

ابن جریج نے کہا: اور مجھے عطاء نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن الزبیر کے پاس اس وقت پیغام بھیجا جب ان کے ہاتھ پر پہلی بیعت کی گئی تھی کہ عید الفطر کے دن اذان نہیں دی جاتی تھی اور خطبہ نماز کے بعد دیا جاتا تھا۔

٩٦٠ - وَأَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْأَضْحٰى.

ابن جریج نے کہا: اور مجھے عطاء نے خبر دی از حضرت ابن عباس اور از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم ان دونوں نے کہا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اذان نہیں دی جاتی تھی۔

٩٦١ - وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ، ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ بَعْدُ، فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ، فَأَتَى النِّسَاءَ فَذَكَّرَهُنَّ، وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلٰى يَدِ بِلَالٍ، وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ، يُلْقِي فِيهِ النِّسَاءُ صَدَقَةً، قَالَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَتَرٰى حَقًّا عَلَى الْإِمَامِ الْآنَ أَنْ يَأْتِيَ النِّسَاءَ فَيُذَكِّرَهُنَّ حِينَ يَفْرُغُ؟ قَالَ إِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ، وَمَا لَهُمْ أَنْ لَّا يَفْعَلُوا.

اور از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے نماز سے ابتداء کی پھر اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا پھر جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فارغ ہوئے تو آپ منبر سے اترے پھر خواتین کے پاس گئے پس ان کو نصیحت کی اور اس وقت آپ نے حضرت بلال کے ہاتھ پر ٹیک لگائی ہوئی تھی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلایا ہوا تھا اور خواتین اس میں صدقہ ڈال رہی تھیں ابن جریج کہتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: کیا اب بھی امام پر واجب ہے کہ وہ خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد

خواتین کے پاس جائے اوران کونصیحت کرے؟ عطاء نے کہا: بے شک یہ ان پر واجب ہے' اوران کو کیا ہوا جو وہ ایسا نہیں کرتے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید التیمی الفراء ابواسحاق الرازی (٢) ہشام بن یوسف ابوعبدالرحمان الصنعانی الیمانی' یہ ١٩٧ھ میں یمن میں فوت ہو گئے تھے (٣) عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج (۴) عطاء بن ابی رباح (۵) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما (٦) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (٧) حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ۴٠٨)

حدیث: ٩٥٩ میں مذکور ہے: جب پہلی بار حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تھی۔ یزید بن معاویہ کی موت کے بعد ٦۴ھ میں ان کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تھی' اور ٧٣ھ میں حضرت عبداللہ بن الزبیر کو شہید کر دیا گیا تھا' حضرت ابن الزبیر کی خلافت نو سال رہی۔

عید کی نماز پڑھنے کے لیے پیدل یا سوار ہو کر جانے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴٩ھ لکھتے ہیں:

علماء کے نزدیک عیدین کی نماز میں سنت یہ ہے کہ پیدل جائیں کیونکہ اس میں تواضع ہے اور سوار ہو کر جانا مباح ہے' اس باب کی احادیث میں ایسی کسی حدیث کا ذکر نہیں ہے جس میں عید گاہ کی طرف سوار ہو کر جانے کا ذکر ہو اور زر نے حضرت عمر بن الخطاب سے نقل کیا ہے کہ وہ عید الفطر کو پیدل جاتے تھے اور حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ عید کے دن پیدل عید گاہ کی طرف جائیں' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک یہ مستحب ہے۔

امام مالک نے کہا: ہم پیدل جاتے ہیں جب ہمارے مکان قریب ہوتے ہیں اور جس کا مکان بعید ہے اگر وہ سوار ہو کر جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے' حسن بصری عید کے دن سوار ہو کر جاتے تھے' اور ابراہیم النخعی نے عیدین اور جمعہ کے دن سوار ہو کر جانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

رہا نماز عید کو خطبہ سے پہلے پڑھنا تو اس پر متقدمین اور متاخرین علماء کا اجماع ہے' ماسوا بنو امیہ کے' وہ خطبہ نماز سے پہلے پڑھتے ہیں اور اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز عید کے لیے اذان اور اقامت نہیں ہوتی اور یہ فقہاء کی ایک جماعت کا قول ہے اور شعبی اور حکم اور ابن سیرین نے کہا: عیدین کے دن اذان دینا بدعت ہے۔

سعید بن المسیب نے کہا: جس نے سب سے پہلے عید کے دن اذان دی وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے' حصین نے کہا: سب سے پہلے عید کے دن زیاد نے اذان دی تھی۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یہ کام سب سے پہلے ہشام نے کیا' داؤدی نے کہا: یہ کام مروان نے کیا تھا' امام شافعی نے کہا: صرف یہ نداء کی جائے کہ نماز تیار ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ۴٠٩)

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٧ ٦٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١۴٢۴ھ)

* باب مذکور کی احادیث' شرح صحیح مسلم: ١٩۴٩-١٩۴٢- ج ٢ ص ٦٦۴- ٦٦٢ پر مذکور ہیں' وہاں ان احادیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۸ - بَابُ الْخُطْبَةِ بَعْدَ الْعِيْدِ نمازِ عید کے بعد خطبہ دینا

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس سے پہلی احادیث میں یہ ذکر آ چکا ہے کہ عید کے دن نماز کے بعد خطبہ دیا جائے گا' پھر امام بخاری نے اس کا دوبارہ ذکر کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے زیادہ تاکید کے لیے ایسا کیا ہے ویسے بھی امام بخاری احادیث کا تکرار بہت کرتے ہیں۔

٩٦٢ - **حَدَّثَنَا** اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدْتُّ الْعِيْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِىْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَكُلُّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے الحسن بن مسلم نے خبر دی از طاوس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا: میں عید کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پاس حاضر تھا' وہ سب خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۹۵۲ کو ملاحظہ فرمائیں۔

٩٦٣ - **حَدَّثَنَا** يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، يُصَلُّوْنَ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

ابوعاصم نے بیان کیا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما خطبہ سے پہلے عیدین کی نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۹۵٦ کا مطالعہ فرمائیں۔

٩٦٤ - **حَدَّثَنَا** سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ، لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهُمَا وَلَا بَعْدَهُمَا، ثُمَّ اَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَجَعَلْنَ يُلْقِيْنَ، تُلْقِي الْمَرْاَةُ خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا.

ابوعاصم نے بیان کیا: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید الفطر کے دن دو رکعت نماز پڑھائی' اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی نہ اس کے بعد کوئی نماز پڑھی' پھر آپ خواتین کے پاس گئے' اس وقت آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے' آپ نے خواتین کو صدقہ کرنے کا حکم دیا' پھر خواتین کپڑے میں ڈالتی تھیں' خواتین اس میں اپنی بالیاں اور ہار ڈالتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۹٦۱ کا مطالعہ فرمائیں۔

عید کی نماز دو رکعت ہے

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نمازِ عید دو رکعت ہے' ابن بزیزہ نے کہا: اس پر اجماع منعقد ہے کہ نمازِ عید دو رکعت ہے' اس سے

زیادہ نہیں ہے مگر حضرت علی رضی اللہ سے مروی ہے کہ نماز عید چار رکعت ہے اگر نماز عید عید گاہ میں پڑھی جائے تو جمہور کا قول ہے کہ وہ دو رکعت ہے۔

نمازِ عید سے پہلے اور بعد نفل پڑھنے کے متعلق اختلاف فقہاء

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نماز عید سے پہلے اور نماز عید کے بعد نفل نہیں پڑھے جائیں گے۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ثوری کا مذہب یہ ہے کہ نماز عید کے بعد نفل پڑھنا جائز ہے اور نماز عید سے پہلے نفل پڑھنا جائز نہیں ہے' اور امام شافعی کا مذہب ہے کہ نماز عید سے پہلے اور نماز عید کے بعد نفل پڑھنا جائز ہے اور ابن وہب اور اشہب نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ نمازِ عید سے پہلے نفل نہ پڑھے جائیں اور نماز عید کے بعد نفل پڑھنا مباح ہے۔

الذخیرہ میں مذکور ہے: نماز عید سے پہلے کوئی نماز نہ پڑھی جائے' کرخی نے تصریح کی ہے کہ یہ مکروہ ہے' شرح الہدایہ میں مذکور ہے کہ محمد بن مقاتل المروزی یہ کہتے تھے کہ عید گاہ کی طرف نکل کر جانے سے پہلے چاشت کی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور عامۃ المشائخ نے کہا ہے کہ عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت جابر اور حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہم نماز عید سے پہلے اور نماز عید کے بعد نوافل کو جائز نہیں سمجھتے تھے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' مسروق' شعبی' ضحاک' سالم' قاسم' الزہری' معمر' ابن جریج اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

نمازِ عید پڑھنے کے لیے عورتوں کے عید گاہ میں جانے کے متعلق اختلاف فقہاء اور صدقہ کے مسائل

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دینے کے بعد خواتین کے پاس جاتے تھے اور ان کو صدقہ دینے کا حکم دیتے تھے' اور اس حدیث میں خواتین کو وعظ کرنے کا اور ان کو صدقہ دینے کی ترغیب کا استحباب ہے اور یہ اس وقت مستحب ہے جب وعظ کرنے والے عالم اور وعظ سننے والی خواتین پر کسی فساد یا گناہ کا خطرہ نہ ہو' نیز اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ نفلی صدقہ میں ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس میں یہ کافی ہے کہ بغیر کچھ کہے سنے صدقہ وصول کرنے والے کی جھولی میں صدقہ کا مال ڈال دیا جائے کیونکہ وہ خواتین حضرت بلال کی جھولی میں صدقہ کے زیورات ڈال دیتی تھیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز عید پڑھنے کے لیے خواتین کا عید گاہ میں جانا جائز ہے' اس میں سلف صالحین کا اختلاف ہے' حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا موقف یہ ہے کہ خواتین پر عید کی نماز پڑھنے کے لیے جانا واجب ہے' ابوقلابہ نے بیان کیا کہ ہم عمر عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز پڑھنے کے لیے جاتی تھیں اور علقمہ اور اسود اپنی خواتین کو نماز عید کے لیے عید گاہ میں لے جاتے اور نماز جمعہ میں جانے سے منع کرتے تھے۔ ابن نافع نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ عیدین اور جمعہ کی نماز کے لیے عورتوں کے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ان نمازوں کے لیے جانا ان پر واجب نہیں ہے' اور بعض فقہاء تابعین نے عورتوں کے جانے سے منع کیا ہے' ان میں عروہ' القاسم' النخعی' یحییٰ الانصاری اور امام ابویوسف شامل ہیں' امام ابوحنیفہ نے ایک مرتبہ اس کی اجازت دی اور ایک مرتبہ منع کیا' اور جن فقہاء نے نماز عید کے لیے عورتوں کو جانے کی اجازت دی ہے' ان کا قول زیادہ صحیح ہے' کیونکہ وہ سنت ثابتہ کے مطابق ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں فتنہ اور فساد غالب ہے' اس لیے اب عورتوں کو مطلقاً منع کرنا چاہیے اور جب عورتیں جائیں تو مردوں سے الگ جگہ میں کھڑی ہوں تاکہ فتنہ اور فساد کا خطرہ نہ رہے۔

(میں کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں عورتیں اپنی ضروریات' سیر و تفریح اور تعیش کے لیے گھر سے باہر نکلتی ہیں تو صرف نماز کے لیے ان

کو گھر سے نکلنے سے منع کرنا مناسب نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ)

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ عورت اپنے ذاتی مال سے کسی کو صدقہ دے سکتی ہے' البتہ امام مالک نے یہ کہا ہے کہ وہ شوہر کی رضامندی کے بغیر تہائی مال سے زیادہ صدقہ نہ کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۱۳۔ ۴۱۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٩٦٥ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا زُبَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَاُ بِهٖ فِي يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ نَحَرَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَاِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهٗ لِاَهْلِهٖ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ. فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ، يُقَالُ لَهٗ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ذَبَحْتُ، وَعِنْدِيْ جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّسِنَّةٍ، فَقَالَ اجْعَلْهُ مَكَانَهٗ، وَلَنْ تُوْفِيَ، اَوْ تَجْزِيَ، عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زبید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے شعبی سے سنا از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم آج کے اس دن جس کام کو سب سے پہلے کرتے تھے وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں' پھر ہم لوٹ جاتے ہیں' پھر ہم نحر (قربانی) کرتے ہیں' سو جس نے یہ کام کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی تو وہ صرف گوشت ہے جس کو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے پیش کیا ہے' اس کا عبادت میں کوئی حصہ نہیں ہے' پھر انصار میں سے ایک شخص کھڑے ہوئے جن کا نام حضرت ابو بردہ بن نیار تھا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں ذبح کر چکا ہوں اور میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے' جو ایک سال کے بکرے سے زیادہ بہتر (فربہ) ہے' آپ نے فرمایا: اسے اس کی جگہ ذبح کر دو' اور تمہارے بعد وہ اور کسی کے لیے کفایت نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۹۵۱ کا مطالعہ کریں۔

٩ - بَابٌ مَا يُكْرَهُ مِنْ حَمْلِ السِّلَاحِ فِي الْعِيْدِ وَالْحَرَمِ

عید کے دن اور حرم میں ہتھیار اٹھانا مکروہ ہے

وَقَالَ الْحَسَنُ نُهُوْا اَنْ يَّحْمِلُوا السِّلَاحَ يَوْمَ عِيْدٍ اِلَّا اَنْ يَّخَافُوْا عَدُوًّا.

اور حسن بصری نے کہا: مسلمانوں کو اس سے منع کیا گیا تھا کہ وہ عید کے دن ہتھیار اٹھائیں سوا اس کے کہ انہیں دشمن کا خطرہ ہو۔

اس تخریج کی اصل یہ حدیث ہے:

ضحاک بن مزاحم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن ہتھیار نکالنے سے منع فرمایا' سوا اس صورت کے کہ تمہیں کسی دشمن کا خطرہ ہو' پھر تم ہتھیار نکال لو۔

(مصنف عبدالرزاق: ۵۶۶۵۔ ۵۶۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' سنن ابن ماجہ: ۱۳۱۴' اس میں ایک ضعیف راوی ہے)

٩٦٦ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى، اَبُو السُّكَيْنِ، قَالَ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُوْقَةَ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریاء بن یحیٰ ابو السکین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محاربی نے حدیث

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ حِيْنَ اَصَابَهُ سِنَانُ الرُّمْحِ فِيْ اَخْمَصِ قَدَمِهِ فَلَزِقَتْ قَدَمُهُ بِالرِّكَابِ، فَنَزَلْتُ فَنَزَعْتُهَا، وَذٰلِكَ بِمِنًى، فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ، فَجَعَلَ يَعُوْدُهُ، فَقَالَ الْحَجَّاجُ لَوْ نَعْلَمُ مَنْ اَصَابَكَ؟ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اَنْتَ اَصَبْتَنِيْ، قَالَ وَكَيْفَ؟ قَالَ حَمَلْتَ السِّلَاحَ فِيْ يَوْمٍ لَمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيْهِ، وَاَدْخَلْتَ السِّلَاحَ الْحَرَمَ، وَلَمْ يَكُنِ السِّلَاحُ يُدْخَلُ الْحَرَمَ. [طرف الحدیث:٩٦٧]

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سوقہ نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر' انہوں نے بیان کیا: میں اس وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا' جب نیزہ کی نوک ان کے پیر کے تلوے میں چبھوئی گئی' ان کا پیر رکاب کے ساتھ چپک گیا' پس میں سواری سے اترا اور ان کے پیر کو رکاب سے نکالا' یہ واقعہ منٰی میں ہوا تھا' حجاج کو یہ خبر پہنچی تو وہ ان کی عیادت کے لیے آیا' پس حجاج نے کہا: کاش! ہم کو پتا چل جاتا کہ کس نے آپ کو نیزہ چبھویا ہے' حضرت ابن عمر نے فرمایا: تم نے چبھویا ہے' حجاج نے پوچھا: کیسے؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا: تم نے اس دن ہتھیار اٹھائے جس دن ہتھیار اٹھائے نہیں جاتے اور تم نے حرم میں ہتھیاروں کو داخل کیا حالانکہ حرم میں ہتھیار داخل نہیں کیے جاتے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) زکریا بن یحیٰی بن عمر الطائی الکوفی' ان کی کنیت ابوالسکین ہے (٢) المحاربی' ان کا نام عبد الرحمان بن محمد ہے' ان کی کنیت ابومحمد ہے' یہ ١٩٥ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) محمد بن سوقہ ابوبکر الغنوی الکوفی (٤) سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ (٥) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ٤١٥)

حضرت ابن عمر کے تلوے میں نیزہ کی نوک چبھونے میں حجاج بن یوسف کا کردار

اس حدیث میں حجاج کا ذکر ہے' اس کا نام حجاج بن یوسف الثقفی ہے' یہ اس وقت حجاز کا امیر تھا' یہ واقعہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے ایک سال بعد کا ہے' یہ بیس سال عراق پر حاکم رہا' اس نے اس عرصہ میں بہت خون ریزی کی' اور اللہ کے حرم میں الحاد کیا' اور اس نے بہت فتنہ اور فساد کیا' یہ ٩٥ھ میں واسط میں مر گیا تھا' اور وہیں دفن کیا گیا' اس کی قبر کا نشان مٹ گیا اور اس کو پانی بہا کر لے گیا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر نے حجاج سے کہا: تم نے یہ نیزہ چبھویا ہے' اس جملہ میں حضرت ابن عمر نے سبب کی طرف اسناد کیا ہے' کتاب الانساب میں مذکور ہے کہ خلیفہ عبد الملک بن مروان نے حجاج کی طرف لکھا تھا کہ تم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کسی بات میں مخالفت نہ کرنا' یہ حکم حجاج پر شاق گزرا' اس نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ نیزہ کو زہر آلود کرے اور اس کو حضرت ابن عمر کے پیر کے تلوے میں چبھو دے' اس زہر آلود زخم کی وجہ سے حضرت ابن عمر کئی دن تک بیمار رہے' بالآخر ٧٤ھ میں فوت ہو گئے۔

حجاج نے کہا: کیسے! یعنی میں نے آپ کے تلوے میں نیزہ کی نوک کیسے چبھوئی؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا: تم نے عید کے دن لوگوں کو حرم میں ہتھیار لے جانے کی اجازت دی' جس کی وجہ سے کسی کو یہ موقع ملا کہ وہ میرے تلوے میں نیزہ چبھوئے تو اس کا سبب تم بنے ہو اور تم نے دو وجہ سے سنت کی مخالفت کی' تم نے عید کے دن اور حرم میں ہتھیار لے جانے کی اجازت دی حالانکہ اس دن اور اس جگہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہتھیار لے جانے سے منع فرمایا ہے۔

جس طرح عید کے دن اور حرم میں ہتھیار لے جانا منع ہے' اسی طرح جس دن اور جس جگہ میں لوگوں کا اژدھام ہو وہاں بھی

ہتھیار لے جانا منع ہے یعنی بغیر غلاف کے تا کہ کھلا ہوا ہتھیار کسی مسلمان کو زخمی نہ کر دے ہاں! اگر ہتھیار غلاف اور میان میں ہوں تو پھر ان کو لے جانا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٤١٦ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

ہتھیار لے کر چلنے کی ممانعت کے باوجود مسلمانوں کی موجودہ روش

آج کل نیزوں، تلواروں اور تیروں کا دور تو نہیں ہے لیکن پستول اور بندوق کا اور ٹی ٹی اور کلاشنکوف کا دور ہے اور لوگ برسر عام ان ہتھیاروں کو لے کر گھومتے ہیں۔ شادی بیاہ کے مواقع پر اور تہواروں پر اور نئے سال کی آمد پر بے تحاشا فائرنگ کرتے ہیں، جس کی زد میں آ کر کئی بے قصور لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں اور لوگ اپنے سیاسی مخالفوں کو برسر عام قتل کرتے ہیں، حکومت کی طرف سے اس کے خلاف کارروائی کے اعلانات کیے جاتے ہیں لیکن ان اعلانات پر عمل نہیں ہوتا، کیونکہ فائرنگ کرنے والے بہت اثر و رسوخ والے اور مضبوط پارٹی سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں اور اب فائرنگ تو معمولی بات ہے، مساجد، مدارس اور بڑے بڑے جلسہ گاہوں میں بم دھماکے کیے جاتے ہیں اور سینکڑوں لوگ لقمۂ اجل بن جاتے ہیں اور کوئی مجرم پکڑا نہیں جاتا۔ چند دن اس ظلم کے خلاف کارروائی کی بازگشت سنائی دیتی رہتی ہے، پھر سب کچھ طاق نسیان کی نذر ہو جاتا ہے۔ ہاں! اگر صدر مملکت یا وزیر اعظم کے خلاف دہشت گردی کی کارروائی ہو تو پھر مجرم پکڑ لیے جاتے ہیں اور ان کو سزا بھی ہوتی ہے، پچھلے سال کے بارہ ربیع الاول ١٤٢٦ھ کو نشتر پارک، کراچی میں عید میلاد النبی کے عظیم جلسۂ عام میں اسٹیج پر بم دھماکہ کیا گیا جس میں پچاس ساٹھ جلیل القدر علماء شہید ہو گئے۔ ان میں میرا بھانجا سیّد کاشف علی بھی شہید ہو گیا اور سینکڑوں زخمی ہو گئے، لیکن کوئی مجرم گرفتار نہیں ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تیر کی نوک کو پکڑ کر رکھو کہیں اس سے کوئی مسلمان زخمی نہ ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ٧٠٧٣۔ ٤٥١، صحیح مسلم: ٢٦١٤۔ ٤١٧، مسند احمد ج ٣ ص ٣٠٨)

جب کہ اب مسلمان کھلے عام دوسرے مسلمانوں کو ناحق قتل کر رہے ہیں۔

٩٦٧ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدِ ابْنِ الْعَاصِ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ دَخَلَ الْحَجَّاجُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ وَاَنَا عِنْدَهُ، فَقَالَ كَيْفَ هُوَ؟ فَقَالَ صَالِحٌ، فَقَالَ مَنْ اَصَابَكَ؟ قَالَ اَصَابَنِيْ مَنْ اَمَرَ بِحَمْلِ السِّلَاحِ فِيْ يَوْمٍ لَّا يَحِلُّ فِيْهِ حَمْلُهُ، يَعْنِي الْحَجَّاجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یعقوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اسحاق بن سعید بن عمرو بن سعید بن العاص نے حدیث بیان کی از والد خود، انہوں نے کہا: جس وقت حجاج حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، اس وقت میں بھی ان کے پاس تھا، پس اس نے پوچھا: وہ کیسے ہیں؟ حضرت ابن عمر نے کہا: وہ ٹھیک ہیں، اس نے پوچھا: آپ کو یہ نیزہ کس نے چبھویا ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: مجھے یہ نیزہ اس شخص نے چبھویا ہے جس نے اس دن ہتھیار اٹھانے کا حکم دیا جس دن ہتھیار اٹھانا جائز نہیں ہے، یعنی حجاج نے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٩٦٦ کا مطالعہ فرمائیں۔

١٠ - بَابُ التَّبْكِيْرِ اِلَى الْعِيْدِ

عید کی نماز کے لیے جلدی روانہ ہونا

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ اِنْ كُنَّا فَرَغْنَا فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ، وَذٰلِكَ حِيْنَ التَّسْبِيْحِ.

اور حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک اس وقت ہم (نمازِ عید) سے فارغ ہو جاتے تھے اور یہ چاشت کی نماز پڑھنے کا وقت تھا۔

حضرت عبد اللہ بن بسر ابوصفوان السلمی المازنی صحابی ابن صحابی ہیں' یہ ۸۸ھ میں حمص میں اچانک فوت ہو گئے تھے' اس وقت یہ وضوء کر رہے تھے' ملک شام میں فوت ہونے والے یہ آخری صحابی ہیں' یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ۴۱۷)

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

یزید بن خمیر الرحبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن بسر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے رضی اللہ عنہ' وہ لوگوں کے ساتھ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن (نماز عید کے لیے) نکلے' انہوں نے امام کی تاخیر پر انکار کیا اور کہا: بے شک اس ساعت میں تو ہم (نماز عید سے) فارغ ہو جاتے تھے اور یہ چاشت کی نماز کا وقت ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۳۵' سنن ابن ماجہ: ۱۳۱۷)

٩٦٨ - **حَدَّثَنَا** سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ زُبَيْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُّصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُّصَلِّيَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ عَجَّلَهُ لِأَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ. فَقَامَ خَالِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَنَا ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أُصَلِّيَ، وَعِنْدِيْ جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّسِنَّةٍ، قَالَ اجْعَلْهَا مَكَانَهَا، أَوْ قَالَ اذْبَحْهَا، وَلَنْ تَجْزِيَ جَذَعَةٌ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از زبید از الشعبی از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے دن ہمیں خطبہ دیا' آپ نے فرمایا: ہم اپنے اس دن میں جس کام سے ابتداء کرتے ہیں' وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں' پھر ہم لوٹ کر جاتے ہیں اور نحر (قربانی) کرتے ہیں' پس جس نے یہ کام کیے اس نے ہماری سنت کو پالیا اور جس نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کر لیا' تو وہ صرف گوشت ہے جس کو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے تیار کر لیا ہے' اس میں عبادت کی کوئی چیز نہیں ہے' پھر میرے ماموں حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کر دیا اور میرے پاس ایک چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے اور وہ ایک سال کے بکرے سے زیادہ فربہ ہے' آپ نے فرمایا: اس کو اس کی جگہ ذبح کر دو یا فرمایا: اس کو ذبح کر دو اور تمہارے بعد چھ ماہ کا بکری کا بچہ (قربانی میں) کسی کے لیے کافی نہیں ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۵۴ میں گزر چکی ہے۔

"الجذع" کے فقہی معانی

اس حدیث میں "الجذع" کا لفظ ہے' اونٹ کے لیے جب "الجذع" کا لفظ استعمال ہو تو فقہاء احناف' شوافع' حنابلہ' ظاہریہ اور جعفریہ کے نزدیک اس کا معنی ہے: وہ اونٹ جو چار سال پورے کر کے پانچویں سال میں داخل ہوا ہو' اور جب بیل کے لیے "الجذع" مستعمل ہو تو اس کا معنی ہے: وہ بیل جو دو سال پورے کرے' تیسرے سال میں داخل ہو اور فقہاء احناف کے نزدیک اس کا معنی ہے: ایک سال کا بیل' اور جب گھوڑوں کے لیے یہ لفظ مستعمل ہو تو فقہاء احناف کے نزدیک اس کا معنی ہے: جو چوتھے سال

میں داخل ہو اور جب دنبہ کے لیے مستعمل ہو تو حنفیہ شافعیہ اور ظاہریہ کے نزدیک اس کا معنی ہے: جو پورے ایک سال کا ہو اور حنفیہ اور شافعیہ کا ایک قول یہ ہے کہ وہ چھ ماہ کا ہو اور جب بکرے کے لیے یہ لفظ بولا جائے تو حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اس کا معنی ہے: جو ایک سال سے کم ہو یا چھ ماہ کا ہو۔ (القاموس الفقہی ص ٥٩ ادارۃ القرآن کراچی)

١١ - بَابُ فَضْلِ الْعَمَلِ فِيْ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ — ایامِ تشریق میں عمل کی فضیلت

تشریق کا لفظ ''شرق اللحم'' سے ماخوذ ہے جب گوشت کو دھوپ میں سوکھنے کے لیے پھیلا دیا جائے تو اس کو ''شرق اللحم'' کہتے ہیں کیونکہ قربانی کے گوشت کو منٹی میں سکھایا جاتا تھا' دوسرا قول یہ ہے کہ تشریق کا معنی ہے: سورج کا چمکنا۔ ھدی اور قربانی کی اونٹنیوں کو اس وقت تک نحر نہیں کیا جاتا تھا جب تک سورج طلوع ہو کر چمکنے نہ لگتا ہو' ایک قول یہ ہے کہ ''التشریق'' سے مراد عید کی نماز ہے کیونکہ عید کی نماز اس وقت ادا کی جاتی تھی جب سورج طلوع ہو کر بلند ہو جائے جیسا کہ امام ابوعبید نے سند صحیح کے ساتھ حضرت علی سے روایت کی ہے کہ جامع شہر کے سوا جمعہ اور تشریق جائز نہیں ہے یعنی نماز جمعہ اور نماز عید جائز نہیں ہے۔ الخلاصہ میں مذکور ہے: قربانی کے ایام تین دن ہیں اور تشریق کے ایام بھی تین ہیں اور تشریق چار دن تک جاری ہے اور دس ذی الحج کا دن نحر کے ساتھ خاص ہے اور تیرہ ذی الحج تشریق کے ساتھ خاص ہے اور ان کے درمیان کے دو دن نحر اور تشریق دونوں کے لیے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ٤١٩ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ﴾ (البقرہ: ٢٠٣) أَيَّامُ الْعَشْرِ، وَالْأَيَّامُ الْمَعْدُوْدَاتُ أَيَّامُ التَّشْرِيْقِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اور ایام معدودات میں اللہ کا ذکر کرو (البقرہ: ٢٠٣) ''ایام العشر'' اور ''ایام معدودات'' ایامِ تشریق ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ. (الحج: ٢٨)

اور مقررہ دنوں میں (ذبیحہ پر) اللہ کا نام ذکر کریں۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ. (البقرہ: ٢٠٣)

اور گنتی کے دنوں میں اللہ کو یاد کرو۔

قرآن مجید میں ہے: ''وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ'' (الحج: ٢٨) اور حضرت ابن عباس نے کہا ہے: ''وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ'' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے اس سے قرآن مجید کے الفاظ کا ارادہ نہیں کیا بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ ایامِ معلومات سے مراد ذی الحج کے پہلے دس دن ہیں اور ''أَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ'' (البقرہ: ٢٠٣) سے مراد گیارہ' بارہ اور تیرہ ذی الحج کے تین دن ہیں۔

متقدمین کا ''ایام معدودات'' اور ''ایام معلومات'' کی تفسیر میں اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک ''ایام معلومات'' ذی الحج کے دس ہیں اور ''ایام معدودات'' دس' گیارہ اور بارہ ذی الحج کے تین دن ہیں' اور یہی حسن اور قتادہ کا قول ہے اور حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے: ''ایام معلومات'' نحر (قربانی) کے تین دن ہیں اور ''ایام معدودات'' ایامِ تشریق ہیں' اور یہی امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے' ان کو ''معدودات'' اس لیے فرمایا ہے کہ ان کی تعداد کم ہے' اور قربانی کے ایام کو ''معلومات'' اس لیے فرمایا ہے کہ تمام لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ قربانی کے ایام ہیں۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ ''ایام معلومات'' قربانی کے ایام ہیں اور حضرت علی اور حضرت عمر سے مروی ہے کہ اس سے قربانی کا دن اور اس کے بعد کے دو دن مراد ہیں اور یہی امام

مالک کا قول ہے' امام طحاوی نے کہا: الحج: ۲۸ میں ''اَیَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ'' سے مراد قربانی کے ایام ہیں اور ان ہی کو البقرہ: ۲۰۳ میں ''اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ'' فرمایا ہے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، وَاَبُوْ هُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ اِلَى السُّوْقِ فِيْ اَيَّامِ الْعَشْرِ، يُكَبِّرَانِ وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيْرِهِمَا.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ ذی الحج کے دس دنوں میں بازار کی طرف نکلتے' وہ دونوں تکبیر پڑھتے تھے اور ان کی تکبیر کے ساتھ لوگ تکبیر پڑھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے خیمہ میں تکبیر پڑھتے تھے' اہل مسجد اس تکبیر کو سن کر تکبیر پڑھتے تھے' پھر بازار والے اس کو سن کر تکبیر پڑھتے تھے حتیٰ کہ تکبیر کی آواز سے منیٰ گونج جاتا تھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ان ایام میں منیٰ میں تکبیر پڑھتے تھے اور نمازوں کے بعد اور اپنے بستر پر اور اپنے خیمہ میں اور اپنی مجلس میں اور اپنے چلنے کی جگہوں میں' ان تمام ایام میں۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۱۲' نشر السنۃ' ملتان)

وَكَبَّرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ خَلْفَ النَّافِلَةِ.

اور محمد بن علی نے نفل نماز کے بعد تکبیر پڑھی۔

اس سے مراد ہیں: محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب جو امام باقر کے نام سے معروف ہیں' اس تعلیق کو امام دارقطنی نے المؤتلف میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ہمیں ابو وہنہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے ابو جعفر محمد بن علی سے سنا' وہ ایام تشریق میں منیٰ میں نوافل کے بعد تکبیر پڑھ رہے تھے۔ السفاقسی نے کہا ہے کہ اس پر محمد بن علی کی کسی نے متابعت نہیں کی' بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ نوافل اور جنائز کے بعد تکبیر پڑھی جائے' یہی زیادہ صحیح قول ہے' امام مالک کے اس میں دو قول ہیں اور مشہور قول یہ ہے کہ یہ تکبیرات فرائض کے ساتھ مختص ہیں' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام شافعی اور باقی فقہاء کا بھی یہی قول ہے' وہ صرف فرائض کے بعد تکبیرات کو جائز کہتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۴۳) جماعت کے بعد تکبیر پڑھنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور یہی امام احمد کی مشہور روایت ہے اور امام ابو یوسف' امام محمد' امام مالک اور امام شافعی نے کہا: تنہا نماز پڑھنے والا بھی تکبیر پڑھے' اور صحیح یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک تکبیر پڑھنا واجب ہے اور فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ یہ سنت ہے' امام شافعی' امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۲۰)

٩٦٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِيْنِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَا الْعَمَلُ فِيْ اَيَّامِ الْعَشْرِ اَفْضَلَ مِنَ الْعَمَلِ فِيْ هٰذِهِ. قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ؟ قَالَ وَلَا الْجِهَادُ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان از مسلم البطین از سعید بن جبیر از ابن عباس از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: ذی الحج کے ان دس دنوں میں ان تکبیرات کے پڑھنے سے کوئی عمل افضل نہیں ہے' صحابہ نے پوچھا: جہاد بھی نہیں ہے' آپ نے فرمایا: اور نہ جہاد' سوا اس کے کسی شخص نے اپنی جان اور مال کو خطرہ میں ڈال دیا اور کچھ واپس نہ لایا۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۳۸' سنن ترمذی: ۷۵۷' سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۳۴۸' صحیح ابن حبان: ۳۲۴' شرح السنۃ: ۱۱۲۵' مصنف عبدالرزاق: ۸۱۲۱' المعجم الکبیر: ۱۱۳۲۶' شعب الایمان: ۳۷۴۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۶۸۔ ج ۳ ص ۴۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عرعرہ (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) سلیمان الاعمش (۴) مسلم بن ابی عمران الکوفی (۵) سعید بن جبیر (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۲۱)

ایام تشریق میں تکبیرات پڑھنا نفلی عبادات سے افضل ہے نہ کہ فرائض سے اور جان اور مال کو خطرہ میں ڈالنے کا معنی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ ایام تشریق میں عمل تکبیر مسنون ہے اور یہ نفل نماز سے افضل ہے اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ یہ فرض نماز اور فرض روزے سے بھی افضل ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ ایام تشریق کھانے اور پینے کے ایام ہیں اور ان ایام میں آپ نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان ایام کو کھانے اور پینے کے لیے فارغ رکھنا چاہیے لہٰذا جب ان ایام میں عمل سے مراد تکبیر کو لیا جائے تو پھر کوئی تعارض نہیں رہے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کے سوا جو اپنی جان اور مال کو خطرہ میں ڈال دے اس کا معنی ہے: وہ اپنی جان اپنے ہتھیار اور اپنے گھوڑے کے ساتھ جہاد کرے پھر وہ قتل ہونے سے محفوظ رہے گا یا دشمن کے ہاتھوں قتل ہو جائے گا اور یہی جان اور مال کو خطرہ میں ڈالنے کا معنی ہے اور یہ عمل ان ایام میں بھی افضل ہے اور دوسرے ایام میں بھی افضل ہے حالانکہ اس صورت میں وہ تکبیرات تشریق نہیں پڑھ رہا ہوگا نیز آپ نے فرمایا: اور وہ کچھ واپس نہ لایا یعنی اس کا مال وغیرہ میدان جہاد میں خرچ ہو جائے اور وہ تنہا واپس آئے یا وہ خود بھی واپس نہ آئے اور اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۴۲۔۶۴۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

جہاد کا افضل اعمال ہونا اور بعض ایام کی بعض دوسرے ایام پر فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد بہت عظیم عبادت ہے اور اس کے درجات مختلف ہیں اور اس کا سب سے بڑا درجہ یہ ہے کہ مسلمان اپنی جان اور مال دونوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دے۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زمانہ کا کوئی حصہ دوسرے زمانہ سے افضل ہوتا ہے جیسے بعض مقامات دوسرے بعض مقامات سے افضل ہوتے ہیں اور ذی الحج کے دس دن سال کے دوسرے دنوں سے افضل ہیں اور ان دس دنوں میں سے یوم عرفہ سب سے افضل ہے اور ہفتہ کے تمام دنوں میں جمعہ کا دن سب سے افضل ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل دن جس میں سورج طلوع ہوا وہ جمعہ کا دن ہے اسی دن میں حضرت آدم کو پیدا کیا گیا اور اس دن میں ان کو جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن میں ان کو جنت سے باہر لایا گیا۔ (صحیح مسلم: ۸۵۴ سنن نسائی: ۱۳۷۳)

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ ایام تشریق جمعہ سے افضل ہیں کیونکہ ایام تشریق میں کبھی جمعہ بھی ہوتا ہے ورنہ ایک چیز کی اپنے اوپر فضیلت لازم آئے گی لیکن یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ اس باب کی حدیث سے مراد یہ ہے کہ ذی الحج کے دس دن سال کے دوسرے دنوں سے افضل ہیں خواہ ان میں جمعہ ہو یا نہ ہو اور ان ایام میں جمعہ کا دن دوسرے دنوں میں جمعہ کے

دن سے افضل ہے کیونکہ اس میں ایام تشریق کی فضیلت بھی ہوگی اور جمعہ کی فضیلت بھی ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٤٢٣-٤٢٢)

١٢ - بَابُ التَّكْبِيرِ أَيَّامَ مِنًى، وَإِذَا غَدَا إِلَى عَرَفَةَ

ایام منیٰ میں اور جب صبح کو عرفہ کی طرف جانا ہو تو تکبیر پڑھنا

وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ فِي قُبَّتِهِ بِمِنًى، فَيَسْمَعُهُ أَهْلُ الْمَسْجِدِ فَيُكَبِّرُونَ، وَيُكَبِّرُ أَهْلُ الْأَسْوَاقِ حَتّٰى تَرْتَجَّ مِنًى تَكْبِيرًا.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے خیمہ کے اندر تکبیر پڑھتے تھے' اس تکبیر کو اہل مسجد سن کر تکبیر پڑھتے تھے اور بازار والے بھی تکبیر پڑھتے تھے حتیٰ کہ منیٰ تکبیر سے گونج اٹھتا تھا۔

اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٤٢٣)

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُكَبِّرُ بِمِنًى تِلْكَ الْأَيَّامَ وَخَلْفَ الصَّلَوَاتِ، وَعَلٰى فِرَاشِهِ وَفِي فُسْطَاطِهِ وَمَجْلِسِهِ وَمَمْشَاهُ، تِلْكَ الْأَيَّامَ جَمِيعًا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما منیٰ میں ان ایام میں نمازوں کے بعد تکبیر پڑھتے تھے اور اپنے بستر پر اور اپنے خیمہ میں اور اپنی مسجد میں اور اپنے راستوں میں' ان تمام ایام میں تکبیر پڑھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ٣ ص ٣١٢ میں ہے' باب: ١١ میں اس کا مفصل ذکر ہو چکا ہے۔

وَكَانَتْ مَيْمُونَةُ تُكَبِّرُ يَوْمَ النَّحْرِ، وَكُنَّ النِّسَاءُ يُكَبِّرْنَ خَلْفَ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، لَيَالِيَ التَّشْرِيقِ، مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ.

اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا عید الاضحیٰ کے دن تکبیر پڑھتی تھیں اور خواتین ابان بن عثمان اور عمر بن عبد العزیز کے پیچھے ایام تشریق کی راتوں میں مردوں کے ساتھ مسجد میں تکبیر پڑھتی تھیں۔

اس تعلیق کی اصل سنن کبریٰ (ج ٣ ص ٣١٦) میں مذکور ہے۔

ائمہ مذاہب کے نزدیک تکبیراتِ تشریق پڑھنے کا حکم

ہمارے اصحاب کے نزدیک تکبیر تشریق واجب ہے' لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک فرض نمازوں کے بعد شہر کی جماعت مستحبہ میں تکبیر مشروع ہے' لہٰذا وتر' نمازِ عید اور سنن اور نوافل کے بعد تکبیر تشریق پڑھنی واجب نہیں ہے اور نہ مسافروں پر واجب ہے' اور نہ تنہا نماز پڑھنے والوں پر' یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور یہی ثوری کا قول ہے اور یہی امام احمد کا مشہور مذہب ہے' امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا: ہر اس شخص پر تکبیر تشریق پڑھنا واجب ہے جو فرض نماز پڑھے خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر ہو' تنہا نماز پڑھے یا جماعت کے ساتھ' اوزاعی اور امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے اور امام شافعی کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ نوافل اور جنائز کے بعد بھی تکبیر تشریق پڑھے اور مسافروں پر تکبیر تشریق نہیں ہے' جب ان کے ساتھ مقیم نہ ہوں۔

ائمہ مذاہب کے نزدیک تکبیراتِ تشریق کی ابتداء اور انتہاء کا وقت

ہمارے اصحاب کے نزدیک یوم عرفہ کو نمازِ فجر کے بعد تکبیر تشریق شروع کی جائے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یوم نحر کو عصر کے بعد تکبیر ختم کر دی جائے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' علقمہ اور اسود اور ابراہیم نخعی کا بھی یہی قول ہے' اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز کے بعد تکبیر ختم کر دے' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے' سفیان ثوری' سفیان بن عیینہ' ابوثور اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' امام مالک اور امام شافعی کا مشہور قول یہ ہے کہ یوم النحر کی ظہر سے تکبیر شروع کرے اور آخر ایام تشریق کی صبح کو ختم کر دے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عمر بن عبد العزیز کا بھی یہی مذہب ہے' امام ابو یوسف سے بھی ایک ہی روایت ہے اور امام احمد کے نزدیک مستحسن یہ ہے کہ یوم نحر کی ظہر

سے تکبیر شروع کرے اور جس دن منٰی سے روانگی ہو اس دن ظہر تک تکبیر پڑھے۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ۴۲۵-۴۲۴ 'ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

٩٧٠ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيُّ، قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا، وَنَحْنُ غَادِيَانِ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَاتٍ، عَنِ التَّلْبِيَةِ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ كَانَ يُلَبِّي الْمُلَبِّي لَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ، وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ. [طرف الحدیث:١٦٥٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن ابی بکر الثقفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے تلبیہ کے متعلق سوال کیا اور اس وقت ہم دونوں صبح کو منٰی سے عرفات کی طرف جارہے تھے' (سوال یہ کیا:) آپ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کس طرح کرتے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ تلبیہ پڑھنے والا تلبیہ پڑھتا تو اس پر کوئی انکار نہیں کرتا تھا اور تکبیر پڑھنے والا تکبیر پڑھتا تو کوئی اس پر انکار نہیں کرتا تھا۔

(صحیح مسلم:١٢٨٥' الرقم المسلسل: ٣٠٤٢' سنن نسائی:٣٠٠٠' سنن ابن ماجہ:٣٠٠٨' سنن دارمی:١٨٧٧' صحیح ابن حبان:٣٨٤٧' سنن بیہقی ج ٣ ص ٣١٣-ج ٥ ص ١١٢' شرح السنۃ:١٩٢٣' مسند الحمیدی:١٢١١' مسند احمد ج ٣ ص ١١٠ طبع قدیم' مسند احمد:١٢٠٦٩-ج ١٩ ص ١٢٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

تلبیہ میں تکبیر کو داخل کر دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جس تکبیر کا ذکر کیا گیا ہے' وہ ذکر کی ایک قسم ہے اور تلبیہ بھی ذکر کی قسم ہے' اسی لیے تلبیہ پڑھنے والا تلبیہ کے درمیان تکبیر کو داخل کر دیتا تھا اور تلبیہ کو منقطع نہیں کرتا تھا' کیونکہ شارع علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے تلبیہ کو منقطع نہیں کیا حتیٰ کہ جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں' اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب ہے' امام مالک نے کہا: جب زوال آفتاب ہو جائے تو تلبیہ کو منقطع کر دے اور یہ بھی کہا: جب مسجد عرفہ کی طرف جائے تو تلبیہ کو منقطع کر دے۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ٤٢٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت'١٤٢١ھ)

٩٧١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيْدِ، حَتّٰى نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ خِدْرِهَا، حَتّٰى نُخْرِجَ الْحُيَّضَ، فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ، فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيْرِهِمْ، وَيَدْعُوْنَ بِدُعَاءِ هِمْ، يَرْجُوْنَ بَرَكَةَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَطُهْرَتَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از عاصم از حفصہ از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ ہم عید کے دن نکلیں حتیٰ کہ ہم کنواری لڑکی کو بھی اس کے پردہ میں نکالتے حتیٰ کہ ہم حائض عورتوں کو بھی نکالتے' پس وہ لوگوں کے پیچھے رہتیں اور وہ لوگوں کی تکبیروں کے ساتھ تکبیر پڑھتیں اور ان کی دعاؤں کے ساتھ دعا کرتیں اور اس دن کی برکت اور طہارت کی توقع رکھتیں۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۳۲۴ میں گزر چکی ہے۔

عیدین میں تکبیرات پڑھنے کی تفصیل اور مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ ان ایام میں تکبیر پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں کفار اپنے بتوں کے لیے جانور ذبح کرتے تھے تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ان ایام میں اللہ تعالیٰ کے لیے تکبیر پڑھیں تاکہ ان ایام میں قربانی کرتے ہوئے صرف اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا بیان کیا جائے اور صرف اس کا نام بلند کیا جائے۔

اس حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اس دن عورتیں بھی تکبیرات پڑھیں اور مسلمانوں کے ساتھ دعا میں شریک ہوں۔

عید کے دن عورتیں بھی گھروں سے نکل کر عیدگاہ میں جائیں' پردہ دار خواتین بھی اور حائض عورتیں بھی لیکن حائض نماز کی جگہ سے الگ رہیں۔ عید کے دن اور عید کی رات کو تکبیرات پڑھنا مستحب ہے' حضرت ابوقتادہ عید کے دن تکبیرات پڑھتے ہوئے عیدگاہ پہنچتے تھے' اور حضرت ابن عمر بلند آواز سے تکبیرات پڑھتے ہوئے عیدگاہ کی طرف جاتے تھے' یہ امام مالک کا مذہب ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ عیدگاہ میں تکبیر پڑھتا رہے حتیٰ کہ امام آ جائے اور امام کے آنے کے بعد تکبیر کو منقطع کر دے اور عیدگاہ سے واپسی میں تکبیرات نہ پڑھے۔ امام شافعی نے کہا: مستحب یہ ہے کہ عیدالاضحیٰ کی رات میں تکبیرات پڑھے' اور صبح عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے حتیٰ کہ عیدالفطر کی صبح کو امام نکل آئے اور نمازوں کے بعد بھی تکبیرات پڑھے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ عیدالاضحیٰ کے دن اور نماز کو جاتے ہوئے تکبیرات پڑھے اور عیدالفطر کو تکبیرات نہ پڑھے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ جس نے عید کے دن تکبیرات پڑھیں' اس نے اس آیت پر عمل کیا ہے:

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ. (البقرہ:۱۸۵) اور اس طور پر اللہ کی کبریائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔

اس آیت کی یہ تفسیر زید بن اسلم نے کی ہے' انہوں نے کہا: اپنے اقوال اور افعال سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرے۔

اور قیاس یہ ہے کہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ دونوں میں تکبیرات پڑھے کیونکہ عیدین کی نماز میں تکبیرات پڑھنے کا اختلاف نہیں ہے' اسی طرح ان کی نمازوں کے بعد خطبہ پڑھنے میں اور باقی سنتوں میں اسی طرح عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے تکبیرات پڑھتے ہیں۔

(معالم السنن ج ۱ ص ۱۶' شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۴۵-۶۴۳' عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۲۸-۴۲۷)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۹۹۱- ج ۳ ص ۵۱۳ میں بیان کی گئی ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۳ - بَابُ الصَّلٰوةِ اِلَى الْحَرْبَةِ يَوْمَ الْعِيْدِ

عید کے دن نیزے کی طرف نماز پڑھنا

۹۷۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ تُرْكَزُ الْحَرْبَةُ قُدَّامَهُ، يَوْمَ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ، ثُمَّ يُصَلِّيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نیزہ گاڑ دیا جاتا تھا' پھر آپ نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۹۴ میں گزر چکی ہے۔

نمازی کے سامنے سترہ قائم کرنا سنت ہے فرض یا واجب نہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سترہ اس لیے گاڑا جاتا تھا تاکہ وہ نماز میں آپ کے لیے سُترہ ہو جائے جب آپ صحراء میں نماز پڑھا رہے ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ بغیر سترہ کے نماز نہ پڑھی جائے خواہ امام ہو یا منفرد' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ میں بغیر دیوار کے نماز پڑھا رہے تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۹۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے بغیر سترہ قائم کیے ہوئے اس لیے نماز پڑھائی تاکہ معلوم ہو جائے کہ سترہ قائم کرنا فرض یا واجب نہیں ہے' صرف سنت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۴ - بَابُ حَمْلِ الْعَنَزَةِ اَوِ الْحَرْبَةِ بَيْنَ يَدَيِ الْإِمَامِ يَوْمَ الْعِيدِ

عید کے دن نیزہ یا برچھی کو امام کے سامنے گاڑنا

۹۷۳ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْدُو إِلَى الْمُصَلّٰى، وَالْعَنَزَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ تُحْمَلُ، وَتُنْصَبُ بِالْمُصَلّٰى بَيْنَ يَدَيْهِ، فَيُصَلِّي إِلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح عیدگاہ جاتے تھے اور نیزہ آپ کے سامنے اٹھایا جاتا تھا اور آپ کے سامنے عیدگاہ میں گاڑ دیا جاتا تھا' پس آپ اس کی طرف نماز پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۹۴' اور ۹۷۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۵ - بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ وَالْحُيَّضِ إِلَى الْمُصَلّٰى

خواتین اور حیض والی عورتوں کا عیدگاہ کی طرف جانا

۹۷۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أُمِرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ. وَعَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ بِنَحْوِهِ، وَزَادَ فِي حَدِيثِ حَفْصَةَ قَالَ، أَوْ قَالَتِ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ، وَيَعْتَزِلْنَ الْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم بالغہ اور پردہ دار عورتوں کو (نمازِ عید کے لیے) گھروں سے نکالیں' اور از ایوب از حفصہ بھی اسی کی مثل روایت ہے' اور حفصہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے: یا کہا: بالغہ اور پردہ دار عورتیں اور حائض عورتیں عیدگاہ سے الگ رہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۶ - بَابُ خُرُوجِ الصِّبْيَانِ إِلَى الْمُصَلّٰى

بچوں کا عیدگاہ کی طرف جانا

۹۷۵ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فِطْرٍ اَوْ اَضْحٰى، فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ اَتَى النِّسَاءَ، فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد الرحمان' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں عید الفطر یا عید الاضحیٰ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلا' آپ نے عید کی نماز پڑھائی' پھر خطبہ دیا' پھر آپ خواتین کے پاس گئے' پس آپ نے ان کو وعظ کیا اور نصیحت کی اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۷ - بَابُ اسْتِقْبَالِ الْاِمَامِ النَّاسَ فِيْ خُطْبَةِ الْعِيْدِ

عید کے خطبہ میں امام کا لوگوں کی طرف منہ کرنا

قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقَابِلَ النَّاسِ.

حضرت ابوسعید نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے بالمقابل کھڑے ہوئے۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۹۵۶ میں مکمل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۹۷۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ، عَنْ زُبَيْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اَضْحٰى اِلَى الْبَقِيْعِ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ، وَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ نُسُكِنَا فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نَّبْدَاَ بِالصَّلٰوةِ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ وَافَقَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ ذٰلِكَ فَاِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ عَجَّلَهٗ لِاَهْلِهٖ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ. فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّيْ ذَبَحْتُ، وَعِنْدِيْ جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّسِنَّةٍ؟ قَالَ اِذْبَحْهَا، وَلَا تَفِيْ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن طلحہ نے حدیث بیان کی از زبید از شعبی از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید الاضحیٰ کے دن بقیع کی طرف گئے' پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ نے پہرے لو ہماری طرف متوجہ کیا اور فرمایا: ہمارے اس دن میں ہماری پہلی عبادت یہ ہے کہ ہم نماز سے ابتداء کرتے ہیں' پھر ہم لوٹ جاتے ہیں' پس ہم نحر (قربانی) کرتے ہیں' سو جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کی موافقت کی اور جس نے اس سے پہلے ذبح کر لیا تو یہ صرف وہ چیز ہے جس کو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے جلدی تیار کر لیا اور یہ قربانی میں سے کوئی چیز نہیں ہے' پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! میں ذبح کر چکا ہوں اور میرے پاس ایک چھ ماہ کا بکرا کا ہے' جو ایک سال کے بکرے سے زیادہ فربہ ہے' آپ نے فرمایا: اس کو ذبح کر لو اور تمہارے بعد وہ کسی اور سے کفایت نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۵۱ میں گزر چکی ہے۔

١٨ - بَابُ الْعَلَمِ الَّذِی بِالْمُصَلّٰی

٩٧٧ - **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَابِسٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قِيلَ لَهٗ اَشَهِدْتَّ الْعِيدَ مَعَ النَّبِيِّ؟ قَالَ نَعَمْ، وَلَوْ لَا مَكَانِي مِنَ الصِّغَرِ مَا شَهِدْتُّهٗ، حَتّٰى اَتَى الْعَلَمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ، فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ اَتَى النِّسَاءَ، وَمَعَهٗ بِلَالٌ، فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَرَاَيْتُهُنَّ يُهْوِيْنَ بِاَيْدِيهِنَّ، يَقْذِفْنَهٗ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ، ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَبِلَالٌ اِلٰى بَيْتِهٖ.

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۸ میں گزر چکی ہے۔

عید گاہ میں جھنڈا لگانا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے عبد الرحمان بن عابس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' ان سے پوچھا گیا: کیا آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کی نماز میں حاضر ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور اگر میں اتنا کم عمر نہ ہوتا تو میں آپ کے ساتھ حاضر نہ ہوتا' (میں آپ کے ساتھ گیا) حتیٰ کہ آپ اس جھنڈے کے پاس گئے جو کثیر بن الصلت کے گھر کے پاس گاڑا ہوا ہے' آپ نے نماز پڑھائی' پھر خطبہ دیا' پھر آپ خواتین کے پاس آئے اور آپ کے پاس حضرت بلال بھی تھے' آپ نے ان خواتین کو وعظ کیا اور نصیحت کی اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا' پھر میں نے ان عورتوں کو دیکھا وہ ہاتھ بڑھاتیں اور حضرت بلال کے کپڑے میں (زیورات اتار کر) ڈالتیں' پھر آپ اور حضرت بلال اپنے گھر چلے گئے۔

١٩ - بَابُ مَوْعِظَةِ الْاِمَامِ النِّسَاءَ يَوْمَ الْعِيدِ

٩٧٨ - **حَدَّثَنِي** اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ بْنِ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقُولُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰى، فَبَدَاَ بِالصَّلٰوةِ، ثُمَّ خَطَبَ، فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ فَاَتَى النِّسَاءَ، فَذَكَّرَهُنَّ، وَهُوَ يَتَوَكَّاُ عَلٰى يَدِ بِلَالٍ، وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهٗ، يُلْقِي فِيهِ النِّسَاءُ الصَّدَقَةَ. قُلْتُ لِعَطَاءٍ زَكٰوةَ يَوْمِ الْفِطْرِ؟ قَالَ لَا، وَلٰكِنْ صَدَقَةً يَتَصَدَّقْنَ حِينَئِذٍ، تُلْقِي فَتَخَهَا، وَيُلْقِينَ. قُلْتُ اَتُرٰى حَقًّا عَلَى الْاِمَامِ ذٰلِكَ وَيُذَكِّرُهُنَّ؟ قَالَ اِنَّهٗ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ، وَمَا لَهُمْ لَا يَفْعَلُونَهٗ؟

عید کے دن امام کا خواتین کو نصیحت کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' عطاء نے کہا: میں نے حضرت جابر کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن کھڑے ہوئے' پھر آپ نے نماز پڑھائی' پھر آپ نے خطبہ دیا' پس جب آپ فارغ ہو گئے تو (منبر سے) اترے' پھر آپ خواتین کے پاس گئے' پس ان کو نصیحت کی' اس وقت آپ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے' اور حضرت بلال نے کپڑا پھیلایا ہوا تھا اور خواتین اس کپڑے میں صدقہ ڈال رہی تھیں' میں نے عطاء سے پوچھا: کیا وہ عید الفطر کا فطرہ تھا؟

انہوں نے کہا: نہیں! لیکن وہ صدقہ تھا جس کا وہ خواتین صدقہ کر رہی تھیں' وہ عورتیں اپنا چھلا (بغیر نگ کی انگوٹھی) اتارتیں اور (کپڑے میں) ڈال دیتیں' میں نے پوچھا: کیا امام پر یہ نصیحت کرنا واجب ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! یہ ان پر واجب ہے' ان کو کیا ہوا وہ ایسا کیوں نہیں کرتے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٥٨ میں گزر چکی ہے۔

٩٧٩ - **قَالَ** ابْنُ جُرَيْجٍ وَاَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ شَهِدْتُ الْفِطْرَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، يُصَلُّوْنَهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ يُخْطَبُ بَعْدُ، خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَاَنِّي اَنْظُرُ اِلَيْهِ حِيْنَ يُجْلِسُ بِيَدِهٖ، ثُمَّ اَقْبَلَ يَشُقُّهُمْ، حَتّٰى جَاءَ النِّسَاءَ مَعَهٗ بِلَالٌ، فَقَالَ ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ﴾ الْاٰيَةَ (الممتحنہ:١٢)، ثُمَّ قَالَ حِيْنَ فَرَغَ مِنْهَا اَنْتُنَّ عَلٰى ذٰلِكِ؟ قَالَتِ امْرَاَةٌ وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ، لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا نَعَمْ. لَا يَدْرِي حَسَنٌ مَنْ هِيَ، قَالَ فَتَصَدَّقْنَ. فَبَسَطَ بِلَالٌ ثَوْبَهٗ، ثُمَّ قَالَ هَلُمَّ، لَكُنَّ فِدَاءٌ اَبِي وَاُمِّي. فَيُلْقِيْنَ الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِيْمَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ. قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ الْفَتَخُ الْخَوَاتِيْمُ الْعِظَامُ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.

ابن جریج نے کہا: اور مجھے حسن بن مسلم نے خبر دی از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا: میں عید کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ حاضر ہوا' وہ سب خطبہ دینے سے پہلے نماز پڑھتے تھے' پھر خطبہ دیتے تھے' اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکلے' گویا کہ میں آپ کی طرف دیکھ رہا ہوں' آپ لوگوں کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے بٹھا رہے تھے' پھر آپ صفوں کو چیرتے ہوئے خواتین کے پاس آئے' حضرت بلال آپ کے ساتھ تھے' آپ نے یہ آیت پڑھی: اے رسول مکرم! جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس بیعت کے لیے آئیں۔ (الممتحنہ: ١٢) پھر آپ نے فرمایا: کیا تم ان باتوں پر قائم رہو گی! کسی عورت نے کوئی جواب نہیں دیا' صرف ایک عورت نے کہا: جی ہاں! حسن بن مسلم کو معلوم نہیں تھا وہ عورت کون تھی' آپ نے فرمایا: اچھا! تو پھر تم صدقہ دو' حضرت بلال نے کپڑا بچھایا اور کہا: لاؤ! ڈالو' تم پر میرے ماں اور باپ قربان ہوں' وہ عورتیں حضرت بلال کے کپڑے میں چھلے اور انگوٹھیاں ڈالنے لگیں۔ امام عبدالرزاق نے کہا: اس حدیث میں جو ''فتخ'' کا لفظ ہے' اس سے بڑے چھلے مراد ہیں جو زمانہ جاہلیت میں عورتیں پہنتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٨ میں گزر چکی ہے۔

٢٠ - بَابٌ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ فِي الْعِيْدِ

جب عید کے دن کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو

٩٨٠ - **حَدَّثَنَا** اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ جَوَارِيَنَا اَنْ يَّخْرُجْنَ يَوْمَ الْعِيْدِ، فَجَاءَتِ امْرَاَةٌ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از حفصہ بنت سیرین'

فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِیْ خَلَفٍ، فَأَتَيْتُهَا، فَحَدَّثَتْ اَنَّ زَوْجَ اُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَىْ عَشْرَةَ غَزْوَةً، فَكَانَتْ اُخْتُهَا مَعَهٗ فِیْ سِتِّ غَزَوَاتٍ، فَقَالَتْ فَكُنَّا نَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰى وَنُدَاوِی الْكَلْمٰى، فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، عَلٰى اِحْدَانَا بَاْسٌ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ اَنْ لَّا تَخْرُجَ؟ فَقَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا، فَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ. قَالَتْ حَفْصَةُ فَلَمَّا قَدِمَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ اَتَيْتُهَا فَسَاَلْتُهَا اَسَمِعْتِ فِیْ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَتْ نَعَمْ بِاَبِیْ وَقَلَّمَا ذَكَرَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَالَتْ بِاَبِیْ قَالَ لِيَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُوْرِ، اَوْ قَالَ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ شَكَّ اَيُّوْبُ وَالْحُيَّضُ، وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى، وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ. قَالَتْ فَقُلْتُ لَهَا الْحُيَّضُ؟ قَالَتْ نَعَمْ، اَلَيْسَ الْحَائِضُ تَشْهَدُ عَرَفَاتٍ وَتَشْهَدُ كَذَا، وَتَشْهَدُ كَذَا؟

انہوں نے کہا: ہم اپنی لڑکیوں کو عید کے دن باہر نکلنے سے منع کیا کرتے تھے' پھر ایک عورت آئی اور بنی خلف کے محل میں ٹھہری' میں اس سے ملنے گئی' اس نے بیان کیا کہ اس کے بہنوئی نے نبی ﷺ کے ساتھ بارہ غزوات میں شرکت کی ہے اور اس کی بہن چھ غزوات میں اس کے ساتھ رہی ہے' اس کی بہن نے کہا: ہم بیماروں کو دوا دیتے تھے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے تھے' پھر اس نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم میں سے کسی پر کوئی حرج ہے کہ اگر اس کے پاس چادر نہ ہو تو وہ باہر نہ نکلے؟ آپ نے فرمایا: اس کی سہیلی کو چاہیے کہ وہ اس کو چادر اوڑھائے اور انہیں چاہیے کہ وہ نیکی کے مقامات اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں' حفصہ نے کہا: پھر جب حضرت ام عطیہ آئیں تو میں ان کے پاس گئی اور ان سے سوال کیا: کیا آپ نے اس اس طرح کی حدیث سنی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میرے باپ کی قسم! اور وہ جب بھی نبی ﷺ کا ذکر کرتیں تو کہتی تھیں: میرے باپ کی قسم! آپ نے فرمایا تھا: جوان عورتیں نکلیں یا فرمایا تھا: جوان اور پردہ دار عورتیں نکلیں' اس میں راوی ایوب کو شک ہے' اور حیض والی عورتیں نکلیں اور نماز کی جگہ سے الگ رہیں' اور وہ نیکی کے مقامات اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں' وہ کہتی ہیں: میں نے ان سے پوچھا: کیا حیض والی عورتیں بھی باہر نکلیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! کیا حیض والی عورت میدانِ عرفات میں حاضر نہیں ہوتی اور فلاں! فلاں! جگہ حاضر نہیں ہوتی (یعنی منیٰ اور مزدلفہ میں نہیں جاتی)؟

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۱ - بَابُ اِعْتِزَالِ الْحُيَّضِ الْمُصَلّٰى

حیض والی عورتوں کا نماز کی جگہوں سے الگ رہنا

۹۸۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ اُمِرْنَا اَنْ نَّخْرُجَ، فَنُخْرِجَ الْحُيَّضَ، وَالْعَوَاتِقَ، وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ، قَالَ ابْنُ عَوْنٍ اَوِ الْعَوَاتِقَ ذَوَاتِ الْخُدُوْرِ، فَاَمَّا الْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَيَعْتَزِلْنَ مُصَلَّاهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی' از ابن عون از محمد' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہمیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ ہم باہر نکالیں' پس ہم حیض والی عورتوں کو اور جوان عورتوں کو اور پردہ دار عورتوں کو باہر نکالتی تھیں' ابن عون نے کہا: یا جوان پردہ دار عورتوں کو' رہیں حیض والی عورتیں تو وہ مسلمانوں

کی جماعت میں اور ان کی دعا میں حاضر ہوں اور ان کی نماز کی جگہوں سے الگ رہیں۔

اس حدیث کی شرح بھی، صحیح البخاری: ۳۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۲ - بَابُ النَّحْرِ وَالذَّبْحِ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْمُصَلّٰى

قربانی کے دن عیدگاہ میں نحر اور ذبح کرنا

اونٹ میں صرف نحر کیا جاتا ہے اور باقی جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے' اونٹ کو کھڑا کر کے اس کے سینہ کے بالائی حصہ اور حلق کے درمیان نیزہ مارا جاتا ہے' اس کو نحر کہتے ہیں اور حلقوم اور شاہ رگ کے درمیان چھری سے کاٹنے کو ذبح کہتے ہیں' اس طور پر کہ حلقوم اور شاہ رگ کے دائیں بائیں کی دو رگیں بھی کٹ جائیں' جن کو ودجان کہتے ہیں۔

۹۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْحَرُ، أَوْ يَذْبَحُ بِالْمُصَلّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے کثیر بن فرقد نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدگاہ میں نحر کرتے تھے یا ذبح کرتے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۱۷۱۰-۱۷۱۱-۵۵۵۱-۵۵۵۲]

(سنن نسائی: ۱۵۸۸' سنن ابوداؤد: ۲۸۱۱' سنن ابن ماجہ: ۳۱۶۱' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۷۸' مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۸۷۶- ج ۱۰ ص ۱۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

عیدگاہ میں قربانی کے جانور کو اس لیے ذبح کیا جاتا ہے تاکہ کوئی شخص امام سے پہلے نہ ذبح کر لے اور جب کہ عیدین اور جماعت کے افعال امام کے ساتھ ہوتے ہیں تو ضروری ہے کہ امام مقدم ہو اور لوگ اس کے تابع ہوں' اسی لیے امام مالک نے کہا ہے کہ جب تک امام ذبح نہ کرے اس وقت تک کوئی شخص ذبح نہ کرے اور اس پر اتفاق ہے کہ جس نے جمرہ پر کنکریاں مار لیں' اس کے لیے قربانی کے جانور کو ذبح کرنا اور سر منڈانا جائز ہو گیا خواہ اس وقت تک امام نے قربانی ذبح نہ کی ہو اور اس پر اجماع ہے کہ اگر امام نے بالکل قربانی نہ کی ہو اور ذبح کا وقت داخل ہو گیا ہو تو قربانی کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۳ - بَابُ كَلَامِ الْإِمَامِ وَالنَّاسِ فِي خُطْبَةِ الْعِيدِ، وَإِذَا سُئِلَ الْإِمَامُ عَنْ شَيْءٍ وَهُوَ يَخْطُبُ

عید کے خطبہ میں امام کا لوگوں سے کلام کرنا اور جب امام سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے اور وہ اس وقت خطبہ دے رہا ہو

۹۸۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں منصور بن المعتمر نے حدیث بیان کی از الشعبی از حضرت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ، فَقَالَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا، وَنَسَكَ نُسُكَنَا، فَقَدْ اَصَابَ النُّسُكَ، وَمَنْ نَّسَكَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَتِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ. فَقَامَ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَاللّٰهِ لَقَدْ نَسَكْتُ قَبْلَ اَنْ اَخْرُجَ اِلَى الصَّلٰوةِ، وَعَرَفْتُ اَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ، فَتَعَجَّلْتُ وَاَكَلْتُ، وَاَطْعَمْتُ اَهْلِيْ وَجِيْرَانِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ، قَالَ فَاِنَّ عِنْدِيْ عَنَاقَ جَذَعَةٍ، هِيَ خَيْرٌ مِّنْ شَاتَيْ لَحْمٍ، فَهَلْ تَجْزِيْ عَنِّيْ ؟ قَالَ نَعَمْ، وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ.

البراء بن عازب رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم نحر کو نماز کے بعد خطبہ دیا، پس فرمایا: جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قربانی کی تو اس نے صحیح عبادت کر لی اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو یہ بکری کا گوشت ہے، پھر حضرت ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! میں نے نماز عید کی طرف جانے سے پہلے قربانی کر لی اور مجھے معلوم تھا کہ آج کا دن کھانے پینے کا دن ہے، پس میں نے جلدی قربانی کی اور خود بھی کھایا، اپنے گھر والوں کو بھی کھلایا اور اپنے پڑوسیوں کو بھی کھلایا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ بکری کا گوشت ہے، انہوں نے کہا: میرے پاس بکری کا بچہ ہے اور اس میں دو بکریوں سے زیادہ گوشت ہے کیا وہ میری طرف سے کفایت کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن تمہارے بعد اور کسی سے ہرگز کفایت نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۵۱ میں گزر چکی ہے۔

٩٨٤ - **حَدَّثَنَا** حَامِدُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ خَطَبَ، فَاَمَرَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ اَنْ يُّعِيْدَ ذَبْحَهُ، فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، جِيْرَانٌ لِّيْ، اِمَّا قَالَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ، وَاِمَّا قَالَ بِهِمْ فَقْرٌ، وَاِنِّيْ ذَبَحْتُ قَبْلَ الصَّلٰوةِ، وَعِنْدِيْ عَنَاقٌ لِّيْ، اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ، فَرَخَّصَ لَهُ فِيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حامد بن عمر نے حدیث بیان کی از حماد بن زید از ایوب از محمد کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم نحر کو نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا، پس آپ نے حکم دیا کہ جس نے نماز سے پہلے (قربانی کو) ذبح کر لیا وہ دوبارہ ذبح کرے پس انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا، پس اس نے کہا: یارسول اللہ! میرے پڑوسی ہیں، یا تو اس نے یہ کہا کہ وہ بہت بھوکے تھے، یا یہ کہا: ان کو بہت احتیاج تھی، اور میں نے نماز سے پہلے قربانی ذبح کر لی، اور میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے، جس میں دو بکریوں کے گوشت سے زیادہ پسندیدہ گوشت ہے، پس آپ نے اس کو اس (کی قربانی) میں اجازت دے دی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۵۴ میں گزر چکی ہے۔

٩٨٥ - **حَدَّثَنَا** مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ جُنْدَبٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ ذَبَحَ، فَقَالَ مَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاسود از جندب، انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم نحر کو نماز پڑھائی، پھر خطبہ

ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ یُّصَلِّیَ فَلْیَذْبَحْ اُخْرٰی مَکَانَهَا' وَمَنْ لَّمْ یَذْبَحْ فَلْیَذْبَحْ بِاسْمِ اللّٰهِ.

دیا' پھر ذبح کیا' پھر فرمایا: جس نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کیا وہ اس کی جگہ دوسری قربانی ذبح کرے اور جس نے نہیں ذبح کیا' وہ اللہ کے نام سے ذبح کرے۔

[اطراف الحدیث: ۵۵۰۰-۵۵۶۲-۶۶۷۴-۷۴۰۰]

(صحیح مسلم: ۱۹۶۰' الرقم المسلسل: ۴۹۷۳-۴۹۶۸-۴۹۷۳' سنن ابن ماجہ: ۳۱۵۲' مسند الحمیدی: ۷۷۹' المعجم الکبیر: ۱۶۹۴' مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۸۱۲-ج ۳۱ ص ۱۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسلم بن ابراہیم الازدی الفراہیدی (۲) شعبہ بن حجاج (۳) الاسود بن قیس العبدی الکوفی (۴) حضرت جندب بن عبد اللہ بن سفیان البجلی العلقی رضی اللہ عنہ' جس سال حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ ہوا' یہ اسی سال فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۴۴)

قربانی کے وجوب کے متعلق دیگر احادیث

اس حدیث میں آپ نے فرمایا: جس نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کی' وہ دوبارہ قربانی کرے' اس حدیث میں آپ نے اس کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کرنا واجب ہے' اس کی مؤید دیگر احادیث حسب ذیل ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس گنجائش ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۳' تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۳۸' کنز العمال: ۱۲۱۵۹)

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قربانیوں کے متعلق سوال کیا: کیا یہ واجب ہیں؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کی اور ان کے بعد مسلمانوں نے قربانی کی اور اسی کے ساتھ یہ سنت جاری ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۵۱۱' سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۴)

حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میدانِ عرفات میں وقوف کر رہے تھے' آپ نے فرمایا: اے لوگو! ہر گھر والے پر ہر سال میں قربانی واجب ہے اور عتیرہ ہے۔

(سنن ابو داؤد: ۲۷۸۸' سنن ترمذی: ۱۵۲۳' سنن نسائی: ۴۲۳۱' سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۵)

پہلے رجب میں ایک جانور ذبح کیا جاتا تھا' اس کو رجبیہ اور عتیرہ کہتے تھے' قربانی سے اس کا وجوب منسوخ کر دیا گیا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۹۶۴-ج ۶ ص ۱۳۵ میں مذکور ہے' اس کی شرح میں قربانی کا وجوب بیان کیا گیا ہے۔

۲۴ - بَابُ مَنْ خَالَفَ الطَّرِیْقَ اِذَا رَجَعَ یَوْمَ الْعِیْدِ

جس نے نمازِ عید کے بعد راستہ تبدیل کیا

۹۸۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ تُمَیْلَةَ یَحْیَی بْنُ وَاضِحٍ' عَنْ فُلَیْحِ بْنِ سُلَیْمَانَ' عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ الْحَارِثِ' عَنْ جَابِرٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ' اِذَا کَانَ یَوْمُ عِیْدٍ' خَالَفَ الطَّرِیْقَ. تَابَعَهُ یُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ' عَنْ فُلَیْحٍ' عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَحَدِیْثُ جَابِرٍ اَصَحُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو تمیلہ یحییٰ بن واضح نے خبر دی از فلیح بن سلیمان از سعید بن الحارث از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (واپسی میں) راستہ بدل دیتے تھے۔ ابو تمیلہ کی یونس بن محمد نے متابعت کی ہے از فلیح از سعید از حضرت ابو ہریرہ اور حضرت جابر کی حدیث زیادہ صحیح ہے۔

٭ شرح صحیح مسلم: ۱۹۴۱۔ ج ۲ ص ۶۶۱۔ ۶۶۰ میں ہم نے راستہ تبدیل کرنے کی بیس وجوہ بیان کی ہیں۔

۲۵ - بَابٌ اِذَا فَاتَهُ الْعِيْدُ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ
جب کسی شخص کی نماز عید فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت نماز پڑھے

اس عنوان سے دو باتیں معلوم ہوئیں: (۱) جب کسی شخص کی عید کی نماز جماعت کے ساتھ فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت نماز پڑھے خواہ اس کی نماز کسی عارض کی وجہ سے فوت ہوئی ہو یا بغیر عارض کے (۲) وہ اصل کے مطابق دو رکعت قضاء کرے گا اور ان میں سے ہر ایک وجہ میں علماء کا اختلاف ہے۔

عید کی نماز قضاء پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف

پہلی وجہ میں یہ اختلاف ہے کہ بعض فقہاء نے کہا ہے: اس پر عید کی نماز کی بالکل قضاء نہیں ہے' امام مالک اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے' مزنی شافعی کا بھی یہی قول ہے' ہمارے اصحاب احناف کا بھی یہی مذہب ہے کہ اگر وہ امام کے ساتھ نماز عید نہیں پڑھ سکا تو وہ اس کی قضاء نہیں کرے گا اور اگر اس کی اور امام کی دونوں کی نماز فوت ہوئی ہے تو دوسرے دن وہ امام کے ساتھ نماز عید پڑھے گا' فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے: اگر اس نے بغیر عذر کے نمازِ عید کو ترک کیا ہے تو وہ اس کی بالکل قضاء نہیں کرے گا اور اگر اس نے عذر کی وجہ سے نماز عید کو ترک کیا ہے تو دوسرے دن اپنے وقت میں اس کو قضاء کرے گا' امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔

دوسری وجہ میں اختلاف یہ ہے کہ جب اس سے نمازِ عید فوت ہوگئی تو وہ دو رکعت نماز پڑھے گا' یہ امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے' مگر امام مالک نے اس کو مستحب کہا ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ اگر وہ چاہے تو چار رکعت پڑھے' یہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود سے مروی ہے اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ چاہے تو نماز پڑھے اور اگر وہ چاہے تو نماز نہ پڑھے' اگر وہ چاہے تو چار رکعت پڑھے اور اگر وہ چاہے تو دو رکعت پڑھے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۴۵)

وَكَذٰلِكَ النِّسَاءُ. اور عورتیں بھی اسی طرح کریں۔

یعنی جو عورتیں عیدگاہ میں امام کے ساتھ نمازِ عید نہ پڑھ سکیں' وہ بھی اسی طرح کریں۔

وَمَنْ كَانَ فِي الْبُيُوْتِ وَالْقُرٰى. اور جو لوگ گھروں میں اور بستیوں میں ہوں۔

یعنی وہ لوگ بھی اسی طرح نماز عید گھروں اور بستیوں میں پڑھیں جو عیدگاہ میں حاضر نہ ہو سکیں۔

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا عِيْدُنَا اَهْلَ الْاِسْلَامِ. کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: یہ ہم اہل اسلام کی عید ہے۔

یہ ان تینوں باتوں کی دلیل ہے کیونکہ نبی ﷺ نے یہ تفریق نہیں کی کہ وہ امام کے ساتھ ہوں یا نہ ہوں۔

وَاَمَرَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ مَوْلَاهُمْ ابْنَ اَبِيْ عُتْبَةَ بِالزَّاوِيَةِ' فَجَمَعَ اَهْلَهٗ وَبَنِيْهِ' وَصَلّٰى كَصَلٰوةِ اَهْلِ الْمِصْرِ وَتَكْبِيْرِهِمْ. حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام ابن ابی عتبہ کو زاویہ میں حکم دیا' اس نے حضرت انس کے تمام گھر والوں اور بیٹوں کو جمع کیا اور حضرت انس نے شہر والوں کی طرح انہیں عید کی نماز پڑھائی اور ویسی ہی تکبیریں پڑھیں۔

اس تعلیق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۸۵۳ (مجلس علمی' بیروت) اور سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۰۵ میں مذکور ہے۔ زاویہ بصرہ سے دو فرسخ کی مسافت پر ہے۔

قَالَ عِكْرِمَةُ اَهْلُ السَّوَادِ يَجْتَمِعُوْنَ فِي الْعِيْدِ، يُصَلُّوْنَ رَكْعَتَيْنِ، كَمَا يَصْنَعُ الْإِمَامُ . وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا فَاتَهُ الْعِيْدُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

عکرمہ نے کہا: شہر کے مضافات والے عید کے دن جمع ہوں اور اس طرح دو رکعت نماز پڑھیں جس طرح امام پڑھتا ہے اور عطاء نے کہا: جس شخص سے نمازِ عید فوت ہو جائے وہ دو رکعت نماز پڑھے۔

اس تعلیق کی اصل، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۸۵۲ (مجلس علمی، بیروت) میں مذکور ہے۔

۹۸۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ، فِي اَيَّامِ مِنًى، تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ، وَالنَّبِيُّ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهِ، فَانْتَهَرَهُمَا اَبُوْ بَكْرٍ، فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهِ، فَقَالَ دَعْهُمَا يَا اَبَا بَكْرٍ، فَإِنَّهَا اَيَّامُ عِيْدٍ، وَتِلْكَ الْاَيَّامُ اَيَّامُ مِنًى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے، اس وقت ان کے پاس دو لڑکیاں ایامِ منیٰ میں دف بجا رہی تھیں اور اس پر ضرب لگا رہی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کپڑا اوڑھے ہوئے تھے، حضرت ابوبکر نے ان لڑکیوں کو ڈانٹا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر فرمایا: اے ابوبکر! ان کو رہنے دو کیونکہ یہ عید کے ایام ہیں اور وہ ایامِ منیٰ تھے۔

اس حدیث کا عنوان ہے: جب کسی کی نمازِ عید فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت نماز پڑھے اور اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے۔ اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۹۸۸ - وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِيْ، وَاَنَا اَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ، وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ، فَزَجَرَهُمْ عُمَرُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُمْ، اَمْنًا بَنِيْ اَرْفِدَةَ . يَعْنِيْ مِنَ الْاَمْنِ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے چھپا رہے تھے اور میں حبشیوں کی طرف دیکھ رہی تھیں اور وہ مسجد میں جنگ کی مشق کر رہے تھے، حضرت عمر نے ان کو ڈانٹا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کو امن سے رہنے دو، اے بنو ارفدہ!

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۵۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۶ - بَابُ الصَّلٰوةِ قَبْلَ الْعِيْدِ وَبَعْدَهَا
نمازِ عید سے پہلے اور اس کے بعد نماز پڑھنا

اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ نمازِ عید سے پہلے نفل پڑھنا ممنوع ہے۔

وَقَالَ اَبُو الْمُعَلّٰى سَمِعْتُ سَعِيْدًا، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَرِهَ الصَّلٰوةَ قَبْلَ الْعِيْدِ.

اور ابو المعلیٰ نے کہا: میں نے سعید سے سنا، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی کہ نمازِ عید سے پہلے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۹۸۹ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عدی بن ثابت نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں

يَوْمَ الْفِطْرِ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا، وَمَعَهُ بِلَالٌ.

لے سعید بن جبیر سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نکلے، پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی، اس سے پہلے نماز پڑھی نہ اس کے بعد نماز پڑھی، اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔

الحمد للہ رب العلمین! اس حدیث پر ''کتاب العیدین'' ختم ہو گئی اور اب ان شاء اللہ ''کتاب الوتر'' شروع ہو گی، الہ العلمین! میری مغفرت فرمانا اور اس کتاب کو مکمل فرما دینا۔

❁❁❁❁❁

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۱۴ - کِتَابُ الْوِتْرِ
وتر کا بیان

۱ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوَتْرِ وتر کا بیان

ان ابواب میں وتر کے احکام کا بیان ہے' عیدین کے بعد وتر کا بیان شروع کیا ہے اور ان دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا ثبوت سنت سے ہے' قرآن مجید میں وتر کا ذکر ہے:

وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ○ (الفجر:۳) اور جفت اور طاق کی قسم○

۹۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ نَّافِعٍ' وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا سَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى' فَاِذَا خَشِيَ اَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَّاحِدَةً' تُوْتِرُ لَهٗ مَا قَدْ صَلّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع و عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے رات کی نماز کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: رات کی نماز دو' دو رکعت پڑھو پس جب تم میں سے کسی کو صبح کی نماز کا خوف ہو تو وہ (آخری دوگانہ کے ساتھ) ایک رکعت پڑھے تو وہ اس کی تمام رکعت کو طاق کر دے گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۷۲ میں گزر چکی ہے۔

ایک رکعت نمازِ وتر کے ردّ میں احادیث

امام شافعی رحمہ اللہ ایک رکعت نماز وتر کے قائل ہیں اور وہ اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے استدلال کرتے ہیں' ہم یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دُم کٹی نماز پڑھنے سے منع کیا ہے' اس لیے صرف ایک رکعت نماز وتر پڑھنا جائز نہیں ہے' اس لیے ہم اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ آپ آخری دوگانہ کے ساتھ ایک رکعت کو ملا کر اس نماز کو وتر کرتے تھے۔

امام ابن عبدالبر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دُم کٹی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص ایک رکعت وتر پڑھے۔ (تمہید ج ۵ ص ۲۵۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اور امام نسائی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وتر کی دو رکعتیں پڑھ کر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(سنن نسائی: ۱۶۹۴' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ)

تین رکعت نماز وتر کے ثبوت میں احادیث

ابو سلمہ بن عبد الرحمان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے کہا: رمضان ہو یا غیر رمضان' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے' آپ چار رکعات پڑھتے' ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' پھر چار رکعات پڑھتے' ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' پھر تین رکعات پڑھتے' حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں' آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۱۳' صحیح مسلم: ۷۳۸' سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱' سنن ترمذی: ۴۳۹' سنن نسائی: ۱۶۹۳)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین رکعات وتر پڑھتے تھے' پہلی رکعت میں سورۃ ''سبح اسم ربك الاعلٰی'' پڑھتے تھے' اور دوسری رکعت میں سورۃ ''قل یا ایها الکافرون'' پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں سورۃ ''قل هو الله احد'' پڑھتے تھے اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے اور وتر سے فارغ ہو کر تین مرتبہ ''سبحان الملك القدوس'' پڑھتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۲۳' سنن نسائی: ۱۶۹۵' سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین رکعات وتر پڑھتے تھے' پہلی رکعت میں سورۃ ''سبح اسم ربك الاعلٰی'' پڑھتے تھے' دوسری رکعت میں سورۃ ''قل یا ایها الکافرون'' پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں سورۃ ''قل هو الله احد'' پڑھتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۴۶۲' سنن نسائی: ۱۶۹۸' سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۲)

از محمد بن علی از والد خود از جد خود از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت ہے کہ آپ رات کو کھڑے ہوئے' آپ نے مسواک کی' پھر دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ سو گئے' پھر کھڑے ہوئے' پھر مسواک کی' پھر وضوء کیا' پس دو رکعت نماز پڑھی حتیٰ کہ چھ رکعت نماز پڑھی' پھر تین رکعات وتر پڑھے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ (صحیح مسلم: ۷۶۳' سنن ابوداؤد: ۵۸)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا' آپ کھڑے ہوئے' پس آپ نے وضوء کیا اور مسواک کی اور اس وقت آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے حتیٰ کہ آپ اس کی قراءت سے فارغ ہو گئے:

''اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ'' (آل عمران: ۱۹۰) پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ لوٹ کر سو گئے حتیٰ کہ میں نے آپ کے خراٹے سنے' پھر آپ کھڑے ہوئے' پس آپ نے وضوء کیا اور مسواک کی' پھر دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ سو گئے' پھر آپ کھڑے ہوئے' پس وضوء کیا اور مسواک کی' پھر دو رکعت نماز پڑھی اور تین رکعت وتر پڑھے۔ (سنن نسائی: ۱۷۰۲-۱۷۰۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو اٹھ کر آٹھ رکعات نماز پڑھتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور نماز فجر سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۷۰۳)

۹۹۱ - وَعَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوِتْرِ، حَتّٰى يَاْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهٖ.

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وتر کی ایک رکعت اور دو رکعت کے درمیان سلام پھیرتے تھے حتیٰ کہ اپنی کسی ضرورت کا حکم دیتے تھے۔

ایک رکعت وتر پڑھنے کی حدیث کا جواب

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

اس اثر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وتر کی ایک رکعت اور دو رکعت کے درمیان فصل کرتے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کا فعل ہے اور حضرت ابن عمر کا قول اس کے خلاف ہے اور قول فعل پر راجح ہوتا ہے' وہ قول یہ ہے:

عقبہ بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے وتر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: کیا تم دن کے وتر پہچانتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! وہ مغرب کی نماز ہے' انہوں نے فرمایا: تم نے سچ کہا' یا اچھا کہا' پھر کہا: ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے' ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وتر کے متعلق یا تہجد کی نماز کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: رات کی نماز دو' دو رکعت ہے' جب تمہیں صبح کا خوف ہو تو (آخری دوگانہ کے ساتھ) ایک رکعت ملا کر نماز کو وتر کرلو۔

(شرح معانی الآثار: ۱۶۲۷۔ ج ۱ ص ۳۶۲' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر نے فرمایا: کیا تم دن کے وتر کو پہچانتے ہو؟ اس کا معنی یہ ہے کہ وتر مغرب کی نماز کی مثل ہے اور مغرب کی نماز ایک سلام کے ساتھ تین رکعت ہے' حضرت ابن عمر کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک وتر بھی ایک سلام کے ساتھ تین رکعت ہے جس طرح مغرب کی نماز ہے' پھر اس کے بعد انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ حدیث بیان کی کہ جب تم کو صبح ہونے کا خوف ہو تو نماز کو ایک رکعت کے ساتھ وتر کرلو یعنی اس ایک رکعت سے پہلے جو دوگانہ پڑھا ہے' اس کے ساتھ اس ایک رکعت کو ملا کر اس کو وتر کرلو' اور اس معنی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

عامر شعبی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رات کو کتنی نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: تیرہ رکعات' آٹھ رکعت (تہجد) اور تین رکعت وتر پڑھتے اور فجر کا وقت شروع ہونے کے بعد دو رکعت (سنت فجر) پڑھتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۳۶۱' موطأ امام مالک۔ صلوۃ اللیل: ۱۰' مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۔ ۲۷)

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۳۱۰' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

ایک رکعت وتر کے ردّ میں مزید احادیث' اور صحابہ اور فقہاء تابعین کے آثار

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعت ہیں اور ان کے صرف آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۴' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ہشام بن الفاز بیان کرتے ہیں کہ مکحول تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب نے کہا کہ وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرا جاتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حماد بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابراہیم النخعی نے وتر کی دو رکعتوں میں سلام پھیرنے سے منع کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

زیاد بن ابی مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوالعالیہ اور خلاس سے وتر کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: اس کو اس طرح پڑھو

جس طرح مغرب کی نماز پڑھتے ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩٠٩ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٣٩ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ نے تین رکعت نماز وتر پڑھی اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩١٠ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٤٠ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩١١ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٤١ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩١٢ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٤٢ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

تین رکعت وتر کے ثبوت میں صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار

عبد الرحمن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: وتر مغرب کی نماز کی مثل تین رکعت ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٨٩ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٣٢ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف عبد الرزاق:٤٦٣٥ 'سنن دار قطنی ج ٢ ص ٢٨)

ابن سباق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رات کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دفن کیا' پھر مسجد میں داخل ہوئے' پس تین رکعات وتر پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٩١ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٢١ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٩٣ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٢٣ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عبد الرحمان بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تین رکعت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٩٤ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٢٤ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

زاذان ابی عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٩٥ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٢٥ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابو غالب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٩٦ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٢٦ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عثمان بن غیاث بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن زید کہتے تھے کہ وتر تین رکعت ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٩٩ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٢٩ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

طلق بن معاویہ بیان کرتے ہیں کہ علقمہ نے کہا: وتر تین رکعت ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩٠٠ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٣٠ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اسماعیل بن عبد الملک نے کہا کہ سعید بن جبیر تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩٠٥ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٣٥ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩١٣ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٤٢ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

زاذان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩١٤' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٤٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

٩٩٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ، وَهِيَ خَالَتُهُ، فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ، وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا، فَنَامَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ، أَوْ قَرِيبًا مِّنْهُ، فَاسْتَيْقَظَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ، ثُمَّ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ مِّنْ آلِ عِمْرَانَ، ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شَنٍّ مُّعَلَّقَةٍ، فَتَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَصَنَعْتُ مِثْلَهُ، فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ، فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي، وَأَخَذَ بِأُذُنِي يَفْتِلُهَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَوْتَرَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از مخرمہ بن سلیمان از کریب' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری اور وہ ان کی خالہ تھیں (حضرت ابن عباس نے کہا:) پس میں بستر کی چوڑائی میں سو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اہلیہ بستر کی لمبائی میں لیٹ گئے' پس آپ سو گئے حتیٰ کہ آدھی رات یا اس کے قریب ہو گئی' پس آپ بیدار ہوئے اور آپ چہرے پر ہاتھ پھیر کر نیند کو دور کر رہے تھے' پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی دس آیات پڑھیں' ایک مشک لٹکی ہوئی تھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف کھڑے ہوئے تھے پس آپ نے اس سے اچھی طرح وضوء کیا' پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' پس میں نے بھی اسی طرح کیا' پس میں آپ کے پہلو کی طرف کھڑا ہو گیا' آپ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے کان کو ملنے لگے' پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے وتر پڑھے' پھر آپ لیٹ گئے' حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن آیا' پس آپ نے کھڑے ہو کر دو رکعت (سنت فجر) پڑھیں' پھر آپ نے باہر نکل کر فجر کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٧ میں گزر چکی ہے۔

٩٩٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى، فَإِذَا أَرَدْتَّ أَنْ تَنْصَرِفَ فَارْكَعْ رَكْعَةً تُوتِرُ لَكَ مَا صَلَّيْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ ان کو عبدالرحمان بن القاسم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رات کی نماز دو' دو رکعت ہے' پس جب تم نماز سے مڑنے کا ارادہ کرو تو (آخری دوگانہ کے ساتھ ملا کر) ایک رکعت پڑھ لو وہ تمہاری تمام نماز کو وتر کر دے گا۔

قَالَ الْقَاسِمُ وَرَأَيْنَا أُنَاسًا مُنْذُ أَدْرَكْنَا، يُوتِرُونَ بِثَلَاثٍ، وَإِنَّ كُلًّا لَوَاسِعٌ، أَرْجُو أَنْ لَّا يَكُونَ بِشَيْءٍ

قاسم نے کہا: جب سے ہماری عقل پختہ ہوئی ہم نے لوگوں کو دیکھا ہے وہ تین رکعت وتر پڑھتے ہیں اور بے شک ہر طرح

مِنْهُ بَاْسٌ.

گنجائش ہے اور مجھے امید ہے ان میں سے کسی میں حرج نہیں ہے (یعنی خواہ ایک رکعت پڑھی جائے خواہ تین رکعت پڑھی جائے)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٧٢ اور ٩٩١ میں گزر چکی ہے۔

٩٩٤ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً' كَانَتْ تِلْكَ صَلٰوتَهُ' تَعْنِي بِاللَّيْلِ' فَيَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَاُ اَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ اٰيَةً قَبْلَ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهٗ' وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ' ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ' حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری از عروہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گیارہ رکعات پڑھتے تھے' ان کی مراد تھی رات کو' آپ اتنی دیر تک سجدہ کرتے جتنی دیر میں تم میں سے کوئی شخص پچاس آیتیں پڑھتا ہے' اس سے پہلے کہ آپ سجدہ سے سر اٹھاتے اور آپ نمازِ فجر سے پہلے دو رکعت پڑھتے' پھر آپ دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کے پاس نماز کے لیے مؤذن آتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٢٦ میں گزر چکی ہے۔

٢ - بَابُ سَاعَاتِ الْوِتْرِ

وتر پڑھنے کے اوقات

قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَوْصَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْوِتْرِ قَبْلَ النَّوْمِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ وصیت کی ہے کہ میں سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت کی ہے: (١) ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا (٢) چاشت کی نماز پڑھنا (٣) اور یہ کہ میں سونے سے پہلے وتر پڑھوں۔ (صحیح البخاری: ١٩٨١۔ ١١٧٨)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ وصیت اس لیے کی تھی کہ مبادا رات کو آنکھ نہ کھلے اور وتر رہ جائیں' اس لیے بہتر ہے کہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیے جائیں' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس شخص کو یہ خطرہ ہو کہ رات کے آخر میں وہ بیدار نہیں ہو سکے گا' وہ اوّل رات میں وتر پڑھ لے' پھر سو جائے اور تم میں سے جس کو یہ امید ہو کہ وہ رات کے آخر میں بیدار ہوگا' وہ رات کے آخر میں وتر پڑھے کیونکہ رات کے آخر میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور وہ وقت افضل ہے۔

(صحیح مسلم: ٧٥٥' سنن ترمذی: ٢١٧' سنن ابن ماجہ: ١١٨٧' مسند احمد ج ٣ ص ٣٨٩)

٩٩٥ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ' قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ اَرَاَيْتَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ' اُطِيْلُ فِيْهِمَا الْقِرَاءَةَ؟ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى' وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ' وَيُصَلِّي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن سیرین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: یہ بتایئے کہ ہم صبح کی نماز سے پہلے کی دو رکعت (سنت فجر) میں لمبی قراءت کر لیا کریں؟

الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ، وَكَانَ الْأَذَانَ بِأُذُنَيْهِ. قَالَ حَمَّادٌ أَيْ بِسُرْعَةٍ.

تو انہوں نے بتایا کہ نبی ﷺ رات کو دو، دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور ایک رکعت (کو ملا کر) وتر پڑھتے تھے اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے اور اذان آپ کے کانوں میں ہوتی تھی۔ حماد نے کہا: یعنی جلدی جلدی پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٤٧٢، اور ٩٩١ میں گزر چکی ہے۔

٩٩٦ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي مُسْلِمٌ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُلَّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَانْتَهٰى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے مسلم نے حدیث بیان کی از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں اور آپ کے وتر کی انتہاء سحری کے وقت میں تھی۔

(صحیح مسلم: ٧٤٥، الرقم المسلسل: ١٧٠٥، سنن ابوداؤد: ١٤٣٥، سنن ترمذی: ٤٥٦، سنن نسائی: ١٦٨٠، مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٢٨٦، مسند الحمیدی: ١٨٨، المنتقی: ٢٦٨، سنن بیہقی ج ٣ ص ٣٥، مسند احمد ج ٦ ص ٤٦ طبع قدیم، مسند احمد: ٢٤١٨٨، ج ٤٠ ص ٢٢١، موسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ٤٣٢٧)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عمر بن حفص النخعی الکوفی (٢) ان کے والد حفص بن غیاث بن طلق بن معاویہ ابوعمرو النخعی الکوفی (٣) سلیمان الاعمش (٤) مسلم بن صبیح ابوالضحیٰ الکوفی (٥) مسروق بن عبدالرحمان، ان کو ابن الاجدع کہا جاتا ہے اور یہ عبدالرحمٰن الکوفی کا لقب ہے (٦) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٣)

رات کے مختلف اوقات میں وتر پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

وتر کا کوئی مقرر اور معین وقت نہیں ہے کہ اس وقت کے سوا دوسرے وقت میں وتر پڑھنا جائز نہ ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے۔

متقدمین کا وتر کے وقت میں اختلاف رہا ہے، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عثمان بن عفان، حضرت ابوہریرہ اور حضرت رافع بن خدیج رات کے اوّل حصہ میں وتر پڑھتے تھے اور حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن مسعود، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین کی ایک جماعت رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھتی تھی، امام مالک، ثوری، فقہاء احناف اور جمہور علماء نے اسی کو مستحب قرار دیا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھنا مستحب ہے تو اس حدیث کی کیا توجیہ ہوگی جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی تھی کہ وہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کریں۔ (صحیح البخاری: 1981) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں، نبی ﷺ نے حضرت ابوہریرہ کو یہ اختیار دیا ہے کہ جب ان کو یہ خطرہ ہو کہ ان پر نیند غالب آ جائے گی تو وہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کریں تاکہ ان کے وتر یقینی طور پر ادا ہو جائیں، حضرت ابوقتادہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: اے ابوبکر! تم وتر کس وقت پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا: رات کے اوّل حصہ میں' اور حضرت عمر سے فرمایا: تم وتر کب پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا: رات کے آخری حصہ میں' آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: تم نے یقینی چیز پر عمل کیا ہے اور حضرت عمر سے فرمایا: تم نے اپنی قوت پر عمل کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۳۴) (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۶۳۳۔ ج ۲ ص ۴۵۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٣ - بَابُ اِيْقَاظِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلَهُ بِالْوِتْرِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے گھر والوں کو وتر کے لیے بیدار کرنا

٩٩٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِيْ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَاَنَا رَاقِدَةٌ، مُعْتَرِضَةٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ، فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ اَيْقَظَنِيْ فَاَوْتَرْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے بستر کی چوڑائی میں سو رہی تھی' پس جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھے بیدار کر دیتے' پھر میں وتر پڑھتی۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اپنی بیوی کو وتر کی نماز کے لیے بیدار کرنا مستحب ہے جب کہ وہ وتر پڑھنے سے پہلے سو گئی ہو اور اس میں وتر کی نماز کی تاکید کا ثبوت ہے اور اس آیت پر عمل ہے:

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ. (طٰہٰ: ۱۳۲) اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے۔

اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عورتوں پر بھی وتر کی نماز پڑھنا واجب ہے' اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابٌ لِيَجْعَلْ اٰخِرَ صَلٰوتِهٖ وِتْرًا

(رات کو) اپنی آخری نماز وتر کو بنانا چاہیے

٩٩٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از عبد اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ آپ نے فرمایا: رات کو اپنی آخری نماز وتر کو بناؤ۔

(صحیح مسلم: ۷۵۱' الرقم المسلسل: ۱۷۲۴' سنن ابوداؤد: ۱۴۳۸' سنن نسائی: ۱۶۸۰' مسند الطحاوی: ۴۰۲۰)

وتر کے واجب یا سنت ہونے میں ائمہ مذاہب کا اختلاف اور علامہ ابن بطال کے وجوب کے خلاف دلائل

اس حدیث میں امر کا صیغہ ہے: رات کو اپنی آخری نماز وتر کو بناؤ' اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وتر کی نماز پڑھنا واجب ہے۔

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

وتر کے واجب ہونے میں متقدمین کا اختلاف ہے' حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

کہ وتر سنت ہے' سعید بن المسیب' حسن بصری' شعبی اور ابن شہاب سے بھی اسی کی مثل مروی ہے اور یہی امام مالک' ثوری' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی اور عامۃ الفقہاء کا مذہب ہے۔

اور ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ وتر کی نماز واجب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: اے اہل القرآن! وتر پڑھو۔ (سنن ابوداؤد: ١٤١٦)

حضرت ابن مسعود اور حضرت حذیفہ سے بھی یہی مروی ہے اور یہی النخعی کا قول ہے' اور ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ وتر واجب ہے اور اس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وتر کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وتر حق ہے اور جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ ان فقہاء کا قول صحیح ہے جنہوں نے وتر کی نماز کو سنت کہا ہے کیونکہ سب کا اس پر اجماع ہے کہ فرض نمازیں صرف پانچ ہیں' اگر وتر بھی فرض ہوں تو فرض نمازیں چھ ہو جائیں گی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا: وتر حق ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ وتر کا سنت ہونا برحق ہے اور آپ نے یہ جو فرمایا ہے: جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے' یہ ترغیب کے لیے ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ہماری سنت پر عمل کرنے والا نہیں ہے اور ہماری اقتداء کرنے والا نہیں ہے' جیسے آپ نے فرمایا: جو خوش الحانی سے قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور آپ نے اس کلام سے اس کو اسلام سے نکالنے کا ارادہ نہیں کیا۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٥٧٦-٥٦٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ ابن بطال کے دلائل کے مصنف کی طرف سے جوابات

علامہ ابن بطال مالکی نے علامہ طبری سے یہ نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ فرض نمازیں پانچ ہیں' اگر وتر کو بھی فرض کہا جائے تو فرض نمازیں چھ ہو جائیں گی' یہ ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہم وتر کو فرض نہیں کہتے واجب کہتے ہیں۔

اور حدیث میں ہے: جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے' اس کا علامہ ابن بطال نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ اس طرح ہے جس طرح آپ نے فرمایا ہے: جو خوش الحانی سے قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے' علامہ ابن بطال کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے آپ نے فرمایا ہے: وتر حق ہے یعنی واجب ہے اور خوش الحانی کے متعلق آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ حق ہے یعنی واجب ہے' نیز آپ نے وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' اور اس تقریر سے علامہ ابن بطال کے جوابات ساقط ہو گئے۔

وتر کے وجوب پر احادیث اور آثار

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھو۔

(صحیح مسلم: ٧٥٤' سنن ترمذی: ٤٦٧' سنن نسائی: ١٦٨٣' مسند احمد ج ٣ ص ١٣٩)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اہل قرآن! وتر پڑھو کیونکہ اللہ وتر ہے' وتر کو پسند فرماتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ١٤١٦' سنن ترمذی: ١٦٧٤-٤٥٣' مسند احمد ج ١ ص ٨٦)

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے:

عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: وتر حق ہے'

جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے وتر حق ہے جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے وتر حق ہے جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد:۱۴۱۹ سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۷۰ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۷)

اس حدیث سے وتر کے وجوب پر اس طرح استدلال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شدید تاکیدات کے ساتھ فرمایا: جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص وتر سے سو گیا یا بھول گیا تو جب اس کو یاد آئے پس وہ وتر پڑھے یا جب وہ بیدار ہو تو وتر پڑھے۔ (سنن ابوداؤد:۱۴۳۱ سنن ترمذی:۴۶۵ سنن ابن ماجہ:۱۱۸۸ مسند احمد ج ۳ ص ۳۱)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وتر کی نماز کی قضاء کرنے کا حکم دیا ہے اور قضاء واجب کی ہوتی ہے سنت کی قضاء نہیں ہوتی۔

حضرت ابوالولید العدوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکل کر ہمارے پاس آئے اور فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے تم پر ایک نماز بڑھا دی ہے اور وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے اور وہ وتر ہے اور اس کو تمہارے لیے عشاء سے طلوع فجر تک کے وقت میں کر دیا ہے۔

(سنن ابوداؤد:۱۴۱۸ سنن ترمذی:۴۵۲ سنن ابن ماجہ:۱۱۶۸ مصنف ابن ابی شیبہ:۶۹۲۸ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ:۶۸۵۵ دارالکتب العلمیہ بیروت)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے تمہاری ایک نماز زیادہ کر دی ہے اور وہ وتر کی نماز ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۸۔۱۸۰ مصنف ابن ابی شیبہ:۶۹۲۹ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ:۶۸۵۶ دارالکتب العلمیہ بیروت مسند ابوداؤد الطیالسی:۲۲۶۳ سنن الدارقطنی ج ۲ ص ۳۱)

عطاء بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ابوایوب نے کہا: وتر حق ہے یا واجب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۶۹۳۰ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ:۶۸۵۹ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابراہیم بن میسرہ بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا کہ وتر واجب ہے اور وہ تم پر فرض نہیں کیا گیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۶۹۳۱ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ:۶۸۶۰ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۳ مصنف ابن ابی شیبہ:۶۹۳۲ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ:۶۸۶۱ دارالکتب العلمیہ بیروت)

مخبر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر مجھے سرخ اونٹ بھی مل جائیں تو میں وتر کو ترک کرنا پسند نہیں کرتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۶۹۳۳ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ:۶۸۶۲ دارالکتب العلمیہ بیروت مصنف عبدالرزاق:۴۵۷۸ کتاب الآثار لابی یوسف:۳۴۲ کتاب الآثار لامام محمد:۱۲۳ الحجۃ علی اہل المدینۃ:۲۶۰)

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وتر حق ہے جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد:۱۴۱۴ مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۷ مصنف ابن ابی شیبہ:۶۹۳۴ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ:۶۸۶۳ دارالکتب العلمیہ بیروت المستدرک ج ۱ ص ۳۰۵ تاریخ کبیر للبخاری:۱۲۴۵ الکامل لابن عدی: ج ۴ ص ۱۶۳۶ التلخیص الحبیر ج ۲ ص ۲۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ وتر ہے وتر سے محبت کرتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۶۹۳۵ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ:۶۸۶۴ دارالکتب العلمیہ بیروت مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۱۔۲۹۰ سنن دارمی:

۱۵۸۰، صحیح ابن خزیمہ:۱۰۷۱، صحیح البخاری:۶۴۱۰، صحیح مسلم:۲۰۶۲، سنن نسائی:۷۶۵۹، سنن ابن ماجہ:۳۸۶۱)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم:۱۶۵۲۔ ج ۲ ص ۴۶۴ پر مذکور ہے، وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٥ - بَابُ الْوِتْرِ عَلَى الدَّابَّةِ

سواری پر وتر پڑھنا

٩٩٩ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ أَسِيرُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِطَرِيقِ مَكَّةَ، فَقَالَ سَعِيدٌ فَلَمَّا خَشِيتُ الصُّبْحَ نَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ، ثُمَّ لَحِقْتُهُ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ أَيْنَ كُنْتَ؟ فَقُلْتُ خَشِيتُ الصُّبْحَ فَنَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ أَلَيْسَ لَكَ فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ؟ فَقُلْتُ بَلٰى وَاللّٰهِ، قَالَ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ عَلَى الْبَعِيرِ.

[اطراف الحدیث:۱۰۰۰۔۱۰۹۵۔۱۰۹۶۔۱۰۹۸۔۱۱۰۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابوبکر بن عمر بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب از سعید بن یسار، انہوں نے بیان کیا کہ میں رات کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستہ میں جا رہا تھا، پس سعید نے کہا: جب مجھے صبح ہونے کا خوف ہوا تو میں سواری سے اترا، پھر میں نے وتر پڑھے، پھر میں ان سے مل گیا، پس حضرت عبداللہ بن عمر نے پوچھا: تم کہاں تھے؟ میں نے کہا: مجھے صبح ہونے کا خوف ہوا تو میں نے سواری سے اتر کر وتر پڑھے، پس حضرت عبداللہ نے کہا: کیا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عمدہ نمونہ نہیں ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! اللہ کی قسم! انہوں نے کہا: پس بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹ پر وتر پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم:۷۰۰، الرقم المسلسل:۱۵۸۶، سنن ترمذی:۴۷۲، سنن نسائی:۱۶۸۴، سنن ابن ماجہ:۱۲۰۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۴، صحیح ابن خزیمہ:۱۲۶۷، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴، السنن الکبریٰ:۱۰۹۹۷، مسند ابویعلیٰ:۵۶۴۷، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰ طبع قدیم، مسند احمد:۴۷۱۴۔ ج ۸ ص ۳۳۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، مسند الطحاوی:۱۴۰۱۱)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابی اویس، ابو اویس کا نام عبداللہ ہے، یہ امام مالک بن انس کے بھانجے ہیں (۲) امام مالک بن انس (۳) ابوبکر بن عمر، ابن حبان نے کہا: یہ ثقہ ہیں، ابوحاتم نے کہا: ان میں کوئی حرج نہیں (۴) سعید بن یسار ابوالحباب، یہ علماء مدینہ میں سے ہیں، یہ ۱۱۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۹)

سواری پر وتر پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے کہا ہے: یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت ہے کیونکہ وہ وتر کو واجب قرار دیتے ہیں اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ بغیر عذر کے فرض نماز کو سواری پر پڑھنا جائز نہیں ہے، اور اگر وتر فرض ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر عذر کے وتر سواری پر نہ پڑھتے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ مجاہد نے یہ نقل کیا ہے کہ میں حضرت ابن عمر کے ساتھ تھا، وہ سفر میں دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اور سواری کی پشت پر نوافل پڑھتے تھے اور فجر سے پہلے زمین پر اتر کر وتر پڑھتے تھے اور ابراہیم النخعی نے کہا: وہ اپنے اونٹ

پر نماز پڑھتے تھے اونٹ کا منہ جس طرف بھی ہو سوا فرض اور وتر کے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کے فعل میں امام ابوحنیفہ کی کوئی دلیل نہیں ہے' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عمر نے فضیلت کے حصول کے لیے زمین پر اتر کر وتر پڑھے ہوں' نہ اس لیے کہ وتر ان کے نزدیک واجب تھے کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عمر نے اپنے اونٹ پر وتر پڑھے ہیں' حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی اسی کی مثل کرتے تھے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت ابن عمر کے سواری سے اتر کر وتر پڑھنے کی کیا وجہ تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کے علم میں یہ مقرر تھا کہ نفل سواری پر پڑھنا بھی جائز ہے اور سواری سے اتر کر زمین پر پڑھنا افضل ہے اور یہ فقہاء احناف کے خلاف حجت ہے۔

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اتباع میں سواری پر وتر پڑھنے چاہئیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

سواری پر وتر پڑھنے کے منسوخ ہونے کا بیان

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری پر وتر پڑھتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۴۲۵)

امام طحاوی فرماتے ہیں: ایک قوم کا یہ مذہب ہے کہ مسافر کے لیے سواری پر وتر پڑھنا جائز ہے جیسا کہ باقی نوافل کا سواری پر پڑھنا جائز ہے' اور دوسرے فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں ہے جیسا کہ فرائض کو سواری پر پڑھنا جائز نہیں ہے اور وتر کو سواری سے اتر کر زمین پر پڑھنا چاہیے اور ان کی دلیل یہ احادیث ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سواری پر نماز پڑھتے تھے اور وتر زمین پر پڑھتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۴۲۷)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں اپنے اونٹ پر نماز پڑھتے تھے' وہ جس طرف بھی منہ کرے اور سحری کے وقت سواری سے اتر کر وتر پڑھتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۴۲۸)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سواری پر وتر پڑھتے تھے اور بعض اوقات سواری سے اتر کر زمین پر وتر پڑھتے تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۲۴۳۱)

امام طحاوی فرماتے ہیں: یہ ہوسکتا ہے کہ مجاہد نے حضرت ابن عمر کو زمین پر وتر پڑھتے ہوئے دیکھا ہو اور یہ نہ جانا ہو کہ سواری پر وتر پڑھنے کے متعلق ان کا مذہب کیا ہے' لہٰذا انہوں نے یہ روایت کر دی کہ حضرت ابن عمر نے سواری سے اتر کر زمین پر وتر پڑھے' اور اس سے ان کے سواری پر وتر پڑھنے کی نفی نہیں ہوتی اور ہمارے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وتر کو مؤکد اور واجب قرار دینے سے پہلے سواری پر وتر پڑھے ہوں اور جب آپ نے وتر کو واجب قرار دے دیا تو پھر اس کو ترک کرنے کی اجازت نہیں دی اور اس کی دلیل یہ احادیث ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے سامنے بستر کے عرض میں لیٹی ہوئی تھیں' جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو آپ ان کو ایک طرف ہونے کا اشارہ کرتے اور فرماتے: یہ وہ نماز ہے' جس کو (میرے کہنے سے) تم نے زیادہ کر دیا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۴۳۲)

خارجہ بن حذافہ العدوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ نے ایک نماز کے ساتھ تمہاری امداد کی ہے جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے' عشاء کی نماز سے طلوع فجر تک وہ وتر ہے' وتر ہے۔

(شرح معانی الآثار: ۲۴۳۴)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے یہ خبر دی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ نے تمہاری ایک نماز زیادہ کر دی ہے' پس اس کو عشاء سے صبح تک پڑھو' وہ وتر ہے' وتر۔ (شرح معانی الآثار: ۲۴۳۶)

امام طحاوی فرماتے ہیں: پس نبی ﷺ نے وتر کو مؤکد فرما دیا اور کسی کو اس کے ترک کرنے کی اجازت نہیں دی' اور اس سے پہلے اس کی اس طرح تاکید نہیں تھی' پس ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر نے جو روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سواری پر وتر پڑھے' وہ اس کو مؤکد کرنے اور واجب قرار دینے سے پہلے کا واقعہ ہو' پھر بعد میں آپ نے اس کو مؤکد کر دیا اور سواری پر وتر پڑھنے کو منسوخ کر دیا' پس جس طرح جو شخص قیام کی طاقت رکھتا ہو وہ زمین پر بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا' اسی طرح جو شخص سواری سے اترنے کی طاقت رکھتا ہو اس کے لیے سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں ہے اور اس جہت سے میرے نزدیک سواری پر وتر پڑھنا منسوخ ہو گیا اور یہ امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۵۴۔ ۵۵۲ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

سواری پر وتر پڑھنے کے عدم جواز کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ میں نے قاسم سے پوچھا کہ ایک شخص سواری پر وتر پڑھتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان کا کہنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمین پر وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

قاسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمین پر وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

بکر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اتر کر زمین پر وتر پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم النخعی نے کہا کہ وہ لوگ سواریوں پر نماز پڑھتے تھے خواہ ان کا منہ کسی طرف ہو' سوائے فرض اور وتر کے' وہ ان کو زمین پر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ہشام بن عروہ نے بیان کیا کہ عروہ اپنی سواری پر نماز پڑھتے خواہ اس کا منہ کسی طرف ہو اور جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اترتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۹۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابوالمہزھاز نے کہا: ضحاک جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اتر کر پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۹۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ہارون بن ابراہیم کہتے ہیں: میں نے حسن بصری سے سوال کیا: کیا میں سواری پر نماز پڑھوں؟ انہوں نے کہا: سواری پر نماز پڑھو' میں نے سوال کیا: سواری پر وتر بھی پڑھوں؟ انہوں نے کہا: نہیں' اور کہا: ابن سیرین زمین پر وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۹۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

* شرح صحیح مسلم میں اس بحث کے یہ عنوان ہیں: ① وتر کے حکم میں مذاہب ائمہ ② وجوب وتر پر احناف کے مؤید دلائل ③ ائمہ

ثلاثہ کے دلائل کا جواب۔ شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۹- ۴۷۴-۴۴

٦ - بَابُ الْوِتْرِ فِي السَّفَرِ

سفر میں وتر پڑھنا

١٠٠٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ، يُومِئُ إِيمَاءً، صَلٰوةَ اللَّيْلِ إِلَّا الْفَرَائِضَ، وَيُوتِرُ عَلَى رَاحِلَتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے خواہ اس کا منہ جس طرف بھی ہو آپ اشارے سے رات کی نماز پڑھتے تھے ماسوا فرائض کے اور وتر اپنی سواری پر پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

٧ - بَابُ الْقُنُوتِ قَبْلَ الرُّكُوعِ وَبَعْدَهُ

رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھنا

١٠٠١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، قَالَ سُئِلَ أَنَسٌ أَقَنَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصُّبْحِ ؟ قَالَ نَعَمْ. فَقِيلَ لَهُ أَوَقَنَتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ؟ قَالَ بَعْدَ الرُّكُوعِ يَسِيرًا.

[اطراف الحدیث: ۱۰۰۲- ۱۰۰۳- ۱۳۰۰- ۲۸۰۱- ۲۸۱۴- ۳۰۶۴- ۳۱۷۰- ۴۰۸۸- ۴۰۹۰- ۴۰۹۱- ۴۰۹۲- ۴۰۹۳- ۴۰۹۴- ۴۰۹۵- ۴۰۹۶- ۶۳۹۴- ۷۳۴۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ان سے کہا گیا: کیا رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: رکوع کے بعد تھوڑے دن دعائے قنوت پڑھی ہے۔

(صحیح مسلم: ۶۷۷، الرقم المسلسل: ۱۵۱۸، سنن ابوداؤد: ۱۴۴۴، سنن نسائی: ۱۰۷۱، سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۴، جامع المسانید لابن جوزی: ۶۷۶، ۳، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۲۵۶)

امام بخاری نے اس باب میں دعائے قنوت پڑھنے کے متعلق چار حدیثیں روایت کی ہیں۔

حافظ عبدالرحمان بن شہاب الدین ابن رجب الحنبلی المتوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی ہے اور یہ دعا آپ نے رکوع کے بعد پڑھی ہے اور تھوڑا عرصہ پڑھی ہے یعنی ہمیشہ نہیں پڑھی نہ زیادہ عرصہ پڑھی ہے آپ نے اس طرح صرف تھوڑا عرصہ پڑھی ہے۔ اس کی تفصیل اس کے بعد والی حدیث میں آ رہی ہے۔

١٠٠٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوتِ، فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقُنُوتُ. قُلْتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ؟ قَالَ قَبْلَهُ. قَالَ فَإِنَّ فُلَانًا أَخْبَرَنِي عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ! فَقَالَ كَذَبَ، إِنَّمَا قَنَتَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت کے متعلق سوال کیا، انہوں نے کہا: قنوت (مشروع) ہے، میں نے پوچھا: رکوع سے پہلے یا

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا، أُرَاهُ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ، زُهَاءَ سَبْعِيْنَ رَجُلًا، إِلٰى قَوْمٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ دُوْنَ أُولٰئِكَ، وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ، فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُوْا عَلَيْهِمْ.

رکوع کے بعد؟ انہوں نے کہا: رکوع سے پہلے۔ عاصم نے کہا: فلاں شخص نے مجھے آپ سے یہ خبر نقل کی ہے کہ آپ نے رکوع کے بعد کہا ہے، حضرت انس نے کہا: اس نے جھوٹ بولا، رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد صرف ایک مہینہ قنوت پڑھی ہے، میرا گمان ہے کہ آپ نے ایک قوم کو مشرکین کی طرف بھیجا تھا جن کو قرّاء کہا جاتا تھا، وہ تقریباً ستر شخص تھے، یہ مشرک ان مشرکین کے علاوہ تھے جن کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان صلح کا معاہدہ تھا، رسول اللہ ﷺ ان کے خلاف ایک ماہ تک دعائے ضرر کرتے رہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) مسدد (٢) عبدالواحد بن زیاد (٣) عاصم بن سلیمان الاحول (٤) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵)

حدیث مذکور کی تفصیل

امام بخاری نے اس حدیث کی زیادہ تفصیل درج ذیل روایت میں کی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رِعل، ذکوان، عصیہ اور بنولحیان (قبائل عرب) نے اپنے دشمن کے خلاف رسول اللہ ﷺ سے مدد طلب کی، آپ نے ستر انصار کو ان کی مدد کے لیے بھیجا، ہم ان کو ان کے زمانہ میں القراء کہتے تھے، وہ دن میں لکڑیاں کاٹتے تھے اور رات کو نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ جب وہ قراء بیر معونہ میں پہنچے تو ان قبائل نے ان کو قتل کر دیا اور عہد شکنی کی، نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں قنوت پڑھی، آپ بعض قبائل عرب کے خلاف دعائے ضرر کرتے رہے، رعل، ذکوان، عصیہ اور بنولحیان کے خلاف۔ حضرت انس نے کہا: ہم نے قرآن مجید میں ان کے متعلق یہ آیت پڑھی، پھر اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی، وہ یہ آیت ہے:

بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا إِنَّا لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا.

ہماری قوم کو یہ خبر پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی، وہ ہم سے راضی ہو گیا اور اس نے ہم کو راضی کر دیا۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے ایک ماہ تک صبح کی نماز میں قنوت پڑھی، آپ بعض قبائل عرب کے خلاف دعاء ضرر کرتے رہے، رعل، ذکوان، عصیہ اور بنولحیان کے خلاف۔

ایک سند کے ساتھ روایت میں یہ اضافہ ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: یہ ستر انصار بیر معونہ میں قتل کر دیئے گئے تھے۔

(صحیح البخاری: ۴۰۹۰)

رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ قنوت میں اختلاف ہے، فقہاء صحابہ کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے گی، یہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابوموسیٰ، حضرت البراء، حضرت انس اور حضرت ابن عباس کا مذہب ہے، ابن ابی لیلیٰ اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔

فقہاء صحابہ کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھی جائے گی' یہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی کا مذہب ہے' اور حضرت انس نے کہا: دعاء قنوت رکوع سے پہلے بھی پڑھی جاتی تھی اور رکوع کے بعد بھی' اور یہی امام احمد کا قول ہے اور ''المدونۃ'' میں مذکور ہے کہ صبح کی نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھنے میں وسعت ہے اور امام مالک کے نزدیک خصوصیت کے ساتھ رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنا مستحب ہے' امام شافعی کے نزدیک صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا سنت ہے اور جب مسلمانوں کو حاجت ہو تو تمام نمازوں میں قنوت پڑھی جائے۔

امام طحاوی نے کہا: ان سے پہلے کسی نے اس طرح نہیں کہا' کیونکہ نبی ﷺ آخر حیات تک کفار سے جہاد کرتے رہے اور آپ نے نمازوں میں قنوت نہیں پڑھی۔

فقہاء صحابہ کی ایک اور جماعت نے یہ کہا ہے کہ کسی فرض نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی جائے گی' یہ حضرت عمر' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر کا مذہب ہے اور حضرت ابن عمر نے کہا: یہ بدعت ہے' اور قتادہ اور ابراہیم نے کہا: حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے فرائض میں قنوت نہیں پڑھی حتیٰ کہ وہ دنیا سے چلے گئے۔

علقمہ نے کہا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی جائے گی' طاؤس کا بھی اسی کی مثل قول ہے اور یہی فقہاء کوفہ اور لیث کا قول ہے' فقہاء کوفہ نے کہا: دعاء قنوت صرف وتر میں پڑھی جائے گی' ان کی دلیل یہ ہے کہ ابو مالک اشجعی نے کہا: میں نے اپنے والد سے پوچھا: آپ نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی کے پیچھے نماز پڑھی ہے' کیا یہ لوگ قنوت پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! اے میرے بیٹے! یہ بدعت ہے۔

امام طبری نے کہا: صحیح یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قراء کی شہادت پر ایک ماہ یا اس سے زیادہ ہر فرض نماز میں قنوت پڑھی' پھر اس کو ترک کر دیا' اور صبح کی نماز میں آپ کا قنوت پڑھنا ثابت ہے' اور یہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ہمیشہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے حتیٰ کہ دنیا سے چلے گئے۔

ربیع بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے قنوت کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا آپ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ ہمیشہ قنوت پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

ہمارے نزدیک ان حدیثوں میں تعارض نہیں ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ جب بھی مسلمانوں پر ایسی مصیبت آئی جیسے بیر معونہ میں قراء پر مصیبت آئی تھی تو اس وقت قنوت پڑھنا مستحب ہے حتیٰ کہ مسلمانوں سے وہ مصیبت دور ہو جائے' جس طرح نبی ﷺ نے اس وقت قنوت پڑھی تھی اور حضرت ابوہریرہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ جب ان لوگوں نے آکر توبہ کی تو نبی ﷺ نے ان کے خلاف دعا ترک کر دی تھی اور حضرت انس نے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی تھی۔

امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب بھی کسی کے حق میں دعا کرتے یا کسی کے خلاف دعا کرتے تو قنوت پڑھتے' اور اسود نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر جب جنگ کرتے تو قنوت پڑھتے اور جب جنگ نہیں کرتے تو قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

امام طبری نے کہا: اگرچہ ہم یہ کہتے ہیں کہ مصیبت کے وقت قنوت پڑھنا مستحب ہے لیکن ہم یہ نہیں کہتے کہ اگر کسی نے عمداً قنوت کو ترک کر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی یا اس پر سجدۂ سہو لازم آئے گا' کیونکہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس نے قنوت کو ترک کر دیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی' اگر اس نے قنوت پڑھی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کے فعل کے موافق عمل کیا اور اگر اس

نے قنوت ترک کی تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رخصت پر عمل کیا کیونکہ آپ بعض اوقات قنوت پڑھتے تھے اور بعض اوقات قنوت کو ترک کر دیتے تھے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو تعلیم دی ہے کہ انہیں قنوت کے پڑھنے اور نہ پڑھنے میں اختیار ہے۔ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بعض اوقات رفع یدین کیا ہے اور بعض اوقات رفع یدین نہیں کیا اور جس صحابی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس وقت جو کرتے ہوئے دیکھا اس کے مطابق خبر دی اور ہر صحابی صادق ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ امام مالک نے رکوع سے پہلے قنوت پڑھنے کو اختیار کیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ نیند سے بیدار ہونے والے اس رکعت کو پالیں جس سے ان کو نماز مل جاتی ہے' اسی وجہ سے صبح کی نماز میں قیام طویل ہوتا ہے۔

دوسروں نے کہا: حضرت انس نے جو اس شخص کو جھوٹا کہا' جس نے ان سے یہ روایت کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع کے بعد قنوت پڑھتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ رکوع کے بعد قنوت نہیں پڑھی تھی' صرف ایک ماہ پڑھی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھی ہے۔

المہلب نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ محفوظ نہیں ہے کہ آپ مغرب کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے ہیں بلکہ آپ نے اس کو مغرب میں نہیں پڑھا' اگر آپ نے مغرب کی نماز میں قنوت کو پڑھا ہوتا تو اس کو بہت لوگ نقل کرتے' حضرت ابوبکر سے روایت ہے کہ وہ مغرب کی تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد قنوت پڑھتے تھے' امام شافعی نے اس کو مستحب کہا ہے' امام مالک نے کہا: ہمارا اس پر عمل نہیں ہے کیونکہ یہ روایت ہے کہ لوگ رمضان کے وتر میں کفار پر لعنت کرتے تھے' امام مالک نے المدونۃ میں کہا ہے کہ ہمارا اس روایت پر عمل نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ٦٦٦۔ ٦٦٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قنوت کے متعلق متعارض اقوال نقل کیے ہیں' یہ بھی نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھی جائے گی اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک کسی فرض نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی جائے گی' ہو سکتا ہے ان میں اس طرح تطبیق ہو کہ جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھی جائے گی اور جب وہ مصیبت دور ہو جائے تو پھر دعاء قنوت نہیں پڑھی جائے گی۔

رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٨٤' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩١٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' اتحاف الخیرۃ: ٢٤٢٠' المطالب العالیہ: ٦٤١' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۳۲' سنن بیہقی ج ۳ ص ٤١)

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رکوع سے پہلے وتر میں دعاء قنوت پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٧٢' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٠٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عبدالرحمان بن الاسود اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٧٥' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٠٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود وتر کے سوا کسی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے اور وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٨٦' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٠٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ اسود وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٧٩ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٠٧ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اسماعیل بن عبد الملک بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٨٢ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩١٠ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اصحاب وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٨٣ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩١١ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ وہ وتر کے بعد قنوت پڑھتے تھے۔ (٦٩٧٣) اس کا محمل یہ ہے کہ فجر کی نماز کے متعلق اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھنا وتر کے متعلق ہے۔

دعاء قنوت کے متعلق احادیث

عن الحسن بن علی قال علمنی جدی صلی اللہ علیہ وسلم کلمات اقولهن فی قنوت الوتر اللهم اهدنی فیمن هدیت' وعافنی فیمن عافیت' وتولنی فیمن تولیت' وبارك لی فیما اعطیت' وقنی شر ما قضیت' فانك تقضی ولا یقضی علیك' انه لا یذل من والیت' تبارکت ربنا وتعالیت.

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میرے نانا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چند کلمات کی تعلیم دی' جن کو میں وتر کے قنوت میں پڑھتا ہوں: اے اللہ! مجھے ان میں ہدایت دے جن کو تو نے ہدایت دی ہے اور مجھے ان میں عافیت سے رکھ جن کو تو نے عافیت سے رکھا ہے' اور مجھے ان میں محبت سے رکھ جن سے تو نے محبت کی ہے' اور تو نے مجھ کو جو عطا کیا ہے اس میں مجھے برکت دے اور جن چیزوں کو تو نے مقدر کیا ہے مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھ' بے شک تو حکم دیتا ہے اور تجھ پر حکم نہیں کیا جاتا' اور جس کا تو والی ہو وہ رسوا نہیں ہوتا' اے ہمارے رب! تو بابرکت ہے اور تو بلند ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٦١ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٩٠ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' سنن ابن ماجہ: ١١٧٨ ' الآحاد والمثانی: ٤١٧' مسند ابویعلیٰ: ٦٧٣٢ ' المعجم الکبیر: ٢٧٠٣ ' کتاب الدعاء: ٧٤٣ ' مصنف عبدالرزاق: ٤٩٨٥ ' مسند احمد ج ١ ص ٢٠٠ ' سنن ابوداؤد: ١٤٢٠ ' سنن ترمذی: ٤٦٤ ' المستدرک ج ٣ ص ١٧٢ ' مسند ابوداؤد الطیالسی: ١١٧٩ ' سنن دارمی: ١٥٩١)

دعاء قنوت کی دوسری حدیث یہ ہے:

''حدثنا ابن فضیل' عن عطاء بن السائب' عن ابی عبد الرحمن قال علمنا ابن مسعود ان نقرأ فی القنوت اللهم انا نستعینك ونستغفرك ونثنی علیك الخیر ولا نكفرك' ونخلع ونترك من یفجرك' اللهم ایاك نعبد' ولك نصلی ونسجد' والیك نسعی ونحفد' نرجو رحمتك' ونخشی عذابك' ان عذابك الجد بالكفار ملحق''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٦٥ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٩٣ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

یہ دعا اس عبارت سے بھی مروی ہے:

عن عبید بن عمیر قال صلیت خلف عمر بن الخطاب الغداة ' فقال فی قنوته اللهم انا نستعینك'

عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی' انہوں نے اپنے قنوت میں پڑھا:

ونستغفرك' ولثنى عليك الخير' ولا نكفرك' ونخلع ونترك من يفجرك' اللهم اياك نعبد' ولك نصلى ونسجد' واليك نسعى ونحفد' نرجو رحمتك' ونخشى عذابك' ان عذابك بالكفار ملحق. (مصنف ابن ابی شیبہ: ٧١٠٠' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٠٢٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

پڑھا: اے اللہ! ہم تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں اور تجھ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور نیکی کے ساتھ تیری تعریف کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے اور جو تیری نافرمانی کرے ہم اس سے قطع تعلق کرتے ہیں اور اس کو چھوڑتے ہیں' اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے لیے ہی نماز پڑھتے ہیں' اور سجدہ کرتے ہیں' اور تیری ہی طرف دوڑتے ہیں اور تیری ہی اطاعت کرتے ہیں اور تیری رحمت کی امید رکھتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں' بے شک تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا ہے۔

یہ قنوت حضرت علی رضی اللہ سے بھی مروی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧١٠٢' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٠٣٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

١٠٠٣ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ' عَنِ التَّيْمِيِّ' عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ' عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَنَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا' يَدْعُوْا عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از تیمی از ابی مجلز از حضرت انس رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھی' آپ رعل اور ذکوان کے خلاف دعا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٠١ میں گزر چکی ہے۔

١٠٠٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ' عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ' عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ الْقُنُوْتُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ' انہوں نے کہا: قنوت مغرب اور فجر میں تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٩٨ میں گزر چکی ہے۔

صبح کی نماز میں دعائے قنوت نہ پڑھنے کے متعلق احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابو مالک اشجعی روایت کرتے ہیں: میں نے اپنے والد سے کہا: اے میرے والد! آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے' کیا آپ نے ان میں سے کسی کو دیکھا کہ وہ نماز میں دعاء قنوت پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! یہ بدعت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٠٣٤' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٦١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' سنن ابن ماجہ: ١٢٤١' المعجم الکبیر: ٨١٧٩)

عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٠٣٥' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٦٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عرفجہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٠٣٩، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٦٦، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٠٤٣، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٧٠، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے صبح کی نماز پڑھائی اور قنوت نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٠٤٤، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٧١، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

طلحہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٠٤٧، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٧٤، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھی، آپ ان لوگوں کے خلاف دعا کرتے تھے جنہوں نے آپ کے ان اصحاب کو قتل کر دیا تھا، جن کو قراء کہا جاتا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٠٥٤، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٨١، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ابو بشر نے کہا: سعید بن جبیر صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٠٥٨، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٨٥، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عبید اللہ اور سلیمان نے کہا: ابراہیم النخعی امام تھے اور وہ فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٠٦٧، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٩٤، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

فجر اور مغرب کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد، امام عبد اللہ بن المبارک، امام احمد، اسحاق اور لیث بن سعد فرض نماز میں قنوت پڑھنے کو جائز نہیں قرار دیتے تھے اور جن احادیث میں فجر اور مغرب کی نماز میں قنوت پڑھنے کا ذکر ہے، وہ اس آیت سے منسوخ ہیں:

لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ○ (آل عمران: ١٢٨)

اس میں آپ کا کوئی اختیار نہیں کہ اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے یا ان کو عذاب دے کیونکہ وہ یقیناً ظالم ہیں○

(عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣٤، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

* اس بحث میں شرح صحیح مسلم کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(١) قنوت نازلہ پڑھنے کا محل اور اس کا استحباب (٢) قنوت نازلہ (٣) قنوت نازلہ میں مذاہب (٤) احناف کا مذہب (٥) احناف کے دلائل (٦) بعض شارحین کا تسامح (٧) قنوت نازلہ اجتہادی ہے (٨) متاخرین احناف (٩) زندہ کافروں کے لیے لعنت کا عدم جواز (١٠) قنوت فجر میں مذاہب (١١) شافعیہ اور مالکیہ کا استدلال اور اس کا جواب (١٢) ''لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ'' (آل عمران: ١٢٨) کی تحقیق (١٣) اصحاب بیر معونہ (١٤) علم رسالت پر اعتراض کا جواب (١٥) منکرین حدیث کے اعتراض کا جواب۔

یہ بحث، شرح صحیح مسلم ج ٢ ص ٣١٤ سے لے کر ٣٣٢ پر مذکور ہے۔

''کتاب الوتر'' کا اختتام

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا محمد سید المرسلین وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ

وذریتہ وامتہ اجمعین.

آج ۴ ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ/ ۲۴ مارچ ۲۰۰۷ء کو" کتاب الوتر "ختم ہو گئی' الہ العالمین! اس تحریر کو قبول فرما اور اس کتاب کو مکمل فرما دے اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ اور تلامذہ کی' میرے محبین اور قارئین کی مغفرت فرما۔

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

١٥ - كِتَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ
بارش طلب کرنے کا بیان

یہ ابواب بارش طلب کرنے کے احکام کے بیان میں ہیں ''الاستسقاء'' کا معنی ہے: پینے کا پانی طلب کرنا' یعنی شہروں اور بندوں پر بارش کے نزول کو طلب کرنا۔

١ - بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ' وَخُرُوْجِ النبیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

بارش کو طلب کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بارش طلب کرنے کے لیے نکلنا

١٠٠٥ - **حَدَّثَنَا** اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ' عَنْ عَبَادِ بْنِ تَمِيْمٍ' عَنْ عَمِّهٖ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِيْ' وَحَوَّلَ رِدَاءَهٗ. [اطراف الحدیث:١٠١١-١٠١٢-١٠٢٣-١٠٢٤-١٠٢٥-١٠٢٦-١٠٢٧-١٠٢٨-٦٣٤٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن ابی بکر از عباد بن تمیم از عم خود انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے' آپ بارش کو طلب کرنے کی دعا کرتے تھے اور آپ نے اپنی چادر کو پلٹا۔

(صحیح مسلم:٨٩٤' الرقم المسلسل:٢٠٣٦' سنن ابوداؤد:١١٦٧' سنن ترمذی:٥٥٦' سنن نسائی:١٥١٠' سنن ابن ماجہ:١٢٦٧' السنن الکبریٰ:١٨٢٥' صحیح ابن خزیمہ:١٤٠٧' مصنف عبدالرزاق:٤٨٩٠' سنن بیہقی ج٣ص٣٥٠' سنن دارقطنی ج٢ص٦٧' الاستذکار:٩٩٢٨' مسند الحمیدی:٤١٦' موطأ امام مالک۔ العمل فی الاستسقاء:١' مسند احمد ج٤ص٣٩ طبع قدیم' مسند احمد:١٦٤٣٢۔ج٢٦ص٣٦٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابونعیم' یہ الفضل بن دکین ہیں (٢) سفیان ثوری (٣) عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم قاضی المدینہ (٤) عباد بن تمیم بن زید بن عاصم الانصاری المازنی (٥) ان کے چچا حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم بن کعب بن عمر الانصاری رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج٧ص٣٥)

حافظ صفی الدین متوفی ٩٢٣ھ نے حضرت عبداللہ بن زید کے متعلق لکھا ہے: یہ صحابی ہیں' ان سے متعدد احادیث مروی ہیں' ان کی آٹھ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' امام بخاری صرف ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں' ان کو واقعہ حرہ میں شہید کر دیا گیا تھا۔ (خلاصہ تذھیب تہذیب الکمال ج٢ص٦٩' تہذیب التہذیب ج٥ص٢٢٣' تقریب التہذیب:٣٣٤٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

نمازِ استسقاء پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جب بارش نازل نہ ہو اور مسلمان قحط کا شکار ہوں تو بارش کی طلب کے لیے گھروں سے نکل کر عیدگاہ کی طرف جانا اور بارش کی دعا کرنا جائز ہے' اور نماز استسقاء میں اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: مسلمانوں پر بارش کے نہ ہونے سے جو مصیبت آئی ہے اس کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے عاجزی اور تضرع سے اور گڑگڑا کر دعا کرنی چاہیے اور اگر امام نے مسلمانوں کو نصیحت کرنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرانے کے لیے خطبہ دیا تو یہ بھی جائز ہے اور بارش کی طلب کے لیے نماز پڑھنا معروف نہیں ہے' امام ابوحنیفہ نے باب مذکور کی حدیث سے استدلال کیا ہے کیونکہ اس میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' مغیرہ نے ابراہیم النخعی سے نقل کیا ہے کہ وہ ایک مرتبہ بارش کی طلب کے لیے نکلے' جب وہ دعا سے فارغ ہو گئے تو لوگ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' ابراہیم نے نماز نہیں پڑھی اور لوٹ آئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۴۳۰)

اور باقی فقہاء اور امام ابویوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ استسقاء میں دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے کیونکہ نبی ﷺ سے دو رکعت نماز استسقاء پڑھنا ثابت ہے اور جن راویوں نے اس میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں کیا' وہ حجت نہیں ہے بلکہ جن راویوں نے نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے ان کی روایت اولیٰ ہے کیونکہ یہ حدیث میں وہ زیادتی ہے جس کو قبول کرنا واجب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

بارش کی دعا کے وقت چادر پلٹنے کا طریقہ اور اس کی حکمت

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے چادر کو پلٹا۔

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی التوفی ۳۸۸ ھ لکھتے ہیں:

چادر پلٹنے کی صفت میں اختلاف ہے' امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ چادر کا اوپر کا حصہ نیچے کر دے اور نیچے کا حصہ اوپر کر دے اور چادر کا جو حصہ دائیں کندھے پر ہے اس کو بائیں کندھے پر کر دے اور جو حصہ بائیں کندھے پر ہے اس کو دائیں کندھے پر کر دے' اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ چادر کی دائیں جانب کو بائیں جانب کر دے اور بائیں جانب کو دائیں جانب کر دے اور امام مالک کا قول بھی اس کے قریب ہے۔ (معالم السنن ج ۱ ص ۲۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

چادر کے پلٹنے میں حکمت یہ ہے کہ چادر کو پلٹ کر مسلمان اپنے حالات کو بدلنے کی نیک فال نکالیں تاکہ اللہ تعالیٰ قحط کو مسلمانوں سے پلٹ دے' اور گویا کہ مسلمان یوں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! جس چیز کو پلٹنا ہمارے اختیار میں ہے ہم اس کو پلٹ رہے ہیں اور چادر کو پلٹ رہے ہیں' سو جس چیز کو پلٹنا ہمارے اختیار میں نہیں ہے اس کو تو پلٹ دے اور ہماری خشک سالی کو اور قحط کو بارش' زرخیزی اور خوش حالی سے بدل دے اور ہم اپنے گناہوں پر توبہ کرتے ہیں اور معصیت اور گناہ آلود زندگی کو اطاعت اور فرماں برداری اور نیکی سے بدلتے ہیں' اللہ العٰلمین! ہمیں توفیق دے کہ ہم اس عزم پر قائم رہیں اور ہماری توبہ کو قبول فرما اور بارش نازل کر کے ہماری خشک سالی کو خوش حالی سے بدل دے! (آمین)

استسقاء میں باجماعت نماز کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ استسقاء میں استغفار اور دعا ہے اور اس میں جماعت کے ساتھ

نماز پڑھنا مسنون نہیں ہے' کیونکہ اس حدیث میں نماز کا ذکر نہیں ہے' صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر لوگ الگ الگ نماز پڑھیں پھر بھی جائز ہے' اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک سنت یہ ہے کہ امام دو رکعت نماز جماعت کے ساتھ اس طرح پڑھائے جس طرح عید کی نماز پڑھی جاتی ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' المحیط میں امام ابو یوسف کا قول امام ابوحنیفہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے سوا کسی نے یہ نہیں کہا کہ استسقاء میں جماعت کے ساتھ نماز سنت نہیں ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ یہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ ابراہیم النخعی نے بھی امام ابوحنیفہ کے قول کی مثل کہا ہے' چادر کو پلٹنے کا وقت ہمارے نزدیک خطبہ کے شروع میں ہے' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک دونوں خطبوں کے بعد امام چادر کو پلٹے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۷-۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

استسقاء میں نماز نہ پڑھنے کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار

ابو مروان اسلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کے ساتھ بارش کو طلب کر رہے تھے' حضرت عمر نے استغفار کرنے پر کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۴۳۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ بارش کو طلب کرنے کے لیے نکلے' پس انہوں نے یہ آیت پڑھی:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ○ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ○ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ○ (نوح: ۱۲-۱۱)

تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو بے شک وہ بہت مغفرت کرنے والا ہے ○ وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش بھیجے گا ○ اور تمہاری مال اور بیٹوں سے مدد فرمائے گا اور وہ تمہارے لیے (بارش سے) باغات اُگائے گا اور تمہارے لیے دریا جاری کر دے گا ○

یہ آیت پڑھ کر حضرت عمر منبر سے اتر گئے' پس لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! کاش! آپ بارش کی دعا کرتے' حضرت عمر نے کہا: میں نے آسمان کے ان آلات سے بارش کو طلب کیا ہے جن سے بارش نازل کی جاتی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۴۳۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اسلم العجلی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ لوگ بارش کی طلب کے لیے نکلے' ابراہیم بھی ان کے ساتھ نکلے' جب لوگ دعا سے فارغ ہو گئے تو وہ نماز پڑھنے لگے اور ابراہیم واپس آ گئے اور انہوں نے ان کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۴۴۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم ان کے ساتھ بارش کو طلب کرنے کے لیے گئے' مغیرہ نے نماز پڑھی' ابراہیم نے جب ان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو واپس آ گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۴۴۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

نماز استسقاء کے متعلق امام ابوحنیفہ کے موقف کی وضاحت

امام ابوحنیفہ نے نوح: ۱۱ سے استدلال کیا ہے کہ بارش کو طلب کرنے کے لیے اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں پر معافی طلب کی جائے کیونکہ بندوں کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان سے بارش کو روک لیتا ہے اور جب وہ اپنے گناہوں کی معافی

مانگ لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر موسلا دھار بارش نازل فرما دے گا' اور ان احادیث سے استدلال کیا ہے کہ جب نبی ﷺ سے خطبہ جمعہ کے دوران ایک اعرابی نے بارش کے لیے دعا کرنے کی درخواست کی تو آپ نے صرف بارش کے نزول کی دعا کی اور باجماعت نماز استسقاء نہیں پڑھائی' سو اسی وقت بارش شروع ہو گئی اور اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی اور تمام ندی نالے بھر گئے اور جل تھل ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۱۰۳۳-۱۰۲۹-۱۰۲۱-۱۰۱۸-۱۰۱۵-۱۰۱۳)

اس کے علاوہ دیگر احادیث میں بھی تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بارش کے لیے صرف دعا کی اور نماز استسقاء نہیں پڑھائی۔ (صحیح البخاری: ۱۰۳۱-۱۰۲۲)

اس لیے امام ابوحنیفہ کے نزدیک بارش طلب کرنے کے لیے نماز استسقاء پڑھنا سنت لازمہ نہیں ہے' لازم صرف دعا اور استغفار کرنا ہے البتہ نماز استسقاء پڑھنا سنت مشروعہ ہے جیسا کہ اس باب کی احادیث میں ان شاء اللہ عنقریب آئے گا۔

۲ - بَابُ دُعَاءِ النبِيّ صَلی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلمَ اِجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوْسُفَ

نبی ﷺ کی کفار کے متعلق یہ دعا: اے اللہ! ان پر ایسے سال ڈال دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں کفار پر ڈالے تھے

یعنی جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں کفار پر شدت ڈالی تھی اور ان سے بارش روک لی تھی اور ان پر قحط نازل کیا تھا' ایسی شدت اس زمانہ کے کافروں پر بھی نازل فرما' پھر جب کفار کے خلاف دعاء ضرر کا ذکر کیا تو مسلمانوں کے حق میں دعاء خیر کا بھی ذکر فرمایا۔

١٠٠٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرحْمٰنِ، عَنْ اَبِی الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ اَن النبِی صَلی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلمَ كَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الركْعَةِ الْاٰخِرَةِ يَقُوْلُ اَللّٰهُم اَنْجِ عَياشَ بْنَ اَبِی رَبِيْعَةَ، اَللّٰهُم اَللّٰهُم اَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، اَللّٰهُم اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ، اَللّٰهُم اَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَللّٰهُم اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ، اَللّٰهُم اجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِی يُوْسُفَ. وَاَن النبِی صَلی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلمَ قَالَ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا، وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ. قَالَ ابْنُ اَبِی الزنَادِ، عَنْ اَبِيْهِ هٰذَا كُلُّهٗ فِی الصُّبْحِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مغیرہ بن عبد الرحمان نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ جب آخری رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے' اے اللہ! اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے' اے اللہ! الولید بن الولید کو نجات دے' اے اللہ! کمزور مؤمنوں کو نجات دے' اے اللہ! مضر پر اپنی گرفت کو سخت کر' اے اللہ! ان پر ایسے سال مسلط کر دے جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط کے سال تھے اور نبی ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! قبیلۂ غفار کی مغفرت کر دے اور اے اللہ! قبیلۂ اسلم کو سلامت رکھ۔ ابن ابی الزناد نے اپنے والد سے روایت کی کہ یہ سب صبح کی نماز میں تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۹۷ میں گزر چکی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے خلاف دعاء ضرر کرنا تو آپ کی رحمت کی خلاف ہے

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ نبی ﷺ تو رؤف رحیم اور رحمۃ للعلمین ہیں تو کفار کے خلاف دعاء ضرر کرنا اور ان پر قحط کے

سال مسلط کرنے کی دعا کرنا تو آپ کی شان کے موافق نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو صرف رحمت ہیں اور اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے' پس جب قحط کے سال نازل کرنا اللہ تعالیٰ کے رحمٰن ہونے کے خلاف نہیں ہے تو قحط کی دعا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کے خلاف کیسے ہوسکتا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی کو نعمت دینا بھی اس پر رحمت ہے اور کسی کو نعمت کا سبب فراہم کر دینا بھی اس پر رحمت ہے' جن تمام کافروں کے لیے آپ نے دعاءِ ضرر کی ہے' ان سب کو پہلے آپ نے جنت کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی دائمی نعمتوں کی طرف بلایا اور مکہ مکرمہ میں مسلسل تیرہ سال ان کو اللہ تعالیٰ کی دائمی نعمتوں اور اس کی رحمت اور رضوان کی طرف بلاتے رہے' لیکن وہ اپنی سرکشی اور تکبر میں غرق رہے اور رسول اللہ کی دعوت کو قبول نہیں کیا' اور انہوں نے مسلمانوں کو اپنی مدد کے لیے اور دین سیکھنے کے لیے بلایا اور ان کو شہید کر دیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خلاف دعاءِ ضرر کی کیونکہ آپ نے نورِ نبوت سے جان لیا تھا کہ یہ لوگ اسلام لانے والے نہیں ہیں' بس جیسے کوئی شخص سورج کے سامنے آنکھیں بند کر لے تو وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ سورج مجھے روشنی نہیں پہنچا رہا' اسی طرح ان لوگوں نے آپ کی نعمتوں اور رحمت سے اپنا حصہ لینے سے انکار کر دیا' سو اب یہ لوگ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں آپ کی رحمت سے کوئی حصہ نہیں ملا۔

۱۰۰۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اَبِی الضُّحٰی، عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ کُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ، فَقَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَاٰی مِنَ النَّاسِ اِدْبَارًا، قَالَ اَللّٰهُمَّ سَبْعٌ کَسَبْعِ یُوْسُفَ. فَاَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ کُلَّ شَیْءٍ، حَتّٰی اَکَلُوا الْجُلُوْدَ وَالْمَیْتَةَ وَالْجِیَفَ، وَیَنْظُرَ اَحَدُهُمْ اِلَی السَّمَاءِ فَیَرَی الدُّخَانَ مِنَ الْجُوْعِ. فَاَتَاهُ اَبُوْ سُفْیَانَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ، اِنَّكَ تَاْمُرُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَبِصِلَةِ الرَّحِمِ، وَاِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَکُوْا، فَادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ﴾ (الدخان: ۱۰) اِلٰی قَوْلِهٖ ﴿عَآئِدُوْنَ○ یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْکُبْرٰی﴾ (الدخان: ۱۶-۱۵). فَالْبَطْشَةُ یَوْمَ بَدْرٍ، وَقَدْ مَضَتِ الدُّخَانُ، وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ وَاٰیَةُ الرُّوْمِ. [اطراف الحدیث: ۱۰۲۰-۴۶۹۳-۴۷۶۷-۴۷۷۴-۴۸۰۹-۴۸۲۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی الضحیٰ از مسروق' انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے بتایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کی اسلام سے روگردانی دیکھی تو آپ نے ان کے لیے یہ دعا ضرر کی: اے اللہ! ان کو سات سال تک کے لیے قحط میں مبتلا کر دے' جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں سات سال قحط پڑا تھا' پس قحط نے ان کو اس طرح پکڑا کہ ہر چیز فنا ہوگئی' حتیٰ کہ ان لوگوں نے چمڑا' مردار اور مرے ہوئے جانور تک کھا لیے' ان میں سے کوئی شخص آسمان کی طرف دیکھتا تو اسے بھوک کی شدت سے دھواں نظر آتا' پھر ابوسفیان نے آپ کے پاس آکر کہا: اے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ اللہ کی اطاعت اور اقرباء پروری کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے' سو آپ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے نبی! اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان سے ایک واضح دھواں ظاہر ہوگا○ (الدخان:۱۰) (الیٰ قولہ) (کفر کی طرف) لوٹنے والے ہو○ جس دن ہم انہیں سختی سے پکڑیں گے۔ (الدخان:۱۶-۱۵) حضرت ابن مسعود نے بتایا کہ سخت پکڑ تو بدر کے دن تھی' اور دھواں'

پکڑ' لزام اور آیت روم گزر چکی ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۹۸، الرقم المسلسل: ۶۹۳۲، سنن ترمذی: ۳۲۵۴، السنن الکبریٰ: ۱۱۴۸۱، المعجم الکبیر: ۹۰۴۷، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۹۳، مسند الحمیدی: ۱۱۶، مشکل الآثار: ۴۲۰۔۴۱۹، صحیح ابن حبان: ۶۵۸۵، دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۳۶۹، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۳۲۵۔ ۳۲۴، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۳۶۱۳۔ ج ۶ ص ۱۰۷۔ ۱۰۶، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

مشکل الفاظ کے معانی اور حدیث مذکور کا خلاصہ

اس حدیث میں ''ادبارًا'' کا لفظ مذکور ہے' اس کا معنی ہے: پیٹھ پھیرنا' یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھا کہ قریش اسلام قبول کرنے میں تاخیر کر رہے ہیں اور آپ کی دعوت سے منہ موڑ رہے ہیں۔

''سبعًا'' یعنی ان کے اوپر شدت اور قحط کے ایسے سات سال کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں شدت اور قحط کے سات سال تھے۔

''حصت کل شیء'' یعنی زمین کا سبزہ اور اس کی پیداوار جڑ سے اکھڑ گئی اور خالی زمین نظر آنے لگی۔

''الجیف'' یہ ''الجیفة'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: مردہ کا جسم۔

الدخان: ۱۲ میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے پاس ایسا دھواں آئے گا جس سے عام لوگوں کا دم گھٹ جائے گا اور مؤمنوں کی ایسی حالت ہو جائے گی جیسی زکام میں ہوتی ہے۔ یہ دھواں مشرق اور مغرب کو بھر لے گا اور چالیس دن تک رہے گا' اس دھوئیں سے کافر بے ہوش ہو جائیں گے' اور ان کے نتھنوں' کانوں اور مقعد سے دھواں خارج ہوگا اور مؤمنوں کی زکام کی سی کیفیت ہو گی' اس دھوئیں کے متعلق دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ گزر چکا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ان علامات میں سے ہے جو قرب قیامت میں ظاہر ہوں گی۔

''اللزام'' اس کی تفسیر میں اختلاف ہے' امام ابن ابی حاتم نے کہا: اس سے مراد غزوۂ بدر میں کفار کو قتل کرنا ہے' علامہ قرطبی نے کہا: ''البطشة'' اور ''اللزام'' کا معنی واحد ہے۔ حسن بصری نے کہا: ''اللزام'' سے مراد قیامت کا دن ہے' ایک قول یہ ہے کہ تمہارے گناہ تم پر لازم رہیں گے' مسروق نے حضرت ابن مسعود سے یہ روایت کی ہے کہ پانچ چیزیں گزر چکی ہیں: ''الدخان' اللزام' روم' البطشة'' اور ''القمر''۔

''اية الروم'' اس کی تفسیر یہ ہے کہ جب فارس اور روم میں جنگ ہوئی تو مسلمان یہ پسند کرتے تھے کہ رومی فارس پر غالب ہوں کیونکہ رومی اہل کتاب تھے' اور کفار یہ پسند کرتے تھے کہ فارس رومیوں پر غالب ہوں کیونکہ فارس مجوسی تھے اور کفار بت پرست تھے' پھر حضرت ابوبکر اور ابوجہل نے باہم شرط لگائی اور انہوں نے آپس میں سات سال کی مدت طے کی' قرآن مجید میں ہے:

غُلِبَتِ الرُّوْمُ○فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ○فِي بِضْعِ سِنِيْنَ. (الروم: ۳۔۲)

رومی مغلوب ہو گئے ہیں○ نزدیک کی زمین پر اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہو جائیں گے○ چند سال میں ہی۔

حضرت ابوبکر نے ''بضع'' (چند) سے مراد سات سال لیے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بضع'' کا لفظ نو تک مراد لیا جاتا ہے' تم مدت اور رقم دونوں کو زیادہ کر دو' حضرت ابوبکر نے ایسا کر دیا' پھر رومی غالب آ گئے اور اس سے مسلمان خوش ہوئے' شعبی نے کہا: اس وقت جوا حلال تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۳۔ ۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ہماری تحقیق کے مطابق یہ روایت صحیح نہیں ہے' اس کی تفصیل سورۃ الروم کی ابتدائی آیتوں کی تفسیر میں تبیان القرآن میں دیکھیں۔

٣ - بَابُ سُوَالِ النَّاسِ الْإِمَامَ الْإِسْتِسْقَاءَ إِذَا قَحَطُوا

جب قحط پڑ جائے تو لوگوں کا امام سے بارش طلب کرنے کا سوال کرنا

١٠٠٨ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ أَبِي طَالِبٍ.

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

[طرف الحدیث:١٠٠٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوقتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ ابوطالب کے اس شعر کو پڑھتے تھے: وہ گورے شخص جن کے چہرے کے وسیلہ سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے' جو یتیموں کا سہارا ہیں اور بیواؤں کے سرپرست ہیں۔

(سنن ابن ماجہ: ١٢٧٢' مسند احمد ج ٢ ص ٩٣ طبع قدیم' مسند احمد: ٥٦٧٣- ج ٩ ص ٤٨٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: جن کے چہرے کے وسیلہ سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ ابوطالب کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپ کے چہرے سے بارش طلب کی جاتی ہے؟

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابوطالب نے یہ کیسے کہا کہ آپ کے چہرے کے وسیلہ سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے' حالانکہ ابوطالب نے یہ کبھی نہیں دیکھا کہ آپ سے بارش طلب کی گئی' آپ سے صرف ہجرت کے بعد بارش طلب کی گئی تھی' پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ابوطالب نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے قریش کے لیے بارش کی دعا کی تھی' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے اور اس وقت آپ کم سن تھے' اس اعتراض کے جواب میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابوطالب نے اس شعر سے آپ کی مدح کی ہے کیونکہ ان کے خیال میں آپ اس شان کے تھے کہ آپ کے چہرے کے وسیلہ سے بارش کے حصول کی دعا کی جاتی' ہر چند کہ انہوں نے اس کے وقوع کا مشاہدہ نہیں کیا تھا۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ ابوطالب کے اس شعر میں یہ دلیل ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ کی نبوت کو پہچانتے تھے کیونکہ شام کے سفر میں ابوطالب نے دیکھا تھا کہ بحیراء راہب نے آپ کے متعلق پیش گوئی کی تھی' لیکن اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ امام ابواسحاق نے یہ کہا ہے کہ ابوطالب نے یہ شعر آپ کی بعثت کے بعد کہا تھا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جب ابوطالب کو آپ کی بعثت سے پہلے بحیراء راہب کی پیش گوئی سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں تو انہوں نے آپ کی بعثت کے بعد یہ شعر کہا ہو تو اس میں کون سا استبعاد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٧ ص ٤٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

١٠٠٩ - وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا سَالِمٌ، عَنْ أَبِيْهِ رُبَّمَا ذَكَرْتُ قَوْلَ الشَّاعِرِ، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلٰى وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِيْ، فَمَا يَنْزِلُ حَتّٰى يَجِيْشَ كُلُّ مِيْزَابٍ

اور عمر بن حمزہ نے کہا: ہمیں سالم نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: بسا اوقات مجھے شاعر کا یہ قول یاد آتا جب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کی طرف دیکھتا آپ بارش طلب کرتے اور ابھی آپ منبر سے نہیں اترتے تھے حتیٰ کہ ہر پرنالہ زور وشور سے

وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ
وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ طَالِبٍ.

بہہ رہا ہوتا تھا' اور وہ شعر یہ تھا: وہ گورے شخص جن کے وسیلہ سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے' جو یتیموں کا سہارا ہیں اور بیواؤں کے سرپرست ہیں۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث:١٠٠٨ میں گزر چکی ہے۔

١٠١٠ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ' عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُثَنّٰى' عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ' عَنْ اَنَسٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ اِذَا قُحِطُوْا اِسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ' فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِيْنَا' وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا' قَالَ فَيُسْقَوْنَ.

[طرف الحدیث:٣٧١٠] (صحیح ابن خزیمہ:١٤٢١)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبد اللہ الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد عبد اللہ بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی از ثمامہ بن عبد اللہ بن انس از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ جب لوگوں پر قحط پڑا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے بارش طلب کی اور یہ دعا کی: اے اللہ! ہم تیری طرف اپنے نبی کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے تو پس تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب ہم تیری طرف اپنے نبی کے چچا کے وسیلہ کو پیش کر رہے ہیں' سو تو ہم پر بارش نازل فرما' پھر ان پر بارش نازل ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر ذواتِ قدسیہ کے وسیلہ کا جواز

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے: ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' پس کہنے لگا: یارسول اللہ! ہم آپ کے پاس آئے ہیں' ہمارا اونٹ بھوک سے بلبلا رہا ہے اور بچے بھوک سے رو رہے ہیں' پھر یہ شعر پڑھا:

ولیس لنا الّا الیک فرارنا وابن فرار الناس الّا الی الرسل

ہم بھاگ کر صرف آپ کے پاس ہی آ سکتے ہیں اور لوگ بھاگ کر صرف رسولوں کے پاس ہی آ سکتے ہیں

امام عبد الرزاق نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے عید گاہ میں نماز پڑھائی' پھر حضرت عباس سے کہا: آپ کھڑے ہو کر بارش کی طلب کے لیے دعا کریں' پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر دعا کی۔

امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ مالک الداری سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں پر قحط پڑ گیا' پس ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر گیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش طلب کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں' پھر اس شخص سے خواب میں یہ کہا گیا کہ تم عمر کے پاس جاؤ۔ (الحدیث)

سیف نے فتوح میں ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے یہ خواب دیکھا تھا وہ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ تھے' جو صحابی ہیں۔

الزبیر بن بکار نے "الانساب" میں اس واقعہ کو اپنی سند سے روایت کیا ہے اور بتایا ہے کہ کس وقت حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے وسیلہ سے دعا کی تھی' حضرت عمر نے دعا میں کہا: اے اللہ! ہر مصیبت کسی گناہ کی وجہ سے آتی ہے اور ہر مصیبت صرف توبہ سے دور ہوتی ہے' اور یہ قوم اس مصیبت میں میرے پاس آئی ہے کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ میرا تیرے نبی کے نزدیک کیا

مقام تھا' اور ہم نے تیری طرف اپنے گناہ گار ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں اور توبہ کے ساتھ اپنی پیشانیاں تیرے حضور جھکائی ہوئی ہیں' تو ہم پر بارش نازل فرما! پھر پہاڑوں کی مثل آسمان پر بادل امڈ آئے اور اتنی بارش ہوئی کہ زمین سرسبز ہوگئی اور لوگ خوش حال ہو گئے۔

زید بن اسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ قحط کے سال میں حضرت عمر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کی اور حضرت عمر نے خطبہ میں کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت عباس کا اس طرح احترام کرتے تھے جس طرح اولاد اپنے والد کا احترام کرتی ہے' پس اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم کے بارے میں آپ کی اقتداء کرو اور ان کو اللہ تعالیٰ کے پاس وسیلہ بناؤ' پس وہ ابھی وہاں سے روانہ نہ ہوئے تھے کہ بارش ہوگئی۔ امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ قحط کا یہ سال ۱۸ ھ میں تھا۔ حضرت عباس کے اس قصہ سے یہ معلوم ہوا کہ اہل صلاح' اہل خیر اور اہل بیت نبوت سے شفاعت طلب کرنا مستحب ہے اور اس حدیث میں حضرت عباس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت ہے اور حضرت عمر کا حضرت عباس کے لیے تواضع کرنا ہے اور ان کے حق کا اعتراف کرنا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۳۷-۵۳۶' ملخصاً' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث سے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جس طرح نیک اعمال کا وسیلہ پیش کرنا مستحب ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نیک حضرات کا وسیلہ پیش کرنا بھی جائز اور مستحب ہے' بعض بدعقیدہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا نہیں کی بلکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کی' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ نہیں تھے ورنہ وہ آپ کے وسیلہ سے دعا کرتے۔ ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زندہ ہونے پر تو بہت دلائل ہیں جس کو ہم متعدد بار پیش کر چکے ہیں' حضرت عمر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے اس لیے دعا کی تھی تاکہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ جس طرح آپ کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے' اسی طرح آپ کے اہل بیت اور اقرباء کے وسیلہ سے بھی دعا قبول ہوتی ہے۔

چنانچہ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسّل جائز نکلا' جب کہ اس کو نبی سے کوئی تعلق ہو قرابت حسّیہ کا یا قرابت معنویّہ کا۔ تو توسّل بالنبی کی ایک صورت یہ بھی نکلی' اور اہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کے لیے حضرت عمر نے حضرت عباس سے توسّل کیا' نہ اس لیے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وفات کے بعد توسّل جائز نہ تھا' جب کہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے اور چونکہ اس توسّل پر کسی صحابی سے نکیر منقول نہیں' اس لیے اس میں اجماع کے معنی آ گئے۔

(نشر الطیب ص ۳۰۳-۳۰۲' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ سے استمداد کا ثبوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زندہ ہونے پر یہ واضح دلیل ہے کہ حضرت بلال بن حارث مزنی آپ کی قبر پر گئے اور آپ سے خطاب کیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش طلب کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں' پھر خواب میں حضرت بلال بن حارث سے یہ کہا گیا کہ عمر کے پاس جاؤ اور ان پر میرا اسلام پڑھو اور ان کو یہ خبر دو کہ تم پر عنقریب بارش ہوگی' اور ان سے کہو کہ تم فہم سے کام لو' پھر حضرت بلال بن حارث' حضرت عمر کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی تو حضرت عمر نے کہا: اے میرے رب! میں صرف اسی کام کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوتا ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۶۶۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱۲ ص ۳۲' ادارۃ القرآن)

امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے بھی اس حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ تاریخ کبیر: ۱۲۹۴۔ ج ۷ ص ۱۸۲' کتاب الجرح والتعدیل:

۴۴ ۹ ھ' امام ابن عساکر متوفی ۵۷۱ ھ نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے' ج ۶۰ ص ۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے' البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۶۷' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ ھ' حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو امام بیہقی کی روایت سے بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

٤ - بَابُ تَحْوِيْلِ الرِّدَاءِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

استسقاء میں چادر کو پلٹنا

۱۰۱۱ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَسْقٰى فَقَلَبَ رِدَاءَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبردی از محمد بن ابی بکر از عباد بن تمیم از عبد اللہ بن زید' بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے لیے دعا کی اور چادر کو پلٹا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۱۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي بَكْرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيْمٍ يُحَدِّثُ اَبَاهُ، عَنْ عَمِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلَى الْمُصَلّٰى، فَاسْتَسْقٰى، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، وَقَلَبَ رِدَاءَهٗ، وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُوْلُ هُوَ صَاحِبُ الْاَذَانِ، وَلٰكِنَّهٗ وَهْمٌ، لِاَنَّ هٰذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَاصِمِ الْمَازِنِيُّ الْاَنْصَارِيُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے عباد بن تمیم سے سنا' وہ اپنے والد سے حدیث بیان کرتے ہیں از عم خود حضرت عبد اللہ بن زید کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف نکلے' پس آپ نے بارش طلب کی' پس قبلہ کی طرف منہ کیا اور چادر کو پلٹا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ ابو عبد اللہ نے کہا: ابن عیینہ یہ کہتے تھے کہ یہ عبد اللہ بن زید صاحب الاذان ہیں لیکن یہ وہم ہے کیونکہ یہ عبد اللہ بن زید بن عاصم المازنی الانصاری ہیں۔

نماز استسقاء کے طریقہ کے متعلق احادیث اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام ابن حبان نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز استسقاء پڑھنے کے لیے نکلنا رمضان ۶ ھ میں تھا۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش طلب کی' قبلہ کی طرف منہ کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔

اس سلسلہ میں حسب ذیل مفصل احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز استسقاء کے متعلق بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے کام کاج کے کپڑے پہنے ہوئے عاجزی اور گڑگڑا کر دعا کرتے ہوئے گھر سے نکلے حتیٰ کہ عیدگاہ پر آئے' پھر منبر پر چڑھے اور تمہارے اس خطبہ کی طرح خطبہ نہیں دیا لیکن آپ مسلسل دعا کرتے رہے' گڑگڑا کر دعا کرتے رہے اور تکبیر پڑھتے رہے' پھر اس طرح دو رکعت نماز پڑھائی جس طرح نماز عید پڑھائی جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۶۵' سنن ترمذی: ۵۵۸' سنن نسائی: ۱۵۲۰' سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۶' مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بارش کی دعا کرتے تھے' پھر انہوں نے ہاتھ بلند کیے اور اپنی ہتھیلیوں کو زمین کی جانب رکھا حتیٰ کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔ (صحیح مسلم: ۹۸۵' سنن ابوداؤد: ۱۱۷۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ شکایت کی کہ بارش نہیں ہو رہی ہے اور قحط پڑ رہا ہے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید گاہ میں منبر رکھنے کا حکم دیا اور لوگوں سے وعدہ کر لیا کہ وہ فلاں دن عید گاہ جائیں' حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت نکلے جب سورج کا کنارہ ظاہر ہو چکا تھا' پس آپ منبر پر بیٹھ گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ اکبر پڑھا اور اللہ عزوجل کی حمد کی' پھر فرمایا: تم لوگوں نے اپنے شہروں کی قحط سالی کی اور بارش میں تاخیر کی شکایت کی ہے' حالانکہ اللہ عزوجل نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہ تم اللہ سے دعا کرو اور تم سے اس نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہاری دعا قبول فرمائے گا' پھر آپ نے تلاوت کی: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے' حساب کے دن کا مالک ہے' اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ جو ارادہ کرتا ہے سو کرتا ہے' اے اللہ! تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' تو غنی ہے اور ہم فقراء ہیں' تو ہم پر بارش نازل فرما اور جو تو ہمارے لیے نازل کرے اس کو ہمارے لیے قوت اور ایک مدت تک زندہ رہنے کا ذریعہ بنا دے' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور ان کو بلند کیے رکھا حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو گئی' پھر آپ نے لوگوں کی طرف پیٹھ کی' اور اپنی چادر کو پلٹا اور اس وقت آپ نے اپنے ہاتھ بلند کیے ہوئے تھے' پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور منبر سے اتر کر دو رکعت نماز پڑھائی' پھر اللہ نے اپنے اذن سے ایک بادل پیدا کیا' وہ کڑکا اور چمکا' پھر برسا' آپ ابھی اپنی مسجد تک نہیں پہنچے تھے کہ تمام نالے بہنے لگے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کی اس جلدی کو دیکھا تو آپ ہنسنے لگے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں' پھر آپ نے فرمایا: بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۷۳)

نماز استسقاء کا وقت وہی ہے جو عیدین کی نماز کا وقت ہے' نماز استسقاء کی پہلی رکعت میں سورۃ ''سبح اسم ربك الاعلٰی'' پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۃ ''هل اتاك حديث الغاشية'' پڑھے اور اس میں بلند آواز سے قراءت کرے' حدیث میں ہے:

عباد بن تمیم اپنے چچا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو نماز استسقاء پڑھانے کے لیے لے گئے' آپ نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی اور ان میں بلند آواز سے قراءت کی' اپنی چادر کو پلٹا' طلب بارش کی دعا کی اور قبلہ کی طرف منہ کیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۱۶۱' سنن ترمذی: ۵۵۶' سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۷' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک صلوٰۃ استسقاء میں نماز سنت مسنونہ نہیں ہے کیونکہ بہت احادیث میں ہے کہ آپ نے استسقاء میں صرف استغفار کیا اور دعا کی اور نماز نہیں پڑھی اور جن احادیث میں آپ کے نماز استسقاء پڑھنے کا ذکر ہے' ان کا جواب یہ ہے کہ آپ نے کئی مرتبہ نماز پڑھی اور کئی مرتبہ نماز نہیں پڑھی اور اس سے کسی فعل کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت نہیں ہوتا' اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ استسقاء کے لیے نماز پڑھنا جائز ہے۔

۵- بَابُ اِنْتِقَامِ الرَّبِّ عَزَّوَجَلَّ مِنْ خَلْقِهِ بِالْقَحْطِ اِذَا انْتُهِكَتْ مَحَارِمُهُ

جب اللہ کی حدود کو پامال کیا جائے تو رب عزوجل کا قحط طاری کر کے اپنی مخلوق سے انتقام لینا

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے لیکن اس کے تحت کوئی حدیث ذکر نہیں کی' ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کو اس عنوان کے تحت اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہ ملی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا مانع پیش آیا ہو کہ وہ اس باب کے مناسب کوئی حدیث نہ ذکر کر سکے ہوں۔

٦- بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ

جامع مسجد میں بارش طلب کرنا

اس باب سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ نماز استسقاء پڑھنے کے لیے عید گاہ میں جانا ضروری نہیں ہے' کیونکہ اصل مقصود

تو صحرا میں نماز پڑھنا ہے تا کہ زیادہ لوگ شریک ہو سکیں اور جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے بھی یہ مقصود پورا ہو جاتا ہے۔

۱۰۱۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ نَمِرٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَذْكُرُ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ وُجَاهَ الْمِنْبَرِ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ قَائِمٌ يَخْطُبُ، فَاسْتَقْبَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلَكَتِ الْمَوَاشِىْ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللّٰهَ يُغِيْثُنَا. قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا، اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا، اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا. قَالَ اَنَسٌ وَلَا وَاللّٰهِ، مَا نَرٰى فِى السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ، وَلَا قَزَعَةٍ، وَلَا شَيْئًا، وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ. قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ، فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ. قَالَ وَاللّٰهِ مَا رَاَيْنَا الشَّمْسَ سِتًّا. ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِى الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ، فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلَكَتِ الْاَمْوَالُ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللّٰهَ يُمْسِكْهَا. قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالْجِبَالِ، وَالْاٰجَامِ وَالظِّرَابِ، وَالْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ. قَالَ فَانْقَطَعَتْ، وَخَرَجْنَا نَمْشِىْ فِى الشَّمْسِ. قَالَ شَرِيْكٌ فَسَاَلْتُ اَنَسًا اَهُوَ الرَّجُلُ الْاَوَّلُ؟ قَالَ لَا اَدْرِىْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو ضمرہ انس بن عیاض نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شریک بن عبداللہ بن ابی نمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سنا' وہ ذکر کر رہے تھے کہ جمعہ کے دن ایک شخص منبر کے سامنے والے دروازہ سے داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے' وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا' پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے' لہٰذا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل کرے' حضرت انس نے کہا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے' پھر دعا کی: اے اللہ! ہم پر بارش نازل کر' اے اللہ! ہم پر بارش نازل کر' اے اللہ! ہم پر بارش نازل کر۔ حضرت انس نے کہا: اور اللہ کی قسم! ہم آسمان میں اکٹھے بادل دیکھ رہے تھے نہ متفرق بادل اور نہ کوئی اور چیز' اور نہ ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان (کوئی بادل چھپا ہوا تھا) اور نہ کسی حویلی اور گھر کے درمیان' پس اچانک سلع پہاڑ کے پیچھے سے ڈھال کی طرح بادل امڈ آئے اور جب وہ آسمان کے وسط میں پہنچے تو منتشر ہو گئے' پھر برسنے لگے' حضرت انس نے کہا: اور اللہ کی قسم! ہم نے چھ دن تک سورج کو نہیں دیکھا' پھر اگلے جمعہ کو ایک شخص اسی دروازہ سے داخل ہوا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے' پس وہ آپ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! اموال ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے' پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اب بارش کو روک لے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا' پھر آپ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش نازل کر ہم پر نہ نازل کر' اے اللہ! ٹیلوں پر' پہاڑوں پر' میدانوں پر' پہاڑیوں پر' وادیوں پر اور درختوں کے اُگنے کے مقامات پر بارش نازل فرما۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ پھر بارش فوراً بند ہو گئی اور ہم دھوپ میں چلنے پھرنے لگے۔ شریک نے

کہا: میں نے حضرت انس سے پوچھا: کیا یہ وہی پہلا شخص تھا؟ انہوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٣٢ میں گزر چکی ہے۔

راستے منقطع ہونے کی توجیہ اور دیگر مسائل

بارش نہ ہونے کی جس نے شکایت کی تھی' اس نے بھی کہا تھا: راستے منقطع ہو گئے' اور جس نے بارش زیادہ ہونے کی شکایت کی' اس نے بھی کہا: راستے منقطع ہو گئے' اس کی توجیہ یہ ہے کہ جس نے بارش نہ ہونے کی شکایت کی تھی' اس کا مطلب تھا کہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے چراگاہیں سوکھ گئیں' سبزہ ختم ہو گیا' جانوروں کے کھانے کے لیے کچھ نہیں رہا' اب جانوروں اور سواریوں پر سوار ہو کر سفر کرنا ممکن نہیں رہا' اس لیے اس نے کہا: راستے منقطع ہو گئے اور جس نے بارش زیادہ ہونے کی شکایت کی تھی' اس نے بھی کہا: راستے منقطع ہو گئے یعنی بارش کی کثرت سے راستوں میں پانی بھر گیا' ندی نالے اُبلنے لگے اور اب سفر کرنا ممکن نہیں رہا' اس لیے اس نے کہا: راستے منقطع ہو گئے۔

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی ناگہانی افتاد اور مصیبت کے وقت امام سے دورانِ خطبہ کلام کرنا جائز ہے۔

اہل خیر اور اہل صلاح سے اور جن کی دعا کے مقبول ہونے کی توقع ہو' ان سے دعا کی درخواست کرنی چاہیے۔

طلبِ بارش کی دعا کو خطبہ میں داخل کرنا جائز ہے۔ دفع ضرر کی دعا کرنا توکل کے منافی نہیں ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارش کو نازل کرنے کی دعا کی اور نماز استسقاء نہیں پڑھی' اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی واضح دلیل ہے کہ استسقاء میں اصل استغفار اور دعا ہے اور اس کے لیے نماز پڑھنا سنت مسنونہ نہیں ہے۔

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٩٧٥۔ ج ٢ ص ٧١٢ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٧ - بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ فِي خُطْبَةِ الْجُمُعَةِ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةِ

جمعہ کے خطبہ میں بارش کی طلب کی دعا کرنا جب کہ خطیب کا قبلہ کی طرف منہ نہ ہو

١٠١٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمَ جُمُعَةٍ، مِنْ بَابٍ كَانَ نَحْوَ دَارِ الْقَضَاءِ، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ، فَاسْتَقْبَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا، ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللّٰهَ يُغِيثُنَا. فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ أَغِثْنَا، اَللّٰهُمَّ أَغِثْنَا، اَللّٰهُمَّ أَغِثْنَا. قَالَ أَنَسٌ وَلَا وَاللّٰهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ، وَلَا قَزَعَةٍ وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از شریک از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجد میں اس دروازہ سے داخل ہوا جو دارالقضاء کی طرف ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے' اس نے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منہ کیا' پھر کہا: یارسول اللہ! اموال ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے' لہٰذا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل کرے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا' پھر دعا کی: اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما! اے اللہ! ہم پر بارش نازل

مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ. قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِّثْلُ التُّرْسِ، فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ، ثُمَّ اَمْطَرَتْ، فَلَا وَاللّٰهِ، مَا رَاَيْنَا الشَّمْسَ سِتًّا، ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِّنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ، فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلَكَتِ الْاَمْوَالُ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللّٰهَ يُمْسِكْهَا عَنَّا. فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالظِّرَابِ، وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ. قَالَ فَاَقْلَعَتْ، وَخَرَجْنَا نَمْشِيْ فِي الشَّمْسِ. قَالَ شَرِيْكٌ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، اَهُوَ الرَّجُلُ الْاَوَّلُ؟ فَقَالَ مَا اَدْرِيْ.

فرما! اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما! حضرت انس نے کہا: اور اللہ کی قسم! ہم آسمان پر اکٹھے بادل دیکھ رہے تھے نہ متفرق بادل اور نہ ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان (کوئی بادل کسی اوٹ میں تھا) اور نہ کسی حویلی اور کسی گھر کے درمیان' پھر سلع پہاڑ کے پیچھے سے ڈھال کی طرح بادل امڈ آئے اور جب وہ بادل آسمان کے وسط میں پہنچے تو منتشر ہو گئے' پھر برسنے لگے' اور اللہ کی قسم! ہم نے چھ دن تک سورج نہیں دیکھا' پھر جمعہ کے دن ایک شخص اسی دروازہ سے داخل ہوا' اور اس وقت رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے' پس وہ آپ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا' پس اس نے کہا: یارسول اللہ! اموال ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے' پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ بارش کو ہم سے روک لے' پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا' پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا' ہم پر نہ برسا' اے اللہ! ٹیلوں پر اور پہاڑیوں پر اور وادیوں کے بطن میں اور درختوں کے اُگنے کی جگہوں پر برسا' حضرت انس نے کہا: پھر بارش روک دی گئی اور ہم دھوپ میں چل رہے تھے۔ شریک نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک سے پوچھا: کیا یہ وہی پہلا شخص تھا؟ حضرت انس نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

۸- بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ عَلَى الْمِنْبَرِ

منبر پر بارش کی طلب کی دعا کرنا

۱۰۱۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، اِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَحَطَ الْمَطَرُ، فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَسْقِيَنَا. فَدَعَا، فَمُطِرْنَا، فَمَا كِدْنَا اَنْ نَصِلَ اِلٰى مَنَازِلِنَا، فَمَا زِلْنَا نُمْطَرُ اِلَى الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ. قَالَ فَقَامَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ اَوْ غَيْرُهُ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَصْرِفَهُ عَنَّا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا. قَالَ فَلَقَدْ رَاَيْتُ السَّحَابَ يَتَقَطَّعُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: جس وقت رسول اللہ ﷺ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے' اچانک ایک شخص آیا' اس نے کہا: یارسول اللہ! بارش کا قحط پڑ گیا' لہٰذا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ ہم پر بارش نازل کرے' سو آپ نے دعا کی' سو ہم پر بارش نازل کی گئی' پس قریب نہ تھا کہ ہم اپنے گھروں کو پہنچتے' سو اگلے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی' پھر وہی شخص کھڑا ہوا یا دوسرا شخص' پس اس نے کہا: یارسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو ہم سے دور کر دے' سو

يَمِينًا وَ شِمَالًا، يُمْطَرُوْنَ وَلَا يُمْطَرُ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا' ہم پر نہ برسا۔ حضرت انس نے کہا: پس میں نے تحقیق سے دیکھا کہ بادل برستے ہوئے دائیں بائیں پھٹ رہے تھے اور اہل مدینہ پر بارش نہیں ہو رہی تھی۔

اس کی شرح کے لیے بھی حدیث: ١٠١٣ کا مطالعہ کریں۔

٩ - بَابُ مَنِ اكْتَفٰى بِصَلٰوةِ الْجُمُعَةِ فِى الْاِسْتِسْقَاءِ

جس نے نماز استسقاء کے لیے نمازِ جمعہ پر اکتفاء کی

١٠١٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ هَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ. فَدَعَا، فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ اِلَى الْجُمُعَةِ، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ، فَادْعُ اللّٰهَ يُمْسِكْهَا. فَقَامَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالظِّرَابِ، وَالْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ. فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِيْنَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از شریک بن عبد اللہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' پس اس نے کہا: مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے' تو آپ نے دعا کی' پھر ہم پر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی' پھر وہ شخص آیا' پس اس نے کہا: مکانات گر گئے اور راستے منقطع ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے' پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو روک لے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے' پس دعا کی: اے اللہ! ٹیلوں پر اور پہاڑیوں پر اور وادیوں پر اور درختوں کے اُگنے کی جگہوں پر بارش نازل فرما! پس بارش مدینہ سے اس طرح منقطع ہو گئی جیسے کپڑا منقطع ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ دوسرا سائل وہی پہلا شخص تھا۔

١٠ - بَابُ الدُّعَاءِ اِذَا تَقَطَّعَتِ السُّبُلُ مِنْ كَثْرَةِ الْمَطَرِ

جب بارش کی کثرت سے راستے منقطع ہو جائیں' اس وقت دعا کرنا

١٠١٧ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ نَمِرٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللّٰهَ. فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمُطِرُوْا مِنْ جُمُعَةٍ اِلٰى جُمُعَةٍ، فَجَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے' لہٰذا آپ اللہ سے دعا کیجئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوئی' پھر ایک شخص رسول اللہ

اللّٰهِ، تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلٰى رُءُوْسِ الْجِبَالِ وَالْاٰكَامِ، وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ، وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ. فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِيْنَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ.

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' پس اس نے کہا: یارسول اللہ! مکانات گر گئے' راستے منقطع ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! پہاڑوں کے سروں پر اور ٹیلوں پر اور وادیوں کے بطن میں اور درختوں کے اُگنے کی جگہوں میں' پس مدینہ (بارش سے) اس طرح منقطع ہو گیا جس طرح کپڑا منقطع ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

۱۱ - بَابُ مَا قِيْلَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُحَوِّلْ رِدَاءَهٗ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

وہ جو کہا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن بارش کی طلب میں چادر کو نہیں پلٹا

۱۰۱۸ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَافَى بْنُ عِمْرَانَ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ، عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَجُلًا شَكَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَاكَ الْمَالِ، وَجَهْدَ الْعِيَالِ، فَدَعَا اللّٰهَ يَسْتَسْقِيْ، وَلَمْ يَذْكُرْ اَنَّهٗ حَوَّلَ رِدَاءَهٗ، وَلَا اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معافی بن عمران نے حدیث بیان کی از اوزاعی از اسحاق بن عبد اللہ از انس بن مالک' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مال کے ہلاک ہونے اور بیوی بچوں کی مشقت کی شکایت کی تو آپ نے اللہ سے بارش کے نزول کی دعا کی اور حضرت انس نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آپ نے چادر کو پلٹا اور نہ یہ ذکر کیا کہ آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

۱۲ - بَابٌ اِذَا اسْتَشْفَعُوْا اِلَى الْاِمَامِ لِيَسْتَسْقِيَ لَهُمْ وَلَمْ يَرُدَّهُمْ

جب لوگ امام سے یہ سفارش کریں کہ وہ ان کے لیے بارش کے نزول کی دعا کرے اور وہ ان کی سفارش رد نہ کرے

۱۰۱۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ نَمِرٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللّٰهَ، فَدَعَا اللّٰهَ فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ اِلَى الْجُمُعَةِ، فَجَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، وَهَلَكَتِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' پس اس نے کہا: یارسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے' لہٰذا آپ اللہ سے دعا کیجئے' سو آپ نے اللہ سے دعا کی' پھر ہم پر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوئی' پھر ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' پس اس نے کہا: یارسول اللہ! مکانات گر گئے'

الْمَوَاشِيْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلٰى ظُهُوْرِ الْجِبَالِ وَالْاٰكَامِ، وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ. فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِيْنَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ.

راستے منقطع ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! پہاڑوں کی پشتوں پر اور ٹیلوں پر اور وادیوں کے بطن میں اور درختوں کے پیدا ہونے کی جگہوں پر (بارش نازل فرما)' سو مدینہ بارش سے کپڑے کی طرح کٹ گیا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ١٠١٣ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ جب امام سے یہ کہا جائے کہ وہ اللہ سے دعا کرے تو اس کو اللہ سے دعا کرنی چاہیے کیونکہ اس میں اللہ کی طرف احتیاج ہے' اس کے سامنے گڑگڑانا ہے اور لوگوں کے حالات کی اصلاح کرنا ہے۔

١٣ - بَابٌ اِذَا اسْتَشْفَعَ الْمُشْرِكُوْنَ بِالْمُسْلِمِيْنَ عِنْدَ الْقَحْطِ

جب قحط کے وقت مشرکین' مسلمانوں سے دعا کی درخواست کریں

١٠٢٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ وَالْاَعْمَشُ، عَنْ اَبِي الضُّحٰى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ اَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ، فَقَالَ اِنَّ قُرَيْشًا اَبْطَؤُوْا عَنِ الْاِسْلَامِ، فَدَعَا عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتّٰى هَلَكُوْا فِيْهَا، وَاَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْعِظَامَ، فَجَاءَهُ اَبُوْ سُفْيَانَ، فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ، جِئْتَ تَاْمُرُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ، وَاِنَّ قَوْمَكَ هَلَكُوْا، فَادْعُ اللّٰهَ، فَقَرَاَ ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الدخان: ١٠). ثُمَّ عَادُوْا اِلٰى كُفْرِهِمْ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى﴾ (الدخان: ١٦) يَوْمَ بَدْرٍ. قَالَ وَزَادَ اَسْبَاطٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسُقُوا الْغَيْثَ، فَاَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ سَبْعًا، وَشَكَا النَّاسُ كَثْرَةَ الْمَطَرِ، فَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا. فَانْحَدَرَتِ السَّحَابَةُ عَنْ رَاْسِهِ، فَسُقُوا النَّاسَ حَوْلَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: ہمیں منصور اور اعمش نے حدیث بیان کی از ابی الضحیٰ از مسروق' انہوں نے کہا: میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' پس انہوں نے کہا کہ قریش نے اسلام لانے میں تاخیر کر دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعائے ضرر کی' سو ان کو خشک سالی نے پکڑ لیا' حتیٰ کہ وہ اس میں ہلاک ہو گئے اور انہوں نے مُردوں کو اور ہڈیوں کو کھایا' پس آپ کے پاس ابوسفیان آئے اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ یہ حکم دینے آئے ہیں کہ رشتہ داروں سے ملاپ رکھو اور آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے' لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے' پس آپ نے یہ آیت پڑھی: سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان کھلم کھلا دھواں لائے گا O (الدخان: ١٠) پھر وہ اپنے کفر کی طرف لوٹ گئے' اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: جس دن ہم ان کی زبردست گرفت کریں گے۔ (الدخان: ١٦) اس سے مراد یوم بدر ہے۔ اسباط نے از منصور یہ اضافہ کیا ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی' پھر ان کو بارش سے سیراب کیا گیا' پھر سات دن ان پر مسلسل بارش ہوتی رہی اور لوگوں نے بارش کی کثرت کی شکایت کی تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا ہم پر نہ برسا' پھر بادل بالکل چھٹ گئے' پس اس سال لوگوں کو سیراب کیا گیا۔

امام بخاری نے اسباط کی روایت کا جو اضافہ ذکر کیا ہے' اس کی وجہ سے امام بخاری پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ امام بخاری نے

اہل مدینہ کے قصہ اور بارش کی کثرت کی شکایت کو قریش کے قصہ میں داخل کر کے گڈمڈ کردیا اور یہ غلط ہے' اس حدیث کے باقی مضامین کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۷ میں گزر چکی ہے۔

١٤ - بَابُ الدعَاءِ اِذَا كَثُرَ الْمَطَرُ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا

جب زیادہ بارش ہو تو یہ دعا کرنا: ہمارے اردگرد برسا' ہم پر نہ برسا

١٠٢١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ جُمُعَةٍ، فَقَامَ النَّاسُ فَصَاحُوْا، فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَحَطَ الْمَطَرُ، وَاحْمَرَّتِ الشَّجَرُ، وَهَلَكَتِ الْبَهَائِمُ، فَادْعُ اللّٰهَ يَسْقِيْنَا. فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا. مَرَّتَيْنِ، وَاَيْمُ اللّٰهِ، مَا نَرٰى فِی السَّمَاءِ قَزَعَةً مِّنْ سَحَابٍ، فَنَشَاَتْ سَحَابَةٌ وَاَمْطَرَتْ، وَنَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ فَصَلّٰى، فَلَمَّا انْصَرَفَ، لَمْ تَزَلْ تُمْطِرُ اِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِیْ تَلِيْهَا، فَلَمَّا قَامَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ صَاحُوْا اِلَيْهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللّٰهَ يَحْبِسْهَا عَنَّا. فَتَبَسَّمَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا. فَكُشِطَتِ الْمَدِيْنَةُ، فَجَعَلَتْ تُمْطِرُ حَوْلَهَا، وَلَا تَمْطُرُ بِالْمَدِيْنَةِ قَطْرَةً، فَنَظَرْتُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَاِنَّهَا لَفِیْ مِثْلِ الْاِكْلِيْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے' تو لوگ کھڑے ہو کر بہ آوازِ بلند کہنے لگے: یارسول اللہ! بارش کا قحط پڑ گیا اور درخت سرخ ہو گئے اور جانور ہلاک ہو گئے' پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل فرمائے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما' یہ آپ نے دو بار کہا' اور اللہ کی قسم! ہم آسمان پر کوئی بادل کا ٹکڑا نہیں دیکھ رہے تھے' پس بادل امڈ آئے اور برسنے لگے' اور آپ منبر سے اترے' پھر آپ نے نماز پڑھائی' پھر جب آپ نماز پڑھا کر مڑے تو اگلے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے تو لوگوں نے بلند آواز سے کہا: مکانات گر گئے اور راستے منقطع ہو گئے' سو آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو ہم سے روک لے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے' پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا' ہم پر نہ برسا' پھر مدینہ بارش کے پانی سے خالی ہو گیا' پھر مدینہ کے اردگرد بارش ہوتی تھی اور مدینہ پر بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں گرتا تھا' پھر میں نے مدینہ کی طرف نظر کی تو وہ تاج کی طرح تھا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی' صحیح البخاری: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

١٥ - بَابُ الدعَاءِ فِی الْاِسْتِسْقَاءِ قَائِمًا

بارش طلب کرنے کے لیے کھڑے ہو کر دعا کرنا

١٠٢٢ - وَقَالَ لَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ، عَنْ زُهَيْرٍ، عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْاَنْصَارِیُّ، وَخَرَجَ مَعَهُ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَزَيْدُ بْنُ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ، فَاسْتَسْقٰى، فَقَامَ بِهِمْ عَلٰى رِجْلَيْهِ عَلٰى غَيْرِ مِنْبَرٍ، فَاسْتَغْفَرَ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ،

اور ابو نعیم نے ہم سے کہا از زہیر از ابو اسحاق' وہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن یزید انصاری بارش طلب کرنے کے لیے نکلے اور ان کے ساتھ حضرت البراء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم نکلے' انہوں نے بارش کی طلب کی دعا کی تو وہ بغیر منبر کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے' پس انہوں نے استغفار کیا' پھر دو

وَلَمْ يُؤَذِّنْ وَلَمْ يُقِمْ. قَالَ اَبُوْ اِسْحَاقَ وَرَاٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رکعت نماز پڑھائی اور بلند آواز سے قراءت کی اور نہ اذان دی اور نہ اقامت کہی۔ ابو اسحاق نے کہا کہ عبداللہ بن یزید نے نبی ﷺ کی زیارت کی تھی یعنی وہ صحابی تھے۔

١٠٢٣ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبَّادُ بْنُ تَمِيْمٍ اَنَّ عَمَّهُ، وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَخْبَرَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ بِالنَّاسِ يَسْتَسْقِيْ لَهُمْ، فَقَامَ فَدَعَا اللّٰهَ قَائِمًا، ثُمَّ تَوَجَّهَ قِبَلَ الْقِبْلَةِ، وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ، فَاُسْقُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عباد بن تمیم نے حدیث بیان کی کہ ان کے چچا اور وہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ لوگوں کو نمازِ استسقاء کے لیے لے کر گئے تو آپ نے قیام کیا پھر اللہ سے کھڑے ہو کر دعا کی پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی چادر کو پلٹا تو ان پر بارش ہوگئی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٠٠٥ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

استسقاء میں سنت یہ ہے کہ کھڑے ہو کر دعا کی جائے کیونکہ یہ خشوع اور خضوع کا حال ہے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ اس نماز میں اذان اور اقامت نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ١٥ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)

١٦ - بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

نمازِ استسقاء میں بلند آواز سے قراءت کرنا

١٠٢٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِيْ، فَتَوَجَّهَ اِلَى الْقِبْلَةِ يَدْعُوْا، وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، جَهَرَ فِيْهِمَا بِالْقِرَاءَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از عباد بن تمیم از عم خود انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ بارش طلب کرنے کے لیے نکلے آپ نے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کی اور اپنی چادر کو پلٹا پھر دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں بلند آواز سے قراءت کی۔

نماز استسقاء میں خطبہ نماز کے بعد پڑھنا چاہیے یا پہلے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس پر اتفاق ہے کہ نماز استسقاء سے بلند آواز سے قراءت کی جائے گی۔

نیز یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ خطبہ نماز استسقاء میں نماز سے پہلے ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کی اپنی چادر کو پلٹا پھر دو رکعت نماز پڑھی اور ''پھر'' کا لفظ تاخیر کے لیے آتا ہے اور کلام عرب میں پھر کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ثانی اوّل کے بعد ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب حضرت ابن الزبیر حضرت البراء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے اور عمر بن

عبدالعزیز اور لیث کا بھی یہی قول ہے کہ خطبہ نماز استسقاء سے پہلے ہے۔

امام مالک' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی کا موقف یہ ہے کہ پہلے نماز استسقاء پڑھی جائے اور پھر خطبہ دیا جائے۔

ان کا استدلال اس حدیث سے ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارش کی طلب کے لیے نکلے' آپ نے بغیر اذان اور اقامت کے دو رکعت نماز پڑھائی' پھر ہم کو خطبہ دیا اور دعا کی اور نماز پڑھی۔

امام ابو جعفر طحاوی نے کہا: جب کہ اس مسئلہ میں آثار مختلف ہیں تو ہم نے غور کیا تو ہم نے دیکھا کہ جمعہ میں خطبہ ہے اور وہ نماز سے پہلے ہے اور ہم نے دیکھا کہ عیدین میں خطبہ ہے اور وہ نماز کے بعد ہے' پس ہم نے ارادہ کیا کہ ہم غور کریں کہ نماز استسقاء کا خطبہ کس خطبہ کے زیادہ مشابہ ہے' پس ہم نے دیکھا کہ جمعہ کا خطبہ فرض ہے اور عیدین کا خطبہ فرض نہیں ہے' اور اسی طرح استسقاء میں بھی خطبہ دینا فرض نہیں ہے' لہٰذا استسقاء کی نماز عیدین کی نماز کے مشابہ ہے' اس لیے اس میں بھی خطبہ نماز کے بعد ہونا چاہیے۔

۱۷ - بَابٌ كَيْفَ حَوَّلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهُ إِلَى النَّاسِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی طرف پشت کس طرح پھیرتے تھے

۱۰۲۵ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَرَجَ يَسْتَسْقِي، قَالَ فَحَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ، وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُو، ثُمَّ حَوَّلَ رِدَاءَهُ، ثُمَّ صَلَّى لَنَا رَكْعَتَيْنِ، جَهَرَ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از عباد بن تمیم از عم خود' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک دن دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارش طلب کرنے کے لیے نکلے' آپ نے لوگوں کی طرف پیٹھ پھیری اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرنے لگے' پھر آپ نے اپنی چادر پھیری' پھر ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی جس میں بلند آواز سے قراءت کی۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۰۲۴ میں گزر گئی ہے۔

۱۸ - بَابُ صَلٰوةِ الْاِسْتِسْقَاءِ رَكْعَتَيْنِ

نماز استسقاء دو رکعت ہے

۱۰۲۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقَى، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، وَقَلَبَ رِدَاءَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن ابی بکر از عباد بن تمیم از عم خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارش طلب کی' پس دو رکعت نماز پڑھی اور اپنی چادر کو پلٹا۔

نمازِ استسقاء میں دعا کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرے اور خطبہ کے وقت لوگوں کی طرف' اور نمازِ استسقاء کی تکبیرات میں اختلافِ ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جو شخص بارش طلب کرنے کے لیے نکلے' اس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ اپنی بعض دعاؤں میں قبلہ کی طرف منہ کرے اور جو شخص

لوگوں کو خطبہ دے وہ ان کو مسائل کی تعلیم دے اور وعظ اور نصیحت کرے اور لوگوں کی طرف منہ کرے' پھر جب بارش کو طلب کرنے کی دعا کرے تو پھر قبلہ کی طرف منہ کرے کیونکہ قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرنا افضل ہے۔

امام ابوجعفر طحاوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بارش طلب کرنے کے لیے نکلے' پس آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کی اور اپنی چادر پھیری' پھر دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں عیدین کی نمازوں کی طرح تکبیروں کا ذکر نہیں کیا اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ استسقاء کی تکبیر عیدین کی تکبیر کی مثل ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے' جس کو ہشام بن اسحاق نے اپنے والد سے از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بارش کی طلب کے لیے نہایت عجز اور تواضع کے ساتھ نکلے اور دعا کی اور دو رکعت نماز پڑھی جیسے عیدین میں نماز پڑھتے ہیں' امام طحاوی نے کہا: ہشام بن اسحاق اور ان کے والد دونوں علم میں غیر مشہور ہیں اور ان کی روایت سے حجت ثابت نہیں ہوتی۔

نیز ان کی روایت میں جو مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز استسقاء عیدین کی نماز کی مثل پڑھی' اس کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے عیدین کی مثل دو رکعت نماز پڑھی' اس کا یہ معنی ضروری نہیں ہے کہ آپ نے نماز استسقاء میں عیدین کی نماز کی مثل تکبیرات بھی پڑھیں کیونکہ تشبیہ تمام اوصاف میں نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ. ہر پرندہ جو اپنے پروں سے اُڑتا ہے وہ تمہاری مثل گروہ ہے۔ (الانعام: ۳۸)

اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ پرندے ہماری مثل عبادت بھی کرتے ہیں اور بولتے بھی ہیں بلکہ صرف اس وصف میں مماثلت ہے کہ وہ بھی ہماری طرح گروہ ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۷۔۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۹ - بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ فِي الْمُصَلّٰى

عیدگاہ میں بارش کی طلب کی دعا کرنا

۱۰۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ، سَمِعَ عَبَادَ بْنَ تَمِيْمٍ، عَنْ عَمِّهٖ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمُصَلّٰى يَسْتَسْقِيْ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، وَقَلَبَ رِدَاءَهٗ. قَالَ سُفْيَانُ فَاَخْبَرَنِي الْمَسْعُوْدِيُّ، عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ جَعَلَ الْيَمِيْنَ عَلَى الشِّمَالِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی بکر' وہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عباد بن تمیم سے سنا از عم خود' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بارش کو طلب کرنے عید گاہ کی طرف گئے' اور آپ نے قبلہ کی طرف رخ کیا' پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور اپنی چادر پلٹی' سفیان نے کہا: مجھے مسعودی نے خبر دی از ابی بکر' انہوں نے بتایا آپ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔

نماز استسقاء میں نماز کو خطبہ پر مقدم کرنے کی دلیل اور چادر پہننے کا طریقہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں پہلے نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور پھر چادر پلٹنے کا ذکر ہے اور اس میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ چادر خطبہ میں پلٹی جاتی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ پہلے آپ نے نماز پڑھی' پھر خطبہ دیا اور یہی امام مالک کا مذہب ہے۔

(میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کا مذہب بھی یہی ہے' جیسا کہ امام طحاوی نے بیان فرمایا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ چادر اس طرح پہنتے تھے جس طرح ہم اندلس میں چادر پہنتے ہیں اور مصر اور بغداد والے پہنتے ہیں اور یہ ایسا طریقہ ہے جس میں چادر کو لپیٹا نہیں جاتا کیونکہ نبی ﷺ نے اس چادر کو دائیں طرف سے بائیں طرف پلٹا کیونکہ اگر آپ نے چادر کو لپیٹا ہوتا تو یوں کہا جاتا کہ آپ نے اس کے نیچے والے حصہ کو اوپر کر دیا۔
(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٢٠ - بَابُ اِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

استسقاء میں قبلہ کی طرف منہ کرنا

١٠٢٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُوْ بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدٍ اَنَّ عَبَّادَ بْنَ تَمِيْمٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدِ الْاَنْصَارِيَّ اَخْبَرَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلَى الْمُصَلّٰى يُصَلِّيْ، وَاَنَّهُ لَمَّا دَعَا، اَوْ اَرَادَ اَنْ يَّدْعُوَ، اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنُ زَيْدٍ هٰذَا مَازِنِيٌّ، وَالْاَوَّلُ كُوْفِيٌّ، هُوَ ابْنُ يَزِيْدَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن محمد نے خبر دی کہ عباد بن تمیم نے ان کو خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن زید انصاری نے ان کو خبر دی کہ نبی ﷺ نماز ادا کرنے کے لیے عیدگاہ کی طرف نکلے اور جب آپ دعا کرتے یا دعا کا ارادہ کرتے تو قبلہ کی طرف منہ کرتے اور اپنی چادر پلٹتے۔ امام ابوعبد اللہ نے کہا: یہ ابن زید مازنی ہے اور پہلا کوفی ہے اور وہ ابن یزید ہے۔

امام بخاری نے عبد اللہ بن زید انصاری اور عبد اللہ بن یزید انصاری کا فرق بیان کیا ہے' اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن زید انصاری کا ذکر ہے' اور باب: ۱۴ ''الدعاء في الاستسقاء قائما'' میں عبد اللہ بن یزید انصاری کا ذکر تھا۔ باقی اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۰۲۶' اور ۱۰۲۷ کی مثل ہے۔

٢١ - بَابُ رَفْعِ النَّاسِ اَيْدِيَهُمْ مَعَ الْاِمَامِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

نمازِ استسقاء میں لوگوں کا امام کے ساتھ ہاتھ بلند کرنا

١٠٢٩ - وَقَالَ اَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ هِلَالٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ اَتٰى رَجُلٌ اَعْرَابِيٌّ مِنْ اَهْلِ الْبَدْوِ، اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلَكَتِ الْمَاشِيَةُ، هَلَكَ الْعِيَالُ، هَلَكَ النَّاسُ. فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ يَدْعُوْ، وَرَفَعَ النَّاسُ اَيْدِيَهُمْ مَعَهُ يَدْعُوْنَ. قَالَ فَمَا خَرَجْنَا مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰى مُطِرْنَا، فَمَا زِلْنَا نُمْطَرُ حَتّٰى كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْاُخْرٰى، فَاَتَى الرَّجُلُ اِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، بَشِقَ الْمُسَافِرُ وَمُنِعَ الطَّرِيْقُ.

اور ایوب بن سلیمان نے کہا: مجھے ابوبکر بن اویس نے حدیث بیان کی از سلیمان بن ہلال' یحییٰ بن سعید نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن دیہات والوں میں سے ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' پس کہنے لگا: یارسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے' بال بچے ہلاک ہو گئے' لوگ ہلاک ہو گئے' تب رسول اللہ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرنے لگے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ اپنے ہاتھ بلند کر کے دعا کرنے لگے۔ انہوں نے کہا: ہم ابھی مسجد سے نہیں نکلے تھے حتیٰ کہ بارش نازل ہو گئی' پھر ہم پر مسلسل بارش ہوتی رہی حتیٰ کہ دوسرا جمعہ آ گیا' پھر وہی شخص نبی ﷺ کی طرف آیا' پس اس نے کہا: یارسول اللہ! مسافر سفر کرنے سے عاجز ہو

گئے اور راستے روک دیے گئے۔

قحط اور دیگر مصائب میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کا طریقہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فقہاء نے کہا ہے کہ نماز استسقاء میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مستحب ہے، حدیث میں ہے:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارا رب تبارک وتعالیٰ حیاء دار کریم ہے، جب اس کا بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تو وہ ان ہاتھوں کو خالی لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۸۸، سنن ترمذی: ۳۵۵۶، سنن ابن ماجہ: ۳۸۶۶، مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۸)

امام مالک کا نظریہ یہ ہے کہ استسقاء میں دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ پشت اپنی طرف ہو اور ہتھیلیاں زمین کی طرف ہوں اور یہ طریقہ اس وقت ہے جب خوفِ خدا کا غلبہ ہو اور جب اللہ کی طرف رغبت کرتے ہوئے دعا کرے تو ہتھیلیاں اپنی طرف رکھے، قرآن مجید میں ہے:

وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا. (الانبیاء: ۹۰)

وہ ہم سے رغبت کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے دعا کرتے ہیں۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ ہر وہ دعا جو قحط جیسی کسی مصیبت کو دور کرنے کے لیے کی جائے، اس میں وہ اپنے دونوں ہاتھ بلند کرے اور ہتھیلیوں کی پشت کو آسمان کی طرف کرے اور جب وہ کسی چیز کا سوال کرنے کے لیے اور کسی چیز کو حاصل کرنے کے لیے دعا کرے تو اپنی ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف رکھے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۰۳۰ - وَقَالَ الْاَوَيْسِيُّ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ وَشَرِيْكٍ سَمِعَا اَنَسًا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رَاَيْتُ بَيَاضَ اِبْطَيْهِ.

اور اویسی نے کہا: مجھے محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید و شریک، ان دونوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے حتیٰ کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی (کی جگہ) دیکھی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اویسی سے مراد عبدالعزیز بن عبداللہ ہیں (۲) محمد بن جعفر بن ابی کثیر المدنی (۳) شریک بن عبداللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۷)

۲۲ - بَابُ رَفْعِ الْاِمَامِ يَدَهٗ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

نمازِ استسقاء میں امام کا اپنا ہاتھ بلند کرنا

۱۰۳۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ دُعَائِهٖ اِلَّا فِي الْاِسْتِسْقَاءِ، وَاِنَّهٗ يَرْفَعُ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ.

(صحیح مسلم: ۸۹۶، الرقم المسلسل: ۲۰۴۳، سنن ابوداؤد: ۱۱۷۰، سنن نسائی: ۱۵۱۳، سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ اور ابن عدی نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز استسقاء کے سوا کسی دعا میں اپنے ہاتھوں کو بلند نہیں کرتے تھے اور آپ ہاتھ (اس قدر) بلند کرتے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔

اس اشکال کا جواب کہ حضرت انس سے استسقاء کے علاوہ دعا میں ہاتھ اٹھانے کی نفی کی ہے۔۔۔۔۔۔ حالانکہ دیگر دعاؤں میں بھی ہاتھ اٹھانا ثابت ہے

حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز استسقاء کی دعا کے علاوہ کسی اور دعا میں ہاتھ بلند نہیں کرتے تھے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کے عمل سے ثابت ہے کہ آپ نماز استسقاء کے علاوہ دیگر دعاؤں میں بھی ہاتھ بلند کرتے تھے:

امام بخاری نے ''کتاب الدعاء ' باب رفع الایدی فی الدعاء ''میں تعلیقاً یہ حدیث ذکر کی ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی' پھر اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی (کی جگہ) کو دیکھا' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے دعا کی: اے اللہ! میں اس کام سے بری ہوتا ہوں جو خالد نے کیا ہے۔ (صحیح البخاری ص ۱۳۵۳' دار ارقم' بیروت)

اور دیگر احادیث یہ ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سوال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک بلند کرو۔ (سنن ابوداؤد:۱۴۸۹)

عباس بن عبداللہ بن معبد بن عباس نے بیان کیا: ''ابتھال'' (گڑگڑا کر دعا کرنا) اس طرح ہوتا ہے: انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا اور ان کی پشت کو اپنے چہرے کے سامنے رکھا۔ (سنن ابوداؤد:۱۴۹۰)

السائب بن یزید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دعا کرتے تو اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے اور ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرتے۔ (سنن ابوداؤد:۱۴۹۲)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دعا میں اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے تو اس وقت تک اپنے ہاتھوں کو نیچے نہیں جھکاتے تھے حتیٰ کہ ان کو اپنے چہرے پر پھیر لیتے تھے۔ (سنن ترمذی:۳۳۸۶)

جب بہ کثرت احادیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ استسقاء کے علاوہ دیگر دعاؤں کے مواقع پر بھی اپنے ہاتھوں کو بلند فرماتے تھے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اس قول پر اشکال ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ استسقاء کے سوا کسی دعا میں اپنے ہاتھوں کو بلند نہیں کرتے تھے' اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صرف اپنے مشاہدہ کے اعتبار سے یہ کہا ہے اور واقع اور نفس الامر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعا میں ہاتھ اٹھانے کی نفی نہیں کی۔

نمازِ استسقاء کے علاوہ دیگر مقامات پر دعا میں ہاتھ اٹھانے کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ نمازِ استسقاء اور دیگر نمازوں کی دعا میں ہاتھوں کو اٹھانا مستحب ہے کیونکہ ہاتھوں کو اٹھانے میں خضوع اور خشوع ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انکسار اور تذلل ہے' حدیث میں ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ حیاء دار ہے' جب اس کا بندہ اس کی طرف دونوں ہاتھ اٹھائے تو وہ ان ہاتھوں کو خالی لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے۔ (سنن ترمذی:۳۵۵۶)

امام مالک نے کہا ہے کہ نمازِ استسقاء کی دعا میں دونوں ہاتھوں کو اٹھانا مستحسن ہے' انہوں نے بابِ مذکور کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

ابن القاسم نے ''المدونہ'' میں کہا ہے کہ نماز استسقاء میں اور دیگر دعاؤں کے مقامات پر ہاتھ اٹھائے اور صفا اور مروہ میں اور جمرتین میں اور میدانِ عرفات میں اور مشعر حرام میں اور تھوڑی مقدار میں ہاتھ بلند کرے زیادہ بلند نہ کرے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۹۷۳- ج ۲ ص ۷۱۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۳ - بَابُ مَا يُقَالُ إِذَا مَطَرَتْ

جب بارش ہوتو کیا کہا جائے؟

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿كَصَيِّبٍ﴾ (البقرہ:۱۹) اَلْمَطَرُ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''کصیب'' سے مراد بارش ہے۔

یعنی قرآن مجید میں ہے: ''اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ'' (البقرہ:۱۹) حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کا معنی ہے: یا اس کی مثل آسمان سے بارش۔

وَقَالَ غَيْرُهُ صَابَ وَأَصَابَ يَصُوْبُ.

اور دوسروں نے کہا: ''صاب و اصاب يصوب''

یعنی یہ لفظ اجوف واوی ہے' اس کا مجرد ''صاب يصوب'' ہے اور مزید فیہ ''اصاب'' ہے اور ''صیّب'' کی اصل ''صیوبٌ'' ہے یاء اور واؤ ایک کلمہ میں جمع ہوئے' واؤ کو یاء سے بدل کر یاء میں ادغام کر دیا تو ''صیّب'' ہو گیا جیسے سیّد اور میّت ہے۔

۱۰۳۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، هُوَ ابْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ، قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ قَالَ اللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا. تَابَعَهُ الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ. وَرَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ وَعُقَيْلٌ، عَنْ نَافِعٍ. (سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' اور وہ ابن مقاتل ابوالحسن المروزی ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے خبر دی از نافع از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بارش کو دیکھتے تو فرماتے: اے اللہ! اس کو نفع والی بارش بنا دے۔ قاسم بن محمد نے عبد اللہ کی متابعت کی ہے از عبید اللہ اور اس کو اوزاعی اور عقیل نے نافع سے روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مقاتل ابوالحسن المروزی (۲) عبد اللہ ابن المبارک (۳) عبید اللہ بن عمر العمری (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق (۶) حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۷۶)

۲۴ - بَابُ مَنْ تَمَطَّرَ فِي الْمَطَرِ، حَتّٰى يَتَحَادَرَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ

جو شخص بارش میں ٹھہرا رہا حتیٰ کہ اس کی ڈاڑھی سے پانی ٹپکنے لگا

۱۰۳۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، قَامَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلَكَ الْمَالُ، وَجَاعَ الْعِيَالُ، فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا اَنْ يَسْقِيَنَا. قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ، وَمَا فِي السَّمَاءِ قَزَعَةٌ، قَالَ فَثَارَ السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ، ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهٖ حَتّٰى رَاَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ. قَالَ فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذٰلِكَ، وَفِي الْغَدِ، وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ، وَالَّذِيْ يَلِيْهِ اِلَى الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى. فَقَامَ ذٰلِكَ الْاَعْرَابِيُّ، اَوْ رَجُلٌ غَيْرُهٗ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ، وَغَرِقَ الْمَالُ، فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا. فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا. قَالَ فَمَا جَعَلَ يُشِيْرُ بِيَدِهٖ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ السَّمَاءِ اِلَّا تَفَرَّجَتْ، حَتّٰى صَارَتِ الْمَدِيْنَةُ فِيْ مِثْلِ الْجَوْبَةِ، حَتّٰى سَالَ الْوَادِيْ، وَادِيْ قَنَاةَ شَهْرًا. قَالَ فَلَمْ يَجِئْ اَحَدٌ مِّنْ نَاحِيَةٍ اِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ.

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں لوگوں پر خشک سالی آ گئی' پس جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دے رہے تھے' ایک دیہاتی کھڑا ہو کر کہنے لگا: یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گیا اور بال بچے بھوکے ہیں' لہٰذا آپ اللہ سے ہمارے لیے یہ دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل کرے' حضرت انس نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اس وقت آسمان پر بادل نہیں تھے' سو پہاڑوں کی مثل بادل امڈ آئے' پھر آپ منبر پر ہی رہے' حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ بارش آپ کی ڈاڑھی پر گر رہی تھی' پس اس دن ہم پر بارش ہوتی رہی اور اس کے دوسرے دن اور اس کے تیسرے دن اور اس کے بعد والے دن دوسرے جمعہ تک' پھر وہی دیہاتی کھڑا ہوا یا کوئی اور شخص تھا' پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مکان گر گیا اور مال غرق ہو گیا' لہٰذا آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا' اور ہم پر نہ برسا' پس آپ اپنے ہاتھ سے آسمان کی جس طرف بھی اشارہ کرتے وہیں سے بادل پھٹ جاتے' حتیٰ کہ مدینہ حوض کی طرح ہو گیا' حتیٰ کہ قناۃ نام کی وادی ایک ماہ تک بہتی رہی' پس جو شخص جس طرف سے بھی آیا اس نے یہی خبر دی کہ خوب بارش ہو رہی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۱۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۵ - بَابٌ اِذَا هَبَّتِ الرِّيْحُ

جب آندھی چلے تو کیا کیا جائے

۱۰۳۴ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حُمَيْدٌ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسًا يَقُوْلُ كَانَتِ الرِّيْحُ الشَّدِيْدَةُ اِذَا هَبَّتْ، عُرِفَ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(سنن ابوداؤد: ۵۰۹۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حمید نے خبر دی' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب بہت شدید آندھی چلتی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر خوف کے آثار دکھائی دیتے۔

آندھی کو دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوف زدہ ہونے کا سبب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات سے خوف زدہ رہتے تھے کہ کہیں مسلمانوں پر عام لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے عذاب نہ آ

جائے جیسے (گزشتہ امتوں میں) ان لوگوں پر عذاب آ گیا تھا جنہوں نے اَبر کو دیکھ کر کہا تھا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (الاحقاف:۲۴)

پھر جب انہوں (قوم عاد) نے عذاب کو بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے' (نہیں!) بلکہ دراصل یہ وہ عذاب ہے جس کا تم جلد تقاضا کر رہے تھے' یہ آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے○

اس آیت سے ان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے جو اللہ کے عذاب کو بھولے ہوئے تھے اور جو لوگ نافرمانی میں اور گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے ان کو سرزنش کی ہے کہ وہ اپنی روش سے باز آ جائیں۔ قرآن مجید میں ہے:

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ○ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ○ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (الاعراف:۹۹-۹۷)

تو کیا بستیوں والے اس بات سے بےخوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب راتوں رات آ جائے جب وہ سو رہے ہوں○ اور کیا بستیوں والے اس بات سے بےخوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب چاشت کے وقت آ جائے جب وہ کھیل کود میں مشغول ہوں○ تو کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بےخوف ہیں حالانکہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف وہی لوگ بےخوف ہوتے ہیں جو تباہ و برباد ہونے والے ہوں○

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بادل یا آندھی کو دیکھتے تو آپ کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آتے' حضرت عائشہ نے کہا: یارسول اللہ! لوگ جب بادل کو دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ان کو یہ اُمید ہوتی ہے کہ اس میں بارش ہوگی اور میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ جب آپ بادل کو دیکھتے ہیں تو آپ کے چہرے پر ناگواری کے آثار ہوتے ہیں' آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر اس بادل میں عذاب ہو تو مجھے اس سے کون امان دے گا' ایک قوم کو آندھی سے عذاب دیا گیا تھا اور ایک قوم نے عذاب کو دیکھا تو کہا تھا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے۔ (صحیح البخاری:۴۸۲۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چونکہ اللہ کی خشیت کا غلبہ تھا' اس لیے آپ کی اس طرف توجہ نہیں رہی کہ جب تک آپ ان میں موجود ہیں ان پر آسمانی عذاب نہیں آئے گا اور اس میں ہمیں بھی یہ تعلیم دینا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بےخوف نہ رہیں۔

آندھی اور بارش کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آندھی اللہ کے حکم سے ہے' سلمہ نے کہا: اللہ کا حکم کبھی رحمت لاتا ہے اور کبھی عذاب لاتا ہے' پس جب تم آندھی کو دیکھو تو اس کو بُرا نہ کہو اور اللہ تعالیٰ سے اس کی خیر کا سوال کرو اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔

(سنن ابوداؤد:۵۰۹۷' سنن ابن ماجہ:۳۷۲۷' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۶۱' المستدرک ج ۳ ص ۲۸۵' صحیح ابن حبان:۱۹۸۹' مشکوٰۃ:۱۵۱۶' مصنف عبدالرزاق:۲۰۰۰۴' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۶۷' مسند احمد ج ۲ ص ۵۱۸-۴۰۹-۲۶۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب آندھی چلتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں تجھ سے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جو کچھ اس میں ہے' اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جس پر تو نے یہ بھیجی ہے' اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور میں اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں' اور جو اس میں شر ہے اور جس پر تو نے یہ بھیجی ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں' اور جب آسمان اَبر آلود ہوتا تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا' آپ گھر سے نکلتے اور داخل ہوتے اور آگے جاتے اور پیچھے آتے' پس جب بارش ہو جاتی تو آپ کی گھبراہٹ دور ہو جاتی' حضرت عائشہ نے آپ کی اس کیفیت کو جان کر آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ہو سکتا ہے: اے عائشہ! یہ ایسا ہوتا جیسے قومِ عاد نے کہا تھا: پھر جب انہوں عذاب کو بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کی طرف آتے دیکھا تو کہا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے۔ (الاحقاف: ۲۴) (صحیح البخاری: ۳۲۰۵' صحیح مسلم: ۸۹۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آندھی پر لعنت کی تو آپ نے فرمایا: آندھی پر لعنت نہ کرو' کیونکہ یہ (اللہ کے) حکم کے تابع ہے' اور جس نے کسی ایسی چیز پر لعنت کی جو لعنت کا اہل نہیں تھا تو وہ لعنت اس پر لوٹ آئے گی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۰۸' سنن ترمذی: ۱۹۷۸)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آندھی کو بُرا نہ کہو' پس جب تم کسی ناگوار چیز کو دیکھو تو دعا کرو: اے اللہ! میں اس آندھی کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس میں جو خیر ہے اس کا سوال کرتا ہوں اور جس چیز کا اسے حکم دیا گیا ہے' اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور میں اس آندھی کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور اس شر سے جو اس میں ہے اور اس شر سے جس کا اس کو حکم دیا گیا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۲۵۲' مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب بھی آندھی چلتی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھٹنوں پر دو زانو بیٹھ جاتے اور یہ دعا کرتے: اے اللہ! اس کو رحمت بنا' اس کو عذاب نہ بنا' اے اللہ! اس کو ریاح بنا اور اس کو ریح نہ بنا (ریاح رحمت کی ہواؤں کو کہتے ہیں اور ریح عذاب کی آندھیوں کو کہتے ہیں)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اللہ کی کتاب میں ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا. (حٰم السجدہ: ۱۶)	ہم نے ان پر تند و تیز آندھی بھیجی۔
اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ○ (الذاریات: ۴۱)	ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی آندھی بھیجی ○
وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ. (الحجر: ۲۲)	اور ہم نے پانی سے بوجھل ہوائیں بھیجیں۔
اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيٰحَ مُبَشِّرٰتٍ. (الروم: ۴۶)	(اس کی نشانیوں میں) خوش خبری دینے والی ہواؤں کو بھیجنا ہے۔

(مسند الشافعی ص ۱۸۱' مشکوٰۃ: ۱۵۱۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان میں بادل کو دیکھتے تو اپنا کام چھوڑ دیتے اور اس کے سامنے کھڑے ہوتے اور یہ دعا کرتے: اے اللہ! اس میں جو شر ہے اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں' اگر وہ بادل چلا جاتا تو آپ اللہ کا شکر ادا کرتے اور اگر وہ بادل برستا تو آپ دعا کرتے: اے اللہ! اس کو نفع والی بارش بنا دے!

(سنن ابوداؤد: ۵۰۹۹' سنن نسائی: ۱۵۲۳' سنن ابن ماجہ: ۳۸۸۹' مسند احمد ج ۶ ص ۱۹۰)

۲۶ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد کہ صبا سے میری مدد کی گئی ہے

صَبا وہ ہوا ہے جو مشرق سے مغرب کی طرف چلتی ہے اور دَبُور وہ ہوا ہے جو اس کے برعکس ہے۔

۱۰۳۵ - **حَدَّثَنَا** مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ. [اطراف الحدیث: ۳۲۰۵-۳۳۴۳-۴۱۰۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری صبا سے مدد کی گئی ہے اور قوم عاد کو دَبُور سے ہلاک کر دیا گیا۔

(صحیح مسلم: ۹۰۰ الرقم المسلسل: ۲۰۵۳ السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۶۱۷ جامع المسانید لابن جوزی: ۲۹۴۶ مکتبۃ الرشد ریاض)

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بعض مخلوقات کی بعض دوسری مخلوقات پر فضیلت کا ذکر ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو خصوصی نعمت اور فضیلت عطا فرمائی ہے اس نعمت کا اظہار کرنا جائز ہے بہ شرطیکہ یہ اظہار اعتراف نعمت کے طور پر ہو فخر اور اترانے کے لیے نہ ہو اور اس میں پچھلی امتوں کی ہلاکت کی بھی خبر ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

بادِ صبا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمانا اور بادِ دَبُور سے قوم عاد کو ہلاک فرمانا

اس حدیث میں صبا (مشرق سے چلنے والی آندھی) کے ذریعہ مدد کرنے کا ذکر ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ خندق کے دن انتہائی سرد رات میں مشرکین کے اوپر سرد آندھی بھیجی جس نے ان کے چولہے بجھا دیئے اور ان کے خیموں کی رسیاں اور میخیں اکھاڑ دیں ان کے اوپر ان کے خیمے اور ہتھیار گر گئے اور وہ بغیر جنگ کے راتوں رات بھاگ گئے قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا○ (الاحزاب: ۹)

اے ایمان والو! اللہ نے تم پر جو احسان کیا ہے اس کو یاد کرو جب تم سے لڑنے کے لیے فوجوں کے لشکر آئے تو ہم نے ان پر تیز اور تند آندھی بھیجی اور ایسے لشکر بھیجے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے○

نیز زیر بحث حدیث میں فرمایا کہ قوم عاد کو بادِ دَبور (مغرب سے چلنے والی آندھی) سے ہلاک کر دیا گیا۔

عاد سے مراد عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کا بیٹا ہے۔ اس کی اولاد تیرہ قبیلوں پر مشتمل تھی یہ لوگ الاحقاف (ریت کے بلند ٹیلے یا پہاڑوں میں بنائے ہوئے غار یہ مقام حضر موت یمن کے قریب تھا) میں رہتے تھے جب انہوں نے حضرت ھود علیہ السلام کی نافرمانی کی اور ان کی مسلسل تبلیغ کے باوجود اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلسل سخت تند و تیز آندھی بھیجی جس نے ان کو ہلاک کر دیا یہ لوگ اپنی قوت پر بہت تکبر کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے عذاب کے سامنے کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح پڑے رہ گئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان پر آندھی کے عذاب کا ذکر فرمایا ہے:

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ○ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ○ فَهَلْ

اور رہے عاد تو ان کو گرجتی ہوئی تیز آندھی سے ہلاک کر دیا گیا○ (اللہ نے) اس آندھی کو ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلط رکھا پس (اے مخاطب!) تم دیکھتے کہ یہ لوگ زمین

تَرٰی لَهُمْ بَاقِيَةٍO (الحاقہ: ۸۔۶)

پر کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح گر گئےO کیا اب تمہیں ان میں سے کوئی باقی نظر آ رہا ہےO

(عمدة القاری ج ۷ ص ۸۱ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت ' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۹۸۴۔ ج ۲ ص ۱۶ ۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۷ - بَابُ مَا قِيْلَ فِى الزلاَزِلِ وَالْاٰيَاتِ

زلزلوں اور علامات قیامت کے متعلق جو کہا گیا ہے

۱۰۳۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُو الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرحْمٰنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النبیُّ صَلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ الساعَةُ حَتّٰى يُقْبَضَ الْعِلْمُ، وَتَكْثُرَ الزلاَزِلُ، وَيَتَقَارَبَ الزمَانُ، وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ، وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ، وَهُوَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ، حَتّٰى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے خبر دی از عبد الرحمان الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ علم کو اٹھا لیا جائے اور بہ کثرت زلزلے آئیں اور زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہو اور فتنوں کا ظہور ہو اور ھرج زیادہ ہو اور وہ قتل ہے قتل' اور تم میں مال بہت زیادہ ہوگا' پس وہ لوگوں میں پھیل جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ حَدثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَللّٰهُم بَارِكْ لَنَا فِىْ شَامِنَا وَفِىْ يَمَنِنَا. قَالَ قَالُوْا وَفِىْ نَجْدِنَا؟ قَالَ قَالَ اَللّٰهُم بَارِكْ لَنَا فِىْ شَامِنَا وَفِىْ يَمَنِنَا. قَالَ قَالُوْا وَفِىْ نَجْدِنَا؟ قَالَ قَالَ هُنَاكَ الزلاَزِلُ وَالْفِتَنُ، وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ. [طرف الحدیث: ۷۰۹۴]

(صحیح ابن حبان: ۷۳۰۱ ۸ ' شرح السنۃ: ۴۰۰۴ ' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۱۰۹۔ ج ۹ ص ۱۲۰ ' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۱۹ 'مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین بن الحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت دے' حضرت ابن عمر نے بیان کیا: صحابہ نے کہا: اور ہمارے نجد میں' حضرت ابن عمر نے کہا: آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت دے' حضرت ابن عمر نے بیان کیا: صحابہ نے کہا: اور ہمارے نجد میں' آپ نے فرمایا: وہاں پر زلزلے اور فتنے برپا ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن المثنیٰ بن عبید ابو موسیٰ' یہ اہل بصرہ سے ہیں (۲) حسین بن الحسن بن یسار' یہ آل مالک بن یسار سے ہیں اور البصری ہیں' یہ ۱۸۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد اللہ بن عون بن ارطبان البصری (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۸۳)

صحیح بخاری کے اس نسخہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر نہیں ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے شام میں برکت دے اور ہمارے یمن میں برکت دے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر نہیں کیا' علامہ القابسی نے کہا ہے کہ اس نسخہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لفظ ساقط ہو گیا اور اس کا ہونا ضروری تھا کیونکہ اس قسم کا کلام اپنی رائے سے نہیں کہا جا سکتا' ''کتاب الفتن'' کی حدیث میں اس کا ذکر صراحۃً ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۵۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے ''کتاب الفتن'' کی جس حدیث کا ذکر کیا ہے' وہ یہ ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر کیا: اے اللہ! ہمارے شام میں برکت دے اور ہمارے یمن میں برکت دے۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۷۰۹۴)

نجد کے لیے دعا نہ کرنے کا سبب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مشرق کے لیے دعا اس لیے ترک کی تا کہ وہ شر کمزور ہو جائے جو اُن کی طرف تھا اور دوسرا اس لیے کہ وہاں پر شیطان فتنوں کو برپا کرتا تھا' جس طرح آپ نے اہل مکہ کے خلاف سات سال قحط کی دعا کی تھی اور جس طرح آپ نے دعا کی تھی کہ مدینہ کا بخار جحفہ کی طرف منتقل کر دیا جائے کیونکہ آپ نے وحی سے جان لیا تھا کہ وہاں کے لوگ اس بلاء کے مستحق ہیں تا کہ وہ اہل جحفہ لوگوں کو ایذاء پہنچانے سے باز آ جائیں' اور شیطان کے سینگ سے مراد اس کی جماعت ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

شیخ حسین احمد مدنی کی محمد بن عبدالوہاب نجدی اور فرقہ وہابیہ نجدیہ کے متعلق تصریحات

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل نجد کو اپنی دعا سے محروم رکھا۔ نجد کی جنوبی وادی حنیفہ کے ایک مقام عیینہ میں مسیلمہ کذاب پیدا ہوا تھا' اور اسی جگہ محمد بن عبدالوہاب نجدی پیدا ہوا' اور اس کی پھیلائی ہوئی بدعقیدگیوں سے مسلمانوں کے عقائد میں زلزلہ اور زبردست فتنہ پیدا ہوا۔

شیخ حسین احمد مدنی متوفی ۱۳۷۷ھ' محمد بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ کے متعلق لکھتے ہیں:

صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی' ابتداء تیرہویں صدی' نجد عرب سے ظاہر ہوا' اور چونکہ یہ خیالاتِ باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا' اس لیے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا' ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا' ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے' بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا' اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے' اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔ (الشہاب الثاقب ص ۴۲' میر محمد کتب خانہ' کراچی)

شیخ حسین احمد مدنی صدر المدرسین دار العلوم دیوبند' فرقہ وہابیہ کے عقائد کے متعلق لکھتے ہیں:

(۱) محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانانِ دیار مشرک وکافر ہیں اور ان سے قتل وقتال کرنا' ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے' چنانچہ نواب صدیق حسن خاں نے خود اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔ (الشہاب الثاقب ص ۴۳' میر محمد کتب خانہ' کراچی)

(۲) نجدی اور اس کے اَتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے' بعد ازاں وہ اور دیگر مؤمنین موت میں برابر ہیں' اگر بعد وفات ان کو حیات ہے تو وہی حیات ان کو برزخ میں ہے جو آحادِ امت کو ثابت ہے' بعض ان کے حفظ جسم نبی کے قائل ہیں مگر بلا علاقہ روح اور متعدد لوگوں کی زبان سے بالفاظ کریہہ کہ جن کا زبان پر لانا جائز نہیں' دربارۂ حیات نبوی علیہ السلام سنا جاتا ہے اور انہوں نے اپنے رسائل وتصانیف میں لکھا ہے۔

(الشہاب الثاقب ص ۴۳)

(۳) زیارتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحضوری آستانہ شریفہ وملاحظہ روضۂ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت' حرام وغیرہ لکھتا ہے' اس طرف اس نیت سے سفر کرنا محظور وممنوع جانتا ہے' ''لاتشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد'' ان کا مستدل ہے' بعض ان میں کہ سفر زیارت کو معاذ اللہ تعالیٰ زنا کے درجہ کو پہنچاتے ہیں' اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلوٰۃ وسلام ذاتِ اقدس نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں پڑھتے نہ اس طرف متوجہ ہو کر دعا وغیرہ مانگتے ہیں۔ (الشہاب الثاقب ص ۴۶)

(۴) شانِ نبوت وحضرت رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذاتِ سرورِ کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوتِ قلبی اور ضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لا رہے ہیں' ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذاتِ پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسل دعا میں آپ کی ذاتِ پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں' ان کے بڑوں کا مقولہ ہے معاذ اللہ' معاذ اللہ نقل کفر' کفر نباشد' کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذاتِ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے' ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذاتِ فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔ (الشہاب الثاقب: ۴۷)

(۵) وہابیہ اشغال باطنیہ واعمالِ صوفیہ' مراقبہ' ذکر وفکر وارادت ومشیخت وربط القلب بالشیخ وفنا وبقاء وخلوت وغیرہ اعمال کو فضول ولغو بدعت وضلالت شمار کرتے ہیں اور ان اکابر کے اقوال وافعال کو شرک وغیرہ کہتے ہیں اور ان سلاسل میں داخل ہونا بھی مکروہ و مستقبح بلکہ اس سے زائد شمار کرتے ہیں' چنانچہ جن لوگوں نے دیارِ نجد کا سفر کیا ہوگا یا ان سے اختلاط کیا ہوگا' ان کو بہ خوبی معلوم ہو گا' فیوضِ روحیہ ان کے نزدیک کوئی چیز نہیں' ومثل ھذا۔ (الشہاب الثاقب ص ۶۰)

(۶) وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالۃ جانتے ہیں اور ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین کی شان میں الفاظ واہیہ خبیثہ استعمال کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے مسائل میں وہ گروہ اہل سنت والجماعت کے مخالف ہو گئے' چنانچہ غیر مقلدین ہند اسی طائفہ شنیعہ کے پیرو ہیں' وہابیہ نجد' عرب اگرچہ بوقت اظہار دعویٰ حنبلی ہونے کا اقرار کرتے ہیں لیکن عمل درآمد ان کا ہرگز جملہ مسائل میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر نہیں ہے' بلکہ وہ بھی اپنے فہم کے مطابق جس حدیث کو مخالف فقہ حنابلہ خیال کرتے ہیں' اس کی وجہ سے حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں' ان کا بھی مثل غیر مقلدین کے اکابر امت کی شان میں الفاظِ گستاخانہ' بے ادبانہ استعمال کرنا معمول بہ ہے۔ (الشہاب الثاقب: ۶۳-۶۲)

(۷) مثلاً ''علی العرش استویٰ'' وغیرہ آیات میں طائفہ وہابیہ استواء ظاہری اور جہات وغیرہ ثابت کرتا ہے جس کی وجہ سے (اللہ کے لیے) ثبوت جسمیت وغیرہ لازم آتا ہے...... علیٰ ھذا القیاس' مسئلہ نداء رسول میں وہابیہ مطلقاً منع کرتے ہیں اور یہ حضرات (علماء دیوبند) نہایت تفصیل فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لفظ یارسول اللہ! اگر بلحاظ معنی اسی طرح نکلا ہے جیسے لوگ بوقت مصیبت وتکلیف ماں اور باپ کو پکارتے ہیں تو بلاشک جائز ہے علیٰ ھذا القیاس' اگر بلحاظ معنی درود شریف کے ضمن میں کہا جاوے گا تو بھی جائز ہوگا علیٰ ھذا القیاس' اگر کسی سے غلبہ وشدت وجد وتو فرعشق میں نکلا ہے تب بھی جائز ہے اور اگر اس عقیدہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنے فضل وکرم سے ہماری ندا کو پہنچا دے گا اگر چہ ہر وقت پہنچا دینا ضروری نہ ہوگا' مگر اس امید پر وہ ان الفاظ کو استعمال کرتا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ وہابیہ خبیثہ یہ صورت نہیں نکالتے اور جملہ انواع کو منع کرتے ہیں' چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا کہ وہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں اور اہل حرمین پر سخت نفرین اس نداء اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اڑاتے ہیں اور کلماتِ ناشائستہ استعمال کرتے ہیں۔ وہابیہ نجدیہ' یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ یارسول اللہ میں استعانت بغیر اللہ ہے اور وہ شرک ہے اور یہ وجہ بھی ان کے نزدیک سبب مخالفت کی ہے حالانکہ یہ اکابر مقدسانِ دین متین اس کو ان اقسام استعانت میں سے شمار نہیں کرتے جو کہ مستوجب شرک یا باعث ممانعت ہو' البتہ اگر وہ چیزیں سوال کی جاویں جن کا اعطاء مخصوص بجناب باری عزاسمہ ہے تو البتہ ممنوع اسی وجہ سے ہے' ندا بلفظ یارسول اللہ! اور خطاب حاضرینِ مسجد نبوی وبارگاہِ مصطفوی کو جائز ومستحب فرماتے ہیں اور وہابیہ وہاں پر بھی منع کرتے ہیں' دو وجہ سے اوّلاً یہ کہ یہ استعانت بغیر اللہ تعالیٰ ہے اور دوم یہ کہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے واسطے حیات فی القبور ثابت نہیں بلکہ وہ بھی مثل دیگر مسلمین کے متصف بالحیٰوۃ البرزخیہ سے ہیں' پس جو حال دیگر مؤمنین کا ہے وہی ان کا ہوگا' یہ جملہ عقائد ان کے ان لوگوں پر بخوبی ظاہر وباہر ہیں جنہوں نے دیارِ نجد عرب کا سفر کیا ہو۔ یہ لوگ جب مسجد شریف نبوی میں آتے ہیں تو نماز پڑھ کر نکل جاتے ہیں اور روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام ودعا وغیرہ پڑھنا مکروہ وبدعت شمار کرتے ہیں' ان ہی افعالِ خبیثہ واقوالِ واہیہ کی وجہ سے اہل عرب کو ان سے نفرت بے شمار ہے۔

(الشہاب الثاقب ص ٦٦ ۔ ٦٤ ملخصاً)

(۸) وہابیہ خبیثہ کثرت صلوٰۃ وسلام ودرود بر خیر الانام علیہ السلام اور قراءت دلائل الخیرات وقصیدہ بردہ وقصیدہ ہمزیہ وغیرہ اور اس کے پڑھنے اور اس کے استعمال کرنے وورد بنانے کو سخت قبیح ومکروہ جانتے ہیں اور بعض اشعار کو قصیدۂ بردہ میں شرک وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں' مثلاً ؎

یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ سواك عند حلول الحادث العمم

اے افضل المخلوقات! میرا کوئی نہیں جس کی میں پناہ پکڑوں بہ جز تیرے بروقت نزولِ حوادث

حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اپنے متعلقین کو دلائل الخیرات وغیرہ کی اجازت دیتے رہے ہیں اور ان کو شرف درود وسلام وقراءت دلائل الخیرات کا امر فرماتے رہے ہیں' اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مثل شعر بردہ فرماتے ہیں:

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا بنے گا کون ہمارا تیرے سوا غم خوار

(الشہاب الثاقب ص ٦٦)

(۹) وہابیہ تمبا کو کھانے اور اس کے پینے کو حقہ میں ہو یا سگار میں یا چرٹ میں اور اس کے ناس لینے کو حرام اور اکبر الکبائر میں سے شمار کرتے ہیں' ان جہلاء کے نزدیک معاذ اللہ' زنا اور سرقہ کرنے والا اس قدر ملامت نہیں کیا جاتا جس قدر تمبا کو استعمال کرنے والا ملامت کیا جاتا ہے۔ جملہ بزرگان دین تمبا کو کے استعمال پر سوائے کراہت تنزیہی و خلاف اولیٰ کے دوسرا کوئی حکم نہیں فرماتے اور بعض بعض حضرات بوجہ ضرورت خود استعمال فرماتے ہیں۔ (شہاب الثاقب ص ٦٦)

(۱۰) وہابیہ امر شفاعت میں اس قدر تنگی کرتے ہیں کہ بمنزلہ عدم کے پہنچا دیتے ہیں حالانکہ یہ اکابر ظاہراً و باہراً تحقیق اور ثبوتِ شفاعت کے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے قائل ہیں اور اقسامِ خمسہ مذکورہ کتب کلامیہ سب آپ کے واسطے خصوصاً اور عموماً ثابت مانتے ہیں اور زائر کو حکم کرتے ہیں کہ بوقت حضوری بارگاہِ مصطفوی اس کا سوال کرے۔ (الشہاب الثاقب ص ۱۰)

(۱۱) وہابیہ سوائے علم احکامِ شرائع جملہ علومِ اسرارِ حقانی وغیرہ سے ذاتِ سرورِ کائنات خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خالی جانتے ہیں اور یہ حضرات (علماء دیوبند) یہ فرماتے ہیں کہ علم احکام و شرائع و علم ذات وصفات و افعال جناب باری عزاسمہٗ و اسرار حقانی کونیہ وغیرہ میں حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ رتبہ ہے کہ نہ کسی مخلوق کو نصیب ہوا' نہ ہوگا۔ علم اور اس کے ماسوا اس کے جتنے کمالات ہیں سب میں بعد خداوند اکرم عزاسمہ مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے' علومِ اوّلین و آخرین سے آپ مالا مال فرمائے گئے ہیں' کوئی بشر کوئی مَلک کوئی مخلوق آپ کے ہم پلّہ علوم اور دیگر کمالات میں نہیں ہوسکتا چہ جائے کہ افضل ہو' ہاں! البتہ احاطہ جملہ جزئیات وکلیات کونیہ کا مخصوص بجناب باری عزاسمہ ہے' وہی علام الغیوب والشہادات ہے' پس دیکھئے کس قدر فرق ان حضرات کے عقائد اور وہابیہ کے عقائد میں ہے۔ (الشہاب الثاقب ص ٦٧)

(۱۲) وہابیہ نفس ذکر ولادت حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبیح و بدعت کہتے ہیں اور علیٰ ھذا القیاس اذکار اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو بھی بُرا سمجھتے ہیں اور یہ جملہ حضرات (علماء دیوبند) نفس ولادتِ شریفہ کو جب کہ بروایاتِ معتبرہ ہو' مندوب اور مستوجب برکت فرماتے ہیں' البتہ ان قیود کو منع کرتے ہیں جن کو جہلاء زمانہ نے زیادہ کر کے لازم ٹھہرالیا ہے اور ان کی وجہ سے شرعاً کوئی قباحت پیدا ہو۔

صاحبان! آپ حضرات کے ملاحظہ کے واسطے یہ چند اُمور ذکر کر دیئے ہیں جن میں وہابیہ نے علماء حرمین شریفین کے خلاف کیا تھا اور کرتے رہتے ہیں اور اسی وجہ سے جب کہ انہوں نے غلبہ کر کے حرمین شریفین پر حاکم ہو گئے تھے' ہزاروں کو تہ تیغ کر کے شہید کیا اور ہزاروں کو سخت ایذائیں پہنچائیں' بارہا ان سے مباحثے ہوئے' ان سب اُمور میں ہمارے اکابر ان کے سخت مخالف ہیں۔ (الشہاب الثاقب ص ٦٨-٦٧' میر محمد کتب خانہ' کراچی)

نجد' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے کیوں محروم رہا' یہ بتانے کے لیے ہم نے شیخ حسین احمد مدنی متوفی ۱۳۷۷ھ کے اقتباسات پیش کیے تھے اور اب شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ کی رائے پیش کر رہے ہیں' وہ لکھتے ہیں:

اور رہا محمد بن عبدالوہاب نجدی تو وہ پلید شخص تھا' کم علم تھا اور مسلمانوں پر کفر کا حکم لگانے میں بہت جلدی کرتا تھا۔

(فیض الباری ج ۱ ص ۱۷۱-۱۷۰' مطبعہ حجازی' قاہرہ' ۱۳۵۷ھ)

اور اخیر میں ہم محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بھائی علامہ سلیمان بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ کی اس کے متعلق آراء لکھ رہے ہیں:

علامہ سلیمان بن عبدالوہاب کی محمد بن عبدالوہاب نجدی اور فرقہ وہابیہ نجدیہ کے متعلق تصریحات

شیخ نجدی نے جو اپنے خانہ ساز عقائد کی عالمِ اسلام کو دعوت دی اور اس دعوت کے انکار کو وجہ کفر قرار دے کر تمام مسلمانوں کو واجب القتل قرار دیا اور جہاں جہاں اس کا بس چلا اس نے اپنے ان مذموم مقاصد کی تکمیل میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ شیخ نجدی کی اس تکفیر عام بہمانہ قتل و غارت گری کے خلاف اس وقت سے لے کر آج تک کے علماء اس کی تحریک کے بطلان پر کتابیں لکھتے چلے آرہے ہیں۔ ہم قارئین کے سامنے ان بے شمار کتابوں میں سے چند کتابوں کے اقتباسات پیش کر رہے ہیں اور ابتداء میں شیخ نجدی محمد بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۰۶ھ کے بھائی سلیمان بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ کی شہرۂ آفاق کتاب ''الصواعق الالھیۃ'' کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

علامہ سلیمان بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ

علامہ سلیمان بن عبدالوہاب شیخ نجدی کی تکفیر مسلمین پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

توحید و رسالت کی گواہی سے مسلمانوں کی تکفیر پر ردّ

تمہارے عقائد اور تکفیر کے صحیح نہ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ توحید و رسالت کی گواہی کے بعد اسلام کا سب سے عظیم رکن نماز ہے' اس کے باوجود جو شخص ریاکاری کے طور پر نماز پڑھتا ہے' اس کے بارے میں فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرمائے گا' بلکہ فرمائے گا: میں دوسرے شرکاء کی نسبت اپنے شرک سے زیادہ بے پرواہ ہوں' جس شخص نے اپنے کسی عمل میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کرلیا' میں اس کے عمل اور شرک کو چھوڑ دیتا ہوں اور قیامت کے دن ریاکار سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا! جا کر اپنا اجر اس شخص سے طلب کر جس کے لیے تو نے عمل کیا تھا۔ ایسے شخص کے بارے میں فقہاء اسلام نے یہ کہا ہے کہ اس کا عمل باطل ہے اور یہ نہیں کہا کہ اس کو قتل کرنا اور اس کا مال لوٹنا جائز ہے' جب کہ تم اس سے بہت ہلکی اور معمولی بات کو کفر قرار دیتے ہو۔

سجدہ کی بناء پر تکفیر مسلمین کا ردّ

اسی طرح نماز کے تمام ارکان میں سب سے اہم رکن سجدہ ہے اور نذر و نیاز اور غیر اللہ کو پکارنے کی بہ نسبت سجدہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے' حالانکہ فقہاء اسلام نے سجدہ کے احکام میں بھی فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ جو شخص سورج' چاند' ستارے یا بت کو سجدہ کرے وہ کافر ہے اور جو شخص ان کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرے وہ کفر نہیں' گناہ کبیرہ ہے' لیکن حقیقتِ حال یہ ہے کہ تم فقہاء اسلام اور ان کی عبارات کی تقلید نہیں کرتے' بلکہ جو کچھ تم نے بطورِ خود سمجھا ہے' اسی میں حق کو منحصر سمجھتے ہو اور اس کو ضروریاتِ دین سے قرار دے کر اس کے منکر کو کافر قرار دیتے ہو اور جن مشتبہ عبارات سے تم استدلال کرتے ہو' وہ محض تمہاری مغالطہ آفرینی ہے' ہمارا تم سے مطالبہ یہ ہے کہ تم اپنے خود ساختہ مذہب کی تاکید میں فقہاء اسلام میں سے کسی مسلم فقیہ کی نص صریح پیش کرو' اور اگر تم ایسی کسی عبارت کے پیش کرنے کے بجائے محض سب و شتم اور تکفیر پر اکتفاء کرتے ہو' تو ہم تمہارے شر سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔

تکفیر مسلمین کے ردّ پر پہلی حدیث

مسلمانوں کی تکفیر کے بارے میں تمہارا موقف اس لیے بھی صحیح نہیں ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا اور نذر و نیاز قطعاً کفر نہیں' حتیٰ کہ اس کے مرتکب مسلمان کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیا جائے' کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شبہات کی بناء پر حدود ساقط کر دو۔ (تاریخ بغداد ج ۹ ص ۳۰۳) اور حاکم نے اپنی صحیح میں اور ابوعوانہ اور بزار نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شخص کی سواری کسی بے آب و گیاہ صحرا میں گم ہو جائے تو وہ تین بار کہے: اے

عباد اللہ! (اے اللہ کے بندو!) مجھ کو اپنی حفاظت میں لے لو تو اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جو اس کو اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں۔ (مسند البزار:۳۱۲۸، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی:۵۵۸) اور طبرانی نے روایت کیا ہے کہ اگر وہ شخص مدد چاہتا ہو تو یوں کہے کہ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ (المعجم الکبیر:۱۰۵۱۸) اس حدیث کو فقہاء اسلام نے اپنی کتب جلیلہ میں ذکر کیا ہے اور اس کی اشاعت عام کی ہے اور معتمد فقہاء میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا' چنانچہ امام نووی نے ''کتاب الاذکار'' میں اس کا ذکر کیا ہے۔ (کتاب الاذکار:۸۰۷) اور ابن القیم نے اپنی کتاب ''الکلم الطیب'' میں اس کا ذکر کیا ہے اور ابن مفلح نے ''کتاب الآداب'' میں اور ابن مفلح نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل کے صاحب زادے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (یعنی امام احمد بن حنبل) سے سنا' وہ فرماتے تھے کہ میں نے پانچ بار حج کیے ہیں' ایک بار میں پیدل جا رہا تھا اور راستہ بھول گیا' میں نے کہا: اے عباد اللہ! مجھے راستہ دکھاؤ' میں یوں ہی کہتا رہا' حتیٰ کہ میں صحیح راستہ پر آ لگا۔

اب میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص کسی غائب یا فوت شدہ بزرگ کو پکارتا ہے اور تم اس کی تکفیر کرتے ہو' بلکہ تم محض اپنے قیاس فاسد سے یہ کہتے ہو کہ اس شخص کا شرک ان مشرکین کے شرک سے بھی بڑھ کر ہے' جو بحر و بر میں عبادت کے غرض سے غیر اللہ کو پکارتے تھے اور اس کے رسول کی علی الاعلان تکذیب کرتے تھے۔ کیا تم اس حدیث اور اس کے مقتضیٰ پر علماء اور ائمہ کے عمل کو اس شخص کے لیے اصل نہیں قرار دیتے جو بزرگوں کو پکارتا ہے اور محض اپنے فاسد قیاس سے اس کو شرکِ اکبر قرار دیتے ہو۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.

جب کہ شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں' تو اس مضبوط اصل کی بناء پر ایسے شخص سے تکفیر کیونکر نہ ساقط ہو گی۔ نیز مختصر الروضہ میں کہا ہے: جو شخص توحید و رسالت کی گواہی دیتا ہو' اس کو کسی بدعت کی بناء پر کافر نہیں کہا جائے گا اور ابن تیمیہ نے بھی اسی بات کو ترجیح دی ہے (جب کہ جو شخص فوت شدہ بزرگوں کو پکارتا ہے' وہ کسی بدعت کا مرتکب بھی نہیں ہے' کیونکہ اس کا یہ فعل ایک مضبوط اصل یعنی حدیث صحیح (جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے) اور سلف کے عمل پر مبنی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)۔ (الصواعق الالٰہیہ ص ۳۵-۳۴' مکتبہ ایشیق' استنبول)

تکفیر مسلمین کے ردّ پر دوسری حدیث

ایک اور مقام پر شیخ نجدی کی تکفیر کا ردّ کرتے ہوئے علامہ سلیمان بن عبد الوہاب لکھتے ہیں:

تم نے جو مسلمانوں کی تکفیر کی بنیاد پر اپنے مذہب کو قائم کیا ہے' اس کے باطل ہونے پر صحیح بخاری کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جس کو حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرتا ہے' اس کو دین میں فقیہ بنا دیتا ہے اور یہ امت ہمیشہ صحیح دین پر قائم رہے گی' یہاں تک کہ قیامت آ جائے۔ (صحیح البخاری:۷۱) اس حدیث کی ہمارے مطلوب پر اس طرح دلالت ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت تک امت کے دین پر مستقیم رہنے کی خبر دی ہے اور یہ حقیقت واقعیہ ہے کہ جن اُمور کو تم وجہ کفر قرار دیتے ہو۔ یہ ابتداء اسلام سے لے کر آج تک تمام دنیائے اسلام میں مروّج اور معمول ہیں' پس اگر اولیاء اللہ کے مقابر بڑے بڑے بت ہوتے اور ان سے استمداد اور استغاثہ کرنے والے کافر ہوتے تو تمام امت صحیح دین پر قائم نہ ہوتی' بلکہ اس کے برعکس ساری اُمت کافر اور تمام بلادِ اسلام بلادِ کفر بن جاتے' جن میں علی الاعلان بتوں کی پوجا ہو رہی ہوتی یا بتوں کی عبادت پر اسلام کے احکام جاری ہوتے' پھر حضور کے فرمان کے مطابق اس امت کی دین صحیح پر استقامت کی حدیث کس طرح صحیح ہوتی اور یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ (الصواعق الالٰہیہ ص ۴۰' مکتبہ ایشیق' استنبول)

تکفیر مسلمین کے ردّ پر تیسری حدیث

شیخ نجدی کا تکفیر مسلمین پر ردّ کرتے ہوئے علامہ سلیمان بن عبد الوہاب لکھتے ہیں:

تمہارے مذہب کے بطلان پر بخاری اور مسلم کی یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کفر کا گڑھ مشرق کی طرف ہوگا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایمان یمانی ہے اور فتنہ وہاں ہوگا جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۳۳۰۲، صحیح مسلم: ۵۱)

نیز بخاری اور مسلم میں حدیث ہے: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: درآں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور مشرق کی طرف تھا' فتنہ اسی جانب سے ظاہر ہوگا۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۱۸۷)

اور بخاری کی روایت میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان) اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت نازل فرما۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے نجد میں۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت نازل فرما۔ صحابہ نے عرض کیا: ہمارے نجد میں۔ آپ نے تیسری بار فرمایا: وہاں سے زلزلوں اور فتنوں کا ظہور ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۷۰۹۴)

اور امام احمد بن حنبل نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے: اے اللہ! ہمارے مدینہ میں برکت نازل فرما' ہمارے صاع اور ہمارے مُد میں اور ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں' پھر مشرق کی طرف منہ کر کے فرمایا: یہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا اور فرمایا: یہاں سے زلزلوں اور فتنوں کا ظہور ہوگا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاریب صادق القول ہیں' اللہ تعالیٰ کی برکتیں اور رحمتیں آپ پر اور آپ کی آل اور اصحاب پر نازل ہوں' آپ نے حق امانت ادا کر دیا اور فرائضِ رسالت کی تبلیغ مکمل کر دی۔

شیخ تقی الدین نے کہا: مدینہ کی جانب شرقی (نجد) سے مسیلمہ کذاب کا ظہور ہوا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وصال کے بعد سب سے پہلے جس فتنے کا ظہور ہوا' وہ مسیلمہ کذاب کا دعویٰ نبوت تھا جس کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مکمل استیصال کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث شیخ نجدی کی دعوت اور تکفیر مسلمین پر کئی وجوہ سے دلالت کرتی ہے' ہم ان میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایمان یمانی ہے اور فتنہ مشرق سے نکلے گا اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار ذکر فرمایا۔

(۲) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حجاز اور اہلِ حجاز کے لیے بار بار دعا فرمائی اور اہل مشرق خصوصاً اہل نجد کے لیے دعا کرنے سے انکار کر دیا۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو سرزمین نجد میں پہلا فتنہ واقع ہوا' وہ شیخ نجدی کا فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کے درمیان صدیوں سے رائج معمولات کو کفر اور مسلمانوں کو کافر بنا دیا' بلکہ شیخ نجدی نے ان لوگوں کو بھی کافر بنا دیا جو ان مسلمانوں کو کافر نہ کہے' حالانکہ مکہ اور مدینہ اور یمن کے علاقوں میں صدیوں سے یہ معمولات رائج ہیں' بلکہ ہم کو تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اولیاء کا وسیلہ ان کی قبروں سے توسّل اور استمداد اور اولیاء اللہ کا پکارنا' یہ تمام اُمور دنیا میں سب سے زیادہ یمن اور حرمین شریفین میں کیے جاتے ہیں اور یہ بھی ہم کو معلوم ہوا کہ جس قدر عظیم فتنہ سرزمین نجد میں واقع ہوا' وہ کسی دَور میں بھی کسی اور جگہ وقوع پذیر نہیں ہوا اور (اے شیخ نجدی!) تمہارا کہنا یہ ہے کہ دنیا کے تمام مسلمانوں پر تمہاری اتباع واجب ہے اور جو شخص تمہارے مذہب کی اتباع کرے اور وہ مذہب کے اظہار اور دوسرے مسلمانوں کی تکفیر کی طاقت نہ رکھے' اس پر واجب ہے کہ وہ تمہارے شہر کی طرف ہجرت کرے اور یہ کہ تم ہی طائفہ منصورہ ہو اور یہ اس حدیث کے خلاف ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ

نے قیامت تک کے ہونے والے واقعات کا علم عطا فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے امت پر گزرنے والے تمام واقعات کو بتلا دیا ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کو علم ہوتا کہ سرزمین مسیلمہ یعنی شہر نجد تا آل کار دارالایمان بنے گا اور طائفہ منصورہ اسی شہر میں ہوگا اور ایمان کے فوارے اسی شہر سے چھوٹ رہے جائیں گے اور حرمین شریفین اور یمن بلاد کفر بن جائیں گے جن میں بت پرستی ہوگی اور وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہوگا تو رسول اللہ ﷺ ضرور اس بات کی خبر دیتے اور اہل مشرق اور خصوصاً نجد کے لیے ضرور دعا فرماتے اور حرمین شریفین اور اہل یمن کے لیے دعائے ضرر فرماتے اور رسول اللہ (ﷺ) یہ خبر دیتے کہ وہاں کے باشندے بت پرستی کریں گے اور ان متبرک علاقوں کے لوگوں سے بیزاری کا اظہار فرماتے' لیکن جب ایسا نہیں ہوا' بلکہ اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ نے اہل مشرق کے لیے بالعموم اور نجد کے بارے میں بالخصوص خبر دی ہے کہ وہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا اور اس شہر میں اور اس شہر سے فتنے نمودار ہوں گے اور نجد کے لیے دعا کرنے سے آپ نے انکار فرمایا اور یہ بات تمہارے زعم کے بالکل برعکس ہے۔ تمہارے نزدیک جن لوگوں کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تھی' وہ کفار ہیں اور جس علاقہ کے لوگوں کے لیے رسول اللہ (ﷺ) نے دعا کرنے سے انکار کر دیا اور خبر دی تھی کہ وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا اور فتنوں کا ظہور ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۷۱۰۴) تمہارے عقیدے کے مطابق وہ علاقہ دارالایمان ہے اور اس کی طرف ہجرت واجب ہے۔

تکفیر مسلمین کے ردّ پر چوتھی حدیث

تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو بخاری اور مسلم نے حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے اور آپ نے فرمایا: مجھے اس بات کا خوف نہیں ہے کہ تم سب (مسلمان) میرے بعد شرک کرنے لگو گے' لیکن مجھے اس بات کا خوف ہے کہ تم کو مال دنیاوی بہ کثرت حاصل ہوگا اور تم مالِ دنیاوی کی محبت میں متفرق ہو جاؤ گے اور مال و دولت کی وجہ سے تم لوگ آپس میں لڑو گے اور ہلاکت میں مبتلا ہو جاؤ گے' جس طرح اس سے پہلی امتیں ہلاکت میں مبتلا ہو گئی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۴۴) عقبہ بن عامر کہتے ہیں میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے یہ آخری وعظ سنا تھا۔ (آج سعودی عرب میں سیال تیل کے چشموں اور سونے کی کانوں سے روپیہ کی ریل پیل حضور ﷺ کے اس فرمان کی تصدیق ہے کہ اس وقت مرکزِ فتنہ سعودی عربیہ ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

یہ حدیث شریف بھی تمہارے مذہب کے بطلان پر اسی طرح دلالت کرتی ہے کہ قیامت تک رسول اللہ ﷺ کی امت پر جس قدر احوال گزرنے تھے حضور (ﷺ) نے وہ تمام احوال بیان فرما دیئے اور اس حدیث صحیح میں حضور نے یہ بتلا دیا ہے کہ آپ کی امت بت پرستی سے محفوظ رہے گی اور نہ حضور کو اپنی امت سے بت پرستی کا خطرہ تھا اور نہ اس بات کی آپ نے خبر دی ہے' اور جس چیز کا خطرہ تھا اور جس چیز سے رسول اللہ ﷺ نے ڈرایا' وہ مال و دولت کی کثرت اور فراوانی ہے (اور مملکتِ سعودی عربیہ آج اسی فتنہ میں مبتلا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

اور یہ حدیث تمہارے مذہب کے برعکس ہے' کیونکہ تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ تمام امت نے بت پرستی کی اور تمام اسلامی ممالک بت پرستی سے بھر گئے اور اگر تمام دنیا میں کسی جگہ میں اسلام کی کوئی رمق ہے' تو وہ نجد میں ہے' یہاں تک کہ تمہارے خیال میں روم' یمن اور مغرب کے تمام علاقے (حرمین شریفین وغیرہ) بت پرستی سے بھرے ہوئے ہیں اور تم کہتے ہو کہ جو شخص ان لوگوں کو کافر نہ کہے' وہ خود کافر ہے' پس تمہارے عقیدے کے مطابق تمام بلادِ اسلام کے مسلمان کافر ہیں' سوا نجد شہر کے اور جو نیا دین تم لائے ہو اس کی عمر

صرف دس سال ہے۔ (الصواعق الالہیہ ص ۴۵-۴۴ مکتبہ ایشیق استنبول)

(گویا اس سے پہلے گیارہ سو سال تک کے تمام مسلمان العیاذ باللہ کافر تھے۔ سعیدی غفرلہ)۔

اس کے بعد علامہ سلیمان لکھتے ہیں:

تکفیر مسلمین کے ردّ پر پانچویں حدیث

تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرۂ عرب میں اس کی پرستش کی جائے لیکن وہ ان کو آپس میں لڑاتا رہے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۲) اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ اور ابویعلیٰ اور بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرۂ عرب میں بت پرستی کی جائے لیکن اس سے کم بات یعنی آپس کے لڑائی جھگڑوں پر راضی ہو گیا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۹۳۷) اور امام احمد نے اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ اور ابن ماجہ نے شداد بن اوس سے روایت کی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت پر شرک کا خوف کرتا ہوں میں نے عرض کیا: حضور! کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن وہ سورج، چاند یا کسی بت کی پوجا نہیں کرے گی لیکن اپنے اعمال میں ریا کاری کرے گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۲۰۵ مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۴)

ان احادیث کی تمہارے مذہب کے بطلان پر دلالت اس طرح ہے کہ اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس قدر چاہا اپنے غیب سے مطلع فرمایا اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس کی خبر دے دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ جزیرۂ عرب میں شیطان اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے اور شداد کی روایت میں آپ نے خبر دی ہے کہ جزیرۂ عرب میں بت پرستی نہیں ہو گی اور یہ چیزیں تمہارے مذہب کے برعکس ہیں کیونکہ تمہارا عقیدہ ہے کہ بصرہ اور اس کے گرد و نواح اور عراق میں دجلہ سے لے کر اس جگہ تک جہاں حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی قبریں ہیں اسی طرح سارے یمن اور حجاز میں شیطان کی پرستش اور بت پرستی ہوتی ہے اور یہاں کے مسلمان بت پرست اور کفار ہیں حالانکہ یہ تمام جگہیں سرزمین عرب کے وہ تمام علاقے ہیں جن کی سلامتی ایمان اور کفر سے براءت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے اور تم کہتے ہو کہ یہاں کے لوگ کافر ہیں اور جو ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے لہٰذا تمام احادیث تمہارے مذہب کا ردّ کرتی ہیں۔ (الصواعق الالہیہ ص ۴۶-۴۵ مکتبہ ایشیق استنبول)

علامہ سلیمان مزید لکھتے ہیں:

تکفیر مسلمین کے ردّ پر چھٹی حدیث

اور تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو امام احمد اور امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا اور اس کو صحیح قرار دیا اور امام نسائی نے اور ابن ماجہ نے عمرو بن عاص سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: شیطان اس بات سے ہمیشہ کے لیے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہارے اس شہر میں اس کی پرستش کی جائے البتہ تمہاری آپس کی لڑائیوں میں اس کی پیروی ہوتی رہے گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۵) اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا کہ حضرت ابن عباس بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیا اور فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری سرزمین میں اس کی پرستش کی جائے لیکن اس کے علاوہ دوسری باتوں میں پیروی کی جانے پر راضی ہو چکا ہے ان چیزوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کے اعمال کو حقیر جانو گے پس اس بات سے احتراز کرنا اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر

تم نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے۔

ان احادیث میں تمہارے مذہب کے بطلان پر اس طرح دلالت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصاً مکہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بت پرستی نہ ہونے کی خبر دی ہے اور حضور کبھی خلافِ واقع خبر نہیں دیتے' نیز اس میں حضور نے امت کو بشارت دی ہے اور حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بشارت کبھی غلط نہیں ہوتی' البتہ اس حدیث میں حضور نے بت پرستی کے علاوہ دوسری غلط باتوں مثلاً لڑائی جھگڑوں سے ڈرایا ہے اور یہ بات حدیث سے بالکل ظاہر ہے اور جن چیزوں کا نام تم شرکِ اکبر رکھتے ہو اور ان کے کرنے والوں کو (اولیاء سے وسیلہ' شفاعت طلب کرنا اور ان کی قبروں سے فیضان طلب کرنا۔سعیدی) بت پرستی کا مرتکب کہتے ہو' ان تمام اُمور پر تمام اہل مکہ' ان کے عوام' امراء اور علماء چھ سو سال سے زیادہ عرصہ سے عمل پیرا ہیں' اس کے باوجود یہ تمام لوگ اب تمہارے دشمن ہیں' تم کو سب وشتم کرتے ہیں اور تمہاری اس بدعقیدگی کی وجہ سے تم پر لعنت بھیجتے ہیں اور مکہ مکرمہ کے علماء اور شرفاء ان تمام اُمور پر احکامِ اسلام جاری کرتے ہیں جن کو تم شرکِ اکبر قرار دیتے ہو' اگر تمہارا گمان حق ہے' تو یہ لوگ علی الاعلان کافر ہیں' لیکن یہ احادیث تمہارے زعم فاسد کا ردّ کرتی ہیں اور تمہارے مذہب کو باطل کرتی ہیں۔ (الصواعق الالٰہیہ ص ۴۷' مکتبہ ایشیق' استنبول)

علامہ ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ

علامہ شامی' شیخ نجدی کی تحریک کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہمارے زمانہ میں محمد بن عبدالوہاب کے پیروکار جو نجد سے نکلے اور حرمین پر قابض ہو گئے اور وہ اپنے آپ کو حنبلی المذہب کہتے تھے' لیکن ان کا اعتقاد یہ تھا کہ مسلمان صرف وہ یا ان کے موافق ہیں اور جو عقائد میں ان کے مخالف ہیں' وہ مسلمان ہی نہیں ہیں بلکہ مشرک ہیں' اس بناء پر انہوں نے اہل سنت اور علماء اہل سنت کے قتل کو جائز رکھا۔

(رد المحتار ج ۶ ص ۳۱۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۲۸ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾ (الواقعہ: ۸۲)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شُكْرَكُمْ.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (قرآن میں) تم اپنا حصہ یہ رکھتے ہو کہ تم اس کو جھٹلاتے ہو O (الواقعہ: ۸۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''رزقکم'' کی تفسیر میں فرمایا: ''شکرکم''۔

سورۃ الواقعہ کی زیر بحث آیت میں رزق کا جو ذکر ہے' اس سے مراد اس کا لازم ہے' یعنی شکر' لہٰذا جب اللہ کے فضل و کرم سے بارش ہو تو تم کو اس کا شکر ادا کرنا چاہیے لیکن تم اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے اس کو جھٹلاتے ہو' اور بجائے اس کے کہ تم یہ کہو کہ اللہ نے پانی برسایا' تم کہتے ہو کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے (اس تفسیر کی وجہ سے اس حدیث کی کتاب الاستسقاء سے مناسبت ظاہر ہو گئی)۔

۱۰۳۸ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ' عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ اَنَّهٗ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ' عَلٰى اِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از زید بن خالد الجہنی' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی' اس وقت آسمان پر رات کی بارش کا اثر تھا' جب

فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَ كَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهِ، فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مڑ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' (آپ نے بتایا:) اللہ سبحانہ نے فرمایا: میرے بندوں نے اس حال میں صبح کی کہ بعض مجھ پر ایمان لانے والے تھے اور بعض میرا کفر کرنے والے تھے' سو جنہوں نے کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان لانے والے تھے اور ستاروں کا کفر کرنے والے تھے' اور جنہوں نے کہا کہ فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی تو وہ میرا کفر کرنے والے تھے اور ستاروں پر ایمان لانے والے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٤٦ میں گزر چکی ہے۔

٢٩ - بَابٌ لَا يَدْرِيْ مَتٰى يَجِيْءُ الْمَطَرُ إِلَّا اللّٰهُ

اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی

چونکہ اس سے پہلے باب میں یہ ذکر کیا تھا کہ بارش صرف اللہ کے حکم اور اس کی قضاء اور قدر سے ہوتی ہے اور ستاروں کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے' اس لیے اس باب میں یہ بیان فرمایا کہ اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے کہ بارش کب ہوگی۔

وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ امام بخاری نے صحیح البخاری: ٥٠ میں ذکر کیا ہے۔

١٠٣٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُوْنُ فِيْ غَدٍ، وَلَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُوْنُ فِي الْأَرْحَامِ، وَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا، وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ، وَمَا يَدْرِيْ أَحَدٌ مَتٰى يَجِيْءُ الْمَطَرُ.

[اطراف الحدیث: ٤٦٢٧-٤٦٩٧-٤٧٧٨-٧٣٧٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیب کی پانچ چابیاں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ زمین پر کس جگہ مرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی۔

(جامع المسانید لابن جوزی: ٣٥٥٣' مکتبۃ الرشد' الریاض' ١٤٢٦ھ)

اس باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی موافقت اس جملہ میں ہے: غیب کی پانچ چابیاں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

کاہنوں اور نجومیوں کی خبروں کا جھوٹا ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن پانچ چیزوں کے علم کی اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے نفی کی ہے' ان کا ذکر لقمان: ۳۴ میں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جو کاہن اور نجومی مستقبل کی اور غیب کی خبریں بیان کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں اور جس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کو اس چیز کا علم ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے علم کے ساتھ منفرد ہے' اس نے اس دعویٰ سے اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی' اور یہ کفر ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علوم خمسہ اور علمِ غیب کی تحقیق

حافظ عبدالرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں قیامت کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس کی جگہ یہ ذکر ہے کہ بارش کب ہوگی' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جو علوم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں' ان کی تعداد پانچ میں منحصر نہیں ہے بلکہ وہ اس سے بہت زیادہ ہے جتنا اس کی مخلوق کی تعداد ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (الانعام: ۵۹)

اور اللہ ہی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' اور وہی جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور جو کچھ سمندر میں ہے اور جو (درخت کا) پتا گرتا ہے اور جو دانہ زمین کی تاریکیوں میں گرتا ہے اس کو وہی جانتا ہے' اور ہر تر اور خشک چیز کا ذکر لوحِ محفوظ میں ہے ۝

ان پانچ چیزوں کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ لوگوں کو ان پانچ چیزوں کے جاننے کی ضرورت پیش آتی تھی اور وہ کاہنوں سے اور نجومیوں سے ان کے متعلق دریافت کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان پانچ چیزوں کا اور ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے (یعنی بالاستقلال اور بالذات اور اس کے بتائے بغیر کسی کو کسی غیب کا علم نہیں ہوسکتا۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

اور اللہ تعالیٰ ان پانچ چیزوں کے افراد میں کسی فرد کی کسی کو اطلاع فرمائے تو اس کی نفی اور یہ اطلاع اس آیت میں داخل ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ. (الجن: ۲۷-۲۶)

وہ ہر غیب کا جاننے والا ہے' سو وہ اپنے ہر غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا ۝ ماسوا ان کے جن کو اس نے پسند فرمالیا ہے جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

اس آیت کی بھرپور تفصیل اور تحقیق تبیان القرآن (ج ۱۲) الجن: ۲۶ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

ایک لڑکی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ شعر پڑھا:

وفینا نبی یعلم ما فی غد

ہم میں وہ نبی موجود ہیں جن کو کل کی بات کا علم ہے

تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ و اور وہ اشعار پڑھو' جو پہلے پڑھ رہی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۵۱۴۷)

اس شعر کو پڑھنے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لیے منع فرمایا کہ کوئی ناواقف حال یہ نہ سمجھ لے کہ آپ کو بالذات کل کا علم ہے کیونکہ جب علم کو مطلقاً ذکر کیا جائے تو اس سے متبادر ذاتی علم ہوتا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

رہا ماؤں کے پیٹوں میں کیا ہے؟ سو اللہ تعالیٰ اس کے علم کے ساتھ منفرد ہے اس سے قبل کہ وہ رحم میں بچہ کی تخلیق کا حکم دے اور اس کی موت حیات اس کے رزق اس کے عمل اور اس کے اخروی انجام کو لکھنے کا حکم دے پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے "ما فی الارحام" کا علم عطا فرما دیتا ہے جس طرح اس فرشتے کو مطلع فرماتا ہے۔

میں کہتا ہوں: آج کل الٹرا ساؤنڈ کے ذریعہ یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ پیٹ میں بچہ مذکر ہے یا مؤنث اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ صحت مند ہوگا یا اس میں کوئی مہلک بیماری ہوگی اسی طرح آلات کے ذریعہ یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ بارش کب ہوگی اور محکمہ موسمیات والے پیش گوئی کر دیتے ہیں کہ فلاں دن بارش ہوگی اور یہ پیش گوئی ۷۰ فی صد درست ہوتی ہے اسی طرح آلاتِ رصدیہ سے اس کا بھی علم ہو جاتا ہے کہ دنیا میں کس تاریخ کو کس جگہ اور کس وقت سورج یا چاند گرہن ہوگا اور یہ پیش گوئی ۱۰۰ فی صد درست ہوتی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے علمِ غیب پر اور اس کے ان چیزوں کے علم میں منفرد ہونے پر اعتراض نہیں ہوگا کیونکہ ان کو یہ علم آلات اور اسباب سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو جو علم ہے وہ ذاتی ہے اور کسی سبب آلہ اور کسی کی تعلیم کے بغیر ہے اور ان کے علوم میں خطاء کا بھی احتمال ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی خطاء کا احتمال نہیں ہے۔

علامہ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں: اگر "ما فی الارحام" وغیرہ کی اطلاع رسولوں کو دی جائے تو وہ علم یقینی ہے اور اگر رسولوں کے غیر کو ہو مثلاً صدیقین اور صالحین کو ہو تو وہ علم ظنی ہے کیونکہ ان کو بھی کبھی اللہ تعالیٰ ان چیزوں کے علم پر مطلع فرما دیتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر وفات کا وقت آیا تو انہوں نے مجھ سے کہا: تمہارے دو بھائی ہیں اور دو بہنیں ہیں میں نے کہا: میرے دو بھائی تو ہیں میری دو بہنیں کون سی ہیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: (ان کی بیوی) بنت خارجہ حاملہ ہیں اور میرا گمان ہے کہ ان سے ایک بیٹی پیدا ہوگی ہشام کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا: میری بہن تو صرف حضرت اسماء ہیں حضرت ابوبکر نے فرمایا: بنت خارجہ حاملہ ہیں اور ان سے لڑکی پیدا ہوگی۔

کل کیا ہوگا اور کون کہاں مرے گا اور بارش کب ہوگی اس کا (کلی) علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بعض رسولوں کو ان چیزوں کے بعض افراد کا علم عطا فرماتا ہے جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہ کثرت غیوبِ مستقبلہ کا علم عطا فرمایا اور آپ نے ان کی خبریں دیں جس طرح آپ نے امیہ بن خلف کے قتل کی خبر دی اور حضرت سعد بن معاذ نے مکہ میں اُمیہ کو خبر دی تو امیہ نے کہا: اللہ کی قسم! (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جھوٹ نہیں بولتے اور آپ نے تبوک میں یہ خبر دی کہ آج رات بہت سخت آندھی آئے گی اور اسی طرح ہوا۔ (صحیح البخاری: ۱۴۸۱)

اسی طرح آپ نے اپنی صاحب زادی سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر دی کہ آپ اس بیماری میں وصال فرمائیں گے اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے حجرہ اور منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۶۴) نیز آپ نے فرمایا: نبی جس جگہ فوت ہوتا ہے اس جگہ دفن کیا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۸)

اور اولیاء کرام جو غیب کی خبریں دیتے ہیں وہ قطعی اور یقینی نہیں ہوتیں ظن غالب پر مبنی ہوتی ہیں۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۶ ص ۳۴۴۔۳۴۲ دار ابن الجوزی ریاض ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابن رجب حنبلی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیب کی خبروں کے متعلق دو تین حدیثیں ذکر کی ہیں ہم نے تبیان القرآن میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم قیامت کے متعلق الاعراف: ۱۸۷ کی تفسیر میں پچیس (۲۵) احادیث مفصل حوالہ جات کے ساتھ بیان کی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیب کی خبروں کے متعلق الاعراف: ۱۸۸ کی تفسیر میں اکیاون (۵۱) احادیث مفصل حوالہ جات کے ساتھ بیان کی ہیں نیز

آپ کے علمِ قیامت اور علم ''ما کان وما یکون'' کے متعلق مستند اور مسلّم مفسرین' محدثین' ائمہ کرام کے مفصل حوالہ جات دیئے ہیں اور علم غیب کی تحقیق کی ہے۔ قارئین اس بحث کو وہاں ضرور ملاحظہ کریں۔

کتاب الاستسقاء کا اختتام

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّدنا محمد خاتم النبیّین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین.

آج گیارہ ربیع الاوّل ۱۴۲۸ھ/۳۱ مارچ ۲۰۰۷ء بہ روز ہفتہ ''کتاب الاستسقاء'' مکمل ہوگئی۔ الٰہ العٰلمین! صحیح البخاری کی باقی کتب بھی مکمل کرا دینا اور میری اور میرے قارئین اور محبین اور جمیع مسلمین کی مغفرت فرما دینا۔

''کتاب الاستسقاء'' میں چالیس احادیث مرفوعہ ہیں' جن میں سے نو تعلیقات ہیں' باقی احادیث موصولہ ہیں' اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز ''کتاب الکسوف'' شروع ہوگی۔

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

١٦ - كِتَابُ الْكُسُوْفِ

سورج گہن اور چاند گہن کا بیان

''الکسوف'' کا معنی ہے: سورج کو گہن لگنا اور ''الخسوف'' کا معنی ہے: چاند کو گہن لگنا اور مجازاً ایک کا دوسرے پر اطلاق ہو جاتا ہے' ان ابواب میں سورج گہن اور چاند گہن کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

١ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ — سورج گہن لگنے کی نماز کا بیان

اس باب میں سورج گہن لگنے کی نماز کا بیان کیا گیا ہے' اس کی اصل قرآن مجید' سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ قرآن میں یہ آیت ہے:

وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيَاتِ اِلَّا تَخْوِيْفًاO (بنی اسرائیل:٥٩) اور ہم صرف لوگوں کو ڈرانے کے لیے نشانیاں بھیجتے ہیںO

اللہ تعالیٰ سورج کو گہن لگا کر بندوں کو ڈراتا ہے کہ اس کائنات میں سب سے عظیم مخلوق سورج ہے' جب اللہ تعالیٰ ایک آن میں سورج کو بے نور کر دیتا ہے تو وہ انسان کی آنکھوں سے بصارت کا نور اور اس کے دل سے ایمان کا نور سلب کرنے پر تو بہت زیادہ قادر ہے' تو بندوں کو چاہیے کہ وہ گناہوں کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت کی طرف رجوع کریں' اسی میں ان کی کامیابی ہے۔ سنت سے اس کے ثبوت میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابوبکرہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم سورج اور چاند گرہن کو دیکھو تو نماز پڑھو۔ (صحیح البخاری:١٠٤٠)

اور اجماع امت اس طرح ہے کہ تمام امت اس پر متفق ہیں کہ سورج گرہن کے وقت نماز پڑھی جائے اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔

یہ نماز سنت ہے' واجب نہیں ہے اور اس کی وہی شرائط ہیں جو باقی نماز کی شرائط ہیں' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک سورج گہن کی نماز میں ایک رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے ہیں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایک رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہیں' اس کی مفصل تحقیق ہم صحیح البخاری:٥٧٤ میں بیان کر چکے ہیں۔

١٠٤٠ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ' عَنْ يُوْنُسَ' عَنِ الْحَسَنِ' عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَانْكَسَفَتِ الشَّمْسُ' فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُرُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عوف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از یونس از الحسن از ابی بکرہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے' پس سورج کو گہن لگ گیا تو نبی ﷺ اپنے تہبند کو

رِدَاءَهٗ حَتّٰی دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلْنَا، فَصَلّٰی بِنَا رَكْعَتَيْنِ حَتّٰی انْجَلَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوْا وَادْعُوْا حَتّٰی يُكْشَفَ مَا بِكُمْ.

گھسیٹتے ہوئے اٹھے' آپ مسجد میں داخل ہوئے' پس ہم بھی داخل ہوئے' پس آپ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی حتیٰ کہ سورج منکشف ہو گیا' پس نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا' پس جب تم دونوں کو (گہنایا ہوا) دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ تم پر جو گہن ہے وہ منکشف ہو جائے۔

[اطراف الحدیث: ١٠٤٨۔ ١٠٦٢۔ ١٠٦٣۔ ٥٧٨٥] (سنن نسائی: ١٤٩١۔ ١٤٩٠' مسند البزار: ٣٦٦٠' شرح السنۃ: ١١٣٨٦۔ ١١٣٨٤' سنن بیہقی ج ٣ ص ٣٣١' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٤٦٨' السنن الکبریٰ: ٥٠٠' صحیح ابن خزیمہ: ١٣٧٤' صحیح ابن حبان: ٢٨٣٣' مسند الطیالسی: ٨٧٢' سنن دار قطنی ج ٢ ص ٦٤' مسند احمد ج ٥ ص ٣٧ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٠٣٩٠۔ ج ٣٤ ص ٣٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عمرو بن عون (٢) خالد بن عبد اللہ الطحان الواسطی (٣) یونس بن عبید (٤) الحسن البصری (٥) حضرت ابوبکرہ نفیع بن الحارث۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٩٠)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ جب تم ان کو دیکھو تو نماز پڑھو۔

سورج گرہن کی نماز میں اختلافِ فقہاء اور فقہاء احناف کی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

حضرت المغیرہ بن شعبہ نے بیان کیا: جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ (آپ کے صاحب زادے) فوت ہو گئے تو لوگوں نے کہا: ان کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا' تب نبی ﷺ نے فرمایا: کسی کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے۔ (صحیح البخاری: ١٠٦٠' صحیح مسلم: ٩١٥)

جمہور علماء کے نزدیک سورج گہن کی نماز دو رکعت ہے مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ ہر رکعت میں دو رکوع ہیں اور یہ وہ اضافہ ہے جس کا قبول کرنا واجب ہے۔ (دوسری احادیثِ صحیحہ اس کے خلاف ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

فقہاء احناف نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ سورج گرہن کی نماز صبح کی نماز کی طرح دو رکعت ہے' اور صحیح بخاری: ١٠٤٠ میں حضرت ابوبکرہ کی حدیث مذکور فقہاء احناف کی حجت ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ ایک رکعت میں دو رکوع ہیں' اس میں صرف یہ مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز لمبی پڑھانی چاہیے حتیٰ کہ سورج منکشف ہو جائے' اگر لوگوں کا یہ گمان ہو کہ عنقریب سورج منکشف ہونے والا ہے اور اس کا نور معمول کے مطابق آنے والا ہے' تب بھی ان کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس نماز میں دو رکعت زیادہ کر دیں (یعنی دو کی جگہ چار پڑھ لیں)۔

نبی ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ جب تم سورج کو گہنایا ہوا دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ تم پر جو گہن لگا ہے وہ منکشف ہو جائے' اس سے بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ جب تک سورج منکشف نہ ہو جائے اس وقت تک نماز ختم نہیں کرنی چاہیے۔

امام طحاوی نے کہا: اس حدیث میں وارد ہے کہ نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ سورج کھل جائے اور امام بخاری نے حضرت ابوموسیٰ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورج گرہن اور چاند گرہن کے وقت دعا مانگنے اور استغفار کرنے کا حکم دیا ہے۔ (صحیح

البخاری:١٠٥٩) جیسے آپ نے نماز کا حکم دیا ہے' پس آپ کا یہ حکم اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے سورج گرہن کی نماز کے لیے کسی مخصوص نماز کا ارادہ نہیں کیا' لیکن آپ نے یہ ارادہ کیا کہ مسلمان نماز' دعا اور استغفار سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

حضرت ابوبکرہ نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے اٹھے' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اللہ کا کتنا خوف تھا اور آپ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کی طرف کتنی سبقت کرتے تھے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے نماز کی طرف اٹھے تا کہ اللہ کا جو حکم نازل ہوا ہے' اس کو بجالانے میں مشغول ہوں' اس سے معلوم ہوا کہ تہبند کو گھسیٹنا مطلقاً مذموم نہیں ہے' صرف اس شخص کے لیے مذموم ہے جو قصداً تہبند کو گھسیٹے۔

اس حدیث میں زمانۂ جاہلیت کے اس عقیدہ کا رد ہے کہ کسی بڑے آدمی کے فوت ہونے سے سورج یا چاند کو گہن لگ جاتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٣ ص ٢٩۔٢٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

فقہاء احناف کے مؤقف پر مزید دلائل' صحیح البخاری:٧٤٥ کی شرح میں ملاحظہ فرمائیں' خلاصہ یہ ہے کہ جو حدیث عورتوں سے مروی ہے' اس میں ایک رکعت میں دو رکوع کا ذکر ہے اور جو حدیث مردوں سے مروی ہے' اس میں ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کا ذکر ہے' نیز ایک رکعت میں زیادہ رکوع کرنے کی روایت میں اضطراب ہے' بعض احادیث میں دو رکوع کرنے کا ذکر ہے' بعض میں تین رکوع کرنے کا ذکر ہے' اور بعض میں چار رکوع کرنے کا ذکر ہے اور بعض میں پانچ رکوع کرنے کا ذکر ہے' اور حدیث مضطرب لائق استدلال نہیں ہوتی' ایسی صورت میں اس نماز کو اصل کی طرف لوٹانا چاہیے جیسے صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث ہے' اس میں رکوع کی زیادتی کا ذکر نہیں ہے۔

١٠٤١ - حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنْ اِسْمَاعِيْلَ، عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ، وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ، فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا.

[اطراف الحدیث:١٠٥٧۔٣٢٠٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں شہاب بن عباد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن حمید نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کو لوگوں میں سے کسی کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا لیکن یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' پس جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم:٩١١' الرقم المسلسل:٢٠٧٩' سنن نسائی:١٤٦٢' سنن ابن ماجہ:١٢٦١)

حدیث مذکور کے رجال

(١) شہاب بن عباد الکوفی العبدی (٢) ابراہیم بن عباس الرواسی' یہ ١٧٨ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) اسماعیل بن ابی خالد (٤) قیس بن ابی حازم (٥) حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ الانصاری الخزرجی البدری رضی اللہ عنہ' یہ بدر کے رہنے والے تھے لیکن غزوۂ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے' یہ کوفہ میں رہنے لگے تھے اور حضرت علی بن ابی طالب کے دورِ خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ٧ ص ٩٨۔٩٧)

قاضی ابوبکر بن العربی المتوفی ٥٤٣ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز میں چھ چیزوں کا حکم دیا ہے: (١) اللہ کا

ذکر کرو (٢) دعا کرو (٣) تکبیر پڑھو (٤) نماز پڑھو (٥) صدقہ کرو (٦) غلام آزاد کرو۔

(عارضۃ الاحوذی ج ٣ ص ٣١ دارالکتب العربیہ بیروت ١٤١٨ ھ)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں آپ نے سورج گہن کے وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان فرمایا ہے کہ سورج اور چاند کو گہن لگنے کا سبب کسی کی موت اور حیات نہیں ہے بلکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے جو بندوں کو ڈرانے کے لیے ہے تاکہ وہ گناہوں سے باز آئیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کریں اور اس میں صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے۔

١٠٤٢ - **حَدَّثَنَا** اَصْبَغُ قَالَ اَخْبَرَنِی ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِی عَمْرٌو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهٖ، وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ، فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَصَلُّوْا. [طرف الحدیث: ٣٢٠١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از عبد الرحمٰن بن القاسم، ان کو حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ یہ خبر دیتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، پس جب تم ان دونوں کو دیکھو تو نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ٩١٤، الرقم المسلسل: ٢٠٨٦، سنن نسائی: ١٤٦١، جامع المسانید لابن جوزی: ٣٥١٤، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) اصبغ بن الفرج ابو عبد اللہ المصری (٢) عبد اللہ بن وہب المصری (٣) عمرو بن الحارث المصری (٤) عبد الرحمان بن القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہم (٥) ان کے والد القاسم (٦) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٩٩)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی سورج گہن کے وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٠٤١ میں گزر چکی ہے۔

١٠٤٣ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ، فَقَالَ النَّاسُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ اِبْرَاهِيْمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهٖ، فَاِذَا رَاَيْتُمْ فَصَلُّوْا وَادْعُوا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ. [اطراف الحدیث: ١٠٦٠-٦١٩٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم بن القاسم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان ابو معاویہ نے حدیث بیان کی از زیاد بن علاقہ از حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا، جس دن (آپ کے صاحب زادے) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تھے، تو لوگوں نے کہا: حضرت ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے، پس

جب تم (گہن) دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ عزوجل سے دعا کرو۔

(صحیح مسلم: ۹۱۵ الرقم المسلسل: ۲۰۸۷ سنن نسائی: ۱۴۶۱ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۶۹۴ المعجم الکبیر: ۱۰۱۶ ج ۲۰ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۷۱ السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۸۴۳ کتاب الدعاء للطبرانی: ۲۲۱۳ صحیح ابن حبان: ۲۸۲۷ سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۴۱ مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۹ طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۱۷۸ ج ۳۰ ص ۱۱۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ۶۴۰۷ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن محمد بن عبداللہ ابوجعفر البخاری المسندی (۲) ہاشم بن القاسم ابوالنضر اللیثی الکنانی' خراسانی' یہ بغداد میں رہے اور وہیں یکم ذی القعدہ ۲۰۷ھ میں وفات پائی (۳) شیبان بن معاویہ النحوی (۴) زیاد بن علاقہ (۵) حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۹۹)

حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ

حضرت ابراہیم' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحب زادے ۱۰ھ میں فوت ہو گئے تھے' ایک قول ہے: ربیع الاوّل میں اور ایک قول ہے: رمضان میں' اور ایک قول ہے: ذی الحجہ میں' ان کی والدہ حضرت ماریہ قطبیہ رضی اللہ عنہا تھیں' یہ ذی الحج ۸ھ میں پیدا ہوئے تھے' وفات کے وقت ان کی عمر ۱۸ ماہ تھی' یہی مشہور قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۰۰)

* صحیح البخاری: ۱۰۴۳ اور ۱۰۴۲ کی احادیث' شرح صحیح مسلم: ۲۰۱۸-۲۰۱۷ ج ۲ ص ۷۳۴ پر مذکور ہیں' وہاں ان کی شرح نہیں کی گئی' البتہ کتاب الکسوف کے شروع میں سورج گہن پر تفصیل مذکور ہے' اس کے عنوان یہ ہیں:

① امام ابوحنیفہ کی دلیل ② ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور اس کا جواب ③ امام ابوحنیفہ کی تائید میں دیگر احادیث۔

٢ - بَابُ الصَّدَقَةِ فِي الْكُسُوْفِ

سورج گہن کے دن صدقہ کرنا

١٠٤٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ، فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ، ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ، وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ، وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ، ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الْأُوْلَى، ثُمَّ انْصَرَفَ، وَقَدِ انْجَلَتِ الشَّمْسُ، فَخَطَبَ النَّاسَ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللهِ، لَا يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَادْعُوا اللهَ، وَكَبِّرُوْا وَصَلُّوْا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی' پس آپ نے بہت لمبا قیام کیا' پھر رکوع کیا تو بہت لمبا رکوع کیا' پھر آپ نے قیام کیا' پس لمبا قیام کیا اور یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے رکوع کیا' پس لمبا رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے سجدہ کیا' پس لمبا سجدہ کیا' پھر آپ نے دوسری رکعت پہلی رکعت کی مثل پڑھی' پھر آپ مڑے' اور سورج منکشف ہو چکا تھا' پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا' پس اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی' پھر فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان کو نہ کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' پس جب تم سورج گہن دیکھو تو اللہ سے دعا کرو اور تکبیر پڑھو اور نماز

وَتَصَدَّقُوْا. ثُمَّ قَالَ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ مَا مِنْ اَحَدٍ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ اَنْ يَّزْنِيَ عَبْدُهٗ اَوْ تَزْنِيَ اَمَتُهٗ، يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ، وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا.

پڑھو اور صدقہ کرو' پھر فرمایا: اے امت محمد! اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی شخص اللہ سے زیادہ غیرت والا نہیں ہے' جب اس کا بندہ زنا کرے یا اس کی بندی زنا کرے اور اے امتِ محمد! اللہ کی قسم! اگر تم ان چیزوں کو جان لیتے جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔

[اطراف الحدیث:١٠٤٦-١٠٤٧-١٠٥٠-١٠٥٦-١٠٥٨-١٠٦٤-١٠٦٥-١٠٦٦-١٢١٢-٣٢٠٣-٤٦٢٤-٥٢٢١-٦٦٣١] (صحیح مسلم:٩٠١' الرقم المسلسل:٢٠٦١' سنن نسائی:١٤٧١' سنن داری:١٥٢٩' سنن ابوداؤد:١١٩١-١١٨٧' السنن الکبریٰ للنسائی:١٨٥٩' صحیح ابن حبان:٢٨٤٥' سنن بیہقی ج ٣ص ٣٣٨' شرح السنۃ:١١٤٢' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ص ٤٦٧' المعجم:٢٥٠' مسند الحمیدی:١٨٠' صحیح ابن خزیمہ:١٣٩١' المستدرک ج ١ص ٣٣٤-٣٣٣' مسند احمد ج ٦ص ٣٣ طبع قدیم' مسند احمد ج ٤٠ص ٤٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی:٧٥٠٨' المسند الطحاوی:٧٩-٩٣)

نمازِ کسوف میں قراءت کی مقدار

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبا قیام کیا' حضرت ابن عباس سے مروی ہے: آپ نے تقریباً سورۃ البقرہ کے برابر قراءت کی۔ (صحیح البخاری:١٠٥٢) اور عروہ سے روایت ہے کہ آپ نے دوسری رکعت میں تقریباً سورۃ آل عمران کے برابر قراءت کی۔ (سنن ابوداؤد:١١٨٧)

نمازِ کسوف کی ایک رکعت میں ایک سے زیادہ رکوع کرنے کی احادیث

باب مذکور کی اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے ایک رکعت میں دو رکوع کیے' اسی حدیث سے ائمہ ثلاثہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ سورج گرہن کی نماز میں ایک رکعت میں دو رکوع ہیں' اس کے برخلاف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے سورج گہن کی نماز کی ہر رکعت میں تین رکوع کیے۔ (سنن ابوداؤد:١١٧٧' صحیح مسلم:٩٠٢' سنن نسائی:١٤٦٩) اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ (صحیح مسلم:٩٠٤' سنن ابوداؤد:١١٧٨) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نمازِ کسوف کی ہر رکعت میں چار رکوع کی بھی حدیث ہے۔ (صحیح مسلم:٩٠٨' سنن ابوداؤد:١١٨٣' سنن ترمذی:٥٦٠' سنن نسائی:١٤٦٧) اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سورج گہن کی نماز کی ہر رکعت میں پانچ رکوع کی بھی حدیث ہے۔ (سنن ابوداؤد:١١٨٢)

ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کے متعلق احادیث

ظاہر ہے کہ ایک رکعت میں ایک سے زیادہ رکوع کی احادیث متعارض اور مضطرب ہیں اور ان سب پر عمل نہیں کیا جا سکتا' اس اصل کے مطابق اس حدیث پر عمل کرنا لازم ہے جس میں ایک رکعت میں صرف ایک رکوع کرنے کا ذکر ہے اور وہ احادیث درج ذیل ہیں:

حضرت قبیصہ ہلالی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' آپ تہبند کو گھسیٹتے ہوئے گھبرائے ہوئے نکلے اور میں بھی اس دن مدینہ میں آپ کے ساتھ تھا' آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی اور ان میں لمبا قیام کیا' پھر آپ مڑے اور سورج منکشف ہو چکا تھا' پس آپ نے فرمایا: یہ نشانیاں ہیں اور ان سے اللہ ڈراتا ہے' پس جب تم ان کو دیکھو تو اتنی نماز پڑھو جتنی نماز تم قریب ترین پڑھتے ہو۔ (سنن ابوداؤد:١١٨٥' سنن نسائی:١٤٨٥)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے' پس آپ

نے لوگوں کونماز پڑھائی' آپ کھڑے ہوئے تو میں نے آپ کی قراءت کا اندازہ کیا' پس میں نے دیکھا کہ آپ نے سورۃ البقرہ پڑھی' پھر آپ نے دوسجدے کیے' پھر آپ کھڑے ہوئے' پھر آپ نے لمبی قراءت کی' پس میں نے آپ کی قراءت کا اندازہ کیا' پس میں نے دیکھا کہ آپ نے سورۃ آل عمران پڑھی۔ (سنن ابوداؤد: ١١٨٧)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سورج کو گہن لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے' آپ نے سورۃ البقرہ کی قراءت کے لگ بھگ طویل قیام کیا' پھر آپ نے رکوع کیا اور حدیث پوری کی۔

(صحیح البخاری: ١٠٥٢' صحیح مسلم: ٩٠٧' سنن نسائی: ١٤٩٢' سنن ابوداؤد: ١١٨٩)

ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رکعت میں صرف ایک رکوع کیا اور یہی حدیث اصل کے مطابق ہے اور امام ابوحنیفہ کا ان ہی احادیث سے استدلال ہے۔

زنا سے ڈرانا' صدقہ کرنے سے عذاب کا دور ہونا اور کھیل کود کی مذمت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز کے خطبہ میں فرمایا: اللہ کو اس سے بہت زیادہ غیرت آتی ہے کہ اس کا بندہ زنا کرے یا اس کی بندی زنا کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب اللہ کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی دکھائی دے تو امام پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کو نصیحت کرے اور مسلمانوں کو نیک کاموں کا حکم دے اور ان کو گناہوں سے منع کرے اور ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس جب تم سورج گہن دیکھو تو اللہ سے دعا کرو اور تکبیر پڑھو اور نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔

اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ صدقہ اور نماز اور استغفار کرنے سے اللہ کا عذاب دور ہوتا ہے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آپ نے عورتوں سے فرمایا تھا: تم صدقہ کیا کرو کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ تم میں سے اکثر اہل نار ہیں۔ (صحیح البخاری: ٣٠٤)

آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تم ان چیزوں کو جان لیتے جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔

اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ وہ لوگ کھیل کود میں مشغول رہتے تھے' اسی طرح انصار شروع سے گانے بجانے کے دلدادہ تھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شادی کے موقع پر فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی کھیل ہے کیونکہ انصار کھیل سے محبت کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ٥١٦٢) یہ اس کی دلیل ہے کہ کھیل کود کے پیچھے لگنا ان گناہوں سے ہے جن پر نشانیوں سے ڈرایا جاتا ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے آلاتِ موسیقی کو حلال کرنے پر مسخ کیے جانے کی وعید سنائی ہے۔ (صحیح البخاری: ٥٥٩٠)

(شرح ابن بطال ج ٣ ص ٣٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ ابن بطال کی یہ عبارت صحابہ کرام کی شان میں بہت سخت معلوم ہوتی ہے' انہیں یہ انداز اختیار نہیں کرنا چاہیے تھا۔

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٩٩٢۔ ج ٢ ص ٧٤٢ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی' البتہ ''کتاب الکسوف'' کے شروع میں ص ٧١٨ پر یہ عنوان ہیں:

① امام ابوحنیفہ کی دلیل ② ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور اس کا جواب ③ امام ابوحنیفہ کی تائید میں دیگر احادیث۔

٣ - بَابُ النِّدَاءِ بِالصَّلٰوةِ جَامِعَةٌ فِي الْكُسُوْفِ

سورج گہن کے دن یہ ندا کرنا کہ جماعت تیار ہے

١٠٤٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامِ ابْنِ أَبِي سَلَّامٍ الْحَبَشِيُّ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْدِيَ إِنَّ الصَّلٰوةَ جَامِعَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن صالح نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن سلام بن ابی سلام الحبشی الدمشقی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمان بن عوف الزہری نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو یہ نداء کی گئی کہ جماعت تیار ہے۔

[طرف الحدیث:١٠٥١]

(صحیح مسلم:٩١٠' الرقم المسلسل:٢٠٧٨' سنن نسائی:١٤٧٨' صحیح ابن خزیمہ:١٣٧٦' شرح السنہ:١١٣٩' سنن بیہقی ج٣ص ٣٢٣' مسند احمد ج ٢ ص ١٧٥ طبع قدیم' مسند احمد:٦٦٣١۔ ج١١ص ٢٠٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) اسحاق بن منصور' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام اسحاق بن راھویہ ہے (٢) یحییٰ بن صالح الوحاظی (٣) معاویہ بن سلام بن ابی سلام یہ ١٦٤ھ میں فوت ہو گئے تھے (٤) یحییٰ بن ابی کثیر (٥) ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف الزہری (٦) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٠٦)

سورج گہن کی نماز میں اذان اور اقامت نہیں ہے' اس میں لوگوں کو جمع کرنے کے لیے صرف یہ نداء کی جاتی ہے: ''الصلٰوۃ جامعۃ'' یا ''جماعت تیار ہے''۔

٤ - بَابُ خُطْبَةِ الْإِمَامِ فِي الْكُسُوْفِ

سورج گہن کی نماز میں امام کا خطبہ

وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَأَسْمَاءُ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت عائشہ اور حضرت اسماء نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا۔

اس تعلیق کی اصل باب:١٦ میں آرہی ہے' جس کا عنوان ہے: سورج گہن کے خطبہ میں امام کا کہنا: امابعد۔

١٠٤٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ (ح). وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَصَفَّ النَّاسُ وَرَاءَهُ، فَكَبَّرَ، فَاقْتَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً، ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا، ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقَامَ وَلَمْ يَسْجُدْ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب (ح) اور مجھے احمد بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں سورج کو گہن لگ گیا' سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کی طرف نکلے' پس مسلمانوں نے آپ کے پیچھے صف بنائی' پس آپ نے اللہ اکبر کہا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طویل

وَقَرَاَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً، هِيَ اَدْنٰى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ كَبَّرَ وَرَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا، وَهُوَ اَدْنٰى مِنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ، ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ قَالَ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَاسْتَكْمَلَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ اَرْبَعِ سَجَدَاتٍ، وَانْجَلَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ يَنْصَرِفَ، ثُمَّ قَامَ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ، ثُمَّ قَالَ هُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ، فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَافْزَعُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ.

قراءت کی' پھر آپ نے اللہ اکبر کہا' پس طویل رکوع کیا' پھر آپ نے ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' کہا پس آپ کھڑے ہو گئے اور سجدہ نہیں کیا اور طویل قراءت کی اور یہ پہلی قراءت سے کم تھی' پھر آپ نے اللہ اکبر کہا اور طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ ربنا ولك الحمد'' کہا' پھر سجدہ کیا' پھر دوسری رکعت پہلی رکعت کی مثل پڑھی' پس چار سجدوں میں چار رکوع مکمل کر دیئے اور آپ کے مڑنے سے پہلے سورج منکشف ہو گیا' پھر آپ کھڑے ہوئے اور اللہ کی ایسی حمد و ثناء کی جو اس کے شایانِ شان ہے' پھر فرمایا: یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز کی پناہ میں آؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

وَكَانَ يُحَدِّثُ كَثِيْرُ بْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ. فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ اِنَّ اَخَاكَ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِالْمَدِيْنَةِ لَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ ؟! قَالَ اَجَلْ لِاَنَّهٗ اَخْطَاَ السُّنَّةَ.

اور کثیر بن عباس بہ کثرت یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جس دن سورج کو گہن لگ جاتا' اس حدیث کی مثل بیان کرتے از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' پس میں نے عروہ سے کہا کہ جس دن مدینہ میں گہن لگتا تھا اس دن تمہارے بھائی صبح کی نماز کی دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے' عروہ نے کہا: ہاں! لیکن انہوں نے سنت میں خطاء کی۔

اس قول کے قائل الزہری ہیں اور عروہ کے بھائی حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما ہیں' عروہ بن الزبیر کی مراد یہ تھی کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سورج گرہن کی نماز میں ہر رکعت میں ایک رکوع کرتے تھے اور عروہ کے نزدیک سنت یہ تھی کہ سورج گرہن کی ہر رکعت میں دو رکوع کیے جائیں' لیکن تحقیق یہ ہے کہ حضرت ابن الزبیر سنت کے مطابق پڑھتے تھے اور سورج گہن کی نماز کی ایک رکعت میں صرف ایک رکوع کرتے تھے' جس طرح حضرت نفیع بن الحارث' حضرت ابوبکرہ نے سورج گہن کی نماز کو بغیر رکوع کے اضافہ کے روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۴۰) اور عروہ نے جو اپنے بھائی کو خطاء پر قرار دیا ہے اس میں ان کو خطاء ہوئی ہے' جس طرح دو رکوع کی روایت میں ان کو خطاء ہوئی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

عروہ تابعی ہیں اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما صحابی ہیں اور سنت کا حال تابعی کی بہ نسبت صحابی پر زیادہ منکشف ہوتا ہے' پھر کیا وجہ ہے کہ عروہ نے کہا: حضرت ابن الزبیر نے سنت میں خطاء کی' اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن الزبیر تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو کہ سورج گہن کی نماز میں ہر رکعت میں دو رکوع ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۶۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کو بھی اس مسئلہ میں خطاء ہوئی ہے کیونکہ اصل اور سنت یہی ہے کہ سورج گہن کی ہر رکعت

میں ایک ہی رکوع ہوتا ہے ایک سے زیادہ رکوع نہیں ہوتا جیسے حضرت ابو بکرہ کی روایت میں ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۴۰) اور دیگر متعدد احادیث میں ایک رکوع کی تصریح ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور یہی اصل نماز کے طریقہ کے مطابق ہے اور ایک سے زائد رکوع کی روایات متعارض اور مضطرب ہیں کیونکہ ان میں دو رکوع سے لے کر پانچ رکوع تک کرنے کا ذکر ہے۔

۵ - بَابٌ هَلْ يَقُوْلُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ اَوْ خَسَفَتْ

سورج گہن کے لیے ''کسفت الشمس'' کہا جائے یا ''خسفت الشمس'' کہا جائے

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سورج گہن کے لیے ''کسوف شمس'' کا لفظ آتا ہے اور چاند گہن کے لیے ''خسوف القمر'' کا لفظ آتا ہے لیکن توسعًا اور مجازًا سورج گہن کے لیے ''خسوف'' کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے اور چاند گہن کے لیے ''کسوف'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَخَسَفَ الْقَمَرُ﴾ (القيامة: ٨).

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وخسف القمر'' (القیامہ: ۸) یعنی چاند کو گہن لگ گیا۔

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ اگرچہ ''کسف القمر'' کا استعمال بھی جائز ہے لیکن زیادہ فصیح اور عمدہ ''خسف القمر'' ہے۔

١٠٤٧ - **حَدَّثَنَا** سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَقَامَ فَكَبَّرَ، فَقَرَاَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ. وَقَامَ كَمَا هُوَ، ثُمَّ قَرَاَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً، وَهِيَ اَدْنٰى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا، وَهِيَ اَدْنٰى مِنَ الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى، ثُمَّ سَجَدَ سُجُوْدًا طَوِيْلًا ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ سَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَخَطَبَ النَّاسَ، فَقَالَ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ اِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ، لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ، فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَافْزَعُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خبر دی کہ جس دن ''خسوف شمس'' ہوا (سورج کو گہن لگا) اس دن آپ نے کھڑے ہو کر اللہ اکبر پڑھا پھر بہت طویل قراءت کی پھر بہت طویل رکوع کیا پھر اپنا سر اٹھایا پس پڑھا: ''سمع اللّٰه لمن حمده'' اور اسی طرح کھڑے رہے پھر آپ نے طویل قراءت کی اور یہ پہلی قراءت سے کم تھی پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلی رکعت سے کم تھا پھر آپ نے طویل سجدہ کیا پھر آپ نے دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کی مثل پڑھی پھر آپ نے سلام پھیر دیا اور اس وقت سورج منکشف ہو چکا تھا پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا پس سورج اور چاند کے گہن میں فرمایا: یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں انہیں کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے پس جب تم ان دونوں کو دیکھو تو نماز کی پناہ میں آؤ۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ عِبَادَهُ بِالْكُسُوفِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ اللہ اپنے بندوں کو ''کسوف'' (گہن) سے ڈراتا ہے

قَالَهُ أَبُو مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری:١٠٥٩ میں ہے۔

١٠٤٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از یونس از الحسن از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں' انہیں کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' لیکن اللہ تعالیٰ اس سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔

وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ الْوَارِثِ، وَشُعْبَةُ، وَخَالِدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ يُونُسَ يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ! وَتَابَعَهُ أَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ وَتَابَعَهُ مُوسٰى، عَنْ مُبَارَكٍ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ.

اور ابوعبید اللہ نے کہا: عبدالوارث اور شعبہ اور خالد بن عبداللہ اور حماد بن سلمہ نے از یونس ذکر نہیں کیا کہ اللہ ان سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے' اور یونس کی متابعت اشعث نے کی ہے از الحسن' اور اس کی متابعت موسیٰ نے کی ہے از مبارک از الحسن' انہوں نے کہا: مجھے ابوبکرہ نے خبر دی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔

٧ - بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فِي الْكُسُوفِ

سورج گہن میں عذابِ قبر سے پناہ مانگنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سورج گہن میں عذابِ قبر سے پناہ طلب کرنی چاہیے خواہ نماز میں یا نماز سے فارغ ہونے کے بعد' اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورج گہن میں بھی سورج تاریک ہو جاتا ہے اور قبر میں بھی تاریکی ہوتی ہے' سو جس طرح سورج کے روشن ہونے کی دعا کی جاتی ہے' اسی طرح قبر میں بھی روشنی کی دعا کرنی چاہیے اور اس کے اندھیرے سے پناہ طلب کرنی چاہیے۔

١٠٤٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ يَهُودِيَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا، فَقَالَتْ لَهَا أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبدالرحمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس ایک یہودی عورت نے آ کر سوال کیا' پس آپ سے

عَذَابِ الْقَبْرِ. فَسَاَلَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُعَذَّبُ النَّاسُ فِیْ قُبُوْرِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ.

کہا: اللہ آپ کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھے' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا: آیا لوگوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جائے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پناہ طلب کرتے ہوئے فرمایا۔

[اطراف الحدیث: ١٠٥٥-١٠٧٢-١٣٧٢-٦٣٦٦] (سنن نسائی: ١٤٩٥-١٤٧٢' سنن کبریٰ: ٢١٩٤' الآجری فی الشریعہ ص ٣٥٩' مسند احمد ج ٦ ص ٤٥ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤١٧٨-ج ٤٠ ص ٢٠٩' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٧٥٠٨' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ' المسند الطحاوی: ٩٣٧٨)

عذابِ قبر کا برحق اور سنگین ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

عذابِ قبر برحق ہے' اس پر ایمان اور اس کی تصدیق پر اہل سنت کا اجماع ہے' اس کا انکار صرف جاہل اور بدعتی کرتا ہے' البتہ جس کو اس کا علم نہ ہو وہ گناہ گار نہ ہوگا' اور جس نے اس کو سنا اس پر واجب ہے کہ وہ ثقہ علماء سے اس کے متعلق معلوم کر کے اس کی تصدیق کرے' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عذابِ قبر بہت سنگین ہے' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پناہ طلب کی۔

(عمدۃ القاری ج ٧ ص ١١٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

١٠٥٠- ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا' فَخَسَفَتِ الشَّمْسُ' فَرَجَعَ ضُحًی' فَمَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ ظَهْرَانَیِ الْحُجَرِ' ثُمَّ قَامَ یُصَلِّیْ وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهٗ' فَقَامَ قِیَامًا طَوِیْلًا' ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِیْلًا' ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِیَامًا طَوِیْلًا' وَهُوَ دُوْنَ الْقِیَامِ الْاَوَّلِ' ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِیْلًا' وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ' ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ' ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِیَامًا طَوِیْلًا' وَهُوَ دُوْنَ الْقِیَامِ الْاَوَّلِ' ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِیْلًا' وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ' ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِیَامًا طَوِیْلًا' وَهُوَ دُوْنَ الْقِیَامِ الْاَوَّلِ' ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِیْلًا' وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ' ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ وَانْصَرَفَ' فَقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ یَّقُوْلَ' ثُمَّ اَمَرَهُمْ اَنْ یَّتَعَوَّذُوْا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت ایک سواری پر سوار ہوئے' پھر سورج کو گہن لگ گیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاشت کے وقت واپس آئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ازواج کے) حجروں کے درمیان سے گزرے' پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور مسلمان آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے' پس آپ نے بہت طویل قیام کیا' پھر آپ نے بہت طویل رکوع کیا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پھر آپ نے طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھا کر سجدہ کیا' پھر آپ نے کھڑے ہو کر طویل قیام کیا' پھر طویل رکوع کیا' پھر رکوع سے سر اٹھایا' پھر طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا' پھر طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر رکوع سے سر اٹھایا' پس سجدہ کیا اور آپ نماز سے مڑے' پھر جو اللہ نے چاہا' وہ آپ نے کہا' پھر لوگوں کو حکم دیا کہ وہ عذابِ قبر سے پناہ طلب کریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٤٤ میں گزر چکی ہے۔

٨ - بَابُ طُوْلِ السُّجُوْدِ فِی الْكُسُوْفِ

نمازِ کسوف میں طویل سجدہ کرنا

١٠٥١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّهُ قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْدِىَ اِنَّ الصَّلٰوةَ جَامِعَةٌ فَرَكَعَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ فِىْ سَجْدَةٍ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِىْ سَجْدَةٍ ثُمَّ جَلَسَ ثُمَّ جُلِّىَ عَنِ الشَّمْسِ. قَالَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مَا سَجَدْتُّ سُجُوْدًا قَطُّ كَانَ اَطْوَلَ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از عبداللہ بن عمرو انہوں نے بیان کیا: جب رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو یہ نداء کی گئی کہ نماز تیار ہے' پھر نبی ﷺ نے ایک سجدہ کے ساتھ دو رکوع کیے' پھر آپ کھڑے ہوئے' پھر ایک سجدہ کے ساتھ دو رکوع کیے' پھر آپ بیٹھ گئے' پھر سورج منکشف ہو گیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: میں نے اس سے پہلے کبھی اتنا طویل سجدہ نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٤٥ میں گزر چکی ہے۔

٩ - بَابُ صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ جَمَاعَةً — سورج گرہن کی نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ سورج گہن کی نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے۔

ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کے متعلق مزید احادیث

علامہ ابوالمعالی برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری المتوفی ٦١٦ ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ سورج گہن کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے' لیکن اس کی ادائیگی کے طریقہ میں اختلاف ہے' ہمارے علماء رحمہم اللہ نے یہ کہا ہے کہ دو رکعت نماز پڑھیں' ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کریں' جس طرح باقی نمازیں پڑھی جاتی ہیں' خواہ اس نماز کو طول دیں یا اختصار کے ساتھ پڑھیں اور جو سورت ان کو پسند ہو اس کو پڑھیں' اس میں قرآن مجید کی کسی سورت کا پڑھنا معین نہیں ہے' پھر دعا مانگیں حتیٰ کہ سورج منکشف ہو جائے۔

نمازِ کسوف دو رکعت پڑھنے پر ہماری دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پس رسول اللہ ﷺ نے اتنا طویل قیام کیا کہ لگتا تھا کہ آپ رکوع نہیں کریں گے' پھر آپ نے رکوع کیا اور اتنا طویل رکوع کیا کہ لگتا تھا کہ آپ رکوع سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر سر اٹھا کر آپ اتنی دیر کھڑے رہے کہ لگتا تھا کہ آپ سجدہ نہیں کریں گے' پھر آپ نے اتنا طویل سجدہ کیا کہ لگتا تھا کہ آپ سجدہ سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور پہلی رکعت کی طرح دوسری رکعت پڑھی' پھر آخری سجدہ میں آپ نے سرد آہ لی اور اف اف کہا' پھر دعا کی کہ اے میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا کہ تو ان کو اس وقت عذاب نہیں دے گا جب تک میں ان میں ہوں! کیا تو نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں کیا کہ تو ان کو اس وقت عذاب نہیں دے گا جب وہ استغفار کر رہے ہوں' پھر رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے اور اس وقت سورج منکشف ہو چکا تھا۔ (سنن ابوداؤد: ١١٩٤' سنن نسائی: ١٨٦٧-١٤٨١)

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگا' پس آپ دو دو رکعت نماز پڑھ رہے تھے اور اللہ سے دعا کر رہے تھے حتیٰ کہ سورج منکشف ہو گیا۔ (سنن ابوداؤد: ١١٩٣' سنن نسائی: ١٤٨٤' سنن ابن ماجہ: ١٢٦٢)

امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس میں ایک رکوع ہے اور وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے ایک رکعت میں دو رکوع کیے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں اور انصار کا ایک لڑکا نشانہ لگانے کی مشق کر رہے تھے' اس وقت دیکھنے والے کی نظر میں سورج افق سے دو یا تین نیزے پر تھا اور اس وقت سورج سیاہ پڑ چکا تھا حتیٰ کہ وہ سیاہی مائل پودے کی طرح ہو گیا' پس ہم میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: چلو! مسجد کی طرف چلیں' پس اللہ کی قسم! سورج کی اس نئی حالت کی ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں کوئی نہ کوئی بات ہو گی (یعنی امت کے لیے کوئی نیا شرعی حکم ہو گا)' پس ہم گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر تھے' پس آپ نے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی' پس آپ نے ہمارے ساتھ اتنا طویل قیام کیا کہ کسی نماز میں آپ نے اتنا طویل قیام نہیں کیا تھا' ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے' پھر آپ نے ہمارے ساتھ اتنا لمبا رکوع کیا کہ کسی نماز میں ہمارے ساتھ اتنا لمبا رکوع نہیں کیا تھا' ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے' پھر آپ نے بہت طویل سجدہ کیا' اتنا طویل سجدہ آپ نے کبھی ہمارے ساتھ نہیں کیا تھا اور ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے' پھر آپ نے اسی کی مثل دوسری رکعت پڑھی' پھر جب آپ دوسری رکعت میں بیٹھے ہوئے تھے اسی وقت سورج منکشف ہو گیا' پھر آپ سلام پھیر کر کھڑے ہو گئے' پس اللہ کی حمد و ثناء کی اور یہ شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ شہادت دی کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ١١٨٣' سنن ترمذی: ٥٦٢' سنن نسائی: ١٤٨٣' سنن ابن ماجہ: ١٢٦٤)

حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس سے جو ایک رکعت میں دو رکوع کی احادیث مروی ہیں' ان کے جوابات

حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے جو ایک رکعت میں دو رکوع کی احادیث مروی ہیں' ان کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رکعت میں صورۃً دو رکوع کیے ہیں نہ کہ حقیقۃً' کیونکہ اس نماز میں جنت اور دوزخ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب کر دی گئی اور اس نماز میں آپ اپنے ہاتھ سے کسی چیز سے بچ رہے تھے اور آگے ہو رہے تھے اور پیچھے ہٹ رہے تھے' اور ان نمازوں میں آپ نے کئی بار کہا: اف اف' اور کہا: کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ جب میں ان کے درمیان ہوں تو تو ان کو عذاب نہیں دے گا' اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: دوزخ میرے قریب کر دی گئی حتیٰ کہ میں اپنے ہاتھ سے اس کی چنگاریوں سے بچ رہا تھا اور جنت میرے قریب کر دی گئی حتیٰ کہ اگر میں اس کے پھلوں کو لینا چاہتا تو لے لیتا اور ایک روایت میں ہے کہ اگر میں اس کے خوشوں کو توڑنا چاہتا تو توڑ لیتا۔ (صحیح ابن خزیمہ ج ٢ ص ٣٢٢' صحیح ابن حبان ج ٧ ص ٧٩' سنن بیہقی ج ٣ ص ٢٥٢' سنن ابوداؤد: ١١٩٤)

اور جب آپ کے دوزخ قریب کر دی گئی تو آپ نے گھبرا کر رکوع سے سر اٹھایا اور آپ کا رکوع سے یہ سر اٹھانا صورۃً تھا' حقیقۃً نہیں تھا' پھر جب آپ دوزخ سے مامون ہو گئے تو دوبارہ رکوع کی طرف لوٹ گئے تاکہ پہلے رکوع میں جو کمی ہوئی تھی وہ کمی پوری ہو جائے' نہ یہ وجہ تھی کہ آپ نے دوسرا رکوع کیا تھا اور آپ نے ایک قیام میں صرف ایک ہی رکوع کیا تھا جیسا کہ دوسری نمازوں میں معروف ہے۔

اور اس کی مثال یہ ہے کہ جو شخص اپنی نماز کے رکوع میں ہو' پھر اس کو یاد آئے کہ اس نے رکوع سے پہلے سجدۂ تلاوت کرنا ہے تو وہ رکوع سے سر اٹھائے اور سجدہ میں گر جائے' پھر دوبارہ رکوع پورا کرنے کے لیے رکوع کی طرف لوٹے تو یہ اس کی نماز میں دوسرا رکوع نہیں ہو گا۔

شمس الائمہ الحلوانی نے کہا ہے کہ استاذ ابو علی النسفی نے دوسرا جواب دیا ہے اور وہی معتمد ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نماز میں بہت طویل رکوع کیا تھا' پس بعض نمازی تھک گئے اور انہوں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو ان سے پیچھے نمازیوں نے یہ گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھا لیا ہے تو انہوں نے اپنے سروں کو اوپر اٹھا لیا' پھر پہلی صف والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں رکوع کی

طرف لوٹ گئے' اور ان کے پیچھے نمازی بھی ان کی اتباع میں رکوع کی طرف لوٹ گئے اور دوسرے نمازیوں نے یہ گمان کیا کہ آپ نے ایک رکعت میں دو رکوع کیے ہیں اور اس قسم کا اشتباہ ان لوگوں کو ہو جاتا ہے جو آخری صف میں ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آخری صف میں نماز پڑھ رہی تھیں اور اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی بچوں کے ساتھ آخری صف میں تھے' لہٰذا ان دونوں نے اسی کو نقل کیا جو ان کے نزدیک واقع ہوا تھا اور اگر یہ صحیح ہوتا تو یہ ایسا امر ہوتا جو نماز کے معروف طریقہ کے خلاف تھا' پھر اس کو بڑے بڑے صحابہ بھی نقل کرتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریب کھڑے ہو کر اگلی صفوں میں نماز پڑھتے تھے' اور جب بڑے بڑے صحابہ نے ایک رکعت میں دو رکوع کرنے کو روایت نہیں کیا تو معلوم ہو گیا کہ صحیح وہی ہے جس کو حضرت ابو بکرہ اور دوسرے کبار صحابہ نے نقل کیا ہے۔

نمازِ کسوف کو جماعت کے ساتھ صرف وہی امام پڑھائے جو جمعہ کی نماز پڑھاتا ہے۔

(المحیط البرہانی ج ٣ ص ١٨-١٥' ملخصاً المجلس العلمی' بیروت' ١٤٢٤ھ)

وَصَلَّى ابْنُ عَبَّاسٍ لَهُمْ فِي صُفَّةِ زَمْزَمَ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مسلمانوں کو زمزم کے چبوترے میں سورج گہن کی نماز پڑھائی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

امام ابن ابی شیبہ متوفی ٢٣٥ھ اپنی سند کے ساتھ طاؤس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو انہوں نے زمزم کے چبوترے پر دو رکعت نماز پڑھائی' ہر رکعت میں چار سجدے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٨٣٩٤' مجلس علمی' بیروت' ٨٣٠٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَجَمَّعَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَصَلَّى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ.

اور علی بن عبد اللہ بن عباس نے سورج گہن کی نماز پڑھنے کے لیے لوگوں کو جمع کیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز پڑھائی۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ امام ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کی معنیً روایت کی ہے اور امام بخاری نے ان دونوں اثروں سے یہ استدلال کیا ہے کہ سورج گہن کی نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ١١٨)

١٠٥٢ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا، نَحْوًا مِّنْ قِرَاءَةِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا، وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا، وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا، وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا، وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز پڑھائی' سو آپ نے سورۃ البقرہ کی قراءت کے لگ بھگ قیام کیا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پس طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر سجدہ کیا' پھر طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پھر آپ نے طویل

فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ. قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ، ثُمَّ رَأَيْنَاكَ كَعْكَعْتَ؟ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ عُنْقُودًا، وَلَوْ أَصَبْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا، وَأُرِيتُ النَّارَ، فَلَمْ أَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْظَعَ، وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ. قَالُوا بِمَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ بِكُفْرِهِنَّ. قِيلَ يَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ؟ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ، لَوْ أَحْسَنْتَ إِلٰى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ كُلَّهُ، ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا، قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ.

قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے لمبا رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے سجدہ کیا' پھر آپ لوگوں کی طرف مڑے اور اس وقت سورج منکشف ہو چکا تھا' پس آپ ﷺ نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' پس جب تم اس کو دیکھو تو اللہ کو یاد کرو' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ نے اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے کسی چیز کو پکڑا ہے' پھر ہم نے آپ کو پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا' آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت کو دیکھا' پس میں نے ایک خوشہ کو پکڑا' اگر میں اس کو لے لیتا تو تم اس کو جب تک دنیا باقی رہتی کھاتے رہتے اور مجھے دوزخ دکھائی گئی اور میں نے آج جیسا قبیح منظر کبھی نہیں دیکھا اور میں نے دوزخ والوں میں اکثر عورتوں کو دیکھا' صحابہ نے پوچھا: وہ کیوں؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: ان کے کفر کی وجہ سے' کہا گیا کہ وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اور اس کی نیکی کا انکار کرتی ہیں' اگر تم ان میں سے کسی ایک کے ساتھ تمام عمر میں نیکی کرتے رہو' پھر وہ کبھی تم سے تھوڑی سی کمی دیکھے تو وہ کہے گی: میں نے تم سے کبھی کوئی اچھائی نہیں دیکھی۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۷۴۸-۴۳۱' اور ۲۹ میں بھی گزر چکی ہے۔

نبی ﷺ نے نمازِ کسوف میں سراً قراءت کی یا جہراً

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے سورۃ البقرہ کے لگ بھگ قیام کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اس نماز میں سراً (آہستہ) قراءت کر رہے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ جہراً قراءت کر رہے ہوں لیکن چونکہ حضرت ابن عباس کم عمر ہونے کی وجہ سے آخری صف میں تھے اس لیے آپ کو آواز نہیں پہنچ رہی تھی۔

اس کی تحقیق کہ نبی ﷺ نے نمازِ کسوف میں عین جنت کو دیکھا تھا یا اس کی مثال اور تصویر کو؟

اس حدیث میں ذکر ہے: آپ نے فرمایا: میں نے جنت کو دیکھا۔

بہ ظاہر اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے جنت کو دیکھا' یعنی آپ کے اور جنت کے درمیان جو حجابات تھے اللہ تعالیٰ نے ان حجابات کو اٹھا دیا اور آپ کے اور جنت کے درمیان جو مسافت تھی اس کو لپیٹ دیا' حتیٰ کہ آپ کے لیے جنت سے

خوشہ کو پکڑنا ممکن ہو گیا' اس کی تائید حضرت اسماء کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے: جنت میرے قریب ہو گئی حتیٰ کہ اگر میں جراءت کرتا تو میں تمہارے پاس جنت کے خوشوں میں سے ایک خوشہ لے آتا۔ (صحیح البخاری: ۷۴۵) نیز آپ کا ارشاد ہے: مجھے جنت دکھائی گئی' پس میں نے اس کا خوشہ پکڑا اور اگر میں اس کو لے آتا تو تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک دنیا باقی رہتی۔ (صحیح البخاری: ۷۴۸)

بعض علماء نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ جنت کی مثال قبلہ کی دیوار میں ثبت کر دی گئی تھی' جس طرح آئینہ میں کسی چیز کی صورت ثبت ہوتی ہے' پس آپ نے تمام چیزوں کو اس دیوار میں دیکھ لیا۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

مجھ پر ابھی اس دیوار کی چوڑائی میں جنت اور دوزخ کو پیش کیا گیا۔ (صحیح البخاری: ۵۴۰) نیز آپ کا ارشاد ہے: ابھی جب میں نے تم کو نماز پڑھائی ہے تو میں نے ضرور جنت اور دوزخ کو دیکھا' ان کی مثالیں اس قبلہ کی دیوار میں ثبت کر دی گئی تھیں' پس میں نے آج کی طرح خیر اور شر کو نہیں دیکھا' یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ (صحیح البخاری: ۷۴۹)

ایک حدیث میں اس طرح فرمایا: بے شک میرے لیے جنت اور دوزخ کی تصویر بنا دی گئی' پس میں نے ان دونوں کو اس دیوار میں دیکھا۔ (صحیح مسلم۔ فضائل: ۱۳۷' رقم بلاتکرار: ۲۳۵۹' الرقم المسلسل: ۶۰۰۸)

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ صورت تو آئینہ کی طرح شفاف اجسام میں منطبع اور مرتسم (قائم) ہوتی ہے' جب کہ دیوار ایسی نہیں ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک عادت اسی طرح ہے لیکن یہ واقعہ خلافِ عادت اور آپ کا معجزہ تھا' علاوہ ازیں یہ ایک اور قصہ ہے جو ظہر کی نماز میں پیش آیا تھا اور اس باب کی حدیث: ۱۰۵۲ میں جو واقعہ ہے وہ سورج گہن کی نماز میں پیش آیا تھا یعنی آپ نے جنت کی مثال اور تصویر کو ظہر کی نماز میں دیکھا اور عین جنت کو سورج گہن کی نماز میں دیکھا۔

نیز میں کہتا ہوں کہ صحیح البخاری: ۷۴۸۔ ۷۴۵' اور ۱۰۵۲ میں سورج گہن کی نماز کا ذکر ہے اور ان میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے جنت کے خوشوں میں سے ایک خوشہ کو پکڑنے کا ارادہ کیا اور خوشہ کی تصویر اور مثال کو دیکھ کر تو کوئی اس کو پکڑنے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھاتا اور اس میں مذکور ہے کہ آپ دوزخ کو دیکھ کر پیچھے ہٹے اور دوزخ کی تصویر دیکھ کر تو کوئی اس سے پیچھے نہیں ہٹتا' اس سے معلوم ہوا کہ ان احادیث میں جو جنت اور دوزخ کو دیکھنے کا ذکر ہے تو اس سے قطعی طور پر یہی مراد ہے کہ آپ نے عین جنت اور دوزخ کو دیکھا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ جنت کی مثال اور اس کی تصویر کو دیکھنے کا واقعہ دوسری بار ظہر کی نماز میں پیش آیا تھا اور اس میں کوئی مانع نہیں ہے کہ آپ نے دو بار جنت کو دیکھا ہو' ایک بار عین جنت کو دیکھا اور دوسری بار جنت کی مثال اور تصویر کو دیکھا۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی اس حدیث کی شرح میں بعینہٖ یہی تقریر کی ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۷۲' دار المعرفہ' بیروت)

جنت کو دیکھنے کی توجیہ اور جنت کا طعام نہ لانے کی وجوہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے سامنے جنت اور دوزخ کی مثال رکھ دی گئی ہو اور آپ نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو' جیسے معراج کے موقع پر جب کفار نے آپ کی تکذیب کی تو آپ کے سامنے بیت المقدس کی مثال رکھ دی گئی تھی' آپ اس کو دیکھ دیکھ کر

کفار کو بیت المقدس کی نشانیوں کی خبر دے رہے تھے۔ حدیث میں ہے:
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا' پس اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو منکشف کر دیا' پس میں بیت المقدس کو دیکھ دیکھ کر ان کو اس کی نشانیوں کی خبر دے رہا تھا۔ (صحیح البخاری: ٣٨٨٦' صحیح مسلم: ١٧٠' سنن ترمذی: ٣١٣٣' مسند احمد ج ٣ ص ٣٧٧' مصنف عبد الرزاق: ٩٧١٩)

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی مثال کو بھی دیکھا ہے اور عین جنت کو بھی دیکھا ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: پس میں نے ایک خوشہ پکڑا' اگر میں اس کو لے آتا تو تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک دنیا قائم رہتی۔
یہ حدیث اس طرح ہے جس طرح آپ نے فرمایا: اگر میرے بعد نبی ہوتا تو ضرور عمر نبی ہوتے۔
(سنن ترمذی: ٣٦٨٦' مسند احمد ج ٤ ص ١٥٤)

اور آپ کے بعد نبی کا ہونا ممکن نہیں ہے' اسی طرح حضرت عمر کا نبی ہونا بھی ممکن نہیں ہے۔
اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس خوشہ کو لے آتے تو آپ اس کو دنیا میں نہ کھاتے کیونکہ جنت کا طعام ہمیشہ باقی رہتا ہے' فنا نہیں ہوتا اور یہ ممکن نہیں ہے کہ دار البقاء کی کوئی چیز دار الفناء میں ہو اور اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر دیا ہے کہ دنیا میں رزق صرف مشقت اور تھکاوٹ سے حاصل ہوتا ہے اور اللہ کے کلام میں تبدیلی نہیں ہوتی' نیز اللہ تعالیٰ نے جنت کے طعام کا بندوں کے دلوں میں شوق پیدا کیا ہے اور ان سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ طعام بندوں کے اعمالِ صالحہ کی جزاء میں ان کو جنت میں ملے گا اور دنیا دار الجزاء نہیں ہے' اس لیے بندوں کو دنیا میں اس طعام کا ملنا ممکن نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ٤١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ٩١١ھ لکھتے ہیں:
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں نے جنت کو دیکھا۔
اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے جنت کو دیکھا' سو آپ نے حقیقۃً جنت کو دیکھا اور آپ کے لیے جنت کی مسافت کو لپیٹ دیا گیا تھا' جیسے بیت المقدس کی مسافت کو لپیٹ دیا گیا تھا' جب آپ نے بیت المقدس کو دیکھ کر قریش کو اس کی نشانیاں بتائیں۔

جنت کے خوشہ کو رہتی دنیا تک کھاتے رہنے کی توجیہ یہ ہے کہ جنت کے پھلوں کو جب کھایا جاتا ہے تو ایک پھل کو کھاتے ہی اس کی جگہ دوسرا پھل پیدا ہو جاتا ہے۔ صاحب المظہر نے جنت کے خوشہ کو نہ لانے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ صحابہ کا جنت پر بالغیب (بن دیکھے) ایمان تھا' اگر وہ جنت کے خوشہ کو دیکھ لیتے اور اس کو کھا لیتے تو ان کا اس پر ایمان بالغیب نہ رہتا۔
(ارشاد الساری ج ٣ ص ١٠٣' دار الفکر' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٠ - بَابُ صَلٰوةِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْكُسُوْفِ

سورج گہن کی نماز کو عورتوں کا مردوں کے ساتھ پڑھنا

عورتوں کے مردوں کے ساتھ نمازِ کسوف پڑھنے میں مذاہب فقہاء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:
امام بخاری نے اس عنوان سے ان فقہاء کے ردّ کی طرف اشارہ کیا ہے جو مردوں کے ساتھ عورتوں کے نمازِ کسوف پڑھنے کو منع

کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ عورتیں الگ الگ نمازِ کسوف پڑھیں' یہ قول ثوری اور بعض کوفیین سے منقول ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۷۴' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر حافظ ابن حجر نے کوفیین سے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا ارادہ کیا ہے تو ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ امام ابوحنیفہ نمازِ کسوف بوڑھی عورتوں کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ مردوں کے پیچھے کھڑی ہوں اور امام ابویوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ عورتیں تمام نمازوں میں جائیں کیونکہ سورج گہن کی مصیبت سب کو شامل ہے اور توضیح میں مذکور ہے کہ امام مالک اور فقہاء کوفہ نے بوڑھی عورتوں کو اجازت دی ہے اور جوان عورتوں کو منع کیا ہے' اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جو عورتیں بناؤ سنگھار نہ کریں وہ جماعت کے ساتھ نمازِ کسوف پڑھنے جائیں اور جو عورتیں بناؤ سنگھار کرتی ہوں' وہ اپنے گھروں میں نمازِ کسوف پڑھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۲۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰۵۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنِ امْرَاَتِهٖ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ' عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ' رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهَا قَالَتْ اَتَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' حِيْنَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ' فَاِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّوْنَ' وَاِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّيْ' فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ؟ فَاَشَارَتْ بِيَدِهَا اِلَى السَّمَاءِ' وَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ . فَقُلْتُ اٰيَةٌ ؟ فَاَشَارَتْ اَيْ نَعَمْ. قَالَتْ فَقُمْتُ حَتّٰى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ' فَجَعَلْتُ اَصُبُّ فَوْقَ رَاْسِي الْمَاءَ' فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ' ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ اَرَهُ اِلَّا قَدْ رَاَيْتُهٗ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا' حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ' وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلَ اَوْ قَرِيْبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ لَا اَدْرِيْ اَيَّتَهُمَا قَالَتْ اَسْمَاءُ يُؤْتٰى اَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهٗ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ؟ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ' اَوِ الْمُوْقِنُ لَا اَدْرِيْ اَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ اَسْمَاءُ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى' فَاَجَبْنَا وَاٰمَنَّا وَاتَّبَعْنَا' فَيُقَالُ لَهٗ نَمْ صَالِحًا' فَقَدْ عَلِمْنَا اِنْ كُنْتَ لَمُوْقِنًا' وَاَمَّا الْمُنَافِقُ' اَوِ الْمُرْتَابُ لَا اَدْرِيْ اَيَّتَهُمَا قَالَتْ اَسْمَاءُ فَيَقُوْلُ لَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از زوجہ خود فاطمہ بنت المنذر از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ جب سورج کو گہن لگ گیا تو میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی' اس وقت لوگ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ بھی کھڑی ہوئی نماز پڑھ رہی تھیں' میں نے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ حضرت عائشہ نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا: سبحان اللہ! میں نے پوچھا: یہ کوئی نشانی ہے؟ حضرت عائشہ نے اشارہ کیا: ہاں! حضرت اسماء نے کہا: میں کھڑی رہی حتیٰ کہ مجھ پر بے ہوشی طاری ہوگئی' پھر میں اپنے سر کے اوپر پانی ڈالنے لگی' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے لوگوں کی طرف مڑے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء کی' پھر فرمایا: میں نے جس چیز کو بھی پہلے نہیں دیکھا تھا اس کو میں نے اپنی اس جگہ دیکھ لیا ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا ہے' اور میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ عنقریب قبروں میں تمہاری آزمائش کی جائے گی' جو دجال کے فتنہ کی مثل یا قریب ہوگی۔ (راوی نے کہا: مجھے پتا نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا) تم میں سے کسی ایک کے پاس (فرشتہ) کو لایا جائے گا' پھر اس سے کہا جائے گا: اس شخص (کریم) کے متعلق تمہیں کیا علم ہے؟ پس رہا مؤمن یا یقین کرنے والا (راوی نے کہا: مجھے پتا نہیں حضرت اسماء

اَدْرِیْ، سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ شَیْئًا فَقُلْتُهٗ.

نے کیا کہا تھا) حضرت اسماء نے کہا: وہ شخص کہے گا: یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں' یہ ہمارے پاس معجزات اور ہدایت لے کر آئے تھے' پس ہم نے ان کے پیغام کو قبول کیا اور ان پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کی' تو اس سے کہا جائے گا: تم آرام سے سو جاؤ' ہمیں معلوم تھا کہ بے شک تم یقین کرنے والے ہو' اور رہا منافق یا شک کرنے والا (مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا) وہ کہے گا: میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا تو میں نے بھی کہہ دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٨٦ میں گزر چکی ہے۔

١١ - بَابُ مَنْ اَحَبَّ الْعَتَاقَةَ فِیْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ

جو شخص سورج گہن میں غلام آزاد کرنے کو پسند کرتا ہے

١٠٥٤ - **حَدَّثَنَا** رَبِیْعُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ لَقَدْ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَاقَةِ فِیْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ربیع بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از ہشام از فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے سورج گہن میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری:٨٦ میں گزر چکی ہے۔

١٢ - بَابُ صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ فِی الْمَسْجِدِ

سورج گہن کی نماز مسجد میں پڑھنا

١٠٥٥ - **حَدَّثَنَا** اِسْمَاعِیْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ، عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ یَهُوْدِیَّةً جَاءَتْ تَسْاَلُهَا، فَقَالَتْ اَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. فَسَاَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُعَذَّبُ النَّاسُ فِیْ قُبُوْرِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبد الرحمٰن از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس سوال کرنے آئی تو اس نے کہا: اللہ آپ کو عذابِ قبر سے اپنی پناہ میں رکھے' تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: کیا لوگوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جائے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے پناہ مانگتے ہوئے فرمایا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری:١٠٤٩ میں گزر چکی ہے۔

١٠٥٦ - **ثُمَّ** رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا، فَكَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَرَجَعَ ضُحًى، فَمَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ ظَهْرَانَیِ الْحُجَرِ، ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهٗ،

پھر صبح کو رسول اللہ ﷺ سواری پر سوار ہوئے' پس سورج کو گہن لگ گیا' پھر چاشت کے وقت رسول اللہ ﷺ لوٹ کر آئے' پھر رسول اللہ ﷺ ازواجِ مطہرات کے حجروں کے درمیان سے گزرے' پھر آپ کھڑے ہوئے' پس آپ نے نماز پڑھی' اور صحابہ

فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ سُجُودًا طَوِيلًا، ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ، وَهُوَ دُوْنَ السُّجُودِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَقُوْلَ، ثُمَّ اَمَرَهُمْ اَنْ يَتَعَوَّذُوْا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے' پس آپ نے طویل قیام کیا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پھر آپ نے طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے سر اٹھایا' پس آپ نے طویل سجدہ کیا' پھر آپ نے قیام کیا' پس طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے سجدہ کیا اور یہ پہلے سجدہ سے کم تھا' پھر آپ نمازیوں کی طرف مڑے' پس جو اللہ نے چاہا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' پھر آپ نے نمازیوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے عذابِ قبر سے پناہ طلب کریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٤٤ میں گزر چکی ہے۔

١٣ - بَابٌ لَا تَنْكَسِفُ الشَّمْسُ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ

کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے سورج کو گہن نہیں لگتا

رَوَاهُ اَبُوْ بَكْرَةَ، وَالْمُغِيْرَةُ، وَاَبُوْ مُوْسٰى، وَابْنُ عَبَّاسٍ، وَابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

اسے حضرت ابوبکرہ' حضرت مغیرہ' حضرت ابوموسیٰ' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے روایت کیا۔

١٠٥٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَيْسٌ، عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ، وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ، فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَصَلُّوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل' انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی از ابومسعود' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں' پس جب تم ان دو نشانیوں کو دیکھو تو نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٤١' میں گزر چکی ہے۔

١٠٥٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ وَهِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری و ہشام بن عروہ از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے

فَصَلّٰى بِالنَّاسِ، فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ، وَهِيَ دُوْنَ قِرَاءَتِهِ الْأُوْلٰى، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ دُوْنَ رُكُوْعِهِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ قَامَ، فَصَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ قَامَ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ يُرِيْهِمَا عِبَادَهُ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوْا إِلَى الصَّلٰوةِ.

ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائی' پس آپ نے طویل قراءت کی' پھر آپ نے رکوع کیا' پس طویل رکوع کیا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پس طویل قراءت کی اور یہ پہلی قراءت سے کم تھی' پھر رکوع کیا' پس طویل رکوع کیا' یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر رکوع سے سر اٹھایا' پس دو سجدے کیے' پھر کھڑے ہوئے' پس پہلی رکعت کی مثل دوسری رکعت پڑھائی' پھر کھڑے ہوئے' پس فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' لیکن یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' اللہ انہیں اپنے بندوں کو دکھاتا ہے' پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز کی پناہ میں آؤ۔

اس حدیث کی شرح' حدیث: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

١٤ - بَابُ الذِّكْرِ فِي الْكُسُوْفِ

سورج گہن میں ذکر کرنا

رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم اس کو دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو۔ (صحیح البخاری: ۱۰۵۲)

١٠٥٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزِعًا، يَخْشٰى أَنْ تَكُوْنَ السَّاعَةُ، فَأَتَى الْمَسْجِدَ، فَصَلّٰى بِأَطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ رَأَيْتُهُ قَطُّ يَفْعَلُهُ، وَقَالَ هٰذِهِ الْآيَاتُ الَّتِيْ يُرْسِلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، لَا تَكُوْنُ لِمَوْتِ أَحَدٍ، وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلٰكِنْ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِ عِبَادَهُ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ.

(صحیح مسلم: ۹۱۲' الرقم المسلسل: ۲۰۲۲' سنن نسائی: ۱۴۹۹' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۷۱' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۹۵۷' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبد اللہ از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ سورج کو گہن لگ گیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھبرائے ہوئے کھڑے ہوئے' آپ کو یہ خوف تھا کہ قیامت آ گئی ہے' پس آپ مسجد میں آئے' سو آپ نے بہت طویل قیام اور رکوع اور سجود کے ساتھ نماز پڑھائی' جو میں نے آپ کو کبھی پڑھاتے ہوئے نہیں دیکھی تھی' اور آپ نے فرمایا: یہ وہ نشانیاں ہیں جن کو اللہ عزوجل بھیجتا ہے جو کسی کی موت کی وجہ سے ہوتی ہیں نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' لیکن اللہ ان کے سبب سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے' پس جب تم ان میں سے کسی چیز کو دیکھو تو اللہ کے ذکر اور اس سے دعا اور استغفار کی پناہ میں آؤ۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن العلاء بن کریب الہمدانی الکوفی (۲) ابواسامہ حماد بن زید القرشی الکوفی (۳) برید بن عبد اللہ بن ابی بردہ بن ابوموسیٰ الاشعری الکوفی (۴) ان کے دادا ابو بردہ' ان کا نام الحارث بن ابی موسیٰ ہے اور ان کو عامر بن ابی موسیٰ کہا جاتا ہے (۵) عبد اللہ

بن قیس الاشعری۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٢٧۔ ١٢٦)

اس کی توجیہ کہ نبی ﷺ اس طرح خوف زدہ ہوئے جیسے قیامت آ گئی ہو حالانکہ ابھی قیامت کی علامات نہیں آئیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پس نبی ﷺ گھبرائے ہوئے کھڑے ہوئے' آپ کو یہ خوف تھا کہ قیامت آ گئی ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ راوی نے تمثیل بیان کی ہے گویا کہ اس نے یوں کہا: آپ اس شخص کی طرح گھبرا کر کھڑے ہوئے جو ڈر رہا ہو کہ قیامت آ گئی ہے ورنہ نبی ﷺ کو علم یقینی تھا کہ جب آپ صحابہ کے درمیان ہیں تو قیامت نہیں آنے گی اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دین کو تمام ادیان پر سربلند فرمائے گا اور ابھی کتاب اپنی مدت کو نہیں پہنچی ہے۔

(شرح الکرمانی جز ٦ ص ١٤٤' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٠١ھ)

علامہ نووی نے کہا ہے: اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ قیامت سے پہلے تو چند چیزوں کا وقوع ضروری ہے' مثلاً سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' دابۃ الارض کا خروج' دجال کا ظہور' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور آپ کا دجال کو قتل کرنا' اور یاجوج ماجوج کا نکلنا وغیرہا تو آپ کو سورج کے گہن لگنے سے کیسے یہ خوف ہوا کہ قیامت آ گئی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے یہ سورج پر گہن اس سے پہلے لگا ہو جب آپ کو قیامت کی یہ علامات بتائی گئی تھیں یا یہ صرف راوی کا گمان ہے کہ آپ کو یہ خوف تھا کہ قیامت آ گئی ہے اور واقع میں آپ کو قیامت کے آنے کا خوف نہیں تھا' بلکہ بعض اوقات آپ کو یہ خوف ہوتا کہ امت پر عذاب آ رہا ہے اور راوی نے یہ گمان کرلیا کہ آپ کو یہ خوف ہوا کہ قیامت آ گئی ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ٤ ص ٢٥٦٤' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤١٨ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: علامہ نووی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کہ آپ کو یہ خوف تھا کہ امت پر عذاب آ رہا ہے کیونکہ آپ کو یقین تھا کہ آپ کے ہوتے ہوئے امت پر عذاب نہیں آئے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ سے یہ وعدہ فرما چکا ہے کہ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ. (الانفال: ٣٣) اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ آپ ان کے درمیان ہوں اور وہ ان پر عذاب نازل فرمادے۔

علامہ کرمانی کا جواب ان کے جواب سے بہتر ہے' یا اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ قیامت کا وقوع بعد میں ہونا تھا لیکن نبی ﷺ نے سورج گہن کے واقعہ کو عظیم قرار دیتے ہوئے قیامت کو بہ منزلہ واقعہ قرار دے دیا' اپنی امت کو اس پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ جب آپ کے بعد سورج کو گہن لگے تو وہ اس سے اس طرح خوف زدہ ہوں جیسے قیامت آ گئی ہے' اور اس وقت وہ اللہ عزوجل کا ذکر کریں' اس سے مغفرت طلب کریں' نماز پڑھیں اور صدقہ دیں کیونکہ ان کاموں سے اللہ کا عذاب ٹل جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بعض اوقات نبی ﷺ کو کسی چیز کا علم تو ہوتا ہے لیکن شدتِ خوف یا کسی اور کیفیت کے غلبہ سے اس علم سے آپ کی توجہ ہٹ جاتی ہے' آپ کو علم تھا کہ وقوعِ قیامت سے پہلے خروجِ دجال اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام ہوگا' یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کا ظہور ہوگا لیکن شدتِ خوف کی وجہ سے ان اُمور کی طرف سے آپ کی توجہ ہٹ گئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''رایتہ قط یفعلہ'' اس عبارت پر یہ اعتراض ہے کہ کلامِ عرب میں ''قط'' کا لفظ ماضی منفی پر آتا ہے اور یہاں نفی کا لفظ مذکور نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی حرفِ نفی مقدر ہوتا ہے' جیسے اس آیت میں ہے:

تَاللّٰهِ تَفْتَؤُ تَذْكُرُ يُوْسُفَ. (یوسف:٨٥) اللہ کی قسم! آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے۔

یہ اصل میں ''لا تفتئو'' ہے اس کا معنیٰ ''لا یزال'' ہے یعنی ہمیشہ۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٢٧ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ٢٠١٣- ج ٢ ص ٧٣٣ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٥ - بَابُ الدُّعَاءِ فِي الْخُسُوْفِ

سورج گہن کی نماز میں دعا کرنا

قَالَهُ اَبُوْ مُوْسٰى وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابوموسیٰ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے سورج گہن کی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی روایت کی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ کی دعا سے متعلق حدیث صحیح البخاری: ١٠٥٩ میں ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث صحیح البخاری: ١٠٤٤ میں ہے۔

١٠٦٠ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُوْلُ اِنْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ فَقَالَ النَّاسُ اِنْكَسَفَتْ لِمَوْتِ اِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَادْعُوا اللّٰهَ وَصَلُّوْا حَتّٰى تَنْجَلِيَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زیاد بن علاقہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جس دن حضرت ابراہیم (آپ کے صاحب زادے) رضی اللہ فوت ہوئے تو لوگوں نے کہا: حضرت ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا ہے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے پس جب تم ان کو دیکھو تو اللہ سے دعا کرو اور نماز پڑھو حتیٰ کہ سورج منکشف ہو جائے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٠٤٣ میں گزر چکی ہے۔

١٦ - بَابُ قَوْلِ الْاِمَامِ فِيْ خُطْبَةِ الْكُسُوْفِ اَمَّا بَعْدُ

امام کا نمازِ کسوف کے خطبہ میں اما بعد کہنا

١٠٦١ - وَقَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَتْنِيْ فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ.

اور ابواسامہ نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے فاطمہ بنت المنذر نے خبر دی از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے مڑے اور اس وقت سورج منکشف ہو چکا تھا پھر آپ نے خطبہ دیا اور اللہ کی شان کے لائق حمد کی پھر فرمایا: اما بعد (یعنی حمد وثناء کے بعد)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٨٦ میں گزر چکی ہے۔

١٧ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِيْ كُسُوْفِ الْقَمَرِ

چاند گہن میں نماز پڑھنا

١٠٦٢ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلّٰی رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عامر نے حدیث بیان کی از شعبہ از یونس از الحسن از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴۰ میں گزر چکی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے

اس باب کا عنوان ہے: چاند گہن کی نماز' اور حدیث میں سورج گہن کی نماز کا ذکر ہے۔ علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ چاند گہن اور سورج گہن کی نمازوں کا طریقہ ایک ہے' اس پر تنبیہ کرنے کے لیے امام بخاری نے عنوان چاند گہن کا قائم کیا اور اس کے تحت سورج گہن کی نماز کا ذکر کیا۔ (شرح الکرمانی ج ٦ ص ١٢٦' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٠١ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے علامہ ابن التین سے نقل کیا ہے کہ اصیلی کے نسخہ میں اس حدیث میں سورج کے گہن لگنے کے بجائے چاند کے گہن لگنے کا ذکر ہے' پھر حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٢٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٠٦٣ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ حَتّٰی انْتَهٰی اِلَی الْمَسْجِدِ، وَثَابَ النَّاسُ اِلَيْهِ، فَصَلّٰی بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ فَانْجَلَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ، وَاِنَّهُمَا لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ، وَاِذَا كَانَ ذَاكَ فَصَلُّوْا وَادْعُوْا حَتّٰی يُكْشَفَ مَا بِكُمْ. وَذَاكَ اَنَّ ابْنًا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ يُقَالُ لَهٗ اِبْرَاهِيْمُ، فَقَالَ النَّاسُ فِيْ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از الحسن از حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پس آپ اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے نکلے حتیٰ کہ مسجد کی طرف پہنچے اور لوگ بھی جھپٹ کر آپ کی طرف پہنچے' آپ نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی' پس سورج منکشف ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں اور ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا اور جب ایسا ہو جائے تو نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ وہ تم پر منکشف ہو جائے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحب زادے فوت ہو گئے تھے' جن کا نام (حضرت) ابراہیم (رضی اللہ عنہ) تھا' پس لوگوں نے ان کے متعلق کہا تھا (کہ ان کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴۰ میں گزر چکی ہے۔

١٨ - بَابُ الرَّكْعَةُ الْاُوْلٰی فِی الْكُسُوْفِ اَطْوَلُ

جب نمازِ کسوف میں پہلی رکعت لمبی پڑھی جائے

١٠٦٤ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمْ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ سَجْدَتَيْنِ، اَلْاَوَّلُ وَالْاَوَّلُ اَطْوَلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواحمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سورج گہن میں نماز پڑھائی اس میں چار رکوع دوسجدوں میں کیے پہلی رکعت دوسری رکعت سے زیادہ طویل تھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

١٩ - بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْكُسُوْفِ

چاند گرہن کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا

١٠٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ نَمِرٍ سَمِعَ ابْنَ مُسْلِمٍ ابْنَ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا جَهَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلٰوةِ الْخُسُوْفِ بِقِرَاءَتِهِ، فَاِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَتِهِ كَبَّرَ فَرَكَعَ، وَاِذَا رَفَعَ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. ثُمَّ يُعَاوِدُ الْقِرَاءَةَ فِيْ صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ، اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ، وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ.

(صحیح مسلم: ۹۰۱، الرقم المسلسل: ۲۰۵۹، سنن نسائی: ۱۴۹۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مہران نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن نمر نے خبر دی، انہوں نے ابن مسلم بن شہاب سے سنا از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاند گرہن کی نماز میں بہ آوازِ بلند قراءت کی، پس جب آپ قراءت سے فارغ ہوئے تو آپ نے اللہ اکبر کہا، پس رکوع کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو کہا: "سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد" پھر آپ چاند گرہن کی نماز اسی طرح پڑھتے رہے، چار رکوع، دو رکعتوں اور چار سجدوں میں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مہران ابوجعفر الجمال الرازی، یہ ۲۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) الولید بن مسلم القرشی الاموی الدمشقی، یہ ۱۹۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد الرحمان بن نمر الدمشقی (۴) محمد بن مسلم بن شہاب (۵) عروہ بن الزبیر بن عوام (۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۳۱)

١٠٦٦ - وَقَالَ الْاَوْزَاعِيُّ وَغَيْرُهُ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَعَثَ مُنَادِيًا بِالصَّلٰوةِ جَامِعَةً فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ.

اوزاعی وغیرہ نے کہا: میں نے الزہری سے سنا از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا، پس آپ نے ایک منادی بھیجا کہ نماز تیار ہے، پھر آپ نے آگے بڑھ کر دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ نماز پڑھائی۔

قَالَ الْوَلِيْدُ وَاَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ نَمِرٍ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ مِثْلَهُ.

الولید نے کہا: اور مجھے عبد الرحمان بن نمر نے خبر دی کہ انہوں نے ابن شہاب سے اس کی مثل حدیث سنی۔

قَالَ الزُّهْرِيُّ فَقُلْتُ مَا صَنَعَ اَخُوْكَ ذٰلِكَ، عَبْدُ

الزہری نے کہا: میں نے کہا: تمہارا یہ بھائی عبد اللہ بن الزبیر

اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ، مَا صَلّٰى إِلَّا رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ، إِذْ صَلّٰى بِالْمَدِيْنَةِ؟ قَالَ أَجَلْ إِنَّهٗ أَخْطَأَ السُّنَّةَ.

کیا کرتا ہے' وہ جب مدینہ میں (نماز کسوف) پڑھتا ہے تو صبح کی نماز کی طرح صرف دو رکعت پڑھتا ہے؟ (عروہ نے) کہا: ہاں! اس نے سنت میں خطا کی ہے۔

یعنی الزہری نے عروہ بن الزبیر سے کہا کہ تمہارا بھائی عبداللہ بن الزبیر کیا کرتا ہے' وہ نماز کسوف میں ایک رکعت میں دو رکوع نہیں کرتا اور نماز کسوف کو صبح کی نماز کی طرح صرف دو رکعت بغیر تکرار رکوع کے پڑھتا ہے۔

ہم صحیح البخاری: ١٠٤٦ میں بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما صحابی ہیں اور عروہ بن الزبیر تابعی ہیں اور تابعی کی بہ نسبت صحابی سنت کو زیادہ جاننے والے ہیں' اس لیے دراصل عروہ بن الزبیر کو سنت میں خطا ہوئی ہے نہ کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو۔

تَابَعَهٗ سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ وَ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي الْجَهْرِ.

سفیان بن حسین اور سلیمان بن کثیر نے الزہری سے جہراً قراءت کرنے میں عبدالرحمٰن بن نمر کی متابعت کی ہے۔

''کتاب الکسوف'' کا اختتام

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سیدنا محمد وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وذریاتہٖ اجمعین.

آج ١٥ ربیع الاوّل ١٤٢٨ھ/ ١٤ اپریل ٢٠٠٧ء بہ روز بدھ ''کتاب الکسوف'' مکمل ہوگئی' اس میں چالیس احادیث ہیں جن میں سے نصف موصول ہیں اور نصف معلق ہیں۔

الٰہ العٰلمین! جس طرح اپنے فضل وکرم سے اس کتاب کو مکمل فرمایا ہے' صحیح البخاری کی باقی کتب کو بھی مکمل فرمادے اور میری' میرے والدین اور میرے قارئین کی اور جملہ محبین کی مغفرت فرمادے۔ آمین یا رب العٰلمین.

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

١٧ - كِتَابُ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ

سجود القرآن کا بیان

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِيْ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ

١٠٦٧ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْاَسْوَدَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَرَاَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجْمَ بِمَكَّةَ، فَسَجَدَ فِيْهَا وَسَجَدَ مَنْ مَّعَهُ غَيْرُ شَيْخٍ اَخَذَ كَفًّا مِّنْ حَصًى، اَوْ تُرَابٍ، فَرَفَعَهُ اِلٰی جَبْهَتِهٖ، وَقَالَ يَكْفِيْنِیْ هٰذَا، فَرَاَيْتُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ قُتِلَ كَافِرًا.

[اطراف الحدیث: ١٠٧٠۔ ٣٨٥٣۔ ٣٩٧٢۔ ٤٨٦٣]

سجود القرآن یعنی سجدۂ تلاوت کی احادیث کے ابواب

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق، انہوں نے کہا: میں نے از اسود از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں سورۃ النجم کی تلاوت کی اور اس میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ جو لوگ تھے، انہوں نے بھی سجدہ کیا سوائے ایک بوڑھے شخص کے اس نے اپنے ہاتھ میں کچھ کنکریاں لیں یا مٹی لی، پھر اس کو اپنی پیشانی پر رکھ لیا اور کہا: مجھے یہ کافی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کہا: میں نے بعد میں دیکھا وہ حالت کفر میں قتل کیا گیا۔

(صحیح مسلم: ٥٧٦، الرقم المسلسل: ١٢٧٤، سنن ابوداؤد: ١٤٠٦، سنن نسائی: ٩٥٩، السنن الکبریٰ: ١٠٣١، مسند ابویعلیٰ: ٥٢١٨، مسند احمد ج ١ ص ٣٨٨ طبع قدیم، مسند احمد: ٣٦٨٢۔ ج ٦ ص ٢٠٦، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ٤١٩٧، مکتبۃ الرشد، ریاض، ١٤٢٦ھ، مسند الطحاوی: ٥١٢٤)

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن بشار، ان کا لقب بندار بصری ہے (٢) غندر، یہ محمد بن جعفر کا لقب ہے (٣) شعبہ بن الحجاج (٤) ابواسحاق السبیعی، ان کا نام عمرو بن عبد اللہ الکوفی ہے (٥) الاسود بن یزید النخعی (٦) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٣٦)

سورۃ النجم اور المفصل (النجم، الانشقاق اور العلق) کے سجدات میں مذاہب فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی احادیث سے تقویت اور تائید

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

سورۃ النجم کے سجدہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' کیونکہ ان کا المفصل کے سجدوں میں اختلاف ہے' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ' سورۃ النجم اور المفصل میں سجدہ کرتے تھے' اور یہی امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام مالک کے اصحاب میں سے ابن وہب اور ابن حبیب کا مذہب ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث مذکور سے استدلال کیا ہے۔

اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ سورۃ النجم میں سجدہ نہیں ہے' صحابہ میں سے حضرت ابی بن کعب' حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب' حسن بصری' عطاء' طاؤس اور مجاہد کا یہی قول ہے' جو فقہاء سورۃ النجم میں سجدہ کو جائز نہیں سمجھتے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سورۃ النجم کی تلاوت کی اور آپ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔ (صحیح البخاری: ۱۰۷۲' صحیح مسلم: ۵۷۷)

(میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے علامہ ابن بطال کا سورۃ النجم کے سجدہ کی نفی پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ سجدۂ تلاوت فوراً واجب نہیں ہوتا ہے اور اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت سے سورۃ النجم کی تلاوت سن کر سجدہ نہیں کیا تا کہ امت کو یہ مسئلہ معلوم ہو جائے کہ سجدۂ تلاوت آیت سجدہ سن کر فوراً واجب نہیں ہوتا۔ سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں:

امام طبری نے اس حدیث کے جواب میں کہا ہے کہ ممکن ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لیے سجدہ نہ کیا ہو کہ حضرت زید بن ثابت نے خود اس سورت میں سجدہ نہیں کیا تھا اور جب آیت پڑھنے والا سجدہ کرے تب سننے والا بھی سجدہ کرتا ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس لیے سجدہ کرنے کو ترک کیا ہو تا کہ اس پر دلیل قائم ہو کہ سجدۂ تلاوت فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے' امام طحاوی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت زید بن ثابت نے آیت سجدہ کو اس وقت تلاوت کیا ہو' جس وقت میں سجدہ کرنا جائز نہ ہو' یا اس وقت آپ باوضوء نہ ہوں۔

علامہ ابن القصار نے امام مالک کے مذہب کی تائید میں یہ کہا ہے کہ سورۃ النجم میں سجدہ کی آیت یہ ہے:

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا O (النجم: ۶۲) اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو O

اس سے مراد سجدۂ تلاوت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ نماز میں اللہ کے لیے سجدہ کرو۔

نیز امام طحاوی نے بھی کہا ہے کہ نظر کا تقاضا یہ ہے کہ جس آیت میں سجدہ کرنے کا امر اور حکم ہے اس سے مراد نماز کا سجدہ ہے اور جس آیت میں سجدہ کی خبر دی ہے' اس سے مراد سجدۂ تلاوت ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۶۸' قدیمی کتب خانہ' کراچی' شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے امام طحاوی کی پوری عبارت نہیں لکھی' امام طحاوی اس قاعدہ کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اگر ہم نظر اور قیاس سے کام لیں تو جہاں سجدہ کا امر ہو ہم وہاں سجدۂ تلاوت کو واجب نہیں کرتے اور جہاں سجدہ کی خبر ہو ہم وہاں سجدۂ تلاوت کو واجب کرتے ہیں لیکن جس آیت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سجدہ کرنا ثابت ہے' وہاں آپ کے فعل کی اتباع کرنا اولیٰ ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۶۹' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اس کے بعد امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ہم المفصل میں سورۃ النجم اور سورۃ ''اذا السماء انشقت'' اور سورۃ ''اقرأ باسم ربك الذی خلق'' میں دیکھتے ہیں کہ ان میں سجودِ تلاوت احادیث سے ثابت ہیں کہ ان آیات پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدات کیے ہیں۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۷۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

لہٰذا امام طحاوی کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند کہ ان سورتوں میں سجدہ کرنے کا حکم ہے اور نظر اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ان سورتوں میں سجدہ سے مراد نماز کا سجدہ ہو اور سجدۂ تلاوت مراد نہ ہو لیکن چونکہ احادیث سے ان سورتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سجدۂ تلاوت کرنا ثابت ہے لہٰذا ہم نظر اور قیاس کو ترک کرتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث پر عمل کرتے ہیں۔

المفصل کی تین آیات میں سجدۂ تلاوت کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثبوت

نیز امام طحاوی فرماتے ہیں:

تحقیق تواتر سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے المفصل میں سجود تلاوت کیے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ''اذا السماء انشقت'' (الانشقاق:۲۱) اور ''اقرأ باسم ربك الذی خلق'' کی آیت: ۱۹ میں دو سجدے کیے ہیں۔

(صحیح مسلم۔ سجود التلاوۃ: ۱۰۹ رقم الحدیث بلا تکرار: ۵۷۸ الرقم المسلسل: ۱۲۷۹ شرح معانی الآثار: ۲۰۶۳)

نعیم المجمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس مسجد کے اوپر نماز پڑھی انہوں نے ''اذا السماء انشقت'' کو پڑھا اور اس میں سجدہ کیا اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سورت میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۷ شرح معانی الآثار: ۲۰۶۴)

ابورافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے ''اذا السماء انشقت'' (الانشقاق:۲۱) کو پڑھا اور اس میں سجدہ کیا' نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں نے ان سے پوچھا: آپ اس سورت میں سجدہ کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سورت میں سجدہ تلاوت کرتے ہوئے دیکھا ہے' سو میں اس میں سجدہ کو ہرگز ترک نہیں کروں گا۔ (صحیح البخاری: ۱۰۷۸ صحیح مسلم: ۵۷۸ الرقم المسلسل: ۱۲۸۱ سنن ابوداؤد: ۱۴۰۸ سنن نسائی: ۹۶۸ شرح معانی الآثار: ۲۰۶۶)

عبداللہ بن نمیر الحصبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ''اذا السماء انشقت'' میں اور ''اقرأ باسم ربك الذی خلق'' کی آیت: ۱۹ میں سجدے کیے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۰۱ سنن ابن ماجہ: ۱۰۵۷۔۱۰۵۵ شرح معانی الآثار: ۲۰۷۸)

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے المفصل میں سجدہ کرنے کے متعلق متواتر آثار ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۶۶۔ ۴۶۳ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

دس آیاتِ سجدہ متفق علیہا ہیں

امام طحاوی فرماتے ہیں: دس سجود تلاوت میں فقہاء کا اتفاق ہے' ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) ''اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ یَسْجُدُوْنَO''۔ (الاعراف: ۲۰۶)

(۲) ''وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِO''۔ (الرعد: ۱۵)

(۳) ''وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ''۔ (النحل: ۵۰)

(۴) ''یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًاO''۔ (بنی اسرائیل: ۱۰۹)

(۵) ''اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّاO''۔(مریم:۵۸)

(۶) ''اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ''۔(الحج:۱۸)

(۷) ''وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ''۔(الفرقان:۶۰)

(۸) ''اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ''۔(النمل:۲۶)

(۹) ''اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ''۔(الم تنزیل السجدہ:۱۵)

(۱۰) ''فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَO''۔(حم السجدہ:۳۸)

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۶۷۔۴۶۶' قدیمی کتب خانہ کراچی)

المفصل کی تین آیتوں کے سجدہ میں اختلاف ہے' وہ یہ ہیں: النجم: ۶۲' الانشقاق:۲۱' اور العلق:۱۹۔

فقہاء احناف کے نزدیک ان آیات میں سجدۂ تلاوت کرنا سنت' سے ثابت ہے اور امام مالک کے نزدیک نہیں ہے۔

سورۂ ص کے سجدے میں مذاہب فقہاء

اسی طرح سورۂ ص کے سجدہ میں اختلاف ہے' فقہاء احناف کے نزدیک یہ سجدہ ثابت ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک یہ سجدہ شکر ہے۔ فقہاء احناف کے دلائل حسب ذیل ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ ص میں سجدہ کیا۔

(سنن ابوداؤد:۱۴۱۰' شرح معانی الآثار:۲۰۸۸)

العوام بن حوشب بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۂ ص کے سجدہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے یہ آیت پڑھی:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ. (الانعام:۸۴) اور ابراہیم کی ذریت میں سے داؤد اور سلیمان ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ. (الانعام:۹۰) یہ وہ نبی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے' سو آپ ان کی ہدایت کی اتباع کیجئے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سورۂ ص میں سجدہ کرتے تھے' سو تمہارے نبی کو حضرت داؤد کی اتباع کا حکم دیا گیا تھا۔

(صحیح البخاری:۴۸۰۶' شرح معانی الآثار:۲۰۸۹)

عمرو بن مرہ بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۂ ص کے سجدہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے یہی آیت پڑھی: ''اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ'' (الانعام:۹۰)۔

(سنن ترمذی:۵۷۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹' شرح معانی الآثار:۲۰۹۰)

سورۃ الحج کے آخری سجدہ میں مذاہب فقہاء

نیز امام طحاوی فرماتے ہیں:

الحج کے آخر میں یہ آیت ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا. (الحج:۷۷) اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو۔

یہ سجدۂ تلاوت کی آیت نہیں ہے' کیونکہ یہ آیت تعلیم کے لیے ہے'اس میں خبر نہیں ہے اور تعلیم کے مقامات میں سجدۂ تلاوت نہیں ہوتا۔ اس میں متقدمین کا اختلاف ہے۔

عبداللہ بن ثعلبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۃ الحج کی تلاوت کی اور اس میں دونوں سجدے کیے۔ (سنن ترمذی: ۵۷۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱' شرح معانی الآثار: ۲۰۹۱)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورۃ الحج کا پہلا سجدہ عزیمت ہے اور دوسرا سجدہ تعلیم کے لیے ہے اور ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ۲۰۹۵)

امام طحاوی فرماتے ہیں:

ہم نے اس باب میں جو آثار بیان کیے ہیں وہ امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد کے اقوال ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۰۷۔ ۴۶۳ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

سجداتِ تلاوت کے متعلق ائمہ کے مذاہب کا خلاصہ

امام مالک کے نزدیک گیارہ سجدۂ تلاوت ہیں' ان میں المفصل یعنی النجم' الانشقاق اور العلق کے تین سجدے شامل نہیں ہیں۔

(موطأ امام مالک۔ باب ماجاء فی سجود القرآن ج ۱ ص ۱۳۳' المکتبۃ التوفیقیہ)

امام شافعی کے قولِ جدید کے مطابق چودہ سجدے ہیں' ان میں سورۂ ص کا سجدہ نہیں ہے اور الحج کا دوسرا سجدہ شامل ہے۔

(المہذب ج ۱ ص ۸۵' دار الفکر' بیروت)

امام احمد کے نزدیک بھی اسی طرح چودہ سجدے ہیں۔ (الکافی ج ۱ ص ۲۷۲ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی چودہ سجدے ہیں' ان میں سورۂ ص کا سجدہ شامل ہے اور سورۃ الحج کا دوسرا سجدہ شامل نہیں ہے' اس کی تفصیل امام طحاوی کی عبارت میں آ چکی ہے۔

امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد تینوں کے نزدیک المفصل کے تینوں سجدے شامل ہیں' صرف امام مالک کے نزدیک یہ شامل نہیں ہیں' ان کے نزدیک کل گیارہ سجدے ہیں۔

سجدۂ تلاوت کا شرعی حکم

اس میں اختلاف ہے کہ آیا سجدۂ تلاوت سنت ہے یا واجب ہے؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت سجدہ کی آیت پڑھنے والے پر اور اس کو سننے والے دونوں پر واجب ہے' خواہ اس نے اس آیت کو سننے کا قصد کیا ہو یا نہیں۔

اس پر صاحب ہدایہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: جس نے آیت سجدہ کی تلاوت کی یا اس کو سنا اس پر سجدہ کرنا واجب ہے' علامہ ابن ہمام نے کہا: اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(فتح القدیر ج ۲ ص ۱۳' مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت عنقریب آ رہی ہے)

سجدۂ تلاوت کے وجوب کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات

سجدۂ تلاوت کے وجوب پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ان آیات سے استدلال کیا ہے:

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ○ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ○ (الانشقاق: ۲۱۔۲۰)

انہیں کیا ہو وہ کیوں ایمان نہیں لاتے ○ اور جب ان پر قرآن کی تلاوت کی جائے تو وہ سجدہ کیوں نہیں کرتے ○

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں سجدہ تلاوت نہ کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سجدۂ تلاوت ادا کرنا واجب ہے۔

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا. (النجم:٦٢) اللہ کے لیے سجدہ کرو اور عبادت کرو۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں سجدہ کرنے کا حکم ہے اور حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْO (العلق:١٩) اور سجدہ کریں اور اللہ کے قریب ہو جائیںO

اس آیت میں بھی امر ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

سجدۂ تلاوت کے ثبوت میں آثارِ صحابہ اور فقہاء تابعین کے اقوال

عطیہ بیان کرتے ہیں کہ سجدۂ تلاوت اس پر ہے جس نے آیت سجدہ کو سنا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۲ 'مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ابراہیم' نافع اور سعید بن جبیر نے کہا: جس نے آیت سجدہ کو سنا اس پر واجب ہے کہ وہ سجدہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۴۹ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: جب کوئی شخص بے وضوء ہو اور وہ آیت سجدہ کو سنے تو وہ وضوء کرے' پھر آیت سجدہ کو پڑھے' پس سجدہ کرے۔ (الحدیث) (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۵ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۴ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: جو شخص آیت سجدہ کو سنے اور وہ بے وضوء ہو تو اگر اس کے پاس پانی ہو تو وہ وضوء کرے اور سجدۂ تلاوت کرے اور اگر اس کے پاس پانی نہ ہو تو وہ تیمم کرے اور سجدہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۸ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

٢ - بَابُ سَجْدَةِ تَنْزِيْلُ السَّجْدَةُ

سورۃ تنزیل السجدہ میں سجدۂ تلاوت

١٠٦٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْجُمُعَةِ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ ﴿الٓمٓ. تَنْزِيْلُ﴾ (السجدہ:١) وَ ﴿هَلْ أَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ﴾ (الدھر:١).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از عبد الرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورۃ ''الم تنزیل السجدۃ'' اور ''ھل اتی علی الانسان'' پڑھا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۹۱ میں گزر چکی ہے' تاہم مزید شرح کی جا رہی ہے۔

بہ ظاہر یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ آپ سورۃ حٰم السجدہ میں سجدۂ تلاوت ادا کرتے تھے' اس سورت میں سجدۂ تلاوت کرنے کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حٰم السجدہ کی آخری آیت میں سجدۂ تلاوت کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۰۸ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' شرح معانی الآثار: ۲۰۷۹)

بنو سلیم کے ایک شخص نے بیان کیا کہ اس نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حٰم کی پہلی آیت میں سجدہ کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۱۲ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۸۱ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابووائل حٰمٓ کی آخری آیت میں سجدہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۰۸ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۷۷ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین حٰمٓ کی آخری آیت میں سجدہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۰۹ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۷۸ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

٣ - بَابُ سَجْدَةِ صٓ

سورۂ صٓ کا سجدہ

١٠٦٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو النُّعْمَانِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ ﴿صٓ﴾ لَيْسَ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُوْدِ، وَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِيْهَا. [طرف الحدیث: ۳۴۲۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب اور ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا کہ سورۂ صٓ کا سجدہ مؤکد سجدوں میں سے نہیں ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سجدہ کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۰۹' سنن ترمذی: ۵۷۸' سنن نسائی: ۹۶۷' صحیح ابن خزیمہ: ۵۵۲' صحیح ابن حبان: ۲۷۶۶' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۱۹' مصنف عبدالرزاق: ۵۸۶۲' سنن کبریٰ: ۱۱۱۶۹' المعجم الکبیر: ۱۱۰۳۶' مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۳۸۷۔ ج ۵ ص ۴۷۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۳۲۰۷)

سورۂ صٓ کے سجدہ میں صحابہ' تابعین اور ائمہ کا اختلاف' نیز مؤکد سجدات کی تعداد میں صحابہ اور ائمہ کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

سورۂ صٓ کے سجدہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' ایک جماعت نے کہا: اس میں سجدۂ تلاوت نہیں ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: یہ ایک نبی کی توبہ ہے' عطاء کا بھی یہی قول ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۰۰' مجلس علمی' بیروت' ۴۲۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت) امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

اور دوسری جماعت نے کہا ہے کہ اس میں سجدۂ تلاوت ہے: یہ قول حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت ابن عمر' اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم کا ہے اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب' حسن بصری اور طاؤس کا ہے' اور امام مالک' امام ابوحنیفہ اور ثوری کا بھی یہی مذہب ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔

امام بخاری نے کتاب الانبیاء میں روایت کی ہے کہ مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کیا میں سورۂ صٓ میں سجدۂ تلاوت کروں؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ (الی قولہ تعالٰی) فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ. (الانعام: ۸۴-۹۰)

ابراہیم کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان ہیں' (اس کے بعد فرمایا:) آپ ان کی ہدایت کی پیروی کیجئے۔

پس حضرت ابن عباس نے فرمایا: تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان نبیوں کی پیروی کریں' پس حضرت ابن عباس کا یہ قول کہ سورۂ صٓ کا سجدہ مؤکد سجدوں سے نہیں ہے' اس سے راجح ان کا وہ استدلال ہے' جو قرآن مجید سے ہے۔

امام مالک نے کہا کہ سورۂ صٓ کا سجدہ مؤکد سجدات میں سے ہے۔

امام طحاوی نے کہا: ہمارے نزدیک نظر کا تقاضا یہ ہے کہ سورۂ ص کا سجدہ ان مواضع میں سے ہے جو خبر کے موضع میں ہے نہ کہ حکم کے موضع میں، پس واجب ہے کہ اس کو ان امثال کی طرف لوٹایا جائے جو خبر کے موضع میں ہیں، لہٰذا سورۂ صٓ کا سجدہ واجب ہوگا۔

مؤکد سجدات میں اختلاف ہے: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ نے کہا: مؤکد سجدات چار ہیں: "الم تنزیل، حٰمٓ تنزیل، النجم" اور "اقرأ باسم ربك"۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: مؤکد سجدات پانچ ہیں: الاعراف، بنواسرائیل، النجم "اقراء باسم ربك" اور "اذا السماء انشقت"۔

ابن جبیر نے کہا: مؤکد سجدات تین ہیں: "الم تنزیل، النجم" اور "اقرأ باسم ربك"۔

امام مالک نے کہا: مؤکد سجدات گیارہ ہیں، ان میں مفصل کے تین سجدے اور الحج کا دوسرا سجدہ نہیں ہیں۔

امام ابویوسف نے کہا: سجدے چودہ ہیں، ان میں الحج کا پہلا سجدہ نہیں ہے اور امام شافعی نے بھی کہا: سجدے چودہ ہیں، ان میں ص کا سجدہ نہیں ہے کیونکہ یہ شکر کا سجدہ ہے اور ان کے نزدیک حج کے دونوں سجدے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۴۔ ۵۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

سورۂ صٓ کے سجدہ کے ثبوت میں احادیث، آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ ص کا سجدہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۹۰، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۶۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۴)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سورۂ ص کا سجدہ کرتے تھے اور یہ آیت پڑھتے تھے: "اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ" (الانعام: ۹۰)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۸۹، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

امام بخاری نے اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔ (دیکھئے صحیح البخاری: ۴۸۰۷۔ ۴۸۰۶۔ ۳۴۲۱) اور دوسری روایت میں اس حدیث میں یہ اضافہ ہے: تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی پیروی کریں، پس حضرت داؤد نے بھی اس پر سجدہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس پر سجدہ کیا، لہٰذا یہ بھی مرفوع حدیث ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۲۲۔ ۱۰۶۹، سنن ابوداؤد: ۱۴۰۴، سنن دارمی: ۱۴۶۷، مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۰۔ ۲۷۹)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ صٓ پڑھی، اس وقت آپ منبر پر تھے، جب آپ آیت سجدہ پر آئے تو منبر سے اتر کر سجدہ کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۹۱، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۶۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ طاؤس بھی سورۂ صٓ میں سجدہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۹۴، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۶۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

سفیان بن حسین کہتے ہیں: میں اس وقت موجود تھا جب حسن بصری نے سورۂ ص کی آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۹۵، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ابوالضحیٰ بیان کرتے ہیں کہ مسروق سورۂ صٓ میں سجدہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۹۶، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۶۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں: میں نے ضحاک بن قیس کو دیکھا' وہ سورۂ صٓ میں سجدہ کرتے تھے' میں نے اس کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا' انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اس سورت میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۹۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

٤ - بَابُ سَجْدَةِ النَّجْمِ

سورۃ النجم کا سجدہ

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سورۃ النجم کے سجدہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول اگلے باب میں آ رہی ہے۔

۱۰۷۰ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ' عَنِ الْاَسْوَدِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ تَعَالٰى اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ سُوْرَةَ النَّجْمِ فَسَجَدَ بِهَا' فَمَا بَقِيَ اَحَدٌ مِّنَ الْقَوْمِ اِلَّا سَجَدَ' فَاَخَذَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ كَفًّا مِنْ حَصًى' اَوْ تُرَابٍ' فَرَفَعَهُ اِلٰى وَجْهِهٖ' فَقَالَ يَكْفِيْنِيْ هٰذَا' فَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابواسحاق از الاسود از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ النجم پڑھی' پس آپ نے سجدہ کیا اور اس میں قوم کے ہر شخص نے سجدہ کیا' پھر قوم میں سے ایک شخص نے مٹھی میں کنکریاں یا مٹی پکڑی اور اس کو اپنے چہرے کی طرف بلند کیا اور کہا: مجھے یہ کافی ہے' پس تحقیق یہ ہے کہ میں نے اس کو بعد میں دیکھا وہ حالت کفر میں قتل کیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' اس سے پہلے صحیح البخاری: ۱۰۶۷ میں گزر چکی ہے' رہا وہ شخص جس نے کنکریاں اٹھا کر اپنے چہرے تک بلند کی تھیں' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ وہ شخص ولید بن مغیرہ تھا' اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی اور آپ کا مذاق اڑایا' وہ شخص کافر تھا۔ اس کو دنیا اور آخرت میں سزا دی جائے گی' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (النور: ٦٣)

جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں' ان کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی مصیبت آئے یا ان پر دردناک عذاب آئے ○

چنانچہ اس بوڑھے شخص پر بھی مصیبت آئی اور وہ کافر ہو گیا اور آخرت کے دردناک عذاب کا مستحق ہو گیا۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٥ - بَابُ سُجُوْدِ الْمُسْلِمِيْنَ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ' وَالْمُشْرِكُ نَجَسٌ لَيْسَ لَهٗ وُضُوْءٌ

مسلمانوں کا مشرکین کے ساتھ سجدہ کرنا اور مشرک نجس ہے' اس کا وضوء نہیں ہوتا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَسْجُدُ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ.

اور حضرت ابن عمر بغیر وضوء کے سجدۂ تلاوت کرتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سواری سے اتر کر پیشاب کرتے' پھر سواری پر سوار ہوتے' پھر آیت سجدہ کو پڑھتے اور وضوء نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

زکریا بیان کرتے ہیں کہ الشعبی نے کہا: جس شخص نے بے وضوء آیت سجدہ کی تلاوت کی وہ جس طرف چاہے منہ کر کے سجدہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

بے وضوء سجدۂ تلاوت کرنے کی تحقیق

تاہم بے وضوء سجدہ نہ کرنے کی ممانعت میں یہ آثار ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی شخص بغیر طہارت کے سجدۂ تلاوت نہ کرے۔

(سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۲۵' نشر السنۃ' ملتان)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن عمر کا بے وضوء سجدۂ تلاوت کرنا ان کے اپنے اس قول کے خلاف ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے ان کی مراد طہارت سے طہارتِ کبریٰ ہو یعنی کوئی شخص حالت جنابت میں بغیر غسل کے سجدۂ تلاوت نہ کرے یا ان کی مراد یہ ہو کہ کوئی شخص حالت اختیار میں بغیر وضوء کے سجدۂ تلاوت نہ کرے اور انہوں نے جو پیشاب کر کے سجدۂ تلاوت کیا تھا وہ حالت اضطرار تھی۔

بے وضوء سجدۂ تلاوت کی ممانعت میں دیگر آثار حسب ذیل ہیں:

ابو بشر بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: جو شخص آیت سجدہ کو سنے اور اس کا وضوء نہ ہو تو اس پر کوئی سجدہ نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: جب کوئی شخص آیت سجدہ کو سنے اور اس کا وضوء نہ ہو تو وہ وضوء کرے اور آیت سجدہ کو پڑھ کر سجدہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: جو شخص سجدۂ تلاوت کی آیت سنے اور اس کا وضوء نہ ہو اگر اس کے پاس پانی ہو تو وہ وضوء کر کے سجدہ کرے اور اگر اس کے پاس پانی نہ ہو تو وہ تیمم کر کے سجدۂ تلاوت کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام بخاری کی تعلیق مذکور پر علامہ ابن بطال کا تبصرہ

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

تمام شہروں کے فقہاء نے کہا ہے کہ بغیر وضوء کے سجدۂ تلاوت کرنا جائز نہیں ہے' اگر امام بخاری کا اس تعلیق سے یہ مقصد ہے کہ چونکہ مشرکین نے والنجم کو سن کر سجدہ کیا تھا تو اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ مشرکین نجس ہیں' بغیر اسلام لانے کے ان کا وضوء اور ان کا سجدہ کرنا صحیح نہیں ہے' اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی تعظیم کے لیے سجدہ نہیں کیا تھا' انہوں نے اس لیے سجدہ کیا تھا کہ شیطان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر ان کے بتوں کا ذکر جاری کر دیا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

أَفَرَأَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ○ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى ○ (النجم: ۲۱-۲۰)

تو کیا تم نے لات اور عزیٰ (دیویوں) کو دیکھا ○ اور اس تیسری ایک اور (دیوی) منات کو ○

پس آپ نے کہا: یہ اونچی اڑان والے پرندے' بے شک ان کی شفاعت ضرور قبول کی جائے گی۔

پھر جب مشرکین نے اپنے بتوں کی تعظیم سنی تو انہوں نے سجدہ کیا' پھر جب رسول اللہ ﷺ کو یہ علم ہوا کہ شیطان نے آپ کی زبان سے یہ کلمات جاری کرادیئے ہیں تو آپ بہت خوف زدہ اور غم زدہ ہوئے' تب اللہ تعالیٰ نے آپ کا خوف اور غم دور کرنے کے لیے اور آپ کو تسلی دینے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيَاتِهٖ. (الحج:۵۲)

اور ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کوئی رسول اور نبی بھیجا تو جب بھی اس نے تلاوت کی تو شیطان نے اس کی تلاوت کے دوران اس میں کچھ اپنی طرف سے ڈال دیا' پس اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو مٹا دیتا ہے' پھر اپنی آیتوں کو خوب پختہ کر دیتا ہے۔

تنبیہ: یہ ترجمہ علامہ ابن بطال کی ذکر کردہ روایت کے مطابق کیا گیا ہے' اس کا صحیح ترجمہ ہم عنقریب ان شاء اللہ بیان کریں گے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: یعنی جب آپ نے تلاوت کی تو شیطان نے آپ کی تلاوت میں بتوں کی مذکور الصدر تعریف بھی ڈال دی' لہٰذا مشرکین کے سجدہ کرنے سے یہ استدلال کرنا جائز نہیں ہے کہ بے وضوء سجدہ کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۵۔ ۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث امام طبرانی نے عروہ ابن الزبیر سے المعجم الکبیر: ۸۳۱۶ میں مرسلاً روایت کی ہے اور اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۷۲۔۷۱) اور یہ حدیث امام بزار نے مسند البزار: ۲۲۶۳ میں روایت کی ہے اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر: ۱۲۴۵۰' میں حضرت ابن عباس سے مرسلاً روایت کی ہے' یہ حدیث از کلبی از ابی صالح از ابن عباس مروی ہے۔ علامہ الہیثمی نے کہا ہے: یہ بہت ضعیف سند ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۱۵) ہمارے نزدیک یہ روایت من گھڑت اور موضوع ہے' اس روایت میں ہے کہ شیطان نے نبی ﷺ کی زبان سے یہ کفریہ کلمات کہلوا دیئے تو حضرت جبریل نے آپ سے آ کر کہا: آپ نے وہ بات کہی جس کو میں لے کر نہیں آیا اور نہ اللہ تعالیٰ نے نازل کی' سو آپ رنجیدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے حزن وملال کو زائل کرنے کے لیے الحج: ۵۲ نازل کی' اور یہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ سورۃ الحج مدنی ہے اور سورۃ النجم سن کر مشرکین کے سجدہ کرنے کا واقعہ ہجرت سے کئی سال پہلے کا ہے تو گویا کئی سال بعد آپ کے حزن وملال کو زائل کیا گیا اور کئی سال تک مشرکین اور عام مسلمان یہ سمجھتے رہے کہ آپ نے بتوں کی تعریف کی تھی' جس سے خوش ہو کر مشرکین نے النجم کا سجدہ کیا تھا' حالانکہ اس پر امت کا اجماع ہے کہ قرآن مجید کو پہنچانے میں رسول اللہ ﷺ سے عمداً' نسیاناً' خطاءً کسی طرح کی غلطی نہیں ہو سکتی' پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ قول اس روایت کے نبی ﷺ سے العیاذ باللہ یہ کفریہ کلمات صادر ہو گئے' اور نبی ﷺ پر شیطان کا جبر کرنا کسی مسلمان کے نزدیک متصور نہیں ہے' پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شیطان نے آپ سے یہ کلمات کہلوا لیے ہوں' ہم اس روایت سے ہزار بار اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

الحج: ۵۲ کا صحیح ترجمہ اس طرح ہے:

ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی نبی اور رسول کو بھیجا تو جب بھی اس نے (اپنی امت کی وسعت کی) تمنا کی تو شیطان نے اس کی تمنا میں (شبہات پیدا کر کے) خلل ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ شیطان کے وسوسہ کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے۔

* ہم نے شرح صحیح مسلم ج: ۱۱۹۸۔ ج ۲ ص ۱۵۱ کی شرح میں اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے اور یہ تحقیق ص ۱۶۴۔ ۱۵۵ تک پھیلی

ہوئی ہے۔اور اس کی مزید شرح ہماری تفسیر تبیان القرآن' الحج: ۵۲' ج ۷ ص ۷۷۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔
نیز علامہ ابن بطال' امام بخاری کی تعلیق مذکور پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
اگر امام بخاری نے اس تعلیق سے حضرت ابن عمر اور شعبی پر رد کرنے کا ارادہ کیا ہے جو بے وضوء سجدۂ تلاوت کرنے کو جائز کہتے ہیں تو پھر صحیح ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۵۔ ۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام بخاری کی تعلیق مذکور پر علامہ عینی کا تبصرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
امام بخاری کا اس تعلیق کو لانے سے مقصود یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت کی مشروعیت کو مؤکد کیا جائے حتیٰ کہ مشرکین نے بھی سورۃ النجم کو سن کر سجدہ کیا (اور ان کے سجدہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ قرآن مجید میں ان کے بتوں' لات' مناۃ اور عزیٰ کا ذکر آ گیا ہے' نہ یہ وجہ تھی کہ آپ کی زبان سے شیطان نے یہ کہلوالیا تھا: ''تلك الغرانيق العلٰى فان شفاعتهن لترتجٰى'' سعیدی غفرلہٗ) اور صحابہ نے ان کے اس فعل کو سجدہ قرار دیا' اگرچہ وہ سجدہ کرنے کے اہل نہیں تھے اور جس نے سجدہ نہیں کیا تھا وہ حالت کفر میں قتل کیا گیا اور جن کو سجدہ کی توفیق دی گئی تھی' ان کو اس سجدہ کی برکت سے بعد میں اسلام لانے کی توفیق دی گئی اور ان کا نیکی پر خاتمہ ہوا۔
(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰۷۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ' عَنْ عِكْرِمَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ بِالنَّجْمِ' وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ' وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ. وَرَوَاهُ ابْنُ طُهْمَانَ' عَنْ اَيُّوْبَ. [طرف الحدیث: ۴۸۶۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے والنجم کا سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں اور مشرکوں اور جن اور انس نے سجدہ کیا' اور اس حدیث کی ابن طہمان نے ایوب سے روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح تفصیل کے ساتھ گزشتہ حدیث: ۱۰۷۰ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ مَنْ قَرَاَ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَسْجُدْ
جس نے آیت سجدہ کو پڑھا اور سجدہ نہیں کیا

۱۰۷۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ اَبُو الرَّبِيْعِ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ خُصَيْفَةَ' عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَاَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' فَزَعَمَ اَنَّهٗ قَرَاَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿وَالنَّجْمِ﴾ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيْهَا. [طرف الحدیث: ۱۰۷۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن داؤد ابو الربیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن خصیفہ نے خبر دی از ابن قسیط از عطاء بن یسار' انہوں نے یہ خبر دی کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' انہوں نے کہا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سورۃ والنجم پڑھی تو آپ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔

(صحیح مسلم: ۵۷۷' الرقم المسلسل: ۱۲۷۵' سنن ابوداؤد: ۱۴۰۴' سنن ترمذی: ۵۷۶' سنن نسائی: ۹۵۹' صحیح ابن خزیمہ: ۵۶۸' صحیح ابن حبان: ۲۷۶۹' سنن دارمی: ۱۴۷۲' المعجم الکبیر ۴۸۲۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۲۳' شرح السنہ: ۷۶۹' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۴۰۹' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۳ طبع قدیم'

مسند احمد: ۲۱۵۹۱ـ ج ۳۵ ص ۴۶۹ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۷۵۷ 'المکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۷ھ' مسند الطحاوی: ۲۰۱۲)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالربیع سلیمان بن داؤد الزہرانی البصری (۲) اسماعیل بن جعفر ابوابراہیم الانصاری المدنی (۳) یزید بن عبداللہ بن خصیفہ (۴) ابن قسیط' یہ یزید بن عبداللہ بن قسیط ہیں (۵) عطاء بن یسار (۶) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۴۹)

علامہ ابن بطال کا حدیث مذکور سے سجدۂ تلاوت کے عدم وجوب پر استدلال اور مصنف کے جوابات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث امام مالک اور امام شافعی کی حجت ہے کہ سجدۂ تلاوت سنت ہے اور اگر سجدۂ تلاوت واجب ہوتا جیسا کہ فقہاء احناف کا زعم ہے تو اس سجدہ کو حضرت زید بن ثابت ترک کرتے اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ترک کرتے اور حضرت ابن مسعود کی حدیث میں جو آیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں سورۃ النجم کا سجدہ کیا تھا' تو اس کی وضاحت زیر بحث حدیث (۱۰۷۲) سے ہوگئی کہ آپ نے اس فعل سے امت کو یہ خبر دی ہے کہ آیت سجدہ پڑھنے والے کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اس کو پڑھ کر سجدہ کرے اور چاہے تو سجدہ نہ کرے' اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سورۃ النحل پڑھ کر سجدہ کیا' اور دوسری مرتبہ سجدہ نہیں کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ سجدہ واجب نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۰۷۷) (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۶ـ۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہم اس سے پہلے صحیح البخاری: ۱۰۶۷ کی شرح میں سجدۂ تلاوت کے وجوب پر قرآن مجید کی تین آیات اور آثارِ صحابہ اور فقہاء تابعین کو پیش کر چکے ہیں اور حضرت زید بن ثابت اور حضرت عمر کے اثر کا جواب یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت فوراً واجب نہیں ہوتا' بعد میں کرنا بھی جائز ہے' اور ہم اس سے پہلے اس حدیث کے جواب میں امام طحاوی سے یہ نقل کر چکے ہیں کہ ممکن ہے حضرت زید بن ثابت نے اس وقت آیت سجدہ پڑھی ہو جب سجدہ کرنا جائز نہ ہو' اس لیے آپ نے اس وقت سجدہ نہیں کیا یا آپ اس وقت باوضوء نہ ہوں' لہٰذا اس باب کی حدیث سے امام مالک اور امام شافعی کا یہ موقف ثابت نہیں ہوتا کہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے اور سجدۂ تلاوت ہمارے پیش کردہ دلائل سے بہر حال واجب ہے۔

۱۰۷۳ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُسَیْطٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ، عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَرَاْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ﴿وَالنَّجْمِ﴾، فَلَمْ یَسْجُدْ فِیْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن عبداللہ بن قسیط نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے النجم پڑھی تو آپ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح ابھی گزشتہ حدیث: ۱۰۷۲ میں گزر چکی ہے۔

۷ - بَابُ سَجْدَةِ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ (الانشقاق: ۱)

سورۃ ''اذا السماء انشقت'' کا سجدہ

۱۰۷۴ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ وَ مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَا اَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ یَحْیٰی، عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم اور معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں ہشام

قَالَ رَأَيْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَرَاَ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ (الانشقاق:١). فَسَجَدَ بِهَا. فَقُلْتُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَلَمْ اَرَكَ تَسْجُدُ؟ قَالَ لَوْ لَمْ اَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ لَمْ اَسْجُدْ.

نے خبر دی از یحییٰ از ابی سلمہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ''اذا السماء انشقت'' (الانشقاق:١) کو پڑھا' پس اس کا سجدہ کیا' پس میں نے کہا: اے ابو ہریرہ! کیا میں آپ کو سجدہ کرتے ہوئے نہیں دیکھ رہا؟ انہوں نے کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں سجدہ نہ کرتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٦٦ میں گزر چکی ہے۔

٨ - بَابُ مَنْ سَجَدَ لِسُجُوْدِ الْقَارِئِ

جس نے آیت سجدہ پڑھنے والے کی وجہ سے سجدہ کیا

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لِتَمِيْمِ بْنِ حَذْلَمٍ' وَهُوَ غُلَامٌ' فَقَرَاَ عَلَيْهِ سَجْدَةً' فَقَالَ اُسْجُدْ' فَاِنَّكَ اِمَامُنَا.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تمیم بن حذلم سے کہا' اس وقت وہ نوعمر لڑکے تھے' انہوں نے حضرت ابن مسعود کے سامنے آیت سجدہ پڑھی تو حضرت ابن مسعود نے ان سے کہا: تم سجدہ کرو کیونکہ اس میں تم ہمارے امام ہو۔

اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے اور اس کے مناسب یہ حدیث ہے:

سلیم بن حنظلہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے سورۂ بنی اسرائیل پڑھی' جب میں آیت سجدہ پر پہنچا تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا: اس کو پڑھو پس بے شک تم اس میں ہمارے امام ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٤٣٩٧' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٤٣٦٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

١٠٧٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ عَلَيْنَا السُّوْرَةَ فِيْهَا السَّجْدَةُ' فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ' حَتّٰى مَا يَجِدُ اَحَدُنَا مَوْضِعَ جَبْهَتِهِ.

[اطراف الحدیث: ١٠٧٦-١٠٧٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے سجدہ کی کوئی سورت پڑھتے' پس آپ سجدہ کرتے تو ہم بھی سجدہ کرتے حتیٰ کہ ہم میں سے کسی شخص کو سجدہ کرنے کی جگہ بھی نہ ملتی۔

سجدۂ تلاوت کرنے کے وجوب پر مزید دلائل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

تمام شہروں کے فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جب تلاوت کرنے والا آیت سجدہ کی تلاوت کرے تو جو اس کے پاس بیٹھا ہوا آیت سجدہ کو سن رہا ہو' اس پر واجب ہے کہ اس کے سجدہ کے ساتھ وہ بھی سجدہ کرے' حضرت عثمان نے کہا: جو آیت سجدہ کو سنے' اس پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ٥٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے اس عبارت میں یہ اعتراف کر لیا ہے کہ آیت سجدہ کو سننے سے سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اور یہی فقہاء احناف کا مسلک ہے۔

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت سجدہ کی تلاوت سے تلاوت کرنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے خواہ وہ نماز میں ہوں یا خارج از نماز ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۵۴)

المہلب نے کہا: اس حدیث میں ہے: پس آپ سجدہ کرتے تو ہم بھی سجدہ کرتے' حتیٰ کہ ہم میں سے کسی شخص کو سجدہ کرنے کی جگہ بھی نہیں ملتی' اس سے معلوم ہوا کہ نیکی پر حرص کرنی چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال کی کامل متابعت واجب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۹ - بَابُ ازْدِحَامِ النَّاسِ إِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ السَّجْدَةَ

جب امام آیت سجدہ کو پڑھے تو لوگوں کا رش

۱۰۷۶ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ آدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السَّجْدَةَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ، فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ، فَنَزْدَحِمُ، حَتّٰى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا لِجَبْهَتِهِ مَوْضِعًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیت سجدہ کو پڑھتے اور ہم آپ کے پاس ہوتے تھے' آپ سجدہ کرتے تو ہم بھی سجدہ کرتے' پھر رش ہو جاتا حتیٰ کہ کسی کو اپنی پیشانی رکھنے کے لیے جگہ نہ ملتی جس پر وہ سجدہ کرتا۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث کے تحت گزر چکی ہے۔

۱۰ - بَابُ مَنْ رَأَى أَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يُوجِبِ السُّجُودَ

جس کا یہ نظریہ تھا کہ اللہ عزوجل نے سجدۂ تلاوت کو واجب نہیں کیا

وَقِيلَ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَلرَّجُلُ يَسْمَعُ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَجْلِسْ لَهَا؟ قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ قَعَدَ لَهَا؟ كَأَنَّهُ لَا يُوجِبُهُ عَلَيْهِ.

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص آیت سجدہ کو سنتا ہے اور اس کے لیے بیٹھتا نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: یہ بتاؤ کہ اگر وہ بیٹھ گیا تو پھر؟ گویا کہ انہوں نے اس پر سجدۂ تلاوت کو واجب نہیں کیا۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ ابو العلاء سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مطرف سے پوچھا: ایک شخص کو یہ شک ہے کہ اس نے آیت سجدہ کو سنا ہے یا نہیں سنا' مطرف نے کہا: اگر اس نے سن بھی لیا تو پھر کیا ہے' پھر مطرف نے کہا: میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: ایک شخص نہیں جانتا کہ آیا اس نے آیت سجدہ کو سنا ہے یا نہیں؟ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر اس نے سن بھی لیا ہے تو پھر کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ سَلْمَانُ مَا لِهٰذَا غَدَوْنَا.

اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے اس کے لیے صبح نہیں کی۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ ابوعبدالرحمان سے روایت کرتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور اس مسجد میں لوگ قرآن مجید پڑھ رہے تھے انہوں نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ کیا تو حضرت سلمان سے ان کے ساتھی نے کہا: اے ابوعبداللہ! کیوں نہ ہم ان لوگوں کے ساتھ شامل ہوں (یعنی سجدہ کریں) حضرت سلمان نے کہا: ہم نے اس لیے صبح نہیں کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۰ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۳ دارالکتب العلمیہ بیروت)

وَقَالَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلٰی مَنِ اسْتَمَعَهَا.

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: سجدۂ تلاوت صرف اس شخص پر واجب ہے جس نے آیت سجدہ کو بہ غور سنا۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک قصہ گو کے پاس سے گزرے اس نے آیت سجدہ پڑھی تاکہ وہ سجدہ کرے اس کے ساتھ حضرت عثمان تھے پس حضرت عثمان نے کہا: سجدہ اس شخص پر واجب ہوتا ہے جو آیت سجدہ کو بہ غور سنے پھر حضرت عثمان چلے گئے اور انہوں نے سجدہ نہیں کیا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۵۲۹۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الزُّهْرِیُّ لَا تَسْجُدْ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ طَاهِرًا فَاِذَا سَجَدْتَ وَاَنْتَ فِیْ حَضَرٍ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَاِنْ كُنْتَ رَاكِبًا فَلَا عَلَيْكَ حَيْثُ كَانَ وَجْهُكَ.

اور الزہری نے کہا: بغیر طہارت کے سجدہ نہ کرو پس جب تم شہر میں سجدہ کرو تو قبلہ کی طرف منہ کرو اور اگر تم سواری پر ہو تو کوئی حرج نہیں ہے خواہ تمہارا منہ کسی طرف ہو۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کو عبداللہ بن وہب نے از یونس سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں مذکور ہے کہ بغیر طہارت کے سجدہ نہ کرو اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ عدم وجوب پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ مخالف یہ کہے گا کہ قاری اور سامع کے سجدہ کو طہارت کی شرط کے اوپر معلق کیا گیا ہے اور جب طہارت کی شرط پائی جائے گی تو سجدہ واجب ہوگا لیکن عنوان کے موافق یہ جملہ ہے کہ اگر تم سوار ہو تو کوئی حرج نہیں خواہ تمہارا منہ کسی طرف ہو کیونکہ یہ نفل کی دلیل ہے اور واجب کو حالت امن میں سواری پر ادا نہیں کیا جاتا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۸۷ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

وَكَانَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيْدَ لَا يَسْجُدُ لِسُجُوْدِ الْقَاصِّ.

اور السائب بن یزید قصہ گو کی آیت سجدہ پر سجدہ نہیں کرتے تھے۔

اس تعلیق کے مناسب یہ حدیث ہے:

الزہری نے کہا کہ ابن المسیب مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھ جاتے اور قصہ گو آیت سجدہ پڑھتا تو وہ اس کے ساتھ سجدہ نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے: میں اس لیے نہیں بیٹھا تھا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۵۹۲۵ دارالکتب العلمیہ بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۴۸ مجلس علمی بیروت)

۱۰۷۷ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ بے شک ابن جریج نے انہیں خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر

التَّیْمِیّ، عَنْ رَبِیْعَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهُدَیْرِ التَّیْمِیِّ، قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ وَکَانَ رَبِیْعَةُ مِنْ خِیَارِ النَّاسِ، عَمَّا حَضَرَ رَبِیْعَةُ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَرَاَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَی الْمِنْبَرِ بِسُوْرَةِ النَّحْلِ، حَتّٰی اِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ، حَتّٰی اِذَا کَانَتِ الْجُمُعَةُ الْقَابِلَةُ، قَرَاَ بِهَا، حَتّٰی اِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ، قَالَ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ، اِنَّا نَمُرُّ بِالسُّجُوْدِ، فَمَنْ سَجَدَ فَقَدْ اَصَابَ، وَمَنْ لَّمْ یَسْجُدْ فَلَا اِثْمَ عَلَیْهِ. وَلَمْ یَسْجُدْ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ. وَزَادَ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اِنَّ اللّٰهَ لَمْ یَفْرِضِ السُّجُوْدَ اِلَّا اَنْ نَّشَاءَ.

بن ابی ملیکہ نے خبر دی از عثمان بن عبد الرحمان التیمی از ربیعہ بن عبد اللہ بن الہدیر التیمی ' ابوبکر نے کہا: ربیعہ ان تمام لوگوں سے بہتر تھے۔ ربیعہ' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے' انہوں نے جمعہ کے دن منبر پر سورۃ النحل پڑھی' حتیٰ کہ آیت السجدہ آ گئی' پھر حضرت عمر نے منبر سے اتر کر سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا حتیٰ کہ جب اگلا جمعہ آیا تو حضرت عمر نے پھر اس سورت کو پڑھا حتیٰ کہ جب آیت السجدہ آئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! ہم سجدہ سے گزر رہے ہیں' پس جس نے سجدہ کیا تو اچھا کیا اور جس نے سجدہ نہیں کیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہیں کیا' اور نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ اضافہ کیا ہے کہ بے شک اللہ نے سجدۂ تلاوت کو فرض نہیں کیا سوا اس کے کہ ہم چاہیں۔

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور میں وجوب کے خلاف الفاظ کے جوابات

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عمر نے فرمایا: جس نے سجدہ نہیں کیا اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عمر کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ سجدۂ تلاوت آیت پڑھنے کے فوراً بعد واجب نہیں ہوتا' سو حضرت عمر کے اس قول کا معنی یہ ہے کہ جس نے فوراً سجدہ نہیں کیا' اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے سجدہ نہیں کیا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عمر کے نزدیک سجدۂ تلاوت واجب نہیں تھا' ہوسکتا ہے حضرت عمر نے اس لیے فوراً سجدہ نہیں کیا تا کہ ان نمازیوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ سجدۂ تلاوت بعد میں بھی کیا جاسکتا ہے۔ حضرت عمر کے نزدیک سجدۂ تلاوت واجب تھا' اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

عبد اللہ بن ثعلبہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز پڑھائی' پس سورۃ الحج کی تلاوت کی اور اس میں دو سجدے کیے۔ (سنن ترمذی: ٥٧٨' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ١١' شرح معانی الآثار: ٢٠٩١)

سجدۂ تلاوت کے وجوب کے خلاف حافظ ابن حجر کی تاویلات اور مصنف کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے قول ''فَاسْجُدُوْا'' (النجم: ٦٢) کو استحباب پر محمول کیا جائے گا' یا اس سے مراد نماز کا سجدہ مراد لیا جائے یا اس کو فرض نماز میں وجوب پر محمول کیا جائے گا اور سجدۂ تلاوت میں اس کو استحباب پر محمول کیا جائے گا' جیسا کہ امام شافعی کا قاعدہ ہے کہ وہ لفظ مشترک سے دونوں معنی مراد لیتے ہیں۔ (فتح الباری ج ٢ ص ٥٨٦' دار المعرفہ بیروت)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی یہ عبارت اس سوال کا جواب ہے کہ امام بخاری کا یہ عنوان کس طرح درست ہوسکتا ہے کہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے' جب کہ قرآن مجید میں سجدۂ تلاوت کرنے کا صریح امر موجود ہے ''فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا'' (النجم: ٦٢) اور

فرمایا: ''وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ O'' (العلق:۱۹) ان دونوں آیتوں میں سجدہ کرنے کا امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے لہٰذا سجدۂ تلاوت کرنا از روئے قرآن واجب ہے اور امام بخاری کا یہ عنوان صریح قرآن کے خلاف ہے اس کا حافظ ابن حجر نے یہ جواب دیا کہ یہاں امر استحباب کے لیے ہے لیکن حافظ ابن حجر کا یہ جواب غلط ہے کیونکہ امر میں اصل وجوب ہے اور جب تک وجوب کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو اس کو کسی اور معنی پر محمول کرنا باطل ہے غالباً حافظ ابن حجر کو خود بھی اپنے اس جواب کے باطل ہونے کا احساس تھا اس لیے انہوں نے دوسرا جواب دیا کہ: یا اس سے مراد نماز کا سجدہ ہے لیکن ان کا یہ جواب بھی باطل ہے کیونکہ ان آیتوں کے سیاق اور سباق میں نماز کا کوئی ذکر نہیں ہے اس لیے ان کا یہ جواب بھی باطل ہے اور سب سے زیادہ غلط بات یہ کہی ہے کہ فرض نماز میں ''اسجدوا'' کا لفظ وجوب کے لیے ہے اور سجدۂ تلاوت میں استحباب کے لیے ہے اور اس پر انہوں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے اس کے دلائل میں سے یہ ہے کہ امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ سجدۂ تلاوت کا صیغہ امر سے بھی ذکر ہے اور صیغہ خبر سے بھی ذکر ہے اور جہاں صیغہ امر سے ذکر ہے وہاں اختلاف ہے جیسے الحج کا دوسرا سجدہ النجم اور العلق پس اگر سجدۂ تلاوت واجب ہوتا تو جہاں اس کا ذکر صیغہ امر سے ہے تو وہ اس کے زیادہ لائق تھا کہ وہاں اس کے وجوب پر اتفاق ہوتا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۸۶ دار المعرفہ بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام طحاوی کی پوری عبارت نقل نہیں کی امام طحاوی نے کہا ہے کہ جہاں سجدہ کا ذکر امر کے صیغہ سے ہے وہاں اختلاف ہے کہ اس سے مراد سجدۂ تلاوت ہے یا نہیں اس لیے اس سے یقینی طور پر سجدۂ تلاوت مراد نہیں ہے لیکن چونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے النجم میں سجدہ کیا ہے اس لیے ہم نے یہاں پر قیاس کو چھوڑ دیا اور احادیث کی اتباع میں یہاں سجدۂ تلاوت کو واجب کہا ہے۔ (دیکھئے: شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۶۹ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اسی طرح سجدۂ تلاوت کے وجوب پر قطعی دلیل الانشقاق: ۲۱-۲۰ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے سجدۂ تلاوت نہ کرنے والوں کی مذمت کی ہے اور فرمایا ہے:

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ O وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ O (الانشقاق: ۲۱-۲۰)

ان کو کیا ہوا یہ ایمان کیوں نہیں لاتے O اور جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو یہ سجدہ کیوں نہیں کرتے O

قرآن مجید کی ان قطعی آیات کے مقابلہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی تمام تاویلات بے سود ہیں اسی طرح امام بخاری نے سجدۂ تلاوت کے وجوب کے خلاف اپنی تعلیقات میں جو آثار پیش کیے ہیں وہ بھی ان آیات سے متصادم اور مزاحم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے نیز اس کے علاوہ ان آثار کے مزاحم وہ آثار ہیں جو سجدۂ تلاوت کے وجوب پر دلالت کرتے ہیں جن کو ہم صحیح البخاری: ۱۰۶۷ میں پیش کر چکے ہیں اور یہ سجدۂ تلاوت کے وجوب پر بہت قوی دلیل ہے۔ والحمد للّٰہ رب العٰلمین.

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول جو پیش کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سجدۂ تلاوت کو فرض نہیں کیا یہ ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہم سجدۂ تلاوت کو فرض نہیں کہتے واجب کہتے ہیں۔

۱۱ - بَابُ مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ فِي الصَّلٰوةِ فَسَجَدَ بِهَا

جس نے نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی پس اس پر سجدہ کیا

۱۰۷۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث

سَمِعْتُ اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنِیْ بَکْرٌ، عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ الْعَتَمَةَ، فَقَرَاَ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ (الانشقاق:۱) فَسَجَدَ، فَقُلْتُ مَا هٰذِهٖ؟ قَالَ سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ اَبِی الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا اَزَالُ اَسْجُدُ فِیْهَا حَتّٰی اَلْقَاهُ۔

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے بکر نے حدیث بیان کی از ابی رافع' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی' پس انہوں نے یہ آیت پڑھی: ''اذا السمـاء انشقت'' (الانشقاق:۱) پس سجدہ کیا' میں نے کہا: یہ کیسا سجدہ ہے' انہوں نے کہا: میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس آیت پر سجدہ کیا تھا' پس میں ہمیشہ اس آیت پر سجدہ کرتا رہوں گا حتیٰ کہ ان سے مل جاؤں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۶۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَجِدْ مَوْضِعًا لِلسُّجُوْدِ مِنَ الزِّحَامِ

جس نے رش کی وجہ سے سجدہ کرنے کی جگہ نہیں پائی

۱۰۷۹ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ السُّوْرَةَ الَّتِيْ فِيْهَا السَّجْدَةُ، فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ، حَتّٰى مَا يَجِدُ اَحَدُنَا مَكَانًا لِمَوْضِعِ جَبْهَتِهٖ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کو پڑھتے تھے جس میں سجدہ تھا' پس آپ سجدہ کرتے اور ہم سجدہ کرتے حتیٰ کہ ہم میں سے کوئی ایک اپنی پیشانی رکھنے کے لیے جگہ نہیں پاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۷۵ میں گزر چکی ہے۔

''ابواب سجود القرآن'' کی تکمیل

یہاں پر ''ابواب سجود القرآن'' کی تکمیل ہوگئی۔ ان ابواب میں پندرہ احادیث ہیں' جن میں سے دو معلق ہیں اور باقی موصول ہیں اور نو احادیث مکرر ہیں اور چھ خالص ہیں۔

الٰہ العٰلمین! نعمۃ الباری کو مکمل فرما دے اور میری اور میرے والدین کی مغفرت فرما دے۔

فالحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وذریتہٖ اجمعین.

۱۹ ربیع الاوّل ۱۴۲۸ھ/ ۸ اپریل ۲۰۰۷ء

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۱۸ - كِتَابُ تَقْصِيْرِ الصَّلٰوةِ

نمازوں میں قصر کرنے کا بیان

۱ - بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّقْصِيْرِ، وَكَمْ يُقِيْمُ حَتّٰى يَقْصُرَ

نمازوں کو قصر کرنا' اور نمازوں کو قصر کرنے کے لیے مسافر کتنے دن ٹھہرے

اس باب میں نماز کو قصر کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے" قصر " کا معنی ہے: چار رکعت کی نماز کو دو رکعت کرنا' اور اس پر اجماع ہے کہ مغرب اور فجر کی نماز میں قصر نہیں ہے۔

۱۰۸۰ - **حَدَّثَنَا** مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ عَاصِمٍ وَحُصَيْنٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَقْصُرُ، فَنَحْنُ إِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ قَصَرْنَا، وَإِنْ زِدْنَا أَتْمَمْنَا.

[اطراف الحدیث: ۴۲۹۸-۴۲۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' از عاصم وحصین از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انیس دن ٹھہرے قصر کرتے رہے' پس جب ہم سفر کرتے تو انیس دن ٹھہر کر قصر کرتے (چار رکعت کی نماز دو رکعت پڑھتے) اور اس سے زیادہ ٹھہرتے تو نماز کو مکمل کرتے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۲۳۰' سنن ترمذی: ۵۴۹' سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۵' صحیح ابن خزیمہ: ۹۵۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۰' شرح السنۃ: ۱۰۲۸' مصنف عبدالرزاق: ۴۳۳۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۴' صحیح ابن حبان: ۲۷۵۰' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۸۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۵۸۔ ج ۳ ص ۴۲۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۳۱۴۹' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۲۷۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ المنقری التبوذکی (۲) ابوعوانہ الوضاح الیشکری (۳) عاصم بن سلیمان الاحول (۴) حصین بن عبدالرحمان السلمی (۵) عکرمہ (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۶۶)

سفر میں مدتِ اقامت کے متعلق مختلف احادیث

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تبوک میں بیس دن ٹھہرے اور نماز کو قصر کرتے رہے (یہ حدیث مرسل ہے)۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۳۵)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جہاد کیا اور آپ کے ساتھ فتح مکہ کے

موقع پر حاضر تھا' آپ مکہ میں اٹھارہ راتیں ٹھہرے اور صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور فرماتے تھے: اے شہر والو! چار رکعت نماز پڑھو' ہم مسافر ہیں۔ (سنن ابوداؤد:۱۲۲۹' سنن ترمذی:۵۴۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں سترہ دن ٹھہرے اور نماز کو قصر کرتے رہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: جو مکہ میں سترہ دن ٹھہرے وہ قصر کرے اور جو زیادہ دن ٹھہرے وہ نماز پوری پڑھے۔

(صحیح البخاری:۱۰۸۰' سنن ابوداؤد:۱۲۳۰' سنن ترمذی:۵۴۹' سنن ابن ماجہ:۱۰۷۵)

امام ابوداؤد نے کہا: عباد بن منصور نے کہا: عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ انیس دن ٹھہرے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں پندرہ دن ٹھہرے اور نماز کو قصر کرتے رہے۔

(سنن ابوداؤد:۱۲۳۱' سنن نسائی:۱۴۵۲)

امام ابوداؤد نے کہا: اس حدیث کو عبدہ بن سلیمان اور احمد بن خالد الوہبی اور مسلمہ بن الفضل نے ابواسحاق سے روایت کیا ہے اور اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں ہے۔

عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں سترہ روز ٹھہرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری:۱۰۸۱' صحیح مسلم:۶۹۳' سنن ابوداؤد:۱۲۳۴' سنن نسائی:۱۴۳۷' سنن ابن ماجہ:۱۰۷۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی طرف گئے' آپ دو رکعت نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ ہم مدینہ کی طرف لوٹ آئے' پس ہم نے کہا: کیا تم نے وہاں کچھ دن قیام کیا تھا' حضرت انس نے کہا: ہم نے دس دن قیام کیا تھا۔ (سنن ابوداؤد:۱۲۳۳)

مدت قصر کی احادیث میں علامہ عینی حنفی کے بیان کردہ محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مدت اقامت دراصل پندرہ دن ہے جیسا کہ سنن ابوداؤد اور سنن نسائی کی روایت میں اس کی تصریح ہے' جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سترہ دن اقامت کی روایت بھی بیان کی' اس میں ایک دن میں داخل ہونے کا اور ایک دن مکہ سے خارج ہونے کا بھی شامل کرلیا ہے' یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور سنن میں ہے اور حضرت عمران بن حصین کی حدیث میں ہے کہ آپ مکہ میں اٹھارہ راتیں ٹھہرے تھے' اس حدیث میں تین دن ایام منیٰ میں کنکریاں مارنے کے بھی شامل کرلیے گئے ہیں' اور جو انیس دن کی روایت ہے' اس کو امام ابوداؤد نے بغیر سند کے ذکر کیا ہے اور بیس دن کی روایت مرسل ہے' اور حضرت انس سے جو دس دن کی روایت ہے' اس میں صرف مکہ میں اقامت کے ایام مراد ہیں' تین دن ایام منیٰ میں قیام کے اور دو دن آنے اور جانے کے مراد نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۶۹۔۱۶۸' مع زیادۃ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مدتِ قصر کی احادیث میں علامہ ابن بطال مالکی کے بیان کردہ محامل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

باب مذکور کی حدیث:۱۰۸۰ میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انیس دن ٹھہرے اور قصر کرتے رہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انیس دن ٹھہر کر اس لیے قصر کرتے رہے کہ آپ نے طائف کا محاصرہ کیا ہوا تھا یا آپ ہوازن کی جنگ میں مشغول تھے' پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس مدت کو نماز کے قصر اور اتمام کے درمیان حد بنا دیا اور کہا: جب ہم سفر کرتے تو انیس دن ٹھہر

کر قصر کرتے اور اس سے زیادہ ٹھہرتے تو نماز کو مکمل کرتے۔

المہلب نے کہا ہے کہ فقہاء اس حدیث کی اس طرح تاویل نہیں کرتے جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ نے تاویل کی ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مدت میں قیام کا عزم نہیں کیا تھا کیونکہ آپ فتح کا انتظار کر رہے تھے' پھر اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہوئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے گمان کیا کہ انیس دنوں تک قصر کرنا لازم ہے' پھر اس کے بعد آدمی جتنے دن ٹھہرے ان میں پوری نماز پڑھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک میں بیس دن قیام کیا اور ان دنوں میں نماز قصر کرتے رہے' اس حدیث کو امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۳۴۷) اور امام ابن عیینہ نے ابن ابی نجیح سے روایت کی ہے کہ انہوں نے سالم بن عبد اللہ سے سوال کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کس طرح قصر کرتے تھے' انہوں نے کہا: جب وہ قیام کا پختہ ارادہ کر لیتے تو نماز پوری پڑھتے تھے اور جب وہ یہ کہتے کہ میں آج روانہ ہوں گا اور کل روانہ ہوں گا تو نماز کو قصر کرتے خواہ وہ بیس راتیں ٹھہرتے۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی فقہاء نے یہ تاویل بھی کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ میں انیس دن ٹھہرنا اس کو وطن بنانے کے لیے نہیں تھا تاکہ مکہ سے ہجرت سے رجوع نہ ہو جائے اور حضرت ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ جس نے دس راتیں اقامت کی نیت کی' وہ پوری نماز پڑھے گا' یہ ان کا دوسرا قول ہے جو حدیث میں ان کی تاویل کے خلاف ہے اور مجھے ائمہ فتویٰ میں سے کسی کے قول کا علم نہیں ہے جس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے موافق کہا ہو اور انیس دنوں کو قصر کی حد قرار دیا ہو' سو یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منفرد موقف ہے' اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سترہ دن قیام کیا اور نماز کو قصر کرتے رہے اور حضرت ابن عباس نے فرمایا: جس نے سترہ دن قیام کیا وہ نماز کو قصر کرے اور جس نے اس سے زیادہ قیام کیا وہ نماز پوری پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۹۵' مجلس علمی' بیروت)

اور باب مذکور کی اس حدیث کو عباد بن تمیم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے' جس میں انیس دنوں کا ذکر ہے جیسا کہ امام بخاری نے روایت کیا ہے اور سترہ دنوں کا قول بھی فقہاء میں سے صرف امام شافعی کا ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ جو شخص خصوصیت سے دار الحرب میں سترہ راتیں قیام کرے وہ قصر کرے اور میں اس باب میں ان شاء اللہ اس کا ذکر کروں گا۔

رہی حضرت انس کی حدیث کہ جو دس راتیں قیام کرے وہ پوری نماز پڑھے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۸۱) تو عنقریب اس مسئلہ میں فقہاء کے اختلاف کا ذکر آئے گا' اور اس کی شرح میں' میں فقہاء کے اقوال اور ان کے دلائل کا ذکر کروں گا۔

فقہاء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی یہ تاویل بھی کی ہے کہ آپ مکہ میں جو دس دن ٹھہرے تو روانہ ہونے کی نیت سے ٹھہرے تھے اور جوان عورتیں آپ کو روانہ ہونے سے مانع تھیں اور جس شخص کی روانہ ہونے کی نیت ہو' وہ بہر حال قصر کرے گا خواہ وہ طویل مدت تک قیام کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث (۱۰۸۰) سے یہ فقہی مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ جو مسلمان دشمن کی سرزمین میں ہوں اور اس میں ایک مدت تک اقامت کی نیت کریں تو وہ اس پوری مدت میں نماز کو قصر کریں گے کیونکہ ان کو یہ علم نہیں ہوگا کہ ان کو کب روانہ ہونا ہے۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ ابن القصار نے یہ کہا ہے کہ امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اگر مسلمان دار الحرب میں ٹھہریں اور ہر روز روانہ ہونے کا انتظار کریں تو ان کے لیے سترہ یا اٹھارہ دنوں تک نماز کو

قصر کرنا جائز ہے اور اگر اس سے زیادہ دن ٹھہریں تو وہ نماز پوری پڑھیں اور اس قول پر ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ ہوازن میں اتنی مدت تک ٹھہر کر قصر کرتے رہے تھے اور امام شافعی نے اپنے اس قول میں دوسرے فقہاء کی مخالفت کی ہے اور ان کا پہلا قول جو دوسرے فقہاء کے موافق ہے' وہ صحیح ہے کیونکہ جو شخص دار الحرب میں ٹھہرتا ہے اس کی اقامت صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ اقامت اس پر موقوف ہے کہ اس کو کب فتح حاصل ہوگی اور دشمن کی سرزمین مسلمانوں کے لیے دار اقامت نہیں ہے' اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے تبوک میں بیس دن قیام کیا اور نمازوں میں قصر کرتے رہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۹۳' مجلس علمی) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آذربائی جان میں چھ مہینے جہاد کرتے رہے اور قصر کرتے رہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نیشاپور میں دو سال تک نماز میں قصر کرتے رہے اور صحابہ کی ایک جماعت نے اسی طرح کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۸۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت) (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۶۷۔۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مدت قصر میں ائمہ مجتہدین کے مذاہب

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ سفر میں قصر کی جس مدت کے بعد نماز پوری پڑھنا فرض ہے' وہ اکیس (۲۱) نمازوں کی مدت ہے' جب نمازیں اکیس سے زیادہ ہو جائیں تو پھر پوری نماز پڑھی جائے گی۔ امام مالک' امام شافعی اور ابو ثور کا بھی یہی مذہب ہے کہ جب کوئی شخص چار دن اقامت کی نیت کرے گا تو وہ پوری نماز پڑھے گا اور جب چار دن سے زیادہ اقامت کرے گا تو پوری نماز پڑھے گا کیونکہ تین دن قلت کی حد ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مہاجر حج کے افعال مکمل کرنے کے بعد مکہ میں تین دن رہے گا۔ (صحیح مسلم: ۹۸۵' سنن ترمذی: ۹۴۹' سنن نسائی: ۱۴۵۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۳' مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۹)

اور سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل الذمہ سے حجاز کو خالی کرا لیا تو ان میں سے جو تجارت کے لیے آئے' ان کے لیے تین دن مقرر کیے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۸' نشر السنہ' ملتان)

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ تین دن سفر کے حکم میں ہیں اور جو اس سے زائد دن ہوں وہ اقامت کے حکم میں ہیں' اور سفیان ثوری اور فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے پندرہ دن قیام کیا تو وہ پوری نماز پڑھے گا اور اگر اس سے کم قیام کیا تو وہ قصر کرے گا' یہ مذہب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سعید بن جبیر اور لیث بن سعد سے مروی ہے' کیونکہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس دونوں نے کہا ہے کہ جب تم آؤ اور تمہارے دل میں یہ ہو کہ تم پندرہ دن ٹھہرو گے تو نماز پوری پڑھو گے اور اس قول کا کوئی مخالف معروف نہیں ہے اور سعید بن المسیب سے بھی اس قول کی مثل مروی ہے۔ (المغنی ج ۲ ص ۵۲۹' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

مدت قصر میں امام ابو حنیفہ کے مذہب کی تصریح

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

سفر کا حکم اس وقت تک رہے گا حتیٰ کہ وہ کسی شہر یا بستی میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ دن اقامت کی نیت کرے اور اگر اس نے اس سے کم مدت اقامت کی نیت کی تو وہ قصر کرے گا اور یہ مدت حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔

(ہدایہ مع البنایہ ج ۳ ص ۲۵۷۔۲۵۵' مکتبہ حقانیہ' ملتان)

مدت قصر میں امام ابوحنیفہ کی تائید میں آثار اور اقوالِ تابعین

مجاہد' حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا: جب تم مسافر ہو اور کسی جگہ پندرہ دن قیام کرو تو نماز پوری پڑھو اور جب تمہیں روانگی کا پتا نہ ہو تو نماز پوری پڑھتے رہو' امام محمد نے کہا: ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار لامام محمد: ١٨٨' ادارۃ القرآن' کراچی' ١٤٠٧ھ)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرتے تو اپنی سواری کو چرنے کے لیے چھوڑ دیتے اور چار رکعت نماز پڑھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٨٣٠١' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٨٢١٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف عبد الرزاق: ٤٣٥٥)

ابوبشر بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے کہا: جب تم پندرہ دن سے زیادہ اقامت کی نیت کرو تو نماز پوری پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٨٣٠٢' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٨٢١٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وکیع بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان سے سنا کہ جب تم کسی جگہ پر پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرو تو پوری نماز پڑھو جب تم اس جگہ داخل ہو اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کب روانہ ہو گے تو دو رکعت نماز پڑھتے رہو خواہ ایک سال قیام کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٨٣٠٥' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٨٢٢١' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

داؤد بن ابی ھند بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب نے کہا: جب کوئی شخص پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرلے تو پوری نماز پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٨٢٩٦' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٨٢١٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف عبد الرزاق: ٤٣٦٠)

نمازِ قصر کی مشروعیت کی ابتداء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام ضحاک نے اپنی تفسیر میں بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کی ابتداء میں ظہر اور عصر کی نماز دو' دو رکعت پڑھتے تھے اور مغرب کی تین رکعت پڑھتے تھے اور عشاء اور فجر کی دو' دو رکعت پڑھتے تھے' پھر جب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو اشارہ کیا کہ آپ ظہر کی چار رکعت پڑھیں اور عصر اور عشاء کی چار رکعت پڑھیں اور فجر کی دو رکعت پڑھیں' اور انہوں نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! رہا پہلا فریضہ تو وہ آپ کی امت کے مسافروں اور مجاہدوں کے لیے ہے۔

امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: تاجروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ! ہم زمین میں سفر کرتے ہیں ہم کیسے نماز پڑھیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ. (النساء: ١٠١)
اور جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

پھر وحی منقطع ہوگئی' پھر اس کے ایک سال بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوہ میں گئے' پس آپ نے ظہر کی نماز پڑھی' تو مشرکین نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب نے اپنی سواریوں پر تمہیں قدرت دی' پس تم ان پر حملہ کیوں نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ نے دو نمازوں کے درمیان یہ آیت نازل فرمائی:

اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا. (النساء: ١٠١)
اگر تم کو یہ خوف ہو کہ کفار تم کو فتنہ میں مبتلا کریں گے۔

سلیمان یشکری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ نماز کو قصر کرنے کا حکم کس دن نازل ہوا' تو انہوں نے بتایا کہ ہم شام سے آنے والے قریش کے قافلہ کے مقابلہ کے لیے نکلے' حتیٰ کہ جب ہم کھجور کے درختوں کے پاس

پہنچے تو قصر کی آیت نازل ہوگئی۔۔(جامع البیان جز ۵ ص ۲۸۶' داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابن الاثیر نے شرح المسند میں لکھا ہے کہ ۴ھ میں نماز کو قصر کرنے کا حکم نازل ہوا۔

تفسیر الثعلبی میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سب سے پہلے نمازِ عصر کو قصر کیا گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ ذی انمار میں عسفان میں نمازِ عصر کو قصر کیا۔(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ تمام دلائل کو جمع کرنے سے مجھ پر یہ منکشف ہوا ہے کہ شب معراج کو دو' دو رکعت نماز فرض ہوئی' ماسوا مغرب کے' پھر ہجرت کے بعد صبح کی نماز کے علاوہ نمازوں میں اضافہ کر دیا گیا' جیسا کہ امام ابن خزیمہ' امام ابن حبان اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ذکر کی ہے' فجر کی نماز کو اس لیے ترک کر دیا گیا کہ اس میں لمبی قراءت کی جاتی ہے اور مغرب کی نماز کو اس لیے ترک کر دیا گیا کہ وہ دن کے وتر ہیں' پھر جب چار رکعت نماز مقرر ہوگئی تو سفر میں اس آیت (النساء:۱۰۱) کے نزول کے وقت اس میں تخفیف کر دی گئی اور اس کی تائید علامہ ابن اثیر کے اس قول سے ہوتی ہے کہ ۴ھ میں نماز کو قصر کیا گیا تھا اور اس کی مزید تائید دوسروں کے اس قول سے ہوتی ہے کہ نمازِ خوف ۴ھ میں فرض کی گئی تھی اور اس آیت کا نزول نمازِ خوف میں ہوا ہے' الدولابی نے ذکر کیا ہے کہ ربیع الثانی ۲ھ میں نماز قصر ہوئی' اور علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ یہ ہجرت کے ایک سال بعد ہوئی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ہجرت کے چالیس دن بعد نماز کو قصر کیا گیا۔(روح المعانی جز ۴ ص ۱۹۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

۱۰۸۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلَى مَكَّةَ، فَكَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى رَجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ. قُلْتُ اَقَمْتُمْ بِمَكَّةَ شَيْئًا؟ قَالَ اَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا.[طرف الحدیث:۴۲۹۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی طرف گئے' آپ دو' دو رکعت نماز پڑھتے رہے حتیٰ کہ ہم مدینہ واپس آ گئے' میں نے پوچھا: آپ لوگوں نے مکہ میں کتنے دن قیام کیا تھا؟ انہوں نے بتایا: ہم نے دس دن قیام کیا تھا۔

(صحیح مسلم: ۶۹۳' الرقم المسلسل: ۱۵۵۷' سنن ابوداؤد: ۱۲۳۳' سنن ترمذی: ۵۴۸' سنن نسائی: ۱۴۳۸' سنن کبریٰ: ۱۸۹۶' سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۷' مصنف عبد الرزاق: ۴۳۳۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۳' سنن دارمی: ۱۵۱۰' صحیح ابن خزیمہ: ۹۵۶' صحیح ابن حبان: ۲۷۵۴' المعجم الاوسط: ۵۰۰۴' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۶' شرح السنۃ: ۱۰۲۷' مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۹۴۵۔ج ۲۰ ص ۲۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۲۷۲)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو معمر عبد اللہ بن عمر المنقری المقعد (۲) عبد الوارث بن سعید ابو عبیدہ (۳) یحییٰ بن ابی اسحاق الحضرمی' یہ ۱۳۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۲۹۷)

حدیث میں مذکور مکہ میں دس دن قیام کا محمل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہفتہ کے دن ۴ ذی الحج کی صبح کو مکہ میں داخل ہوئے اور بدھ کی رات آپ نے وادی المحصب میں گزاری اور اسی رات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کیا تھا' اور اس کی صبح ۱۴' ذی الحج کو مکہ سے نکل گئے تھے' آپ دو' دو رکعت نماز پڑھ رہے تھے یعنی ظہر' عصر اور عشاء اور فجر اور مغرب کی نماز آپ نے معمول کے مطابق تین رکعت پڑھی تھیں' اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ نے مکہ اور اس کے گرد و نواح میں دس دن گزارے تھے نہ کہ فقط مکہ میں' کیونکہ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے' اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سابق کے معارض نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس کی حدیث فتح مکہ کے موقع کی تھی اور یہ حدیث حجۃ الوداع کے موقع کی ہے' آپ ۱۴' ذی الحج کو مکہ سے نکل گئے تھے اور مکہ اور اس کے گرد و نواح میں آپ دس دن ٹھہرے تھے' جیسا کہ حضرت انس نے بیان کیا ہے' اور مکہ میں آپ چار دن ٹھہرے تھے کیونکہ آپ ۸ ذی الحج کو مکہ سے نکلے تھے' اور آپ نے ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی تھی۔

ائمہ ثلاثہ کی چار دن اقامت کی دلیل کا ردّ اور اقامت کی شرائط

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جب مسافر کسی شہر میں چار دن قیام کرے تو وہ قصر کرے گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں چار دن ٹھہرے تھے' امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' امام طحاوی نے کہا ہے کہ امام شافعی کا قول اجماع کے خلاف ہے کیونکہ ان سے پہلے یہ کسی سے منقول نہیں ہے کہ مسافر چار دن اقامت کی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے اور ہمارے نزدیک اگر مسافر نے پندرہ دن سے کم اقامت کی نیت کی تو وہ نماز کو قصر کرے گا' جیسے پندرہ دن حضر کی مدت ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ جب تم مسافر ہو اور کسی شہر میں آؤ اور تمہارے دل میں یہ ہو کہ تم پندرہ دن ٹھہرو گے تو تم پوری نماز پڑھو اور اگر تم کو علم نہیں ہے کہ تم کب سفر کرو گے تو پھر نماز کو قصر کرو۔

(شرح معانی الآثار: ۲۳۵۷-۲۳۵۶' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اور امام ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرتے تو پوری نماز پڑھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۰۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۱۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

پھر یاد رہے کہ ہم نے جو کہا ہے کہ مسافر پندرہ دن اقامت کی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے' یہ اس وقت ہے جب وہ تین دن کی مسافت کا سفر کرے' رہا وہ شخص جو تین دن کی مسافت کا سفر نہ کرے اور وہ رجوع کا ارادہ کرے یا وہ اقامت کی نیت کرلے تو وہ مقیم ہی رہے گا' خواہ وہ جنگل میں ہو' اسی طرح فخر الاسلام نے ذکر کیا ہے اور المجتبیٰ میں مذکور ہے کہ سفر صرف اقامت کی نیت سے باطل ہوتا ہے یا وطن میں داخل ہونے سے یا تین دن سے پہلے وطن کی طرف واپس ہونے سے' امام شافعی کا بھی زیادہ ظاہر قول یہی ہے' اور اقامت کی نیت درج ذیل چار شرائط سے مؤثر ہوتی ہے:

(۱) سفر کو ترک کر دینا حتیٰ کہ اگر وہ دورانِ سفر اقامت کی نیت کرے تو صحیح نہیں ہے۔

(۲) وہ مقام اقامت کی صلاحیت رکھتا ہو حتیٰ کہ اگر وہ جنگل میں یا سمندر میں یا جزیرہ میں اقامت کی نیت کرے تو صحیح نہیں ہے۔

(۳) پندرہ دن اقامت کی نیت کرے۔

(۴) وہ اپنی رائے میں مستقل ہو' حتیٰ کہ اگر وہ کسی دوسرے کی رائے کے تابع ہو تو اس کی اقامت کی نیت صحیح نہیں ہے' جیسے لشکر کا سپاہی ہو یا بیوی ہو یا نوکر ہو یا شاگرد ہو یا مقروض ہو جو قرض خواہ کے ساتھ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۰-۱۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۴۸۳۔ ج ۲ ص ۳۵۸ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۲ - بَابُ الصَّلٰوةِ بِمِنًى — منیٰ میں نماز کا بیان

منیٰ کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں خصوصیت کے ساتھ قربانی کی جاتی ہے' منیٰ کا لفظ ''المنیۃ'' سے ماخوذ ہے' ''المنیۃ'' کا معنی ہے: تمنا اور آرزو کرنا' کیونکہ اس جگہ اس مینڈھے کی آرزو کی گئی تھی جس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ بنایا گیا تھا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ منیٰ مکہ کا ایک معروف پہاڑ ہے۔

۱۰۸۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، وَاَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ، وَمَعَ عُثْمَانَ صَدْرًا مِّنْ اِمَارَتِهٖ، ثُمَّ اَتَمَّهَا. [طرف الحدیث: ۱۶۵۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ابتداء میں' پھر انہوں نے نماز پوری پڑھی۔

(صحیح مسلم: ۶۹۴' الرقم المسلسل: ۱۵۶۱' سنن نسائی: ۱۴۴۹' المنتقی: ۱۴۹۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۶۳' صحیح ابن حبان: ۳۸۹۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۵۲۔ ج ۸ ص ۲۷۸' مؤسسة الرسالة' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۴۳۳' مکتبة الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

اہل مکہ کے لیے منیٰ میں نماز کو قصر کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حج کرنے والا جب مکہ میں آئے گا تو وہ مکہ میں اور منیٰ میں اور تمام مشاہد میں نماز کو قصر کرے گا کیونکہ ان کے نزدیک وہ سفر میں ہے اور مکہ صرف ان کے لیے دار اقامت ہے جو مکہ کے رہنے والے ہوں یا جو مکہ میں رہائش کا ارادہ کریں اور مہاجرین پر مکہ میں رہائش کے ترک کرنے کو فرض کر دیا گیا تھا' اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں اقامت کی نیت نہیں کی اور نہ منیٰ میں۔

فقہاء کا مکہ کے رہنے والے کے لیے منیٰ میں نماز پڑھنے میں اختلاف ہے' امام مالک نے کہا: وہ مکہ میں پوری نماز پڑھے اور منیٰ میں قصر کرے' اسی طرح اہل منیٰ' منیٰ میں پوری نماز پڑھیں اور مکہ میں اور میدانِ عرفات میں قصر کریں' اور ان مقامات کو ان احکام کے ساتھ خاص کیا گیا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب میدانِ عرفات میں نماز قصر کی تو اس کے ماسوا کو متمیز نہیں کیا اور یہ نہیں فرمایا: اے اہل مکہ! پوری نماز پڑھو' اور یہ بیان کرنے کا مقام تھا' اسی طرح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد کہا تھا: اے اہل مکہ! اپنی نماز پوری کرو کیونکہ ہم مسافر لوگ ہیں اور جن سے یہ مروی ہے کہ مکی منیٰ میں قصر کرے گا' وہ حضرت ابن عمر' سالم' قاسم اور طاؤس ہیں اور اوزاعی کا بھی یہی قول ہے۔

فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ اہل مکہ منیٰ اور عرفات میں نماز قصر نہ کریں کیونکہ مکہ اور منیٰ میں اتنی مسافت نہیں ہے جس کی وجہ سے نماز قصر کی جائے' عطاء اور زہری سے اسی طرح مروی ہے اور یہی الثوری' امام ابو حنیفہ' امام شافعی' امام احمد اور ابو ثور کا

قول ہے۔

امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ حج قصر کا موجب نہیں ہے کیونکہ اہل منیٰ اور عرفات جب حج کرتے ہیں تو نماز پوری پڑھتے ہیں اور قصر کرنے کا حکم کسی مخصوص جگہ کے ساتھ متعلق نہیں ہے بلکہ یہ سفر کے ساتھ متعلق ہے اور اہل مکہ یہاں کے رہنے والے ہیں لہٰذا وہ قصر نہیں کریں گے اور اس لیے بھی کہ اگر عمرہ کرنے والا منیٰ چلا جائے تو وہ قصر نہیں کرتا' اسی طرح اگر حج کرنے والا بھی منیٰ چلا جائے تو وہ بھی قصر نہیں کرے گا۔

جو منیٰ میں قصر کرنے کے قائل ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت حارثہ بن وہب کی روایت ہے کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھائی اور ہم اس وقت بہت بڑی تعداد میں اور بہت امن میں تھے اور حضرت حارثہ کی والدہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں' ان سے عبد اللہ پیدا ہوئے اور حضرت حارثہ کا گھر مکہ میں تھا اور اگر اہل مکہ کے لیے منیٰ میں نماز کو قصر کرنا جائز نہ ہوتا تو حضرت حارثہ کہتے کہ ہم نے منیٰ میں پوری نماز پڑھی یا روایت کرتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز پوری پڑھو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لازم تھا کہ آپ اپنی امت کے لیے شرعی حکم بیان فرماتے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

قصر کرنے کے لیے مسافت کی مقدار

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس مسافت کو قطع کرنے کے بعد نماز کو قصر کرنا واجب ہے' اس کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور فقہاء کوفہ نے کہا ہے کہ جس مسافت کے بعد نماز کو قصر کیا جاتا ہے' وہ اونٹ کی رفتار سے یا پیدل چلنے کی رفتار سے تین دن کی مسافت ہے' اور اس میں ان کے نزدیک تسلسل سے چلنا مراد نہیں ہے بلکہ انہوں نے کہا: وہ دن میں سفر کریں اور رات کو آرام کریں (اور اس میں نمازوں اور کھانے پینے کے اوقات بھی داخل ہیں) اور اگر اس کے لیے یہ ممکن ہو کہ وہ اتنی مسافت کو کسی اور راستہ سے ایک دن میں قطع کرلے گا پھر بھی نماز کو قصر کرے' پھر انہوں نے اس مسافت کا فراسخ کے ساتھ اعتبار کیا ہے' ایک قول اکیس فرسخ کا ہے' دوسرا قول اٹھارہ فرسخ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور تیسرا قول پندرہ فرسخ کا ہے اور ایک فرسخ تین (شرعی) میل کا ہے۔

تین دن کی مسافت کی مقدار حضرت عثمان بن عفان' حضرت ابن مسعود اور حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور الشعبی' النخعی' الثوری' ابن حی' ابوقلابہ' شریک بن عبد اللہ' سعید بن جبیر اور محمد بن سیرین کا بھی یہی موقف ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام دارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اہل مکہ! چار برید سے کم مسافت میں قصر نہ کرو' اور ایک برید بارہ میل کا ہے یعنی ۴۸ میل سے کم مسافت میں نماز کو قصر نہیں کیا جائے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں عبد الوہاب ضعیف راوی ہے اور بعض محدثین نے اس کو کاذب قرار دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کا مفتی بہ قول ۱۸ فرسخ ہے' جس کے ۵۴ شرعی میل ہوتے ہیں اور یہ انگریزی میل کے حساب سے ۶۱ میل' ۲ فرلانگ' ۲۰ گز اور ۹۸' اعشاریہ ۷۳۴ کلومیٹر ہے' اس سے کم مسافت میں نمازوں کو قصر کرنا جائز نہیں ہے۔

* اس کی پوری تفصیل شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۷۔ ۳۶۲ میں درج ذیل عنوانات کے تحت مرقوم ہے:

① تین ایام کی مسافت پر احناف کے دلائل ② امام مالک کے دلائل ③ علامہ ابن رشد مالکی کی دلیل کا جواب ④ علامہ ابن

قدامہ حنبلی کے استدلال کا جواب ⑤ علامہ نووی کا استدلال ⑥ علامہ نووی کی دلیل کا جواب ⑦ مسافت قصر کا اندازہ بہ حساب انگریزی میل وکلومیٹر ⑧ مسافت کا تفصیلی خاکہ۔

حضرت عثمان نے منیٰ میں جو چار رکعت نماز پڑھی اس کی توجیہات اور بحث ونظر

حضرت عثمان رضی اللہ منیٰ میں پوری نماز پڑھتے تھے اس کی توجیہ میں علماء کے حسب ذیل اقوال ہیں:

علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ نے مباح پر عمل کیا ہے کیونکہ مسافر کے لیے جائز ہے کہ وہ نماز کو قصر کرے یا نماز پوری پڑھے جیسے اس کے لیے جائز ہے کہ وہ سفر میں روزہ رکھے یا روزہ نہ رکھے۔

الزہری نے کہا: حضرت عثمان نے منیٰ میں چار رکعت نماز اس لیے پڑھی کہ اس سال مکہ میں دیہاتی اور اعرابی بہت زیادہ آئے ہوئے تھے تو حضرت عثمان نے پسند کیا کہ ان کو یہ بتائیں کہ نماز چار رکعت ہے۔

معمر نے الزہری سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عثمان نے منیٰ میں چار رکعت اس لیے پڑھیں کیونکہ انہوں نے حج کے بعد وہیں رہائش کی نیت کر لی تھی۔

یونس نے الزہری سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عثمان نے جب طائف کے اموال حاصل کیے اور وہیں رہائش کا ارادہ کیا تو چار رکعت نماز پڑھی۔

مغیرہ نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان نے منیٰ میں چار رکعت اس لیے پڑھیں کہ انہوں نے منیٰ کو وطن بنالیا تھا۔

امام بیہقی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر حضرت عثمان اس وجہ سے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھتے تو یہ حضرات صحابہ سے مخفی نہ رہتا اور وہ حضرت عثمان کے ترک سنت پر انکار نہ کرتے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ گھر پر نماز نہ پڑھتے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ زہری سے جو توجیہات منقول ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔

پہلی توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ اعراب اور دیہاتی لوگ شارع علیہ السلام کے زمانہ میں نماز کے احکام سے زیادہ ناواقف تھے اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تعلیم کے لیے منیٰ میں چار رکعت نماز نہیں پڑھی اور حضرت عثمان کے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ وہ اس چیز کا خوف کریں جس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوف نہیں کیا تھا کیونکہ آپ مسلمانوں پر بہت شفیق اور مہربان ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن دو رکعت نماز جمعہ پڑھاتے تھے حالانکہ مدینہ کے گرد ونواح سے اعراب اور دیہاتی جمعہ پڑھنے کے لیے آتے تھے اور آپ نے کبھی جمعہ کی نماز چار رکعت نہیں پڑھائی تا کہ دیہاتیوں کو یہ تعلیم ہو کہ ظہر کی نماز چار رکعت ہے پھر حضرت عثمان رضی اللہ کو منیٰ میں تعلیم کے لیے دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھنے کی کیا ضرورت تھی۔

دوسری توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ مہاجرین پر مکہ میں قیام کے ترک کرنے کو فرض کر دیا گیا ہے اور یہ صحت سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان مکہ سے نکلنے میں جلدی کرتے تھے اس خوف سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو ہجرت کی تھی کہیں اس سے رجوع نہ ہو جائے پس حضرت عثمان حج کرنے کے بعد مکہ میں رہائش کیسے کر سکتے تھے۔ ابن التین نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ اگر حضرت عثمان کو کوئی ناگزیر وجہ پیش آ جائے جو مکہ میں ان کے قیام کو واجب کر دے تو یہ محال نہیں ہے۔

تیسری توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ یہ کسی کا قول نہیں ہے کہ جب مسافر کا گزر اپنی مملوکہ زمین پر ہو اور وہاں اس کے بیوی بچے نہ رہتے ہوں تو اس کا حکم وہ ہے جو مقیم کا ہے لہٰذا طائف کے اموال والا جواب درست نہیں ہے۔

حضرت عثمان کی طرف سے یہ توجیہ بھی کی گئی ہے کہ حضرت عثمان نے منیٰ میں اس لیے پوری نماز پڑھی کہ اس وقت ان کے اہل

وعیال ان کے ساتھ منیٰ میں تھے' اس توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی ازواج مطہرات تھیں' اس کے باوجود آپ نے منیٰ میں نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ عبد اللہ بن الحارث کی روایت ہے کہ حضرت عثمان نے ہمیں چار رکعت نماز پڑھائی' پس جب انہوں نے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: میں نے مکہ میں اپنے اہل کا گھر بنالیا ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے کسی شہر میں اپنے اہل کا گھر بنالیا' وہ اس شہر کا رہنے والا ہے' پس وہ وہاں چار رکعت نماز پڑھے۔ علامہ ابن التین نے بھی ابن شخیر کی روایت سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کی سند منقطع ہے' امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی عکرمہ بن ابراہیم ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے سفر میں پوری نماز اس لیے پڑھی ہے کیونکہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں مسافر کو اختیار دیا ہے کہ خواہ وہ پوری نماز پڑھے یا قصر کرے' اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھتے تھے تاکہ امت کو آپ کی سنت پر عمل کرنے میں چار رکعت کی مشقت نہ اٹھانی پڑے اور آپ نے امت کے لیے آسانی کو اختیار کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا اختیار دیا جاتا تو آپ اس چیز کو اختیار کرتے جو زیادہ آسان ہو بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ (صحیح البخاری: ۳۵۶۰) پس حضرت عائشہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے اپنے نفسوں پر شدت کو اختیار کیا اور رخصت کو ترک کر دیا کیونکہ ان کے نزدیک یہ امر مباح تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کے چار رکعت نماز پڑھنے پر اعتراض کیا' اس کے باوجود ان کے پیچھے چار رکعت نماز پڑھی' جب حضرت ابن مسعود سے کہا گیا کہ آپ حضرت عثمان کی پوری نماز پڑھنے پر اعتراض بھی کرتے ہیں اور ان کی اقتداء میں نماز بھی پڑھتے ہیں' تو انہوں نے جواب دیا کہ امام کی مخالفت کرنے میں زیادہ شر ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۷۲-۷۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

یہ تمام تقریر علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۴-۱۷۳ میں بیان کی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۴۸۷- ج ۲ ص ۳۵۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح ص ۳۸۱ پر ہے اور اس کا عنوان ہے: منیٰ میں حضرت عثمان کے قصر نہ کرنے کی وجہ' وہاں اس کی صرف ایک توجیہ مذکور ہے۔

۱۰۸۳ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ اَنْبَانَا اَبُو اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' اٰمَنَ مَا كَانَ' بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ. [طرف الحدیث: ۱۶۵۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حارثہ بن وہب سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت امن کے زمانہ میں منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھائی۔

(صحیح مسلم: ۶۹۶' الرقم المسلسل: ۱۵۶۹' سنن ابوداؤد: ۱۹۶۵' سنن ترمذی: ۸۸۲' سنن نسائی: ۱۴۴۵' الاحاد والمثانی: ۲۳۴۷' المعجم الکبیر: ۳۲۵۴' السنن الکبریٰ: ۱۹۰۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۰' مسند ابو یعلیٰ: ۱۴۷۴' المعجم الکبیر: ۳۲۴۴' صحیح ابن حبان: ۲۷۵۶' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۴' مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۷۲۷- ج ۱۳ ص ۲۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۴۰۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' مسند الطحاوی: ۱۶۷۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) ابواسحاق عمرو بن عبد اللہ السبیعی (۴) حضرت حارثہ بن وہب الخزاعی رضی اللہ عنہ' یہ عبید اللہ بن عمر بن الخطاب کے اخیافی بھائی ہیں' ان کی والدہ بنت عثمان بن مظعون ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۴)

اس حدیث میں ان لوگوں کا ردّ ہے' جن کا یہ زعم ہے کہ نمازِ قصر صرف جنگ اور خوف کے زمانہ میں جائز ہے' اور ردّ کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت امن کے زمانہ میں بھی نماز قصر کی ہے' اس کی مزید تفصیل اگلی حدیث میں آ رہی ہے۔

١٠٨٤ - **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ صَلّٰى بِنَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ، فَقِيْلَ فِيْ ذٰلِكَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاسْتَرْجَعَ، ثُمَّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّيْتُ مَعَ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، فَلَيْتَ حَظِّيْ مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ.

[طرف الحدیث: ۱۶۵۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی از الأعمش' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عبد الرحمان بن یزید سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھائی' حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ بتایا گیا تو انہوں نے کہا: ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ'' (البقرہ: ۱۵۶) پھر حضرت ابن مسعود نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے' پس کاش! ان چار رکعات کے بجائے میرا حصہ دو رکعتیں ہوتیں' جو مقبول ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۹۶۰' سنن نسائی: ۱۴۴۸-۱۴۴۷' مسند ابویعلیٰ: ۵۱۹۴' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۶۲' المعجم الکبیر: ۱۰۱۴۱' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۳' سنن کبریٰ: ۱۹۰۷-۱۹۰۶' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۶۲' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۵۹۳- ج ۶ ص ۷۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۴۱۲۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۵۱۱۴)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبہ (۲) عبد الواحد بن زیاد العبدی ابوعبیدہ (۳) سلیمان الاعمش (۴) ابراہیم النخعی (۵) عبد الرحمان بن یزید (۶) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۶)

قصر کے واجب یا سنت ہونے میں فقہاء کا اختلاف

بعض علماء نے اس حدیث سے اور اس سے پہلے والی حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک سفر میں نماز کو قصر کرنا لازم نہیں ہے' سنت تو نماز کو قصر کرنا ہے' لیکن اگر سفر میں نماز چار رکعت بھی پڑھ لی جائے' تب بھی جائز ہے' اسی وجہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ منیٰ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں چار رکعت پڑھ لیتے تھے لیکن اس کو خلاف سنت قرار دیتے تھے اور اس پر افسوس کرتے تھے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

رہا سفر میں پوری نماز پڑھنا تو متقدمین فقہاء کا اس میں اختلاف ہے' فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ یہ سنت ہے' حضرت عائشہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سفر میں پوری نماز پڑھتے تھے' اس کو عطاء بن ابی رباح نے ان سے روایت کیا ہے' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے' عبدالرحمان بن الاسود' سعید بن المسیب اور ابوقلابہ کا بھی یہی قول ہے' ابومصعب بیان کرتے ہیں کہ امام مالک نے کہا ہے کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا سنت ہے اور یہی امام شافعی اور ابوثور کا قول ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ اس کو قصر کرنے کا اختیار ہے لیکن پوری نماز پڑھنا افضل ہے۔ امام مالک کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ مسافر کو اختیار ہے لیکن قصر کرنا افضل ہے۔

فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ مسافر پر نماز کو قصر کرنا واجب ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ چار رکعت کے بجائے دو رکعت پڑھے' حضرت عمر' حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ اور محمد بن سحنون کا قول ہے اور امام مالک کے اصحاب میں سے اسماعیل بن اسحاق کا مختار ہے۔

قصر کے واجب ہونے کے متعلق احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

یعلیٰ بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا. (النساء:۱۰۱)

اگر تم کو یہ خطرہ ہو کہ کفار تم کو فتنہ میں مبتلا کر دیں گے تو تم نماز کو قصر کر لو تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

اور اب تو لوگ امن میں آ چکے ہیں' حضرت عمر نے کہا: جس بات پر تم کو تعجب ہوا ہے اس سے مجھ کو بھی تعجب ہوا تھا' پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: یہ صدقہ (انعام) ہے' اللہ نے اس کا تم پر صدقہ کیا ہے' سو تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ (صحیح مسلم:۶۸۷' سنن ابن ماجہ:۱۰۶۵' سنن نسائی:۱۸۹۱' صحیح ابن خزیمہ:۹۴۵' صحیح ابن حبان:۲۷۳۹' سنن ابوداؤد:۱۱۹۲' سنن ترمذی:۳۰۳۴' مسند احمد ج۱ ص۲۵۔ ج۱ ص۳۶' مصنف ابن ابی شیبہ:۸۲۴۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۸۱۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصر کا حکم دیا اور اس کو صدقہ قرار دیا اور اس کو قبول کرنے کا امر فرمایا اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' پس اس سے واضح ہو گیا کہ نماز کو قصر کرنا واجب ہے۔

سعید بن شفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ جب ہم لوگ سفر کرتے ہیں تو ہمارے ساتھ ایسے لڑکے ہوتے ہیں جو ہماری خدمت کے لیے کافی ہیں' پس ہم کیسے نماز پڑھیں؟ حضرت ابن عباس نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر کرتے تھے تو دو رکعت نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ آپ سفر سے لوٹ آتے' سعید نے کہا: میں نے دوبارہ سوال کیا تو حضرت ابن عباس نے پھر وہی جواب دیا' میں نے پھر سوال کیا تو بعض لوگوں نے کہا: کیا تمہیں عقل نہیں ہے' کیا تم نے سنا نہیں کہ حضرت ابن عباس نے تمہیں کیا جواب دیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۸۲۴۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۸۱۵۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! میں تاجر ہوں اور سمندروں میں آتا جاتا ہوں' آپ نے اس کو دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۸۲۴۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۸۱۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن صہیب سے نماز کے متعلق سوال کیا اور اس وقت ہم بجستان میں تھے' تو انہوں نے کہا کہ دو' دو رکعت پڑھو حتیٰ کہ تم اپنے گھر لوٹ جاؤ' اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۴۷ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم نے مکہ اور مدینہ کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی ہے حالانکہ اس وقت ہم امن میں تھے اور ہم کو کسی چیز کا خوف نہیں تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۴۸ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۴ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۵ 'مصنف عبد الرزاق: ۴۲۷۱-۴۲۷۰ 'سنن ترمذی: ۵۴۷ 'سنن نسائی: ۱۸۹۴-۱۸۹۳)

عون بن ابی جحیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منٰی میں ظہر کی نماز دو رکعت پڑھی' پھر آپ مسلسل دو رکعت پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ مدینہ لوٹ گئے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۷ 'صحیح مسلم: ۲۵۳-۲۴۹ 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۴۹ 'مجلس علمی' مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۹ 'المعجم الکبیر: ۲۵۱-ج ۲۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سب سے پہلے نماز دو رکعت فرض کی گئی' پھر اس میں اضافہ کیا گیا اور مقیم کے لیے نماز چار رکعت کر دی گئی۔ (صحیح البخاری: ۳۵۰ 'سنن ابوداؤد: ۱۱۹۱ 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۰ 'مجلس علمی' بیروت)

سماک الحنفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ سفر میں دو رکعت نماز ہے' ان دو رکعت میں قصر نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۱ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سفر میں نکلے تو وہ دو' دو رکعت پڑھتے رہے' حتیٰ کہ لوٹ آئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۲ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حرب بن ابی الاسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ سے نکلے' تو انہوں نے ظہر کی چار رکعت پڑھیں' پھر کہا: جب ہم ان مکانات (شہر کی اطراف) سے تجاوز کریں گے تو دو رکعت نماز پڑھیں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۳ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عبد الرحمان بن حرملہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سعید بن المسیب سے سوال کر رہا تھا: آیا میں سفر میں پوری نماز پڑھوں اور روزے رکھوں؟ انہوں نے کہا: نہیں! اس نے کہا: میں اس کی طاقت رکھتا ہوں' انہوں نے جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے زیادہ طاقت رکھتے تھے' آپ سفر میں نماز قصر کرتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو سفر میں نماز کو قصر کرے اور روزہ افطار کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۴ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۷۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابن طاؤس نے کہا: میرے والد جب گھر سے نکلتے تھے تو اپنے اہل میں واپس آنے تک نماز کو قصر کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۶ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۷۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ہماری مجلس میں تھے' لوگوں میں سے ایک نوجوان نے اٹھ کر ان سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج' عمرہ اور جہاد میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عمران نے کہا: اس نے جس چیز کے متعلق سوال کیا ہے' اس کا جواب تم بھی سن لو' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا ہے' آپ مدینہ لوٹنے تک صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے' اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کیا ہے' آپ مدینہ لوٹنے تک صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور میں آپ کے ساتھ فتح مکہ میں حاضر تھا' آپ مکہ میں اٹھارہ راتیں ٹھہرے' آپ صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور شہر کے رہنے والوں سے فرماتے تھے: تم چار رکعت نماز پڑھو' میں مسافر ہوں اور میں نے آپ کے ساتھ تیرہ عمرے کیے ہیں' آپ صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے' اور

میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا اور عمرہ کیا' وہ مدینہ لوٹنے تک صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے' اور میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کئی حج کیے' وہ مدینہ لوٹنے تک صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے' پھر حضرت عمران نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٨٢٥٨' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٨١٧٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی ہے' ممکن ہے انہوں نے اسی تاویل سے چار رکعت نماز پڑھی ہو' جس تاویل سے حضرت عثمان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی تھی۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ابتداء میں دو رکعت نماز فرض کی گئی تھی' پھر شہر کی نماز میں اضافہ کیا گیا' اور سفر کی نماز برقرار رہی' الزہری نے کہا: میں نے عروہ سے پوچھا: پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سفر میں پوری نماز پڑھتی تھیں؟ عروہ نے کہا: انہوں نے وہی تاویل کی تھی جو حضرت عثمان نے تاویل کی تھی' الزہری نے کہا: پھر میں نے عروہ سے نہیں پوچھا کہ انہوں نے کیا تاویل کی تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٨٢٦٦' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٨١٨٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اس تاویل کا ذکر ہم اس عنوان کے تحت ذکر کر چکے ہیں: حضرت عثمان نے جو منیٰ میں چار رکعات نماز پڑھی' اس کی توجیہات۔

٣ - بَابٌ كَمْ اَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّتِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حج میں کتنے دن قیام کیا

١٠٨٥ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ، عَنْ اَبِى الْعَالِيَةِ الْبَرَّاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ لِصُبْحِ رَابِعَةٍ يُلَبُّوْنَ بِالْحَجِّ، فَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً اِلَّا مَنْ مَّعَهُ الْهَدْيُ. تَابَعَهٗ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

[اطراف الحدیث: ١٥٦٤-٢٥٠٥-٣٨٣٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی العالیہ البراء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب چار ذی الحج کی صبح کو حج کا تلبیہ پڑھتے ہوئے آئے' آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس کو عمرہ قرار دیں' سوا ان کے جن کے پاس قربانی کا جانور ہے۔ عطاء نے ابوالعالیہ کی متابعت کی ہے از حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔

(صحیح مسلم: ١٢٤٠' الرقم المسلسل: ١٩٥٧' سنن نسائی: ٢٨١٣' المعجم الکبیر: ١٠٩٠٦' سنن بیہقی ج ٤ ص ٣٤٥' مسند احمد ج ١ ص ٢٥٣ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٢٧٤- ج ٤ ص ١٣١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ٣٢٥٣)

حدیث مذکور کے رجال

(١) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ (٢) وہیب بن خالد ابوبکر (٣) ایوب السختیانی (٤) ابوالعالیہ زیاد (٥) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٧٩)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکہ میں دس دن قیام اور ارکانِ حج کی ادائیگی کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس سے پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حج کے دوران مکہ میں دس دن ٹھہرے تھے' اور اس حدیث میں یہ بیان کیا ہے کہ آپ ٤ ذی الحج کو مکہ میں آئے تھے' یہ اتوار کا دن تھا' آپ نے صبح کی نماز ذی طویٰ میں پڑھی' اس

سال ذی الحج کی پہلی تاریخ اور جمعرات کی شب تھی اور آپ کا یہ قیام اتوار کے دن سے جمعرات کی شب تک تھا' پھر جمعرات کے دن آپ منیٰ کے لیے روانہ ہوئے' پھر تمام دن اور جمعہ کی رات تک آپ منیٰ میں ٹھہرے' پھر جمعہ کے دن زوال کے بعد آپ عرفات کی طرف روانہ ہوئے' پھر عرفات کے قریب آپ نے مسجد نمرہ میں خطبہ دیا اور غروبِ آفتاب تک آپ وہاں رہے' پھر ہفتہ کی شب کو آپ مزدلفہ کی طرف روانہ ہوئے اور صبح کی نماز تک آپ وہاں ٹھہرے' پھر ہفتہ کے دن طلوعِ آفتاب کے وقت آپ وہاں سے روانہ ہوئے' اور وہ عید الاضحیٰ کا دن تھا اور منیٰ کی طرف روانگی کا دن تھا' پھر چاشت کے وقت آپ نے جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں' پھر اس دن آپ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے' پھر آپ نے زوال سے پہلے بیت اللہ کا طواف کر لیا' پھر اسی دن آپ منیٰ کی طرف لوٹ آئے' پھر ہفتہ کے بقیہ دن اور اتوار' پیر اور منگل کو وہیں رہے' پھر منگل کے دن ظہر کے بعد آپ وادی محصب کی طرف روانہ ہوئے اور وہ ایام تشریق کا آخری دن تھا' پھر آپ نے ظہر کی نماز پڑھی اور وہیں بدھ کی رات گزاری اور اسی رات کو آپ نے حضرت عائشہ کو عمرہ کے لیے تنعیم کی طرف روانہ کیا' پھر آپ نے سحر کے وقت فجر کی نماز سے پہلے طوافِ وداع کیا اور یہ بدھ کا دن تھا اور چودہ ذی الحج کی صبح تھی اور آپ نے مکہ اور اس کے گرد دس دن قیام کیا' جیسا کہ حضرت انس کی حدیث میں گزر چکا ہے' پھر آپ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے' آپ ۲۶ ذوالقعدہ کو مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تھے اور ظہر کی نماز آپ نے ذوالحلیفہ میں پڑھی تھی' اس کے بعد آپ نے احرام باندھا تھا' اور ۴ ذوالحج کو آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ پہنچ گئے تھے اور یومِ عرفہ جمعہ کے دن واقع ہوا تھا' اور اسی دن ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ'' (المائدہ: ۳) نازل ہوئی تھی۔

حج کے احرام کو منسوخ کر کے عمرہ قرار دینے میں اختلافِ فقہاء

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں: اس حدیث سے امام احمد' داؤد ظاہری اور ان کے اصحاب نے یہ حکم مستنبط کیا ہے کہ حج کو فسخ کر کے اس کو عمرہ قرار دینا جائز ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جن مسلمانوں کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے وہ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام قرار دے لیں' جمہور علماء اور صحابہ وغیرہم کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔

جمہور نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے ساتھ خاص ہے اور آج کل یہ جائز نہیں ہے اور اس خصوصیت کی دلیل یہ حدیث ہے:

سلیم بن اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے تھے: جس نے حج کا احرام باندھا' پھر اس کو فسخ کر کے عمرہ کر دیا' یہ صرف ان سواروں کے لیے جائز تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۰۷)

الحارث بن بلال اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! حج کو فسخ کر کے عمرہ قرار دینا صرف ہمارے ساتھ خاص ہے یا ہمارے بعد والوں کے لیے بھی جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ یہ صرف تمہارے ساتھ خاص ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۸۰۸' سنن نسائی: ۲۸۰۷' سنن ابن ماجہ: ۲۹۸۴)

حضرت ابن عباس اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم نے اس مسئلہ میں تمام صحابہ سے اختلاف کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۸۰۔۱۷۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤ - بَابٌ فِيْ كَمْ يَقْصُرُ الصَّلٰوةَ
وَسَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّفَرَ يَوْمًا وَلَيْلَةً.

نماز کو قصر کرنے کی کم سے کم مدت

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن اور ایک رات کی مسافت کو بھی سفر فرمایا۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ يَقْصُرَانِ وَيُفْطِرَانِ فِي اَرْبَعَةِ بُرُدٍ وَهِيَ سِتَّةَ عَشَرَ فَرْسَخًا.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم چار برد کی مسافت میں بھی نماز کو قصر کرتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے اور چار بُرد سولہ فرسخ ہیں یعنی ۴۸ شرعی میل۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم دو دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور چار برد یا اس سے زائد مسافت میں روزہ افطار کرتے تھے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۷ نشر السنہ ملتان)

۱۰۸۶ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ اُسَامَةَ حَدَّثَكُمْ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْاَةُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ؟[طرف الحدیث:۱۰۸۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا: میں نے ابواسامہ سے کہا: تمہیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی ہے از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۳۸ الرقم المسلسل: ۳۲۰۰ سنن ابوداود: ۱۷۲۷ صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۲۱ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۵ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۲۷ صحیح ابن حبان: ۲۷۳۰ مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم مسند احمد: ۴۶۱۵ ج ۸ ص ۲۳۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ۳۴۷۴ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحٰق بن راھویہ (۲) ابواسامہ حماد بن اسامہ اللیثی (۳) عبیداللہ بن عمر العمری (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۸۳-۱۸۲)

بغیر محرم کے عورت کے سفرِ حج میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے اور فقہاء اصحاب حدیث نے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت پر حج کے واجب ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ اس کے ساتھ اس کا شوہر یا محرم ہو جب کہ اس عورت اور مکہ کے درمیان تین دن اور تین راتوں کی مسافت ہو۔ النخعی، حسن بصری، ثوری اور الاعمش کا بھی یہی قول ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث ان سفروں پر محمول ہے جو فرض نہ ہوں اس لیے حج کا سفر اس میں داخل نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے الفاظ عام ہیں اور اس میں محرم کے بغیر ہر اس سفر سے منع فرمایا ہے جو تین دن اور تین راتوں کی مسافت پر مشتمل ہو۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی میں نہ رہے مگر اس کے ساتھ (اس کا) محرم ہو اور کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! میری بیوی حج کے لیے نکلی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا ہوا ہے آپ نے فرمایا: جاؤ! اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (صحیح مسلم: ۱۳۴۱ الرقم المسلسل: ۳۲۱۴)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورت شوہر یا محرم کے بغیر حج کے لیے نہ جائے' ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں فرماتے: اس کو تمہارے ساتھ کی کیا ضرورت ہے وہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ہے' تم اس غزوہ میں جاؤ جس میں تمہارا نام لکھا ہوا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو غزوہ میں جانے کا حکم نہیں دیا بلکہ اس کو اپنی بیوی کے ساتھ حج پر جانے کا حکم دیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ عورت بغیر خاوند یا محرم کے حج کے لیے نہیں جا سکتی۔

امام شافعی اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ عورت فرض حج کے لیے بغیر شوہر یا محرم کے جا سکتی ہے' خواہ اس کے اور مکہ کے درمیان سفر ہو یا نہ ہو' وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں جو بغیر محرم کے سفر کی ممانعت ہے' وہ ان سفروں کے لیے ہے جو واجب نہ ہوں۔

ظاہریہ کا مذہب یہ ہے کہ عورت ایک برید (بارہ شرعی میل) سے کم کا سفر بغیر محرم کے کر سکتی ہے اور ایک برید یا اس سے زائد کا سفر بغیر محرم کے نہیں کر سکتی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بغیر محرم کے سفر کرتی تھیں اور ایک جماعت نے اس سے استدلال کر کے یہ کہا ہے کہ عورت بغیر محرم کے سفر کر سکتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ تمام لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے محرم تھے کیونکہ وہ تمام مؤمنین کی ماں تھیں' وہ جس مؤمن کے ساتھ بھی سفر کرتیں' وہ ان کا محرم ہوتا اور دوسری عورتوں کا یہ حکم نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۸۵۔ ۱۸۳' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۱۵۹۔ ج ۳ ص ۶۵۰ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) زوج یا محرم کے بغیر عورت کے سفر میں شوافع کا نظریہ (۲) زوج یا محرم کے بغیر عورت کے سفر میں مالکیہ کا نظریہ (۳) زوج یا محرم کے بغیر عورت کے سفر میں حنابلہ کا نظریہ (۴) عورت کے سفر حج میں احناف کا نظریہ (۵) عورت کے سفر کے بارے میں متعارض روایات کے جوابات (۶) زمانہ امن میں عورت کے تنہا سفر کرنے کی تحقیق (۷) بہ ذریعہ ہوائی جہاز عورت کے بغیر محرم کے حج پر جانے کی تحقیق۔

* یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۶۷۲۔ ۶۵۴ پر مذکور ہے۔

۱۰۸۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْاَةُ اِلَّا مَعَهَا ذِیْ مَحْرَمٍ. تَابَعَهٗ اَحْمَدُ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ عبید اللہ کی امام احمد نے متابعت کی ہے از عبد اللہ بن المبارک از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۸۸ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ الْمَقْبُرِیُّ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِاِمْرَاَةٍ، تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید مقبری نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ پر اور یوم

أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ. تَابَعَهُ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، وَسُهَيْلٌ، وَمَالِكٌ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر محرم کے ایک دن اور ایک رات کا سفر کرے۔ ابن ابی ذئب کی یحییٰ بن ابی کثیر اور سہیل اور مالک نے متابعت کی ہے از المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ۔

(صحیح مسلم: ۱۳۳۹، الرقم المسلسل: ۳۲۰۹، سنن ابو داؤد: ۱۷۲۳، سنن ابن ماجہ: ۲۸۹۹، مسند ابو داؤد الطیالسی: ۲۳۱۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۹، صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۲۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۴۲۴۔ ج ۱۴ ص ۷۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کی مختلف احادیث میں علامہ ابن بطال کی تطبیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت میں احادیث مختلف ہیں' ایک دن اور ایک رات کے سفر کی بھی ممانعت ہے' اور بعض روایات میں دو دن کے سفر کی بھی ممانعت ہے اور تین دن کے سفر کی بھی ممانعت ہے' ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ احادیث مختلف سائلین کے جواب میں ہیں' ایک سائل نے سوال کیا کہ کیا عورت ایک دن اور ایک رات کا سفر بغیر محرم کے کر سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں' پھر دوسرے سائل نے سوال کیا: کیا عورت دو دن کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے کر سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں! پھر تیسرے شخص نے سوال کیا: کیا عورت تین دن کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے کر سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں! پس ہر صحابی نے اس حدیث کو روایت کیا جو اس نے سنی تھی' ان میں کوئی تعارض ہے نہ کوئی حدیث منسوخ ہے' کیونکہ اصل یہ ہے کہ عورت بالکل سفر نہ کرے اور نہ کسی غیر محرم کے ساتھ تنہائی میں رہے کیونکہ کسی شخص کا اجنبی عورت کے پاس ایک رات میں داخل ہونا یا تین راتوں میں داخل ہونا برابر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ رہے جو اس کا محرم نہ ہو۔

بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کی مختلف احادیث میں مصنف کی تطبیق

میں کہتا ہوں کہ ان احادیث میں بہر حال تعارض ہے' یہ اور بات ہے کہ علامہ ابن بطال اس تعارض کو اٹھا نہیں سکے' اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور تائید سے یہ کہتا ہوں کہ ابتداء اسلام میں مدینہ میں مسلمان کم تعداد میں تھے اور مسلمان ضعیف تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو بغیر محرم کے ایک دن کے سفر سے منع کر دیا' پھر جب مسلمانوں کی تعداد کچھ زیادہ ہوئی اور وہ بہ نسبت پہلے کے قوی ہو گئے اور خطرات بھی کم ہو گئے تو آپ نے عورت کو بغیر محرم کے دو دن کے سفر سے منع فرما دیا' پھر فتح مکہ کے بعد جب مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی اور مسلمانوں کو شوکت اور غلبہ حاصل ہو گیا تو آپ نے عورت کو محرم کے بغیر تین دن کی مسافت کے سفر سے منع فرما دیا۔

متعدد خواتین کے ساتھ عورت کے سفر حج پر علامہ ابن بطال کا استدلال اور مصنف کا جواب

اس کے بعد علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: فقہاء احناف نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر محرم کے حج کے سفر کے لیے جائے اور امام مالک (اور امام شافعی) وغیرہ نے کہا ہے کہ جب عورت کے ساتھ متعدد خواتین ہوں تو وہ بغیر محرم کے بھی حج کے سفر پر جا سکتی ہے اور المہلب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو ارشاد ہے کہ کوئی عورت بغیر محرم کے ایک دن اور ایک رات کا سفر نہ کرے۔ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سفر سے منع کیا ہے جو ان پر لازم نہیں ہے اور ان کے لیے اس سفر کو ترک کرنا جائز ہے اور کیا تم نہیں دیکھتے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ عورت بغیر محرم کے متعدد

خواتین کے ساتھ جاسکتی ہے کیونکہ جب متعدد خواتین اس کے ساتھ ہوں گی تو پھر خطرہ کم ہو جائے گا۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۷۹-۷۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہم بغیر محرم کے حج کی ممانعت میں باب سابق میں یہ صریح حدیث پیش کر چکے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے' پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! میری بیوی حج کے لیے نکلی ہے اور میرا نام فلاں' فلاں غزوہ میں لکھا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: جاؤ! اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (صحیح مسلم: ۱۳۴۱)

اگر سفر حج بغیر محرم کے کرنا جائز ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عورت کے شوہر کو جہاد پر جانے دیتے اور اسے اس کی بیوی کے ساتھ حج پر نہ بھیجتے' اور جب آپ نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ کسی عورت کا اپنے محرم کے بغیر حج پر جانا جائز نہیں ہے۔

اور امام مالک اور امام شافعی نے جو کہا ہے کہ جب کوئی عورت متعدد عورتوں کے ساتھ جائے گی تو پھر اس کو خطرہ نہیں ہوگا' انہوں نے صریح حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل کیا ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔ اس کے مقابلہ میں امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا عمل صحیح اور صریح حدیث پر ہے۔

۵ - بَابٌ يَقْصُرُ إِذَا خَرَجَ مِنْ مَّوْضِعِهٖ

جب کوئی شخص اپنی جگہ (حدودِ شہر) سے نکلے تو قصر کرے

وَخَرَجَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَصَرَ وَهُوَ يَرَى الْبُيُوْتَ، فَلَمَّا رَجَعَ قِيْلَ لَهٗ هٰذِهِ الْكُوْفَةُ، قَالَ لَا، حَتّٰى نَدْخُلَهَا.

اور حضرت علی علیہ السلام نکلے تو انہوں نے نماز قصر کی حالانکہ وہ مکانوں کو دیکھ رہے تھے' جب وہ واپس آئے تو ان سے کہا گیا: یہ کوفہ ہے' انہوں نے کہا: نہیں! حتیٰ کہ ہم اس میں داخل ہو جائیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث ہیں:

علی بن ربیعہ الاسدی بیان کرتے ہیں: ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ (کوفہ سے) نکلے اور ہم کوفہ کی طرف دیکھ رہے تھے' حضرت علی نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر واپس آئے' پھر دو رکعت نماز پڑھی اور وہ بستی کی طرف دیکھ رہے تھے' ہم نے ان سے کہا: کیا آپ چار رکعت نماز نہیں پڑھتے' انہوں نے کہا: نہیں! حتیٰ کہ ہم اس میں داخل ہو جائیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۳۳۳)

ابوحرب بن ابی الاسود الدیلی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بصرہ سے نکلے تو انہوں نے جھونپڑیاں دیکھیں' پس انہوں نے کہا: اگر یہ جھونپڑیاں نہ ہوتیں تو ہم دو رکعت نماز پڑھتے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۳۳۱)

ابوحرب بن ابی الاسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ سے نکلے' پس ظہر کی نماز چار رکعت پڑھی' پھر فرمایا: جب ہم ان جھونپڑیوں سے نکل جائیں گے تو دو رکعت نماز پڑھیں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے' ہم شام کا قصد کر رہے تھے' پس حضرت علی نے دو' دو رکعت نماز پڑھی حتیٰ کہ جب ہم واپس آئے اور ہم نے کوفہ کی طرف دیکھا اور نماز کا وقت آ گیا تو ہم نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ کوفہ ہے اب ہم پوری نماز پڑھیں؟ حضرت علی نے فرمایا: نہیں! حتیٰ کہ ہم کوفہ میں داخل ہو جائیں۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۶' نشر السنہ' ملتان)

ان آثار کا خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان اپنے شہر سے نکل کر کسی دوسرے شہر جانے کا قصد کرے تو جب تک اپنے شہر کی حدود

سے نہیں نکلے گا' پوری نماز پڑھے گا اور جب اپنے شہر واپس آئے گا تو جب تک اپنے شہر میں داخل نہیں ہو گا' نماز کو قصر کرے گا۔

۱۰۸۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَإِبْرَاهِيْمَ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ الظُّهْرَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ وَبِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر و ابراہیم بن میسرہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت پڑھی۔

[اطراف الحدیث: ۱۵۴۶۔ ۱۵۴۷۔ ۱۵۴۸۔ ۱۵۵۱۔ ۱۷۱۲۔ ۱۷۱۴۔ ۱۷۱۵۔ ۲۹۵۱۔ ۲۹۸۶] (صحیح مسلم: ۶۹۰' الرقم المسلسل: ۱۵۵۲' سنن ابوداؤد: ۱۲۰۲' سنن ترمذی: ۵۴۶' سنن نسائی: ۴۶۸' مصنف عبد الرزاق: ۴۳۱۵' مسند الحمیدی: ۱۱۹۴' مسند ابویعلیٰ: ۲۸۹۴' صحیح ابن حبان: ۲۷۴۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۰' المنتقیٰ: ۱۸۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۰۸۳۔ ج ۳ ص ۱۳۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۳۵۰۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۲۷۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) سفیان الثوری (۳) محمد بن المنکدر بن عبد اللہ القرشی التیمی المدنی' یہ ۱۳۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابراہیم بن میسرہ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۹۱)

شہر کی حدود اور مضافات سے نکلنے کے بعد نماز کو قصر کیا جائے گا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

تمام فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مسافر اس وقت نماز کو قصر کرے گا جب وہ شہر کے مضافات اور اس کی حدود سے نکل جائے گا' بعض تابعین نے کہا ہے کہ شہر کے مکانات سے نکلنے سے پہلے نماز کو قصر کرے' ان کے اس قول کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے رد کیا گیا ہے' کیونکہ آپ نے مدینہ میں ظہر کی نماز پوری پڑھی اور ذوالحلیفہ میں پہنچ کر نماز کو قصر کیا اور نماز کو قصر کرنا اس وقت لازم ہے جب انسان شہر یا بستی کے مکانوں سے نکل جائے' اس سے پہلے نماز کو قصر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ سفر میں عمل اور نیت کی ضرورت ہے اور یہ اقامت کی طرح نہیں ہے جس میں صرف نیت کافی ہے عمل کی ضرورت نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۰۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَلصَّلٰوةُ أَوَّلُ مَا فُرِضَتْ رَكْعَتَانِ، فَأُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ، وَأُتِمَّتْ صَلٰوةُ الْحَضَرِ، قَالَ الزُّهْرِيُّ فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ مَا بَالُ عَائِشَةَ تُتِمُّ؟ قَالَ تَأَوَّلَتْ مَا تَأَوَّلَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے نماز دو رکعت فرض کی گئی' پس سفر کی نماز برقرار رہی' اور حضر کی نماز پوری پڑھی گئی۔ الزہری نے کہا: میں نے عروہ سے پوچھا: حضرت عائشہ جو (منیٰ میں) نماز پوری پڑھتی تھیں' اس کا کیا سبب تھا؟ انہوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہی تاویل کی تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تاویل کی تھی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۰۸۲ اور ۳۵۰ کا مطالعہ کریں۔

٦ - بَابٌ يُّصَلِّي الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا فِي السَّفَرِ

سفر میں مغرب کی تین رکعت پڑھی جائیں گی

۱۰۹۱ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي سَالِمٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ، 1
يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ الْعِشَاءِ. قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَفْعَلُهُ اِذَا اَعْجَلَهُ السَّيْرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا' جب آپ کو سفر میں جلدی روانہ ہونا ہوتا تو آپ مغرب کو مؤخر کر دیتے' حتیٰ کہ مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے۔ سالم نے کہا: اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جب سفر میں جلدی روانہ ہونا ہوتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتے۔

[اطراف الحدیث: ۱۰۹۲-۱۱۰۶-۱۱۰۹-۱۶۶۸-۱۶۷۳-۱۸۰۵-۳۰۰۰] (صحیح مسلم: ۷۰۳' الرقم المسلسل: ۱۵۹۲' سنن نسائی: ۵۹۲' سنن ترمذی: ۵۵۵' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۹۰' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۹' صحیح ابن حبان: ۱۵۹۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۷' مسند احمد ج ۲ ص ۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۴۷۲- ج ۸ ص ۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۳۷۱' مسند الطحاوی: ۳۹۸۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع البہرانی (۲) شعیب بن ابی حمزہ (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) سالم بن عبداللہ بن عمر (۵) اللیث بن سعد (۶) یونس بن یزید (۷) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۹۷)

سفر میں نمازوں کو صورۃً جمع کرنے کے متعلق احادیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح سنت مروی ہے' اور یہ ہر سفر مباح میں جائز ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے دیکھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں جلدی جانا ہوتا تو مغرب کو مؤخر کرتے حتیٰ کہ مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے۔ یہ حکم ہر سفر میں عام ہے' اور جو یہ دعویٰ کرے کہ یہ حکم بعض سفروں کے ساتھ مخصوص ہے' اسے اس پر دلیل پیش کرنا لازم ہے' اور اس سے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کی طلب میں اور دشمن اسلام سے جہاد کے احوال ایک ساتھ ذکر فرمائے ہیں اور ان سے تہجد کی نماز کے وجوب کو ساقط کر دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ. (المزمل: ۲۰)

اللہ کو علم ہے کہ تم تہجد کی نماز کو ہرگز نہ نبھا سکو گے' سو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی' سو جتنا قرآن پڑھنا تمہارے لیے آسان ہو اتنا قرآن پڑھا کرو' اس کو علم ہے کہ تم میں سے بعض بیمار ہوں گے اور بعض زمین میں سفر کر کے اللہ کے فضل کو تلاش کریں گے اور بعض اللہ کے راستہ میں جہاد کریں گے۔

پس اللہ تعالیٰ نے تہجد کی نماز کو ساقط کرنے میں زمین میں سفر کرنے اور جہاد کو مساوی قرار دیا ہے' پس اس سے معلوم ہوا کہ سفر

میں قصر کی رخصت لازم ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۸۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنے میں امام شافعی کی دلیل ہے کہ مغرب کی نماز کو عشاء کی نماز تک مؤخر کیا جائے اور یہ حکم تمام سفروں کے لیے عام ہے۔ (شرح الکرمانی جز ۶ ص ۱۶۷-۱۶۶' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر صفیہ بنت ابی عبید کی تعزیت کو جا رہے تھے' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر میں گیا' وہ اپنی زمین پر جانے کا ارادہ کر رہے تھے' وہ بہت جلدی جا رہے تھے' ان کے ساتھ قریش کا ایک آدمی تھا جو ان کو لے جا رہا تھا' سورج غروب ہو گیا اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی' وہ نماز کی حفاظت کرتے تھے' جب انہوں نے نماز میں تاخیر کر دی تو میں نے کہا: نماز پڑھیے' اللہ آپ پر رحم کرے' انہوں نے میری طرف مڑ کر دیکھا اور سفر جاری رکھا' حتیٰ کہ جب شفق کا آخری وقت ہو گیا تو وہ سواری سے اترے' پھر مغرب کی نماز پڑھی' پھر عشاء کی اقامت کہی' اس وقت شفق غائب ہو چکی تھی' پس ہم کو نماز پڑھائی' پھر ہماری طرف مڑ کر کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جلدی جانا ہوتا تھا تو آپ اسی طرح کرتے تھے۔ (سنن نسائی: ۵۹۱' سنن ابوداؤد: ۱۲۱۳)

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: یہ ایک اور قصہ ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۹۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ احادیث ہمارے خلاف نہیں ہیں کیونکہ ان احادیث میں جمع صوری کا ذکر ہے کہ ایک نماز کو اس کے آخری وقت میں پڑھا جائے اور دوسری نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں پڑھا جائے' جیسا کہ صحیح بخاری' سنن نسائی اور سنن ابوداؤد کی حدیثوں میں ہے' رہا ایک نماز کے وقت دوسری نماز کو جمع کر کے پڑھنا سو یہ جمع حقیقی ہے اور یہ ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے' اس پر تفصیلی بحث ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۵۱۸۔ ج ۲ ص ۴۰۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں دو نمازوں کے جمع کرنے میں مذاہب اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات مذکور ہیں۔

۱۰۹۲ - وَزَادَ اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ سَالِمٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ. قَالَ سَالِمٌ وَاَخَّرَ ابْنُ عُمَرَ الْمَغْرِبَ، وَكَانَ اسْتُصْرِخَ عَلٰى امْرَاَتِهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِي عُبَيْدٍ، فَقُلْتُ لَهُ الصَّلٰوةَ، فَقَالَ سِرْ، فَقُلْتُ لَهُ الصَّلٰوةَ، فَقَالَ سِرْ، حَتّٰى سَارَ مِيلَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى، ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي اِذَا اَعْجَلَهُ السَّيْرُ. وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَعْجَلَهُ السَّيْرُ يُقِيمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيهَا ثَلَاثًا، ثُمَّ يُسَلِّمُ، ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتّٰى يُقِيمَ الْعِشَاءَ، فَيُصَلِّيهَا

اور لیث نے یہ اضافہ کیا: انہوں نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے بیان کیا کہ سالم نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں جمع کر کے پڑھتے تھے' سالم نے کہا کہ حضرت ابن عمر نے مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیا' انہیں ان کی بیوی صفیہ بنت عبید کی موت کی خبر دی گئی تھی' (وہ ان کی تعزیت کو جا رہے تھے) میں نے ان سے کہا: نماز پڑھیے' انہوں نے کہا: چلتے رہو' میں نے ان سے کہا: نماز پڑھیے' انہوں نے کہا: چلتے رہو' میں نے ان سے کہا: نماز پڑھیے' انہوں نے کہا: چلتے رہو حتیٰ کہ انہوں نے دو یا تین میل سفر کیا' پھر سواری سے اترے' پس انہوں نے نماز پڑھی' پھر کہا: میں نے اسی طرح دیکھا ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جلدی جانا ہوتا تو آپ اسی طرح کرتے تھے'

رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يُسَلِّمُ، وَلَا يُسَبِّحُ بَعْدَ الْعِشَاءِ، حَتّٰى يَقُوْمَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ.

اور حضرت عبداللہ نے کہا: میں نے دیکھا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جلدی جانا ہوتا تو آپ مغرب کی اقامت کہلواتے' پھر اس کی تین رکعت پڑھتے' پھر سلام پھیر دیتے' پھر تھوڑی دیر ٹھہرتے حتیٰ کہ عشاء کی اقامت کہلواتے' پھر اس کی دو رکعت نماز پڑھتے' پھر سلام پھیر دیتے اور عشاء کے بعد نفل نہیں پڑھتے تھے حتیٰ کہ آدھی رات کو اٹھتے۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث:۱۰۹۱ میں گزر چکی ہے۔

٧ - بَابُ صَلٰوةِ التَّطَوُّعِ عَلَى الدَّوَابِّ، حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهٖ

سواری پر نفل نماز پڑھنا خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو

۱۰۹۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهٖ.

[اطراف الحدیث:۱۰۹۷-۱۱۰۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از حضرت عبد اللہ بن عامر از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سواری پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' اس کا منہ جس طرف بھی تھا۔

(صحیح مسلم:۷۰۱' الرقم المسلسل:۱۵۹۰' مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۵ طبع قدیم' مسند احمد:۱۵۶۷۳- ج ۲۴ ص ۴۴۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ' یہ ابن المدینی کے نام سے معروف ہیں (۲) عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ ابو محمد الشامی (۳) معمر بن راشد (۴) محمد بن مسلم الزہری (۵) حضرت عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بہت کم سنی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی (۶) ان کے والد حضرت عامر بن ربیعہ العنزی ہیں' یہ آل عمر بن الخطاب کے حلیف تھے' یہ مہاجرین اوّلین میں سے تھے اور بدر میں حاضر ہوئے تھے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۰۰-۱۹۹)

سفر اور حضر میں سواری پر نفل پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث میں ''راحلہ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اونٹنی' اور اس کا استعمال مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے ہوتا ہے' اس سے مراد وہ قوی اونٹ ہے جس پر سواری کی جا سکے اور جس پر بوجھ لادا جا سکے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کا منہ جس طرف بھی تھا' اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا منہ خواہ قبلہ کی طرف تھا یا کسی اور طرف۔

امام ترمذی نے کہا: اس حدیث پر عام اہل علم کا عمل ہے' ہمیں ان کے درمیان کسی اختلاف کا علم نہیں ہے' وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ وہ جب سواری پر نفل نماز پڑھیں تو خواہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو یا کسی اور طرف ہو۔

سفر میں سواری پر نماز پڑھنے کے مسئلہ میں تو فقہاء کا اجماع ہے اور حضر (شہر) میں سواری پر نماز پڑھنے میں اختلاف ہے' امام ابو یوسف' ابو سعید الاصطخری الشافعی' غیر مقلدین اور بعض دیگر شافعی علماء کہتے ہیں کہ حضر (شہر) میں بھی سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے' جب کہ سواری کا منہ قبلہ کی طرف ہو' امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے حضر (شہر) میں سواری پر نماز پڑھنے کو ناجائز کہا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۰۰ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٠٩٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي التَّطَوُّعَ وَهُوَ رَاكِبٌ فِيْ غَيْرِ الْقِبْلَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از محمد بن عبد الرحمان' انہوں نے کہا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفل پڑھتے تھے اور اس وقت آپ سوار ہوتے تھے اور قبلہ رخ نہیں ہوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری ۱۰۹۳' اور ۴۰۰ میں گزر چکی ہے۔

١٠٩٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَّافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ، وَيُوْتِرُ عَلَيْهَا، وَيُخْبِرُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع' انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے اور اسی پر وتر پڑھتے تھے اور وہ بتاتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

٨ - بَابُ الْاِيْمَاءِ عَلَى الدَّابَّةِ

سواری پر اشارے سے نماز پڑھنا

١٠٩٦ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُصَلِّيْ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ اَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ، يُوْمِئُ . وَذَكَرَ عَبْدُ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں سواری پر نماز پڑھتے تھے جس طرف بھی سواری مڑے وہ اشارہ کرتے تھے اور حضرت عبد اللہ نے ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

٩ - بَابٌ يَنْزِلُ لِلْمَكْتُوْبَةِ

فرض پڑھنے کے لیے سواری سے اترنا

١٠٩٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ اَنَّ عَامِرَ بْنَ رَبِيْعَةَ اَخْبَرَهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الرَّاحِلَةِ يُسَبِّحُ، يُوْمِئُ بِرَاْسِهٖ قِبَلَ اَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ، وَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ کہ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ سواری پر سر کے اشارہ سے نماز پڑھ رہے تھے' جس طرح بھی سواری کا رخ ہو' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرض نماز میں اس طرح نہیں کرتے

الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ. تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۹۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۹۸ - وَقَالَ اللَّیْثُ حَدَّثَنِیْ یُوْنُسُ' عَنِ ابْنِ شِھَابٍ قَالَ قَالَ سَالِمٌ کَانَ عَبْدُ اللّٰہِ یُصَلِّیْ عَلٰی دَابَّتِہٖ مِنَ اللَّیْلِ وَھُوَ مُسَافِرٌ' مَا یُبَالِیْ حَیْثُ مَا کَانَ وَجْھُہٗ . قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسَبِّحُ عَلَی الرَّاحِلَۃِ قِبَلَ اَیِّ وَجْہٍ تَوَجَّہَ' وَیُوْتِرُ عَلَیْھَا غَیْرَ اَنَّہٗ لَا یُصَلِّیْ عَلَیْھَا الْمَکْتُوْبَۃَ.

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا کہ سالم نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ رات کو سواری پر نماز پڑھتے تھے اور وہ اس وقت مسافر تھے اور وہ یہ پرواہ نہیں کرتے تھے کہ سواری کا کس طرف منہ ہے' اور حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سواری پر نفل پڑھتے تھے جس طرف بھی اس کا منہ ہو' اور اس پر وتر پڑھتے تھے' البتہ آپ اس پر فرض نہیں پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۹۹ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَۃَ قَالَ حَدَّثَنَا ھِشَامٌ' عَنْ یَحْیٰی' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ حَدَّثَنِیْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ' فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یُّصَلِّیَ الْمَکْتُوْبَۃَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از محمد بن عبدالرحمان بن ثوبان' انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مشرق کی طرف منہ کیے ہوئے سواری پر نماز پڑھ رہے تھے' پس جب آپ فرض پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اتر کر قبلہ کی طرف منہ کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۰ - بَابُ صَلٰوۃِ التَّطَوُّعِ عَلَی الْحِمَارِ نفل نماز دراز گوش پر پڑھنا

ہر چند کہ اس سے پہلے باب میں سواری پر نفل پڑھنے کی احادیث گزر چکی ہیں' لیکن امام بخاری نے چاہا کہ خصوصیت کے ساتھ دراز گوش (گدھے) پر سواری کے جواز کا حکم بیان کریں اور اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ گدھے کا پسینہ پاک ہوتا ہے کیونکہ اس پر سواری کرنے سے سوار کے جسم اور کپڑوں پر اس کا پسینہ لگتا ہے' اگر اس کا پسینہ ناپاک ہوتا تو اس پر سواری کرتے ہوئے نماز جائز نہ ہوتی۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ گدھے کا پسینہ مشکوک ہونا چاہیے' کیونکہ ہر جانور کے پسینہ کو اس کے گوشت پر قیاس کیا جاتا ہے لیکن چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس پر سواری کی ہے' اس لیے خلافِ قیاس اس کے پسینہ کو پاک قرار دیا گیا ہے۔

۱۱۰۰ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَبَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا ھَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ ابْنُ سِیْرِیْنَ قَالَ اِسْتَقْبَلْنَا اَنَسًا حِیْنَ قَدِمَ مِنَ الشَّامِ' فَلَقِیْنَاہُ بِعَیْنِ التَّمْرِ' فَرَاَیْتُہٗ یُصَلِّیْ عَلٰی حِمَارٍ وَوَجْھُہٗ مِنْ ذَا الْجَانِبِ یَعْنِیْ عَنْ یَّسَارِ الْقِبْلَۃِ فَقُلْتُ رَاَیْتُکَ تُصَلِّیْ لِغَیْرِ الْقِبْلَۃِ ؟ فَقَالَ لَوْ لَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن سیرین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: جب حضرت انس رضی اللہ عنہ شام سے آئے تو ہم نے ان کا استقبال کیا' ہم ان سے عین التمر کے مقام پر ملے' پس میں نے ان کو دیکھا وہ گدھے پر نماز

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ لَمْ اَفْعَلْهُ . رَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ، عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

(صحیح مسلم:۷۰۲، الرقم المسلسل:۱۵۹۱)

پڑھ رہے تھے اور ان کا منہ اس طرف تھا یعنی قبلہ کی بائیں طرف تھا، میں نے ان سے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہے ہیں، انہوں نے کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں نماز نہ پڑھتا۔ ابن طہمان نے اس حدیث کو از حجاج از انس بن سیرین از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن سعید بن صخر بن سلیمان بن سعید بن قیس بن عبد اللہ ابو جعفر الدارمی المروزی، یہ ۲۴۳ھ میں نیشاپور میں فوت ہو گئے تھے (۲) حبان ابو حبیب بن ہلال الباہلی (۳) ہمام بن یحییٰ العوادی (۴) حضرت انس بن سیرین، یہ محمد بن سیرین کے بھائی ہیں (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۰۶۔۲۰۵)

گدھے پر نفل پڑھنے کے جواز میں فقہاء کا اجماع

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

گدھے، خچر، اونٹ اور کسی بھی سواری پر نفل پڑھنے کے جواز میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے، خواہ کم سفر ہو یا زیادہ سفر ہو، امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ انہوں نے شہر میں سواری پر اشارے سے نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے گدھے پر مدینہ کی گلیوں میں اشارے سے نماز پڑھی ہے اور تمام فقہاء نے اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۹۴۔۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

* یہ حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۵۱۱۔ ج ۲ ص ۳۹۴ پر مذکور ہے، وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۱ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَتَطَوَّعْ فِي السَّفَرِ دُبُرَ الصَّلٰوةِ وَقَبْلَهَا

جو سفر میں نماز سے پہلے اور نماز کے بعد کی سنتیں نہ پڑھے

۱۱۰۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَنَّ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ حَدَّثَهُ قَالَ سَافَرَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ صَحِبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ اَرَهُ يُسَبِّحُ فِي السَّفَرِ، وَقَالَ اللّٰهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱). [طرف الحدیث: ۱۱۰۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمر بن محمد نے حدیث بیان کی کہ حفص بن عاصم نے ان کو حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سفر کیا، انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مصاحبت کی ہے، میں نے آپ کو سفر میں نفل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور اللہ جل ذکرہ نے فرمایا ہے: تحقیق یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱)

(صحیح مسلم: ۶۸۹، الرقم المسلسل: ۱۵۵۱، سنن ابو داؤد: ۱۲۲۳، سنن ترمذی: ۵۴۴، سنن نسائی: ۱۴۵۷، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۱، مصنف ابن ابی شیبہ

ج۱ص ۳۸۰' مصنف عبد الرزاق: ۴۴۴۳' مسند ابو یعلیٰ: ۵۷۷۸' سنن بیہقی ج ۳ص ۱۵۸' شرح السنۃ: ۱۰۳۲' صحیح ابن خزیمہ : ۷۹۴' مسند احمد ج ۲ص ۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۷۶۱۔ ج ۸ص ۳۷۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن سلیمان بن یحییٰ ابو سعید الجعفی الکوفی' ان کی رہائش مصر میں تھی' اور یہ وہیں ۲۳۸ھ میں فوت ہو گئے (۲) عبداللہ بن وہب (۳) عمر بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب العسقلانی' یہ ثقہ اور جلیل تھے' ۱۴۵ھ کے بعد فوت ہوئے تھے (۴) حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب (۵) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۰۸)

سفر میں سنتیں پڑھنے کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول اور فعل کے تعارض کا جواب

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول مذکور ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد نفل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں اپنی سواری پر اشارے سے نماز پڑھتے تھے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو اور وہ خود بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۹۶۔۹۹۹) اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں زمین پر فرض سے پہلے اور فرض کے بعد نفل نہیں پڑھتے تھے اور اس حدیث میں سواری پر نفل پڑھنے کا ذکر ہے' لہٰذا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول اور فعل میں تعارض نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر کے علاوہ علی بن الحسین' سعید بن المسیب' سعید بن جبیر بھی فرض نماز سے پہلے اور بعد سفر میں سنتیں نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت ابن عمر نے جو کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد نفل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' یہ ان صحابہ کے خلاف حجت نہیں ہے جنہوں نے آپ کو فرض سے پہلے اور بعد نفل پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کیونکہ جو کسی چیز کی نفی کرے وہ دیکھنے والا نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ آپ نے سفر میں فرض کے ساتھ نفل پڑھے ہیں اور عامۃ العلماء کا یہی قول ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں نفل پڑھنے کو اس لیے ترک کر دیا ہو جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے تاکہ آپ امت کو یہ تعلیم دیں کہ سفر میں ان کو اختیار ہے خواہ وہ سفر میں سنن مؤکدہ پڑھیں یا نہ پڑھیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ص ۹۵۔ ۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

سفر میں سنتیں پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اہل علم کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ سفر میں نفل پڑھنے چاہئیں' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے' جو سفر میں نفل نہیں پڑھتے تھے' وہ رخصت کو قبول کرتے تھے اور جو نفل پڑھتے تھے ان کے لیے زیادہ فضیلت ہے اور اکثر اہل علم سفر میں نفل پڑھنے کو اختیار کرتے تھے۔

علامہ سرخسی اور علامہ المرغینانی نے کہا ہے کہ سفر میں نفل کو ترک کرنے کی رخصت ہے اور نفل پڑھنے میں فضیلت ہے' علامہ الہندوانی نے کہا ہے کہ جب سواری سے اتر جائے تو نفل پڑھنا افضل ہے اور جب سواری پر سوار ہو تو نفل کو ترک کرنے کی رخصت ہے' ہشام نے کہا: میں نے امام محمد کو دیکھا وہ اکثر سفر میں ظہر سے پہلے اور ظہر کے بعد کی سنتوں کو نہیں پڑھتے تھے اور صبح کی اور مغرب

کی سنتوں کو ترک نہیں کرتے تھے اور میں نے ان کو سفر میں عصر اور عشاء سے پہلے کی سنتوں کو پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' وہ عشاء پڑھتے تھے' پھر وتر پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٠٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٤٧٧۔ ج ٢ ص ٣٧٦ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: سنن کا حکم۔ یہ دو سطروں کی شرح ہے ص ٣٨٣ پر۔

١١٠٢ - **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ عِيْسَى بْنِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَكَانَ لَا يَزِيْدُ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ وَاَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَعُثْمَانَ كَذٰلِكَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عیسیٰ بن حفص بن عاصم' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت کی ہے' آپ سفر میں دو رکعت (فرض) سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے' اسی طرح حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث کا مطالعہ کریں۔

١٢ - بَابُ مَنْ تَطَوَّعَ فِي السَّفَرِ' فِيْ غَيْرِ دُبُرِ الصَّلَوَاتِ وَقَبْلَهَا

جس نے فرض سے پہلے اور بعد کے علاوہ سفر میں نفل پڑھے

وَرَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فِي السَّفَرِ.

اور نبی ﷺ نے سفر میں فجر کی دو رکعت (سنت) پڑھیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کے سفر میں تھے' صحابہ نماز فجر تک سوتے رہے' پس ان کو سورج کی گرمی نے بیدار کیا' وہ تھوڑی دیر اٹھے حتیٰ کہ سورج مستقل ہو گیا' پھر آپ نے مؤذن کو حکم دیا تو اس نے اذان دی' پس آپ نے نماز فجر سے پہلے دو رکعت (سنت فجر) پڑھیں' پھر آپ نے اقامت کہلوائی' پھر نمازِ فجر پڑھائی۔ (سنن ابوداؤد: ٤٤٣)

دوسری حدیث میں ہے:

پس رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا: اس جگہ سے دور چلو' پھر آپ نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا' پس انہوں نے اذان دی' پھر سب نے وضوء کیا اور دو رکعت (سنت) فجر پڑھی' پھر آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا تو انہوں نے نماز کی اقامت کہی' پس آپ نے ان کو صبح کی نماز پڑھائی۔ (سنن ابوداؤد: ٤٤٤)

ان دونوں حدیثوں میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے سفر میں نمازِ فجر کی سنتیں پڑھیں۔

١١٠٣ - **حَدَّثَنَا** حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ عَمْرٍو' عَنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ مَا اَنْبَاَ اَحَدٌ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الضُّحٰى غَيْرُ اُمِّ هَانِيءٍ' ذَكَرَتْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از ابن ابی لیلیٰ' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں کسی نے یہ خبر نہیں دی کہ اس نے نبی ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے' ماسوا

فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِي بَيْتِهَا، فَصَلَّى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، فَمَا رَأَيْتُهُ صَلَّى صَلٰوةً اَخَفَّ مِنْهَا، غَيْرَ اَنَّهٗ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ. [اطراف الحدیث:۱۱۷۶-۴۲۹۲]

حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا کے انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں غسل کیا' پھر آٹھ رکعات پڑھیں' پس میں نے آپ کو اس سے خفیف نماز پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا' البتہ آپ رکوع اور سجود پورا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم:۳۳۶'الرقم المسلسل:۸۷۴ 'سنن ترمذی:۴۷۴'سنن نسائی:۲۲۴'سنن کبریٰ:۲۲۹'سنن ابن ماجہ:۴۶۵'صحیح ابن خزیمہ:۱۲۳۳' مسند ابوداؤد الطیالسی:۱۶۲۰'سنن دارمی:۱۴۵۲'المعجم الکبیر:۱۰۶۶-ج ۲۰'سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۸'شرح السنہ:۱۰۰۰'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۴۰۹' مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۲ طبع قدیم'مسند احمد:۲۶۹۰۰-ج ۴۴ ص ۴۷۲'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد سنتیں پڑھنے کے ثبوت میں احادیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اٹھارہ سفر کیے ہیں اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے ظہر سے پہلے کی دو رکعت سنت کبھی چھوڑی ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن جو آٹھ رکعات چاشت کی نماز پڑھی' یہ بھی آپ نے سفر کے موقع پر زمین پر پڑھی اور سواری پر نہیں پڑھی' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ سفر میں زمین پر نماز پڑھنی بھی جائز ہے۔

بے شک آپ نے سفر میں زمین پر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے' اسی طرح آپ نے سفر میں دو رکعت سنت فجر پڑھی ہے' اور آپ نے سواری پر دن اور رات میں نوافل پڑھے ہیں' اور یہ بھی سفر میں زمین پر نفل پڑھنے کی دلیل ہے کیونکہ جب سواری پر نفل پڑھنے جائز ہیں تو زمین پر نفل پڑھنا بہ طریق اولیٰ جائز ہوں گے' اور حضرت ابن عمر کا قول اس کے خلاف ہے اور الحسن البصری نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سفر کرتے تھے اور فرض سے پہلے اور بعد نفل پڑھتے تھے اور یہ علماء کی ایک جماعت کا قول ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا کہ حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابن عباس' حضرت جابر' حضرت ابن مسعود' حضرت انس اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم اور بہ کثرت تابعین سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد نوافل پڑھتے تھے اور یہ امام مالک' فقہاء احناف' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے' کیونکہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد زمین پر نوافل پڑھتے تھے۔

ابن ابی لیلیٰ نے جو یہ کہا ہے کہ حضرت ام ہانی ء کے علاوہ اور کسی نے یہ روایت نہیں کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاشت کی نماز پڑھی ہے' یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہما نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت کی ہے' ان میں سے ایک چاشت کی نماز ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۹۸-۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ ابن ابی لیلیٰ کے قول کے خلاف درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حرہ بنو معاویہ کی طرف نکلا' آپ نے آٹھ رکعات چاشت کی نماز پڑھی اور ان میں طویل قیام کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۷۹۰۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۷۸۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاشت کی دو رکعت پڑھنے کی وصیت کی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۹۰۱، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

١١٠٤ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرٍ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى السُّبْحَةَ بِاللَّيْلِ فِي السَّفَرِ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ.

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن عامر نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت سواری کی پشت پر نفل پڑھ رہے تھے، سواری کا منہ جس طرف بھی ہو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۰۹۳ میں گزر چکی ہے۔

١١٠٥ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَبِّحُ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ، يُومِئُ بِرَأْسِهِ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری کی پشت پر نفل پڑھتے تھے، جس طرف بھی سواری کا رخ ہو اور سر سے اشارہ کرتے تھے، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

١٣ - بَابُ الْجَمْعِ فِي السَّفَرِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ

سفر میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنا

١١٠٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا از سالم از والد خود انہوں نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جلد جانا ہوتا تو آپ مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۰۹۱ میں گزر چکی ہے۔

١١٠٧ - وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنِ الْحُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ إِذَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ سَيْرٍ، وَيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

اور ابراہیم بن طہمان نے کہا از الحسین المعلم از یحییٰ بن ابی کثیر از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سفر کرتے تو ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع کرتے اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرتے۔

١١٠٨ - وَعَنْ حُسَيْنٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ،

اور از حسین از یحییٰ بن ابی کثیر از حفص بن عبید اللہ بن انس

عَنْ حَفْصِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فِي السَّفَرِ. وَتَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ وَحَرْبٌ عَنْ يَحْيٰى، عَنْ حَفْصٍ، عَنْ اَنَسٍ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

از انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب اور عشاء کی نمازوں کو سفر میں جمع کرتے تھے۔ حسین کی متابعت علی بن المبارک اور حرب نے کی ہے از یحییٰ از حفص از حضرت انس کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازوں کو جمع کیا۔

(جامع المسانید لابن جوزی: ۲۸۲' المسند الطحاوی: ۲۸۲)

ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی طرف سے حافظ ابن حجر کے دلائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے نمازوں کو جمع کرنے کے متعلق یہ تین حدیثیں ذکر کی ہیں' ان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اس قید کے ساتھ مقید ہے کہ جب آپ کو کہیں جلدی جانا ہوتا تو آپ دو نمازوں کو جمع کر لیتے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث اس قید کے ساتھ مقید ہے کہ جب آپ سواری پر سوار ہوتے تو دو نمازوں کو جمع کر لیتے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مطلق ہے' اس میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے ساتھ کوئی قید نہیں ہے' امام بخاری نے اس باب کا عنوان مطلق رکھا ہے کیونکہ مقید مطلق کے افراد میں سے ہے' اور گویا کہ امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے' خواہ وہ سواری پر سفر کر رہا ہو یا نہیں' اور خواہ اس کو کسی کام کی جلدی ہو یا نہیں' اور اس مسئلہ میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے' اکثر صحابہ وتابعین اور فقہاء میں سے امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور اشہب نے یہ کہا ہے کہ سفر میں مطلقاً نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے اور بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ عرفہ اور مزدلفہ کے سوا دو نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے' الحسن البصری' النخعی' امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین کا یہی قول ہے' علامہ نووی نے لکھا ہے کہ صاحبین نے اپنے استاذ کی مخالفت کی ہے اور علامہ سروجی نے شرح الہدایہ میں ان کا رد کیا ہے اور وہی اپنے مذہب کے زیادہ جاننے والے ہیں۔ عرفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنے کی بحث کتاب الحج میں آئے گی' ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جن احادیث میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا ذکر ہے' ان کا فقہاء احناف نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ جمع صوری پر محمول ہیں اور وہ یہ ہے کہ مثلاً مغرب کو اس کے آخری وقت میں پڑھا جائے اور عشاء کو اس کے اوّل وقت میں پڑھا جائے' علامہ خطابی نے اس پر یہ تعاقب کیا ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا رخصت ہے' اگر ایسا ہی ہو جیسے انہوں نے ذکر کیا ہے تو پھر اس میں ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی بہ نسبت زیادہ تنگی ہو گی' کیونکہ نماز کے اوقات کے اوّل اور آخر کو اکثر خواص بھی نہیں جانتے چہ جائے کہ عام لوگ۔ (معالم السنن ج ۱ ص ۲۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس پر دلیل کہ دو نمازوں کو جمع کرنا رخصت ہے' وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے کہ آپ نے یہ ارادہ کیا کہ آپ کی امت حرج میں مبتلا نہ ہو۔ (صحیح مسلم' الرقم المسلسل: ۱۶۰۰) نیز احادیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کیا ہے جیسا کہ اس کے متصل باب میں حدیث آ رہی ہے' اور جمع کے لفظ سے ذہن میں یہی معنی متبادر ہوتا ہے' اور جمع صوری پر جمع تقدیم سے نقض وارد ہوتا ہے' جس کا ذکر ایک باب کے بعد آ رہا ہے اور لیث نے کہا ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا اس کے ساتھ خاص ہے جس کو اپنی مہم پر جلدی روانہ ہونا ہو اور امام مالک کا مشہور قول بھی یہی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا مسافر کے ساتھ خاص ہے' مقیم کے ساتھ خاص نہیں ہے اور یہ ابن حبیب کا قول ہے اور اوزاعی نے کہا ہے کہ یہ اس کے ساتھ خاص ہے جس کا کوئی عذر حکمی ہو اور ایک قول یہ ہے کہ جمع تاخیر جائز ہے اور جمع تقدیم جائز نہیں ہے اور یہ قول امام مالک اور امام احمد سے مروی ہے اور ابن

حزم کا بھی یہی مختار ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۶۰۵-۶۰۴ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کے دلائل کے مصنف کی طرف سے جوابات

یہ درست ہے کہ دونمازوں کو جمع کرنا رخصت ہے لیکن ہم اس جمع کو جمع صوری پر محمول کرتے ہیں کیونکہ دونمازوں کو جمع کرنے کی تمام احادیث اخبار آحاد ہیں اور قرآن مجید کی نصوصِ قطعیہ سے یہ ثابت ہے کہ ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھا جائے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حَافِظُوۡا عَلَى الصَّلَوٰتِ. (البقرہ:۲۳۸) تمام نمازوں کی حفاظت کرو۔

یعنی ہر نماز کو اس کے وقت میں ادا کرو' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتۡ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ كِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا۝(البقرہ:۲۳۸) بے شک مؤمنوں پر نماز کو اس کے وقت میں فرض کیا گیا ہے۝

اگر دونمازوں کو ایک نماز کے وقت میں پڑھا جائے تو نماز اپنے وقت میں ادا نہیں ہوگی اور یہ ان آیاتِ قطعیہ کے خلاف ہے' اس لیے ہم ان احادیث کو جمع صوری پر محمول کرتے ہیں کہ مثلاً ظہر کو اس کے آخری وقت میں پڑھا جائے اور عصر کو اس کے اوّل وقت میں پڑھا جائے' اس طرح ان احادیث پر بھی عمل ہو جائے گا اور قرآن مجید کی کسی آیت کی مخالفت بھی لازم نہیں آئے گی' نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے بھی یہی ثابت ہے کہ ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں نہ پڑھا جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی نماز کو اس کے وقت کے علاوہ پڑھا ہو' سوا دونمازوں کے' آپ نے مغرب اور عشاء کو جمع کیا اور فجر کی نماز کو اس کے وقت سے پہلے پڑھا۔

(صحیح البخاری: ۱۶۸۲' صحیح مسلم: ۱۲۸۹)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سنو! نیند میں تقصیر نہیں ہے۔ تقصیر صرف اس شخص کی ہے جس نے نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آ گیا۔ الحدیث (صحیح مسلم: ۶۸۱' سنن ابوداؤد: ۴۴۳' سنن ابن ماجہ: ۶۹۸' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۷۶' صحیح ابن خزیمہ: ۹۸۹' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۸۶' کنز العمال: ۲۰۱۴۹)

سو جس نے دونمازوں کو ایک نماز کے وقت میں جمع کیا تو اس پر ان دونوں حدیثوں کی مخالفت لازم آئے گی۔

علامہ خطابی نے جو یہ کہا ہے کہ نماز کے اوّل وقت اور آخر وقت کا علم تو خواص کو بھی نہیں ہوتا' چہ جائے کہ عوام کو' سو یہ بداہۃً باطل ہے کیونکہ نماز دین کا ستون ہے اور اہم ارکانِ اسلام میں سے ہے' پس کامل مسلمان سے یہ کیسے متصور ہوگا کہ اس کو نماز کے اوّل اور آخر وقت کا علم نہ ہو' اور جس کو نماز کے اوّل اور آخر وقت کا علم نہ ہو' ہو سکتا ہے کہ وہ نماز کو وقت سے پہلے پڑھ لے یا وقت نکلنے کے بعد پڑھے' اور نماز کی حفاظت وہی شخص کر سکتا ہے جس کو نماز کے اوّل اور آخر وقت کا علم ہو اور اللہ نے ہر شخص کو نماز کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے' سو علامہ خطابی نے یہ بہت نادانی کی بات کی ہے' اور حیرت ہے کہ علامہ ابن حجر نے اس باطل قول کو بڑے طمطراق سے پیش کیا ہے۔

ایک وقت میں دونمازوں کو جمع کرنے کے ردّ میں اور جمع صوری کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کے خلاف قوی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر اور عصر جمع کر کے پڑھی اور مغرب اور عشاء جمع کر کے پڑھی' بغیر خوف کے اور بغیر سفر کے۔ (صحیح مسلم: ۷۰۵' الرقم المسلسل: ۱۵۹۹' سنن ابوداؤد: ۱۲۱۰' سنن نسائی: ۶۰۱)

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا بغیر خوف اور بغیر سفر کے ابوالزبیر نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا: آپ نے کس وجہ سے ایسا کیا تھا؟ حضرت ابن عباس نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا' حضرت ابن عباس نے کہا: آپ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ کی امت حرج میں مبتلا نہ ہو۔

(صحیح مسلم: ۷۰۵' الرقم المسلسل: ۱۶۰۰' سنن ابوداؤد: ۱۲۱۱' سنن ترمذی: ۱۸۷' سنن نسائی: ۶۰۱' مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۳)

سنن ترمذی میں ہے: بغیر سفر اور بغیر بارش کے دو نمازوں کو جمع کیا۔

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کو جمع صوری پر محمول کرنا واجب ہے ورنہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے کہ بغیر سفر کے اور بغیر کسی خوف کے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھا جائے اور یہ فقہاء احناف کی بہت قوی دلیل ہے۔

علامہ نووی نے اس حدیث کی ایک یہ تاویل کی کہ آپ نے بارش کی وجہ سے ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کیا' پھر اس تاویل کو خود یہ کہہ کر رد کر دیا کہ سنن ترمذی میں ہے: آپ نے بغیر بارش کے دو نمازوں کو جمع کیا۔

دوسری تاویل یہ کی: مطلع اَبر آلود تھا اور آپ نے ظہر کے وقت میں عصر پڑھ لی تھی' اس کا بعد میں پتا چلا تھا' لیکن اس تاویل کو بھی انہوں نے رد کر دیا کہ یہ بات ظہر اور عصر میں تو چل سکتی ہے مغرب اور عشاء میں نہیں۔

تیسری تاویل یہ کی ہے کہ آپ نے پہلی نماز آخری وقت میں پڑھی' جب نماز سے فارغ ہوئے تو پتا چلا کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو چکا تھا' اس کو بھی انہوں نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ تاویل خلاف ظاہر ہے اور باطل ہے۔

چوتھی تاویل جس پر ان کا اعتماد ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے بیماری کے عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کیا۔

(صحیح مسلم بشرح نووی ج ۳ ص ۲۱۵۰-۲۱۴۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ نووی کی یہ تاویل بھی باطل ہے کیونکہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: آپ نے بغیر سفر کے اور بغیر خوف کے دو نمازوں کو جمع کیا' اگر آپ نے بیماری کی وجہ سے دو نمازوں کو جمع کیا تھا تو وہ مرض بڑھنے کے خوف میں داخل ہے حالانکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرما رہے ہیں: آپ نے بغیر خوف کے ظہر اور عصر' اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا' نیز آپ کی بیماری کے ایام معروف ہیں اور ان ایام میں آپ کے نماز پڑھنے کی تفصیل کا احادیث میں ذکر ہے اور کسی حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے بیماری کی وجہ سے ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا' علاوہ ازیں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا بہر حال قرآن مجید کی نصوص قطعیہ کے خلاف ہے تو پھر کیا ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کو قرآن مجید کی مخالفت پر محمول کیا جائے اور یہ کیوں نہ کہا جائے کہ آپ نے ظہر کو آخری وقت میں اور عصر کو اوّل وقت میں پڑھا اور مغرب کو آخری وقت میں اور عشاء کو اوّل وقت میں پڑھا اور دو نمازوں کو صورۃً جمع کیا تاکہ بیماری کے ایام میں امت حرج میں مبتلا نہ ہو اور شہر میں دو نمازوں کو ایک ہی وقت میں صورۃً جمع کر کے پڑھ لے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک نماز کے وقت دو نمازوں کو جمع کرنے کے ثبوت میں اس کے متصل باب کا ذکر کیا ہے' سو ہم اس باب کی حدیث کی شرح میں اس پر ان شاء اللہ گفتگو کریں گے۔

١٤ - بَابٌ هَلْ يُؤَذِّنُ اَوْ يُقِيْمُ اِذَا جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ

جب مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرے تو پہلے اذان دے یا اقامت کہے؟

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب مسافر مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرے گا تو آیا وہ اذان دے گا یا نہیں؟ یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس باب کے تحت امام بخاری نے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ذکر کی ہے اس میں اذان کا ذکر نہیں ہے اور نہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اذان کا ذکر ہے اور نہ اقامت کا ذکر ہے۔

اس کے جواب میں علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں: شاید کہ راوی اذان اور اقامت کے ترک کے ذکر کے درپے نہیں ہوا اور اس نے دونوں نمازوں کا مطلقاً ذکر کیا اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ دونوں نمازیں اپنے ارکان شرائط اور سنن کے ساتھ مراد ہیں اور اقامت اور اذان نماز کی سنتوں میں سے ہیں۔ (شرح الکرمانی ج۶ ص۱۷۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ)

۱۱۰۹ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي سَالِمٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِذَا اَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ، حَتّٰى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ الْعِشَاءِ. قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَفْعَلُهُ اِذَا اَعْجَلَهُ السَّيْرُ، وَيُقِيْمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيْهَا ثَلَاثًا، ثُمَّ يُسَلِّمُ، ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتّٰى يُقِيْمَ الْعِشَاءَ، فَيُصَلِّيْهَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يُسَلِّمُ، وَلَا يُسَبِّحُ بَيْنَهَا بِرَكْعَةٍ، وَلَا بَعْدَ الْعِشَاءِ بِسَجْدَةٍ، حَتّٰى يَقُوْمَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روانہ ہونے میں جلدی ہوتی تو آپ مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیتے حتیٰ کہ مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرتے سالم نے کہا: اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے جب ان کو روانہ ہونے میں جلدی ہوتی تو وہ مغرب کی اقامت کہتے پھر اس کی تین رکعت پڑھتے پھر سلام پھیرتے پھر تھوڑی دیر ٹھہرتے حتیٰ کہ عشاء کی اقامت کہتے پس اس کی دو رکعت پڑھتے پھر سلام پھیر دیتے پھر ان کے درمیان ایک رکعت بھی نفل نہیں پڑھتے تھے اور نہ عشاء کے بعد کوئی سجدہ کرتے حتیٰ کہ آدھی رات کو قیام کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۹۱ میں گزر چکی ہے۔ مزید شرح درج ذیل ہے۔

ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے پر فقہاء شافعیہ کا استدلال اور اس کا جواب

اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ مغرب کی نماز کو کتنی دیر مؤخر کرتے تھے لیکن صحیح مسلم میں اس کا بیان ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو جب روانگی میں جلدی ہوتی تو وہ شفق کے غائب ہونے کے بعد مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرتے اور وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب روانگی میں جلدی ہوتی تو آپ مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۷۰۳ الرقم المسلسل: ۱۵۹۲)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فقہاء احناف کی تاویل کا ابطال ہے کہ جمع سے مراد یہ ہے کہ پہلی نماز کو آخری وقت میں پڑھنا اور دوسری نماز کو اوّل وقت میں پڑھنا (الیٰ قولہ) کیونکہ اس میں یہ تصریح ہے کہ آپ پہلی نماز کے وقت میں دونوں نمازوں کو جمع کرتے تھے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۲۱۴۴ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان لوگوں کے خلاف حجت ہے جو دو نمازوں کے جمع کرنے کو جمع صوری پر محمول کرتے ہیں۔

(فتح الباری ج ٢ ص ٦٠٦' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ نووی شافعی اور علامہ عسقلانی شافعی دونوں کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مغرب پڑھ کر تھوڑی دیر ٹھہرتے اور شفق کے غائب ہونے کے بعد عشاء کی نماز پڑھ لیتے تھے' ہم کہتے ہیں کہ شفق کا معنی سرخی بھی ہے اور سفیدی بھی ہے اور سرخی جلد غائب ہوتی ہے اور سفیدی دیر سے غائب ہوتی ہے' ہوسکتا ہے کہ یہاں شفق کی سرخی مراد ہو' اور آپ نے شفق کی سرخی غائب ہونے کے بعد عشاء کی نماز پڑھی ہو' تاہم چونکہ قرآن مجید میں ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے' اس لیے اگر اس پر اصرار کیا جائے کہ آپ نے عشاء کا وقت شروع ہونے سے پہلے عشاء کی نماز پڑھی تھی تو ہم صریح قرآن کے مخالف ہونے کی وجہ سے اس حدیث کو ترک کر دیں گے' جب کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہے کہ آپ نے دو نمازوں کے سوا کوئی نماز دوسری نماز کے وقت میں نہیں پڑھی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تقصیر اس شخص کی ہے جس نے نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آ گیا۔

١١١٠ - **حَدَّثَنَا** إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا حَرْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ هَاتَيْنِ الصَّلٰوتَيْنِ فِي السَّفَرِ' يَعْنِي الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حفص بن عبید اللہ بن انس نے حدیث بیان کی کہ ان کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں ان دو نمازوں کو جمع کرتے تھے یعنی مغرب اور عشاء کو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٠٨ میں گزر چکی ہے۔

١٥ - بَابُ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ اِلَى الْعَصْرِ' اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ

جب زوال سے پہلے سفر کرے تو نمازِ ظہر کو نمازِ عصر تک مؤخر کرے

فِيْهِ ابْنُ عَبَّاسٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کے ثبوت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نبی ﷺ سے روایت ہے۔

١١١١ - **حَدَّثَنَا** حَسَّانُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ' عَنْ عُقَيْلٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ' اَخَّرَ الظُّهْرَ اِلٰى وَقْتِ الْعَصْرِ' ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا' وَاِذَا زَاغَتْ' صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

[طرف الحدیث: ١١١٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسان الواسطی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المفضل بن فضالہ نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ زوالِ آفتاب سے پہلے روانہ ہوتے تو ظہر کی نماز کو عصر کے وقت تک مؤخر کرتے' پھر ان دونوں کو جمع کرتے' اور جب سورج زائل ہوجاتا تو ظہر کی نماز پڑھتے' پھر سوار ہوتے۔

(صحیح مسلم: ٧٠٤' الرقم المسلسل: ١٥٩٦' سنن ابوداؤد: ١٢١٨' سنن نسائی: ٥٨٦' سنن دارقطنی ج ١ ص ٣٩٠' مسند احمد ج ٣ ص ١٦٥ طبع قدیم' مسند

احمد: ۱۳۷۹۹۔ ج ۲۱ ص ۳۱۲ موسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ۱۹۷ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ مسند الطحاوی: ۱۲۸۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حسان بن عبد اللہ بن سہل الکندی المصری یہ ۲۲۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) المفضل بن الفضالہ ابو معاویہ القتبانی یہ مصر کے قاضی تھے اور مجاب الدعوۃ تھے یہ ۱۸۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عقیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۲۴)

دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنے والوں کے نزدیک اس کی تفصیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جو فقہاء ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کے جمع کرنے کو جائز کہتے ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو شخص ظہر کی نماز کے وقت میں کسی جگہ ٹھہرا اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ عصر کی نماز کو ظہر کے ساتھ ملا کر دو نمازوں کو جمع کرے اور جب وہ سفر کر رہا ہو تو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ ظہر کی نماز کو مؤخر کر کے ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھے جب اس کو اپنے ٹھہرنے پر اعتماد ہو اور عصر کا وقت باقی ہو اور جب وہ ان دونوں نمازوں کے وقت میں سفر کر رہا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ وہ جس نماز کو چاہے مقدم یا مؤخر کر کے دو نمازوں کو جمع کرے لیکن افضل یہ ہے کہ پہلی نماز کو دوسری نماز کے ساتھ ملائے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جمع کرنے کے وقت میں اختلاف ہے اگر چاہے تو پہلی نماز کے وقت میں دونوں کو جمع کرے اور اگر چاہے تو دوسری نماز کے وقت میں دونوں کو جمع کرے یہ جمہور کا قول ہے پھر انہوں نے امام ابوحنیفہ کے قول کو نقل کر کے کہا: یہ قول احادیث اور آثار کے خلاف ہے حالانکہ امام ابوحنیفہ کا قول احادیث اور آثار کے خلاف نہیں ہے بلکہ ائمہ ثلاثہ کا قول قرآن مجید کی آیات احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کے خلاف ہے جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں امام اعظم ابوحنیفہ نے قرآن مجید سنت آثار صحابہ اور قیاس سے استدلال کیا ہے اور جن احادیث اور آثار میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا ذکر ہے ان کو جمع صوری پر محمول کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۲۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

١٦ - بَابٌ إِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ مَا زَاغَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ

١١١٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

جب مسافر زوالِ آفتاب کے بعد روانہ ہو تو ظہر کی نماز پڑھے پھر سوار ہو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں المفضل بن فضالہ نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوالِ آفتاب سے پہلے روانہ ہوتے تو ظہر کی نماز کو عصر کی نماز کے وقت تک مؤخر کر دیتے پھر سواری سے اتر کر دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے اور اگر آپ کے روانہ ہونے سے پہلے سورج زائل ہو جاتا تو ظہر کی نماز پڑھتے پھر سوار ہوتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۱۱' میں گزر چکی ہے۔

ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے کی روایت پر بحث ونظر

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ نبی ﷺ دوسری نماز کے وقت میں دونوں نمازوں کو جمع کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۶۰۷)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: اس حدیث کا یہ تقاضا نہیں ہے بلکہ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جب آپ زوال آفتاب کے بعد روانہ ہوتے تو آپ دونوں نمازوں کو جمع نہیں کرتے تھے بلکہ ظہر کو اپنے وقت میں پڑھتے' پھر سوار ہوتے اور عصر کو ظہر کی نماز کے بعد متصل نہیں پڑھتے تھے بلکہ عصر کی نماز کو ظہر کی نماز کے بعد اپنے وقت میں پڑھتے تھے' کیونکہ اصول کا تقاضا اسی طرح ہے' اسی وجہ سے امام ابوداؤد نے یہ کہا ہے کہ نماز کو وقت سے پہلے پڑھنے کے متعلق کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام اسحاق بن راھویہ نے حضرت انس سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی ﷺ جب سفر میں ہوتے اور سورج زائل ہو جاتا تو آپ ظہر اور عصر دونوں نمازوں کو ایک ساتھ پڑھتے' پھر روانہ ہوتے اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے اسحاق کو منکر قرار دیا ہے۔ اسماعیلی نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اسحاق شبابہ سے اس حدیث کی روایت میں متفرد ہے اور شبابہ لوگوں کو ارجاء کی طرف دعوت دیتا تھا اور امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ شبابہ مرجئی تھا' اس لیے دو نمازوں کو جمع کرنے کی یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۲۶' دارالکتب العربیہ' ۱۴۲۱ھ)

۱۷ - بَابُ صَلٰوةِ الْقَاعِدِ — بیٹھ کر نماز پڑھنا

امام بخاری نے اس عنوان کو عموم کے ساتھ ذکر کیا ہے' خواہ نفل بیٹھ کر پڑھے یا فرض' اور عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھے یا بغیر عذر کے اور بیٹھ کر نماز پڑھنے والا خواہ امام ہو یا مقتدی ہو۔

۱۱۱۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهٖ وَهُوَ شَاكٍ فَصَلّٰى جَالِسًا' وَصَلّٰى وَرَاءَهٗ قَوْمٌ قِيَامًا' فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ اَنِ اجْلِسُوْا' فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ' فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا' وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از امام مالک از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر میں نماز پڑھی' اس وقت آپ بیمار تھے' سو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو آپ نے ان کو اشارے سے فرمایا کہ بیٹھ جائیں' پھر جب آپ ان کی طرف مڑے تو فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ رکوع کرے تو رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو رکوع سے سر اٹھاؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۸ میں گزر چکی ہے۔

جس بیماری کی وجہ سے نبی ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی' اس بیماری کا سبب اور اس کی کیفیت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں گھوڑے پر سوار ہوئے' اس نے آپ کو کھجور کے درخت کے

تنے پر گرا دیا' اس سے آپ کے پیر کی ہڈی اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۶۔۳۲۵' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۰' سنن ابوداؤد: ۶۰۲' مسند ابویعلیٰ: ۱۸۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۱۵' مشکل الآثار للطحاوی: ۵۶۳۸' صحیح ابن حبان: ۲۱۱۴' المعجم الاوسط: ۴۴۸۱' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۲۲' سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۰۔۷۹) (انیس الساری ج ۵ ص ۳۲۱۸' مؤسسۃ الریان' ۱۴۲۶ھ)

۱۱۱٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَقَطَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَرَسٍ، فَخُدِشَ، اَوْ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوْدُهُ، فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ، فَصَلّٰى قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا قُعُوْدًا، وَقَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ، فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا، وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا، وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے سے گر گئے' اس سے آپ کی بائیں جانب کی کھال چھل گئی' سو ہم آپ کی عیادت کے لیے آپ کے پاس گئے' پس نماز کا وقت آ گیا تو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی' سو ہم نے بھی بیٹھ کر پڑھی' اور آپ نے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے اٹھے تو تم رکوع سے اٹھو' اور جب وہ "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" کہے تو تم "ربنا ولك الحمد" کہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۱۵ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ اَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَاَلَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَاَخْبَرَنَا اِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، وَكَانَ مَبْسُوْرًا، قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا، فَقَالَ اِنْ صَلّٰى قَائِمًا فَهُوَ اَفْضَلُ، وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَائِمِ، وَمَنْ صَلّٰى نَائِمًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَاعِدِ. [اطراف الحدیث: ۱۱۱۶۔۱۱۱۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے خبر دی از عبداللہ بن بریدہ از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا اور ہم کو اسحاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہم کو عبدالصمد نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں الحسین نے حدیث بیان کی از ابن بریدہ' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عمران بن حصین نے حدیث بیان کی اور ان کو بواسیر تھی' انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: اگر اس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو وہ افضل ہے اور جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا اور جس نے سو کر نماز پڑھی تو اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۹۵۲' سنن ترمذی: ۳۷۲' سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۱' صحیح ابن خزیمہ: ۹۷۹' مسند البزار: ۳۵۱۵' المنتقیٰ: ۲۳۱' مشکل الآثار: ۱۶۹۳' سنن

دار قطنی ج ۱ ص ۳۸۰' المستدرک ج ۱ ص ۳۱۵' شرح السنۃ: ۹۸۳' مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۸۱۹۔ ج ۳۳ ص ۵۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۸۱۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۱۳۳۱)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن منصور بن بہرام الکوسج ابو یعقوب (۲) روح بن عبادہ (۳) حسین بن ذکوان المعلم (۴) عبد اللہ بن بریدہ (۵) اسحاق بن ابراہیم الکلاباذی (۶) عبد الصمد بن عبد الوارث (۷) ان کے والد عبد الوارث بن سعید التنوری (۸) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۲۹۔ ۲۲۸)

''بواسیر'' کا معنی

اس حدیث میں ''بواسیر'' کا لفظ ہے' یہ ایک بیماری ہے جو انسان کی مقعد میں پیدا ہو جاتی ہے' اس کو ناسور بھی کہتے ہیں' جسم کے اندر جو زخم ہوتا ہے اس کو ناسور کہتے ہیں' اور اس کو ناصور بھی کہتے ہیں' یہ جسم کے اندر ایک پھوڑا ہوتا ہے جو عام طور پر ٹھیک نہیں ہوتا اور ناسور کی وجہ سے مقعد میں ورم ہو جاتا ہے اور اس سے مواد نکلتا رہتا ہے۔

بیٹھ کر نماز پڑھنے پر آدھے اجر کی حدیث نوافل سے متعلق ہے

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث صرف نوافل سے متعلق ہے' کیونکہ جو شخص فرض نماز بیٹھ کر پڑھے گا' اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت ہو گی یا اس سے عاجز ہو گا' اگر اس کو کھڑے ہونے کی طاقت ہے پھر اس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو تمام فقہاء کے نزدیک اس کی نماز جائز نہیں ہو گی اور اس پر لازم ہے کہ وہ اس نماز کو دوبارہ پڑھے تو اس کی نماز کا نصف اجر کیسے ملے گا' اور اگر وہ کھڑے ہونے سے عاجز ہے تو اس سے قیام کی فرضیت ساقط ہو جائے گی اور اس کی فرضیت بیٹھنے کی طرف منتقل ہو جائے گی اور اب جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا اس سے افضل نہیں ہو گا' اور جب وہ بیٹھنے پر بھی قادر نہیں ہو گا تو اس پر لازم ہے کہ وہ لیٹ کر اشاروں سے نماز پڑھے' اور اس صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنے والا اس سے افضل نہیں ہو گا کیونکہ جو آثار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں' وہ یہ ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ مرض یا کسی اور مصیبت کی وجہ سے کسی نیک عمل سے روک لے تو اس کے لیے اس نیک عمل کا اجر لکھا جاتا رہتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

بیمار کی نماز کے احکام

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جس نے سوئے ہوئے نماز پڑھی اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا اجر ملے گا' اس میں سوئے ہوئے سے مراد ہے: جس نے لیٹ کر اشاروں سے نماز پڑھی' امام ترمذی نے اس حدیث کی اس طرح روایت کی ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیمار کی نماز کے متعلق سوال کیا' تو آپ نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو' پس اگر کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر نماز پڑھو اور اگر بیٹھ کر نہ پڑھ سکو تو پھر پہلو کے بل پڑھو۔

(سنن ابو داؤد: ۹۵۲' سنن ترمذی: ۳۷۲' سنن ابن ماجہ: ۱۲۲۳' مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۶)

نیز امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ اس باب میں حسن بصری کے اس قول کی روایت کی ہے: اگر انسان چاہے تو نفل نماز کھڑے ہو کر پڑھے اور اگر چاہے تو بیٹھ کر پڑھے اور اگر چاہے تو لیٹ کر پڑھے۔

سفیان ثوری نے اس حدیث میں کہا ہے کہ جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی' اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا' انہوں نے کہا: یہ تندرست شخص کے لیے ہے' جس کا کوئی عذر نہ ہو یعنی نوافل میں اور جس کا کوئی عذر ہو اور اس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو اس کو اتنا اجر ملے گا جتنا اجر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کو ملتا ہے۔ (سنن ترمذی ص ۱۸۰' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

۱۸ - بَابُ صَلٰوةِ الْقَاعِدِ بِالْإِيْمَاءِ

بیٹھ کر اشاروں سے نماز

۱۱۱٦ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ اَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، وَكَانَ رَجُلًا مَبْسُوْرًا، وَقَالَ اَبُوْ مَعْمَرٍ مَرَّةً عَنْ عِمْرَانَ، قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَقَالَ مَنْ صَلّٰى قَائِمًا فَهُوَ اَفْضَلُ، وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَائِمِ، وَمَنْ صَلّٰى نَائِمًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَاعِدِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ نَائِمًا عِنْدِيْ مُضْطَجِعًا هٰهُنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین المعلم نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن بریدہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو بواسیر تھی اور ابو معمر نے ایک مرتبہ حضرت عمران سے روایت کی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو وہ افضل ہے اور جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا اور جس نے سو کر نماز پڑھی تو اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا۔ امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: سو کر نماز پڑھنے سے یہاں مراد لیٹ کر نماز پڑھنا ہے۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث کے تحت گزر چکی ہے۔

۱۹ - بَابٌ اِذَا لَمْ يُطِقْ قَاعِدًا صَلّٰى عَلٰى جَنْبٍ

جب نمازی میں بیٹھنے کی طاقت نہ ہو تو وہ لیٹ کر پڑھ لے

وَقَالَ عَطَاءٌ اِنْ لَّمْ يَقْدِرْ اَنْ يَّتَحَوَّلَ اِلَى الْقِبْلَةِ صَلّٰى حَيْثُ كَانَ وَجْهُهٗ.

اور عطاء نے کہا: جب نمازی قبلہ کی طرف پھرنے پر قادر نہ ہو تو جس طرف اس کا منہ ہو اسی طرف پڑھ لے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث ہیں:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن جریج سے کہا: کبھی مریض لیٹا ہوا ہوتا ہے اور وہ بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا؟ انہوں نے کہا: پھر وہ قبلہ سے منحرف ہو کر نماز پڑھ لے' اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ چت لیٹ کر نماز پڑھے' اپنے سر سے اشارہ کرے' عطاء نے کہا: جب وہ رکوع اور سجدہ کرے تو کیا اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے؟ ابن جریج نے کہا: نہیں! لیکن وہ اپنے سر سے اور ہاتھوں سے اشارہ کرے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۱۴۳)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر مریض کو طاقت ہو تو وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے' اگر وہ کھڑا نہیں ہو سکتا تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے' اگر وہ سجدہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ اشارہ کرے اور اپنے سجدہ کو اپنے رکوع سے نیچا رکھے' اگر وہ بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو دائیں کروٹ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اور اگر وہ دائیں کروٹ پر نماز پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ چت لیٹ کر نماز پڑھے اور اس کے دونوں پیر قبلہ کی جانب ہوں۔

(سنن دار قطنی ج ۲ ص ۴۳-۴۲ 'سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۰۸-۳۰۷)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ نے بھی بیمار کی نماز پڑھنے کا یہی طریقہ بیان کیا ہے۔(ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۵-۳)

۱۱۱۷ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ طَهْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ الْمُكْتِبُ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَتْ بِيْ بَوَاسِيْرُ، فَسَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ، فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا، فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن المبارک از ابراہیم بن طہمان' انہوں نے کہا: مجھے الحسین المکتب نے حدیث بیان کی از ابن بریدہ از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: مجھے بواسیر تھی تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو' اگر تمہیں اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو' پس اگر تم کو اس کی طاقت نہ ہو تو کروٹ کے بل نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۱۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۰ - بَابٌ اِذَا صَلّٰى قَاعِدًا، ثُمَّ صَحَّ، اَوْ وَجَدَ خِفَّةً، تَمَّمَ مَا بَقِيَ

جب کسی شخص نے بیٹھ کر نماز پڑھی' پھر وہ تندرست ہو گیا یا اس نے تخفیف محسوس کی تو پھر وہ باقی نماز پوری کرے

امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور امام ابویوسف یہ فرماتے ہیں کہ جب بیمار نے بیٹھ کر فرض نماز پڑھی' پھر وہ تندرست ہو گیا یا اس میں کھڑے ہونے کی قوت آ گئی تو وہ بقیہ نماز کھڑے ہو کر پڑھے گا' اور امام محمد بن حسن شیبانی یہ فرماتے ہیں کہ وہ از سر نو نماز پڑھے گا۔

وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ شَاءَ الْمَرِيْضُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قَائِمًا وَرَكْعَتَيْنِ قَاعِدًا.

اور حسن بصری نے کہا: اگر مریض چاہے تو دو رکعت کھڑے ہو کر پڑھے اور دو رکعت بیٹھ کر پڑھے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث میں ہے:

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ یونس اور حسن بصری نے کہا: مریض اس حالت کے موافق نماز پڑھے جس پر وہ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۳۰ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۱۴ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اشعث بن عبد الملک بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: اگر انسان چاہے تو نفل کھڑے ہو کر پڑھے اور اگر چاہے تو بیٹھ کر یا لیٹ کر پڑھے۔(سنن ترمذی: ۳۷۲)

۱۱۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ ' اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ' اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا لَمْ تَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ صَلٰوةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتّٰى اَسَنَّ، فَكَانَ يَقْرَاُ قَاعِدًا، حَتّٰى اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ قَامَ، فَقَرَاَ نَحْوًا مِّنْ ثَلَاثِيْنَ اٰيَةً اَوْ اَرْبَعِيْنَ اٰيَةً، ثُمَّ رَكَعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی رات میں بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ آپ کی عمر زیادہ ہو گئی' پس آپ بیٹھ کر قرآن مجید پڑھتے حتیٰ کہ جب آپ رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہو جاتے' پھر تیس یا چالیس کے قریب آیات

پڑھتے' پھر رکوع کرتے۔ [اطراف الحدیث:١١١٩ـ١١٤٨ـ١١٦١ـ٤٨٣٧]

(صحیح مسلم:٧٣١' الرقم المسلسل:١٦٧٣' سنن ابوداؤد:٩٥٤' سنن ترمذی:٣٧٤' سنن نسائی:١٦٤٨' سنن ابن ماجہ:١٢٢٦' سنن بیہقی ج ٢ ص ٤٩١' مسند احمد ج ٦ ص ٢١٧ طبع قدیم' مسند احمد:٢٥٨٢٦' ج ٤٣ ص ٢٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کی عنوان کے ساتھ مطابقت اور جو شخص بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز شروع کرے پھر اس میں کھڑے ہونے کی قوت آ جائے تو وہ کیا کرے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا عنوان فرض نماز کے ساتھ متعلق ہے اور امام بخاری نے اس عنوان کے اثبات کے لیے جو حدیث روایت کی ہے وہ نفل کے متعلق ہے اور اس سے امام بخاری نے فرض نماز کا بھی حکم مستنبط کیا ہے کہ جب بغیر کسی ایسے سبب کے جو قیام سے مانع ہو نفل کو بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے تو فرض نماز جس میں بغیر کسی سبب مانع کے بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے' اس میں بھی اگر قیام سے مانع کوئی سبب پایا جائے تو اس کو بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام زفر اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر مریض لیٹ کر نماز پڑھ رہا ہو یا بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو' پھر اس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی قوت آ جائے تو وہ بقیہ نماز کھڑے ہو کر پڑھے اور اس نماز کو پہلی نماز پر مبنی کرے۔

اور امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ اگر اس نے لیٹ کر نماز پڑھی تھی' پھر اس میں قوت آ گئی تو اب وہ از سر نو نماز پڑھے گا اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھ رہا تھا اور رکوع اور سجود کر رہا تھا تو قوت آنے کے بعد اسی نماز پر بناء کرے گا۔

اسی طرح اس میں اختلاف ہے کہ اس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کی اور ایک رکعت پڑھ لی تھی' پھر وہ قیام سے عاجز ہو گیا اور اشاروں سے نماز پڑھنے پر قادر ہوا تو امام مالک کے نزدیک وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور اسی نماز پر بناء کرے' امام ابوحنیفہ' ثوری اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک نے کہا: جس نے کھڑے ہو کر نفل پڑھنے شروع کیے' پھر اگر وہ بیٹھ کر پڑھنا چاہے تو بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٣ ص ١٠٨ـ١٠٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:١٦٠١ـ ج ٢ ص ٤٤٨ پر مذکور ہے' اس باب کی احادیث کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
① سنن اور نوافل کا گھر میں پڑھنا ② نوافل کی حکمت ③ بیٹھ کر نوافل پڑھنے کا جواز۔

١١١٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ، وَأَبِي النَّضْرِ، مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا، فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ، فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهِ نَحْوٌ مِنْ ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً قَامَ، فَقَرَأَهَا وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ رَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ، يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن یزید و ابی النضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ از ابی سلمہ بن عبدالرحمان از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے' پس آپ بیٹھے ہوئے قرآن مجید پڑھتے تھے' پس جب آپ کی قراءت سے تیس یا چالیس آیات رہ جاتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے اور کھڑے ہوئے ان آیات کو پڑھتے' پھر آپ رکوع کرتے' پھر سجدہ کرتے' دوسری رکعت بھی آپ اسی طرح پڑھتے' پھر

فَإِذَا قَضٰى صَلٰوتَهُ نَظَرَ، فَإِنْ كُنْتُ يَقْظٰى تَحَدَّثَ مَعِيَ، وَإِنْ كُنْتُ نَائِمَةً اضْطَجَعَ.

جب آپ نماز پوری کر لیتے تو دیکھتے پس اگر میں بیدار ہوتی تو میرے ساتھ باتیں کرتے اور اگر میں سوئی ہوئی ہوتی تو آپ لیٹ جاتے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۱۱۸ کا مطالعہ کریں۔

''ابواب التقصیر'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سیدنا محمد وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ آج یکم ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ/ ۲۰ اپریل ۲۰۰۷ء، بہ روز جمعہ قبل از نمازِ عصر ''نماز کو قصر کرنے کے ابواب'' مکمل ہو گئے، اے مالک ارض وسماء! ان ابواب کی اور اب تک کی شرح بخاری کو قبول فرما اور اس شرح کو مکمل فرما دے اور مجھے اس کی تکمیل کے لیے صحت اور توانائی عطاء فرما اور میری، میرے والدین کی اور میرے قارئین کی مغفرت فرما دے۔ (آمین)

''ابواب التقصیر'' میں ۵۲ ' احادیث مرفوعہ ہیں، جن میں سولہ معلق احادیث ہیں اور بقیہ احادیث موصول ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۱۹ - كِتَابُ التَّهَجُّدِ

تہجد کا بیان

۱ - بَابُ التَّهَجُّدِ بِاللَّيْلِ — رات کو تہجد پڑھنا

وَقَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ﴾ (الاسراء:۷۹).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز پڑھیے جو خاص آپ کے لیے زیادہ ہے۔(الاسراء:۷۹)

''تہجد'' کا معنی ہے: نیند کو ترک کر کے اٹھنا اور پھر نماز پڑھنا۔

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حسن بصری نے کہا ہے کہ ''نافلة لك'' کا معنی ہے: خالص آپ کے لیے' کیونکہ آپ کسی حکم کی تعمیل میں کسی حال میں غفلت نہیں کرتے اور لوگ بہت سے احکام میں غفلت کرتے ہیں۔

دوسرے مفسرین نے کہا ہے کہ تہجد آپ کے لیے نفل ہے یعنی زائد ہے' کیونکہ آپ کی مغفرت ہو چکی ہے' لہٰذا آپ جو عمل بھی کریں گے وہ زائد ہوگا' اور دوسرے مسلمان جو بھی نیک عمل کرتے ہیں وہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے' پس ان کا عمل زائد نہیں ہوگا۔ (تاویلات اہل السنہ ج ۷ ص ۹۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

تہجد کی فضیلت میں احادیث

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم رات کو اٹھ کر قیام کرنے کو لازم رکھو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور رات کو قیام کرنا اللہ تعالیٰ کے قرب کا سبب ہے اور گناہوں سے روکنے کا اور بُرے کاموں کو مٹانے کا اور جسم کی بیماریوں کو دور کرنے کا ذریعہ ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۵۴۹' موسوعۃ ابن ابی الدنیا ج ۱ ص ۲۴۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۰۲' المستدرک ج ۱ ص ۳۰۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں فضیلت والے لوگ حاملینِ قرآن ہیں اور تہجد گزار ہیں۔ (المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۱۲۵' تاریخ بغداد ج ۴ ص ۱۲۴۔ ج ۸ ص ۸۰' موسوعۃ ابن ابی الدنیا ج ۱ ص ۲۴۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو میرا دل خوش ہو جاتا ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں' مجھے ایسے کام کی خبر دیجئے کہ جب میں وہ کام کرلوں تو میں جنت میں داخل ہو جاؤں' آپ نے فرمایا: کھانا کھلاؤ' بہ کثرت سلام کرو' رات کو اٹھ کر نماز پڑھو' جب لوگ سوئے ہوئے ہوں اور جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۳۔ ۲۹۵' المستدرک ج ۴ ص ۱۲۹' ابن ابی الدنیا ج ۱ ص ۲۴۶)

مرّہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ نے فرمایا: رات کی نماز کی فضیلت دن کی نماز پر اس طرح ہے جس طرح خفیہ صدقہ دینے والے کی فضیلت ظاہراً صدقہ دینے والے پر ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۹ ص ۳۲' کتاب الزہد لابن المبارک: ۲۲۳' ابن ابی الدنیا ج ۱ ص ۲۴۷)

۱۱۲۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ اَبِيْ مُسْلِمٍ، عَنْ طَاوُسٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ، لَكَ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ، اَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَقَوْلُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ، وَبِكَ اٰمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَوْ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ. قَالَ سُفْيَانُ وَزَادَ عَبْدُ الْكَرِيْمِ اَبُوْ اُمَيَّةَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ. قَالَ سُفْيَانُ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ اَبِيْ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ مِنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۶۳۱۷۔ ۷۳۸۵۔ ۷۴۴۲۔ ۷۴۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن ابی مسلم نے حدیث بیان کی از طاؤس' انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لیے اٹھتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! تیرے لیے ہی حمد ہے' تو ہی آسمانوں کا اور زمینوں کا اور ان میں موجود چیزوں کا قائم کرنے والا ہے اور تیرے لیے ہی حمد ہے' آسمانوں اور زمینوں کا اور ان میں موجود چیزوں کا تو ہی مالک ہے' اور تیرے لیے ہی حمد ہے تو آسمانوں اور زمینوں کو منور کرنے والا ہے' اور تیرے لیے ہی حمد ہے اور تو حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تجھ سے ملاقات حق ہے اور تیرا قول حق ہے اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور انبیاء حق ہیں اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حق ہیں' اور قیامت حق ہے' اے اللہ! میں تیرے لیے اسلام لایا اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر توکل کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیری ہی وجہ سے لڑا' اور تیری ہی طرف مقدمہ کیا سو تو میرے ان (بہ ظاہر خلافِ اولیٰ) کاموں کو معاف فرما جو میں نے پہلے کیے' جو بعد میں کیے' اور جن کو میں نے چھپا کر کیا اور جن کو میں نے دکھا کر کیا' تو ہی مقدم کرنے والا ہے اور تو ہی مؤخر کرنے والا ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے یا تیرے سوا کوئی برحق معبود نہیں۔ سفیان نے کہا: عبد الکریم ابو امیہ نے اضافہ کیا: ''ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ'' سفیان نے کہا: سلیمان بن ابی مسلم نے کہا: اس کو انہوں نے طاؤس سے سنا ہے از حضرت ابن عباس از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(صحیح مسلم: ۷۶۹' الرقم المسلسل: ۱۷۷۷' سنن ابوداؤد: ۷۷۱' سنن ترمذی: ۳۴۱۸' سنن نسائی: ۱۶۱۸' سنن ابن ماجہ: ۱۳۵۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۵۹' الادب المفرد: ۶۹۷' صحیح ابن حبان: ۲۵۹۸' کتاب الدعاء للطبرانی: ۷۵۶' عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۷۶۰' شرح السنۃ: ۹۵۰' المعجم الکبیر: ۱۰۹۹۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۷۱۰۔ ج ۴ ص ۱۴۳۔ ۱۴۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) سلیمان بن ابی مسلم المکی' یہ ابن ابی نجیح کے ماموں ہیں (۴) طاؤس بن کیسان الیمانی (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۱)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا میں مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حدیث مذکور میں ہے: تو آسمانوں اور زمینوں کا اور ان میں موجود چیزوں کا قیم ہے' یعنی تو آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے اور ان کو قائم رکھنے والا ہے اور ان میں موجود چیزوں کو ان کی مدت تک باقی رکھنے والا ہے اور ان کے اعمال کو پیدا کرنے والا ہے اور ان کو رزق دینے والا ہے اور ''قیوم'' کا معنی ہے: جو ہمیشہ رہنے والا ہو' جس پر کبھی فناء نہ آئے۔

تو آسمانوں اور زمینوں کا منور کرنے والا ہے: یعنی تو آسمانوں اور زمینوں میں ہر عیب اور ہر نقص سے بَری ہے اور تو آسمانوں کو سورج' چاند اور ستاروں سے مزین کرنے والا ہے اور زمین کو انبیاء' علماء اور اولیاء سے مزین کرنے والا ہے

تو حق ہے: یعنی تو ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ رہے گا' تجھ پر کبھی زوال کا آنا ممکن نہیں ہے۔

تیرا وعدہ حق ہے: یعنی تو نے مؤمنین سے جس ثواب کا وعدہ کیا ہے اس کا خلاف ممکن نہیں ہے اور تیرے کلام میں کذب ممکن نہیں ہے۔

تجھ سے ملاقات حق ہے: یعنی مرنے کے بعد انسان کا دوبارہ زندہ ہونا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا حق ہے۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حق ہیں: آپ کے تمام اوصافِ کمالیہ برحق ہیں' آپ کی بعثت اس لیے ضروری تھی کہ آپ کے زمانہ سے لے کر قیامت تک کے انسانوں کے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچ جائے اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے۔

قیامت حق ہے: اس کو ''ساعت'' کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ ایک لحظہ میں قیامت واقع ہوگی' اور قیامت کا ہونا اس لیے ضروری ہے تاکہ جن لوگوں کو ان کے کفر اور ظلم پر دنیا میں عذاب نہیں دیا گیا ان کو عذاب دیا جائے اور جن لوگوں کو دنیا میں ان کے نیک اعمال اور مظلومیت کی جزاء نہیں ملی' ان کو ان کے نیک اعمال پر جزاء مل جائے۔

اے اللہ! میں تجھ پر اسلام لایا: اسلام لانے کا معنی یہ ہے کہ جن کاموں کا تو نے حکم دیا ہے میں ان تمام پر عمل کرتا ہوں اور جن کاموں سے تو نے منع کیا ہے ان تمام سے اجتناب کرتا ہوں۔

میں تجھ پر ایمان لایا: یعنی میں نے تیرے واحد لاشریک ہونے کی تصدیق کی اور تمام صفاتِ کمالیہ سے متصف ہونے اور عیوب اور نقائص سے تیرے بَری ہونے کی تصدیق کی۔

تجھ پر توکل کیا: میں نے اسبابِ عادیہ سے قطع نظر کر کے اپنے تمام معاملات کو تجھ پر چھوڑ دیا۔

تیری ہی طرف رجوع کیا: میں نے اپنی تمام تدبیروں میں تیری طرف رجوع کیا اور تیری عبادت کرنے اور تجھ سے ہی دعا کرنے اور سوال کرنے میں مشغول رہا۔

اور تیری ہی وجہ سے لڑا: یعنی جو معاندین تیری توحید کا انکار کرتے ہیں' ان کے سامنے دلائل پیش کیے' جہاں زبانی بحث کی ضروری تھی وہاں زبانی بحث کی اور جہاں تلوار سے جہاد کی ضرورت تھی وہاں جہاد کیا۔

اور تیری ہی طرف مقدمہ کیا: یعنی جس نے کسی معاملہ میں حق کا انکار کیا تو اس معاملہ میں' میں نے صرف تجھ کو حاکم بنایا ہے'

سوتو میرے (ان بہ ظاہر خلاف اولیٰ) کاموں کو معاف فرما جو میں نے پہلے کیے اور جو بعد میں کیے' اور جن کو میں نے چھپا کر کیا اور جن کو میں نے دکھا کر کیا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مغفرت کی دعا کی حالانکہ آپ مغفور ہیں' اس کی متعدد وجوہ ہیں: (١) اپنی تواضع اور انکسار کے لیے اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اجلال کو ظاہر کرنے کے لیے (٢) امت کی تعلیم کے لیے تاکہ وہ بھی آپ کی اقتداء کریں (٣) اللہ تعالیٰ نے آپ کو مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔ (النصر:٣) اس حکم پر عمل کرنے کے لیے (٤) اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (البقرہ:٢٢٢) اس کی محبت کو حاصل کرنے کے لیے (٥) مغفرت کا معنی ہے: گناہوں کو ڈھانپنا اور جس کے گناہ نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ استغفار کرنے سے اس کے درجات بلند فرما دیتا ہے' سو آپ استغفار کرتے تھے تاکہ آپ کے درجات بلند کر دیئے جائیں۔

تو ہی مقدم کرنے والا ہے اور تو ہی مؤخر کرنے والا ہے: دنیا میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو مؤخر فرمایا اور آخرت میں آپ کی شان کو تمام نبیوں اور رسولوں پر مقدم فرمائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٤٣۔٢٤١ 'ملخصاً وموضحاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢ - بَابُ فَضْلِ قِيَامِ اللَّيْلِ

رات کے قیام کی فضیلت

١١٢١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ. وَحَدَّثَنِيْ مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيْ حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاٰى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَمَنَّيْتُ اَنْ اَرٰى رُؤْيَا، فَاَقُصَّهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُنْتُ غُلَامًا شَابًّا، وَكُنْتُ اَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَاَيْتُ فِي النَّوْمِ كَاَنَّ مَلَكَيْنِ اَخَذَانِيْ فَذَهَبَا بِيْ اِلَى النَّارِ، فَاِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ، وَاِذَا لَهَا قَرْنَانِ، وَاِذَا فِيْهَا اُنَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ، فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ، قَالَ فَلَقِيَنَا مَلَكٌ اٰخَرُ، فَقَالَ لِيْ لَمْ تُرَعْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی اور ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات (ظاہرہ) میں جب کوئی شخص خواب دیکھتا تو وہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کرتا' پس میں نے یہ تمنا کی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھوں اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کروں اور میں نوجوان لڑکا تھا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسجد میں سوتا تھا' پس میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے گئے' پس دوزخ کنویں کی طرح پیچ دار بنی ہوئی تھی اور اس کی دو چرخیاں تھیں اور اس میں کچھ لوگ تھے جن کو میں پہچانتا تھا' پس میں دل میں کہہ رہا تھا کہ میں دوزخ کی آگ سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں' انہوں نے بیان کیا: پھر ہمیں ایک اور فرشتہ ملا' اس نے مجھ سے کہا: تم ڈرو نہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٤٠ میں گزر چکی ہے۔

١١٢٢ - فَقَصَصْتُهَا عَلٰى حَفْصَةَ، فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

پس میں نے یہ خواب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بیان کیا' حضرت حفصہ نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا' آپ نے فرمایا:

فَقَالَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ، لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ . عبد اللہ کیا ہی اچھا آدمی ہے' کاش! وہ رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا۔
فَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا. اس کے بعد وہ رات کو بہت کم سوتے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۱۱۵۷-۳۷۳۹-۳۷۴۱-۷۰۱۶-۷۰۲۹-۷۰۳۱]

صالحین کے سامنے خواب بیان کرنا' مسجد میں سونے کی تحقیق' فرشتوں کو خواب میں دیکھنا'

رات کو زیادہ سونے کی کراہت اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے خواب بیان کرنے کی فضیلت ہے کیونکہ مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

نیز اس سے معلوم ہوا کہ اچھا خواب دیکھنے کی تمنا کرنی چاہیے تا کہ انسان اس خواب کو کسی مردِ صالح کے سامنے بیان کرے اور خیر کی اور علم کی تمنا کرنی چاہیے اور اس کی حرص کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں مسجد میں سونے کا بیان ہے' امام شافعی کے نزدیک اس میں کوئی کراہت نہیں ہے' امام ترمذی نے کہا ہے کہ اہل علم کی ایک قوم نے اس کی اجازت دی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے: مسجد کو رات کے سونے کی اور دن کے قیلولہ کی جگہ نہیں بنانا چاہیے' اور بعض اہل علم کا یہی مذہب ہے۔ علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ جس کا گھر ہو' اس کو مسجد میں نہیں سونا چاہیے اور مسافر کے لیے مسجد ہی گھر ہے اور معتکف کا گھر بھی مسجد ہے' اور اگر امام یا ملک کا سربراہ کسی بیمار شخص کو مسجد میں ٹھہرائے تو جائز ہے' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کو مسجد میں ٹھہرایا تھا' تا کہ آپ قریب سے ان کی عیادت کرسکیں' اور جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بے گھر نومسلم خاتون کو مسجد میں ٹھہرایا تھا' امام مالک نے شہر کے تندرست آدمی کے لیے مسجد میں سونے کو مکروہ کہا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خواب میں فرشتوں کو دیکھنا ممکن ہے اور اس حدیث میں یہ بھی ثبوت ہے کہ نیک آدمی کو خواب میں ڈرانا ممکن ہے' اور اس میں یہ بھی ثبوت ہے کہ مسلمانوں کا پردہ رکھنا چاہیے اور ان کی غیبت کو ترک کرنا چاہیے' کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے دوزخ میں ان لوگوں کو دیکھا جن کو میں پہچانتا تھا' ان کا اجمالی طور پر ذکر کیا تا کہ وہ متنبہ ہوں اور ان کا بیان نہیں کیا تا کہ ان کی غیبت نہ ہو' اور یہ وہ لوگ نہیں ہوں گے جن کا خاتمہ کفر پر ہوا ہو۔

اس میں اپنی بہن کے سامنے خواب کے بیان کرنے کا ذکر ہے' اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خواب پہنچایا اور اس حدیث میں رات کو نماز میں قیام کرنے کی فضیلت ہے اور اس کا امام بخاری نے عنوان قائم کیا ہے اور اس میں نوجوان کی عبادت کرنے کی فضیلت ہے اور حضرت ابن عمر کی مدح ہے' اور رات کو زیادہ سونے کی کراہت ہے' اور اس میں ان کو نیک کام پر متنبہ کرنا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ام سلیمان نے سلیمان سے کہا: اے میرے بیٹے! رات کو زیادہ نہ سویا کرو کیونکہ رات کو سونے کی کثرت قیامت کے دن مرد کو فقیر بنا دے گی' اور حقیقت حال کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۴۴-۲۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳- بَابُ طُوْلِ السُّجُوْدِ فِيْ قِيَامِ اللَّيْلِ رات کے قیام میں طویل سجدہ کرنا

١١٢٣ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً، كَانَتْ تِلْكَ صَلٰوتَهُ، يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَاُ اَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ اٰيَةً قَبْلَ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهُ، وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ، حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُنَادِيْ لِلصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گیارہ رکعات نماز پڑھتے تھے یہ آپ کی نماز تھی اس میں آپ سر اٹھانے سے پہلے اتنی مقدار کا سجدہ کرتے تھے جتنی دیر میں تم میں سے کوئی شخص پچاس آیات پڑھتا ہے اور آپ نماز فجر پڑھنے سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے پھر آپ دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے تھے حتیٰ کہ آپ کے پاس نماز (کی اطلاع دینے) کے لیے مؤذن آتا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٦٢٦ میں گزر چکی ہے جن اُمور کی شرح وہاں نہیں کی گئی وہ درج ذیل ہیں:

تہجد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طویل سجدہ کا سبب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

آپ تہجد کی نماز میں طویل سجدہ اس لیے کرتے تھے کہ آپ اس سجدہ میں دعا کی بہت کوشش کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتے تھے اور سجدہ اللہ کے سامنے تواضع اور تذلل کرنے کا بہت بلیغ حال ہے اور سجدہ کرنے کا ابلیس نے انکار کیا تھا اور وہ لعنت کا مستحق ہو گیا تھا اور قیامت تک اس لعنت میں رہے گا اور بعد ازاں ہمیشہ کے لیے دوزخ کے عذاب میں ڈال دیا جائے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلوت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے اور اس سے مناجات کرنے کے لیے طویل سجدہ کرتے تھے۔

مسلمانوں کے لیے اس میں اسوۂ حسنہ ہے ان کو چاہیے کہ وہ تہجد کی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کی اقتداء کریں اور جس کو تہجد کی نماز میسر ہو وہ سجدہ میں گڑ گڑا کر اللہ تعالیٰ سے عفو اور مغفرت کا سوال کرے اور سلف صالحین ایسا کرتے تھے ابواسحاق نے کہا: میں نے حضرت ابن الزبیر سے زیادہ کسی کو عظیم سجدہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

یحییٰ بن وثاب نے کہا: حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سجدہ میں پڑے رہتے تھے اور چڑیاں آ کر ان کی کمر پر بیٹھ جاتی تھیں وہ سمجھتیں تھیں یہ کسی دیوار کا کوئی حصہ ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ١١٩۔ ١١٨ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)

٤ - بَابُ تَرْكِ الْقِيَامِ لِلْمَرِيْضِ
بیمار کے لیے قیام کو ترک کرنے کی رخصت

١١٢٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا يَقُوْلُ اِشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً اَوْ لَيْلَتَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ٤٩٥٠۔ ٤٩٥١۔ ٤٩٨٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاسود انہوں نے کہا: میں نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو گئے پھر آپ نے ایک رات یا دو راتیں قیام نہیں کیا۔

(صحیح مسلم: ١٧٩٧ الرقم المسلسل: ٤٥٧٦ سنن ترمذی: ٣٣٤٥ السنن الکبریٰ: ١١٦٨١ سنن بیہقی ج ٣ ص ١٤ صحیح ابن حبان: ٦٥٦٦ المعجم الکبیر: ١٧٠٩ مسند احمد ج ٤ ص ٣١٣ طبع قدیم مسند احمد: ١٨٨٠٠۔ ج ٣١ ص ١٠٤ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الفضل بن دکین (۲) سفیان الثوری (۳) الاسود بن قیس (۴) جندب بن عبد اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۴۸)

جس شخص کی کوئی عبادت مرض یا سفر کی وجہ سے رہ جائے' اسے اس عبادت کا اجر دیا جاتا ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ جس شخص کا عبادت میں کوئی حصہ ہو اور اللہ اس کو اس مرض کی وجہ سے اس عبادت سے روک دے تو اللہ عزوجل اس کو اپنے فضل سے اس عبادت کا ثواب عطاء فرماتا ہے۔

امام بخاری' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ بیمار ہو یا سفر کرے تو اس کے لیے اس عمل کی مثل لکھی جاتی ہے جو وہ اقامت اور صحت کی حالت میں کرتا تھا۔

(صحیح البخاری: ۲۹۹۶' سنن ابوداؤد: ۳۰۹۱' مصنف عبدالرزاق: ۵۳۴۴' مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۰)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ جو بندہ کوئی نماز پڑھتا ہو اور اس پر نیند غالب آ جائے تو اس کو اس نماز کا اجر دیا جاتا ہے اور اس کی نینداس پر صدقہ ہو جاتی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۱۲۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِحْتَبَسَ جِبْرِيْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ اَبْطَاَ عَلَيْهِ شَيْطَانُهُ، فَنَزَلَتْ ﴿وَالضُّحٰى○ وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى○ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى○﴾ (الضحیٰ: ۳۔۱). (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۳۳۲' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاسود بن قیس از جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل (چند روز) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنے سے رک گئے تو قریش کی ایک عورت نے کہا: ان کے شیطان نے ان کے پاس آنے میں تاخیر کر دی تو یہ آیات نازل ہوئیں: روشن دن کی قسم!○ اور رات کی قسم جب اس کی سیاہی پھیل جائے!○ آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا○ (الضحیٰ: ۳۔۱)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: جب کئی دن وحی نازل نہیں ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھہرے رہے تو ابولہب کی بیوی نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میرا یہی گمان ہے کہ آپ کا شیطان آپ سے ناراض ہو چکا ہے' اس عورت کا نام ام جمیل تھا' یہ کانی تھی' یہ حرب بن امیہ کی بیٹی اور ابوسفیان بن حرب کی بہن تھی اور ابولہب کی بیوی تھی۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۶۱۸' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی پوری تفصیل درج ذیل ہے:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب سورۃ ''تبت یدا ابی لھب وتب'' نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی سے کہا گیا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تمہاری ہجو کی ہے' تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی' اس وقت آپ لوگوں کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے' اور کہنے لگی: یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ نے کس وجہ سے میری ہجو کی ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے تمہاری ہجو نہیں کی' تمہاری ہجو اللہ نے کی ہے' اس نے کہا: کیا آپ نے مجھے لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے دیکھا ہے' کیا آپ نے میرے گریبان میں

کھجور کے چھلکے کی بٹی ہوئی رسی دیکھی ہے' پھر وہ چلی گئی' پس کئی روز تک نبی ﷺ پر وحی نازل نہیں ہوئی' پھر وہ آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی: یا محمد (ﷺ)! میرا یہی گمان ہے کہ آپ کے صاحب نے آپ کو چھوڑ دیا ہے اور وہ آپ سے ناراض ہو گیا ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

وَالضُّحٰیO وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰیO مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰیO (الضحیٰ: ٣-١)

روشن دن کی قسم! O اور رات کی قسم جب اس کی سیاہی پھیل جائے! O آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا O

(المستدرک: ٣٩٤٥- ج ٢ ص ٥٢٧ طبع قدیم' السیرۃ النبویہ ج ١ ص ١٤٨' الاحسان ج ١٤ ص ٤٤١)

حاکم نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے مگر اس کی سند میں یزید بن زید کے متعلق ابن المدینی نے کہا ہے کہ وہ مجہول ہے' اس سے ابواسحاق کے سوا اور کوئی روایت نہیں کرتا۔

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ٤٥٤٢- ج ٥ ص ٥٦١- ٥٦٠ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

اس حدیث کی مزید تفصیل' تبیان القرآن ج ١٢' سورۃ "تبت یدا ابی لھب" میں مطالعہ کریں۔

٥ - بَابُ تَحْرِيْضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صَلٰوةِ اللَّيْلِ وَالنَّوَافِلِ مِنْ غَيْرِ اِيْجَابٍ

نبی ﷺ کا بغیر فرض قرار دیئے ہوئے رات کی نماز اور نوافل کی ترغیب دینا

وَطَرَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ وَعَلِيًّا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَيْلَةً لِلصَّلٰوةِ.

اور نبی ﷺ رات کو حضرت فاطمہ اور حضرت علی علیہما السلام کے پاس ایک رات نماز کے لیے گئے۔

اس تعلیق کی اصل عنقریب صحیح البخاری: ١١٢٧ میں آ رہی ہے۔

١١٢٦ - **حَدَّثَنَا** ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَيْقَظَ لَيْلَةً، فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ، مَاذَا اُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتْنَةِ! مَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ! مَنْ يُّوْقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ؟ يَا رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْاٰخِرَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ہند بنت الحارث از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ ایک رات بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! اس رات خزائن سے کیا کیا آزمائشیں نازل کی گئی ہیں' کوئی ہے جو حجروں والیوں کو بے دار کرے' دنیا میں بہت سی ملبوس عورتیں آخرت میں برہنہ ہوں گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٥ میں گزر چکی ہے۔

١١٢٧ - **حَدَّثَنَا** اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ اَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے علی بن حسین نے خبر دی کہ ان کو حضرت حسین بن

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً، فَقَالَ أَلَا تُصَلِّيَانِ؟ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللّٰهِ، فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَّبْعَثَنَا بَعَثَنَا، فَانْصَرَفَ حِيْنَ قُلْنَا ذٰلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا، ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلٍّ، يَضْرِبُ فَخِذَهُ، وَهُوَ يَقُوْلُ ﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا﴾ (الکہف:٥٤).

[اطراف الحدیث:۴۷۲۴۔۷۳۴۷۔۷۴۶۵]

علی رضی اللہ نے خبر دی' ان کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس اور حضرت فاطمہ بنت النبی ﷺ کے پاس ایک رات آئے' آپ نے فرمایا: کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں' پس جب وہ ہمیں اٹھانا چاہتا ہے تو ہم اٹھ جاتے ہیں' سو جب ہم نے یہ کہا تو نبی ﷺ واپس چلے گئے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا' آپ پیٹھ موڑ کر اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے جا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے: انسان سب سے زیادہ بحث کرنے والا ہے۔ (الکہف:۵۴)

(صحیح مسلم:۷۷۵' الرقم المسلسل:۱۷۸۷' سنن نسائی:۱۶۱۱' السنن الکبریٰ للنسائی:۱۳۰۵' مسند البزار:۷۰۵' مسند ابویعلیٰ:۵۶۶' صحیح ابن خزیمہ:۱۱۳۹' مسند احمد ج ۱ ص ۹۱ طبع قدیم' مسند احمد:۷۰۵۔ج ۲ ص ۱۱۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع (۲) شعیب بن ابی حمزہ (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب' یہ زین العابدین کے لقب سے مشہور ہیں (۵) ان کے والد حضرت الحسین بن علی رضی اللہ (۶) ان کے دادا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۳)

تہجد کی ترغیب دینے پر حضرت علی نے نبی ﷺ کو جو جواب دیا' اس کی وضاحت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ کی حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو کام مستحب ہو اور واجب نہ ہو' اس کام کے نہ کرنے میں انسان پر کوئی حرج نہیں ہے اور امام اور عالم کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ نوافل پڑھوانے میں شدت کریں۔

حضرت علی نے جو کہا کہ ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں' یہ کلام صحیح ہے' نبی ﷺ نے اس پر قناعت کر لی اور نفل نہ پڑھنے میں ان کے عذر کو قبول فرما لیا' اور فرض کو ترک کرنے میں اس عذر کو قبول نہیں کیا جا سکتا' حضرت علی نے جو کہا: ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں' اس جواب کی مثال اس حدیث میں ہے:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خیبر سے واپس آ رہے تھے' حتیٰ کہ جب رات کا آخری حصہ رہ گیا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ سے فرمایا: تم ہماری صبح کی نماز کی حفاظت کرنا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب سو گئے' اور جب تک حضرت بلال کے لیے مقدر تھا' وہ بھی جاگ کر حفاظت کرتے رہے' انہوں نے سواری کی طرف ٹیک لگا لی اور اس وقت وہ فجر کے مقابل تھے' پھر ان کی آنکھوں پر نیند غالب آ گئی' پس رسول اللہ ﷺ بے دار ہوئے نہ حضرت بلال اور نہ سواروں میں سے کوئی' حتیٰ کہ ان پر دھوپ آ گئی' پس رسول اللہ ﷺ گھبرا کر اٹھے' پھر حضرت بلال نے کہا: یارسول اللہ! میری جان کو بھی اسی نے پکڑ لیا تھا جس نے آپ کی جان کو پکڑ لیا تھا۔ (الحدیث) (موطأ امام مالک:۲۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

نیز حضرت علی رضی اللہ نے قرآن مجید کی اس آیت سے بھی اقتباس کیا تھا:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ. (الزمر:۴۲)

اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جن روحوں کو موت نہیں آئی ان کو نیند میں (قبض کرتا ہے) پھر جن روحوں کی موت کا فیصلہ کر لیا ہے ان کو روک لیتا ہے۔

یعنی سونے والے کی روح اللہ کے ہاتھ میں رکی ہوئی ہوتی ہے اور جو بے دار ہے اس کی روح اس کے جسم کی طرف چھوڑی ہوئی ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں ہوتی' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جواب پر قناعت کر لی اور واپس چلے گئے۔

نوافل کی ادائیگی پر کسی کو مجبور نہ کیا جائے

رہا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے گئے اور یہ فرماتے ہوئے گئے:

وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا. (الکہف:۵۴) اور انسان سب سے زیادہ بحث کرنے والا ہے۔

آپ کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے یہ گمان کیا کہ آپ نے ان کو حرج میں ڈالا اور آپ کو انہیں متنبہ کرنے پر افسوس ہوا اور اسی طرح علماء کو چاہیے کہ جب وہ لوگوں کو نوافل کی ترغیب دیں تو ان کو حرج میں اور تنگی میں نہ ڈالیں' ان کو صرف یاد دلائیں اور مشورہ دیں۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۲۴۔ ۱۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے علامہ ابن بطال کی تائید کی ہے اور اس کو مقرر رکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن بطال کی شرح سے اختلاف کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تہجد کی نماز کی فضیلت کا علم نہ ہوتا تو آپ اپنی صاحب زادی کو اور اپنے عم زاد کو اس وقت جگانے کے لیے نہ جاتے' جس وقت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے آرام اور سکون کے لیے بنایا' لیکن آپ نے ان کے آرام اور سکون کے اوپر تہجد کی فضیلت کو ترجیح دی اور قرآن مجید کی اس آیت پر عمل کیا:

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ. (طٰہٰ:۱۳۲) اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۱۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا مختار معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے بہ سرعت جواب دینے پر تعجب ہوا اور انہوں نے جو عذر پیش کیا تھا' آپ نے ان کے اس عذر کو قبول نہیں کیا' اسی لیے افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے گئے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۴ ص ۲۲۸۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے جو گئے' اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی امر منکر پر تنبیہ کے لیے زانو پر ہاتھ مارنا جائز ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۱۴۱' دار الوفاء' ۱۴۱۹ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۱۵۔ ج ۲ ص ۵۳۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۱۲۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ، خَشْيَةَ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ، وَمَا سَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَةَ الضُّحٰى قَطُّ، وَإِنِّي لَأُسَبِّحُهَا. [طرف الحدیث:١١٧٧]

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کام کو چھوڑ دیتے تھے حالانکہ آپ اس عمل کو پسند کرتے تھے' اس خدشہ سے کہ لوگ اس پر عمل کرنے لگیں گے تو ان پر وہ کام فرض ہو جائے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی چاشت کی نماز نہیں پڑھی اور بے شک میں چاشت کی نماز پڑھتی ہوں۔

(صحیح مسلم:٧١٨' الرقم المسلسل:١٦٣٢' سنن ابوداؤد:١٢٩٣' السنن الکبریٰ للنسائی:١٦٥٩٠' مسند احمد ج ٦ ص ٣٤ طبع قدیم' مسند احمد:٢٤٠٥٦۔ ج ٤٠ ص ٦٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا ذکر اس سے پہلے کئی بار ہو چکا ہے۔

امام بخاری نے جس باب کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے' اس کا عنوان ہے: ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بغیر فرض قرار دیئے ہوئے رات کی نماز اور نوافل کی ترغیب دینا'' اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی چاشت کی نماز نہیں پڑھی اور حضرت عائشہ نے کہا: میں چاشت کی نماز پڑھتی ہوں۔ بہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے عنوان میں نوافل کا ذکر ہے اور چاشت کی نماز بھی نفل ہے' اس جہت سے یہ حدیث عنوان کے مطابق ہے یعنی عنوان کے دوسرے جزء کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت ہے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چاشت کی نماز پڑھنے کا ثبوت

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی چاشت کی نماز نہیں پڑھی حالانکہ متعدد صحابہ سے ثابت ہے کہ آپ چاشت کی نماز پڑھتے تھے' وہ احادیث درج ذیل ہیں:

حضرت ام ھانی ء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف لائے' میں نے آپ کے غسل کے لیے پانی رکھا' سو آپ نے غسل کیا' پھر آپ نے چاشت کی آٹھ رکعات نماز پڑھی' اس سے پہلے آپ نے یہ رکعات پڑھی تھیں اور نہ اس کے بعد پڑھیں۔ (المعجم الکبیر:١٠٠٣۔ ج ٢٤' مسند احمد ج ٦ ص ٣٤٢' مصنف ابن ابی شیبہ:٧٨٩٠' مجلس علمی' بیروت)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حرہ بنو معاویہ کی طرف گیا' پس آپ نے چاشت کی آٹھ رکعات نماز پڑھی اور ان میں طول دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٧٩٠٠' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٧٨١٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' کنز العمال:٢٧٨٨٣)

اس حدیث میں حرہ بنو معاویہ کا ذکر ہے' یہ مسجد نبوی کے مشرق میں ہے اور مسجد بنو معاویہ اب بھی موجود ہے اور اب وہ مسجد الاجابۃ کے نام سے معروف ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے صرف ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٧٨٧١' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٧٧٨٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' مسند احمد ج ٢ ص ٤٤٦۔٤٧٨' سنن نسائی:٤٧٧' مسند البزار:٦٩٦' مجمع الزوائد ج ٢ ص ٢٣٤)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چاشت کی نماز کی نفی کے متعلق علامہ ابن بطال کی بیان کردہ توجیہات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاشت کی نماز پڑھنے کی نفی کی ہے' اس کی دو توجیہات ہیں' پہلی توجیہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ اس وقت فرمایا ہو' جب صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تہجد کی نماز فرض تھی اور آپ کی امت پر فرض نہیں تھی' کیونکہ حدیث میں ہے: مجھے رات کو نماز پڑھنے کے لیے نکلنے سے اس کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں تھی کہ مجھے یہ خوف تھا کہ رات کی نماز تم پر فرض کر دی جائے گی' اور یہ رمضان کا واقعہ تھا۔ (صحیح البخاری: ١١٢٩) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رات کی نماز صرف آپ پر فرض تھی' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رات کا قیام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض تھا۔

اس حدیث کو ابن الادفوی نے ذکر کیا ہے' اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کام کو چھوڑ دیتے تھے حالانکہ آپ اس کو پسند کرتے تھے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنی امت کی وجہ سے کسی عمل کا اظہار کرنے اور اس عمل کی طرف دعوت دینے کو چھوڑ دیتے تھے' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اس عمل کو بالکل ترک کر دیتے تھے' جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس عمل کو فرض کیا تھا یا آپ کے لیے اس عمل کو مستحب قرار دیا تھا' کیونکہ آپ اپنی امت سے بہت زیادہ متقی تھے اور ان کی بہ نسبت عمل میں بہت زیادہ کوشش کرنے والے تھے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ رمضان میں تیسری یا چوتھی رات کو جب بہت زیادہ مسلمان نماز پڑھنے کے لیے جمع ہو گئے تو آپ ان کی طرف نہیں نکلے' اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس دن بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے معمول کے مطابق نماز پڑھی تھی۔

پس آپ کو یہ خدشہ ہوا کہ اگر آپ ان کی طرف نکلے اور انہوں نے بھی آپ کے ساتھ رات کی نماز کا التزام کیا تو اللہ تعالیٰ آپ کے اور ان کے درمیان رات کی نماز کے حکم کو مساوی کر دے گا اور ان پر بھی آپ کی طرح رات کی نماز فرض ہو جائے گی' کیونکہ شریعت میں معروف یہ ہے کہ نماز میں امام اور مقتدی کا حال مساوی ہو' لہٰذا نماز میں امام اور مقتدی مساوی ہیں اور اسی طرح سنن اور نوافل میں بھی مساوی ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ١٢٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابن بطال کی پہلی توجیہ پر مصنف کا تبصرہ اور یہ بتانا کہ نماز کے جمیع احکام میں امت اور نبی مساوی نہیں ہیں

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کی یہ توجیہ اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ تہجد کی نماز آپ پر فرض تھی حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے' تحقیق یہ ہے کہ نبوت کے پہلے سال کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہو گئی تھی' اس کی تفصیل ہم نے تبیان القرآن کی بارھویں جلد میں سورۃ المزمل کی تفسیر میں بیان کر دی ہے' نیز درج ذیل آیت بھی اس پر دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تہجد کی نماز فرض نہیں تھی:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ. (بنی اسرائیل: ٧٩) اور آپ رات کے کچھ حصہ میں تہجد کی نماز پڑھیے جو خاص آپ کے لیے زیادہ ہے۔

نیز علامہ ابن بطال کا یہ لکھنا بھی صحیح نہیں ہے کہ نماز پڑھنے کے حکم میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے امتی مساوی ہیں کیونکہ اگر امتی بیٹھ کر نفل پڑھیں تو ان کو آدھا ثواب ہوتا ہے اور اگر آپ بیٹھ کر نفل پڑھیں تو آپ کو پورا ثواب ہوتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: مجھے یہ حدیث بیان کی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: بیٹھ کر نماز پڑھنے

سے انسان کو نصف نماز کا اجر ملتا ہے' انہوں نے کہا: پھر میں آپ کے پاس آیا تو آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے' میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر پر رکھا' آپ نے فرمایا: اے عبد اللہ بن عمرو! کیا بات ہے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! مجھے یہ حدیث بیان کی گئی تھی کہ آپ نے فرمایا ہے: بیٹھ کر نماز پڑھنے سے انسان کو نصف اجر ملتا ہے' اور آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں' آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن میں تم میں سے کسی ایک کی بھی مثل نہیں ہوں۔ (صحیح البخاری:۱۱۱۷' صحیح مسلم:۷۳۵' سنن نسائی:۱۶۵۹' مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۳)

اسی طرح امت کے لیے عصر کے بعد نوافل پڑھنا ممنوع ہیں اور آپ ہمیشہ عصر کے بعد نفل پڑھتے تھے' امت کے لیے عصر کے بعد نفل پڑھنے کی ممانعت کی یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے سامنے پسندیدہ لوگوں نے شہادت دی اور سب سے زیادہ پسندیدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمادیا حتیٰ کہ سورج چمکنے لگے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمادیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔

(صحیح البخاری:۵۸۱' صحیح مسلم:۸۲۶' سنن ابوداؤد:۱۲۷۶' سنن ترمذی:۱۸۳' سنن نسائی:۵۶۱' سنن ابن ماجہ:۱۲۵۰)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کے بعد نفل پڑھتے تھے' اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کو کبھی ترک نہیں کیا' حتیٰ کہ آپ اللہ تعالیٰ سے واصل ہو گئے۔

(صحیح البخاری:۵۹۱' صحیح مسلم:۲۹۹' سنن ابوداؤد:۱۲۷۹' سنن ترمذی:۱۸۴' سنن نسائی:۵۷۴' مسند احمد ج ۶ ص ۱۶۹)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شخص کو اس حال میں بلائیں کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ آپ کے بلانے پر آ جائے جب کہ کوئی اور شخص کسی نمازی کو نماز میں بلائے تو اس کے لیے اس کے بلانے پر نماز چھوڑ کر جانا جائز نہیں ہے:

حضرت ابوسعید بن المعلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا' پس میرے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے' سو آپ نے مجھے بلایا' میں آپ کے پاس نہیں گیا' حتیٰ کہ میں نے نماز پڑھ لی' پھر میں آپ کے پاس گیا' تو آپ نے فرمایا: تمہیں میرے پاس آنے سے کس چیز نے منع کیا تھا' کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ . (الانفال:۲۴) اے ایمان والو! جب تمہیں اور اللہ اور رسول بلائیں تو چلے آؤ۔

(صحیح البخاری:۴۶۴۷)

امام ابن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابی بن کعب کے ساتھ بھی یہ واقعہ ہوا اور جب آپ نے یہ آیت پڑھی تو انہوں نے کہا: ضرور' یارسول اللہ! اب آپ جب بھی مجھے بلائیں گے تو میں ضرور آ ؤں گا' خواہ میں نماز پڑھ رہا ہوں۔

(جامع البیان جز ۹ ص ۲۵۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

اگر ہم نماز میں قبلہ کی طرف پیٹھ کر لیں تو ہماری نماز فاسد ہو جاتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں قبلہ سے پیٹھ پھیر لیں اور آپ صرف دو سہو کے سجدے کر لیں تو آپ کی نماز ہو جاتی ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی' آپ نے اس میں کچھ زیادتی کی یا کمی کر دی' جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا: یارسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟

صحابہ نے بتایا: آپ نے اس طرح اور اس طرح نماز پڑھی ہے' آپ نے اپنے پیروں کو موڑا اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور دو سجدے کیے' پھر سلام پھیرا' اور فرمایا: اگر نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو میں تم کو بتا دیتا لیکن میں تمہاری مثل بشر ہوں' میں بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو' پس جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلایا کرو۔

(صحیح البخاری:۴۰۱' صحیح مسلم:۵۷۲' سنن ابوداؤد:۱۰۲۰' سنن نسائی:۱۲۳۹' سنن ابن ماجہ:۱۲۱۱)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے حکم میں اور ہماری نماز کے حکم میں اتنی وجوہ سے فرق ہے تو علامہ ابن بطال کا یہ کہنا کس طرح صحیح ہوگا کہ نماز کے حکم میں آپ اور آپ کی امت مساوی ہیں۔

علامہ ابن بطال کی دوسری توجیہ

علامہ ابن بطال نے دوسری توجیہ یہ کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خوف تھا کہ اگر صحابہ دوام کے ساتھ رات کی نماز پڑھتے رہے تو وہ ضعف کی وجہ سے پھر نہیں پڑھ سکیں گے اور جو اس کو ترک کرے گا' وہ گناہ گار ہوگا کیونکہ وہ آپ کی اتباع کو ترک کرنے کی وجہ سے اور آپ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے عذاب کا مستحق ہوگا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اتباع کو فرض کر دیا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ○ (الاعراف:۱۵۸) اور نبی کی اتباع کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ○

سو آپ کو یہ خوف ہوا کہ جس نے رات کی نماز کو ترک کیا وہ فرض کا تارک ہوگا' اس لیے پھر آپ نماز پڑھانے کے لیے باہر نہیں نکلے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چاشت کی نماز کی نفی کرنے کی علامہ عینی کی بیان کردہ توجیہات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاشت کی نماز بالکل نہیں پڑھی اور میں پڑھتی ہوں' علامہ خطابی نے کہا: حضرت عائشہ نے اس چیز کی خبر دی ہے جس کا انہیں علم تھا' اس کی خبر نہیں دی جس کا انہیں علم نہیں تھا' جب کہ یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن چاشت کی نماز پڑھی تھی' اور آپ نے حضرت ابوذر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کو چاشت کی نماز پڑھنے کی وصیت کی ہے اور علامہ ابن عبد البر کہتے ہیں: حضرت عائشہ نے جو فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاشت کی نماز بالکل نہیں پڑھی' اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کو سنن کا بالخصوص علم ہو' اس سے بعض اہل علم' علم حاصل کر لیتے ہیں' اور صحابہ میں سے کسی نہ کسی سے ضرور کسی نہ کسی سنت کا علم رہ جاتا ہے اور یہ محال ہے کہ تمام صحابہ کو تمام سنتوں کا علم ہو' اور متاخرین کو یہ علم کتابوں کے ذریعہ حاصل ہوا اور بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاشت کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہوں' آپ اس وقت سفر میں ہوتے یا مسجد میں ہوتے تھے یا کسی اور جگہ ہوتے تھے' یا دوسری ازواجِ مطہرات کے پاس ہوتے تھے اور نو دن کے بعد آپ کی باری حضرت عائشہ کے پاس آتی تھی' لہٰذا حضرت عائشہ کا یہ کہنا صحیح ہے کہ میں نے آپ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' یا حضرت عائشہ کی مراد یہ تھی کہ میں نے آپ کو دوام کے ساتھ چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' پس حضرت عائشہ نے چاشت کی نماز پر دوام کی نفی کی ہے نفس چاشت کی نماز کی نفی نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۱۲۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ ابن الزبیر از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھی'

الْمَسْجِدِ، فَصَلّٰى بِصَلٰوتِهٖ نَاسٌ، ثُمَّ صَلّٰى مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ، ثُمَّ اجْتَمَعُوْا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ قَدْ رَاَيْتُ الَّذِىْ صَنَعْتُمْ، وَلَمْ يَمْنَعْنِىْ مِنَ الْخُرُوْجِ اِلَيْكُمْ اِلَّا اَنِّىْ خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ. وَذٰلِكَ فِىْ رَمَضَانَ.

پس لوگوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی' پھر اگلی رات بھی آپ نے نماز پڑھی' پس بہت لوگ ہو گئے' پھر تیسری یا چوتھی رات کو بھی لوگ جمع ہوئے تو رسول اللہ ﷺ ان کی طرف نہیں نکلے' پھر جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: بے شک میں نے دیکھ لیا جو تم نے کیا تھا اور تمہاری طرف نکل کر آنے کے لیے مجھے صرف اس چیز نے منع کیا تھا کہ مجھے یہ خوف تھا کہ یہ نماز تم پر فرض کر دی جائے گی' اور یہ رمضان کا واقعہ ہے۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۷۲۹ میں گزر چکی ہے' تراویح پر مفصل بحث ہم ان شاء اللہ' صحیح البخاری: ۲۰۰۸ میں کریں گے۔

٦ - بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ

نبی ﷺ کا اس قدر قیام کرنا حتیٰ کہ آپ کے دونوں قدم سوج گئے

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا حَتّٰى تَفَطَّرَ قَدَمَاهُ. وَالْفُطُوْرُ الشُّقُوْقُ. ﴿اِنْفَطَرَتْ﴾ (الانفطار:۱) اِنْشَقَّتْ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی ﷺ نے اتنا قیام کیا حتیٰ کہ آپ کے دونوں قدم پھٹ گئے۔ ''الفطور'' کا معنی ہے: پھٹنا' ''انفطرت'' (الانفطار:۱) کا معنی ہے: پھٹ گیا۔

۱۱۳۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَقُوْمُ اَوْ لَيُصَلِّيَ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ، اَوْ سَاقَاهُ، فَيُقَالُ لَهٗ، فَيَقُوْلُ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا.

[اطراف الحدیث: ۴۸۳۶۔ ۴۸۳۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از زیاد' انہوں نے کہا: میں نے حضرت المغیرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ بے شک نبی ﷺ قیام کرتے تھے یا نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ آپ کے دونوں پاؤں سوج جاتے تھے یا آپ کی پنڈلیاں' پس آپ سے کہا جاتا تو آپ فرماتے: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

(صحیح مسلم: ۲۸۱۹' الرقم المسلسل: ۶۹۹۱' سنن ترمذی: ۴۱۲' سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۹' السنن الکبریٰ: ۱۱۵۰۰' مصنف عبدالرزاق: ۴۷۴۶' المعجم الکبیر: ۱۰۱۰۔ ج ۲۰' مسند الحمیدی: ۷۵۹' صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۸۳' صحیح ابن حبان: ۳۱۱' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۶' شعب الایمان: ۴۵۲۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۶۹۳' شمائل ترمذی: ۲۵۹' شرح السنہ: ۹۳۱' مسند احمد ج ۴ ص ۲۵۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۱۹۸۔ ج ۳۰ ص ۱۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۶۴۳۱' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۶۹۰۸)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) مسعر بن کدام (۳) زیاد بن علاقہ الثعلبی (۴) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۶۰)

نبی ﷺ کی طرف مغفرتِ ذنوب کی نسبت اور اس کی وضاحت

اس حدیث میں مذکور ہے: پس آپ سے کہا جاتا' کیا کہا جاتا اور کون کہتا' اس کا ذکر نہیں ہے۔ امام بزار نے حضرت ابوہریرہ

سے روایت کیا ہے: آپ سے کہا جاتا: یارسول اللہ! آپ ایسا کر رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بہ ظاہر خلاف اولیٰ تمام کاموں) کو معاف فرما دیا ہے۔

(شمائل ترمذی: ۲۴۹، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۸۴، شعب الایمان: ۱۴۱۴، سنن ابن ماجہ: ۱۴۲۰، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۸۶)

محمد بن عمرو سے روایت ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں: ''اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًاO لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ'' (الفتح: ۲-۱) تو آپ نے کھڑے ہو کر اتنی نماز پڑھی کہ آپ کے دونوں قدم سوج گئے اور آپ نے اتنی عبادت کی کہ آپ کا جسم پرانی مشک کی طرح ہو گیا' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ یہ کر رہے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (تمام بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کو معاف فرما دیا ہے' آپ نے فرمایا: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

(شعب الایمان: ۱۴۱۵)

اس مضمون کی حدیث' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو قیام کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے دونوں پیر پھٹ جاتے' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ! آپ اس طرح کیوں کرتے ہیں! حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (تمام بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کو معاف فرما دیا ہے' آپ نے فرمایا: کیا میں اس سے محبت نہیں کرتا کہ میں اللہ کا شکر گزار بندہ بن جاؤں!

(صحیح البخاری: ۴۸۳۷، صحیح مسلم: ۲۸۲۰، الرقم المسلسل: ۶۹۹۳)

قرآن مجید کی آیت' الفتح: ۲ میں اور صحابہ کرام کے اقوال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جو ذنب کی نسبت کی گئی ہے' اس سے مراد ذنب کا حقیقی معنی نہیں ہے کیونکہ ذنب کا حقیقی معنی اثم اور گناہ ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم ہیں اور آپ سے کبھی کوئی گناہ خواہ نبوت سے پہلے یا نبوت کے بعد صادر نہیں ہوا' عمداً نہ سہواً' اور آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے نہ حقیقۃً نہ صورۃً' لہٰذا الفتح: ۲' اور صحابہ کے اقوال مجاز پر محمول ہیں اور ذنب سے مراد مجازاً خلافِ اولیٰ یا مکروہ تنزیہی کام ہیں اور خلافِ اولیٰ یا مکروہ تنزیہی گناہ نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

نیکوں کے جو نیک کام ہیں' مقربوں کے حق میں گناہ ہیں' وہاں ترکِ اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترکِ اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۷۷' دار العلوم امجدیہ' کراچی)

نیز اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: یہ بھی ہمارے اختیار کردہ قول کراہت تحریمہ کی صراحت کرتا ہے کیونکہ مکروہ تنزیہی میں کوئی گناہ نہیں ہوتا' وہ صرف خلافِ اولیٰ ہے' نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیانِ جواز کے لیے قصداً ایسا کیا اور نبی قصداً گناہ کرنے سے معصوم ہوتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۴۵۰-۴۴۹' رضا فاؤنڈیشن' جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور)

* اس بحث کی زیادہ تفصیل' شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۶۹۰-۶۸۶' اور شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۳۴۵-۳۱۸' اور تبیان القرآن ج ۱۱' الاحقاف: ۹' اور الفتح: ۲ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں' یہاں پر ہم نے جو لکھا ہے وہ ان مباحث کا خلاصہ ہے۔

اس بحث میں یہ عبارت بھی حل طلب ہے:

حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

جواب نمبر ۶: انبیاء و رسل اُن انواعِ ذنوب و خطایا سے جو شانِ نبوت کے منافی ہوں معصوم و مامون ہیں۔

(سیف چشتیائی ص ۳۵۷، طبع چہارم ۱۹۶۳ء مہر منیر ص ۲۰۹، طبع سوم ۱۹۷۳ء)

علامہ سیّد محمد امین بن عمر شامی متوفی ۱۲۵۸ھ نے لکھا ہے کہ کتابوں اور تصانیف میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے۔

(ردالمحتار ج ۶ ص ۵۰۸، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

لہٰذا حضرت پیر صاحب گولڑوی رحمہ اللہ کی اس عبارت کا معنی یہ ہوگا کہ جو ذنوب اور خطایا شانِ نبوت کے منافی نہیں ہوتے تو ان سے انبیاء اور رسل علیہم السلام معصوم نہیں ہوتے، لہٰذا ضروری ہوا کہ ان ذنوب اور خطایا سے مراد ان کاموں کو لیا جائے جو خلافِ اولیٰ ہوں یا مکروہ تنزیہی ہوں تا کہ عصمت انبیاء کا عقیدہ محفوظ رہے، اور یہی وہ بات ہے جو ہم شروع سے کہہ رہے ہیں۔

٧ - بَابُ مَنْ نَّامَ عِنْدَ السَّحَرِ

جو شخص سحر کے وقت سو جائے

١١٣١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ اَنَّ عَمْرَو بْنَ اَوْسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ اَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَاَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ، وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهُ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا.

[اطراف الحدیث: ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۹۷۴۔ ۱۹۷۵۔ ۱۹۷۶۔ ۱۹۷۷۔ ۱۹۷۸۔ ۱۹۷۹۔ ۱۹۸۰۔ ۳۴۱۸۔ ۳۴۱۹۔ ۳۴۲۰۔ ۵۰۵۲۔ ۵۰۵۳۔ ۵۱۹۹۔ ۶۱۳۴۔ ۶۲۷۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی کہ ان کو عمرو بن اوس نے خبر دی کہ ان کو حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور سب سے زیادہ پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں، حضرت داؤد آدھی رات تک سوتے تھے اور تہائی رات میں قیام کرتے تھے (پھر) رات کے چھٹے حصے میں سوتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۵۹، الرقم المسلسل: ۲۶۸۴، سنن ابوداؤد: ۲۴۴۷، سنن نسائی: ۲۳۹۲، مصنف عبد الرزاق: ۷۸۶۲، سنن کبریٰ: ۲۷۰۰، صحیح ابن حبان: ۳۶۶۰، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۸۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۶۷۶۰۔ ج ۱۱ ص ۳۷۴۔ ۳۷۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) عمرو بن اوس ثقفی مکی، یہ ۹۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۶۳)

رات کے نصف، تہائی اور چھٹے حصہ کی تمثیل

اس حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام رات کے نصف حصے میں سوتے تھے، اور رات کے تہائی حصہ میں قیام کرتے تھے اور پھر رات کے چھٹے حصہ میں سوتے تھے، فرض کیجئے کہ رات چھ گھنٹے کی ہو تو اس کا نصف تین گھنٹے ہوا، اس کا تہائی دو گھنٹے ہوا، اور اس کا چھٹا حصہ ایک گھنٹا ہوا، اگر رات مثلاً ۹ گھنٹے کی ہو تو اس کا نصف ساڑھے چار گھنٹے ہوا اور اس کا تہائی تین گھنٹے ہوا اور اس کا چھٹا حصہ ڈیڑھ گھنٹا ہوا، باقی راتوں کو اسی حساب سے قیاس کر لیا جائے۔

اس حدیث میں جو فرمایا ہے: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز، حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے، اس سے مراد سیدنا

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ماسوا دیگر نبیوں کی نمازیں ہیں۔

١١٣٢ - حَدَّثَنِي عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبِي عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ اَشْعَثَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِي قَالَ سَمِعْتُ مَسْرُوْقًا قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَيُّ الْعَمَلِ كَانَ اَحَبَّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتِ الدَّائِمُ قُلْتُ مَتٰى كَانَ يَقُوْمُ؟ قَالَتْ يَقُوْمُ اِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبردی از شعبہ از اشعث' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے مسروق سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سا عمل زیادہ محبوب تھا؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: جو دائمی ہو' میں نے پوچھا: آپ (صبح) کس وقت اٹھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: جب مرغ اذان دیتا تھا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ، عَنِ الْاَشْعَثِ قَالَ اِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ قَامَ فَصَلّٰى. [اطراف الحدیث: ٦٤٦١ـ ٦٤٦٢]

ہمیں حدیث بیان کی محمد بن سلام نے' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الاحوص نے خبردی از الاشعث' انہوں نے کہا: جب آپ مرغ کی اذان سنتے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔

(صحیح مسلم: ٧٤١' الرقم المسلسل: ١٦٩٩' سنن ابوداؤد: ١٣١٧' سنن نسائی: ١٦١٦' مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٤٠٧' سنن بیہقی ج ٣ ص ٣' صحیح ابن حبان: ٢٤٤٤' کامل ابن عدی ج ١ ص ٤١٥' مسند احمد ج ٦ ص ٩٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٦٢٨ـ ج ٤١ ص ١٧٦' مؤسسة الرسالة' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٧٤٨٨' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبدان' ان کا نام عبد اللہ ہے اور عبدان ان کا لقب ہے' جو نام پر غالب ہے (٢) ان کے والد' ان کا نام عثمان بن جبلہ ہے (٣) شعبہ بن الحجاج (٤) اشعث (٥) ان کے والد ابو الشعثاء' ان کا نام سلیم بن اسود المحاربی ہے (٦) مسروق بن الاجدع (٧) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٦٤)

دائمی عمل کی فضیلت خواہ وہ کم ہو

اس حدیث میں دائمی عمل کی ترغیب دی ہے' کیونکہ جو عمل کثیر ہو اور وہ کبھی کبھی ہو' اس سے وہ عمل بہتر ہے جو دائمی ہو خواہ قلیل ہو' کیونکہ جو عمل بغیر مشقت اور تھکاوٹ کے دائمی کیا جائے' اس سے انسان کا دل خوش اور مطمئن رہتا ہے' اس کے برخلاف جو زیادہ کام کیا جائے اور اس میں مشقت اور تھکاوٹ ہو' اس کو انسان بے دلی اور بے رغبتی سے کرتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٧٢٥ـ ج ٢ ص ٥٣٦ پر مذکور ہے' وہاں اس کی بہت مفصل اور مبسوط شرح کی گئی ہے' اس کے عنوان یہ ہیں:

① اُکتانے اور استہزاء کا اللہ پر اطلاق ② نفلی عبادت میں دوام کا معنی ③ نفلی عبادات اور بدعات کے درمیان حد فاصل ④ جس فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ترک کیا ہو وہ علی الاطلاق بدعت نہیں ہے ⑤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی کام کو ترک کرنے کی وجہ سے بدعت کا ضابطہ ⑥ نفلی عبادات کے ساتھ فرض یا واجب کا معاملہ کرنے کی ممانعت ⑦ بدعت سیئہ کی تعریف ⑧ بدعت کا شرعی معنی اور اقسام ⑨ بدعات حسنہ اور مصالح مرسلہ ⑩ بدعات حسنہ کی وجہ اختراع اور بدعت سیئہ کا مصداق ⑪ ایک شبہ کا ازالہ ⑫ قرون ثلاثہ پر بدعت اور سنت کا مدار۔

١١٣٣ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ ذَكَرَ أَبِيْ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا أَلْفَاهُ السَّحَرُ عِنْدِيْ إِلَّا نَائِمًا، تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میرے والد نے ذکر کیا از ابوسلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سحری کے وقت سوتے ہوئے ہی پایا۔

(صحیح مسلم: ٧٤٢، الرقم المسلسل: ١٧٠٠، سنن ابوداؤد: ١٣١٨، سنن ابن ماجہ: ١١٩٧، جامع المسانید لابن الجوزی: ٧٤٨٧، مکتبۃ الرشد ریاض، ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی (٢) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف ابواسحاق الزہری' یہ بغداد کے قاضی تھے (٣) ان کے والد سعد بن ابراہیم (٤) ابوسلمہ بن عبدالرحمان بن عوف (٥) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٦٥)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سحری کے وقت سونے کا معنی

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سحری تک نماز پڑھتے رہتے تھے' پھر سحری کے وقت سو جاتے تھے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ وقت رات کا چھٹا حصہ ہوتا تھا' جس میں حضرت داؤد علیہ السلام سو جاتے تھے' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لمبی راتوں میں سحر کے وقت سوتے تھے' اور یہ غیر رمضان کا واقعہ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاخیر سے سحری کرتے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ١٣٠)

٨ - بَابُ مَنْ تَسَحَّرَ فَلَمْ يَنَمْ حَتّٰى صَلَّى الصُّبْحَ

جس نے سحری کی' پھر نماز پڑھنے کھڑا ہوا' پھر نہیں سویا حتیٰ کہ صبح کی نماز پڑھی

١١٣٤ - حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَسَحَّرَا، فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى. قُلْنَا لِأَنَسٍ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا وَدُخُوْلِهِمَا فِي الصَّلٰوةِ؟ قَالَ كَقَدْرِ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِيْنَ آيَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کی' جب وہ دونوں اپنی سحری سے فارغ ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کی طرف کھڑے ہوئے' پس آپ نے نماز پڑھائی' ہم نے حضرت انس سے پوچھا: ان کے سحری سے فارغ ہونے اور نماز میں داخل ہونے کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ انہوں نے بتایا: جتنی مقدار میں ایک آدمی پچاس آیتیں پڑھتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٥٧٦ میں گزر چکی ہے۔

٩ - بَابُ طُوْلِ الصَّلٰوةِ فِيْ قِيَامِ اللَّيْلِ

رات کی نماز میں لمبا قیام کرنا

١١٣٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً، فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِاَمْرِ سَوْءٍ. قُلْنَا وَمَا هَمَمْتَ؟ قَالَ هَمَمْتُ اَنْ اَقْعُدَ وَاَذَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

الاعمش از ابی وائل از حضرت عبد اللہ رضی اللہ انہوں نے بیان کیا: میں نے ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' آپ مسلسل کھڑے رہے حتیٰ کہ میں نے ایک بُری بات کا ارادہ کیا' ہم نے پوچھا: آپ نے کیا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے ارادہ کیا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا رہنے دوں۔

(صحیح مسلم: ٧٧٣' الرقم المسلسل: ١٧٨٣' شمائل ترمذی: ١٧-١٨' سنن ابن ماجہ: ١٤١٨' مسند ابویعلیٰ: ٥١٦٥' صحیح ابن خزیمہ: ١١٥٤' صحیح ابن حبان: ٢١٤١' مسند احمد ج ١ ص ١٨٥ طبع قدیم' مسند احمد: ٣٦٤٦- ج ٦ ص ١٥٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٤١٣٧' مکتبۃ الرشد' ریاض ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) سلیمان بن حرب ابوایوب الواشحی (٢) شعبہ بن الحجاج (٣) سلیمان الاعمش (٤) ابووائل' ان کا نام ہے: شقیق بن سلمہ الاسدی (٥) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٦٧)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا چھوڑ کر خود بیٹھ جانے کے بُرا ہونے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹھنے کو بُری بات کیوں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت بُری بات ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ. (النور: ٦٣) جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے۔

اسی طرح جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور آپ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے ان سے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے (الیٰ قولہ) پس جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔ (صحیح البخاری: ٣٧٨) پس جو شخص نماز کے کسی عمل میں اپنے امام کی مخالفت کرے' اس کا وہ عمل بُرے کاموں میں سے شمار ہونا چاہیے۔

حضرت ابن مسعود کی اس حدیث میں رات کی نماز میں طول قیام کی دلیل ہے' کیونکہ حضرت ابن مسعود نے یہ بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر کھڑے رہے کہ انہوں نے بیٹھنے کا ارادہ کیا اور ان کا یہ ارادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طویل قیام کی وجہ سے تھا۔

آیا طول قیام افضل ہے یا کثرتِ رکوع اور سجود؟

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ نفل نماز میں طول قیام افضل ہے یا کثرتِ رکوع اور سجود افضل ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ طویل قیام نہیں کرتے تھے اور رکوع اور سجود کی کثرت کرتے تھے' ان سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے رکوع کیا اور سجدہ کیا' اللہ تعالیٰ اس کے درجہ کو بلند کرتا ہے اور اس کے گناہ کو مٹا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم: ٤٨٨)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک نوجوان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' جو لمبی نماز پڑھ رہا تھا' جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت ابن عمر نے کہا: اس کو کون جانتا ہے؟ ایک شخص نے کہا: میں جانتا ہوں' حضرت ابن عمر نے فرمایا: اگر میں اس کو جانتا ہوتا تو میں اس کو حکم دیتا کہ یہ لمبے رکوع اور سجود کرے' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب بندہ

کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہوں کو اس کے سر کے اور کندھوں کے اوپر رکھ دیا جاتا ہے اور وہ جب بھی رکوع اور سجدہ کرتا ہے تو اس کے گناہ گر جاتے ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ۲۶۶۷ قدیمی کتب خانہ کراچی)

دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ لمبا قیام کرنا افضل ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: کون سی نماز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس میں لمبا قیام ہو۔ (صحیح مسلم: ۷۵۶)

ابراہیم نخعی، ابومجلز، حسن بصری کا قول ہے اور امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد کا یہی مؤقف ہے۔

اشہب مالکی نے کہا ہے: میرے نزدیک یہ قول زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ لمبے قیام میں زیادہ قرآن پڑھا جائے گا۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت ابوذر کی حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ جو شخص اللہ کے لیے رکوع اور سجدہ کرے، اللہ اس کا درجہ بلند کرے اور اس کا گناہ مٹائے اور اگر اس نے اس کے ساتھ لمبا قیام کیا تو وہ افضل ہوگا، اسی طرح حضرت ابن عمر کی حدیث میں بھی رکوع اور سجود کی لمبے قیام پر فضیلت نہیں ہے، اس میں تو صرف یہ بیان ہے کہ رکوع اور سجود کرنے سے گناہ گر جاتے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ لمبا قیام کرنے کی وجہ سے اس کو اس سے افضل اجر عطا کیا جائے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ کی حدیث (صحیح بخاری: ۱۱۳۵) میں اس قول کی صحت پر شہادت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۳۳۔ ۱۳۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال نے یہ بحث شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۷۱۱۔ ۷۰۹ سے اخذ کی ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۷۱۲۔ ج ۲ ص ۱۳۱ پر مذکور ہے، اس کی شرح میں تعظیم رسول کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۱۳۶- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ اَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ، يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از حصین از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ کہ نبی ﷺ جب رات کو تہجد کے لیے اٹھتے تو اپنے منہ کو مسواک سے ملتے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۴۵ میں گزر چکی ہے، یہاں پر ہم یہ بیان کر رہے ہیں کہ امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے: رات کو لمبا قیام کرنا، اور اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے، اس کی کیا توجیہ ہوگی۔

طول قیام کے باب میں مسواک کرنے کی حدیث کو ذکر کرنے کی وجہ سے امام بخاری پر اعتراض۔۔۔۔ اور اس کے جوابات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ کی اس حدیث کا اس باب میں کوئی دخل نہیں ہے کیونکہ رات کی نماز پڑھنے کے لیے منہ کو مسواک سے صاف کرنے کی رات کی نماز کے طول پر کوئی دلالت نہیں ہے اور نہ اس کی رات کی نماز کے اقتصار پر کوئی دلالت ہے، ہوسکتا ہے کہ صحیح بخاری کو نقل کرنے والے ناسخین اور کاتبین نے اس حدیث کو غلط جگہ پر درج کر دیا ہو اور اگر اس طرح نہیں ہوا تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام بخاری کو قضاء نے اتنی مہلت نہ دی ہو کہ وہ اپنی کتاب پر نظر ثانی کر کے اس کی تہذیب کر لیتے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۳۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن المنیر نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے امام بخاری نے یہ ارادہ کیا ہو کہ مسواک کا استعمال کرنا عمدہ حالت بنانے اور نماز کی تیاری پر

دلالت کرتا ہے اور یہ طول قیام کی دلیل ہے کیونکہ اگر نماز تخفیف کے ساتھ پڑھنی ہو تو پھر اس کے لیے مکمل تیاری کی ضرورت نہیں ہوتی' اور ابن رشید نے یہ کہا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں اس لیے داخل کیا ہے کہ اس حدیث میں ہے: جب آپ تہجد کے لیے کھڑے ہوتے یعنی جب آپ اپنی عادت کے مطابق تہجد کے لیے کھڑے ہوتے' اور تہجد کا لفظ نیند ترک کرنے اور بیدار ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مسواک کرنے سے نیند کو دور کرنے میں مدد حاصل ہوتی ہے اور اس سے لمبی نماز پڑھنے کی صلاحیت حاصل ہوتی ہے' اور بدر بن جماعہ نے کہا: مجھ پر یہ منکشف ہوا ہے کہ اس حدیث کو اس باب میں داخل کرنے سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ طول صلوٰۃ کے متعلق حضرت حذیفہ کی اس دوسری حدیث کو مستحضر کیا جائے جس کو امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' آپ نے سورۃ البقرہ پڑھنی شروع کی' میں نے دل میں کہا: آپ سو آیات پڑھنے کے بعد رکوع کر لیں گے' پھر میں نے کہا: آپ سورۃ البقرہ کے بعد رکوع کر لیں گے' پھر آپ نے سورۃ النساء پڑھی' پھر سورۃ آل عمران پڑھی' آپ ترتیل سے پڑھتے رہے' جب آپ ایسی آیت سے گزرتے جس میں تسبیح کا حکم ہوتا تو آپ تسبیح پڑھتے اور کسی جگہ دعا کا ذکر ہوتا تو آپ دعا کرتے اور جب کسی آیت میں پناہ طلب کرنے کا ذکر ہوتا تو آپ پناہ طلب کرتے' پھر آپ نے رکوع کیا اور ''سبحان ربی العظیم'' پڑھتے رہے' آپ نے قیام کی مقدار میں رکوع کیا' پھر آپ نے فرمایا: ''سمع اللہ لمن حمدہ'' پھر کافی طویل قومہ کیا' جو رکوع کے قریب تھا' پھر آپ نے سجدہ کیا' آپ کے سجدہ کی مقدار بھی آپ کے قیام کے قریب تھی۔ (صحیح مسلم: ٧٧٢' الرقم المسلسل: ١٧٨٣' سنن ابوداؤد: ٨٧١' سنن ترمذی: ٢٦٢۔٢٦٣' سنن نسائی: ١٣٧٧' سنن ابن ماجہ: ١٣٥١۔٨٩٧) امام بخاری نے اس حدیث کو خود اس لیے روایت نہیں کیا کہ وہ ان کی شرط کے مطابق نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے حضرت حذیفہ کی اس حدیث کے عنوان کے لیے خالی جگہ چھوڑ دی ہو اور بعد میں کاتبین نے اس خالی جگہ کو حذف کر دیا ہو اور حضرت حذیفہ کی اس حدیث کی جگہ حضرت حذیفہ کی دوسری حدیث کو لکھ دیا' جس میں رات کی نماز کے وقت مسواک کرنے کا ذکر ہے۔ (فتح الباری ج ٢ ص ٦٢٨' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے تو امام بخاری پر اعتراض کیے ہیں اور طول صلوٰۃ اللیل کے باب میں مسواک کی حدیث ذکر کرنے کی کوئی توجیہ نہیں کی اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن المنیر' علامہ ابن رشید اور علامہ بدرالدین جماعہ کی طرف سے جو توجیہات ذکر کیں' وہ سب دور از کار اور بعید تاویلات ہیں' البتہ اس کی قریب ترین توجیہ یہ ہے کہ اس باب کے عنوان میں رات کی نماز میں طول قیام کا ذکر ہے اور حضرت حذیفہ کی حدیث میں تہجد کے لیے قیام کا ذکر ہے اور عموماً تہجد میں لمبی نماز پڑھی جاتی ہے اور لمبی نماز میں لمبا قیام ہوتا ہے' اگرچہ اس میں رکوع اور سجود بھی طویل ہوتا ہے' مگر طول قیام بھی ہوتا ہے اور یہ عنوان کے ساتھ مناسبت کے لیے کافی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٧٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٠ - بَابُ كَيْفَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ، وَكَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ

رات کی نماز کس طرح تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کی نماز کس طرح پڑھتے تھے

١١٣٧ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں

اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ اِنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، کَیْفَ صَلٰوۃُ اللَّیْلِ؟ قَالَ مَثْنٰی مَثْنٰی، فَاِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَۃٍ.

نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! رات کی نماز کس طرح (پڑھوں)؟ آپ نے فرمایا: دو دو رکعت' پس جب تم کو صبح کا خوف ہو تو (آخری دوگانہ کے ساتھ) ایک رکعت ملا کر نماز کو وتر کرلو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۷۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۳۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی، عَنْ شُعْبَۃَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ جَمْرَۃَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ تَعَالٰی اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ کَانَ صَلٰوۃُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ عَشَرَۃَ رَکْعَۃً، یَعْنِی بِاللَّیْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ' انہوں نے کہا: مجھے ابو جمرہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو تیرہ رکعات نماز پڑھتے تھے۔

۱۱۳۹ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ قَالَ اَخْبَرَنَا اِسْرَائِیْلُ، عَنْ اَبِیْ حُصَیْنٍ، عَنْ یَحْیَی بْنِ وَثَّابٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا، عَنْ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاللَّیْلِ؟ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَّتِسْعٌ وَاِحْدٰی عَشَرَۃَ، سِوٰی رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے خبر دی از ابی حصین از یحییٰ بن وثاب از مسروق' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق سوال کیا' انہوں نے بتایا کہ آپ صبح کی دو سنتوں کے علاوہ سات' نو اور گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔

۱۱۴۰ - حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُوْسٰی قَالَ اَخْبَرَنَا حَنْظَلَۃُ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ ثَلَاثَ عَشَرَۃَ رَکْعَۃً، مِنْھَا الْوِتْرُ وَرَکْعَتَا الْفَجْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حنظلہ نے خبر دی از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو تیرہ رکعات پڑھتے تھے' ان میں وتر تھے اور دو رکعت فجر کی۔

ان احادیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۹۴-۹۹۵ میں گزر چکی ہے' مزید شرح کا ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں۔

رات کی نماز کی مختلف رکعات میں تطبیق

ان احادیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو سات رکعات بھی پڑھتے تھے اور نو رکعات بھی پڑھتے تھے' سات رکعات کے متعلق یہ حدیث ہے:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر زیادہ ہوگئی اور آپ پر گوشت چڑھ گیا تو آپ سات رکعات پڑھتے تھے اور صرف ان کے آخر میں بیٹھتے تھے اور سلام پھیرنے کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۷۱۴)

اور نو رکعات کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نو رکعات کے ساتھ وتر پڑھتے تھے' پھر بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے' پھر جب آپ کمزور ہو گئے تو سات رکعات کے ساتھ وتر پڑھتے تھے' پھر آخر میں بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۷۱۸)

اور صحیح البخاری: ۱۱۳۹-۱۱۳۸ میں یہ تصریح ہے کہ آپ صبح کی دو سنتوں کے علاوہ رات کی نماز گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور عنقریب باب: ۲۸ ''ما یقرء بعد الفجر '' میں یہ تصریح آئے گی کہ آپ تیرہ رکعات پڑھتے تھے اور اس کے بعد دو رکعت سنت فجر پڑھتے تھے' اس طرح رات کی نماز پندرہ رکعت ہو گئیں' اس میں عشاء کی دو سنتیں بھی شامل ہیں' اس طرح تین رکعت وتر ملا کر رات کی نماز کی تعداد گیارہ رکعات ہیں' اور صبح کی دو سنتیں ملا کر تیرہ رکعات ہیں اور صرف رات کی نماز گیارہ رکعات ہیں' جس میں تین رکعات وتر شامل ہیں۔

ابو سلمہ بن عبد الرحمان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کی کتنی رکعات نماز پڑھتے تھے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رمضان ہو یا اس کا غیر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے' آپ چار رکعت پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو' پھر چار رکعت پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو' پھر آپ تین رکعت وتر پڑھتے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۴۷' صحیح مسلم: ۷۳۸' سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱' سنن ترمذی: ۴۳۹' سنن نسائی: ۱۶۹۶)

۱۱ - بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ وَنَوْمِهٖ، وَمَا نُسِخَ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رات کو قیام کرنا اور سونا اور رات کے قیام (کی فرضیت) کا منسوخ ہونا

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ٥ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا٥ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا٥ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا٥ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا٥ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا٥ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا﴾ (المزمل: ۷-۱).
وَقَوْلُهٗ ﴿عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (المزمل: ۲۰).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اے چادر لپیٹنے والے٥ رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑا٥ آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیں٥ یا اس پر کچھ اضافہ کر دیں اور قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں٥ بے شک ہم آپ پر بھاری کلام نازل فرمائیں گے٥ بے شک رات کو اٹھنا (نفس پر) سخت بھاری ہے اور کلام کو درست رکھنے والا ہے٥ بے شک دن میں آپ کی بہت مصروفیات ہیں٥ (المزمل: ۷-۱) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کو علم ہے کہ اے مسلمانو! تم ہرگز اس قیام کا شمار نہیں کر سکو گے' سو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی' پس تم جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو' اللہ کو علم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ لوگ زمین میں سفر کریں گے' اللہ کے فضل کو تلاش کرتے ہوئے اور کچھ دوسرے لوگ اللہ کی راہ میں قتال کر رہے ہوں گے' پس تم جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو' اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو اچھا قرض دو اور تم اپنی بھلائی کے لیے جو کچھ آگے بھیجو گے' اس کو اللہ کے پاس اس

سے بہتر اور زیادہ ثواب میں پاؤ گے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہو' بے شک اللہ بہت مغفرت فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہےO(المزمل:٢٠)

ان آیات کی تفصیل کے لیے تبیان القرآن ج ١٢ میں سورۃ المزمل کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَشَاَ قَامَ' بِالْحَبَشِيَّةِ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''نشأ'' کا معنی حبشی زبان میں ہے: قیام کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس تعلیق کو امام عبد بن حمید نے سند صحیح کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے۔

﴿وِطَاءً﴾ قَالَ مُوَاطَاَةَ الْقُرْاٰنِ' اَشَدُّ مُوَافَقَةً لِسَمْعِهٖ وَبَصَرِهٖ وَقَلْبِهٖ. ﴿لِيُوَاطِئُوْا﴾ (التوبہ:٣٧). لِيُوَافِقُوْا. حضرت ابن عباس نے کہا: ''وطاء'' کا معنی ہے: جو سننے دیکھنے اور دل سے غور کرنے میں قرآن مجید کے بہت زیادہ موافق ہو۔ ''لیواطئوا'' کا معنی ہے: تاکہ وہ موافقت کریں۔

اس تعلیق کو بھی امام عبد بن حمید نے سند موصول کے ساتھ مجاہد سے روایت کیا ہے۔

(فتح الباری ج ٢ ص ٦٢٩' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا قرآن مجید میں کوئی غیر عربی لفظ ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ موجود ہیں جیسے ''سجیل' فردوس ''اور'' ناشئۃ'' اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ قرآن مجید میں کوئی غیر عربی لفظ نہیں ہے اور جو اس قسم کے الفاظ ہیں ان میں دو لغتوں کا توافق ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٧٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

آیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تہجد کی نماز فرض تھی یا نفل؟ اس سلسلہ میں فقہاء کے اقوال اور قول راجح کا بیان

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں کہا ہے: رات کے قیام کو جو منسوخ کیا گیا۔

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سلسلہ میں ایک قول یہ ہے کہ رات کا قیام آپ پر فرض نہیں تھا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے:

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًاO نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًاO اَوْ زِدْ عَلَيْهِ. (المزمل:٢-٤) رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑاO آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیںO یا اس پر کچھ اضافہ کر دیں۔

جب کہ فرض اس طرح نہیں ہوتا' بلکہ فرض میں حتمی طور پر کچھ معین کیا جاتا ہے' یہ مستحب کی شان ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ رات کا قیام صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض تھا' یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہاری طرف نکلنے سے صرف یہ چیز مانع ہوئی کہ مجھے یہ خوف ہوا کہ رات کی نماز تم پر فرض کر دی جائے گی۔ (صحیح البخاری:١١٢٩) اس حدیث میں آپ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ رات کی نماز صحابہ پر فرض نہیں تھی۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ کب معلوم ہوا کہ رات کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض تھی' جب کہ قرآن مجید کی صریح آیت یہ ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ. (بنی اسرائیل:٧٩) اور آپ رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھیے جو خاص آپ کے لیے نفل ہے۔

علامہ ابن بطال نے اس سلسلہ میں تیسرا قول یہ ذکر کیا ہے:

رات کا قیام آپ پر بھی فرض تھا اور آپ کی امت پر بھی فرض تھا' پھر سورۃ المزمل کی اس آیت سے رات کا قیام منسوخ کر دیا گیا:

عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ. (المزمل: ۲۰) اللہ کو علم ہے کہ اے مسلمانو! تم ہرگز اس قیام کا شمار نہیں کر سکو گے' سو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔

جمہور علماء کا یہی مؤقف ہے اور اس کی تائید میں یہ حدیث ہے:

سعد بن ہشام بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: یا ام المؤمنین! مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (رات کے) قیام کے متعلق خبر دیجئے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: کیا تم یہ سورت نہیں پڑھتے؟ (یایھا المزمل) میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! حضرت عائشہ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے اس سورت کے اوّل میں آپ پر رات کا قیام فرض فرمایا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے ایک سال تک (رات کو) قیام کیا حتیٰ کہ ان کے قدم سوج گئے اور اللہ عزوجل نے اس سورت کے آخری حصہ (المزمل: ۲۰) کو بارہ مہینے تک روکے رکھا' پھر اللہ عزوجل نے اس سورت کے آخر میں قیامِ لیل میں تخفیف نازل فرمائی' پھر رات کے قیام کی فرضیت کے بعد اس کو نفل کر دیا۔ (الحدیث) (صحیح مسلم: ۷۴۶' الرقم المسلسل: ۱۷۰۸' سنن ابوداؤد: ۱۳۴۲' سنن نسائی: ۱۶۰۱' السنن الکبریٰ: ۱۳۳۵)

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح مسلم' سنن ابوداؤد' سنن نسائی اور سنن کبریٰ کی اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ صحیح قول یہی ہے کہ شروع کے ایک سال میں آپ پر اور آپ کے اصحاب پر تہجد فرض تھی' پھر ایک سال بعد اس کی فرضیت کو منسوخ کر کے اس کو نفل کر دیا گیا۔

۱۱۴۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا يَصُوْمَ مِنْهُ شَيْئًا وَيَصُوْمُ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا وَكَانَ لَا تَشَآءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا رَاَيْتَهٗ، وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَيْتَهٗ. تَابَعَهٗ سُلَيْمَانُ وَاَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ، عَنْ حُمَيْدٍ. [اطراف الحدیث: ۱۹۷۲۔ ۱۹۷۳۔ ۳۵۶۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مہینہ روزے چھوڑ دیتے حتیٰ کہ ہم یہ گمان کرتے کہ اب آپ بالکل روزے نہیں رکھیں گے اور کسی مہینہ آپ روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم یہ گمان کرتے کہ اب آپ بالکل روزے نہیں چھوڑیں گے اور تم آپ کو رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہو تو آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لو گے اور تم آپ کو رات میں سوتے ہوئے دیکھنا چاہو تو آپ کو سوتے ہوئے دیکھ لو گے' محمد بن جعفر کی سلیمان اور ابو خالد الاحمر نے از حمید متابعت کی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تہجد اور دیگر نفلی عبادات کے معمولات مختلف تھے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رات کو نفل نماز پڑھنے اور سونے کے معمولات مختلف تھے' اسی طرح نفلی روزے رکھنے کے معمولات بھی مختلف تھے۔

۱۲ - بَابُ عَقْدِ الشَّيْطَانِ عَلٰى قَافِيَةِ جو شخص رات کی نماز نہ پڑھے اس کی گدی

الرَّأْسِ إِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ

پر شیطان کا گرہ لگانا

١١٤٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ، يَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ فَارْقُدْ، فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ، وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ. [طرف الحدیث:۳۲۶۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی شخص سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے' ہر گرہ پر یہ پڑھ کر پھونک دیتا ہے کہ رات بہت لمبی ہے لہٰذا تم سو جاؤ' پس جب وہ (بندہ) بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرے تو پہلی گرہ کھل جاتی ہے' پھر اگر وضوء کرے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے' پھر اگر نماز پڑھ لے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے' پھر صبح کو وہ خوش اور تر و تازہ اٹھتا ہے' ورنہ وہ صبح کو نحوست اور سستی کے ساتھ اٹھتا ہے۔

(سنن ابوداؤد:۱۳۰۶' جامع المسانید لابن جوزی:۶۶۷۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی:۷۶۰۳)

جس کی گدی پر شیطان گرہیں لگاتا ہے' اس کے ضمن میں مسائل اور بعض اعتراضات کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے عنوان میں ہے: جو شخص رات کو نماز نہ پڑھے اس کی گدی پر شیطان تین گرہیں لگا دیتا ہے' رات کو نماز نہ پڑھنے سے مراد عام ہے' اس نے عشاء کی نماز نہ پڑھی ہو یا رات کو اٹھ کر تہجد نہ پڑھی ہو' اس حدیث میں کوئی ایسا قرینہ نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ اس سے عشاء کی نماز نہ پڑھنا مراد ہے' ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سوتے وقت شیطان اس کی گدی پر یہ گرہیں لگا دیتا ہے۔

نیز اس حدیث میں ہے: جب وہ نماز پڑھ لیتا ہے تو اس کی تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ خوش خوش تر و تازہ اٹھتا ہے' وہ خوش اس لیے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی عبادت کی توفیق دی اور تر و تازہ اس لیے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے نفس میں اور اس کے تصرفات میں برکت رکھی اور شیطان کی گرہیں اس سے زائل ہو گئیں' اور اگر وہ ساری رات سوتا رہا اور نماز پڑھنے کے لیے نہیں اٹھا تو وہ نحوست اور سستی سے اٹھتا ہے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما رات کے اوّل حصے میں وتر پڑھ لیتے تھے اور آخر رات تک سوتے رہتے تھے تو کیا وہ بھی اس وعید کے مصداق ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد وہ شخص ہے جو رات کو سو جائے اور آخر رات میں اس کے اٹھنے کی نیت نہ ہو' اور جس شخص کی رات کو تہجد پڑھنے کی نیت ہو اور وہ نہ اٹھ سکے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس وعید میں وہ شخص داخل ہے جو عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو جائے اور رات بھر سوتا رہے اور اس کی یہ نیت نہ ہو کہ وہ رات کے کسی وقت میں اٹھ کر عشاء کی نماز پڑھ لے گا۔

پہلے جواب کی تائید میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ یا حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ بھی دل میں یہ ارادہ کرے کہ وہ رات کو کسی وقت اٹھ کر نماز پڑھے گا' پھر وہ سوتا رہ جائے تو اس کی نیند کو اللہ اس پر صدقہ کر دے گا اور اسے اس عبادت کا اجر ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہے۔ (صحیح ابن حبان: ٢٥٨٨' سنن نسائی ج ٣ ص ١٥' مصنف عبدالرزاق: ٤٢٢٤)

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں فرمایا: وہ صبح کو خبیث النفس اٹھے گا' حالانکہ ایک حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہے۔

(مسند الحمیدی: ٢٦٢' مصنف ابن ابی شیبہ: ج ٩ ص ٦٧' صحیح البخاری: ٦١٧٩' صحیح مسلم: ٢٢٥٠' سنن ابوداؤد: ٤٩٧٩' صحیح ابن حبان: ٥٧٢٤' المعجم الاوسط: ٢٦٣٣' شعب الایمان: ٥٢١٠' شرح السنۃ: ٣٣٩٠' السنن الکبریٰ: ١٠٨٨٩' مسند احمد ج ٦ ص ٥١ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٢٤٤۔ ج ٤٠ ص ٢٨٩)

اس کا جواب یہ ہے کہ خبیث کے دو معنی ہیں: ایک دین میں فساد ہے' دوسرا سستی اور نحوست ہے' ان احادیث میں دین میں فساد کے اعتبار سے خبیث کہنے کی ممانعت ہے اور اس باب کی حدیث میں جو خبیث فرمایا ہے' وہ سستی اور نحوست کے معنی میں ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں کسی شخص کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ خود اپنے نفس کو خبیث کہے اور اس باب کی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ وہ خود اپنے نفس کو خبیث کہے بلکہ شارع علیہ السلام نے اس کے نماز پڑھے بغیر ساری رات سوتے رہنے کی وجہ سے اس کو ڈرانے کے لیے اس کی مذمت کے طور پر اس کو خبیث فرمایا ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ شیطان گدی کے پیچھے گرہ کیوں لگاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گدی کے پیچھے وہم کا محل ہوتا اور وہم شیطان کے وسوسوں کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ احادیث میں ہے: جو شخص آیۃ الکرسی پڑھ کر سو جائے' وہ شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح کے وقت آیۃ الکرسی پڑھی' وہ شام تک محفوظ رہتا ہے اور جس نے شام کو پڑھی وہ صبح تک محفوظ رہتا ہے۔ (سنن ترمذی: ٢٨٧٩)

حسن بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبریل میرے پاس آئے اور کہا: ایک بہت بڑا جن آپ کے ساتھ مکر کرتا ہے' لہٰذا جب آپ بستر پر جائیں تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کریں۔ (موسوعۃ ابن ابی الدنیا ج ٤ ص ٥٤٨' المکتبۃ العصریۃ بیروت' ١٤٢٦ھ)

پھر شیطان کو گدی میں گرہ لگانے کا موقع کس طرح ملتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان لوگوں پر محمول ہے جو سونے سے پہلے آیۃ الکرسی نہیں پڑھتے۔

پانچواں سوال یہ ہے کہ جو شخص جنبی ہو اس کی گرہ کھلنے کے لیے وضوء کرنا کافی ہے یا اس کو غسل کرنا پڑے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو غسل کرنا پڑے گا۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٨٢۔ ٢٨١' دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٧١٦۔ ج ٢ ص ٥٣٣۔ ٥٣٢ پر مذکور ہے' وہاں اس کی دو سطروں میں شرح کی گئی ہے۔

١١٤٣ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرُّؤْيَا' قَالَ أَمَّا الَّذِيْ يُثْلَغُ رَأْسُهُ بِالْحَجَرِ' فَإِنَّهُ يَأْخُذُ الْقُرْاٰنَ فَيَرْفِضُهُ' وَيَنَامُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مؤمل بن ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خواب کی

عَنِ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوبَةِ.

تعبیر کے سلسلہ میں فرمایا: رہا وہ شخص جس کے سر کو پتھر سے کچلا جاتا تھا' یہ وہ شخص تھا جو قرآن کو حاصل کرتا تھا' پھر اس کو چھوڑ دیتا تھا اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابٌ إِذَا نَامَ وَلَمْ يُصَلِّ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ

جو شخص سو جائے اور نماز نہ پڑھے' شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے

١١٤٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَقِيلَ مَا زَالَ نَائِمًا حَتّٰى أَصْبَحَ، مَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ، فَقَالَ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ.

[طرف الحدیث: ۳۲۷۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الاحوص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی از ابو وائل از حضرت عبد اللہ رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا' پس بتایا گیا کہ وہ شخص صبح تک سوتا رہتا ہے' نماز کے لیے نہیں اٹھتا' آپ نے فرمایا: شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۷۴' الرقم المسلسل: ۱۷۸۶' سنن نسائی: ۱۶۰۷' سنن ابن ماجہ: ۱۳۳۰' مسند ابویعلیٰ: ۵۱۰۶' صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۳۰' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۷۱' حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۳۲۰' صحیح ابن حبان: ۲۵۶۲' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶۲' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۵۵۷۔ ج ۶ ص ۲۲۔ ۲۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۴۱۱۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۵۰۵۰)

کان میں شیطان کے پیشاب کرنے کے متعدد محامل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔ اس کے معنی میں اختلاف ہے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس کی حقیقت سے کوئی مانع نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی محال نہیں ہے' یہ ثابت ہے کہ شیطان کھاتا اور پیتا ہے' جو شخص کھانے اور پینے سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھے تو شیطان اس کے کھانے اور پینے میں شریک ہو جاتا ہے' تو اس کے پیشاب کرنے سے بھی کوئی چیز مانع نہیں ہے اور علامہ خطابی نے کہا ہے: جس شخص کی گہری نیند ہو اور وہ نماز سے غافل ہو' اس کے حال کو اس شخص کے حال سے تشبیہ دی ہے جس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہو' امام طحاوی نے کہا ہے کہ یہ اس سے استعارہ ہے کہ شیطان اس پر حکومت کرتا ہے اور وہ اس کی اطاعت کرتا ہے اور علامہ تورپشتی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان اس کے کانوں میں باطل باتوں کو بھر دیتا ہے اور اذان اور حق کی باتوں کو سننے سے اس کے کانوں میں ڈاٹ لگا دیتا ہے اور اس چیز کو اس کے کانوں میں پیشاب کرنے سے تعبیر کیا ہو' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان اس کی توہین کرتا ہو اور اس کا استخفاف کرتا ہو اور جس چیز کی توہین کی جاتی ہے' اس کو پیشاب کرنے سے تعبیر کرتے ہیں جیسے بیت الخلاء کو پیشاب کرنے کے لیے بنایا جاتا ہے اور کسی چیز کے فاسد کرنے کو بھی پیشاب کرنے سے تعبیر کرتے ہیں یعنی شیطان نے اس کی سماعت کو فاسد کر دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۷۱۴۔ ج ۲ ص ۵۳۲ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

١٤ - بَابُ الدُّعَاءِ فِی الصَّلٰوةِ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ

رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھ کر دعا کرنا

وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ﴾ اَیْ مَا يَنَامُوْنَ ﴿وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ (الذاریات:١٨-١٧).

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: وہ رات کو بہت کم سوتے تھےO اور سحری کے وقت مغفرت طلب کرتے تھےO (الذاریٰت:١٨-١٧)

١١٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ، وَاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَغَرِّ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰی كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْيَا، حِيْنَ يَبْقٰی ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ، يَقُوْلُ مَنْ يَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ؟ مَنْ يَّسْاَلُنِیْ فَاُعْطِيَهٗ؟ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَ لَهٗ؟

[اطراف الحدیث:٦٣٢١-٧٤٩٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابی سلمہ وابی عبد اللہ الاغر از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے وہ فرماتا ہے: کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں اور کون مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں اس کو عطاء کروں اور کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اس کی مغفرت کر دوں؟

(صحیح مسلم: ٧٥٨، الرقم المسلسل: ١٧٤١، سنن ابوداؤد: ١٣١٤، سنن ترمذی: ٣٤٩٨، السنن الکبریٰ: ٧٧٦٨، سنن ابن ماجہ: ١٣٦٦، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ٤٨٠، صحیح ابن خزیمہ ج ١ ص ٣٩٩، سنن داری: ١٤٧٩، مسند ابویعلیٰ: ٦١٥٥، مسند احمد ج ٢ ص ٢٦٥ طبع قدیم، مسند احمد: ٧٥٩٢- ج ١٣ ص ٣٥، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ٩٥٤٩، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی (٢) امام مالک بن انس (٣) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (٤) ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن (٥) ابوعبد اللہ الاغرّ ان کا نام سلمان الثقفی ہے اور الاغرّ ان کا لقب ہے (٦) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٨٥)

اللہ تعالیٰ کے نازل ہونے کے مسئلہ میں فقہاء اسلام کے نظریات اور حدیث مذکور کے محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

معتزلہ نے اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کے لیے جہت کو ثابت کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے علو اور اوپر کی جہت ثابت ہے۔ الزہری، الاوزاعی، ابن المبارک، مکحول، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ و دیگر فقہاء تابعین، ائمہ اربعہ، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد وغیرہم جمہور علماء نے کہا ہے کہ ہمارا ان احادیث پر ایمان ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق کے ساتھ مشابہ نہیں مانتے، وہ اس سے منزہ ہے اور وہ کس کیفیت سے نازل ہوتا ہے، اس کا اسی کو علم ہے۔

بعض دوسرے علماء نے اس حدیث کی تاویل کی، انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نازل ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کا حکم نازل ہوتا ہے یا اس کے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ رات کے آخری تہائی حصہ کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے، اور یہ اہل اخلاص کی عبادت کا وقت ہے۔

١٥ - بَابُ مَنْ نَّامَ اَوَّلَ اللَّيْلِ وَاَحْيَا اٰخِرَهٗ

جو شخص رات کے اوّل حصہ میں سویا اور رات کے آخری حصہ میں اس نے نماز پڑھی

وَقَالَ سَلْمَانُ لِاَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَمْ، فَلَمَّا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ قَالَ قُمْ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ.

حضرت سلمان نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما سے کہا: سو جاؤ' پھر جب رات کا آخری حصہ ہوا تو کہا: اٹھو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ١٩٦٨ میں ہے

١١٤٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. وَحَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ' عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَيْفَ كَانَ صَلٰوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ ؟ قَالَتْ كَانَ يَنَامُ اَوَّلَهٗ' وَيَقُوْمُ اٰخِرَهٗ' فَيُصَلِّي ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى فِرَاشِهٖ' فَاِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَثَبَ' فَاِنْ كَانَ بِهٖ حَاجَةٌ اغْتَسَلَ' وَاِلَّا تَوَضَّاَ وَخَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی اور مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از الاسود انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے بتایا کہ آپ رات کے اوّل حصہ میں سوتے اور آخری حصہ میں قیام کرتے' پس نماز پڑھتے' پھر اپنے بستر کی طرف لوٹ آتے' پھر جب مؤذن اذان دیتا تو آپ جلدی سے اٹھتے' پس اگر آپ کو حاجت ہوتی تو غسل کرتے ورنہ وضوء کر کے گھر سے نکل جاتے۔

(صحیح مسلم: ٧٣٩' الرقم المسلسل: ١٦٩٧' سنن ابوداؤد: ١٣٣٣' السنن الکبریٰ: ٤٢٢' سنن ابن ماجہ: ١٣٦٥' صحیح ابن حبان: ٢٥٨٩' مسند احمد ج٦ ص ٦٣ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٣٤٢۔ ج ٤٠ ص ٤٠١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٧٤٨٨' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابوالولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی (٢) شعبہ بن الحجاج (٣) سلیمان بن حرب الواشحی (٤) ابواسحاق السبیعی عمرو بن عبداللہ (٥) الاسود بن یزید (٦) حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٩٣)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تہجد کے لیے اخیر شب میں اٹھنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ چونکہ رات کے آخری حصہ میں جب تہائی رات باقی رہ جاتی ہے' اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اٹھ کر نماز پڑھتے تھے' اور یہی سلف صالحین کا طریقہ ہے' عبد الرحمٰن بن عبد القاری سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس وقت میں تم سو جاتے ہو' وہ وقت میرے نزدیک اس وقت سے افضل ہے' جس وقت میں تم اٹھتے ہو (یعنی تراویح پڑھنے سے تہجد پڑھنا افضل ہے)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تراویح کے متعلق فرمایا: جس نماز کو تم چھوڑ دیتے ہو (یعنی تہجد) وہ اس سے افضل ہے' جس کے لیے تم قیام کرتے ہو (یعنی تراویح)۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد پڑھنے کے بعد اپنے بستر کی طرف لوٹتے تھے اور جماع کرتے تھے اور صبح کو جنبی اٹھتے تھے' پھر غسل کرتے تھے اور بعض اوقات اس طرح نہیں کرتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اسماعیلی نے کہا ہے کہ اسود نے اس حدیث کی روایت میں غلطی کی ہے' اس باب میں عمدہ احادیث یہ ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سونے کا ارادہ کرتے اور آپ جنبی ہوتے تو آپ وضوء کرتے اور جو آپ سے اس کے متعلق سوال کرتا اس کو بھی آپ یہی حکم دیتے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦ - بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فِيْ رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رمضان اور غیر رمضان میں رات کو قیام کرنا

١١٤٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ' عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً' يُصَلِّيْ اَرْبَعًا' فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ' ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا' فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ' ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا' قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ؟ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ' اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ. [اطراف الحدیث: ۲۰۱۳-۳۵۶۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سعید بن ابی سعید المقبری از ابی سلمہ بن عبدالرحمن' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے بتایا کہ رمضان ہو یا غیر رمضان' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے' آپ چار رکعت پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو' آپ پھر چار رکعت پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو' پھر آپ تین رکعت (وتر) پڑھتے' حضرت عائشہ نے بیان کیا: میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سوجاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں ہوتا۔

(صحیح مسلم: ۷۳۸' سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱' سنن ترمذی: ۴۳۹' سنن نسائی: ۱۶۹۶' حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۳۸۴' مصنف عبدالرزاق: ۴۷۱۱' صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۶۶' شرح مشکل الآثار: ۴۴۳۱' صحیح ابن حبان: ۲۴۳۰' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۲۲- ج ۲ ص ۴۹۵- ج ۳ ص ۶- ج ۷ ص ۶۲' دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۷۱' شرح السنہ: ۸۹۹' مسند احمد ج ۶ ص ۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۰۷۳- ج ۴۰ ص ۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۷۴۸۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۹۳۹۱)

بیس رکعات تراویح کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' صحابہ اور فقہاء تابعین کے معمولات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

متقدمین کا رمضان کی نماز کے عدد میں اختلاف ہے:

امام ابوبکر عبداللہ بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٧٧٤ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٦٩٢ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ج ٢ ص ٣٩٤ 'ادارۃ القرآن' کراچی' المعجم الکبیر: ١٢١٠٢ 'المعجم الاوسط: ٨٠٢ 'الکامل لابن عدی ج ١ ص ٢٤٠ 'سنن بیہقی ج ٢ ص ٤٩٦)

میں کہتا ہوں کہ بیس رکعت تراویح کے متعلق مزید یہ روایات ہیں:

شُتیر بن شکل کے بارے میں مروی ہے کہ وہ رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٧٦٢ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٦٨٠ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ج ٢ ص ٣٩٣ 'ادارۃ القرآن' کراچی)

ابو الحسناء بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ ان کو رمضان میں بیس رکعت پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٧٦٣ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٦٨١ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' الترغیب والترہیب: ١٧٨٩ 'مختصر اختلاف العلماء للجصاص ج ١ ص ٣١٢ 'سنن بیہقی ج ٢ ص ٤٩٧ 'الجوہر النقی ج ٢ ص ٤٩٦)

نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعت پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٧٦٥ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٦٨٣ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ ان کو بیس رکعت پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٧٦٤ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٦٨٢ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عبد العزیز بن رفیع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں مدینہ میں لوگوں کو بیس رکعات پڑھاتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٧٦٦ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٦٨٤ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابو البختری بیان کرتے ہیں کہ وہ رمضان میں پانچ ترویحات (یعنی ٢٠ رکعت تراویح) اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٧٦٨ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٦٨٦ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

الحارث بیان کرتے ہیں کہ وہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت اور تین وتر پڑھاتے تھے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٧٦٧ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٦٨٥ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو دیکھا' وہ وتر کو ملا کر تئیس (٢٣) رکعت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٧٧٠ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٦٨٨ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

سعید بن عبید بیان کرتے ہیں کہ علی بن ربیعہ ان کو رمضان میں پانچ ترویحات اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٧٧٢ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٦٩٠ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

بیس رکعت تراویح کی احادیث حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب ہے' مگر حضرت ابن عباس کی حدیث کی سند میں بنی شیبہ کا دادا ابراہیم ضعیف راوی ہے' اس لیے ان کی حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے' اور حضرت عمر اور حضرت علی سے بیس رکعات تراویح معروف ہے۔ عطاء نے کہا: میں نے دیکھا لوگ وتر سمیت تئیس رکعات پڑھتے تھے اور وتر تین رکعت پڑھتے تھے' اور ابن مہدی نے از داؤد بن قیس روایت کی ہے کہ میں نے عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں دیکھا کہ لوگ مدینہ میں چھتیس رکعت اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٧٧١ 'مجلس

علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت) اور یہ امام مالک اور اہل مدینہ کا قول ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صرف حضرت ابن عباس کی مرفوع روایت کی سند میں ضعف ہے اور حضرت عمر اور حضرت علی کے آثار میں کوئی ضعف نہیں ہے۔

رات کی نماز چار' چار رکعات پڑھی جائے گی یا دو دو رکعت

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کی نماز چار چار رکعت پڑھتے تھے۔ یہ حدیث مجمل ہے اور ابواب الوتر میں حضرت عائشہ کی مفصل روایت اس کے خلاف ہے' وہ روایت یہ ہے:

از ابن ابی ذئب از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو گیارہ رکعات وتر کے ساتھ پڑھتے تھے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے۔

یہ روایت مُفَصّل ہے اور مفصل روایت مجمل پر راجح ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ رات کی نماز دو' دو رکعت پڑھنے کے متعلق یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رات کی نماز کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: رات کی نماز' دو رکعت پڑھو' پس جب تم میں سے کسی شخص کو صبح کا خوف ہو تو وہ (آخری دو رکعت کے ساتھ ملا کر) ایک رکعت پڑھ لے تو وہ اس کی تمام نماز کو طاق کر دے گی۔ (صحیح البخاری: ۹۹۳۔ ۹۹۰)

نیند سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضوء نہ ٹوٹنے کی تحقیق

نیز اس باب کی حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔ یہ انبیاء علیہم السلام کا بہت اعلیٰ مرتبہ ہے' اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے کیونکہ وہ دل کے سونے میں تمام لوگوں سے ممتاز ہوتے ہیں اور آنکھوں کے سونے میں تمام لوگوں کے مساوی ہوتے ہیں۔

از ایوب از عکرمہ روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے حتیٰ کہ انہوں نے آپ کے خراٹے سنے' پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا' عکرمہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محفوظ تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۳۸)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیند سے اٹھ کر وضو کرتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے' اور یہ بعید نہیں ہے کہ جب نیند آپ کے قلب پر غالب آ جائے تو آپ وضوء کریں اور یہ بہت نادر ہے جیسا کہ ایک سفر میں صبح کی نماز کے وقت آپ کو نیند تھی تا کہ آپ کی امت کے لیے یہ نمونہ ہو کہ وقت نکلنے کی وجہ سے نماز ساقط نہیں ہوتی خواہ آپ پر نیند کا غلبہ ہو یا آپ بھول گئے ہوں۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۱۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ' عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي شَيْءٍ مِّنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ جَالِسًا' حَتّٰى إِذَا كَبِرَ قَرَأَ جَالِسًا' فَإِذَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کبھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رات کی نماز میں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ جب آپ کی

السُّوْرَةِ ثَلَاثُوْنَ اَوْ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً قَامَ فَقَرَاَهُنَّ ثُمَّ رَكَعَ.

عمر زیادہ ہوگئی تو آپ بیٹھ کر قرآن مجید پڑھتے پس جب آپ کی تیس یا چالیس آیات باقی رہ جاتیں تو آپ کھڑے ہو کر ان آیات کو پڑھتے پھر رکوع کرتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١١١٨ میں گزر چکی ہے۔

١٧ - بَابُ فَضْلِ الطُّهُوْرِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَفَضْلِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

رات اور دن میں وضوء کرنے کی فضیلت اور رات اور دن میں وضوء کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت

١١٤٩ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ اَبِیْ حَيَّانَ، عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَا بِلَالُ، حَدِّثْنِیْ بِاَرْجٰی عَمَلٍ عَمِلْتَهٗ فِی الْاِسْلَامِ، فَاِنِّیْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَیَّ فِی الْجَنَّةِ. قَالَ مَا عَمِلْتُ عَمَلًا اَرْجٰی عِنْدِیْ اَنِّیْ لَمْ اَتَطَهَّرْ طُهُوْرًا فِیْ سَاعَةِ لَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ اِلَّا صَلَّيْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُوْرِ مَا كُتِبَ لِیْ اَنْ اُصَلِّیَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ابوحیان از ابوزرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اسلام میں جو عمل کیے ہیں ان میں تم کو کس عمل پر اجر کی زیادہ توقع ہے؟ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے جوتیوں سے چلنے کی آہٹ سنی ہے حضرت بلال نے کہا: میں نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس پر مجھے زیادہ اجر ملنے کی توقع ہو بے شک میں جب بھی دن یا رات کے کسی وقت میں وضوء کرتا ہوں تو اس وضوء سے اتنی نماز پڑھتا ہوں جو میرے لیے مقدر کی گئی ہے۔

(صحیح مسلم: ٢٤٥٨ الرقم المسلسل: ٦٢٠٧ السنن الکبریٰ للنسائی: ٨٢٣٦ صحیح ابن خزیمہ: ١٢٠٨ صحیح ابن حبان: ٧٠٨٥ شرح السنۃ: ١٠١١ مسند ابویعلیٰ: ٦١٠٤ مسند احمد ج ٢ ص ٣٣٣ طبع قدیم مسند احمد: ٨٤٠٣- ج ١٤ ص ١٢٩ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ٦٦٤٣ مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) اسحاق بن نصر یہ اسحاق بن ابراہیم بن نصر ہیں امام بخاری ان کی نسبت کبھی ان کے والد کی طرف کرتے ہیں اور کبھی ان کے دادا کی طرف (٢) ابواسامہ حماد بن اسامہ (٣) ابوحیان ان کا نام یحییٰ بن سعید ہے (٤) ابوزرعہ ان کا نام ہرم بن جریر بن عبداللہ البجلی ہے (٥) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٩٩)

حضرت بلال کو ہر وضوء کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت کے حصول کی وجوہ اور دیگر فوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت بلال نے کہا: میں ہر وضوء کے بعد اتنی نماز پڑھتا ہوں جو میرے لیے مقدر کی گئی ہے۔

اس نماز سے مراد عام ہے خواہ فرض ہو یا نفل علامہ ابن التین نے کہا: حضرت بلال نے یہ اعتقاد اس لیے کیا تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے سن کر انہیں یہ علم تھا کہ تمام اعمال میں افضل عمل نماز ہے' اور پوشیدہ عمل ظاہر عمل سے افضل ہوتا ہے۔

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواُن سے سوال کیا تھا کہ تمہیں کس عمل پر زیادہ اجر کی توقع ہے' اس سے آپ کی مراد نفلی عمل تھی ورنہ فرائض قطعی طور پر نوافل سے افضل ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اپنے اجتہاد سے نفلی عبادت کا وقت مقرر کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت بلال نے اپنے اجتہاد سے ہر وضوء کے بعد نماز پڑھنا مقرر کیا تھا اور اس پر ان کو جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے چلنے کی سعادت حاصل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اس عمل کی تصویب کی۔

علامہ ابن جوزی نے کہا: اس حدیث میں وضوء کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے تا کہ وضوء اپنے مقصود سے خالی نہ رہے۔

المہلب نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندہ جو پوشیدہ عمل کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی بہت عظیم جزاء دیتا ہے' نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صالحین سے پوچھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کون سے نیک عمل کی توفیق دی ہے تا کہ اس کو سن کر دوسرے بھی ان کی اقتداء کریں' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ کو اپنے شاگرد کے عمل کے متعلق پوچھنا چاہیے تا کہ اگر اس کا عمل نیک ہو تو وہ دوسروں کو اس کی ترغیب دے اور اگر اس کا عمل بُرا ہو تو وہ شاگرد کو اس عمل سے منع کرے۔

اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ اوقاتِ مکروہہ میں نماز پڑھنا جائز ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ جن اوقات میں نماز پڑھنا ممنوع ہے' حضرت بلال اگر ان اوقات میں وضوء کرتے ہوں گے تو وہ نماز کو مؤخر کر دیتے ہوں گے۔

مگر اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ سنن ترمذی میں ہے: حضرت بلال نے کہا: میرا جب بھی وضوء ٹوٹا تو میں نے اسی وقت وضوء کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۹) اور مسند احمد میں ہے: میں نے جب بھی وضوء توڑا تو اس کے بعد وضوء کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۴)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال جس وقت بھی وضو کرتے تھے تو اس وضوء سے نماز پڑھتے تھے خواہ جو بھی وقت ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت بلال مکروہ اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت سے پہلے ایسا کرتے ہوں' دوسرا جواب یہ ہے کہ سنن ترمذی اور مسند احمد کی حدیثوں میں جو عموم ہے وہ مخصوص عنہ البعض ہے یعنی مکروہ اوقات کے علاوہ جب بھی ان کا وضوء ٹوٹتا یا وہ وضوء توڑتے تو وہ وضوء کر کے دو رکعت نماز پڑھتے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

حضرت بلال کی جوتیوں کی آہٹ سننے کا قصہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب کا واقعہ ہے' بحث و نظر اور دیگر فوائد

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال کی جوتیوں کی جو آواز سنی تھی' یہ خواب میں سنی تھی' کیونکہ جنت میں موت سے پہلے کوئی شخص داخل نہیں ہوگا' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ بیداری کا واقعہ ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب معراج جنت میں داخل ہوئے تھے' جہاں تک حضرت بلال کا معاملہ ہے تو اس قصہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بھی جنت میں داخل ہوئے تھے' کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: میں نے جنت میں تمہاری جوتیوں کی آہٹ سنی اور اس وقت حضرت بلال جنت سے خارج تھے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: یہ احتمال بہت بعید ہے کیونکہ اس حدیث کا سیاق و سباق یہ بتاتا ہے کہ حضرت بلال کو ہر وضوء کے بعد نماز پڑھنے کی وجہ سے یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ وہ جنت کے اندر دکھائی دیئے نہ کہ جنت سے باہر' اور اس حدیث میں یہ جملہ ہے کہ اے

بلال! تم نے کس عمل کی وجہ سے جنت میں مجھ پر سبقت کی' اور یہ جملہ اس مفہوم میں ظاہر ہے کہ آپ نے حضرت بلال کو جنت کے اندر دیکھا' اور یہ واقعہ خواب کا تھا' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ عنقریب حضرت عمر کے فضائل میں یہ حدیث آئے گی۔

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا' پس میں نے جوتیوں کی آہٹ سنی تو مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت بلال ہیں اور میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک باندی تھی' مجھے بتایا گیا کہ یہ محل حضرت عمر کا ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۶۷۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۲)

اس کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کی یہ حدیث ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا' میں نے اپنے آپ کو دیکھا میں جنت میں ہوں' پس ناگاہ ایک عورت محل کی ایک جانب میں وضوء کر رہی تھی' پس بتایا گیا کہ یہ محل حضرت عمر کا ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۶۸۰)

اس سے معلوم ہوگیا کہ حضرت بلال کا یہ قصہ خواب کا تھا اور اس سے حضرت بلال کی فضیلت ثابت ہوگئی' کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں' رہا حضرت بلال کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے چلنا' تو یہ بیداری میں ان کی عادت کے موافق تھا تو خواب میں بھی اسی طرح دکھایا گیا (یعنی وہ بیداری میں خادم کی حیثیت سے آگے چلتے تھے) اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت بلال جنت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے داخل ہوئے ہوں' کیونکہ یہ ان کے تابع ہونے کا مقام تھا' اور گویا کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اشارہ کیا کہ حضرت بلال کا زندگی میں جو مقام ہے اور بلند مرتبہ ہے وہ بعد میں بھی ان کو حاصل رہے گا اور اس میں حضرت بلال رضی اللہ کی عظیم فضیلت ہے۔

اس حدیث میں دائماً باوضوء رہنے کا استحباب ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس کی جزاء جنت میں دخول ہے' کیونکہ جس شخص نے ہمیشہ باوضوء رہنے کو لازم کرلیا وہ رات بھی باوضوء گزارے گا اور جس نے باوضوء رات گزاری' اس کی روح عروج کرتی ہوئی عرش کے نیچے سجدہ کرے گی' جیسا کہ امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی ہے۔ (الجامع لشعب الایمان: ۲۵۲۷) اور عرش جنت کی چھت ہے' جیسا کہ عنقریب اس کتاب میں آئے گا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلال اپنے اس عمل کی وجہ سے جنت میں داخل ہوئے' حالانکہ صحیح مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۷)

اس کا جواب یہ ہے کہ جنت میں اصل دخول عمل کی وجہ سے نہیں ہوگا' بلکہ اللہ کے فضل کی وجہ سے ہوگا لیکن جنت میں درجات انسان کو اس کے عمل کی وجہ سے حاصل ہوں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جنت اب بھی موجود ہے اور اس میں معتزلہ کا رد ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ کوئی شخص بھی مرنے سے پہلے جنت میں نہیں جائے گا' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی میں اور بیداری میں جنت میں گئے اور بہ ظاہر ان میں تعارض ہے لیکن علامہ کرمانی کے قول کی یہ توجیہ کی جائے گی کہ غیر انبیاء میں سے کوئی شخص بھی مرنے سے پہلے جنت میں نہیں جائے گا یا یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ آپ عالمِ دنیا سے نکل کے عالمِ ملکوت میں داخل ہو گئے تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۶۳۹۔۶۳۸' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

معمولاتِ اہل سنت کی دلیل

حضرت بلال نے اپنے اجتہاد سے نفلی عبادت کا وقت معین کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تصویب کر دی' اس سے معلوم ہوا کہ نفلی عبادت کا اپنے اجتہاد سے وقت معین کرنا جائز ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ معمولات اہل سنت صحیح ہیں کیونکہ اہل سنت نے اپنے اجتہاد

سے عید میلاد النبی اور گیارہویں شریف' سوئم' چہلم اور عرس کا وقت معین کیا ہے' جس طرح حضرت بلال نے ہر وضوء کے بعد دو رکعت پڑھنے کا وقت معین کیا تھا اور نبی ﷺ نے چونکہ اُن کا رد نہیں کیا' اس لیے ان ایام کے معین کرنے میں شرعاً حرج نہیں ہے۔

١٨ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّشْدِيْدِ فِي الْعِبَادَةِ

عبادت میں شدت اختیار کرنا مکروہ ہے

١١٥٠ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ' عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَاِذَا حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ' فَقَالَ مَا هٰذَا الْحَبْلُ ؟ قَالُوْا هٰذَا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ' فَاِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا' حُلُّوْهُ' لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهٗ' فَاِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از عبد العزیز بن صہیب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ (مسجد میں) داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسی لٹکی ہوئی ہے' آپ نے پوچھا: یہ رسّی کیسی ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی رسی ہے' پس جب وہ تھک جاتی ہیں تو اس سے لٹک جاتی ہیں' تو نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں! اس کو کھول دو' تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک عبادت کرے' جب تک اس میں فرحت ہو' پس جب وہ تھک جائے تو بیٹھ جائے۔

(صحیح مسلم: ٧٨٤' الرقم المسلسل: ١٧١٥' سنن ابوداؤد: ١٣١٢' السنن الکبریٰ: ١٣٠٦' صحیح ابن خزیمہ: ١١٨٠' صحیح ابن حبان: ٢٤٩٢' شرح السنۃ: ٩٤٢' مسند احمد ج ٣ ص ١٠١ طبع قدیم' مسند احمد: ١١٩٨٦۔ ج ١٩ ص ٤٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٣٤٥' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی: ١٩٨)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابومعمر' ان کا نام عبداللہ بن عمرو المنقری المقعد ہے (٢) عبدالوارث بن سعید التنوری ابوعبیدہ (٣) عبدالعزیز بن صہیب البنانی الاعمیٰ (٤) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣٠٣)

عبادت میں میانہ روی کی تلقین' تمام رات عبادت کرنے میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

عبادت میں شدت کو اختیار کرنا اس لیے مکروہ ہے کہ شدت کی وجہ سے انسان تھک جاتا ہے اور اُکتا جاتا ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بہترین عمل وہ ہے جس پر عمل کرنے والا دوام کرے خواہ وہ عمل تھوڑا ہو۔ (صحیح البخاری: ١٩٧٠) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا. (البقرہ: ٢٨٦) اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنی اس کی طاقت ہو۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ. (الحج: ٧٨) اور اللہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

پس نبی ﷺ نے عبادت میں افراط کو ناپسند کیا تاکہ لوگ عبادت سے منقطع نہ ہو جائیں اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے: اللہ اس وقت تک نہیں اُکتاتا جب تک تم نہ اُکتا جاؤ۔ (صحیح البخاری: ١٩٧٠' صحیح مسلم: ١١٥٦)

یعنی اللہ تعالیٰ تم کو ثواب دینا اس وقت تک منقطع نہیں کرتا جب تک تم عمل کرنے سے منقطع نہ ہو جاؤ۔

متقدمین کا نفلی عبادت میں رسی سے لٹکنے میں اختلاف ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے ابوحازم سے روایت کی ہے کہ ان کی باندی اصحاب الصفہ سے تھی' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس رسی تھی' جب ہم نماز سے تھک جاتے اور نیند آنے لگتی تو ہم اس رسی سے لٹک جاتے' سو ہمارے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ آئے' انہوں نے کہا: ان رسیوں کو کاٹ دو اور زمین پر بیٹھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۲۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۰۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت حذیفہ نے نماز میں رسی سے لٹکنے کے متعلق کہا: اس طرح یہود کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۲۳' مجلس علمی' بیروت)

دوسرے علماء نے اس کی اجازت دی ہے' عراک بن مالک نے کہا: میں نے رمضان میں لوگوں کو دیکھا ان کے لیے رسیاں باندھی جاتی تھیں اور وہ لمبے قیام کی وجہ سے ان کا سہارا لیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۲۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت) (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۴۹۔ ۲۴۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت میں میانہ روی کی ترغیب دی ہے اور عبادت میں تقشف (سختی) سے منع فرمایا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ جب تک تم خوشی سے عبادت کر سکتے ہو' اس وقت تک عبادت کرو اور جب تم کھڑے کھڑے تھک جاؤ تو بیٹھ جاؤ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کے لٹکنے والی رسی کو کاٹ دیا' اس میں یہ بتایا کہ کسی برائی کو اپنے ہاتھ سے مٹانا چاہیے' نیز اس میں یہ دلیل ہے کہ خواتین کا مسجد میں نفل پڑھنا جائز ہے کیونکہ حضرت زینب مسجد میں نفل پڑھتی تھیں' آپ نے ان کو منع نہیں فرمایا' اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ نماز کے دوران رسی سے لٹکنا مکروہ ہے' اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ تمام رات نماز پڑھنا مکروہ ہے اور یہی جمہور کا مسلک ہے' متقدمین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے' امام مالک سے بھی یہی روایت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۰۴۔ ۳۰۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* حدیث مذکور' شرح صحیح مسلم: ۱۷۲۸۔ ج ۲ ص ۵۳۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: نفلی عبادات میں دوام کا معنی۔

۱۱۵۱ - قَالَ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ عِنْدِيْ امْرَاَةٌ مِنْ بَنِيْ اَسَدٍ، فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ. قُلْتُ فُلَانَةُ لَا تَنَامُ اللَّيْلَ، فَذُكِرَ مِنْ صَلٰوتِهَا، قَالَ مَهْ، عَلَيْكُمْ مَا تُطِيْقُوْنَ مِنَ الْاَعْمَالِ، فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور عبداللہ بن مسلمہ نے کہا از امام مالک از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس بنو اسد کی ایک عورت تھی' پس میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے بتایا کہ یہ فلاں عورت ہے' یہ رات بھر نہیں سوتی' اس کی نماز کا بہت چرچا ہے' آپ نے فرمایا: چھوڑو! تم اتنا عمل کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو کیونکہ اللہ اس وقت تک نہیں اُکتاتا جب تک تم نہ اُکتاؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۹ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ تَرْكِ قِيَامِ اللَّيْلِ لِمَنْ كَانَ يَقُوْمُهُ

جو شخص رات کو قیام کرتا ہو' اس کا رات کے قیام کو ترک کرنا مکروہ ہے

١١٥٢ - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَيْنِ قَالَ حَدَّثَنَا مُبَشِّرٌ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَبُو الْحَسَنِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ اَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ، لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ، كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ. وَقَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي الْعِشْرِيْنَ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيٰى عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ مِثْلَهُ. وَتَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ اَبِي سَلَمَةَ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عباس بن الحسین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مبشر نے حدیث بیان کی از الاوزاعی (ح) اور مجھے محمد بن مقاتل ابوالحسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عبد اللہ! فلاں شخص کی مثل نہ ہو جانا، وہ رات کو قیام کرتا تھا، پھر اس نے رات کا قیام ترک کر دیا، اور ہشام نے کہا: ہمیں ابن ابی العشرین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از عمر بن الحکم بن ثوبان، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے اس حدیث کی مثل بیان کی اور ابن ابی العشرین کی عمرو بن ابی سلمہ نے متابعت کی ہے از الاوزاعی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ١١٣١ کا مطالعہ کریں۔

٢٠ - بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم نہیں کیا کیونکہ یہ باب بھی بابِ سابق کے ساتھ ملحق ہے۔

١١٥٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَقُوْمُ اللَّيْلَ وَتَصُوْمُ النَّهَارَ؟ قُلْتُ اِنِّي اَفْعَلُ ذٰلِكَ. قَالَ فَاِنَّكَ اِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ هَجَمَتْ عَيْنُكَ، وَنَفِهَتْ نَفْسُكَ، وَاِنَّ لِنَفْسِكَ حَقًّا، وَلِاَهْلِكَ حَقًّا، فَصُمْ وَاَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی العباس، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم رات بھر قیام کرتے ہو اور دن کو روزے سے رہتے ہو، میں نے کہا: بے شک میں ایسا کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: اگر تم نے ایسا کیا تو تمہاری آنکھیں اندر دھنس جائیں گی اور تمہارا بدن لاغر ہو جائے گا، بے شک تمہارے نفس کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے، پس تم روزہ رکھو اور روزہ چھوڑ دو اور رات کو قیام کرو اور سوؤ۔

(صحیح مسلم: ١١٥٩، الرقم المسلسل: ٢٦٨٤، سنن ابوداؤد: ٢٤٢٧، سنن نسائی: ٢٣٩٢، مصنف عبد الرزاق: ٧٨٦٢، السنن الکبریٰ: ٢٧٠٠، صحیح ابن حبان: ٣٦٦٠، مسند احمد ج ٢ ص ١٨٩ طبع قدیم، مسند احمد: ٦٧٦٠۔ ج ١١ ص ٣٧٢-٣٧١، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (٢) سفیان بن عیینہ (٣) عمرو بن دینار (۴) ابو العباس' ان کا نام سائب بن فروخ ہے (۵) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣٠٧)

اللہ تعالیٰ کی عبادت کو شروع کر کے اس کو ترک کرنے کی مذمت

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کسی عبادت کو شروع کر کے اس کو منقطع کر دے تو یہ مذموم ہے' اس وجہ سے اللہ نے ایسے لوگوں کی مذمت کی ہے' پس فرمایا:

وَرَهْبَانِيَّةَ نِابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا. (الحدید: ٢٧)

رہبانیت کی بدعت انہوں نے خود ایجاد کی' ہم نے اس کو ان پر فرض نہیں کیا تھا' یہ بدعت انہوں نے صرف اللہ کی رضا کے لیے ایجاد کی تھی' پھر انہوں نے اس کی پوری رعایت نہیں کی۔

پس وہ لوگ اس وجہ سے مذمت کے مستحق ہوئے کہ انہوں نے ترکِ دنیا کی جس عبادت کو شروع کیا تھا اس کو پورا نہیں کیا اور نہ اس کی مکمل رعایت کی' اس وجہ سے کسی عبادت کو شروع کر کے اس کو چھوڑنا نہیں چاہیے بلکہ انسان کو یہ چاہیے کہ وہ نیک عمل میں ہر روز ترقی کرے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ اس کے عمل کا اختتام خیر پر کرے' اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عمل کو پسند کرتے تھے جو دائمی ہو خواہ تھوڑا ہو۔

اگر کسی شخص نے کسی نیک عمل کو بیماری کی وجہ سے یا کسی کام میں مشغولیت کی وجہ سے یا کمزوری کی وجہ سے ترک کر دیا تو اس کو ملامت نہیں ہوگی' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کوئی نیک کام کرتا تھا' پھر بیماری یا سفر کی وجہ سے وہ نیک کام نہیں کر سکا تو اسے اس نیک کام کا اجر ملتا رہے گا جو وہ صحت اور قیام کے ایام میں کرتا تھا۔ (صحیح البخاری: ٢٩٩٦)

قرآن مجید میں اس معنی کی شہادت ہے:

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ O (التین: ۵)

پھر ہم اس کو سب سے نچلی حالت کی طرف لوٹا دیتے ہیں O

یعنی بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے' اس میں انسان کی ارذل عمر کی طرف اشارہ ہے' جس میں جوانی اور قوت کے بعد بڑھاپا اور کمزوری آجاتی ہے اور انسان کی عقل اور ذہن بچوں کی طرح ہو جاتا ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ O (التین: ٦)

سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے' سو ان کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا O

یعنی ان کا اجر کبھی منقطع نہیں ہوگا خواہ وہ کمزوری یا بیماری کی وجہ سے عمل نہ کر سکیں' انہوں نے جوانی اور صحت کے ایام میں جو نیک عمل کیے تھے' ان کا اجر ان کے صحیفۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کی یہ شرح بابِ سابق کے مناسب ہے' جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے فرمایا: تم فلاں شخص کی مثل نہ ہو جانا' وہ رات کو قیام کرتا تھا' پھر اس نے رات کو قیام ترک کر دیا۔

اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

بے شک تمہارے نفس کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے۔

اس کی شرح میں علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جو مباح راحت اور لذت پیدا کی ہے وہ حرام نہیں ہے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی قوت اور نشاط حاصل ہوتی ہے' اسی طرح اس کی بیوی کا اس پر حق ہے' سو انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کی ضروریات کو پورا کرے اور اس کے جسمانی حقوق کو ادا کرے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۵۰-۱۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

دین اور دنیا دونوں کی مصلحتوں کو حاصل کرنا اور عبادت میں اعتدال سے کام لینا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پوچھنے پر بتایا کہ وہ رات کو قیام کرتے ہیں اور دن میں روزہ رکھتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا اپنے نیک اعمال کی دوسروں کو خبر دینا جائز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا تھا: کیا تم ایسا کرتے ہو؟ اس سے معلوم ہوا کہ استاذ اور شیخ کو اور ملک کے سربراہ کو اپنے متعلقین کے احوال کی تفتیش کرنی چاہیے اور ان کی اصلاح کرنی چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو نصیحت کی کہ اگر تم اسی طرح عبادت میں مشقت اٹھاتے رہے تو تمہارا بدن کمزور ہو جائے گا' تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عبادت میں واجبات کو مستحبات پر مقدم رکھنا چاہیے اور اس حدیث میں آپ نے یہ بتایا کہ اپنی طاقت اور طبیعت کے خلاف مشقت اٹھانے سے عموماً صحت خراب ہو جاتی ہے اور بعض اوقات انسان کام کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے اور اس میں آپ نے یہ ترغیب دی ہے کہ انسان کو اتنی عبادت کرنی چاہیے جس سے اس کو غیر معمولی مشقت نہ اٹھانی پڑے کیونکہ آپ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو کے طریقہ کو سخت ناپسند کیا اور ان کو میانہ روی کی تلقین کی' گویا کہ آپ نے فرمایا: تم دین اور دنیا دونوں کی مصلحتوں کو حاصل کرو' عبادت کے حق میں بھی کمی نہ کرو اور اپنے اور اپنے اہل و عیال کے حقوق میں بھی کمی نہ کرو۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۱ - بَابُ فَضْلِ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى

اس شخص کی فضیلت جو رات کو بیدار ہو' پس نماز پڑھے

اس باب کے عنوان میں ''تعار'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: رات کو بیدار ہو کر بستر پر کروٹ بدلنا اور کلام کرنا' اور ظاہر حدیث میں اس کا معنی ہے: بیدار ہونا۔

١١٥٤ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ ابْنُ هَانِيءٍ قَالَ حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ اَبِي اُمَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے خبر دی از الاوزاعی' انہوں نے کہا: مجھے عمیر بن ھانیء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جنادہ بن ابی امیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جو شخص رات کو بیدار ہو کر یہ دعا پڑھے: اللہ کے

شَيْءٍ قَدِيرٌ' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ' وَسُبْحَانَ اللّٰهِ' وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' وَاللّٰهُ اَكْبَرُ' وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ' ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ' اَوْ دَعَا' اُسْتُجِيْبَ لَهٗ' فَاِنْ تَوَضَّاَ قُبِلَتْ صَلٰوتُهٗ.

سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں' اور اللہ سبحان ہے (ہر عیب سے پاک ہے) 'اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ کی مدد کے بغیر گناہ سے بچنا ممکن ہے نہ نیکی کی طاقت' پھر کہے: اے اللہ! میری مغفرت فرما' یا کوئی اور دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہو گی' پھر اگر وضوء کرے تو اس کی نماز قبول ہو گی۔

(سنن ترمذی: ٣٤١٤' سنن ابوداؤد: ٥٠٦٠' سنن ابن ماجہ: ٣٨٧٨' سنن دارمی: ٢٦٨٧' صحیح ابن حبان: ٢٥٩٦' عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ٧٥١' حلیۃ الاولیاء ج ٥ ص ١٥٩' سنن بیہقی ج ٣ ص ٥' شرح السنۃ: ٩٥٣' کتاب الدعاء للطبرانی: ٧٦٣' مسند الشامیین: ٢٢٤' مسند احمد ج ٥ ص ٣١٣ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٢٦٧٣۔ ج ٧ ص ٣٤٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٢٦٩٠' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) صدقہ بن الفضل ابوالفضل المروزی (٢) الولید بن مسلم ابوالعباس القرشی الدمشقی (٣) عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی (٤) عمیر بن ھانیء' عمیر بن ھانیء ہر روز ایک ہزار رکعات پڑھتے تھے' ایک لاکھ بار سبحان اللہ پڑھتے تھے' ١٢٧ھ میں ان کو شہید کر دیا گیا (٥) جنادہ بن ابی امیہ الازدی' الزہرانی' الدوسی' یہ کبار تابعین میں سے ہیں' ٨٠ھ میں فوت ہو گئے تھے (٦) حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣٠٩)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبادہ کی یہ حدیث بہت عظیم القدر ہے' اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ جو شخص نیند سے بیدار ہوا اور اس نے صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ربوبیت کی گواہی دی اور اس کی ملکیت کی تصدیق کی اور اس کی غیر متناہی نعمتوں کا اعتراف کیا اور اس کی قدرت کا اقرار کیا اور اس کی حمد کی اور صفاتِ نقص سے اس کی تنزیہ کی اور یہ اعتراف کیا کہ اللہ کی مدد کے بغیر وہ کوئی چیز حاصل نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کی دعا کو قبول کرے گا اور اس کے بعد جو وہ نماز پڑھے گا اس کو بھی وہ قبول فرمائے گا اور وہ کریم اور وہاب ہے' پس ہر وہ مؤمن جس کو یہ حدیث پہنچے وہ اس پر عمل کرنے کو غنیمت جانے اور اخلاصِ نیت کے ساتھ یہ دعا کرے کہ اس کو اللہ تعالیٰ رات کے قیام سے حصہ عطا فرمائے اور یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کی گردن کو دوزخ سے آزاد کر دے اور اس کو نیک لوگوں کے اعمال کی توفیق دے اور اسلام پر اس کا خاتمہ کرے' انبیاء علیہم السلام نے یہ دعائیں کی ہیں جو اللہ کے پسندیدہ بندے اور تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہیں' سو جس کو اللہ تعالیٰ رات کے قیام سے حصہ عطاء فرمائے' وہ اللہ کا بہت شکر ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو یہ نعمت دائماً عطاء فرمائے اور نیک اعمال پر اس کا خاتمہ فرمائے۔

(شرح ابن بطال ج ٣ ص ١٥٢۔ ١٥١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ اور علامہ بدرالدین عینی متوفی ٨٥٥ھ نے بھی علامہ ابن بطال کی اس شرح کو نقل کیا ہے۔

(فتح الباری ج ٢ ص ٦٤٣' دار المعرفہ' عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣١٠' دار الکتب العلمیہ)

١١٥٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ يُونُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از

اَلْهَيْثَمُ بْنُ اَبِیْ سِنَان اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، وَهُوَ يَقُصُّ فِیْ قَصَصِهٖ، وَهُوَ يَذْكُرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخًا لَّكُمْ لَا يَقُوْلُ الرَّفَثَ. يَعْنِیْ بِذٰلِكَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَ:

وَفِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُوْا كِتَابَهٗ
اِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِّنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ
اَرَانَا الْهُدٰى بَعْدَ الْعَمٰى فَقُلُوْبُنَا
بِهٖ مُوْقِنَاتٌ اَنَّ مَا قَالَ وَاقِعُ
يَبِيْتُ يُجَافِیْ جَنْبَهٗ عَنْ فِرَاشِهٖ
اِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ

تَابَعَهٗ عُقَيْلٌ. وَقَالَ الزُّبَيْدِیُّ اَخْبَرَنِی الزُّهْرِیُّ، عَنْ سَعِيْدٍ وَالْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے الہیثم بن ابی سنان نے خبر دی' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے سنا' وہ اپنے قصوں کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرنے لگے' آپ نے فرمایا: تمہارے بھائی عبد اللہ بن رواحہ کوئی فضول بات نہیں کہتے' یہ شعر کہتے ہیں:
ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں' جب صبح پو پھٹ کر روشن ہوتی ہے' انہوں نے ہماری گمراہی کے بعد ہمیں ہدایت دکھائی' سو ہمارے دل ان پر ایمان لانے والے ہیں' انہوں نے جو کہا وہ ہو گیا' وہ رات اسی حال میں گزارتے ہیں کہ ان کا پہلو بستر سے دور ہوتا ہے' جب کہ نیند کی وجہ سے مشرکین پر بستر بھاری ہوتے ہیں۔ یونس کی عقیل نے متابعت کی ہے' اور زبیدی نے کہا: مجھے زہری نے خبر دی از سعید اور الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ۔

[طرف الحدیث: ٦١٥١] (تاریخ بغداد ج ١٤ ص ٣٥٧)

حدیث مذکور کے رجال

(١) یحییٰ بن بکیر' یہ یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر ابو زکریا ہیں (٢) لیث بن سعد (٣) یونس بن یزید (٤) محمد بن مسلم بن شہاب زہری (٥) الہیثم بن ابی سنان (٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣١١)

رسول اللہ ﷺ جو فرمائیں' اس کا واقع ہو جانا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے نبی ﷺ کی نعت پڑھی اور اس کو نبی ﷺ نے پسند فرمایا' اس نعت کے ایک شعر میں ہے: انہوں نے جو کہا وہ ہو گیا۔ اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں بیان کیا:

رسول اللہ ﷺ نے ایک سفید پوش شخص کو ریگستان کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: تو ابوخیثمہ ہو جا! سو وہ شخص ابوخیثمہ انصاری ہو گیا۔ (صحیح مسلم: ٢٧٦٩' الرقم المسلسل: ١٨٨٣)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا: میرے نزدیک حق کے قریب بات یہ ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا: ہو جا' یہ تحقق اور وجود کے لیے ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اے شخص! تو حقیقۃً ابوخیثمہ ہو جا! علامہ نووی فرماتے ہیں: قاضی عیاض نے جو کہا ہے وہی صحیح ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ١١ ص ٦٩١٠' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ ھ)

١١٥٦ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَاَيْتُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ بِيَدِىْ قِطْعَةَ إِسْتَبْرَقٍ، فَكَأَنِّى لَا أُرِيْدُ مَكَانًا مِّنَ الْجَنَّةِ إِلَّا طَارَتْ إِلَيْهِ، وَرَأَيْتُ كَأَنَّ اثْنَيْنِ أَتَيَانِى، أَرَادَا أَنْ يَّذْهَبَا بِىْ إِلَى النَّارِ، فَتَلَقَّاهُمَا مَلَكٌ فَقَالَ لَمْ تُرَعْ، خَلِّيَا عَنْهُ.

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں خواب دیکھا گویا میرے ہاتھ میں ریشم کا ٹکڑا ہے، پس گویا کہ میں جنت کی جس جگہ میں بھی جانا چاہتا ہوں وہ ریشم کا ٹکڑا اڑ کر وہاں چلا جاتا ہے اور میں نے دیکھا گویا کہ دو آدمی میرے پاس آئے، انہوں نے ارادہ کیا کہ مجھے دوزخ کی طرف لے جائیں، پس ان دونوں کو ایک فرشتہ ملا، پس اس نے کہا: تم کو نہیں ڈرایا گیا، (ان دونوں سے کہا:) اس کو چھوڑ دو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۴۰ کا مطالعہ کریں۔

١١٥٧ - **فَقَصَّتْ** حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدٰى رُؤْيَاىَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ، لَوْ كَانَ يُصَلِّىْ مِنَ اللَّيْلِ. فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُصَلِّىْ مِنَ اللَّيْلِ.

امام بخاری بیان کرتے ہیں: پس حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے میرے دو خوابوں میں سے ایک خواب کو بیان کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ اچھا آدمی ہے، کاش! یہ رات کو نماز پڑھتا، پس حضرت عبداللہ رات کو نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۱۲۲ میں گزر چکی ہے۔

١١٥٨ - **وَكَانُوْا** لَا يَزَالُوْنَ يَقُصُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا أَنَّهَا فِى اللَّيْلَةِ السَّابِعَةِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرٰى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِى الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيْهَا فَلْيَتَحَرَّهَا مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۱۵-۶۹۹۱]

امام بخاری بیان کرتے ہیں: اور صحابہ ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے خواب بیان کرتے تھے کہ یہ رمضان کے آخری عشرہ کی ساتویں رات ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہارا خواب دیکھا اور وہ رمضان کے آخری دس دنوں کے موافق ہے، پس جو شب قدر کو ڈھونڈنے والا ہے، وہ اس کو آخری دس دنوں میں ڈھونڈے۔

اس حدیث کی مفصل شرح "کتاب الصیام" (روزوں کے بیان) کے آخر میں آئے گی۔

٢٢ - بَابُ الْمُدَاوَمَةِ فِىْ رَكْعَتَىِ الْفَجْرِ

فجر کی دو سنتوں کو دائماً پڑھنا

١١٥٩ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، هُوَ ابْنُ أَبِىْ أَيُّوْبَ، قَالَ حَدَّثَنِىْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ صَلَّى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، وَرَكْعَتَيْنِ جَالِسًا، وَرَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءَيْنِ، وَلَمْ يَكُنْ يَدَعُهُمَا أَبَدًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی ایوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عراک بن مالک از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھائی، پھر آٹھ رکعات پڑھیں اور دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھیں اور دو رکعتیں (صبح کی) اذان اور اقامت کے درمیان پڑھیں اور آپ ان دو رکعتوں کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۱۱۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۳ - بَابُ الضِّجْعَةِ عَلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

صبح کی دو سنتوں کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا

۱۱۶۰ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یزید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی ایوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابو الاسود نے حدیث بیان کی از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی دو سنتیں پڑھ لیتے تو دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۴ - بَابُ مَنْ تَحَدَّثَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَضْطَجِعْ

جس نے فجر کی دو رکعت سنت پڑھنے کے بعد باتیں کیں اور نہیں لیٹا

۱۱۶۱ - **حَدَّثَنَا** بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلّٰى، فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي، وَإِلَّا اضْطَجَعَ حَتّٰى يُؤْذَنَ بِالصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن الحکم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سالم ابو النضر نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز پڑھ لیتے تو اگر میں بیدار ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے ورنہ آپ لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کو نماز کی اطلاع دی جاتی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۱۱۸ میں گزر چکی ہے۔

۲۵ - بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّطَوُّعِ مَثْنٰى مَثْنٰى

دو دو رکعت پڑھنے کے متعلق احادیث

قَالَ مُحَمَّدٌ وَيُذْكَرُ ذٰلِكَ عَنْ عَمَّارٍ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَأَنَسٍ، وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، وَعِكْرِمَةَ، وَالزُّهْرِيِّ، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ. وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ مَا أَدْرَكْتُ فُقَهَاءَ أَرْضِنَا إِلَّا يُسَلِّمُونَ فِي كُلِّ اثْنَتَيْنِ مِنَ النَّهَارِ.

امام محمد (بخاری) نے کہا: حضرت عمار، حضرت ابو ذر، حضرت انس رضی اللہ عنہم اور جابر بن زید، عکرمہ اور زہری نے اس کا ذکر کیا، اور یحییٰ بن سعید انصاری نے کہا: میں نے اپنی سرزمین کے فقہاء کو دن کی ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے ہوئے دیکھا۔

۱۱۶۲ - **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْإِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا، كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن بن ابی الموالی نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام کاموں میں استخارہ کی اس طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح ہمیں قرآن مجید کی کسی سورت کی

يَقُوْلُ إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ، ثُمَّ لِيَقُلْ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ. اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ، أَوْ قَالَ عَاجِلِ أَمْرِيْ وَآجِلِهٖ، فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ، ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِّيْ، فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ، أَوْ قَالَ فِيْ عَاجِلِ أَمْرِيْ وَآجِلِهٖ، فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ، وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ أَرْضِنِيْ. قَالَ وَيُسَمِّيْ حَاجَتَهٗ.

[اطراف الحدیث: ٦٣٨٢-٧٣٩٠]

تعلیم دیتے تھے آپ فرماتے تھے: جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو وہ فرض کے علاوہ دو رکعت پڑھے پھر یوں دعا کرے: اے اللہ! میں تیرے علم سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے طاقت طلب کرتا ہوں اور تیرے فضل عظیم سے سوال کرتا ہوں کیونکہ تو قادر ہے اور میں قادر نہیں ہوں اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو ہی علام الغیوب ہے اے اللہ! اگر تجھے یہ علم ہے کہ یہ کام میرے دین اور دنیا اور میرے کام کے آغاز اور انجام میں بہتر ہے تو تُو اس کام کو میرے لیے مقدر فرما دے اور اس کام کو میرے لیے آسان فرما دے پھر اس کام میں میرے لیے برکت رکھ اور اگر تجھے یہ علم ہے کہ یہ کام میرے دین اور دنیا میں اور میرے کام کے آغاز اور انجام میں نقصان دینے والا ہے تو تُو اس کام کو مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس کام سے دور کر دے اور میرے لیے خیر کو مقدر کر دے وہ جہاں کہیں بھی ہو پھر مجھے راضی کر دے پھر اپنے اس کام کا نام لے۔

(سنن ابوداؤد: ١٥٣٨، سنن ترمذی: ٤٨٠، سنن نسائی: ٣٢٥٣، سنن ابن ماجہ: ١٣٨٣، الادب المفرد: ٧٠٣، مسند ابویعلیٰ: ٢٠٨٦، صحیح ابن حبان: ٨٨٧، سنن بیہقی ج ٣ ص ٥٢، کتاب الاسماء والصفات ص ١٢٥-١٢٤، شرح السنۃ: ١٠١٦، مسند احمد ج ٣ ص ٣٤٤ طبع قدیم، مسند احمد: ١٤٧٠٧- ج ٢٣ ص ٥٧-٥٦، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ١١٤٦، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) قتیبہ بن سعید (٢) عبد الرحمان بن ابی الموالی ابو محمد یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے (٣) محمد بن المنکدر یہ ١٣٠ھ میں فوت ہو گئے تھے (٤) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣٢٣)

استخارہ کرنے کا شرعی حکم

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نمازِ استخارہ پڑھنا مستحب ہے اور جن چیزوں کا خیر ہونا معلوم نہیں ہے ان کے خیر ہونے کو معلوم کرنے کے لیے وہ دعا کرنی چاہیے جس کا اس حدیث میں ذکر ہے اور جن چیزوں کا خیر ہونا معلوم ہے جیسے عبادات اور جائز پیشہ ورانہ کام اور جائز ملازمت وغیرہ ان میں استخارہ کی ضرورت نہیں ہے البتہ عبادت کے اوقات کے لیے استخارہ کرنا درست ہے جیسے اس سال حج کیا جائے یا نہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣٢٧، دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

استخارہ کرنے کا شرعی طریقہ

اگر تم یہ سوال کرو کہ آیا استخارہ کو بار بار کرنا مستحب ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! اس کے لیے بار بار نماز پڑھنا اور دعا کرنا مستحب ہے۔ اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے انس! جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو اپنے رب سے سات مرتبہ استخارہ کرو' پھر یہ دیکھو کہ تمہارے دل میں کیا بات آتی ہے' پس بے شک اسی بات میں خیر ہے۔

(عمل الیوم واللیلۃ للدینوری: ۵۹۸' مؤسسۃ الکتب الثقافیہ ۱۴۰۸ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

نماز پڑھ کر اس دعا کے ساتھ استخارہ کرنا مستحب ہے' یہ نماز دو رکعت نفل ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ دو رکعت سنت مؤکدہ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے' اور تحیۃ المسجد اور دیگر نوافل سے بھی' پہلی رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ ''قل یایھا الکافرون'' پڑھے اور دو رکعت میں سورۃ ''قل ھو اللہ احد'' پڑھے اور (صحیح البخاری میں مذکور) دعا کو ''الحمد للہ'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھ کر ختم کرے' پھر استخارہ کرنا تمام کاموں میں مستحب ہے جیسا کہ اس صحیح حدیث میں اس کی تصریح ہے' استخارہ کرنے کے بعد اس کام کو کرے جس کے لیے اس کا شرح صدر ہو جائے۔

حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کام کا ارادہ کرتے تو یہ دعا کرتے:

اللھم خرلی واخترلی. (شعب الایمان: ۲۰۴) اے اللہ! اس کام کو میرے لیے پسند فرمالے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ امام دینوری نے جو سات بات استخارہ کرنے کی حدیث روایت کی ہے' اس کی سند غریب ہے۔

(کتاب الاذکار ج ١ ص ١٣٨۔ ١٣٧' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

میں کہتا ہوں کہ اگر امام دینوری کی حدیث کی سند ضعیف بھی ہو' پھر بھی فضائل اعمال میں ضعیف السند حدیث پر عمل کرنا مستحب ہے۔ خود علامہ نووی لکھتے ہیں:

محدثین' فقہاء اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ فضائل اور ترغیب اور ترہیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز اور مستحب ہے جب تک کہ وہ موضوع نہ ہو۔ (کتاب الاذکار ج ١ ص ١١۔ ١٠' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

علاوہ ازیں تین بار دعا کرنا صحیح حدیث سے ثابت ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا کرتے تو تین مرتبہ دعا کرتے اور جب آپ سوال کرتے تو تین مرتبہ سوال کرتے۔ (صحیح مسلم: ١٧٩٤)

استخارہ کرنے میں مشائخ کا معمول

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

بعض متقدمین سے منقول ہے کہ پہلی رکعت میں اس آیت کا اضافہ کرے: ''وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ'' (''یعلنون'' تک) (القصص: ٦٩۔ ٦٨) اور دوسری رکعت میں اس کا اضافہ کرے: ''وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ'' (الاحزاب: ٣٦) اور استخارہ کا سات بار تکرار کرنا چاہیے جیسا کہ امام دینوری کی روایت ہے اور ''شرح الشرعۃ'' میں مذکور ہے کہ مشائخ سے یہ سنا گیا ہے کہ آدمی با وضوء قبلہ کی طرف منہ کر کے یہ دعا پڑھ کر سو جائے' اگر اس کو خواب میں سفید یا سبز چیز نظر آئے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کام میں خیر ہے اور اگر اس کو سیاہ یا سرخ چیز نظر آئے تو وہ اس کام کے شر ہونے کی علامت ہے' پھر اس کام سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(رد المحتار ج ٢ ص ٤١٠' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٩ھ)

واضح رہے کہ ہر شخص اپنے لیے خود استخارہ کرے' کوئی شخص دوسرے کے لیے استخارہ نہیں کر سکتا' جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث

میں متکلم کے صیغوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ آج کل بعض لوگ مسجد کے امام سے کہتے ہیں: آپ ہمارے فلاں کام کے لیے استخارہ کر دیں یا ٹی۔وی پر کوئی صاحب دوسروں کے لیے استخارہ کر کے مسئلہ کا حل بتاتے ہیں' یہ دونوں طریقے غلط اور خلاف حدیث ہیں۔

١١٦٣ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدٍ' عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ' عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ سَمِعَ اَبَا قَتَادَةَ بْنَ رِبْعِيِّ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ' فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن سعید از عامر بن عبد اللہ بن الزبیر از عمرو بن سلیم الزرقی' انہوں نے حضرت ابوقتادہ بن ربعی الانصاری رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس وقت تک نہ بیٹھے حتیٰ کہ دو رکعت پڑھ لے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٤٤ میں گزر چکی ہے۔

١١٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھائی' پھر مڑ کر چلے گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٨٠ میں گزر چکی ہے۔

١١٦٥ - حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ عُقَيْلٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ' وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ' وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ' وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ' وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی اور ظہر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی اور جمعہ کے بعد دو رکعت نماز پڑھی اور مغرب کے بعد دو رکعت نماز پڑھی اور عشاء کے بعد دو رکعت نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٣٧ میں گزر چکی ہے۔

١١٦٦ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ اِذَا جَاءَ اَحَدُكُمْ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ اَوْ قَدْ خَرَجَ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا ہو یا امام حجرہ سے نکل آئے تو وہ دو رکعت نماز

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٩٣٠ میں گزر چکی ہے۔

١١٦٧ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَيْفٌ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ اُتِيَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِيْ مَنْزِلِهٖ، فَقِيْلَ لَهٗ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَخَلَ الْكَعْبَةَ. قَالَ فَاَقْبَلْتُ، فَاَجِدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ، وَاَجِدُ بِلَالًا عِنْدَ الْبَابِ قَائِمًا، فَقُلْتُ يَا بِلَالُ، اَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ؟ قَالَ نَعَمْ، قُلْتُ فَاَيْنَ؟ قَالَ بَيْنَ هَاتَيْنِ الْاُسْطُوَانَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فِيْ وَجْهِ الْكَعْبَةِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَوْصَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَكْعَتَيِ الضُّحٰى. وَقَالَ عِتْبَانُ غَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بَعْدَ مَا امْتَدَّ النَّهَارُ، وَصَفَفْنَا وَرَاءَهٗ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ.

ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سیف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر آئے' انہیں بتایا گیا کہ یہ رسول اللہ کعبہ میں داخل ہوئے ہیں' حضرت ابن عمر نے کہا: میں آگے بڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ سے نکل چکے تھے اور میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دروازے کے پاس کھڑے ہوئے دیکھا' میں نے پوچھا: اے بلال! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: کہاں پر؟ انہوں نے کہا: ان دوستونوں کے درمیان' پھر آپ کعبہ سے نکل گئے' پھر اس کے دروازہ پر دو رکعت نماز پڑھی۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی دو رکعت نماز پڑھنے کی وصیت کی' اور حضرت عتبان رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما صبح کو دن چڑھنے کے بعد میرے ہاں آئے' اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی' پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔

٢٦ - بَابُ الْحَدِيْثِ يَعْنِيْ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

صبح کی دو رکعت سنت کے بعد باتیں کرنا

١١٦٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ اَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، فَاِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِيْ، وَاِلَّا اضْطَجَعَ. قُلْتُ لِسُفْيَانَ قَالَ بَعْضُهُمْ يَرْوِيْهِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ؟ قَالَ سُفْيَانُ هُوَ ذَاكَ.

امام بخاری بیان کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' ابوالنضر نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ' از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھتے تھے اگر میں بیدار ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے ورنہ آپ لیٹ جاتے۔ میں نے سفیان سے کہا: بعض اس کو یوں روایت کرتے ہیں کہ آپ صبح کی دو رکعت سنت پڑھتے تھے' سفیان نے کہا: اسی طرح ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١١١٨ میں گزر چکی ہے۔

٢٧ - بَابُ تَعَاهُدِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، وَمَنْ سَمَّاهُمَا تَطَوُّعًا

فجر کی دو رکعت سنت کی حفاظت کرنا اور جس نے ان کو نفل کہا

١١٦٩ - حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ، أَشَدَّ مِنْهُ تَعَاهُدًا عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بیان بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از عطاء از عبید بن عمیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت سے زیادہ کسی نفل کی حفاظت نہیں کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ٧٢٤' الرقم المسلسل: ١٦٥١' سنن ابوداؤد: ١٢٥٤' سنن کبریٰ: ٤٥٦' صحیح ابن خزیمہ: ١١٠٩' صحیح ابن حبان: ٢٤٥٦' سنن بیہقی ج ٢ ص ٤٧٠' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٢٤١۔ ٢٤٠' مسند ابویعلیٰ: ٤٤٢٣' مسند احمد ج ٦ ص ٤٣ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤١٦٧۔ ج ٤٠ ص ١٩٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٩ میں گزر چکی ہے۔

٢٨ - بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

فجر کی دو رکعت سنت میں کتنی قراءت کی جائے

١١٧٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، ثُمَّ يُصَلِّي إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصُّبْحِ، رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعات نماز پڑھتے تھے' پھر جب آپ صبح کی اذان سنتے تو جلدی جلدی دو رکعت پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٦ میں گزر چکی ہے۔

١١٧١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَمَّتِهِ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى، هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّفُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ، حَتّٰى إِنِّي لَأَقُولُ هَلْ قَرَأَ بِأُمِّ الْكِتَابِ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن عبد الرحمٰن' وہ اپنی پھوپھی عمرہ سے روایت کرتے ہیں از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' (ح) اور ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی اور وہ ابن سعید ہیں از محمد بن عبد الرحمٰن از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے پہلے تخفیف کے ساتھ دو رکعت پڑھتے تھے حتیٰ کہ میں سوچتی تھی کہ آپ نے سورۂ فاتحہ پڑھی ہے یا نہیں۔

اس حدیث کی تخریج بھی حسب سابق ہے

سنت فجر میں قرآن پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور علامہ ابن بطال کے امام ابوحنیفہ پر اعتراضات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

صبح کی دو رکعت سنت فجر میں قرآن پڑھنے کی مقدار میں چار مذاہب ہیں:

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے: ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ صبح کی دو رکعت سنت میں قرآن نہ پڑھے اور دوسروں نے یہ کہا ہے کہ خصوصیت کے ساتھ سورۂ فاتحہ کو تخفیف کے ساتھ پڑھے یہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ابن وہب کی روایت کے متعلق یہی امام مالک کا مذہب ہے۔

فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ اس میں تخفیف کے ساتھ قرآن پڑھے اور سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی چھوٹی سورت پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے ابن القاسم کی روایت کے مطابق یہی امام مالک کا مذہب ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ ابراہیم نخعی اور مجاہد سے روایت ہے کہ اگر ان دو رکعتوں میں لمبی قراءت کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۴۱۸ مجلس علمی مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۵۸ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ بعض اوقات میں فجر کی دو رکعت سنت میں قرآن مجید کی اپنی منزل پڑھتا ہوں اور یہی ان کے اصحاب کا قول ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فجر کی دو رکعت سنت دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں۔

(صحیح مسلم: ۷۲۵ سنن ترمذی: ۴۱۶ شرح معانی الآثار: ۱۷۴۲)

لہٰذا اولیٰ یہ ہے کہ نوافل میں جب لمبی قراءت کی جاتی ہے تو ان میں سب سے افضل قراءت کی جائے اور یہ ہمارے نزدیک کم قراءت کرنے سے افضل ہے کیونکہ اس میں لمبے قیام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیگر نوافل کی بہ نسبت افضل قرار دیا ہے۔ جنہوں نے یہ کہا ہے کہ سنت فجر میں قرآن نہ پڑھا جائے انہوں نے اس باب کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی فرض نماز سے پہلے تخفیف کے ساتھ دو رکعت پڑھتے تھے حتیٰ کہ میں سوچتی تھی کہ آپ نے سورۃ الفاتحہ پڑھی ہے یا نہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۱۷۱) یہ حدیث حضرت عائشہ کی دیگر روایات کے خلاف ہے کیونکہ زیر بحث حدیث میں حضرت عائشہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ سنت فجر میں سورۃ الفاتحہ پڑھتے تھے۔

لہٰذا یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے جو سنت فجر میں قرآن پڑھنے کی نفی کرتے ہیں اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ آپ سنت فجر میں صرف سورۃ الفاتحہ پڑھتے تھے اور یہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس میں سورۃ الفاتحہ بھی پڑھی ہو اور کوئی اور سورت بھی پڑھی ہو اور بہت تخفیف کے ساتھ قراءت کی ہو حتیٰ کہ حضرت عائشہ نے کہا: کیا آپ نے ان میں سورۃ الفاتحہ پڑھی ہے۔

جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ آپ سنت فجر میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی چھوٹی سورت بھی پڑھتے تھے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں شمار نہیں کر سکتا کہ میں نے کتنی مرتبہ سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ فجر سے پہلے دو رکعت سنت فجر میں اور مغرب کے بعد دو رکعت سنت میں سورۃ ''قل یایها الکافرون'' اور سورۃ ''قل هو اللّٰه احد'' پڑھتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۴۳۱ شرح معانی الآثار: ۱۷۲۵)

اس حدیث کی مثل سنت فجر میں حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۹۵ مجلس علمی بیروت) اور سعید بن جبیر اور ابن سیرین اور دیگر فقہاء تابعین سے بھی مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۴۰۲-۶۴۰۰-۶۳۹۹ مجلس علمی بیروت)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

یہ آثار امام ابوحنیفہ اور ان فقہاء کے خلاف حجت ہیں جو سنت فجر میں لمبی قراءت کو جائز کہتے ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان آثار

کے خلاف حدیث محفوظ نہیں ہے اور سنت ثابتہ کے خلاف کسی کا قیاس دلیل نہیں ہے اور ابن سیرین کے سامنے ابراہیم نخعی کا یہ قول ذکر کیا گیا کہ سنت فجر میں لمبی قراءت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۴۱۸) تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا یہ کیا ہے' اور حضرت ابن مسعود کے اصحاب اس مسئلہ میں حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر کی ان حدیثوں پر عمل کرتے تھے جن میں تخفیف قراءت کا ذکر ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ آپ سنت فجر میں اس لیے تخفیف کے ساتھ قراءت کرتے تھے کہ مؤذن آپ کے پاس اقامت پڑھنے کے لیے آتا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۶۵۔ ۱۶۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے جو امام ابوحنیفہ پر اعتراض کیے ہیں' وہ ان کے کلام کو سمجھے بغیر کیے ہیں' امام ابوحنیفہ نے یہ نہیں کہا کہ سنت فجر میں کم قراءت کرنا جائز نہیں ہے' نہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ سنت فجر میں لازماً طویل قراءت کی جائے۔

امام طحاوی نے جو ان کی عبارت نقل کی ہے' وہ یہ ہے:

حسن بن زیاد نے کہا: میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بعض اوقات میں سنت فجر کی دو رکعت میں قرآن مجید کے دو جز (دو پارے) پڑھتا ہوں' ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور ان دو رکعت میں لمبی قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں اور نفل میں کم قراءت کرنے کے بجائے لمبی قراءت کرنا افضل ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۱۷۳۴۔ ج ۱ ص ۳۹۰' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

پہلا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے لوگوں کو سنت فجر میں طویل قراءت کرنے کے لیے نہیں کہا' انہوں نے صرف اپنا فعل بیان کیا ہے کہ وہ اس میں قرآن مجید کے دو جز پڑھتے ہیں اور حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے کیونکہ ان میں کمزور' بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی نماز پڑھے۔ (صحیح البخاری: ۷۰۳' صحیح مسلم: ۴۶۷' سنن ترمذی: ۲۳۶' مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۶)

پس اگر امام ابوحنیفہ خود نماز پڑھتے ہیں اور سنت فجر میں زیادہ قراءت کرتے ہیں تو وہ مذکور الصدر حدیث کے مطابق کرتے ہیں اور اس پر اعتراض کرنا دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کرنا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ سنت فجر میں طویل قراءت اس لیے کرتے تھے کہ حدیث میں ہے: افضل نماز وہ ہے' جس میں لمبا قیام ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: افضل نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام ہو۔

(صحیح مسلم: ۷۵۶' سنن ابوداؤد: ۱۴۵۸' شرح معانی الآثار: ۱۷۳۸۔ ۱۷۳۷۔ ۱۷۳۶)

لہٰذا اگر امام ابوحنیفہ نے زیادہ قراءت کر کے لمبا قیام کر کے سنت فجر پڑھی تو یہ اعتراض بھی دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے: میں بعض اوقات سنت فجر میں قرآن کے دو جز پڑھتا ہوں' یہ تو نہیں فرمایا کہ میں ہمیشہ ایسا کرتا ہوں جب کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بعض فقہاء تابعین بھی بعض اوقات سنت فجر میں زیادہ قراءت کرتے تھے' پھر امام ابوحنیفہ پر کیا اعتراض ہے' اس سلسلہ میں احادیث اور آثار حسب ذیل ہیں:

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ بعض اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت سے سنت فجر لمبی پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۴۱۶ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۵۶ دار الکتب العلمیہ بیروت مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴۴ ادارۃ القرآن کراچی سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۴)

سو امام ابوحنیفہ کا بعض اوقات سنت فجر کو لمبا پڑھنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے عین مطابق ہے، پھر یہ امام اعظم پر اعتراض ہے یا رسول اعظم پر!

اس سلسلہ میں دیگر فقہاء تابعین کے آثار حسب ذیل ہیں:

حسن بصری نے کہا: دو رکعت سنت فجر کو لمبا پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، نمازی کی قرآن کی جو منزل تہجد میں پڑھنے سے رہ گئی، وہ اس کو ان سنتوں میں پڑھ لے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۴۱۷ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مجاہد نے کہا: فجر کی دو رکعت سنت میں لمبا قیام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۴۱۸ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۵۸ دار الکتب العلمیہ بیروت)

چوتھا جواب یہ ہے کہ امام اعظم نے فرمایا: میں بعض اوقات سنت فجر میں قرآن کے دو جز پڑھتا ہوں، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اکثر اوقات میں سنت فجر میں کم قراءت کرتے ہیں جیسا کہ اکثر احادیث میں ہے کیونکہ کتابوں اور علماء کے اقوال میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے۔

علامہ ابن بطال بہت ذہین اور محقق عالم ہیں لیکن فقہی تعصب کی بناء پر وہ ان امور کی طرف توجہ نہ کر سکے جن کی ہم نے نشان دہی کی ہے۔

اَبْوَابُ التَّطَوُّعِ

نوافل کے ابواب

صحیح البخاری کے اکثر نسخوں میں یہ عنوان نہیں ہے۔

۲۹ - بَابُ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ

فرض کے بعد نفل پڑھنا

۱۱۷۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ، وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ، فَأَمَّا الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ فَفِي بَيْتِهِ. قَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي أَهْلِهِ. تَابَعَهُ كَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ، وَأَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ، انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھیں اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھیں اور مغرب کے بعد دو رکعت پڑھیں اور عشاء کے بعد دو رکعت پڑھیں اور جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھیں، رہی مغرب اور عشاء تو وہ آپ نے اپنے گھر میں پڑھیں۔ ابن ابی الزناد نے کہا از موسیٰ بن عقبہ از نافع، آپ نے عشاء کے بعد اپنے اہل میں نماز پڑھی۔ موسیٰ بن عقبہ کی کثیر بن فرقد اور ایوب نے متابعت کی ہے از نافع۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۳۷ میں گزر چکی ہے۔

ظہر سے پہلے چار سنتیں پڑھنے کے متعلق احادیث

حضرت ام حبیبہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ظہر سے پہلے چار رکعات اور ظہر کے بعد چار رکعات کی حفاظت کی' اس پر دوزخ حرام ہو جائے گی۔

(سنن ابوداؤد: ۱۲۶۹' سنن ترمذی: ۴۲۷' سنن نسائی: ۱۸۱۳' سنن ابن ماجہ: ۱۱۶۰' مسند احمد ج ۶ ص ۳۲۵)

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ظہر سے پہلے چار رکعات جن کے درمیان سلام نہ ہو' ان کے پڑھنے والوں کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۷۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔

(سنن ترمذی: ۴۲۴' مسند احمد ج ۱ ص ۸۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر سے پہلے چار سنتیں نہ پڑھتے تو ان کو ظہر کے بعد پڑھتے۔

(سنن ترمذی: ۴۲۶' سنن ابن ماجہ: ۱۱۵۸)

عصر سے پہلے چار سنتیں پڑھنے کے متعلق حدیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس شخص پر رحم کرے جس نے عصر سے پہلے چار رکعت پڑھیں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۷۱' سنن ترمذی: ۴۳۰' مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۷)

۱۱۷۳ - وَحَدَّثَتْنِیْ اُخْتِیْ حَفْصَةُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ سَجْدَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ بَعْدَ مَا یَطْلُعُ الْفَجْرُ، وَکَانَتْ سَاعَةً لَا اَدْخُلُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْهَا. تَابَعَهٗ کَثِیْرُ بْنُ فَرْقَدٍ، وَاَیُّوْبُ، عَنْ نَّافِعٍ. وَقَالَ ابْنُ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ مُوْسَی ابْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَّافِعٍ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِیْ اَهْلِهٖ.

(حضرت ابن عمر نے کہا:) اور مجھے میری بہن حفصہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طلوع فجر کے بعد دو خفیف رکعت پڑھتے تھے اور اس وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس داخل نہیں ہوتی تھی۔ عبید اللہ کی متابعت کثیر بن فرقد اور ایوب نے کی ہے از نافع' اور ابن ابی الزناد نے کہا از موسیٰ بن عقبہ از نافع: عشاء کے بعد اپنے اہل میں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۱۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۰ - بَابُ مَنْ لَّمْ یَتَطَوَّعْ بَعْدَ الْمَکْتُوْبَةِ

جس نے فرض کے بعد نفل نہیں پڑھے

۱۱۷۴ - حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الشَّعْثَاءِ جَابِرًا قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِیًا جَمِیْعًا، وَسَبْعًا جَمِیْعًا. قُلْتُ یَا اَبَا الشَّعْثَاءِ، اَظُنُّهٗ اَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ، وَعَجَّلَ الْعِشَاءَ وَاَخَّرَ الْمَغْرِبَ؟ قَالَ وَاَنَا اَظُنُّهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے کہا: میں نے ابوالشعثاء جابر سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آٹھ رکعات (ظہر اور عصر) اکٹھی پڑھیں اور سات رکعات (مغرب اور عشاء) اکٹھی پڑھیں' میں نے کہا: اے ابوالشعثاء! میں گمان کرتا ہوں کہ آپ نے ظہر کو مؤخر کیا اور عصر کو جلدی پڑھا اور عشاء کو جلدی پڑھا اور مغرب کو

مؤخر کیا' انہوں نے کہا: میں بھی یہی گمان کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۳۱ - بَابُ صَلٰوةِ الضُّحٰى فِي السَّفَرِ — سفر میں چاشت کی نماز

جب دن کے اوّل وقت میں سورج چوتھائی آسمان تک بلند ہو جائے تو اس وقت کو اور اس کے بعد کے وقت کو چاشت کا وقت کہتے ہیں۔

۱۱۷۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ شُعْبَةَ عَنْ تَوْبَةَ' عَنْ مُوَرِّقٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَتُصَلِّي الضُّحٰى؟ قَالَ لَا' قُلْتُ فَعُمَرُ؟ قَالَ لَا' قُلْتُ فَاَبُوْ بَكْرٍ؟ قَالَ لَا' قُلْتُ فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ لَا اِخَالُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از توبہ از مورق' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا آپ چاشت کی نماز پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے پوچھا: کیا حضرت عمر پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے پوچھا: کیا حضرت ابوبکر پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: میرے گمان میں نہیں۔

۱۱۷۶ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ اَبِي لَيْلٰى يَقُوْلُ مَا حَدَّثَنَا اَحَدٌ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى غَيْرُ اُمِّ هَانِيءٍ' فَاِنَّهَا قَالَتْ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ' فَاغْتَسَلَ' وَصَلّٰى ثَمَانِيَ رَكْعَاتٍ' فَلَمْ اَرَ صَلٰوةً قَطُّ اَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ اَنَّهٗ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ہمیں کسی نے یہ حدیث نہیں بیان کی کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے ماسوا ام ہانیء کے' بے شک انہوں نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں داخل ہوئے' پس آپ نے غسل کیا اور آٹھ رکعات نماز پڑھی' پس میں نے اس سے زیادہ خفیف نماز کبھی نہیں دیکھی مگر آپ رکوع اور سجود پورا پورا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۷۰' اور ۱۱۰۳ میں گزر چکی ہے۔

چاشت کی نماز کی رکعات کے متعلق مختلف احادیث اور آثار

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

چاشت کی نماز کے متعلق مختلف آثار مروی ہیں' حضرت ام ھانی ءرضی اللہ عنہا نے آٹھ رکعات چاشت کی نماز کی روایت کی ہے۔ (صحیح البخاری:۱۱۷۶)

ثمامہ نے کہا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے چاشت کی بارہ رکعات پڑھیں'

اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنا دے گا۔ (سنن ترمذی: ۴۷۳ 'سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۰)
حمید نے حضرت انس رضی اللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی چھ رکعات پڑھتے تھے۔ (المعجم الاوسط: ۱۲۹۸)
حضرت علی رضی اللہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی چار رکعات پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۷۱۹ 'سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۱)
حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ان کے گھر میں چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی۔
(مسند احمد ج ۵ ص ۴۵۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو چاشت کی دو رکعت کی وصیت کی اور فرمایا: جس نے ان کی حفاظت کی' اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے خواہ وہ سمندر کے جھاگ کی مثل ہوں۔
(سنن ترمذی: ۴۷۶ 'مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۳ 'سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۲ 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۸۶۸)

آثارِ مختلفہ میں تطبیق

امام طبری نے کہا ہے کہ ان میں سے کوئی حدیث دوسری حدیث کے معارض نہیں ہے' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جس نے چار رکعت کی روایت کی ہے' اس نے آپ کو چار رکعت ہی پڑھتے دیکھا ہو' اور دوسرے نے آپ کو دو رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور کسی نے آپ کو آٹھ رکعت پڑھتے دیکھا ہو' اور کسی اور نے آپ کو چھ رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور کسی نے آپ کو دو رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور دوسرے نے آپ کو دس رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور کسی نے آپ کو بارہ رکعات پڑھتے دیکھا ہو' سو جس نے آپ کو جتنی رکعات پڑھتے دیکھا اس نے اتنی رکعات کی خبر دی۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۶۹-۱۶۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۲ - بَابُ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ الضُّحٰى، وَرَاٰهُ وَاسِعًا

جس نے چاشت کی نماز نہیں پڑھی اور اس میں گنجائش کا اعتقاد کیا

۱۱۷۷ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّحَ سُبْحَةَ الضُّحٰى، وَاِنِّيْ لَاُسَبِّحُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور بے شک میں اس کو پڑھتی ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۲۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۳ - بَابُ صَلٰوةِ الضُّحٰى فِي الْحَضَرِ

چاشت کی نماز حضر میں

قَالَهُ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو حضرت عتبان بن مالک نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:
حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے ان کے گھر میں چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۴۵۰)

۱۱۷۸ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْجُرَيْرِيُّ، هُوَ ابْنُ فَرُّوْخَ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے

عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ النَّھْدِیِّ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ بِثَلَاثٍ، لَا اَدَعُهُنَّ حَتّٰی اَمُوْتَ صَوْمُ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ مِنْ کُلِّ شَهْرٍ، وَصَلٰوةُ الضُّحٰی، وَنَوْمٌ عَلٰی وِتْرٍ. [طرف الحدیث:١٩٨١]

کہا: ہمیں عباس الجریری نے خبر دی' وہ ابن فروخ ہیں از ابی عثمان النہدی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے میرے خلیل نے تین چیزوں کی وصیت کی ہے' جن کو میں نہیں چھوڑوں گا حتیٰ کہ میں فوت ہو جاؤں: ہر ماہ میں تین دن کے روزے' اور چاشت کی نماز اور وتر پڑھ کر سونا۔

(صحیح مسلم: ٧٢١' الرقم المسلسل: ١٦٤٤' سنن نسائی: ١٦٧٧' السنن الکبریٰ: ٢٧٦٤' مصنف عبد الرزاق: ٤٨٥٠' مسند احمد ج ٢ ص ٢٧١ طبع قدیم' مسند احمد: ٧١٦٧۔ ج ١٣ ص ١٠٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٥١٥٨' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) مسلم بن ابراہیم الازدی القصاب (٢) شعبہ بن الحجاج (٣) عباس بن فروخ الجریری (٤) ابوعثمان بن عبد الرحمان بن مل النہدی (٥) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣٥٢)

اس حدیث کا عنوان ہے: حضر میں چاشت کی نماز پڑھنا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ حدیث میں سفر کا ذکر ہے نہ حضر کا ذکر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مطلق ہے اور سفر اور حضر دونوں کو شامل ہے۔

خلیل کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے خلیل نے۔ اس سے حضرت ابو ہریرہ کی مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا' کیونکہ ممتنع یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو خلیل بنائیں' اور اگر کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیل بنائے تو یہ ممتنع نہیں ہے' خلیل کا معنی ہے: ایسا خالص دوست جس کی محبت دل میں حلول کر جائے اور رچ جائے۔

حدیث میں مذکور وصیت کی حکمت

ہر مہینہ کے تین دن میں روزے رکھنے کی وصیت کی: اس میں یہ حکمت ہے تاکہ نفس کو روزے رکھنے کا عادی بنایا جائے اور چاشت کی نماز کی وصیت اس لیے ہے کہ نفس کو نماز کا عادی بنایا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صبح کی نماز اور ظہر کی نماز میں کافی وقفہ ہوتا ہے تو درمیان میں بھی ایک نماز پڑھی جائے' اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی وصیت میں یہ حکمت ہے کہ اگر وتر کو تہجد کے ساتھ پڑھا جائے تو ہو سکتا ہے کہ تہجد کے وقت آنکھ نہ کھلے' اس لیے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ وتر کو سونے سے پہلے پڑھ لیا جائے۔

١١٧٩ - حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَنَسِ بْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ الْاَنْصَارِیَّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ، وَکَانَ ضَخْمًا، لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَا اَسْتَطِیْعُ الصَّلٰوةَ مَعَكَ! فَصَنَعَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا، فَدَعَاهُ اِلٰی بَیْتِهٖ، وَنَضَحَ لَهٗ طَرَفَ حَصِیْرٍ بِمَاءٍ، فَصَلّٰی عَلَیْهِ رَکْعَتَیْنِ، وَقَالَ فُلَانُ بْنُ فُلَانِ بْنِ جَارُوْدٍ لِاَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَکَانَ النَّبِیُّ صَلّٰی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الجعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از انس بن سیرین' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ ایک انصاری کا بھاری جسم تھا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا' پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کیا اور آپ کو اپنے گھر بلایا اور آپ کے لیے چٹائی کی ایک طرف کو پانی سے دھو کر صاف کیا' پس آپ نے اس پر دو رکعت نماز پڑھی اور فلاں بن فلاں بن

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی؟ فَقَالَ مَا رَاَیْتُہٗ صَلّٰی غَیْرَ ذٰلِکَ الْیَوْمِ.

جارود نے حضرت انس رضی اللہ سے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے؟ حضرت انس نے کہا: میں نے اس دن کے علاوہ آپ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٧٠ میں گزر چکی ہے۔

٣٤ - بَابُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ

ظہر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا

١١٨٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِيْ بَيْتِهٖ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِيْ بَيْتِهٖ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ، كَانَتْ سَاعَةً لَا يُدْخَلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دس رکعات محفوظ کر رکھی ہیں دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد اور دو رکعت مغرب کے بعد اپنے گھر میں' اور دو رکعت عشاء کے بعد اپنے گھر میں' اور دو رکعت صبح سے پہلے اور اس وقت میں کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں جاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٩٣ میں گزر چکی ہے۔

١١٨١ - حَدَّثَتْنِيْ حَفْصَةُ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ، وَطَلَعَ الْفَجْرُ، صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ.

(حضرت ابن عمر نے کہا:) مجھے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: جب مؤذن اذان دیتا اور فجر طلوع ہو جاتی تو آپ دو رکعت نماز پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦١٨ میں گزر چکی ہے۔

١١٨٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ. تَابَعَهُ ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ، وَعَمْرٌو، عَنْ شُعْبَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابراہیم بن محمد بن المنتشر از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعت سنت کو اور فجر سے پہلے دو رکعت سنت کو نہیں چھوڑتے تھے۔ یحییٰ بن سعید کی متابعت ابن ابی عدی اور عمرو نے کی ہے از شعبہ۔

(صحیح مسلم: ٧٣٠' الرقم المسلسل: ١٦٦٨' سنن ابوداؤد: ١٢٥١' سنن ترمذی: ٤٣٦-٣٧٥' السنن الکبریٰ: ٣٣٦٦' جامع المسانید لابن جوزی: ١٤١١ مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) مسدد (٢) یحییٰ بن سعید القطان (٣) شعبہ بن الحجاج (٤) ابراہیم بن محمد المنتشر' یہ مسروق ھمدان کے بھتیجے ہیں (٥) ان کے والد محمد بن المنتشر الاجدع (٦) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣٥٥)

۳۵ - بَابُ الصَّلٰوةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ

مغرب سے پہلے نماز پڑھنا

۱۱۸۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنِ الْحُسَيْنِ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ الْمُزَنِيُّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلُّوْا قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ . قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً.

[طرف الحدیث:۷۳۶۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از الحسین از ابن بریدہ' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ المزنی رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم 'آپ نے فرمایا: مغرب سے پہلے نماز پڑھو' تیسری مرتبہ فرمایا: جو چاہے' اس کو ناپسند فرمایا کہ لوگ اس کو سنت بنالیں۔

(سنن ابوداؤد:۱۲۸۱' صحیح ابن خزیمہ:۱۲۸۹' مسند احمد ج ۵ ص ۵۵ طبع قدیم)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابومعمر عبداللہ بن عمرو بن ابی الحجاج المنقری (۲) عبدالوارث بن سعید' ابوعبیدہ (۳) حسین بن ذکوان المعلم (۴) عبداللہ بن بریدہ (۵) حضرت عبداللہ بن المغفل رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۵۷)

۱۱۸۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ ابْنُ اَبِيْ حَبِيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مَرْثَدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيَّ قَالَ اَتَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ، فَقُلْتُ اَلَا اُعْجِبُكَ مِنْ اَبِيْ تَمِيْمٍ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ؟ فَقَالَ عُقْبَةُ اِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . قُلْتُ فَمَا يَمْنَعُكَ الْاٰنَ؟ قَالَ الشُّغْلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یزید بن ابی حبیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے مرثد بن عبداللہ الیزنی سے سنا' انہوں نے کہا: میں حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' پس میں نے کہا: کیا آپ ابوتمیم پر تعجب نہیں کرتے' وہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے ہیں' پس حضرت عقبہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہم بھی پڑھتے تھے' میں نے کہا: پھر آپ کو اب کیا چیز مانع ہے؟ انہوں نے کہا: شغل۔

(سنن نسائی:۵۸۱' المعجم الکبیر:۷۹۳۔ج ۱۷' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۷۵' مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۵ طبع قدیم' مسند احمد:۱۷۴۱۶۔ج ۲۸ ص ۶۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یزید المقری ابوعبدالرحمان (۲) سعید بن ابی ایوب الخزاعی' ابوایوب کا نام مقلاص ہے (۳) یزید بن ابی حبیب' ان کی کنیت ابورجاء ہے' ابوحبیب کا نام سوید ہے (۴) مرثد بن عبداللہ الیزنی' ان کی نسبت یزن کی طرف ہے جو حمیر کی شاخ ہے (۵) حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۹)

نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعت نماز میں اختلافِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

متقدمین کا نمازِ مغرب سے پہلے نفل پڑھنے میں اختلاف ہے' حضرت ابی بن کعب' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد

بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھتے تھے' حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب مؤذن اذان دیتا تھا تو صحابہ ستونوں کی طرف سبقت کرتے تھے' پس نماز پڑھتے تھے' عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے کہا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہر اذان کے وقت نماز پڑھتے تھے اور حسن بصری اور ابن سیرین نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتے تھے' امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔

ابراہیم النخعی نے کہا: حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم مغرب سے پہلے دو رکعت نماز نہیں پڑھتے تھے' ابراہیم نے کہا: یہ دو رکعت پڑھنا بدعت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیار صحابہ میں سے حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت حذیفہ' حضرت عمار اور حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہم کوفہ میں تھے' پس جس نے ان صحابہ کو دیکھا ہے اس نے مجھے خبر دی ہے کہ اس نے ان میں سے کسی ایک کو بھی مغرب سے پہلے نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور یہی امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا قول ہے۔ المہلب نے کہا کہ نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نماز ابتداء اسلام میں پڑھی جاتی تھی تا کہ یہ اس پر دلالت کرے کہ عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنے کی جو ممانعت تھی' مغرب کے بعد اس کا وقت ختم ہو گیا اور اب نفل پڑھنے کی اجازت ہے' پھر لوگوں نے نماز مغرب کے فرض پڑھنے میں سبقت کر لی تا کہ فاضل وقت میں مغرب کی نماز میں تاخیر نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ١٧٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنے کے جواز میں درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت سنت پڑھیں' المختار بن فلفل نے کہا: میں نے حضرت انس سے پوچھا: کیا آپ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھتے تھے؟ حضرت انس نے کہا: ہاں! ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا' پس ہم کو نماز کا حکم دیا نہ نماز سے منع کیا۔ (صحیح مسلم: ٨٣٦' سنن ابوداؤد: ١٢٨٢)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر دو اذانوں (یعنی اذان اور اقامت) کے درمیان نماز ہے' ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے' جو چاہے۔ (صحیح البخاری: ٦٢٧' صحیح مسلم: ٨٣٨' سنن ترمذی: ١٨٥' سنن نسائی: ٦٨٠' سنن ابن ماجہ: ١١٦٢)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ کہتے ہیں کہ حسب ذیل حدیث سے مغرب سے پہلے دو رکعت نماز کو ابن شاہین نے منسوخ قرار دیا ہے:

امام ابوداؤد نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابوشعیب از طاؤس' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے دو رکعت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں کسی کو یہ دو رکعت نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور انہوں نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دی۔ (سنن ابوداؤد: ١٢٨٤) (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣٥٨)

میں کہتا ہوں کہ ابن شاہین کا اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ عہد رسالت میں صحابہ اس نماز کو پڑھتے تھے جیسا کہ صحیح البخاری: ١١٨٤ میں گزر چکا ہے' علاوہ ازیں یہ حدیث معلول ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر نے عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کی اجازت دی حالانکہ عصر کے بعد نفل پڑھنا ممنوع ہے۔

* (مغرب سے پہلے دو رکعت نہ پڑھنے کے متعلق احناف کی تائید میں دلائل کے لیے' شرح صحیح مسلم ج ٢ ص ٤٤٤۔٤٤٣ ملاحظہ فرمائیں)۔

٣٦ - بَابُ صَلٰوةِ النَّوَافِلِ جَمَاعَةً

نوافل کی نماز جماعت سے پڑھنا

ذَكَرَهُ اَنَسٌ' وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

حضرت انس ﷺ کی حدیث یہ ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی دادی ملیکہ نے کھانا تیار کر کے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی' آپ نے اس سے کھایا' پھر فرمایا: کھڑے ہو پس میں تم کو نماز پڑھاؤں' حضرت انس نے کہا: پھر میں ایک چٹائی کی طرف کھڑا ہوا جو زیادہ استعمال سے میلی ہو چکی تھی' پس میں نے اس کو پانی سے دھویا' پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور میں نے اور یتیم نے آپ کے پیچھے صف بنائی اور بوڑھی خاتون ہمارے پیچھے تھی' پس رسول اللہ ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی' پھر آپ لوٹ گئے۔

(صحیح البخاری:٣٨٠' صحیح مسلم:٦٥٨' سنن ابوداؤد:٦١٢' سنن ترمذی:٢٣٤' سنن نسائی:٨٠٠)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پس رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ الحدیث (صحیح البخاری:١٠٤٤' صحیح مسلم:٩٠١)

١١٨٥ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّهُ عَقَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِهِ مِنْ بِئْرٍ كَانَتْ فِي دَارِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے حضرت محمود بن الربیع الانصاری رضی اللہ نے خبر دی' انہوں نے بتایا کہ ان کو رسول اللہ ﷺ یاد ہیں اور ان کو یاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے گھر کے کنویں سے پانی لے کر ان کے چہرے پر کلی کی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٧٧ میں گزر چکی ہے۔

١١٨٦ - فَزَعَمَ مَحْمُودٌ أَنَّهُ سَمِعَ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بِبَنِي سَالِمٍ، وَكَانَ يَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَادٍ إِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ، فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ، فَجِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِي، وَإِنَّ الْوَادِيَ الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَ قَوْمِي يَسِيلُ إِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ، فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ، فَوَدِدْتُ أَنَّكَ تَأْتِي فَتُصَلِّي مِنْ بَيْتِي مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَفْعَلُ. فَغَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، بَعْدَ

پس حضرت محمود نے یہ گمان کیا کہ انہوں نے حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ سے سنا ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر میں حاضر تھے' وہ بیان کرتے تھے کہ میں اپنی قوم بنوسالم کو نماز پڑھاتا تھا اور میرے اور ان کے درمیان ایک وادی حائل تھی اور جب بارشیں ہوتیں تو میرا اس وادی سے مسجد کی طرف جانا مشکل ہو جاتا' پس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپ سے عرض کیا کہ بے شک میری نظر کمزور ہو گئی ہے اور جو وادی میرے اور میری قوم کے درمیان ہے جب بارش آتی ہے تو وہ بہنے لگتی ہے' سو میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر آئیں اور میرے گھر میں ایک جگہ نماز پڑھائیں اور میں اس جگہ کو مصلّٰی بنا لوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں عنقریب ایسا کروں گا' پھر صبح کو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ اس وقت آئے جب

مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ، فَاسْتَأْذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى قَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟ فَاَشَرْتُ لَهُ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ اُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ فِيْهِ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ، وَصَفَفْنَا وَرَاءَهُ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ، فَحَبَسْتُهُ عَلٰى خَزِيْرٍ يُصْنَعُ لَهُ، فَسَمِعَ اَهْلُ الدَّارِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ، فَثَابَ رِجَالٌ مِّنْهُمْ حَتّٰى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ مَا فَعَلَ مَالِكٌ؟ لَا اَرَاهُ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ ذَاكَ مُنَافِقٌ، لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذَاكَ، اَلَا تَرَاهُ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ. فَقَالَ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ، اَمَّا نَحْنُ، فَوَاللّٰهِ لَا نَرٰى وُدَّهُ وَلَا حَدِيْثَهُ اِلَّا اِلَى الْمُنَافِقِيْنَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ. قَالَ مَحْمُوْدٌ فَحَدَّثْتُهَا قَوْمًا، فِيْهِمْ اَبُوْ اَيُّوْبَ، صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيْ غَزْوَتِهِ الَّتِيْ تُوُفِّيَ فِيْهَا، وَيَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمْ بِاَرْضِ الرُّوْمِ، فَاَنْكَرَهَا عَلَيَّ اَبُوْ اَيُّوْبَ، وَقَالَ وَاللّٰهِ مَا اَظُنُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا قُلْتُ قَطُّ. فَكَبُرَ ذٰلِكَ عَلَيَّ، فَجَعَلْتُ لِلّٰهِ عَلَيَّ اِنْ سَلَّمَنِيْ حَتّٰى اَقْفُلَ مِنْ غَزْوَتِيْ اَنْ اَسْاَلَ عَنْهَا عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِنْ وَجَدْتُهُ حَيًّا فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِهٖ، فَقَفَلْتُ، فَاَهْلَلْتُ بِحَجَّةٍ اَوْ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ سِرْتُ حَتّٰى قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ، فَاَتَيْتُ بَنِيْ سَالِمٍ، فَاِذَا عِتْبَانُ شَيْخٌ اَعْمٰى يُصَلِّيْ لِقَوْمِهٖ، فَلَمَّا سَلَّمَ مِنَ الصَّلٰوةِ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ، وَاَخْبَرْتُهُ مَنْ اَنَا، ثُمَّ سَاَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ، فَحَدَّثَنِيْهِ كَمَا حَدَّثَنِيْهِ اَوَّلَ مَرَّةٍ.

خوب دن چڑھ گیا تھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ کو اجازت دی' پس آپ نہیں بیٹھے حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھاؤں؟ میں نے آپ کو اشارے سے بتایا کہ میں اس جگہ نماز پڑھنا چاہتا ہوں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے تکبیر پڑھی اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی' پس آپ نے دو رکعتیں پڑھائیں' پھر سلام پھیرا اور ہم نے بھی سلام پھیر دیا' میں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا تھا' سو میں نے آپ کو وہ کھانا کھلانے کے لیے روک لیا' حویلی والوں نے سن لیا کہ آپ میرے گھر تشریف لائے ہیں' پس حویلی کے لوگ بہت تیزی سے آئے حتیٰ کہ گھر میں بہت زیادہ لوگ آ گئے' پس ان میں سے ایک شخص نے کہا: مالک کو کیا ہوا میں اس کو نہیں دیکھ رہا' ان ہی میں سے ایک شخص نے جواب دیا: وہ منافق ہے' اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کہو' کیا تم اس کو نہیں دیکھتے کہ اس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے' اس شخص نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے' رہے ہم تو اللہ کی قسم! ہم اس کی دوستی اور اس کی بات چیت صرف منافقین کے ساتھ دیکھتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس بے شک اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو دوزخ پر حرام کر دیا جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ پڑھا۔ حضرت محمود نے کہا: میں نے یہ حدیث ان لوگوں کے سامنے بیان کی جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابوایوب انصاری بھی تھے' جو اس غزوہ میں فوت ہو گئے تھے جو ارضِ روم میں ہوا تھا اور یزید بن معاویہ ان پر امیر تھا' تو حضرت ابوایوب نے میری بات کا انکار کیا' اور کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں گمان کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بات کہی ہوگی جو تم نے بیان کی ہے' یہ بات مجھ پر شاق گزری' پس میں نے اللہ سے یہ عہد کیا کہ اگر اللہ نے مجھے اس غزوہ سے سلامتی کے ساتھ لوٹا دیا تو اگر حضرت عتبان بن مالک اپنی قوم کی مسجد میں زندہ ہوئے تو میں ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کروں گا' پھر میں لوٹ آیا' میں نے حج یا عمرہ کا احرام

باندھا' پھر میں روانہ ہوا حتیٰ کہ میں مدینہ پہنچ گیا' پھر میں بنوسالم میں گیا' اس وقت حضرت عتبان بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے اور وہ اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے' جب انہوں نے نماز سے سلام پھیرا تو میں نے ان کو سلام کیا اور بتایا کہ میں کون ہوں' پھر میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث اسی طرح سنائی جس طرح پہلی بار سنائی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۴ میں گزر چکی ہے' بعض نئے اور اہم فوائد کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے:

حضرت معاویہ کی خلافت میں یزید کا امیر لشکر ہونا' صرف کلمہ پڑھنے سے دوزخ کے حرام ہونے کی تحقیق اور دیگر مسائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ یزید بن معاویہ کو ان پر امیر بنا دیا گیا تھا۔ یہ ۵۰ھ یا ۵۲ھ کا واقعہ' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ہے' اس غزوہ میں اس لشکر نے القسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔

حضرت ابوایوب انصاری نے حضرت محمود کی حدیث کا انکار کیا تھا' انکار کی وجہ یہ تھی کہ اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو دوزخ پر حرام کر دیا ہے جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ پڑھا' کیونکہ اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی گناہ گار مسلمان دوزخ میں نہیں داخل ہوگا اور یہ کثیر آیات اور احادیث صحیحہ مشہورہ کے خلاف ہے لیکن ان میں تطبیق ہو سکتی ہے کہ جس نے اللہ کی رضا کے لیے لا الٰہ الا اللہ پڑھا' وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں داخل نہیں ہوگا اور اپنی سزا بھگت کر جنت میں چلا جائے گا یا ابتداءً جنت میں نہیں جائے گا' شفاعت کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔

نیز اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عتبان کو جماعت سے نماز پڑھائی اور یہ نفل کی جماعت تھی۔ امام بخاری نے اسی کے ثبوت کے لیے باب کا عنوان قائم کیا ہے' تاہم نفل کی جماعت کا اعلان نہیں کرنا چاہیے اور اس کے لیے لوگوں کو جمع نہیں کرنا چاہیے' تاکہ جس کو اس نماز کے نفل ہونے کا علم نہ ہو وہ اس کو فرض نہ سمجھ لے' اس سے تراویح کی جماعت مستثنیٰ ہے' کیونکہ بعد میں صحابہ نے تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھا ہے' نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب وادی میں پانی بھر جاتا تو حضرت عتبان مسجد میں نماز پڑھانے نہیں جاتے تھے اور ان کی نظر بھی کمزور تھی' اس سے معلوم ہوا کہ بیماری کے عذر کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا جائز ہے اور اس میں مذکور ہے کہ حضرت مالک بن دخشن' رسول اللہ سے ملنے نہیں آئے تو صحابہ نے ان کی مذمت کی' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی بزرگ کے تشریف لانے پر اس سے ملنے نہ آئے' اس کی مذمت کرنا جائز ہے' چونکہ ان کا منافقین سے ملنا جلنا تھا' اس لیے صحابہ نے ان کی مذمت کی' اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس شخص کا جو کام ظاہر ہو' اس کو بیان کرنا غیبت نہیں ہے اور کلمہ شہادت پڑھنا اجراء احکامِ مسلمین کے لیے کافی ہے' حضرت محمود دوبارہ حضرت عتبان کے پاس اس حدیث کے سماع کے لیے گئے' کیونکہ حضرت ابوایوب نے اس حدیث کا انکار کیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو یہ خطرہ ہو کہ وہ حدیث بھول گیا ہے یا اس پر تہمت ہو تو وہ اپنے شیخ سے دوبارہ حدیث کا سماع کرے اور اس میں سماعِ حدیث کے لیے سفر کرنے کا ثبوت ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۶۶۱' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور سے علامہ عینی کے استنباط کردہ پچپن مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے اس حدیث کے حسب ذیل فوائد ذکر کیے ہیں:

(۱) جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یا آپ کے کسی فعل کو یاد رکھے اس کا صحابہ میں شمار ہوتا ہے جیسے حضرت محمود نے پانچ سال کی عمر میں یہ یاد رکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے چہرے پر کلی کی تھی۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مؤمنین کی اولاد پر شفقت فرماتے تھے جیسے آپ نے شفقت سے محمود بن ربیع کے چہرے پر کلی کی تھی۔

(۳) آپ بچوں سے ان کے آباء کی وجہ سے الفت کرتے تھے اور ان سے مزاح کرتے تھے۔

(۴) اس میں بچوں کے ساتھ آپ کے مزاح کرنے کا ثبوت ہے' جیسے آپ نے پانچ سالہ حضرت محمود کے چہرے پر کلی کی۔

(۵) آپ بعض اوقات آرام فرماتے تھے تاکہ اس سے عبادت کرنے پر مدد حاصل ہو' جیسے نماز پڑھانے کے بعد آپ کا حضرت عتبان کے گھر میں ٹھہرنا۔

(۶) نفس کے حقوق کو ادا کرنا اور اس کو ہر وقت مشقت میں نہ ڈالنا۔

(۷) کنویں سے پانی نکالنے کے لیے ڈول رکھنا' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت محمود کے گھر کے کنویں سے پانی لے کر کلی کی۔

(۸) منہ سے کلی کرنا۔

(۹) بچے کے چہرے پر کلی کرنا' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پانچ سال کی عمر کے حضرت محمود بن ربیع کے چہرے پر کلی کی۔

(۱۰) مدینہ کے گرد رہنے والے قبیلوں کا اپنی مساجد میں نماز پڑھانا۔

(۱۱) کمزور آدمی کا امامت کرانا اور اندھیرے اور کیچڑ پانی میں مسجد میں نہ جانا' جیسے حضرت عتبان اپنی مسجد میں امامت کراتے تھے۔

(۱۲) مرد کا فرض نماز اپنے گھر میں پڑھنا' اسی طرح نوافل بھی گھر میں پڑھنا' جیسے حضرت عتبان بارش کے ایام میں گھر میں نمازیں پڑھتے تھے۔

(۱۳) کسی بزرگ سے یہ سوال کرنا کہ وہ ان کے گھر آ کر کسی جگہ نماز پڑھائیں تاکہ وہ اس جگہ کو نماز پڑھنے کے لیے معین کر لے۔

(۱۴) کسی شخص کا اپنا عذر بتانے کے لیے اپنا مرض بیان کرنا شکوہ اور شکایت نہیں ہے' جیسے حضرت عتبان نے اپنی بصارت کی کمزوری بیان کی۔

(۱۵) شارع علیہ السلام کا اپنے امتی کی درخواست کو قبول کرنا' جیسے آپ نے حضرت عتبان کے گھر جانے کی دعوت قبول کی۔

(۱۶) امام کا کسی جگہ اپنے تابع کو ساتھ لے کر جانا' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' حضرت عتبان کے گھر حضرت ابوبکر کو ساتھ لے کر گئے۔

(۱۷) صحابہ میں سے حضرت ابوبکر کو ساتھ لے کر جانا ان کے افضل الصحابہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

(۱۸) صرف حضرت ابوبکر کا نام لینا کیونکہ وہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔

(۱۹) آپ نے حضرت عتبان سے پوچھا: کس جگہ نماز پڑھوں' کیونکہ گھر والا ہی اپنے گھر کی جگہوں کو زیادہ جانتا ہے۔

(۲۰) حضرت عتبان نے کہا: جس جگہ آپ نماز پڑھیں گے میں اس کو مصلّٰی بنالوں گا' اس میں آثار صالحین سے تبرک کا ثبوت ہے۔

(۲۱) یقین کو طلب کرنا' اجتہاد پر مقدم ہے کیونکہ جس جگہ شارع علیہ السلام نے نماز پڑھی ہے اس کا قبلہ رخ ہونا یقینی تھا جب کہ باقی جگہوں کا قبلہ رخ ہونا اجتہاد سے معلوم کیا جاتا ہے۔

(۲۲) کسی معین جگہ پر نماز کو طلب کرنا تاکہ اس جگہ نماز پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے نماز باجماعت کے قائم مقام ہو۔

(۲۳) نبی ﷺ نے حضرت عتبان سے نماز کی جگہ کے متعلق پوچھا تا کہ ان کے گھر کی اطراف میں تجسس نہ کرنا پڑے۔
(۲۴) گھروں میں باجماعت نوافل پڑھنے کا ثبوت کیونکہ آپ نے دن چڑھنے کے بعد جماعت کرائی۔
(۲۵) نبی ﷺ جس جگہ نماز پڑھیں اس کی فضیلت کیونکہ حضرت عتبان نے اسی لیے آپ سے نماز پڑھوائی تھی۔
(۲۶) دن کے نوافل بھی رات کے نوافل کی طرح دو دو رکعت پڑھے جائیں کیونکہ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی تھی۔
(۲۷) گھر کے اندر جس جگہ نماز پڑھی جائے اور اس جگہ کو نماز کے لیے مختص کرلیا جائے' اس جگہ کی ملکیت برقرار رہتی ہے۔
(۲۸) نماز کے لیے کسی جگہ کو خاص کرنے کی ممانعت مساجد میں ہے' گھروں میں نہیں ہے' کیونکہ آپ نے حضرت عتبان کو گھر میں نماز کی جگہ معین کرنے سے منع نہیں فرمایا۔
(۲۹) نبی ﷺ نے دن چڑھنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھائی اور یہی چاشت کی نماز ہے' اس کا استحباب۔
(۳۰) کسی بزرگ کے آنے پر اس کی کھانے کی دعوت کرنا خواہ اس کو پہلے اس کی اطلاع نہ دی جائے۔
(۳۱) دعوت میں غیر معمولی تکلف کا اہتمام نہ کرنا اور سادگی سے ماحضر پیش کرنا۔
(۳۲) نبی ﷺ کو جو کھانا بھی پیش کیا جاتا آپ تناول فرمالیتے اور کسی کھانے کی مذمت نہ فرماتے۔
(۳۳) نبی ﷺ نیکی کے کاموں پر دوام فرماتے تھے' جیسے آپ نے حضرت عتبان کے گھر میں بھی چاشت کی نماز پڑھی۔
(۳۴) حضرت عتبان نے اشارے سے وہ جگہ بتائی جہاں وہ نماز پڑھوانا چاہتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اشارے پر اکتفاء کرنا جائز ہے۔
(۳۵) حضرت عتبان نے اشارے کے ساتھ تصریح بھی کی' اس سے معلوم ہوا کہ اشارہ کے ساتھ الفاظ سے تصریح بھی کرنا چاہیے۔
(۳۶) جس حویلی میں لوگوں کے متعدد گھر ہوں' اس حویلی کو دار سے تعبیر کرنا جائز ہے' جیسے آپ نے فرمایا: انصار کے گھروں میں بنو النجار کے گھر سب سے بہتر ہیں اور اس حدیث میں ہے کہ اہل الدار نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ میرے بیت میں ہیں۔
(۳۷) مختلف گھروں سے لوگوں کا اس گھر میں آنا جس میں کوئی صالح بزرگ آیا ہوتا کہ اس کی زیارت سے مستفید ہوں اور اس سے برکت حاصل کریں جیسے اس حویلی کے گھروں کے لوگ رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور آپ سے فیض حاصل کرنے آئے۔
(۳۸) جو شخص اس بزرگ کی زیارت کے لیے نہ آئے تو اس کی مذمت کرنا جیسے صحابہ کا حضرت مالک بن دخشن کی مذمت کرنا۔ حضرت مالک بن دخشن رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں' عقبہ میں ان کے حاضر ہونے میں اختلاف ہے' انہوں نے اسلام میں ایسے نیک اعمال کیے ہیں جو ان سے نفاق کی تہمت کو دور کردیتے ہیں۔
(۳۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منافقوں اور بد مذہبوں سے میل جول اور بات چیت نہیں رکھنی چاہیے۔
(۴۰) منافقوں کے پاس بیٹھنے کی وجہ سے جو شخص کسی مسلمان پر نفاق کی تہمت لگائے' اس کو سزا دی جائے گی نہ یہ کہا جائے گا: تم نے گناہ کیا' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان صحابہ کی مذمت نہیں کی جنہوں نے حضرت مالک پر نفاق کی تہمت لگائی تھی۔
(۴۱) نبی ﷺ مسلمانوں کے دلوں کے حال پر مطلع تھے کیونکہ آپ نے حضرت مالک کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہے یا آپ کو وحی سے مطلع کیا گیا تھا۔
(۴۲) نبی ﷺ نے ان صحابہ کو منع کیا کہ وہ حضرت مالک کو منافق کہیں' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی بزرگ کے سامنے کسی مسلمان کو منافق کہا جائے تو وہ اس سے منع کرے۔
(۴۳) اگر کوئی شخص دلیل کی بناء پر کسی کو عیب لگائے تو یہ غیبت نہیں ہے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے حضرت مالک کو منافق کہا

گیا اور آپ نے اس کو غیبت نہیں قرار دیا۔

(۴۴) جس شخص نے کلمہ شہادت پڑھا اور اس کے حق ہونے کا اعتقاد کیا تو وہ کامیاب ہو گیا اور جنت میں داخل ہو گا کیونکہ آپ نے اسی طرح فرمایا۔

(۴۵) جس شخص نے کسی شیخ کے صاحب سے حدیث سنی اس کو اس کی توثیق کرنی چاہیے۔

(۴۶) اگر کوئی حدیث ظاہر قرآن مجید اور احادیث مشہورہ کے خلاف ہو تو اس پر اعتراض کرنا درست ہے' جیسے حضرت ابوایوب نے اس حدیث پر اعتراض کیا تھا' کیونکہ اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کو اس کے گناہ پر سزا نہیں ملے گی۔

(۴۷) جب کسی حدیث پر اعتراض کیا جائے تو اس کی تحقیق کی جائے جیسا کہ حضرت محمود دوبارہ حضرت عتبان کے پاس اس حدیث کے سماع کے لیے گئے۔

(۴۸) علم کی طلب کے لیے سفر کرنا' جیسے حضرت محمود اس حدیث کے دوبارہ سماع کے لیے سفر کر کے مدینہ طیبہ گئے۔

(۴۹) حضرت محمود نے بتایا کہ حضرت عتبان نابینا ہو گئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی پہچان کے لیے اس کو نابینا کہنا غیبت نہیں ہے۔

(۵۰) نابینا کی امامت کرانا جائز ہے کیونکہ حضرت عتبان نابینا ہونے کے بعد امامت کراتے تھے۔

(۵۱) نوافل کو خفیہ طریقہ سے پڑھنا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نفل کا اعلان نہیں فرمایا تھا۔

(۵۲) جب کوئی شخص کسی کے گھر کسی کام سے جائے تو اجازت طلب کرے' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عتبان سے اجازت طلب کی تھی۔

(۵۳) نماز کے لیے قبلہ کو طلب کرنا کیونکہ آپ نے پوچھا: کہاں نماز پڑھوانی ہے؟

(۵۴) امام کسی شخص کو لشکر کا امیر مقرر کرے' جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کا امیر یزید بن معاویہ کو بنایا تھا۔

(۵۵) ایک سفر میں حج یا عمرہ کو اور طلب علم کے لیے سفر کرنے کو جمع کرنا' جیسے حضرت محمود جب حج یا عمرہ کے لیے گئے تو حضرت عتبان سے دوبارہ اس حدیث کا سماع کرنے کے لیے سفر کر کے مدینہ منورہ گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۶۳' مع التوضیح والزیادۃ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۷ - بَابُ التَّطَوُّعِ فِي الْبَيْتِ

گھر میں نفل پڑھنا

۱۱۸۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، وَعُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلُوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ مِنْ صَلٰوتِكُمْ، وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا. تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ أَيُّوْبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب وعبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھروں میں بھی اپنی نمازوں سے حصہ رکھو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ وہیب کی متابعت عبدالوہاب نے کی ہے از ایوب۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۲ میں گزر چکی ہے۔

الحمد للّٰہ علٰی احسانہ! اس حدیث پر ''کتاب التہجد'' مکمل ہو گئی' اب اس کے بعد ان شاء اللہ مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز کی فضیلت کا بیان شروع ہو گا۔ اے مالک ارض وسماء! اس شرح کو قبول فرما اور اس کو مکمل فرما دے۔

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۲۰ - كِتَابُ فَضْلِ الصَّلٰوةِ فِيْ مَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ

مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان

۱ - بَابُ فَضْلِ الصَّلٰوةِ فِيْ مَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ

مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت

اس عنوان میں اگرچہ مطلقاً نماز کا ذکر ہے مگر اس سے مراد نفل نماز ہے۔

۱۱۸۸ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ قَزَعَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَرْبَعًا قَالَ سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً. (ح).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبد الملک نے خبر دی از قزعہ، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے چار حدیثیں سنیں، انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بارہ غزوات میں رہے تھے۔ (ح)

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۸۹ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰى.

امام بخاری نے کہا: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صرف تین مسجدوں کی طرف سفر کے لیے کجاوے کسے جائیں: مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔

(صحیح مسلم: ۱۳۹۷، الرقم المسلسل: ۳۳۲۴، سنن ابوداؤد: ۲۰۳۳، سنن نسائی: ۶۹۹، سنن ترمذی: ۳۲۵، سنن ابن ماجہ: ۱۴۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۷، مشکل الآثار: ۵۹۲۔۵۸۷، صحیح ابن حبان: ۱۶۳۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۴۴، مصنف عبد الرزاق: ۹۱۷۱۔۹۱۶۰، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۱۹۱۔ج ۱۲ ص ۱۱۶، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۷۶۳۴، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۶۲۸۸)

مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ اور کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر ماننا جائز نہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کے نزدیک یہ حدیث اس شخص پر محمول ہے جو ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانے، امام مالک نے کہا: جس نے کسی ایسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانی جس میں کسی سواری پر سفر کیے بغیر نہیں پہنچ سکتا، تو وہ اپنے شہر کی مسجد میں نماز پڑھے سوا اس کے کہ وہ مکہ، مدینہ یا بیت المقدس کی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانے تو اس پر سفر کر کے وہاں جانا لازم ہے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: جس نے صالحین کی مسجد میں نماز پڑھنے اور ان سے تبرک حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے لیے یہ مباح ہے، خواہ وہ سواری پر سفر کر کے جائے یا نہیں اور اس حدیث کی ممانعت اس کے لیے نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سفر کر کے پہاڑ طور پر گئے، جب وہ واپس آئے تو ان کی ملاقات حضرت بصرہ بن ابی بصرہ سے ہوئی، اور انہوں نے ان کے اس سفر پر ناگواری کا اظہار کیا اور ان سے کہا: اگر میں آپ کے نکلنے سے پہلے آپ سے ملاقات کر لیتا تو آپ نہ نکلتے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تین مساجد کے سوا سواری پر سفر نہ کیا جائے۔ (مسند احمد: ۲۳۸۵۰۔ ج۶ ص ۷، المعجم الکبیر: ۲۱۶۰، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۵۰۶۔ ۱۳۴۸) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت بصرہ کا مذہب یہ تھا کہ اس حدیث کو عموم پر محمول کیا جائے اور ان تین مساجد کے سوا کسی مسجد کی طرف کسی حال میں سفر نہ کیا جائے اور اس میں نذر ماننے والا اور نفلی طور پر سفر کرنے والا دونوں داخل ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ معاملہ اس طرح نہیں ہے، حضرت بصرہ نے حضرت ابو ہریرہ پر اس لیے اعتراض کیا تھا کہ حضرت ابو ہریرہ مدینہ سے گئے تھے، جہاں پر ان تین مساجد میں سے ایک مسجد ہے، جس کی طرف سفر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جو شخص اس طرح ہو، اس پر لازم ہے کہ وہ اس مسجد میں نماز پڑھے اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ انہوں نے طور پر جانے کی نذر مانی تھی اور ظاہر یہ ہے کہ وہ نفلی طور پر طور گئے تھے اور مدینہ میں جو ان کی مسجد تھی، وہ طور سے افضل تھی۔

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جو مدینہ میں ہو اور وہ بیت المقدس کی طرف جانے کی نذر مانے، امام مالک نے کہا: وہ پیدل بھی جا سکتا ہے اور سوار بھی ہو سکتا ہے، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا: وہ مدینہ یا مکہ کی مسجد میں نماز پڑھے، امام ابو یوسف نے اس پر استدلال کرتے ہوئے کہا کہ مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنا بیت المقدس میں نماز پڑھنے سے افضل ہے، اس لیے اس کی مکہ یا مدینہ کی مسجد میں نماز بیت المقدس کی نماز سے کفایت کرے گی۔

امام طحاوی نے امام ابو حنیفہ اور امام محمد سے یہ نقل کیا ہے کہ جس نے یہ نذر مانی کہ وہ فلاں جگہ نماز پڑھے گا، پھر اس نے کسی اور جگہ نماز پڑھ لی تو یہ جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مسجد میں ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے سوا مسجد حرام کے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۹۰) اس سے مراد فرض نماز ہے نہ کہ نفل کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرض کے سوا مرد کی بہترین نماز اس کے گھر میں ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۳۱، صحیح مسلم: ۷۸۱، سنن ابوداؤد: ۱۴۴۷، سنن ترمذی: ۴۵۰، سنن نسائی: ۱۵۵۸۰، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲)

مسجد حرام اور مسجد نبوی میں کون سی مسجد زیادہ افضل ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مسجد میں ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے سوا مسجد حرام کے، تو فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ مکہ میں نماز پڑھنا مدینہ سے افضل ہے یا مدینہ میں نماز پڑھنا مکہ سے افضل ہے؟ ایک جماعت کا یہ

مذہب ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ سے یہی مروی ہے اور یہی امام مالک کا اور اکثر اہل مدینہ کا قول ہے۔

دوسری جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مکہ' مدینہ سے افضل ہے' یہ علماء' اہل مکہ' فقہاء احناف اور امام شافعی کا مذہب ہے' امام شافعی نے کہا کہ روئے زمین کا سب سے افضل ٹکڑا مکہ مکرمہ ہے' ابن وہب مالکی اور ابن حبیب اندلسی کا بھی یہی مذہب ہے' یہ دونوں جماعتیں حضرت ابوہریرہ کی حدیث سے استدلال کرتی ہیں۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں کسی فریق کی دلیل نہیں ہے' حضرت ابوہریرہ کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا اس کے سوا باقی مساجد کی ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے' اس میں مسجد حرام کا استثناء کیا گیا ہے اور یہ ہوسکتا ہے کہ مسجد حرام' مسجد نبوی کے مساوی ہو یا اس سے افضل ہو یا اس سے مفضول ہو۔

جو مسجد نبوی کی نماز کو افضل کہتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ فرماتے تھے: مسجد حرام کی ایک نماز اس کے ماسوا کی سو نمازوں سے افضل ہے' ابوعبداللہ بن ابی صفرہ نے کہا: حضرت عمر کا یہ قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کی تفسیر ہے: میری اس مسجد کی ایک نماز اس کے ماسوا کی ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے۔

اسی تاویل کی مثل عبداللہ بن نافع مالکی نے حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں کی ہے' وہ کہتے تھے کہ مسجد نبوی کی ایک نماز باقی تمام مساجد کی ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے کیونکہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے افضل ہے مگر اس کی ہزار نمازوں سے افضل نہیں ہے۔

اور جو مسجد حرام کو افضل قرار دیتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنا میری اس مسجد میں نماز پڑھنے کی سو نمازوں سے افضل ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۹۲۰۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بہ طریق نظر ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر زندگی میں ایک بار مسجد حرام کا قصد کرنے (یعنی حج) کو فرض قرار دیا ہے اور ان پر مسجد نبوی کے قصد کرنے کو فرض قرار نہیں دیا' انہوں نے امام مالک کے قول سے بھی استدلال کیا ہے کہ جس نے نذر مانی کہ وہ پیدل جا کر مسجد نبوی میں نماز پڑھے گا' اس پر پیدل جانا لازم نہیں ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ سوار ہو کر جائے اور جس نے مکہ میں پیدل جانے کی نذر مانی وہ مکہ تک پیدل جائے گا اور سوار نہیں ہوگا اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ مکہ افضل ہے کیونکہ امام مالک نے مکہ کی طرف پیدل جانے کو اسی وجہ سے لازم کیا ہے کہ اس کی حرمت اور فضیلت بہت زیادہ ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۸۳۔۱۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

دوسری مساجد کی بہ نسبت کعبہ میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے کعبہ میں نماز پڑھنے کی فضیلت میں وہ احادیث ذکر کی ہیں' جن میں یہ ذکر ہے کہ دوسری مساجد کی بہ نسبت کعبہ میں نماز پڑھنا ہزار نمازوں سے افضل ہے مگر بعض احادیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ دوسری مساجد کی بہ نسبت کعبہ میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے اور مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنا اس کے سوا دوسری مساجد میں ایک لاکھ

نمازوں کے پڑھنے سے افضل ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۴۰۶ شرح مشکل الآثار: ۵۹۹ مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۳ طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۲۷۱۔ ۱۴۶۹۴ ج ۲۳ ص ۴۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

علامہ شعیب الارنؤط اور ان کے شرکاء نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مرد کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز ہے اور اس کا قبائل (محلّہ) کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازیں ہیں اور اس کا جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازیں ہیں اور اس کا مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازیں ہیں اور اس کا میری مسجد میں نماز پڑھنا (بھی) پچاس ہزار نمازیں ہیں اور اس کا مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازیں ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۳)

علامہ بوصیری متوفی ۸۴۰ ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ابوالخطاب الدمشقی ہے یہ مجہول ہے اور زُریق ہے ابوزرعہ نے کہا: اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے اور ضعفاء میں بھی اور کہا: اس کی روایت سے استدلال صحیح نہیں جب یہ منفرد ہو۔ (زوائد ابن ماجہ ص ۲۰۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ ھ)

میں کہتا ہوں: اگر اس حدیث کی سند ضعیف ہو پھر بھی فضائل اعمال میں ضعیف السند حدیث معتبر ہوتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسجد حرام میں نماز ایک لاکھ نمازیں ہیں اور میری مسجد میں نماز دس ہزار نمازیں ہیں اور سرحدوں کی مسجد میں نماز ایک ہزار نمازیں ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۴۶ دارالکتاب العربی بیروت ۱۴۰۷ ھ طبع قدیم حلیۃ الاولیاء: ۱۱۳۳۷ طبع جدید دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ ھ الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۱۶ کنز العمال: ۳۴۶۳۳۔ ۳۴۶۳۲ تاریخ دمشق الکبیر: ۵۸۳۱۔ ج ۲۸ ص ۱۷۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کرنے کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کا نظریہ

شیخ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ ھ لکھتے ہیں:

واما اذان كان قصده بالسفر زيارة قبر النبي صلى الله عليه وسلم دون الصلوة في مسجده فهذه المسالة فيها خلاف فالذي عليه الائمة واكثر العلماء ان هذا غير مشروع ولا مامور به لقوله صلى الله عليه وسلم لا تشد الرحال الا الى ثلثة مساجد المسجد الحرام ومسجدي هذا والمسجد الاقصى ولهذا لم يذكر العلماء ان مثل هذا السفر اذا نذره يجب الوفاء به. (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲۷ ص ۱۹ مطبوعہ دارالجیل ریاض ۱۴۱۸ ھ)

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کوئی شخص محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے قصد سے سفر کرے نہ کہ مسجد نبوی میں نماز کے قصد سے تو یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ اس بارے میں علماء کی اکثریت کا قول یہ ہے کہ یہ سفر جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کجاوے صرف تین مساجد کی طرف باندھے جائیں: مسجد حرام کی طرف میری اس مسجد کی طرف اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کی طرف۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے یہ ذکر نہیں کیا کہ جب کوئی شخص اس جیسے سفر کی نذر مان لے تو اس پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔

واما اذا قدر ان من اتى المسجد فلم يصل فيه ولكن اتى القبر ثم رجع فهذا هو الذي انكره الائمة كمالك وغيره وليس هذا مستحبا عند احد

جو شخص مسجد نبوی میں آ کر نماز ادا نہ کرے بلکہ فقط قبر پر حاضری دے کر چلا جائے تو امام مالک اور دیگر ائمہ نے اس کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور کسی بھی عالم کے نزدیک یہ ارادہ مستحب

من العلماء وهو محل النزاع هل هو حرام او مباح وما علمنا احدا من علماء المسلمین استحب مثل هذا بل انکروا اذا کان مقصوده بالسفر مجرد القبر من غیر ان یقصد الصلوة فی المسجد و جعلوا هذا من السفر المنهی عنه.

نہیں ہے' بلکہ اختلاف ہے کہ آیا ایسا ارادہ حرام ہے یا جائز۔ ہمیں تو کسی عالم کے بارے میں نہیں معلوم کہ اس نے اس طرح کے سفر کو مستحب قرار دیا ہو بلکہ جب کسی شخص کا مقصد فقط قبر کی زیارت کرنا ہو اور مسجد نبوی میں نماز کا قصد نہ ہو تو اس سفر کو علماء نے ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور اسے ممنوع سفر میں شمار کیا ہے۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲۷ ص ۱۸۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا شیخ ابن تیمیہ کے نظریہ کا رد کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی متوفی ۷۸٦ ھ نے کہا ہے: ہمارے زمانہ میں اس مسئلہ میں بہ کثرت مناظرے ہوئے ہیں اور طرفین سے رسائل لکھے گئے ہیں (حافظ عسقلانی کہتے ہیں:) اس کا اشارہ اس طرف ہے کہ شیخ تقی الدین السبکی وغیرہ نے شیخ تقی الدین بن تیمیہ اور ان کے حامی شمس الدین عبد الہادی کے رد میں جو کتابیں لکھیں اور وہ ہمارے شہروں میں مشہور ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ شیخ ابن تیمیہ نے شدِ رحال کی ممانعت کی حدیث سے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر کی زیارت کے لیے سفر سے منع کیا' ابن تیمیہ سے جو قبیح مسائل منقول ہیں یہ ان میں سے قبیح مسئلہ ہے' اس کے رد میں اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر کی زیارت کے جواز پر اجماع ہو چکا ہے اور یہ افضل اعمال سے ہے اور اللہ عز وجل کے قرب کا سب سے بزرگ ذریعہ ہے اور بغیر کسی اختلاف کے اس کے جواز پر اجماع ہے۔

شدِ رحال کی حدیث میں مستثنیٰ منہ محذوف ہے یا مقدر ہے' مستثنیٰ منہ یا تو عام مقدر ہے اور اب معنی ہوگا: ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی بھی جگہ کے سفر کے لیے اونٹنیوں پر کجاوے نہ کسے جائیں' عام تو ہو نہیں سکتا' ورنہ لازم آئے گا کہ تجارت کے لیے' رشتہ داروں سے ملنے کے لیے اور طلب علم کے لیے بھی سفر نہ کیا جائے' پس یہاں خاص مستثنیٰ منہ مقدر ماننا جائے گا' جس کی مقام کے ساتھ زیادہ مناسبت ہو' اور وہ یہ ہے کہ ان تین مساجد کے سوا کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر نہ کیا جائے' پس اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر شریف اور دیگر صالحین کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر کی ممانعت پر استدلال کرنا باطل ہو گیا۔ علامہ سبکی نے کہا ہے کہ روئے زمین پر کسی جگہ میں ذاتی فضیلت نہیں ہے کہ اس کی زیارت کے لیے سفر کیا جائے سوائے ان تین شہروں کے' بلکہ وہاں کسی کی زیارت کے لیے یا جہاد کے لیے یا طلب علم وغیرہ کے لیے سفر کیا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ٦٦۴ 'ملخصا' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲٦ ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ نے اس حدیث کے جواب میں فرمایا ہے: اس حدیث میں ان تین مساجد کے علاوہ مطلقاً سفر سے منع نہیں فرمایا بلکہ ان تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کے لیے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ مستثنیٰ منہ مستثنیٰ کی جنس سے ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ٦۵ 'مطبوعہ لاہور)

اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے' امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے کسی سواری کا کجاوہ نہ کسا جائے سوائے مسجد حرام' مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ٦۴ طبع قدیم' دار الفکر' مسند احمد: ۱۱۵۵۲۔ ج ۱' طبع دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۱٦ ھ)

شیخ عبد الرحمان مبارک پوری متوفی ١٣٥٢ھ نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث شہر بن حوشب سے مروی ہے اور وہ کثیر الاوھام ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے التقریب میں لکھا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ج ١ ص ١٧٢ طبع ملتان)

شیخ مبارک پوری کے اعتراض کا جواب' مصنف کی طرف سے

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے التقریب میں لکھا ہے کہ شہر بن حوشب' بہت صادق ہے اور یہ بہت ارسال کرتا ہے اور اس کے بہت وہم ہیں۔ (تقریب التہذیب ج ١ ص ٤٢٣' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی' شہر بن حوشب کے متعلق تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں:

امام احمد نے اس کے متعلق کہا: اس کی حدیث کتنی حسین ہے اور اس کی توثیق کی' اور کہا کہ عبد الحمید بن بہرام کی وہ حدیث جس میں امام ترمذی نے کہا: امام بخاری نے فرمایا: شہر حسن الحدیث ہے اور اس کا امر قوی ہے' ابن معین نے کہا: یہ ثقہ ہے' ان کے علاوہ اور بہت ناقدین فن نے شہر کی توثیق کی ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ٤ ص ٣٤٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

حافظ جمال الدین مزی متوفی ٧٤٢ھ' اور علامہ شمس الدین ذہبی متوفی ٧٤٨ھ نے بھی شہر بن حوشب کی تعدیل میں یہ اور بہت ائمہ کے اقوال نقل کیے ہیں۔ (تہذیب الکمال ج ٨ ص ٤٠٩' میزان الاعتدال ج ٣ ص ٣٩٠' طبع بیروت)

علاوہ ازیں حافظ ابن حجر عسقلانی نے خصوصیت سے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٦٦) اور شیخ احمد شاکر متوفی ١٣٧٧ھ نے بھی اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے' کیونکہ امام احمد اور امام ابن معین نے شہر بن حوشب کی توثیق کی ہے۔ (مسند احمد ج ١٠ ص ٢٠١' طبع قاہرہ)

اس حدیث کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر اس حدیث میں مستثنیٰ منہ مسجد کو نہ مانا جائے' بلکہ عام مانا جائے اور یہ معنی کیا جائے کہ ان تین مساجد کے سوا کسی جگہ کا بھی سفر کا قصد نہ کیا جائے تو پھر نیک لوگوں کی زیارت' رشتہ داروں سے ملنے' دوستوں سے ملنے' علومِ مروجہ کو حاصل کرنے' تلاشِ معاش' حصولِ ملازمت' سیر وتفریح' سیاحت اور سفارت کے لیے سفر کرنا بھی ناجائز' حرام اور سفر معصیت ہوگا۔

شیخ مبارک پوری نے اس جواب پر یہ اعتراض کیا ہے: رہا تجارت یا طلب علم یا کسی اور غرض صحیح کے لیے سفر کرنا تو ان کا جواز دوسرے دلائل سے ثابت ہے (اس لیے یہ ممانعت عموم پر محمول ہے)۔ (تحفۃ الاحوذی ج ١ ص ١٧٢' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

میں کہتا ہوں کہ ہم نے جو سفر کی انواع ذکر کی ہیں' وہ سب غرض صحیح پر مبنی ہیں اور ان کے جواز پر کون سے دلائل ہیں' جو صحاح ستہ کی اس حدیث کی ممانعت کے عموم کے مقابلہ میں راجح ہوں؟ خصوصاً نیک لوگوں' رشتہ داروں' دوستوں کی زیارت اور ان سے ملاقات کے لیے سفر کرنے' اسی طرح سائنسی علوم کے حصول' تلاشِ معاش' حصولِ ملازمت اور سیر وتفریح کے لیے سفر کرنے کے جواز پر کون سے دلائل ہیں؟ جو اس حدیث کی ممانعت پر راجح یا اس کے لیے ناسخ ہوں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کرنے کے جواز پر اور بھی بہت دلائل ہیں اور ممانعت کی اس حدیث کی ہم نے ان مذکور توجیہات کے علاوہ اور بھی کئی توجیہات ذکر کی ہیں' اس کے لیے شرح صحیح مسلم ج ٣ ص ٦٤٧۔ ٦٤٣ ملاحظہ فرمائیں' شیخ ابن تیمیہ نے جو اس سفر کو حرام کہا ہے' حافظ ابن حجر نے فرمایا: یہ ان کا انتہائی مکروہ قول ہے۔

اور ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ حنبلی نے اس مسئلہ میں بہت تفریط کی ہے' کیونکہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کے لیے سفر کو حرام کہا ہے' بعض علماء

نے اس مسئلہ میں افراط کیا ہے اور اس سفر کے منکر کو کافر کہا ہے اور یہ دوسرا قول صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جس چیز کی اباحت پر اتفاق ہو اس کا انکار کفر ہے تو جس چیز کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہو اس کو حرام قرار دینا بہ طریق اولیٰ کفر ہوگا۔

(شرح الشفاء علی حامش نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۱۴ مطبوعہ بیروت)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۲۸۰۔ ج ۳ ص ۶۲۷ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) گنبد خضراء کی زیارت کے لیے سفر کا حکم (۲) شیخ ابن تیمیہ کی تکفیر (۳) قبر انور کی زیارت کے ثبوت میں روایات۔

۱۱۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ رِبَاحٍ، وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْاَغَرِّ، عَنْ اَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْاَغَرِّ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةٌ فِي مَسْجِدِيْ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن رباح وعبیداللہ بن ابی عبداللہ الاغر از ابی عبداللہ الاغر از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۹۴، الرقم المسلسل: ۳۳۱۵، سنن ترمذی: ۳۲۵، سنن نسائی: ۲۸۹۹۔ ۲۶۹۳، سنن ابن ماجہ: ۱۴۰۴، مسند ابویعلیٰ: ۶۱۶۶، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۴۸۱۔ ج ۱۲ ص ۴۵۲، موسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۷۶۳۴، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۶۱۵:۷)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف ابو محمد التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) زید بن رباح، یہ ۱۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبیداللہ بن عبداللہ (۵) ابوعبداللہ ان کا نام سلمان الاغر ہے یہ اہل مدینہ کے واعظ تھے (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۷۰)

مسجد حرام اور مسجد نبوی کی نمازوں کی فضیلت میں اختلافِ فقہاء اور مسجد نبوی کی فضیلت پر دلیل

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک روئے زمین کی سب سے افضل جگہ ہے اور مکہ اور مدینہ روئے زمین پر سب سے افضل ہیں، پھر اس میں اختلاف ہے کہ قبر مبارک کی جگہ کے علاوہ ان میں سے کون افضل ہے، پس حضرت عمر، بعض صحابہ، امام مالک اور اکثر اہل مدینہ اس کے قائل ہیں کہ مدینہ منورہ افضل ہے، اور انہوں نے کہا کہ مسجد حرام کے سوا باقی مساجد سے مسجد نبوی میں نماز ہزار نمازوں سے افضل ہے اور مسجد حرام سے ہزار نمازوں سے کم افضل ہے، حضرت عمر نے کہا: مسجد حرام میں ایک نماز اس کے ماسوا سے سو نمازوں سے افضل ہے، پس مسجد نبوی کی فضیلت نو سو نمازیں ہیں اور مسجد حرام کے غیر پر ہزار نمازوں سے افضل ہے۔

اہل مکہ اور فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ سے افضل ہے اور ہمارے اصحاب میں سے ابن حبیب اور ابن وہب کا بھی یہی موقف ہے اور الساجی نے امام شافعی سے بھی اسی کی حکایت کی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ مکہ میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۴ ص ۵۱۱، دار الوفاء ۱۴۱۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت پر اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے:

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! تو نے مکہ میں جتنی برکتیں رکھی ہیں اس کی دو ضعف برکتیں

مدینہ میں نازل فرما۔ (صحیح البخاری: ۱۸۸۵، صحیح مسلم: ۱۳۶۹)

اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ مدینہ میں مکہ سے چار گنا برکتیں نازل فرما لیکن شارحین نے اس کو تین مثل پر محمول کیا ہے' ہم پہلے مسند احمد اور سنن ابن ماجہ کی احادیث سے یہ بتا چکے ہیں کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا کم از کم تین لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۲۷۰۔ ج ۳ ص ۷۵۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① مسجد نبوی میں نمازوں کا اجر زیادہ ہے یا مسجد حرام میں؟ ② کیا مسجد نبوی کے توسیع شدہ حصہ میں بھی ثواب زیادہ ہوتا ہے؟ ③ کیا مسجد نبوی میں ثواب کے اضافہ سے قضاء نمازوں کی تلافی ہو جاتی ہے؟ ④ آخر المسجد پر قادیانیوں کے ایک اشکال کا جواب۔

۲ - بَابُ مَسْجِدِ قُبَاءٍ مسجد قُبا

اس باب میں مسجد قباء کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے' یاقوت حموی نے کہا ہے کہ جو شخص مدینہ سے مکہ کی طرف جا رہا ہو' اس کی بائیں جانب دو میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے' جس کا نام قباء ہے وہیں پر مسجد التقویٰ ہے۔

الرشاطی نے کہا ہے کہ قباء اور مدینہ کے درمیان چھ میل ہیں' ابن قرقول نے کہا: یہ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۷۵)

۱۱۹۱ - **حَدَّثَنَا** يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ اَخْبَرَنَا اَيُّوبُ، عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ لَا يُصَلِّي مِنَ الضُّحٰى اِلَّا فِي يَوْمَيْنِ يَوْمَ يَقْدَمُ بِمَكَّةَ، فَاِنَّهُ كَانَ يَقْدَمُهَا ضُحًى، فَيَطُوفُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَلْفَ الْمَقَامِ، وَيَوْمَ يَاْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ، فَاِنَّهُ كَانَ يَاْتِيهِ كُلَّ سَبْتٍ، فَاِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَرِهَ اَنْ يَّخْرُجَ مِنْهُ حَتّٰى يُصَلِّيَ فِيهِ. قَالَ وَكَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُورُهُ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا.

[اطراف الحدیث: ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۷۳۲۶]

(صحیح مسلم: ۱۳۹۹، الرقم المسلسل: ۳۳۳۰، سنن ابوداؤد: ۲۰۴۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے خبر دی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما چاشت کی نماز صرف دو دنوں میں پڑھتے تھے جس دن وہ مکہ آتے تھے کیونکہ وہ مکہ میں چاشت کے وقت آتے تھے' پس وہ بیت اللہ کا طواف کرتے' پھر وہ مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھتے اور جس دن وہ مسجد قباء میں آتے تھے اور وہ ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء میں آتے تھے' پس جب وہ مسجد میں داخل ہوتے تو وہ نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنے کو ناپسند کرتے اور حضرت ابن عمر یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر اور پیدل مسجد قباء کی زیارت کرتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یعقوب بن ابراہیم بن کثیر' ان کی کنیت ابو یوسف ہے (۲) ابن علیہ' ان کا نام اسماعیل بن ابراہیم بن سہم ہے' یہ ابن علیہ سے معروف ہیں' علیہ ان کی ماں کا نام ہے (۳) ایوب بن کیسان السختیانی (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۷۶)

۱۱۹۲ - **قَالَ** وَكَانَ يَقُولُ لَهُ اِنَّمَا اَصْنَعُ كَمَا رَاَيْتُ اَصْحَابِي يَصْنَعُونَ، وَلَا اَمْنَعُ اَحَدًا اَنْ يُّصَلِّيَ فِي اَيِّ

حضرت ابن عمر کہتے تھے: میں اس طرح کرتا ہوں جس طرح میں نے اپنے اصحاب کو کرتے ہوئے دیکھا ہے اور میں کسی کو نماز

سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ، غَيْرَ أَنْ لَا تَتَحَرَّوْا طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا. پڑھنے سے منع نہیں کرتا خواہ وہ دن اور رات کو کسی وقت بھی نماز پڑھے مگر طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز کا قصد نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۸۲ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابوجعفر الداؤدی نے کہا: نبی ﷺ کا مسجد قباء میں جانا' اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو فضیلت والی مسجد شہر کے قریب ہو' اس میں پیدل اور سوار ہو کر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ تین مسجدوں کے علاوہ کجاوے کسنے کی ممانعت میں داخل نہیں ہے۔

مسجد قباء میں نماز پڑھنے کا ثواب عمرہ کے برابر ہے

امام ابن ابی شیبہ نے از ابی امامہ بن سہل از والد خود از نبی ﷺ' یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسجد قباء میں نماز پڑھنا عمرہ کی مثل ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۱۰' مجلس علمی' بیروت' سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۱' الاحاد والمثانی: ۱۹۸۹' سنن ترمذی: ۳۲۴' المستدرک ج ۱ ص ۴۸۷' ابن ابی حاتم ج ۹ ص ۱۴۸۷)

حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے کہا: اس میں نماز پڑھنا عمرہ کی مثل ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۱۳' مجلس علمی' بیروت)

وکیع سے روایت ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: دو آدمیوں کی اس میں بحث ہوئی کہ وہ کون سی مسجد ہے' جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا: وہ مسجد نبوی ہے' دوسرے نے کہا: وہ مسجد قباء ہے' پھر وہ نبی ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: وہ میری یہ مسجد ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۰۳' مجلس علمی' بیروت' صحیح ابن حبان: ۱۶۰۵-۱۶۰۴' المعجم الکبیر: ۶۰۲۵-ج ۶' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۱)

وکیع نے حضرت ابوسعید خدری سے بھی اس کی مثل روایت کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۰۲' مجلس علمی' بیروت' المستدرک ج ۲ ص ۳۳۴' دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۲۶۴' سنن ترمذی: ۳۰۹۹' سنن نسائی: ۶۷۷' صحیح ابن حبان: ۷۰۶۱)

امام دارقطنی نے کثیر بن ولید سے' از نبی ﷺ' اس کی مثل روایت کی ہے اور یہ حضرت ابن عمر' سعید بن المسیب اور امام مالک بن انس کا قول ہے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان دونوں مسجدوں کی بنیاد تقویٰ پر ہو۔

اس میں فقہاء مالکیہ کا اختلاف ہے کہ جس نے مسجد قباء میں نماز پڑھنے کی نذر مانی' وہ وہاں جا کر نماز پڑھے یا اپنی جگہ پر پڑھ لے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۸۴-۱۸۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مسجد قباء کی فضیلت اور ہفتہ کے دن مسجد قباء جا کر نماز پڑھنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) اس حدیث میں قباء کی فضیلت ہے اور قباء کی مسجد کی فضیلت ہے اور وہاں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے۔

(۲) اس میں مسجد قباء کی زیارت کا استحباب ہے اور اس مسجد میں نماز پڑھنے میں نبی ﷺ کی اقتداء ہے' اسی طرح ہفتہ کے دن مسجد قباء کی زیارت مستحب ہے۔

(۳) ہفتہ کے دن مسجد قباء کی زیارت اور اس میں نماز پڑھنے کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ ہجرت کی ابتداء میں سب سے پہلے اس مسجد کی بنیاد رکھی گئی تھی' پھر اس کے بعد مدینہ میں مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی تھی اور جمعہ کے دن مسجد نبوی میں جمعہ کی نماز پڑھی

جاتی تھی اور جمعہ کے دن اہل قباء مدینہ میں مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے لیے آتے تھے اور جمعہ کے دن جمعہ کے وقت میں مسجد قباء نماز سے معطل ہو جاتی تھی تو اس کے تدارک کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اتباع میں صحابہ ہفتہ کے دن مسجد قباء میں آ کر چاشت کی نماز پڑھتے تھے۔

(۴) اس حدیث میں بعض ایام کو بعض نفلی عبادات کے ساتھ خاص کرنے کی دلیل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۷۸۔ ۳۷۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ سوئم' چہلم اور عرس میں دنوں کی تعیین کی اصل بھی یہی حدیث ہے' شیخ تھانوی نے اس حدیث سے عرس کے لیے دن کی تعیین کی اصل نکالی ہے۔ (دیکھئے: البوادر النوادر ص ۴۵۸' مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور' ۱۹۶۲ء)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۲۸۵۔ ج ۳ ص ۷۶۸ پر مذکور ہے' اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① مسجد قباء اور اس کے فضائل ② ہفتہ کے دن مسجد قباء جانے کی خصوصیت ③ اعمالِ صالحہ کی بعض ایام میں تخصیص۔

٣ - بَابُ مَنْ اَتٰی مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ

جو ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء آیا

١١٩٣ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ، مَاشِيًا وَرَاكِبًا وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَفْعَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء پیدل اور سوار ہو کر آتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۹۱ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابُ اِتْيَانِ مَسْجِدِ قُبَاءٍ مَاشِيًا وَرَاكِبًا

مسجد قباء میں پیدل اور سوار ہو کر جانا

١١٩٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ قُبَاءً رَاكِبًا وَمَاشِيًا. زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قباء سوار ہو کر اور پیدل آتے تھے۔ ابن نمیر نے یہ اضافہ کیا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع' پس وہ دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۹۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٥ - بَابُ فَضْلِ مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ

قبر اور منبر کے درمیان فضیلت کا بیان

١١٩٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ الْمَازِنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن ابی بکر از عباد بن تمیم از حضرت عبداللہ بن زید المازنی رضی اللہ عنہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ. [طرف الحدیث: ۷۳۳۵] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۹۱۵، المعجم الصغیر: ۱۱۱۰، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۲۲۳۔ ج ۱۲ ص ۱۵۹)

آپ کے گھر، آپ کے حجرہ اور آپ کی قبر کی فضیلت کے متعلق احادیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے گھر اور منبر کے درمیان۔ اس کے دو معنی ہیں: پہلا معنی یہ ہے:

(۱) میرے اس گھر کے درمیان جس میں مَیں رہتا ہوں اور یہ معنی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ متعارف یہ ہے کہ جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ فلاں شخص اپنے گھر میں ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ اس گھر میں ہے جس میں وہ رہتا ہے اور ایک روایت میں ہے: میرے حجرہ اور میرے منبر کے درمیان اور یہ بالکل ظاہر ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۲، مسند احمد: ۹۳۳۸۔ ج ۱۵ ص ۱۹۶)

(۲) دوسرا معنی یہ ہے: زید بن اسلم نے کہا: اس حدیث میں "بیت" سے مراد آپ کی قبر ہے اور اس معنی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ہے: میری قبر اور میرے منبر کے درمیان۔ (مسند ابویعلیٰ: ۱۳۴۱، مشکل الآثار ج ۴ ص ۷۰، تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۰۳، المعجم الکبیر: ۱۳۱۵۶، المعجم الاوسط: ۶۱۴، الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۳۷، حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۳۲۴، شرح مشکل الآثار: ۲۸۷۲، مسند البزار: ۱۱۹۴، مسند احمد ج ۳ ص ۶۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۶۱۰۔ ج ۱۸ ص ۱۵۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام طبری نے کہا ہے کہ جب کہ آپ کی قبر انور آپ کے گھروں میں سے ایک گھر میں ہے، تو یہ حدیث اس سے مؤید ہے، اس حدیث کے الفاظ اگرچہ مختلف ہیں لیکن اس کا معنی متفق ہے، کیونکہ آپ کا وہ گھر جس میں آپ کی قبر ہے وہ آپ کے حجروں میں سے ایک حجرہ ہے اور آپ کے گھروں میں سے ایک گھر ہے اور وہی آپ کی قبر ہے اور آپ کی وفات کے بعد وہی آپ کا گھر ہے، پس آپ کا وہ گھر اور آپ کا وہ حجرہ جس میں آپ کی قبر ہے، وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور "روضۃ" کلام عرب میں اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں خشک اور تر گھاس ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ جس جگہ کوئی نمازی نماز پڑھتا ہو یا کوئی ذکر کرنے والا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو یا کوئی شخص اللہ کی اطاعت کرتا ہو تو یہ چیزیں اس کو جنت کی طرف لے جائیں گی، اسی طرح جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان اور دین کی باتیں سنتا ہو تو وہ چیزیں بھی اس کی جنت کی طرف قیادت کریں گی، جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو ان میں چر لیا کرو، صحابہ نے پوچھا: جنت کے باغات کیا ہیں؟ فرمایا: ذکر کے حلقے۔ (سنن ترمذی: ۳۵۱۰، سنن دارمی: ۲۷۴۸، مسند احمد ج ۵ ص ۴۳)

اس حدیث کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو، پس جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو صبر کرو اور یاد رکھو کہ جنت تلواروں کے سایوں کے نیچے ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۰۲۶، صحیح مسلم: ۱۷۴۱، سنن کبریٰ للنسائی: ۸۶۳۴)

یعنی جہاد ایسا عمل ہے جو جنت تک پہنچاتا ہے، اسی طرح اللہ کا ذکر بھی بندہ کو جنت کی طرف پہنچا دیتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے، اس کا ایک معنی یہ ہے: اللہ تعالیٰ بعینہٖ اسی منبر کو حوض پر لوٹا دے گا اور اس کو بلند کر کے حوض پر رکھ دے گا، دوسرا معنی یہ ہے کہ حوض پر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک منبر ہوگا۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۸۵۔ ۱۸۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

آپ کے حجرہ اور آپ کے منبر کی درمیانی جگہ کو جنت کا باغ قرار دینے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

آپ کے حجرہ اور منبر کی درمیانی جگہ کو جنت کا باغ اس لیے فرمایا ہے کہ آپ کی قبر مبارک کی زیارت کرنے والے فرشتے اور انسان اور جنات سر جھکائے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی عبادت کرتے رہتے ہیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی مدینہ منورہ کی فضیلت پر دلالت ہے خصوصاً اس جگہ پر جو آپ کے حجرہ اور آپ کے منبر کے درمیان ہے اور جو شخص اس جگہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو لازم رکھے گا تو یہ اطاعت اس کو جنت کے باغات میں سے کسی باغ کی طرف پہنچا دے گی اور جس شخص نے آپ کے منبر کے پاس عبادت کو لازم رکھا تو اس عبادت کی وجہ سے اس کو جنت کے حوض سے پلایا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۸۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

١١٩٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِيْ عَلٰى حَوْضِيْ.

[اطراف الحدیث: ۱۸۸۸۔ ۶۵۸۸۔ ۷۳۳۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے خبیب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از حفص بن عاصم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: میرے گھر اور میرے منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۱۱۹۵ کا مطالعہ کریں۔

٦ - بَابُ مَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ

بیت المقدس کی مسجد

١١٩٧ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ سَمِعْتُ قَزَعَةَ مَوْلٰى زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ بِاَرْبَعٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْجَبْنَنِيْ وَاٰنَقْنَنِيْ قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْاَةُ يَوْمَيْنِ اِلَّا مَعَهَا زَوْجُهَا اَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ وَلَا صَوْمَ فِيْ يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوتَيْنِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰى وَمَسْجِدِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالملک انہوں نے کہا: میں نے زیاد کے آزاد شدہ غلام قزعہ سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چار حدیثوں کی روایت کرتے تھے جو مجھے بہت اچھی اور دلکش لگیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت اپنے خاوند یا محرم کے بغیر دو دن کا سفر نہ کرے اور دو دن روزہ نہ رکھے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کو اور دو نمازوں کے بعد نماز نہ پڑھے: صبح کی نماز کے بعد حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور تین مسجدوں کے سوا اونٹنیوں پر کجاوے نہ کسے جائیں: مسجد حرام مسجد اقصیٰ اور میری مسجد۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۸۶ کا مطالعہ کریں۔

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۲۱ - كِتَابُ الْعَمَلِ فِي الصَّلٰوةِ
نماز میں کوئی عمل کرنے کا بیان

١ - بَابُ اِسْتِعَانَةِ الْيَدِ فِي الصَّلٰوةِ، إِذَا كَانَ مِنْ أَمْرِ الصَّلٰوةِ
نماز میں ہاتھ سے مدد لینا جب کہ اس عمل کا تعلق نماز سے ہو

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَسْتَعِينُ الرَّجُلُ فِي صَلٰوتِهِ بِمَا شَاءَ مِنْ جَسَدِهِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کوئی شخص نماز میں اپنے جسم سے جو چاہے مدد لے جب کہ اس عمل کا تعلق نماز سے ہو۔

اس تعلیق پر یہ اعتراض ہے کہ عنوان میں ہاتھ سے مدد لینے کا ذکر ہے اور اس تعلیق میں جسم سے مدد لینے کا ذکر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہاتھ بھی جسم کا ایک حصہ ہے۔

وَوَضَعَ أَبُو إِسْحَاقَ قَلَنْسُوَتَهُ فِي الصَّلٰوةِ وَرَفَعَهَا.

اور ابو اسحاق نے نماز میں اپنی ٹوپی کو رکھا اور اٹھایا۔

ابو اسحاق کا نام عمرو بن عبد اللہ السبیعی کوفی' ہے یہ کبار تابعین میں سے ہیں اور امام ابوحنیفہ کے مشائخ میں سے ہیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ۳۸' اصحاب کی زیارت کی تھی۔

وَوَضَعَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَفَّهُ عَلٰى رُصْغِهِ (رُسْغِهِ) الْأَيْسَرِ، إِلَّا أَنْ يَحُكَّ جِلْدًا أَوْ يُصْلِحَ ثَوْبًا.

حضرت علی نے اپنی ہتھیلی بائیں کلائی پر رکھی سوا اس کے کہ وہ جلد کو کھجائیں یا اپنے کپڑے کو ٹھیک کریں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

غزوان بن جریر الضبی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنا دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھتے' پھر اسی طرح رکھے رہتے حتیٰ کہ رکوع کرتے یا اپنے کپڑے کو ٹھیک کرتے یا جسم پر کہیں کھجاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۶۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۰' کراچی)

١١٩٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از مخرمہ بن سلیمان از کریب مولیٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ام المؤمنین میمونہ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، وَهِيَ خَالَتُهُ، قَالَ فَاضْطَجَعْتُ عَلٰى عَرْضِ الْوِسَادَةِ، وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُهُ فِيْ طُوْلِهَا، فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ، اَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ، اَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيْلٍ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ، يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَرَاَ الْعَشْرَ اٰيَاتٍ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ، ثُمَّ قَامَ اِلٰى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ، فَتَوَضَّاَ مِنْهَا فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهُ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ، ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهِ، فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَاْسِيْ، وَاَخَذَ بِاُذُنِي الْيُمْنٰى يَفْتِلُهَا بِيَدِهِ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ اَوْتَرَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ.

رضی اللہ عنہا کے ہاں رات بسر کی اور وہ ان کی خالہ تھیں' انہوں نے بیان کیا کہ پس میں بستر کی چوڑائی میں سو گیا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کی اہلیہ بستر کے طول میں لیٹ گئے' پس رسول اللہ ﷺ سو گئے حتیٰ کہ آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ وقت گزر گیا' پھر رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور اپنے ہاتھ سے چہرے سے نیند دور کرنے لگے' پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں' پھر آپ ایک لٹکی ہوئی مشک کے پاس کھڑے ہوئے' پس آپ نے اس سے اچھی طرح وضوء کیا' پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس میں نے بھی آپ کی مثل کیا' پھر میں گیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا' پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے دائیں کان کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر مروڑا' پس آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے وتر پڑھے' پھر آپ لیٹ گئے' پھر آپ کے پاس مؤذن آیا تو آپ نے اٹھ کر تخفیف کے ساتھ دو رکعت (سنت) پڑھیں' پھر آپ گھر سے نکل گئے اور فجر کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٧ میں گزر چکی ہے' اس باب کے تحت امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں نماز کی حالت میں عمل کرنے کا ثبوت ہے کیونکہ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ حضرت ابن عباس کے سر پر رکھا اور ان کا' کان مروڑا' نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نبی ﷺ نے وتر کے علاوہ تہجد کی بارہ رکعات پڑھیں۔

٢ - بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الْكَلَامِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں کلام کرنے کی ممانعت

١١٩٩ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ، فَيَرُدُّ عَلَيْنَا، فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ، سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا، وَقَالَ اِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلًا.

[اطراف الحدیث: ١٢١٦-٣٨٧٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی ﷺ کو سلام کرتے تھے اور آپ نماز میں ہوتے تھے تو آپ ہمیں سلام کا جواب دیتے تھے جب ہم النجاشی کے پاس سے لوٹے' ہم نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے ہم کو سلام کا جواب نہیں دیا (اور بعد میں بتایا کہ) نماز کی مشغولیت تھی۔

(صحیح مسلم:۵۳۸'۸ الرقم المسلسل:۱۱۸۱' سنن ابوداؤد:۹۲۳' سنن ابن ماجہ:۱۰۱۹' سنن کبریٰ:۵۳۸'۸ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۳' مسند ابویعلیٰ:۵۱۸۸' صحیح ابن خزیمہ:۸۵۵' المعجم الکبیر:۱۰۱۲۶' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۴۸' شرح السنۃ:۷۲۴' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۶ طبع قدیم' مسند احمد:۳۵۶۳-ج ۶ ص ۲۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی:۴۱۱۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی:۵۰۴۴)

حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُرَيْمُ بْنُ سُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

اس حدیث کی دوسری سند: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھریم بن سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اسی کی مثل مروی ہے۔

۱۲۰۰ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا عِيْسٰى هُوَ ابْنُ يُوْنُسَ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ، عَنْ أَبِيْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ قَالَ لِيْ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ إِنْ كُنَّا لَنَتَكَلَّمُ فِي الصَّلٰوةِ، عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُكَلِّمُ أَحَدُنَا صَاحِبَهُ بِحَاجَتِهِ، حَتّٰى نَزَلَتْ ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ﴾ الْآيَةَ (البقرہ: ۲۳۸)، فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ. [طرف الحدیث:۴۵۳۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ نے خبر دی اور وہ ابن یونس ہیں از اسماعیل از الحارث بن شبیل از ابی عمرو الشیبانی' انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نماز میں کلام کرتے تھے' ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھی سے اپنی ضرورت کی بات کرتا تھا' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہو گئی: تم (تمام) نمازوں کی حفاظت کرو اور (خصوصاً) درمیانی نماز کی اور اللہ کے لیے خاموشی سے کھڑے رہو (البقرہ:۲۳۸) پس ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔

(صحیح مسلم:۵۳۹'۹ الرقم المسلسل:۱۱۸۳' سنن ابوداؤد:۹۴۹' سنن ترمذی:۲۹۸۶-۴۰۵' سنن نسائی:۱۲۱۹' السنن الکبریٰ:۱۱۰۴۷' صحیح ابن خزیمہ: ۸۵۷-۸۵۶' صحیح ابن حبان:۲۲۴۶' المعجم الکبیر:۵۰۶۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۴۸' شرح السنۃ:۷۲۲' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۸ طبع قدیم' مسند احمد:۱۹۲۷۸- ج ۳۲ ص ۲۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی:۱۷۲۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی:۱۹۷۴)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید بن زاذان التیمی الفرار ابواسحٰق (۲) عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحٰق السبیعی (۳) اسماعیل بن ابی خالد الاحمسی البجلی' ابوخالد کا نام سعد ہے (۴) الحارث بن شبیل (۵) ابوعمرو شیبانی' ان کا نام سعید بن ایاس ہے (۶) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ الانصاری الخزرجی' یہ ۶۸ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۶۳)

نماز میں اصلاحِ نماز کے لیے کلام کرنے پر علامہ ابن بطال کے دلائل اور فقہاء احناف کے دلائل پر اعتراض

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور امام اوزاعی نے نماز کی مصلحت کے لیے نماز میں کلام کرنے کی اجازت دی ہے' اور فقہاء احناف نے اس سے منع کیا ہے' امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز دو رکعت پڑھا دی تو حضرت ذوالیدین نے کہا: یارسول اللہ! کیا اب نماز کی مقدار کم ہو گئی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا: آیا جو یہ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے' صحابہ نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے دو رکعت اور پڑھیں اور سہو کے دو سجدے کیے۔ (صحیح البخاری:۱۲۲۷)

فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما کی حدیث حضرت ذوالیدین کے قصہ کے لیے ناسخ ہے اور ہم عنقریب حضرت ذوالیدین کی حدیث کی شرح میں اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ذکر کریں گے اور یہاں پر فقہاء احناف کا رد کرنے کے لیے کچھ دلائل کا ذکر کریں گے۔

تواتر کے ساتھ آثار سے یہ ثابت ہے کہ حضرت ابن مسعود حبشہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تھے جب آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا اور فرمایا تھا: بے شک نماز میں مشغولیت ہوتی ہے اور یہ مکہ کا واقعہ ہے اور حضرت ابو ہریرہ مدینہ میں فتح خیبر کے سال (۷ ھ) میں اسلام لائے تھے تو پہلے کا واقعہ بعد والے واقعہ کو کیسے منسوخ کرے گا۔

اگر وہ یہ کہیں کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث کے لیے ناسخ ہے جس میں حضرت ذوالیدین کا قصہ ہے کیونکہ حضرت زید بن ارقم انصار میں سے ہیں اور وہ مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی بنے اور سورۃ البقرہ بھی مدنی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی تاریخ نہیں ہے کہ کون سی حدیث دوسری حدیث سے پہلی ہے البتہ حضرت زید بن ارقم حضرت ابو ہریرہ سے پہلے اسلام لائے تھے اور حضرت ابو ہریرہ فتح خیبر کے سال اسلام لائے تھے اور پانچ سال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصاحب رہے اور جب یہ معلوم نہیں ہے کہ کون سا صحابی دوسرے سے پہلے ہے تو ان میں سے کسی کی بھی حدیث کے منسوخ ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت زید بن ارقم نے جو کہا ہے کہ ہمیں خاموش ہونے کا حکم دیا گیا اس کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس کلام کا تعلق نماز کی اصلاح سے نہ ہو اس کلام سے ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور اصلاح نماز کے لیے کلام برقرار رہا تا کہ حضرت زید بن ارقم اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیثوں میں تعارض نہ رہے۔

حضرت زید بن ارقم کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ خاص قسم کے کلام سے نماز میں منع کیا گیا تھا کیونکہ انہوں نے کہا ہے: ہم ایک دوسرے سے اپنی ضروریات کے متعلق کلام کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۰۰) اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ اس قسم کا کلام نماز میں حرام ہے اور حضرت ابن مسعود کی حدیث میں ہے: ہم نماز میں ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے اور جب ہم حبشہ سے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے سلام کا جواب نہیں دیا اور فرمایا: نماز میں مشغولیت ہوتی ہے اس سے معلوم ہوگیا کہ نماز میں اس قسم کے کلام سے منع کیا گیا ہے جس کا اصلاحِ نماز سے تعلق نہ ہو اور حضرت ذوالیدین کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ جس کلام کا تعلق اصلاحِ نماز سے ہو وہ کلام نماز میں جائز ہے اور یہ تاویل زیادہ لائق ہے تا کہ احادیث میں تضاد نہ ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۸۹-۱۸۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ ھ)

فقہاء احناف کے مؤقف پر امام طحاوی کے دلائل اور مخالفین کے جوابات

علامہ ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ ھ حضرت ذوالیدین کی حدیث بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ اگر مقتدیوں میں سے کوئی شخص امام کو اس کے سہو پر مطلع کرنے کے لیے اس سے کلام کرے تو یہ جائز ہے کیونکہ حضرت ذوالیدین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کلام کیا: کیا نماز کی مقدار کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں اور آپ نے ان کو جواب دیا کہ نماز کی مقدار کم ہوئی ہے نہ میں بھولا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۴۸۲)

فقہاء احناف نے اس کے خلاف کہا ہے کہ نماز میں سوائے تکبیر پڑھنے تسبیح پڑھنے لا الٰہ الا اللہ پڑھنے اور قرآن پڑھنے کے اور

کوئی کلام کرنا جائز نہیں ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

معاویہ بن الحکم سلمی بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا' اچانک ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے کہا: "یرحمك اللّٰہ" تو نمازی مجھے آنکھوں سے گھورنے لگے' میں نے کہا: تمہاری ماں تمہیں روئے! تم مجھے کیوں گھور رہے ہو' تو نمازیوں نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے شروع کر دیئے' جب میں نے دیکھا کہ یہ لوگ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے مجھے بلایا' پس آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں! میں نے آپ سے بہتر معلم اس سے پہلے دیکھا تھا نہ اس کے بعد' اللہ کی قسم! آپ نے مجھے مارا نہ ڈانٹا' نہ بُرا کہا لیکن مجھ سے یہ فرمایا: بے شک ہماری اس نماز میں لوگوں سے کلام کرنا جائز نہیں ہے' اس میں صرف تکبیر اور تسبیح ہے اور تلاوت قرآن ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۳۷' الرقم المسلسل: ۱۱۷۹' سنن ابوداؤد: ۹۳۰' سنن نسائی: ۱۲۱۸' السنن الکبریٰ: ۱۲۱۸)

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ نماز میں تسبیح اور تکبیر کے علاوہ کوئی اور کلام کرنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کو نماز میں اچانک کوئی چیز پیش آئے تو وہ سبحان اللہ کہے' تالی بجانا عورتوں کے لیے ہے' اور مرد سبحان اللہ کہیں۔ (صحیح البخاری: ۶۸۴' صحیح مسلم: ۴۲۱' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۰)

امام ابوجعفر فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو حضرت ذوالیدین کی نماز میں کلام کرنے کی روایت ہے' وہ نماز میں کلام کو منع فرمانے سے پہلے کا واقعہ ہے اور وہ اب منسوخ ہو چکا ہے۔ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ تو فتح خیبر کے سال ۷ ھ میں اسلام لائے تھے اور انہوں نے حضرت ذوالیدین کے نماز میں کلام کرنے کی حدیث روایت کی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ۷ ھ تک نماز میں کلام کرنا جائز تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ذوالیدین کا نام خرباق ہے' وہ جنت بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ امام محمد بن اسحاق وغیرہم نے ذکر کیا ہے کہ وہ شہداء بدر میں سے ہیں' اور حضرت ابوہریرہ نے جوان کا واقعہ بیان کیا ہے' وہ اس پر محمول ہے کہ انہوں نے یہ واقعہ کسی اور سے سنا ہے۔

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دو رکعت نماز پڑھ کر مسجد کے ایک ستون کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۲۹) اور حضرت عمران کی حدیث میں ہے: پھر آپ حجرہ کی طرف چلے گئے۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۱۲۷۱)

یہ حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ نے قبلہ سے منہ پھیر لیا تھا اور آپ نماز میں چلے بھی تھے' اگر ان حدیثوں کو منسوخ نہ مانا جائے تو کیا نماز میں کلام کرنے کے علاوہ قبلہ سے منہ پھیرنا اور چلنا بھی جائز ہے' اور کیا نمازی اثناء نماز میں اپنے حجرے میں چلا جائے اور وہاں جو چاہے کرتا رہے' پھر بھی اس کی نماز باقی رہے گی! (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۷۶' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

حضرت ذوالیدین کی حدیث کے منسوخ ہونے پر قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت ذوالیدین کی روایت والے دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے' پھر ان کے زمانہ خلافت میں بھی ایسا ہوا تو انہوں نے نماز دوبارہ پڑھی۔

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھائی اور دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا' پھر نمازیوں کی طرف مڑے تو ان کو بتایا گیا' پس انہوں نے کہا: میں نے عراق سے ایک سامان سے لدا ہوا قافلہ تیار کیا تھا حتیٰ کہ وہ مدینہ میں آ گیا' میں اس کے خیال میں مستغرق تھا' پھر انہوں نے ان کو چار رکعت نماز پڑھائی (یعنی اس خیال کی وجہ سے دو رکعت نماز پڑھا دی)۔ (شرح معانی الآثار: ۲۵۴۱)

حضرت عمر کو رسول اللہ ﷺ کے فعل کا علم تھا کہ آپ نے ایسی صورت میں دو رکعت مزید پڑھ کر سجدۂ سہو کیا تھا' اس کے باوجود جب ان کو بتایا گیا کہ آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی ہے تو انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا اور یہ واقعہ جب پیش آیا تو رسول اللہ ﷺ کے دیگر اصحاب بھی موجود تھے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ آپ نے حضرت ذوالیدین کی حدیث کے خلاف عمل کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک حضرت ذوالیدین کی حدیث پر عمل منسوخ ہو چکا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۷۵ 'ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

* باب مذکور کی دونوں حدیثیں' شرح صحیح مسلم: ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۳۔ ج ۲ ص ۹۴ پر مذکور ہیں' ان کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
① منسوخیت کلام کی تاریخ ② اباحت اصل ہے ③ فقہی احکام ④ بقیہ فوائد۔

۳ - بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ التَّسْبِيْحِ وَالْحَمْدِ فِي الصَّلٰوةِ لِلرِّجَالِ

نماز میں مردوں کے لیے سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنے کا جواز

۱۲۰۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ، فَجَاءَ بِلَالٌ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ حُبِسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَؤُمُّ النَّاسَ؟ قَالَ نَعَمْ، اِنْ شِئْتُمْ، فَاَقَامَ بِلَالٌ الصَّلٰوةَ، فَتَقَدَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَصَلّٰى، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ يَشُقُّهَا شَقًّا، حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ الْاَوَّلِ، فَاَخَذَ النَّاسُ بِالتَّصْفِيْحِ، قَالَ سَهْلٌ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا التَّصْفِيْحُ؟ هُوَ التَّصْفِيْقُ، وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ صَلٰوتِهٖ، فَلَمَّا اَكْثَرُوْا اِلْتَفَتَ، فَاِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّفِّ، فَاَشَارَ اِلَيْهِ مَكَانَكَ، فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ يَدَيْهِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ، ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَاءَهٗ، وَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ بنی عمرو بن عوف کے درمیان صلح کرانے کے لیے گھر سے نکلے' اور نماز کا وقت آ گیا' پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' پس کہا: نبی ﷺ وہاں مصروف ہو گئے' کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! اگر تم چاہو' پس حضرت بلال نے نماز کی اقامت کہی' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے' پس نماز پڑھائی' پھر نبی ﷺ صفوں کو چیرتے ہوئے چلتے ہوئے آئے' حتیٰ کہ آپ صفِ اوّل میں کھڑے ہو گئے' پس نمازیوں نے تالیاں بجانی شروع کیں' حضرت سہل نے کہا: کیا تم تالی بجانا جانتے ہو؟ وہ ہاتھ پر ہاتھ مارتے تھے اور حضرت ابوبکر اپنی نماز میں اِدھر اُدھر توجہ نہیں کرتے تھے' پس جب نمازیوں نے زیادہ تالیاں بجائیں تو حضرت ابوبکر متوجہ ہوئے تو دیکھا: نبی ﷺ صف میں کھڑے ہوئے تھے' آپ نے حضرت ابوبکر کو اشارہ کیا کہ اپنی جگہ نماز پڑھاتے رہو' حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ کا شکر ادا کیا' پھر الٹے پاؤں پیچھے لوٹ گئے اور نبی ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھا دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث کے عنوان میں مردوں کے

لیے سبحان اللہ کہنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے یہاں پر اس حدیث کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں اس حدیث کے آخر میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیوں سے فرمایا: تم اتنی زیادہ تالیاں کیوں بجا رہے تھے' جب کسی شخص کو نماز میں کوئی چیز بتانی ہو تو وہ سبحان اللہ کہے کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو امام اس کی طرف متوجہ ہوگا' تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے ہے' سو امام بخاری نے جو عنوان قائم کیا ہے وہ اس مکمل حدیث کے اعتبار سے ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں بھی فقہاء احناف کی دلیل ہے کیونکہ اگر اصلاحِ نماز کے لیے نماز میں امام سے کلام کرنا جائز ہوتا تو صحابہ تالیاں نہ بجاتے بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہتے: آپ پیچھے آ جائیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آ چکے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ مرد سبحان اللہ کہیں' اس میں بھی یہ دلیل ہے کہ وہ نماز میں امام سے کلام نہ کریں صرف سبحان اللہ کہیں۔

٤ - بَابُ مَنْ سَمّٰى قَوْمًا' أَوْ سَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى غَيْرِهٖ مُوَاجَهَةً' وَهُوَ لَا يَعْلَمُ

جس نے نماز میں کسی کا نام لیا یا کسی کو بالمشافہ سلام کیا' اور جس کو سلام کیا اس کو علم نہ ہو

١٢٠٢ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَبْدِ الصَّمَدِ' عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ اَلتَّحِيَّةُ فِي الصَّلٰوةِ' وَنُسَمِّيْ' وَيُسَلِّمُ بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ' فَسَمِعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُوْلُوْا اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ' وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ' اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ' اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ' اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ' فَاِنَّكُمْ اِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ' فَقَدْ سَلَّمْتُمْ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ' فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعبد الصمد عبد العزیز بن عبد الصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابووائل از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز میں سلام کرتے تھے اور نام لیتے تھے اور ہم ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے' اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیا تو آپ نے فرمایا: تم کہا کرو: تمام قولی عبادتیں اور بدنی عبادتیں اور مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں' اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں' ہم پر سلام ہو' اور اللہ کے نیک بندوں پر' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' پس جب تم نے ایسا کر لیا تو تم نے آسمان اور زمین میں اللہ کے ہر نیک بندہ کو سلام کر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۳۱ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں بھی یہ دلیل ہے کہ مسلمان نماز میں پہلے ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا اور یہ عمل منسوخ کر دیا گیا۔

٥ - بَابُ اَلتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ

تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے ہے

١٢٠٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ' عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ، وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تالی بجائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے' یعنی اگر امام کو اصلاح نماز کے لیے کسی بات پر متوجہ کرنا ہو تو نمازی کلام نہ کریں صرف سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تالی بجائیں۔

۱۲۰۴ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ، وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از سفیان از ابی حازم از سہل بن سعد رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تسبیح پڑھنا مردوں کے لیے ہے اور تالی بجانا عورتوں کے لیے ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ مَنْ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى فِي صَلٰوتِهِ، أَوْ تَقَدَّمَ بِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ

جو شخص نماز میں پچھلے پیروں پر لوٹا یا کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے آگے بڑھا

رَوَاهُ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کو حضرت سہل بن سعد رضی اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس تعلیق کی حدیث' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۰۵ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ يُونُسُ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ الْمُسْلِمِينَ بَيْنَمَا هُمْ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ، وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُصَلِّي بِهِمْ، فَفَجَأَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوفٌ، فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ، فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلٰى عَقِبَيْهِ، وَظَنَّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلٰوةِ، وَهَمَّ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلٰوتِهِمْ، فَرَحًا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَأَوْهُ، فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ أَتِمُّوا. ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ، وَأَرْخَى السِّتْرَ، وَتُوُفِّيَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' یونس نے کہا: الزہری نے بیان کیا کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ نے خبر دی کہ مسلمان پیر کے دن فجر کی نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ ان کو نماز پڑھا رہے تھے' پس اچانک انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ کے حجرے کا پردہ کھول دیا تھا' آپ نے مسلمانوں کی طرف دیکھا' وہ نماز کی صفوں میں تھے' آپ ہنستے ہوئے مسکرائے' حضرت ابوبکر اپنی ایڑیوں کی طرف لوٹے اور انہوں نے گمان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف نکلنے کا ارادہ فرما رہے ہیں اور مسلمانوں نے ارادہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے سے جو خوشی ہوئی ہے اس میں وہ نماز کو توڑ دیں' آپ نے ان کو اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ نماز پوری کرو' پھر آپ حجرہ میں داخل ہو گئے اور پردہ ڈال دیا اور اسی دن آپ وصال فرما گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۰ میں گزر چکی ہے' اس باب کی ابواب سابقہ سے یہ مناسبت ہے کہ نبی ﷺ نے نمازیوں کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور ان سے کلام نہیں فرمایا۔

۷ - بَابُ إِذَا دَعَتِ الْأُمُّ وَلَدَهَا فِي الصَّلٰوةِ

جب ماں اپنے بیٹے کو نماز میں بلائے

۱۲۰۶ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادَتِ امْرَأَةٌ ابْنَهَا وَهُوَ فِي صَوْمَعَةٍ، قَالَتْ يَا جُرَيْجُ، قَالَ اَللّٰهُمَّ أُمِّيْ وَصَلٰوتِيْ، قَالَتْ يَا جُرَيْجُ، قَالَ اَللّٰهُمَّ أُمِّيْ وَصَلٰوتِيْ، قَالَتْ يَا جُرَيْجُ، قَالَ اَللّٰهُمَّ أُمِّيْ وَصَلٰوتِيْ، قَالَتْ اَللّٰهُمَّ لَا يَمُوْتُ جُرَيْجٌ حَتّٰى يَنْظُرَ فِيْ وَجْهِ الْمَيَامِيْسِ. وَكَانَتْ تَأْوِيْ إِلٰى صَوْمَعَتِهِ رَاعِيَةٌ تَرْعَى الْغَنَمَ، فَوَلَدَتْ، فَقِيْلَ لَهَا مِمَّنْ هٰذَا الْوَلَدُ؟ قَالَتْ مِنْ جُرَيْجٍ، نَزَلَ مِنْ صَوْمَعَتِهِ، قَالَ جُرَيْجٌ أَيْنَ هٰذِهِ الَّتِيْ تَزْعُمُ أَنَّ وَلَدَهَا لِيْ؟ قَالَ يَا بَابُوْسُ، مَنْ أَبُوْكَ؟ قَالَ رَاعِي الْغَنَمِ.

[اطراف الحدیث: ۲۴۸۲-۳۴۳۶-۳۴۶۶]

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن ہرمز' انہوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ ایک عورت نے اپنے بیٹے کو نداء کی اور وہ اس وقت اپنے گرجے میں تھا' اس نے کہا: یا جریج! جریج نے (دل میں) کہا: اے اللہ! (ایک طرف) میری ماں ہے اور (دوسری طرف) میری نماز ہے' اس کی ماں نے کہا: یا جریج! جریج نے کہا: اے اللہ! میری ماں ہے اور میری نماز ہے' اس کی ماں نے کہا: یا جریج! اس نے کہا: میری ماں ہے اور میری نماز ہے' اس کی ماں نے کہا: اے اللہ! جریج اس وقت تک نہ مرے حتیٰ کہ فاحشہ عورتوں کے چہرے (میں فتنہ کو) دیکھ لے' اور اس کے گرجے میں ایک چرواہی آتی تھی جو بکریوں کو چراتی تھی' اس نے بچہ جن دیا' اس سے پوچھا گیا: یہ کس کا بچہ ہے؟ اس نے کہا: یہ جریج سے ہے' جریج گرجے سے اترا' جریج نے کہا: وہ عورت کہاں ہے جس کا یہ زعم ہے کہ اس کا بیٹا میرا ہے' جریج نے کہا: اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا: بکریوں کا چرواہا۔

(صحیح مسلم: ۲۵۵۰' الرقم المسلسل: ۶۳۸۸' صحیح ابن حبان: ۶۴۸۹' شعب الایمان: ۷۸۷۹' مسند ابویعلیٰ: ۶۲۸۹' الادب المفرد: ۳۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۰۷۱-ج ۱۳ ص ۴۳۳-۴۳۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) لیث بن اسد (۲) جعفر بن ربیعہ بن شرحبیل بن حسنہ القرشی (۳) عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج (۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۰۹)

اس سے پہلے کی احادیث میں یہ ذکر تھا کہ نماز میں دنیاوی باتیں کرنا جائز نہیں ہے' اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر ماں نماز میں اپنے بیٹے کو بلائے تو ماں کے بلانے پر نماز توڑ کر جانا جائز ہے یا نہیں۔

امام بخاری نے کتاب المظالم میں اس حدیث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس کا نام جریج تھا' وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی ماں نے اس کو بلایا' اس نے آنے سے انکار کیا اور (دل میں) کہا: میں اس کے بلانے پر جاؤں یا نماز پڑھوں' اس کی ماں پھر آئی اور کہا: اے اللہ! اس وقت تک اس کی روح نہ قبض کرنا حتیٰ کہ یہ فاحشہ عورتوں کا منہ دیکھ لے' اور جریج اپنے

گرجے میں عبادت کرتا تھا' ایک عورت نے کہا: میں ضرور جریج کو فتنہ میں ڈالوں گی' اس نے جریج کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر کے گناہ کے لیے کہا' جریج نے انکار کیا' وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اس کو اپنے نفس پر قادر کیا' پس اس نے ایک بچے کو جن دیا' اور لوگوں سے کہا: یہ جریج سے ہے' لوگ جریج کے پاس آئے اور اس کے گرجے کو توڑ ڈالا اور اس کو گرجے سے نکال کر اس کی مذمت کی' پھر جریج نے وضوء کیا اور نماز پڑھی' پھر اس نوزائیدہ بچے کے پاس جا کر کہا: اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟ بچہ نے کہا: چرواہا ہے' لوگوں نے کہا: ہم تمہارا گرجا سونے کا بنا دیتے ہیں' جریج نے کہا: نہیں! تم صرف مٹی کا بنا دو۔ (صحیح البخاری: ۲۴۸۲)

جریج کے قصہ کے متعلق دیگر احادیث

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مہد (پالنا یا پنگوڑہ) میں صرف تین (بچوں) نے کلام کیا ہے' (ایک) حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں' (دوسرا) بنی اسرائیل کا عابد تھا جس کا نام جریج تھا' اس نے گرجا بنایا جس میں وہ عبادت کرتا تھا' پس بنی اسرائیل میں جریج کی عبادت کا بہت چرچا ہوا' ان میں سے ایک فاحشہ عورت نے کہا: اگر تم چاہو تو میں اس کو فتنہ میں ڈال دوں' انہوں نے کہا: ہم چاہتے ہیں' پس وہ عورت جریج کے پاس گئی اور اس کے درپے ہوئی' جریج نے اس کی طرف توجہ نہیں کی' پھر اس عورت نے ایک چرواہے کو اپنے نفس پر قادر کیا' جو جریج کے گرجے کے پاس بکریاں چراتا تھا' وہ حاملہ ہوگئی اور اس نے ایک بچہ جن دیا' لوگوں نے پوچھا: یہ بچہ کس سے ہوا؟ اس نے کہا: جریج سے' پھر لوگ جریج کے پاس آئے' اس کو گرجے سے نکالا' اس کو گالیاں دیں اور زدوکوب کیا اور اس کے گرجے کو منہدم کر دیا' جریج نے پوچھا: تم نے یہ سب کیوں کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ تم نے اس فاحشہ عورت سے زنا کیا ہے اور اس نے بچہ جن دیا ہے' جریج نے پوچھا: وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ یہ ہے' پھر جریج کھڑا ہوا' اس نے نماز پڑھی اور دعا کی' پھر وہ بچہ کی طرف گیا اور اس کو انگلی چبھوئی' پھر کہا: اللہ کی قسم! اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا: میں چرواہے کا بیٹا ہوں' پھر وہ لوگ تیزی سے جریج کی طرف آئے اور اس کو بوسے دینے لگے اور کہنے لگے: ہم آپ کے لیے سونے کا گرجا بنا دیتے ہیں' جریج نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے میرے لیے پہلے جیسا مٹی کا گرجا بنا دو۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۳۴۳۶' صحیح مسلم: ۲۵۵۰' صحیح ابن حبان: ۶۴۸۹' شعب الایمان: ۷۸۷۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۰۱۷۔ ج ۱۳ ص ۳۳۵۔ ۳۳۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد المعروف بابن ابی الدنیا المتوفی ۲۸۱ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے' اس کے آخر میں یہ اضافہ ہے: پھر وہ لوگ جریج کی طرف بڑھے' اس کو بوسے دینے لگے اور اس کے جسم پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

(موسوعہ ابن ابی الدنیا ج ۲ ص ۳۰۷' المکتبۃ العصریہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نیکی کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو بتایا: تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا جو اپنے گرجے میں عبادت کرتا تھا' اس کا نام جریج تھا' اس کی ماں تھی جو اس کے پاس آتی تھی' وہ اس کی طرف متوجہ ہو کر اس سے باتیں کرتا تھا' ایک دن وہ اس کے پاس آئی تو وہ نماز پڑھ رہا تھا' اس نے اس کو آواز دی' اس نے اپنا سر اوپر اٹھا کر اور اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ کر اس کو اے جریج! اے جریج! کہہ کر تین مرتبہ آواز دی' ہر بار جریج یہ کہتا: اے میرے رب! میری ماں ہے اور میری نماز ہے' پس اس کی ماں غضب ناک ہوئی اور اس نے بددعا دی: اے اللہ! جریج اس وقت تک نہ مرے

جب تک فاحشہ عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے' اس شہر کے بادشاہ کی بیٹی بالغہ ہو کر حاملہ ہو گئی اور اس نے ایک بچہ جن دیا' لوگوں نے پوچھا: تمہارے ساتھ کس نے یہ کام کیا ہے؟ اس نے کہا: وہ گرجے والا ہے جس کا نام جریج ہے' پھر جریج نے اپنے گرجے کی بنیاد میں پھاوڑے مارنے کی آوازیں سنیں' اس نے پوچھا: تم پر افسوس ہے یہ تم کیا کر رہے ہو؟ جب جریج نے یہ دیکھا تو وہ رسّی پکڑ کر نیچے لٹک گیا' لوگوں نے اس کو زدوکوب کرنا شروع کیا اور کہا: تم ریا کار ہو اور لوگوں کو اپنے عمل سے دھوکا دیتے ہو' جریج نے کہا: تم پر افسوس ہے تمہیں کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا: اس بستی کے بادشاہ کی بیٹی کو تم نے حاملہ کر دیا ہے' جریج نے پوچھا: اس لڑکی کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا: اس نے بچہ جن دیا ہے' جریج نے پوچھا: کیا وہ بچہ زندہ ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں! جریج نے کہا: اچھا میرے پاس سے جاؤ' لوگ چلے گئے' جریج نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر ایک درخت کے پاس گیا اور اس کی ایک شاخ توڑی' پھر اس نوزائیدہ بچے کے پاس آیا جو اپنے پالنے میں تھا' اور اس سے کہا: تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا باپ فلاں چرواہا ہے' لوگوں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کے لیے سونے کا گرجا بنا دیں اور اگر آپ چاہیں تو چاندی کا گرجا بنا دیں' جریج نے کہا: اس کو پہلے کی طرح بنا دو۔

(المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۲۲۵۔ ۲۲۴' المعجم الکبیر: ۹۴۴۷' صحیح ابن حبان: ۶۴۸۹' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ایک راوی المفضل بن فضالہ ہے' اس کی امام ابن حبان نے توثیق کی ہے اور ایک جماعت نے اس کو ضعیف کہا ہے' بہر حال اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۴۵)

اگر نمازی کو نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا والدین بلائیں تو وہ کیا کرے؟

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جریج کی شریعت میں نماز میں باتیں کرنا ممنوع نہیں تھا' اسی وجہ سے جب اس نے اپنی ماں کے بلانے پر جواب نہیں دیا تو اس کے خلاف اس کی ماں کی دعا قبول کی گئی' پہلے ہماری شریعت میں بھی نماز میں باتیں کرنا جائز تھا' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہو گئی:

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ○ (البقرہ: ۲۳۸) اور اللہ کے لیے خاموش کھڑے رہو○

امام بخاری نے حضرت سعید بن المعلیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا' پس مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلایا' میں نے آپ کو جواب نہیں دیا' میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا' آپ نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا:

اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ. (الانفال: ۲۴) تم اللہ اور رسول کے بلانے پر چلے آؤ جب وہ تمہیں حیات آفریں چیز کی طرف بلائیں۔

(صحیح البخاری: ۴۶۴۷)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت سعید بن المعلیٰ کو نہ آنے پر زجر کرنا اسی وقت جائز تھا' جب نماز میں کلام مباح تھا' اور جب نماز میں کلام کرنا منسوخ ہو گیا تو کسی نماز کے لیے نماز توڑنا جائز نہیں ہے خواہ نماز میں اس کی ماں بلائے یا کوئی اور کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۵۴۶) اور شریعت میں اللہ تعالیٰ کا حق ماں باپ کے حق پر مقدم ہے' لیکن فقہاء نے کہا ہے کہ وہ نماز میں تخفیف کرے اور ماں باپ کے بلانے پر چلا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث مرسل اس کے خلاف مروی ہے:

محمد بن المنکدر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہاری ماں تمہیں نماز میں بلائے تو اس کو جواب دو' اور

جب تمہارا باپ تمہیں بلائے تو اس کو جواب نہ دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۰۹۷ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۰۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

محمد بن المنکدر کی جو حدیث ہے فقہاء اس کے خلاف ہیں اور میرے علم میں مکحول کے سوا اس کا کوئی قائل نہیں ہے' اور ہو سکتا ہے اس کا یہ معنی ہو کہ جب تمہاری ماں تم کو نفل نماز میں بلائے تو سبحان اللہ کہہ کر اس کو جواب دو' اور جب تمہارا باپ تمہیں نفل نماز میں بلائے تو نماز کو مختصر کر کے سلام پھیرو' پھر اس سے کلام کرو اور جب تمہاری ماں تمہیں بلائے تو جلدی سے سبحان اللہ پڑھو اور سلام پھیر دو۔

المہلب نے کہا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص میں قوت ہو اور وہ عبادت میں شدت کو اختیار کرے تو یہ افضل ہے کیونکہ جریج نے اللہ کے حق کی رعایت کی اور عبادت میں خشوع کو لازم رکھا' اور اپنی ماں کو جواب دینے پر نماز کو ترجیح دی اور ماں کو جواب نہ دینے پر اللہ نے اس کو سزا دی اور اس کی بددعا کا اسے سامنا کرنا پڑا' پھر اللہ سے مناجات کرنے اور اس کے خشوع کا اس کو یہ صلہ دیا کہ بچہ کو کلام کرنے سے اس کی کرامت ظاہر فرمائی۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۹۷۔۱۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے اچھی شرح کی ہے' لیکن ان کا مطلقاً یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ جب نماز میں کلام کرنا منسوخ ہو گیا تو کسی کے لیے نماز کو توڑنا جائز نہیں خواہ اس کی ماں بلائے یا کوئی اور کیونکہ اس سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلانے پر بھی نماز چھوڑ کر آنا جائز نہیں ہے' حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے اور الانفال: ۲۴ میں اس کا رد موجود ہے اور عام مسلمانوں کے بلانے پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلانے کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے اس حدیث کے حسب ذیل فوائد ذکر کیے ہیں:

(۱) والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی بہت اہمیت ہے اور ماں کی دعا اور بددعا دونوں قبول ہوتی ہیں۔

(۲) جب اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کسی مشکل میں مبتلا ہوں تو اللہ ان کے لیے مشکل سے نکلنے کی راہ پیدا کر دیتا ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا. (الطلاق:۲) اور جو اللہ سے ڈرتا ہے' اللہ اس کے لیے نجات کی راہ بنا دیتا ہے۔

اور ان پر جو شدت اور سختی طاری ہوتی ہے اس سے ان کا اجر زیادہ ہوتا ہے۔

(۳) جب کوئی مشکل پیش آئے تو وضوء کر کے نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔

(۴) وضوء کرنا ہماری امت سے پہلی امتوں میں بھی مشروع اور معمول تھا۔

(۵) اس میں اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت ہے' اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے' معتزلہ اس کے مخالف ہیں۔

(۶) بعض اوقات اولیاء اللہ کی کرامات ان کی طلب اور ان کے اختیار سے واقع ہوتی ہیں' یہی صحیح مذہب ہے۔

(علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۱۳ میں اور علامہ ابن حجر نے فتح الباری ج ۴ ص ۶۱۵ میں اس کو نقل کیا ہے)۔

(۷) کرامات ہر قسم کے خوارق کو شامل ہیں' بعض لوگوں نے کہا: اس کا تعلق صرف دعا قبول ہونے کے ساتھ ہے' یہ غلط ہے اور

مشاہدہ کے خلاف ہے' بلکہ کرامات سے حقائق بدل جاتے ہیں اور کوئی چیز عدم سے وجود میں آ جاتی ہے۔

(صحیح مسلم بشرح نووی ج ۱۰ ص ۶۵۵۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۳۸۵۔ ج ۷ ص ۸۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) نماز میں والدین کے بلانے پر نماز توڑ کر آنے کے متعلق فقہاء کے نظریات (۲) اولیاء اللہ کی کرامات کی تحقیق (۳) اولیاء اللہ پر مصائب اور مشکلات طاری ہونے کی حکمتیں (۴) وسیلہ کا لغوی معنی (۵) انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی ذوات سے توسل کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات (۶) حضرت آدم علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنا (۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خود اپنے وسیلہ سے دعا فرمانا (۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سائلین کے وسیلہ سے دعا کی تلقین فرمانا (۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خود اپنے وسیلہ سے دعا کرنے کی ہدایت دینا (۱۰) بعض ناشرین کا جامع ترمذی کے نسخوں سے ''یا محمد'' کو حذف کر دینا (۱۱) حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا (۱۲) حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا (۱۳) شیخ ابن تیمیہ کے حوالے سے حضرت عثمان بن حنیف کی روایت کی تائید' توثیق اور تصحیح (۱۴) طبرانی کی روایت مذکورہ کا دوسری روایت سے تعارض کا جواب (۱۵) توسل بعد از وصال پر شیخ ابن تیمیہ کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات (۱۶) توسل بعد از وصال کے متعلق علامہ آلوسی کا نظریہ (۱۷) توسل بعد وصال کے متعلق غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان کا نظریہ (۱۸) توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم قاضی شوکانی کا نظریہ (۱۹) انبیاء علیہم السلام اور بزرگانِ دین سے براہِ راست استمداد کے متعلق احادیث (۲۰) رجال غیب (ابدال) سے استمداد کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات (۲۱) امام ابن اثیر اور حافظ ابن کثیر کے حوالوں سے عہد صحابہ میں ندائے یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا رواج (۲۲) ندائے یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور توسل میں علماء دیوبند کا موقف (۲۳) ندائے غیر اللہ اور توسل کے متعلق مصنف کا موقف۔

۸ - بَابُ مَسْحِ الْحَصَا فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں کنکریوں کو ہاتھ سے ہٹانا

۱۲۰۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُعَيْقِيْبٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُسَوِّي التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ، قَالَ اِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ' انہوں نے کہا: مجھے حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے متعلق فرمایا جو اپنے سجدہ کی جگہ سے کنکریوں کو صاف کرتا ہے: اگر تم یہ کرنے والے ہو تو ایک دفعہ کرو۔

(صحیح مسلم: ۵۴۶' الرقم المسلسل: ۱۱۹۹' سنن ابوداؤد: ۹۴۶' سنن ترمذی: ۳۸۰' سنن نسائی: ۱۱۹۲' سنن ابن ماجہ: ۱۰۲۶' المنتقیٰ: ۲۱۸' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۱۸۷' صحیح ابن خزیمہ: ۸۹۵' مشکل الآثار: ۱۴۳۱' المعجم الکبیر: ۸۲۶۔ ج ۲۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۸۵۔ ۲۸۴' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۵۰۹۔ ج ۲۴ ص ۲۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۶۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' مسند الطحاوی: ۶۸۷۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) شیبان بن عبدالرحمان (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) ابوسلمہ بن عبدالرحمان بن عوف (۵) معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی' یہ بنوعبدشمس کے حلیف ہیں' قدیم الاسلام ہیں' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی کے محافظ تھے' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے ان کو بیت المال کا محافظ بنایا' ان کو جذام کا مرض ہو گیا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے اطباء کو جمع کیا تو مرض رک

گیا' یہ وہی ہیں جن کے ہاتھ سے حضرت عثمان رضی اللہ کے دورِ خلافت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی گر گئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۱۵)

سجدہ کی جگہ سے کنکریوں کو صاف کرنے کے متعلق اختلافِ فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سجدہ کی جگہ سے نماز میں ایک مرتبہ کنکریوں پر ہاتھ پھیرنے کی رخصت دی گئی ہے' حضرت ابوذر' حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہم نے یہ رخصت دی ہے' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نماز میں ایسا کرتے تھے' فقہاء تابعین میں سے ابراہیم نخعی اور ابوصالح کا یہی قول ہے۔

علامہ خطابی نے معالم السنن میں لکھا ہے کہ بہت سے علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے' صحابہ میں سے حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما نے اس کو مکروہ کہا ہے اور فقہاء تابعین میں سے حسن بصری نے اور بعد کے علماء نے۔ (معالم السنن ج ۱ ص ۲۰۱)

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ کنکریوں پر ہاتھ پھیرنے کی کراہت میں علماء کا اتفاق ہے کیونکہ یہ تواضع کے خلاف ہے' اور نمازی کی نماز سے توجہ ہٹانے کا سبب ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کی کراہت پر اتفاق نہیں ہے کیونکہ امام مالک اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے اور وہ نماز میں ایسا کرتے تھے اور تلویح میں مذکور ہے کہ متقدمین کی ایک جماعت اپنے سجدہ کی جگہ پر ایک مرتبہ کنکریوں پر ہاتھ پھیر کر ہٹاتی تھی اور ایک مرتبہ سے زیادہ کو وہ مکروہ کہتے تھے اور اہل ظاہر (غیر مقلدین) ایک مرتبہ سے زیادہ ہاتھ پھیرنے کو حرام کہتے ہیں' ابن حزم نے کہا ہے کہ نمازی پر فرض ہے کہ وہ کنکریوں پر ہاتھ نہ پھیرے اور اس کو ترک کرنا افضل ہے' لیکن نماز شروع کرنے سے پہلے سجدہ کی جگہ کو صاف کر لے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۱۶)

سجدہ گاہ سے کنکریوں کو صاف کرنے کے متعلق احادیث

حضرت ابوذر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو رحمت اس کے سامنے ہوتی ہے' لہٰذا وہ کنکریوں پر ہاتھ نہ پھیرے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۴۵' سنن ترمذی: ۳۷۹' سنن نسائی: ۱۱۹۰' مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۹)

حضرت معیقیب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز پڑھ رہے ہو تو کنکریوں پر ہاتھ نہ پھیرو' اگر تم نے ضرور ایسا کرنا ہو تو ایک مرتبہ کنکریوں کو ہموار کر لو۔ (سنن ابوداؤد: ۹۴۶' سنن نسائی: ۱۱۹۱' سنن ابن ماجہ: ۱۰۲۶' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کنکریوں کو چھوا اس نے لغو کام کیا۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۰۲۵)

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جس نے بلا ضرورت کنکریوں کو چھوا یا ایک مرتبہ سے زیادہ کنکریوں کو چھوا تو اس نے لغو کام کیا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۲۱۔ ج ۲ ص ۱۱۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① حضرت معیقیب رضی اللہ ② حدیث سے حاصل شدہ فقہی احکام۔

۹ - بَابُ بَسْطِ الثَّوْبِ فِي الصَّلٰوةِ لِلسُّجُوْدِ

نماز میں سجدہ کے لیے کپڑا بچھانا

۱۲۰۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا غَالِبٌ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شِدَّةِ الْحَرِّ، فَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يُّمَكِّنَ وَجْهَهُ مِنَ الْأَرْضِ، بَسَطَ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ.

ہمیں غالب نے حدیث بیان کی از بکر بن عبد اللہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سخت گرمی میں نماز پڑھتے تھے جب ہم میں سے کوئی شخص زمین پر اپنا چہرہ نہ رکھ سکتا تو وہ (زمین پر) کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۵ میں گزر چکی ہے۔

١٠ - بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں جو عمل کرنا جائز ہے

١٢٠٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَمُدُّ رِجْلِيَّ فِيْ قِبْلَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ، فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ فَرَفَعْتُهَا، فَإِذَا قَامَ مَدَدْتُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابو النضر از ابو سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبلہ کی طرف ٹانگیں پھیلا لیتی تھی اور آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے' پس جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے اشارہ کرتے تو میں اپنی ٹانگیں سمیٹ لیتی' پس جب آپ کھڑے ہوتے تو میں ٹانگیں پھیلا لیتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

١٢١٠ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلّٰى صَلٰوةً، قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ عَرَضَ لِيْ، فَشَدَّ عَلَيَّ يَقْطَعَ الصَّلٰوةَ عَلَيَّ، فَأَمْكَنَنِي اللّٰهُ مِنْهُ فَذَعَتُّهُ، وَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أُوْثِقَهُ إِلٰى سَارِيَةٍ حَتّٰى تُصْبِحُوْا فَتَنْظُرُوْا إِلَيْهِ، فَذَكَرْتُ قَوْلَ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ، (صٓ:٣٥) فَرَدَّهُ اللّٰهُ خَاسِئًا. ثُمَّ قَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ فَذَعَتُّهُ، بِالذَّالِ، أَيْ خَنَقْتُهُ، وَفَدَعَتُّهُ، مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ﴾ (الطور:١٣) أَيْ يُدْفَعُوْنَ، وَالصَّوَابُ فَدَعَتُّهُ، إِلَّا أَنَّهُ كَذَا قَالَ، بِتَشْدِيْدِ الْعَيْنِ وَالتَّاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابو ہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے نماز پڑھا کر فرمایا: بے شک شیطان میرے پاس آیا' پس مجھ پر حملہ کیا تا کہ میری نماز توڑ دے' پس اللہ نے مجھ کو اس پر قدرت دی' سو میں نے اس کو دھکا دیا اور میں نے ارادہ کیا کہ اس کو (مسجد کے) کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں حتیٰ کہ تم صبح کو اٹھ کر اس کو دیکھتے' پھر مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آئی: اے اللہ! مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کے لیے سزاوار نہ ہو' (ص:۳۵) پس اللہ تعالیٰ نے اس کو ناکام لوٹا دیا' پھر النضر بن شمیل نے کہا ہے کہ یہ لفظ ''فذعتہ'' ذال کے ساتھ ہے یعنی میں اس کا گلا گھونٹ دوں اور ''فدعتہ'' اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ماخوذ ہے: ''یَوْمَ یُدَعُّوْنَ'' (الطور:۱۳) یعنی جس دن ان کو دور کیا جائے گا اور صحیح لفظ ''فدعّتہ'' یعنی عین اور تا پر تشدید ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۴۶۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۱ - بَابٌ إِذَا انْفَلَتَتِ الدَّابَّةُ فِي الصَّلٰوةِ جب نماز میں سواری بھاگ جائے

اس عنوان میں ''انفلتت'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر ''انفلات'' ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز سے چھٹکارا پانا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب نماز میں سواری رسّی چھڑا کر بھاگ جائے تو نمازی کیا کرے۔

وَقَالَ قَتَادَةُ إِنْ أُخِذَ ثَوْبُهُ يَتْبَعُ السَّارِقَ وَيَدَعُ الصَّلٰوةَ.

اور قتادہ نے کہا: اگر چور نمازی کا کپڑا چرا لے تو وہ نماز چھوڑ دے۔

اس تعلیق کے مقارب یہ حدیث ہے:

معمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے قتادہ سے پوچھا: ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ ایک بچہ کنویں پر ہے اور اس کو خطرہ ہے کہ وہ کنویں میں گر جائے گا' کیا وہ نماز سے پھر جائے؟ قتادہ نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: وہ ایک چور کو دیکھتا ہے جو اس کا خچر لے جانا چاہتا ہے؟ قتادہ نے کہا: وہ نماز سے پھر جائے۔ (مصنف عبد الرزاق:۳۲۹۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۲۱۱ - **حَدَّثَنَا** آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَزْرَقُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ كُنَّا بِالْأَهْوَازِ نُقَاتِلُ الْحَرُوْرِيَّةَ، فَبَيْنَا أَنَا عَلٰى جُرُفِ نَهَرٍ، إِذَا رَجُلٌ يُصَلِّيْ، وَإِذَا لِجَامُ دَابَّتِهٖ بِيَدِهٖ، فَجَعَلَتِ الدَّابَّةُ تُنَازِعُهٗ، وَجَعَلَ يَتْبَعُهَا، قَالَ شُعْبَةُ هُوَ أَبُوْ بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ، فَجَعَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْخَوَارِجِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ افْعَلْ بِهٰذَا الشَّيْخِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ الشَّيْخُ قَالَ إِنِّيْ سَمِعْتُ قَوْلَكُمْ، وَإِنِّيْ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّ غَزَوَاتٍ، أَوْ سَبْعَ غَزَوَاتٍ، أَوْ ثَمَانَ، وَشَهِدْتُّ تَيْسِيْرَهٗ، وَإِنِّيْ إِنْ كُنْتُ أُرَاجِعُ مَعَ دَابَّتِيْ، أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَدَعَهَا تَرْجِعُ إِلٰى مَأْلَفِهَا فَيَشُقُّ عَلَيَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ازرق بن قیس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم الاھواز میں خوارج کے خلاف جہاد کر رہے تھے' جس وقت میں دریا کے کنارے پر تھا' اس وقت ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس کی سواری کی لگام اس کے ہاتھ میں تھی' سواری اس سے بھاگ رہی تھی اور وہ سواری کا پیچھا کر رہا تھا' شعبہ نے کہا: وہ شخص حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ تھے' خوارج میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ! اس بوڑھے کے ساتھ ایسا کر' جب وہ بوڑھا نماز سے فارغ ہو گیا تو اس نے کہا: میں نے تمہاری بات سن لی ہے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ چھ یا سات یا آٹھ غزوات میں شریک رہا ہوں اور آپ کی دی ہوئی آسانی اور سہولت پر میں حاضر تھا اور میں اپنی سواری کے ساتھ واپس جاؤں' یہ مجھ کو اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں اپنی سواری کو چھوڑ کر جاؤں' یہ اپنی چراگاہ میں چرتی پھرے' یہ مجھ پر دشوار ہے۔

[طرف الحدیث: ۶۱۲۷] (صحیح ابن خزیمہ: ۸۶۶' المستدرک ج۱ ص۲۵۵' مسند ابو یعلیٰ: ۷۴۳۵' صحیح ابن حبان: ۲۳۱۰' مسند احمد ج۴ ص۴۲۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۷۷۰۔ ج۳۳ ص۱۷۔۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) ازرق بن قیس الحارثی البصری (۴) حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ' ان کا نام

نضلہ بن عبید ہے' یہ قدیم الاسلام ہیں' یہ بصرہ چلے گئے تھے اور نیشاپور میں فوت ہو گئے تھے' ایک روایت ہے کہ یہ بجستان اور ھرات کے درمیان جنگل میں فوت ہوئے تھے' خلیفہ بن خیاط نے کہا: یہ ۶۴ھ میں خراسان میں فوت ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۱۹)

''الاھواز'' اور ''الحروریة'' کا معنی

اس حدیث میں ''الاھواز'' کا ذکر ہے' یہ بصرہ اور فارس کے درمیان ایک جگہ ہے۔

اس میں ''الحروریة'' کا ذکر ہے' یہ حروراء کی طرف نسبت ہے' یہ ایک بستی کا نام ہے' الرشاطی نے کہا: یہ کوفہ کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے' محمد بن قدامہ الجوہری نے اپنی کتاب میں لکھا: یہ جنگ ۶۵ھ میں ہوئی تھی' خوارج نے اہل بصرہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔

نمازی کو اپنے مال یا سامان کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو اس کے لیے نماز توڑنا جائز ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کی سواری بھاگ جائے تو وہ نماز کو توڑ دے اور سواری کا پیچھا کرے' امام مالک نے المختصر میں لکھا ہے: جس شخص کو اپنی سواری کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو یا کسی بچہ کو مرتا ہوا دیکھے وہ اپنی نماز توڑ دے' ابن القاسم نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ مسافر کی سواری بھاگ گئی اور اس کو اس کے گم ہونے کا خطرہ ہو یا بچہ کا خطرہ ہو یا کسی نابینا کے متعلق یہ خوف ہو کہ وہ کنویں میں یا آگ میں گر جائے گا یا اس کو یاد آیا کہ اس کا سامان ضائع ہو جائے گا تو یہ ایسا عذر ہے جس کی وجہ سے وہ نماز توڑ سکتا ہے اور اگر وہ امام ہو تو نماز میں کسی کو خلیفہ بنا کر اپنی مہم پر چلا جائے۔

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے جو نماز توڑ کر اپنی سواری کا پیچھا کیا' اس میں فقہاء کے لیے یہ دلیل ہے کہ جس کو اپنے سامان یا اپنے مال کے ضائع ہونے کا خوف ہو' اس کے لیے نماز کو توڑنا جائز ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۰۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۲۱۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ خَسِفَتِ الشَّمْسُ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَ سُوْرَةً طَوِيْلَةً، ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ، ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ، ثُمَّ اسْتَفْتَحَ بِسُوْرَةٍ اُخْرٰى، ثُمَّ رَكَعَ حَتّٰى قَضَاهَا، وَسَجَدَ، ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ فِي الثَّانِيَةِ، ثُمَّ قَالَ اِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ، فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَصَلُّوْا، حَتّٰى يُفْرَجَ عَنْكُمْ، لَقَدْ رَاَيْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا كُلَّ شَيْءٍ وُعِدْتُهُ، حَتّٰى لَقَدْ رَاَيْتُ اُرِيْدُ اَنْ اٰخُذَ قِطْفًا مِنَ الْجَنَّةِ، حِيْنَ رَاَيْتُمُوْنِيْ جَعَلْتُ اَتَقَدَّمُ، وَلَقَدْ رَاَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا، حِيْنَ رَاَيْتُمُوْنِيْ تَاَخَّرْتُ، وَرَاَيْتُ فِيْهَا عَمْرَو بْنَ لُحَيٍّ، وَهُوَ الَّذِيْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از عروہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: سورج کو گہن لگ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر لمبی سورت پڑھی' پھر رکوع کیا' پس لمبا رکوع کیا' پھر رکوع سے سر اٹھایا' پھر دوسری سورت شروع کر دی' پھر رکوع کیا حتیٰ کہ اس کو پورا کر لیا اور سجدہ کیا' پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا' پھر فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' پس جب تم اس (گہن) کو دیکھو تو نماز پڑھو حتیٰ کہ تم سے کشادگی ہو جائے اور میں نے اپنی اس جگہ میں ہر اس چیز کو دیکھ لیا جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ میں جنت کے انگور کے خوشہ کو پکڑے ہوئے ہوں' یہ اس وقت ہوا جب تم نے مجھے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا اور میں نے جہنم کو دیکھا جس کا بعض اس کے بعض کو کھا رہا تھا اور میں نے عمرو بن لحی کو جہنم

میں دیکھا' اسی نے عرب میں بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانوروں (کو حرام قرار دینے) کی رسم نکالی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز میں آگے بڑھنے اور پیچھے ہٹنے کا ذکر ہے اور اس کی عنوان سے قدرے مناسبت ہے۔

۱۲ - بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْبُزَاقِ وَالنَّفْخِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں تھوکنے اور پھونک مارنے کا جواز

وَيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو نَفَخَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سُجُوْدِهٖ فِيْ كُسُوْفٍ.

اور حضرت عبداللہ بن عمرو سے نقل کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ کسوف کے سجدہ میں پھونک ماری۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں قیام کیا۔ لگتا تھا کہ آپ رکوع نہیں کریں گے' پھر آپ نے رکوع کیا' پس لگتا تھا کہ آپ رکوع سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پس لگتا تھا کہ آپ سجدہ نہیں کریں گے' پھر آپ نے سجدہ کیا اور لگتا تھا کہ آپ سجدہ سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھی' پھر آپ نے سجدہ کے آخر میں پھونک ماری اور فرمایا: اُف اُف۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۹۴' سنن نسائی: ۱۴۸۱)

۱۲۱۳ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ، فَتَغَيَّظَ عَلٰى اَهْلِ الْمَسْجِدِ، وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ اَحَدِكُمْ، فَاِذَا كَانَ فِيْ صَلٰوتِهٖ، فَلَا يَبْزُقَنَّ، اَوْ قَالَ لَا يَتَنَخَّعَنَّ. ثُمَّ نَزَلَ فَحَتَّهَا بِيَدِهٖ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِذَا بَزَقَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْزُقْ عَلٰى يَسَارِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کے قبلہ میں بلغم پڑا ہوا دیکھا تو آپ مسجد والوں پر ناراض ہوئے اور فرمایا: بے شک اللہ تم میں سے ہر ایک کے سامنے ہوتا ہے' پس جب وہ (شخص) نماز میں ہو تو نہ تھوکے' یا فرمایا: وہ بلغم نہ تھوکے' پھر آپ اترے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اس بلغم کو کھرچا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص تھوکے تو اپنی بائیں جانب تھوکے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۱۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّهٗ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ، فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ، وَلٰكِنْ عَنْ شِمَالِهٖ، تَحْتَ قَدَمِهٖ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے' پس وہ اپنے

الْيُسْرٰى.

سامنے تھوکے نہ اپنی دائیں طرف لیکن اپنی بائیں طرف اپنے بائیں قدم کے نیچے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابُ مَنْ صَفَّقَ جَاهِلًا مِنَ الرِّجَالِ فِيْ صَلٰوتِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلٰوتُهُ

جس مرد نے ناواقفیت سے اپنی نماز میں تالی بجائی تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی

فِيهِ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کے ثبوت میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے۔

اس تعلیق کے موافق مفصل حدیث' صحیح البخاری: ۱۲۳۴ میں ہے۔

۱٤ - بَابٌ إِذَا قِيلَ لِلْمُصَلِّيْ تَقَدَّمْ أَوِ انْتَظِرْ، فَانْتَظَرَ، فَلَا بَأْسَ

جب نمازی سے کہا گیا: آگے بڑھو یا انتظار کرو اور اس نے انتظار کیا تو کوئی حرج نہیں ہے

۱۲۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُمْ عَاقِدُوْا أُزْرِهِمْ، عَلٰى رِقَابِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ، فَقِيلَ لِلنِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوْسَكُنَّ، حَتّٰى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوْسًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھتے تھے کہ انہوں نے اپنے تہ بند چھوٹے ہونے کی وجہ سے اپنی گردنوں پر باندھے ہوئے ہوتے تھے تو عورتوں سے کہا گیا کہ تم اس وقت تک اپنے سروں کو نہ اٹھایا کرو حتیٰ کہ مرد سیدھے بیٹھ جائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۵ - بَابٌ لَا يَرُدُّ السَّلَامَ فِي الصَّلٰوةِ

نمازی نماز میں سلام کا جواب نہ دے

۱۲۱٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنْتُ أُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ، فَيَرُدُّ عَلَيَّ، فَلَمَّا رَجَعْنَا، سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، وَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سلام کرتا تھا' آپ مجھے سلام کا جواب دیتے تھے' پس جب ہم (حبشہ سے) لوٹے تو میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے جواب نہیں دیا اور فرمایا: بے شک نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۹۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۱۷ - حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث

قَالَ حَدَّثَنَا كَثِيْرُ بْنُ شِنْظِيْرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَاجَةٍ لَهُ، فَانْطَلَقْتُ، ثُمَّ رَجَعْتُ وَقَدْ قَضَيْتُهَا، فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، فَوَقَعَ فِيْ قَلْبِيْ مَا اللّٰهُ اَعْلَمُ بِهٖ، فَقُلْتُ فِيْ نَفْسِيْ لَعَلَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ عَلَيَّ اَنِّيْ اَبْطَاْتُ عَلَيْهِ. ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، فَوَقَعَ فِيْ قَلْبِيْ اَشَدُّ مِنَ الْمَرَّةِ الْاُوْلٰى، ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ، فَقَالَ اِنَّمَا مَنَعَنِيْ اَنْ اَرُدَّ عَلَيْكَ اَنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ. وَكَانَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ، مُتَوَجِّهًا اِلٰى غَيْرِ الْقِبْلَةِ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں کثیر بن شنظیر نے حدیث بیان کی از عطاء بن ابی رباح از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام سے بھیجا' میں گیا' پھر واپس آیا اور میں وہ کام کر چکا تھا' پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے مجھے جواب نہیں دیا' اس سے میرے دل میں اتنا رنج ہوا کہ اللہ ہی اس کو زیادہ جانتا ہے' میں نے دل میں کہا: شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر اس وجہ سے ناراض ہوئے ہیں کہ میں نے کام میں دیر کر دی۔ میں نے آپ کو پھر سلام کیا' آپ نے پھر مجھے جواب نہیں دیا' میرے دل میں اب پہلی مرتبہ سے زیادہ رنج ہوا' میں نے پھر سلام کیا تو آپ نے مجھے جواب دیا' پھر فرمایا: مجھے تمہارے سلام کا جواب دینے سے صرف یہ چیز مانع تھی کہ میں نماز پڑھ رہا تھا' اور آپ اپنی سواری پر غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث میں کلام نفسی کا ثبوت ہے' کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دل میں کہا: شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر ناراض ہیں' اور اس حدیث میں غیر قبلہ کی طرف سواری پر نفل پڑھنے کا ثبوت ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ نمازی کو سلام نہیں کرنا چاہیے۔

١٦ - بَابُ رَفْعِ الْاَيْدِيْ فِي الصَّلٰوةِ، لِاَمْرٍ نَزَلَ بِهٖ

کسی پیش آمدہ امر پر نماز میں دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا

١٢١٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ، عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِقُبَاءٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ، فَخَرَجَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِيْ اُنَاسٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ، فَحُبِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ، فَجَاءَ بِلَالٌ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ، اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ، وَقَدْ حَانَتِ الصَّلٰوةُ، فَهَلْ لَّكَ اَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ قَالَ نَعَمْ، اِنْ شِئْتَ. فَاَقَامَ بِلَالٌ الصَّلٰوةَ، وَتَقَدَّمَ اَبُوْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ قباء میں بنو عمرو بن عوف کے درمیان کچھ رنجش ہے' آپ ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے اپنے چند اصحاب کے ساتھ نکلے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تاخیر ہو گئی اور نماز کا وقت آ گیا' پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' پس کہا: اے ابوبکر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تاخیر ہو گئی ہے اور نماز کا وقت آ چکا ہے تو آپ کی کیا رائے ہے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! اگر تم چاہو' پھر حضرت بلال

بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَكَبَّرَ لِلنَّاسِ، وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ يَشُقُّهَا شَقًّا حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَاَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْحِ، قَالَ سَهْلٌ اَلتَّصْفِيْحُ هُوَ التَّصْفِيْقُ، قَالَ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ صَلٰوتِهٖ، فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ اِلْتَفَتَ، فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَشَارَ اِلَيْهِ يَاْمُرُهٗ اَنْ يُّصَلِّيَ، فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَدَهٗ، فَحَمِدَ اللّٰهَ، ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَاءَهٗ، حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ. وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ، مَا لَكُمْ حِيْنَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلٰوةِ اَخَذْتُمْ بِالتَّصْفِيْحِ؟ اِنَّمَا التَّصْفِيْحُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَّابَهٗ شَيْءٌ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ. ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِيْنَ اَشَرْتُ اِلَيْكَ؟ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ، مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نے نماز کی اقامت کہی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ آگے بڑھ گئے اور لوگوں کے لیے اللہ اکبر کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کے درمیان چلتے ہوئے اور صفوں کو چیرتے ہوئے آئے' حتیٰ کہ (پہلی) صف میں کھڑے ہو گئے' پس لوگوں نے تالیاں بجانی شروع کر دیں' حضرت سہل نے کہا: ''تصفیح'' کا معنی ہے: ''تصفیق'' (تالی بجانا)۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ نماز میں اِدھر اُدھر توجہ نہیں کرتے تھے' جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں تو وہ متوجہ ہوئے' پس ناگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے ان کو حکم دیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ کا شکر ادا کیا' پھر وہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے آ گئے حتیٰ کہ صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے' آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی' پس جب آپ نے نماز پڑھا دی تو آپ نمازیوں کی طرف متوجہ ہوئے' سو آپ نے فرمایا: اے لوگو! تمہیں کیا ہوا تھا جب تمہیں نماز میں' اچانک کوئی چیز پیش آئی تو تم نے تالیاں بجانی شروع کر دیں' تالیاں بجانا تو صرف عورتوں کے لیے جائز ہے' جب کسی شخص کو نماز میں اچانک کوئی چیز پیش آئے تو وہ کہے: سبحان اللہ! پھر آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے' پس فرمایا: اے ابوبکر! جب میں نے تمہیں اشارہ کیا تھا تو تم کو نماز پڑھاتے رہنے سے کس نے منع کیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز پڑھانی شروع کر دیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۷ - بَابُ الْخَصْرِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا

۱۲۱۹ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نُهِيَ عَنِ الْخَصْرِ فِي الصَّلٰوةِ. وَقَالَ هِشَامٌ وَاَبُوْ هِلَالٍ، عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث: ۱۲۲۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا گیا ہے' اور ہشام اور ابوھلال نے کہا از ابن سیرین از حضرت ابوہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۲۲۰ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نُهِيَ اَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' انہوں نے کہا: کسی (بھی) شخص کو کوکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

حدیث اوّل کے رجال

(۱) ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) حماد بن زید (۳) ایوب بن ابی تمیمہ السختیانی (۴) محمد بن سیرین (۵) ہشام بن حسان ابوعبد اللہ القردی' یہ ۱۴۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) ابوھلال محمد بن سلیم الراسبی' یہ ۱۶۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۷) عمرو بن علی الصیرفی الفلاس (۸) یحییٰ بن سعید القطان (۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۳۲-۴۳۱)

نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت کی وجوہ

یہود اکثر اپنی کوکھ پر ہاتھ رکھتے تھے' اس لیے مسلمانوں کو نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا تا کہ یہود کے ساتھ مشابہت نہ ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں اہل دوزخ اور شیطان کی مشابہت ہے' اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں:

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کو مکروہ کہتی تھیں اور کہتی تھیں کہ اس طرح یہود کرتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۲۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

خالد بن معدان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک شخص کو کوکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اسی طرح اہل دوزخ' دوزخ میں کرتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۲۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۹۱' دارالفکر' بیروت)

صالح مولی التوءمہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کو نماز میں مکروہ کہتے تھے اور کہتے تھے کہ شیطان اس پر حاضر ہوتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۲۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۹۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اسحاق بن عویمر بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا: کوکھ پر ہاتھ رکھنا اہل دوزخ کے آرام کا طریقہ ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۲۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حمید بن حلال نے کہا: نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا اس لیے مکروہ ہے کہ جب ابلیس کو جنت سے اتارا گیا تو وہ کوکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۳۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کو مکروہ قرار دیتی تھیں اور فرماتی تھیں: یہود کی مشابہت نہ کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۳۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۰۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

۱۸ - بَابُ تَفَكُّرِ الرَّجُلِ الشَّيْءَ فِي الصَّلٰوةِ

کسی شخص کا نماز میں غور وفکر کرنا

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِنِّيْ لَاُجَهِّزُ جَيْشِيْ وَاَنَا فِي الصَّلٰوةِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ نے کہا: بے شک میں لشکر کو تیار کرتا ہوں اور اس وقت میں نماز میں ہوتا ہوں۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ ابوعثمان النہدی سے روایت کیا ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۰۳۴ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۹۵۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اسی کے موافق یہ اثر ہے:

عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ نے کہا: میں بحرین کا جزیہ گنتا رہتا ہوں اور میں اس وقت نماز میں ہوتا ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۰۳۳ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۹۵۰ دار الکتب العلمیہ بیروت)

عیاض الاشعری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے مغرب کی نماز پڑھائی اور اس میں قراءت نہیں کی حضرت ابوموسیٰ نے ان سے کہا: آپ نے قراءت نہیں کی حضرت عمر نے حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہما سے پوچھا: انہوں نے کہا: حضرت ابوموسیٰ نے سچ کہا ہے حضرت عمر نے نماز دوبارہ پڑھائی پھر فرمایا: جس نماز میں قرآن نہ پڑھا جائے وہ نماز نہیں ہوتی میں نے شام کی طرف قافلہ بھیجا تھا میں اس کے متعلق غور کر رہا تھا اس وجہ سے مجھ سے قراءت رہ گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر نے قراءت کو ترک کرنے کی وجہ سے نماز دہرائی نہ اس وجہ سے کہ وہ غور وفکر میں مستغرق ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

١٢٢١ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ، هُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ سَرِيْعًا، فَدَخَلَ عَلٰى بَعْضِ نِسَائِهِ، ثُمَّ خَرَجَ، وَرَاٰى مَا فِي وُجُوْهِ الْقَوْمِ مِنْ تَعَجُّبِهِمْ لِسُرْعَتِهِ، فَقَالَ ذَكَرْتُ وَاَنَا فِي الصَّلٰوةِ تِبْرًا عِنْدَنَا، فَكَرِهْتُ اَنْ يُّمْسِيَ، اَوْ يَبِيْتَ عِنْدَنَا، فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمر نے حدیث بیان کی جو ابن سعید ہیں انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی پس جب آپ نے سلام پھیرا تو جلدی سے کھڑے ہو گئے اور اپنی بعض ازواج کے حجرے میں داخل ہوئے پھر آپ نکل آئے آپ نے جلدی کی وجہ سے نمازیوں کے چہروں پر تعجب کے آثار دیکھے تو آپ نے فرمایا: مجھے نماز میں یاد آیا کہ ہمارے پاس (کچھ) سونا ہے سو مجھے ناپسند ہوا کہ وہ ہمارے پاس شام یا رات گزارے پس میں نے اس کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵۱ میں گزر چکی ہے۔

١٢٢٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنِ الْاَعْرَجِ قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُذِّنَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهُ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّاْذِيْنَ، فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ اَقْبَلَ، فَاِذَا ثُوِّبَ اَدْبَرَ، فَاِذَا سَكَتَ اَقْبَلَ، فَلَا يَزَالُ بِالْمَرْءِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از جعفر از الاعرج انہوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کی اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ پھیر لیتا ہے حتیٰ کہ وہ اذان نہیں سنتا پس جب مؤذن خاموش ہو جاتا ہے تو پھر آ جاتا ہے پھر جب اقامت

يَقُوْلُ لَهُ اُذْكُرْ، مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ، حَتّٰى لَا يَدْرِیْ كَمْ صَلّٰى . قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ قَاعِدٌ. وَسَمِعَهُ اَبُوْ سَلَمَةَ مِنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ پھیر لیتا ہے' پھر جب مؤذن خاموش ہو جاتا ہے تو پھر آ جاتا ہے' پھر مسلسل انسان سے کہتا رہتا ہے کہ فلاں چیز کو یاد کر' جس کو وہ یاد نہیں رکھتا تھا' حتیٰ کہ انسان کو پتا نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت پڑھی ہیں' ابوسلمہ بن عبد الرحمان نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص اس طرح کرے تو وہ بیٹھے ہوئے سہو کے دو سجدے کرے' اور ابوسلمہ نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۰۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۲۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَنِیْ ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِیِّ قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ النَّاسُ اَكْثَرَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ، فَلَقِيْتُ رَجُلًا فَقُلْتُ بِمَا قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَارِحَةَ فِی الْعَتَمَةِ؟ فَقَالَ لَا اَدْرِیْ فَقُلْتُ اَلَمْ تَشْهَدْهَا؟ قَالَ بَلٰى، قُلْتُ لٰكِنْ اَنَا اَدْرِیْ، قَرَاَ سُوْرَةَ كَذَا وَكَذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از سعید المقبری' انہوں نے کہا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ بہت احادیث بیان کرتے ہیں' میں ایک شخص سے ملا' میں نے اس سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گزشتہ رات عشاء کی نماز میں کون سی سورت پڑھی تھی؟ اس نے کہا: مجھے پتا نہیں' میں نے کہا: تم عشاء کی نماز میں حاضر نہیں تھے؟ اس نے کہا: کیوں نہیں! میں نے کہا: لیکن مجھے علم ہے' آپ نے فلاں فلاں سورت پڑھی تھی۔

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کو یہ حدیث ''العمل فی الصلوٰۃ'' کے ابواب کے بجائے ''صلوٰۃ اللیل'' کے ابواب میں ذکر کرنی چاہیے تھی' بہر حال ''العمل فی الصلوٰۃ'' کے ابواب میں ۳۲' احادیث مرفوعہ ہیں' جن میں سے ۶ معلق ہیں اور باقی موصول ہیں۔

الحمد للّٰہ رب العٰلمین! آج ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ/۱۱ مئی ۲۰۰۷ء بہ روز جمعہ بعد نمازِ جمعہ ''العمل فی الصلوٰۃ'' کے ابواب مکمل ہو گئے' اس کے بعد ان شاء اللہ ''کتاب السھو'' شروع ہوگی۔ الٰہ العٰلمین! جس طرح یہاں تک لکھوا دیا ہے' پوری کتاب مکمل کرا دے۔ (آمین)

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۲۲ - كِتَابُ السَّهْوِ

سہو کا بیان

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّهْوِ إِذَا قَامَ مِنْ رَكْعَتَيِ الْفَرِيضَةِ

سہو کے متعلق احادیث' جب آدمی فرض کی دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو جائے

سہو اور نسیان کی تحقیق

سہو کا معنی ہے: کسی چیز سے غفلت اور ذہن کا دوسری چیز کی طرف متوجہ ہونا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: بعض علماء نے سہو اور نسیان میں فرق کیا ہے اور یہ "لیس بشیء" (کچھ نہیں) ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۶۸۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: انہوں نے جو کہا ہے وہ "لیس بشیء" ہے' حقیقت یہ ہے کہ سہو اور نسیان میں باریک فرق ہے' اور وہ یہ ہے کہ سہو میں شعور معدوم ہو جاتا ہے اور نسیان میں انسان کو شعور ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے سہو اور نسیان میں صحیح فرق نہیں لکھا' صحیح فرق یہ ہے:

علامہ سید محمد امین عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

تحقیق یہ ہے کہ لغت کے اعتبار سے سہو اور نسیان میں کوئی فرق نہیں ہے اور اصطلاح کے اعتبار سے ان میں فرق ہے۔ سہو کا معنی ہے: ضرورت کے وقت کسی چیز کا ذہن میں مستحضر نہ ہونا' جمع الجوامع میں مذکور ہے: سہو کا معنی ہے: معلوم سے غفلت' اور معمولی توجہ سے ذہن اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے' اور نسیان میں معلوم زائل ہو جاتا ہے' اور حکماء نے کہا ہے کہ سہو میں معلوم کی صورت حافظہ میں موجود ہوتی ہے اور مدرکہ سے زائل ہو جاتی ہے اور نسیان میں معلوم کی صورت حافظہ اور مدرکہ دونوں سے زائل ہو جاتی ہے اور اس کے حصول کے لیے دوبارہ کسب کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۷۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹)

١٢٢٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی از ابن شہاب از عبد الرحمٰن الاعرج از حضرت عبد اللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں کسی نماز کی دو

وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ مِنْ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ، ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَجْلِسْ، فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ، فَلَمَّا قَضَى صَلٰوتَهُ وَنَظَرْنَا تَسْلِيْمَهُ، كَبَّرَ قَبْلَ التَّسْلِيْمِ، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ، ثُمَّ سَلَّمَ.

رکعت نماز پڑھائی' پھر آپ کھڑے ہو گئے اور بیٹھے نہیں' پس نمازی بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے' جب آپ نے اپنی نماز پوری کر لی تو ہم آپ کے سلام کے منتظر تھے' آپ نے سلام پھیرنے سے پہلے اللہ اکبر کہا' پھر بیٹھے ہوئے دو سہو کے سجدے کیے' پھر سلام پھیر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۲۹ میں گزر چکی ہے تاہم بعض ضروری اُمور ذکر کیے جا رہے ہیں:

فقہاء احناف کے مؤقف کے ثبوت میں سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کے متعلق احادیث

اس حدیث کے ظاہر سے بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز میں زیادتی ہو یا کمی' سجدۂ سہو نماز میں مطلقاً سلام سے پہلے کیا جائے گا' یہی امام شافعی کا صحیح مذہب ہے' اور امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے' امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور ثوری کا یہ مذہب ہے کہ نماز میں زیادتی ہو یا کمی سجدۂ سہو سلام کے بعد کیا جائے گا' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت ابن مسعود' حضرت عمار' حضرت ابن عباس' حضرت ابن الزبیر اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے' اور فقہاء تابعین میں سے النخعی' ابن ابی لیلیٰ اور حسن بصری کا یہی مؤقف ہے۔ ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی' اس میں کچھ زیادتی یا کمی کی' جب آپ نے سلام پھیر دیا تو آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟ نمازیوں نے کہا: آپ نے اس طرح اس طرح نماز پڑھائی ہے' آپ نے پیر موڑے اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور دو سہو کے سجدے کیے' پھر سلام پھیر دیا۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۴۰۱' صحیح مسلم: ۵۷۲)

اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کیا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی' پس تین رکعت کے بعد سلام پھیر دیا' پھر آپ اپنے گھر چلے گئے' پھر ایک شخص کھڑے ہوئے جن کا نام خرباق تھا اور ان کے ہاتھوں میں طول تھا' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! پھر آپ کے نماز پڑھانے کی رکعات کا ذکر کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصہ میں اپنا تہ بند گھسیٹتے ہوئے نکلے حتیٰ کہ نمازیوں تک پہنچے' پس آپ نے پوچھا: کیا یہ سچ کہہ رہے ہیں؟ نمازیوں نے کہا: جی ہاں! پس آپ نے ایک رکعت پڑھائی' پھر سلام پھیر دیا' پھر آپ نے دو سجدے کیے' پھر سلام پھیر دیا۔ (صحیح مسلم: ۵۷۴' سنن ابوداؤد: ۱۰۱۸)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے۔

الشعبی بیان کرتے ہیں کہ ہم کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی' پس وہ دو رکعت پڑھانے کے بعد کھڑے ہو گئے' پس نمازیوں نے سبحان اللہ کہا اور انہوں نے بھی سبحان اللہ کہا' پس جب انہوں نے باقی نماز پڑھا دی تو سلام پھیرا' پھر بیٹھ کر دو سجدۂ سہو کیے' پھر ان کو یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس طرح کیا تھا جس طرح انہوں نے کیا تھا۔

(سنن ترمذی: ۳۶۴' مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۸)

اس حدیث میں بھی یہ بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کیا۔

صالح بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک نماز پڑھی' اس میں ان

کو سہو ہو گیا' انہوں نے سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کیا' پھر ہماری طرف مڑ کر کہا: سنو! میں نے اسی طرح کیا ہے جس طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (المعجم الاوسط: ۶۵۱۲' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس کو اپنی نماز میں شک ہو وہ صحیح چیز پر غور کر کے اپنی نماز پوری کرے' پھر سلام پھیر دے اور دو سجدۂ سہو کرے۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۲۸' صحیح البخاری: ۴۰۱' صحیح مسلم: ۵۷۲' سنن نسائی: ۱۲۳۹' سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۱)

اس حدیث میں آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کرنے کا حکم دیا ہے:

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اپنی نماز میں شک ہو' وہ سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کرے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۳۳' سنن نسائی: ۱۲۴۷)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر سہو کے لیے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے ہیں

(المعجم الکبیر: ۱۴۱۲' سنن ابوداؤد: ۱۰۳۸' سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۹' مصنف عبدالرزاق: ۳۵۴۳' مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۰)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صریح حکم ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کیے جائیں۔

سلام سے پہلے یا بعد سجدۂ سہو کرنے میں مذاہب فقہاء

(۱) فقہاء احناف کے نزدیک مطلقاً سلام کے بعد سجدۂ سہو کیے جائیں اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک مطلقاً سلام سے پہلے سجدۂ سہو کیے جائیں۔

(۲) امام مالک کے نزدیک اگر نماز میں کمی ہو تو سلام سے پہلے سجدۂ سہو کیے جائیں اور اگر نماز میں زیادتی ہو تو سلام کے بعد سجدۂ سہو کیے جائیں۔

(۳) امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جن صورتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام سے پہلے سجدۂ سہو کیے ہیں' وہاں سلام سے پہلے سجدۂ سہو کیے جائیں اور جن صورتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کے بعد سجدۂ سہو کیے ہیں' وہاں سلام کے بعد سجدۂ سہو کیے جائیں۔

(۴) ظاہریہ کا مذہب یہ ہے کہ صرف اُن ہی صورتوں میں سجدۂ سہو کیا جائے جن صورتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدۂ سہو کیا ہے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یہ اختلاف صرف اولویت میں ہے' اگر سلام سے پہلے بھی سجدہ کر لیا جائے تو فقہاء احناف کے نزدیک جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جن صورتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدۂ سہو کیا

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو رکعت کے بعد کھڑے ہو گئے جیسا کہ حضرت ابن بحسینہ کی حدیث میں ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۲۵)

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا جیسا کہ حضرت ذوالیدین کی حدیث میں ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۲۷)

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین رکعت کے بعد سلام پھیر دیا جیسا کہ حضرت عمران بن حصین کی حدیث میں ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۷۴)

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ رکعات پڑھیں جیسا کہ حضرت ابن مسعود کی حدیث میں ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۲۶)

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شک کی صورت میں سجدۂ سہو کیا جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری کی حدیث میں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۲۴)

۱۲۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ

الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنِ اثْنَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ، لَمْ يَجْلِسْ بَيْنَهُمَا، فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ.

بن سعید از عبد الرحمان الاعرج از حضرت عبد اللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہو گئے اور دو رکعت کے بعد نہیں بیٹھے جب آپ نے نماز پڑھ لی تو دو سجدے کیے پھر اس کے بعد سلام پھیر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۲۹' اور گزشتہ حدیث: ۱۲۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۲ - بَابٌ إِذَا صَلّٰى خَمْسًا
جب پانچ رکعات نماز پڑھیں

۱۲۲۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا، فَقِيْلَ لَهُ أَزِيْدَ فِي الصَّلٰوةِ؟ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ صَلَّيْتَ خَمْسًا، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پانچ رکعات پڑھا دیں' آپ سے پوچھا گیا: کیا اب نماز میں اضافہ ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: آپ نے پانچ رکعات نماز پڑھائی ہے' آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۱ میں گزر چکی ہے۔

۳ - بَابٌ إِذَا سَلَّمَ فِي رَكْعَتَيْنِ، أَوْ فِي ثَلَاثٍ، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ مِثْلَ سُجُوْدِ الصَّلٰوةِ أَوْ أَطْوَلَ
جب دو رکعت میں سلام پھیر دیا یا تین رکعت میں' پھر نماز کے سجدے کی طرح دو سجدے کیے یا زیادہ طویل

۱۲۲۷ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ أَوِ الْعَصْرَ، فَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ الصَّلٰوةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَقَصَتْ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ أَحَقٌّ مَا يَقُوْلُ؟ قَالُوْا نَعَمْ. فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، قَالَ سَعْدٌ وَرَأَيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ صَلّٰى مِنَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فَسَلَّمَ وَتَكَلَّمَ، ثُمَّ صَلّٰى مَا بَقِيَ، وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، وَقَالَ هٰكَذَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی' پس سلام پھیر دیا' پھر آپ سے حضرت ذو الیدین رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا نماز کم ہو گئی؟ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا: آیا جو یہ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! پس آپ نے دو اور رکعت پڑھائیں' پھر (سہو کے) دو سجدے کیے' سعد نے کہا: اور میں نے عروہ بن الزبیر کو دیکھا' انہوں نے مغرب کی دو رکعت پڑھائیں' پھر سلام پھیر دیا اور کلام کیا' پھر باقی نماز پڑھائی اور (سہو کے) دو سجدے کیے اور کہا: اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۸۲ میں گزر چکی ہے' رہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام کرنا تو یہ آپ کی خصوصیت تھی یا اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز میں کلام مباح تھا۔

٤ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَتَشَهَّدْ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ

جس نے سہو کے دو سجدوں میں تشہد نہیں پڑھا

وَسَلَّمَ اَنَسٌ وَالْحَسَنُ وَلَمْ يَتَشَهَّدَا.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اور حسن بصری نے سلام پھیرا اور تشہد نہیں پڑھا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اور حضرت انس نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے' پھر وہ دونوں کھڑے ہو گئے اور سلام نہیں پھیرا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۹۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ قَتَادَةُ لَا يَتَشَهَّدُ.

اور قتادہ نے کہا: تشہد نہ پڑھے۔

اس تعلیق کے موافق یہ اثر ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا: سہو کے دو سجدوں میں نہ تشہد ہے نہ سلام ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۹۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

١٢٢٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ، عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ اَبِيْ تَمِيْمَةَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْصَرَفَ مِنِ اثْنَتَيْنِ، فَقَالَ لَهٗ ذُوالْيَدَيْنِ اَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ اَمْ نَسِيْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَدَقَ ذُوالْيَدَيْنِ؟ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى اِثْنَتَيْنِ اُخْرَيَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ، فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی از ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی از محمد بن سیرین از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھانے کے بعد (نمازیوں کی طرف) مڑ گئے تو آپ سے حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آیا ذوالیدین نے سچ کہا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے' آپ نے دو اور رکعت پڑھائیں' پھر آپ نے سلام پھیر دیا' پھر آپ نے اللہ اکبر کہا' پس آپ نے سجدہ کیا پہلے سجدہ کی مثل یا اس سے طویل' پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۸۲ میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عَلْقَمَةَ قَالَ قُلْتُ لِمُحَمَّدٍ فِيْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ تَشَهُّدٌ؟ قَالَ لَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ.

ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از سلمہ بن علقمہ' انہوں نے کہا: میں نے محمد سے پوچھا: کیا سہو کے دو سجدوں میں تشہد ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں نہیں ہے۔

۵ - بَابُ مَنْ يُكَبِّرُ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ

سجدۂ سہو میں تکبیر پڑھے

۱۲۲۹ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدٰى صَلٰوتَيِ الْعَشِيِّ، قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَكْثَرُ ظَنِّي الْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ قَامَ إِلٰى خَشَبَةٍ فِي مُقَدَّمِ الْمَسْجِدِ، فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهَا، وَفِيْهِمْ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَهَابَا أَنْ يُكَلِّمَاهُ، وَخَرَجَ سَرَعَانُ النَّاسِ، فَقَالُوْا أَقَصُرَتِ الصَّلٰوةُ؟ وَرَجُلٌ يَدْعُوْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَا الْيَدَيْنِ، فَقَالَ أَنَسِيْتَ أَمْ قَصُرَتْ؟ فَقَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ. قَالَ بَلٰى، قَدْ نَسِيْتَ. فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ، فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ، ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ، فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نمازوں میں سے کوئی ایک نماز پڑھائی' محمد نے کہا: میرا زیادہ گمان یہ ہے کہ وہ عصر کی نماز تھی' آپ نے دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا' پھر آپ لکڑی کے ایک ستون کی طرف کھڑے ہو گئے جو مسجد کے اگلے حصہ میں تھا' آپ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا' اور نمازیوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے' وہ آپ سے کلام کرتے ہوئے ڈرے اور لوگ جلدی جلدی نکلے' پس لوگوں نے کہا: کیا نماز کم ہو گئی ہے؟ اور ایک شخص جن کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذوالیدین کہتے تھے' انہوں نے کہا: کیا آپ بھول گئے ہیں یا نماز کم ہو گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز کم ہوئی ہے' انہوں نے کہا: کیوں نہیں! تحقیق آپ بھول گئے ہیں' پس آپ نے دو رکعت پڑھائیں' پھر سلام پھیر دیا' پھر آپ نے اللہ اکبر کہا' پھر پہلے سجدہ کی مثل یا اس سے طویل سجدہ کیا' پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا' پھر آپ نے اپنا سر مبارک سجدہ میں رکھ دیا اور تکبیر کہی اور اپنے سجود کی مثل یا اس سے لمبا سجدہ کیا' پھر آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور تکبیر کہی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۸۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۳۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ الْأَسَدِيِّ، حَلِيْفِ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوْسٌ، فَلَمَّا أَتَمَّ صَلٰوتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، فَكَبَّرَ فِي كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ، وَسَجَدَهُمَا النَّاسُ مَعَهُ، مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوْسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از الاعرج از حضرت عبد اللہ ابن بحینہ الاسدی' جو بنوعبدالمطلب کے حلیف ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کی نماز میں کھڑے ہو گئے حالانکہ آپ کو بیٹھنا تھا' پس جب آپ نے نماز مکمل کی تو سہو کے دو سجدے کیے' پس ہر سجدہ کے لیے بیٹھے ہوئے تکبیر پڑھی سلام پھیرنے سے پہلے' اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ دو سجدے کیے' آپ کو جو بیٹھنا تھا جس کو آپ بھول گئے تھے' اس کے لیے یہ دو سجدے کیے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۲۹ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ اِذَا لَمْ يَدْرِ كَمْ صَلّٰى ثَلَاثًا اَوْ اَرْبَعًا، سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ

جب یہ معلوم نہ ہو کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں' تین یا چار تو بیٹھے ہوئے دو سجدے کرے

١٢٣١ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ الدَّسْتَوَائِىُّ، عَنْ يَحْيَى ابْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نُوْدِىَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهٗ ضُرَاطٌ، حَتّٰى لَا يَسْمَعَ الْاَذَانَ، فَاِذَا قُضِىَ الْاَذَانُ اَقْبَلَ، فَاِذَا ثُوِّبَ بِهَا اَدْبَرَ، فَاِذَا قُضِىَ التَّثْوِيْبُ اَقْبَلَ، حَتّٰى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ، يَقُوْلُ اُذْكُرْ كَذَا وَكَذَا، مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ، حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ اِنْ يَدْرِىْ كَمْ صَلّٰى، فَاِذَا لَمْ يَدْرِ اَحَدُكُمْ كَمْ صَلّٰى، ثَلَاثًا اَوْ اَرْبَعًا، فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن ابی عبداللہ الدستوائی نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کی اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ پھیر لیتا ہے' حتیٰ کہ وہ اذان نہ سنے' پس جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے' پس جب نماز کی اقامت کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ پھیر لیتا ہے' پس جب اقامت مکمل ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے حتیٰ کہ انسان کے دل میں باتیں ڈالتا ہے اور کہتا ہے: فلاں چیز یاد کر اور فلاں چیز یاد کر جو اس کو یاد نہیں ہوتی' حتیٰ کہ آدمی کو پتا نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت پڑھی ہیں' پس جب تم میں سے کسی کو پتا نہ چلے کہ اس نے تین رکعت پڑھی ہیں یا چار رکعت پڑھی ہیں تو وہ بیٹھے ہوئے (سہو کے) دو سجدے کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۰۸ میں گزر چکی ہے۔

٧ - بَابُ السَّهْوِ فِى الْفَرْضِ وَالتَّطَوُّعِ

فرض اور نفل میں سہو ہونا

وَسَجَدَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ وِتْرِهٖ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وتر کے بعد دو سجدے کیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وتر کو سنت قرار دیتے تھے' اس کے باوجود انہوں نے وتر میں سہو ہونے پر سجدۂ سہو کیا' اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک نفل میں بھی سجدۂ سہو کا وہی حکم تھا جو فرض میں تھا۔ اس تعلیق کے ثبوت میں حسب ذیل آثار ہیں:

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

شعبی اور سعید بن جبیر نے کہا: نفل میں سجدۂ سہو ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۶۵' مجلس علمی' بیروت)

ابو عقیل بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سعید بن المسیب کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نوافل میں بھی اسی طرح دو سجدۂ سہو ہیں جس طرح فرائض میں ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۶۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

١٢٣٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابی سلمہ بن عبد الرحمان از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ يُصَلِّيْ، جَاءَ الشَّيْطَانُ فَلَبَسَ عَلَيْهِ، حَتّٰى لَا يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى، فَاِذَا وَجَدَ ذٰلِكَ اَحَدُكُمْ، فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو شیطان اس پر اشتباہ ڈال دیتا ہے' حتیٰ کہ اس کو پتا نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں' پس جب تم میں سے کوئی شخص اس کیفیت کو پائے تو وہ بیٹھے ہوئے دو (سہو کے) سجدے کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۰۸ میں گزر چکی ہے۔

٨ - بَابُ اِذَا كُلِّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَاَشَارَ بِيَدِهٖ وَاسْتَمَعَ

جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس سے بات کی گئی تو اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور بات سنی

١٢٣٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَزْهَرَ، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَرْسَلُوْهُ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، فَقَالُوْا اِقْرَاْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيْعًا، وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ، وَقُلْ لَهَا اِنَّا اُخْبِرْنَا اَنَّكِ تُصَلِّيْنَهُمَا، وَقَدْ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهُمَا. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكُنْتُ اَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهُمَا. قَالَ كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، فَبَلَّغْتُهَا مَا اَرْسَلُوْنِيْ بِهٖ فَقَالَتْ سَلْ اُمَّ سَلَمَةَ، فَخَرَجْتُ اِلَيْهِمْ، فَاَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا، فَرَدُّوْنِيْ اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا اَرْسَلُوْنِيْ بِهٖ اِلٰى عَائِشَةَ، فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهُمَا، ثُمَّ رَاَيْتُهُ يُصَلِّيْهِمَا حِيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِيْ نِسْوَةٌ مِّنْ بَنِيْ حَرَامٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَاَرْسَلْتُ اِلَيْهِ الْجَارِيَةَ، فَقُلْتُ قُوْمِيْ بِجَنْبِهٖ، قُوْلِيْ لَهٗ تَقُوْلُ لَكَ اُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، سَمِعْتُكَ تَنْهٰى عَنْ هَاتَيْنِ، وَاَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا؟ فَاِنْ اَشَارَ بِيَدِهٖ فَاسْتَاْخِرِيْ عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از بکیر از کریب کہ حضرت ابن عباس' حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت عبد الرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہم نے انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا' پس انہوں نے کہا کہ تم حضرت عائشہ کو ہم سب کی طرف سے سلام کہنا اور ان سے عصر کے بعد دو رکعتوں کے متعلق سوال کرنا' اور ان سے کہنا کہ ہمیں معلوم ہوا کہ آپ یہ دو رکعت پڑھتی ہیں اور ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی ﷺ ان دو رکعتوں سے منع کرتے تھے اور حضرت ابن عباس نے کہا: میں حضرت عمر بن الخطاب کے ساتھ مل کر لوگوں کو ان دو رکعتوں کے پڑھنے پر مارتا تھا' کریب نے کہا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور جو پیغام دے کر انہوں نے مجھے بھیجا تھا' میں نے حضرت عائشہ کو وہ پیغام سنایا' حضرت عائشہ نے فرمایا: تم حضرت ام سلمہ سے پوچھو' میں نے ان حضرات کے پاس جا کر حضرت عائشہ کے جواب کی خبر دی' پھر انہوں نے مجھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس وہی پیغام دے کر بھیجا' جو پیغام دے کر حضرت عائشہ کے پاس بھیجا تھا' پس حضرت ام سلمہ نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو ان دو رکعت کے پڑھنے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے' پھر میں نے دیکھا کہ جب آپ عصر کی نماز پڑھتے تھے تو یہ دو رکعت بھی پڑھتے تھے' پھر آپ میرے پاس اس وقت آئے جب میرے

فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ، فَاَشَارَ بِيَدِهِ، فَاسْتَاْخَرَتْ عَنْهُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا بِنْتَ اَبِي اُمَيَّةَ، سَاَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَاِنَّهُ اَتَانِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ، فَشَغَلُوْنِيْ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ. [طرف الحدیث: ۴۳۷۰]

پاس انصار میں سے بنی حرام کی خواتین بیٹھی تھیں' میں نے آپ کے پاس ایک باندی بھیجی' میں نے اس سے کہا کہ تم آپ کے پہلو میں کھڑی ہو جانا اور آپ سے کہنا: یارسول اللہ! ام سلمہ آپ سے یہ عرض کرتی ہیں کہ میں نے آپ سے سنا ہے کہ آپ ان دو رکعت کے پڑھنے سے منع فرماتے ہیں اور میں نے آپ کو یہ دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھا ہے' پس اگر آپ اپنے ہاتھ سے اشارہ کریں تو تم پیچھے ہٹ جانا' پس اس باندی نے ایسا کیا' آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ باندی پیچھے ہٹ گئی' پس جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے ابوامیہ کی بیٹی! تم نے عصر کے بعد کی دو رکعت کے متعلق سوال کیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس عبد القیس کا وفد آیا تھا' انہوں نے مجھے ظہر کے بعد دو رکعت پڑھنے سے مشغول رکھا' سو یہ وہ دو رکعت ہیں۔

حدیث مذکور سے دس مسائل کا استخراج

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی نے اس حدیث سے حسب ذیل مسائل کا استخراج کیا ہے:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں حضرت ام سلمہ کی بات سنی' اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کے لیے اثناء نماز میں کسی کی بات سننا جائز ہے۔

(۲) آپ نے نماز میں اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا' اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں ہاتھ سے اشارہ کرنا جائز ہے۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عصر کے بعد کی دو رکعت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے سائل کو حضرت ام سلمہ کے پاس بھیج دیا کہ انہیں اس مسئلہ کا زیادہ علم ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی عالم سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے اور اس کو علم ہو کہ دوسرے عالم کو اس کا زیادہ علم ہے تو وہ سائل کو اس کے پاس بھیج دے' اور اس میں اہل علم کی فضیلت کا اعتراف ہے۔

(۴) کریب از خود حضرت ام سلمہ کے پاس نہیں گئے بلکہ ان کے پاس گئے جنہوں نے ان کو بھیجا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ جس کو کسی کے پاس بھیجا جائے وہ از خود تصرف نہ کرے' بلکہ وہ یہ دیکھے کہ بھیجنے والے اسے دوسرے کے پاس بھیجتے ہیں یا نہیں۔

(۵) جب مصالح اور مہمات میں تعارض ہو جائے تو جو مصلحت اہم ہو' اس کو مقدم کرے' آپ کے پاس عبد القیس کا وفد آیا جن کو اسلام کے احکام کی تعلیم دینی تھی اور آپ نے ظہر کی سنتیں بھی پڑھنی تھیں' لیکن اسلام کے احکام کی تعلیم زیادہ اہم تھی' اس لیے آپ نے اس کو مقدم کیا اور ظہر کی سنتوں کو مؤخر کر دیا۔

(۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باندی سے کہا: تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں بیٹھنا' اس سے معلوم ہوا کہ سائل کو عالم کے آگے یا پیچھے نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ پہلو (جانب) میں بیٹھنا چاہیے' آگے اس لیے نہ بیٹھے کہ وہ ادب کے خلاف ہے اور پیچھے اس لیے نہ بیٹھے کہ پھر عالم کو اس کی طرف مڑنا پڑے گا۔

(۷) اس حدیث میں سنتوں کو قضاء کرنے کا ثبوت ہے' مگر یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

(۸) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنتیں گھر میں پڑھی تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ سنن اور نوافل گھر میں پڑھنے چاہئیں۔

(۹) چند خواتین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کے لیے آئیں اور اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی گھر میں تشریف فرما تھے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی خاتون سے ملنے کے لیے دیگر خواتین اس وقت بھی آ سکتی ہیں جب اس کا شوہر گھر پر ہو۔

(۱۰) حضرت ام سلمہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کا سبب دریافت کیا' اس سے معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دینی مسائل دریافت کرتی تھیں' اور حضرت ابن عباس وغیرہ نے اس مسئلہ کو معلوم کرنے کے لیے کریب کو حضرت عائشہ کے پاس پھر حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجا' اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام ازواج مطہرات سے دینی مسائل معلوم کرتے تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب عالم کا عمل اس کے قول کے خلاف ہو تو اس سے اس کا سبب معلوم کرنا چاہیے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے منع فرمایا تھا اور آپ خود عصر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے' اس لیے حضرت ام سلمہ نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۶۲۔۴۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹ - بَابُ الْإِشَارَةِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں اشارہ کرنا

قَالَهُ كُرَيْبٌ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کا ذکر کریب نے کیا از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس تعلیق کے موافق حدیث باب سابق میں گزر چکی ہے۔

١٢٣٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَغَهُ أَنَّ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِي أُنَاسٍ مَعَهُ، فَحُبِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ، فَجَاءَ بِلَالٌ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ، إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ، وَقَدْ حَانَتِ الصَّلٰوةُ، فَهَلْ لَّكَ أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ قَالَ نَعَمْ، إِنْ شِئْتَ. فَأَقَامَ بِلَالٌ، وَتَقَدَّمَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَكَبَّرَ لِلنَّاسِ، وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي فِي الصُّفُوْفِ، حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْقِ، وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلٰوتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ الْتَفَتَ، فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ بنو عمرو بن عوف کے درمیان کچھ رنجش ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند اصحاب کے ساتھ ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے نکلے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں تاخیر ہو گئی اور ادھر نماز کا وقت آ گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' پس انہوں نے کہا: اے ابوبکر! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں تاخیر ہو گئی اور نماز کا وقت آ گیا ہے' پس آپ کی کیا رائے ہے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! اگر تم چاہو' پس حضرت بلال نے اقامت کہی' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے' پس لوگوں کے لیے اللہ اکبر کہا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے' آپ صفوں میں چلتے ہوئے آئے حتیٰ کہ پہلی صف میں کھڑے ہو گئے' پھر لوگ تالیاں بجانے لگے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں اِدھر اُدھر التفات نہیں کرتے تھے' پھر جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں

وَسَلَّمَ ' فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُهُ اَنْ يُّصَلِّيَ، فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَدَيْهِ، فَحَمِدَ اللهَ، وَرَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَآءَهٗ، حَتّٰى قَامَ فِى الصَّفِّ، فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ، مَا لَكُمْ حِيْنَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِى الصَّلٰوةِ اَخَذْتُمْ فِى التَّصْفِيْقِ، اِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهٗ شَيْءٌ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللهِ، فَاِنَّهٗ لَا يَسْمَعُهٗ اَحَدٌ حِيْنَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ اللهِ اِلَّا الْتَفَتَ، يَا اَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِيْنَ اَشَرْتُ اِلَيْكَ؟ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

بجائیں تو انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اشارہ سے یہ حکم دیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے' پس اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے لوٹے' حتیٰ کہ صف میں کھڑے ہوگئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھ گئے اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی' پس جب آپ فارغ ہو گئے تو نمازیوں کی طرف مڑے' پس فرمایا: اے لوگو! تمہیں کیا ہوا جب تمہیں نماز میں کوئی چیز اچانک پیش آ جائے تو تم تالیاں بجاتے ہو' تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے جائز ہے' جس شخص کو اس کی نماز میں اچانک کوئی چیز پیش آ جائے تو اس کو سبحان اللہ کہنا چاہیے' کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو جو شخص بھی اس کو سنے گا وہ متوجہ ہوگا' اے ابوبکر! جب میں نے تم کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا تھا تو تم کو نماز پڑھاتے رہنے سے کس نے منع کیا تھا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نماز پڑھاتا رہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۳۵ - **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الثَّوْرِيُّ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا، وَهِيَ تُصَلِّيْ قَائِمَةً، وَالنَّاسُ قِيَامٌ، فَقُلْتُ مَا شَاْنُ النَّاسِ؟ فَاَشَارَتْ بِرَاْسِهَا اِلَى السَّمَاءِ، فَقُلْتُ اٰيَةٌ؟ فَقَالَتْ بِرَاْسِهَا اَيْ نَعَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثوری نے حدیث بیان کی از ہشام از فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا' انہوں نے کہا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور وہ کھڑی ہوئی نماز پڑھ رہی تھیں اور نمازی کھڑے ہوئے تھے' میں نے پوچھا: لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ تو حضرت عائشہ نے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا' میں نے پوچھا: یہ کوئی علامت ہے؟ تو انہوں نے سر سے اشارہ کیا یعنی ہاں!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۳۶ - **حَدَّثَنَا** اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهَا قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهٖ وَهُوَ شَاكٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار تھے تو آپ نے اپنے گھر میں بیٹھ کر

جَالِسًا، وَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوا، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا.

نماز پڑھی' اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ وہ بیٹھ جائیں' پس جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم رکوع سے سر اٹھاؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۸ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب السہو'' کا اختتام

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین! آج ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ/ ۱۳ مئی ۲۰۰۷ء بہ روز اتوار بعد از نمازِ ظہر ''کتاب سجود السہو'' مکمل ہوگئی' اس کتاب میں ۱۹' احادیث مرفوعہ ہیں اور ۲' احادیث معلقہ ہیں۔ الٰہ العٰلمین! اس شرح نعمۃ الباری کو مکمل فرما' اس کو قبولِ عام عطاء فرما اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ اور احباب کی' قارئین اور جملہ مؤمنین کی مغفرت فرما۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

۲۳ - كِتَابُ الْجَنَائِزِ

جنائز کا بیان

یہ کتاب جنائز کے احکام میں ہے' جنائز' جنازہ کی جمع ہے' جنازہ اس تخت کو کہتے ہیں جس پر میت ہو' امام بخاری نے نماز اور زکوٰۃ کے احکام کے درمیان میت کے احکام بیان کیے ہیں' اس کتاب میں میت کو غسل دینے' اس کو کفن پہنانے' اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے اور اس کو دفن کرنے کے احکام کے متعلق احادیث کو ذکر کیا جائے گا۔

اسلام میں نمازِ جنازہ کا آغاز ہجرت کے پہلے سال ماہِ شوال میں ہوا۔ حافظ ابن اثیر متوفی ۶۳۰ھ اور حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ میں ہجرت کے سات مہینے بعد مسلمانوں میں سب سے پہلے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔ (اسد الغابہ ج۱ ص ۲۰۵' البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۱۲۶) امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسعد بن زرارہ کی نمازِ جنازہ پڑھائی' اور ان کو سب سے پہلے بقیع میں دفن کیا گیا۔ (طبقاتِ کبریٰ ج ۳ ص ۴۵۹) حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ امام بغوی نے کہا ہے: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ہجرت کے بعد صحابہ میں جو سب سے پہلے فوت ہوئے' وہ حضرت اسعد بن زرارہ تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (الاصابہ ج۱ ص ۲۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

١ - بَابٌ فِي الْجَنَائِزِ ' وَمَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

جس کا آخری کلام ہو: ''لا الٰہ الا اللّٰہ''

یعنی جس کا دنیا سے نکلتے وقت آخری کلام ہو: ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' اس عنوان کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا آخری کلام ''لا الٰـہ الا اللّٰـہ'' ہو' وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۱۶' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۳' المستدرک ج۱ ص ۳۵۱)

امام ابن حبان کی روایت میں ہے: جس کا موت کے وقت آخری کلام ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' ہو' وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(صحیح ابن حبان: ۷۱۹-۷۱۹)

الٰہ العٰلمین! موت کے وقت ہماری زبان پر کلمہ ''لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' جاری فرما دینا۔ (آمین)

وَقِيْلَ لِوَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَلَيْسَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ ؟ قَالَ بَلٰى ' وَلٰكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ اِلَّا لَهٗ اَسْنَانٌ ' فَاِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَّهٗ اَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ ' وَاِلَّا

اور وہب بن منبہ سے کہا گیا: کیا ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' جنت کی چابی نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! لیکن ہر چابی کے دندانے ہوتے ہیں' اگر تم دندانے والی چابی لائے تو (جنت کا تالا)

لَمْ يُفْتَحْ لَكَ. کھول دیا جائے گا ورنہ نہیں کھولا جائے گا۔

اس تعلیق کی اصل امام بیہقی کی کتاب میں ہے' وہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے وہب بن منبہ سے کہا: کیا ''لا الہ الا اللہ'' جنت کی چابی نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! اے میرے بھتیجے! لیکن (یہ بات یاد رکھو کہ) ہر چابی کے دندانے ہوتے ہیں' پس جو شخص دندانے والی چابی لائے گا' اُس کے لیے دروازہ کھلے گا اور جو ایسی چابی نہیں لائے گا' اُس کے لیے دروازہ نہیں کھلے گا۔ (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۱۱۰۔۱۰۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

اس چابی کے دندانے فرائض اور واجبات کو ادا کرنا ہے' اور اللہ تعالیٰ کی معصیت سے اجتناب کرنا ہے' تاہم اگر کسی نے اس میں کوتاہی کی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اس کی مغفرت ہو جائے گی' ورنہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں چلا جائے گا۔

۱۲۳۷ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَاصِلُ الْأَحْدَبُ، عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِيْ اٰتٍ مِنْ رَبِّيْ، فَأَخْبَرَنِيْ، أَوْ قَالَ بَشَّرَنِيْ، أَنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِيْ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ. قُلْتُ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ.

[اطراف الحدیث: ۱۴۰۸۔ ۲۳۸۸۔ ۳۲۲۲۔ ۵۸۲۷۔ ۶۲۶۸۔ ۶۴۴۳۔ ۶۴۴۴۔ ۷۴۸۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مہدی بن میمون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں واصل الاحدب نے حدیث بیان کی از المعرور بن سوید از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس میرے رب کی طرف سے آنے والا آیا' پس اس نے مجھے خبر دی یا فرمایا: مجھے بشارت دی کہ جو شخص میری امت میں سے اس حال میں مرا کہ وہ اللہ سے بالکل شرک نہیں کرتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا' میں نے کہا: خواہ اس نے زنا کیا ہو' اور خواہ اس نے چوری کی ہو' آپ نے فرمایا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو۔

(صحیح مسلم: ۹۴' الرقم المسلسل: ۲۶۶' مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۴۶۶۔ ج ۳۵ ص ۳۷۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۲۹۴' مکتبۃ الرشد' ریاض ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۷۲۲۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ المنقری التبوذکی (۲) مہدی بن میمون المعولی الازدی (۳) واصل بن حیان (۴) المعرور بن سوید (۵) حضرت ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵)

مرتکب کبیرہ کے متعلق اہل سنت کا موقف

اس حدیث میں اہل سنت کی دلیل ہے کہ مرتکب کبیرہ کی مغفرت ہوسکتی ہے اور مسلمان بہرحال جنت میں داخل ہوں گے' اگر ان کے گناہوں کی ابتداءً مغفرت نہیں ہوئی تو بعد میں مغفرت ہو جائے گی اور وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۸۰۔ ج ۱ ص ۵۵۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: کیا صرف لا الہ الا اللہ کہہ لینا نجات کے لیے کافی ہے۔

۱۲۳۸ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا شَقِیْقٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ یُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئًا دَخَلَ النَّارَ. وَقُلْتُ اَنَا مَنْ مَّاتَ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

[اطراف الحدیث: ۴۴۹۷ ـ ۶۶۸۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شقیق نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کے ساتھ ذرا سا بھی شرک کرتے ہوئے مر گیا وہ دوزخ میں داخل ہوگا' اور میں کہتا ہوں کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کیا' وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(صحیح ابن حبان: ۲۵۱' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۴۸' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۵۵۲ ـ ج ۶ ص ۱۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن حفص النخعی (۲) ان کے والد حفص بن غیاث بن طلق (۳) سلیمان الاعمش (۴) شقیق بن سلمہ (۵) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۷)

۲ - بَابُ الْاَمْرِ بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ
جنائز کے ساتھ جانے کا حکم

۱۲۳۹ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَشْعَثِ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِیَةَ بْنَ سُوَیْدِ ابْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ اَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ' وَعِیَادَةِ الْمَرِیْضِ' وَاِجَابَةِ الدَّاعِیْ' وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ' وَاِبْرَارِ الْقَسَمِ' وَرَدِّ السَّلَامِ' وَتَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ' وَنَهَانَا عَنْ اٰنِیَةِ الْفِضَّةِ' وَخَاتَمِ الذَّهَبِ' وَالْحَرِیْرِ' وَالدِّیْبَاجِ' وَالْقَسِّیِّ' وَالْاِسْتَبْرَقِ.

[اطراف الحدیث: ۲۴۴۵ ـ ۵۱۷۵ ـ ۵۶۳۵ ـ ۵۶۵۰ ـ ۵۸۳۸ ـ ۵۸۴۹ ـ ۵۸۶۳ ـ ۶۲۲۲ ـ ۶۲۳۵ ـ ۶۶۵۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاشعث' انہوں نے کہا: میں نے معاویہ بن سوید بن مقرن سے سنا از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا: ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے کا' مریض کی عیادت کرنے کا' دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے کا' مظلوم کی مدد کرنے کا' قسم پوری کرنے کا' سلام کا جواب دینے کا اور چھینک لینے والے کو دعا دینے کا حکم دیا' اور ہم کو چاندی کے برتن استعمال کرنے سے' سونے کی انگوٹھی پہننے سے' ریشم' دیباج' قسی اور استبرق پہننے سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۲۰۶۶' الرقم المسلسل: ۵۲۹۰' سنن ترمذی: ۲۸۰۹' سنن نسائی: ۱۹۳۹' سنن ابن ماجہ: ۲۱۱۵' سنن نسائی: ۱۹۳۹' مشکل الآثار: ۶۷۷' سنن کبریٰ ج ۱ ص ۶۷۲' شعب الایمان: ۸۷۵۶' شرح السنہ: ۱۴۰۶' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۵۰۴ ـ ج ۳۰ ص ۴۶۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۶۵۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۴۳۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو الولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) الاشعث بن سلیم بن الاسود المحاربی' یہ ۱۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) معاویہ بن سوید بن مقرن (۵) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸)

جنازہ کے فقہی احکام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جو پہلا حکم دیا گیا ہے وہ جنازوں کے ساتھ جانا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے' جنازہ کے ساتھ جانے کا معنی ہے: جنازہ کو اٹھانا اور ایک دوسرے سے کندھا بدلنا' یہ رشتہ داروں اور پڑوسیوں پر واجب ہے' جنازہ کی اتباع کرنے کی تین اقسام ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ فقط اس کی نماز پڑھی جائے' اس پر ایک قیراط اجر ملتا ہے' جو میزان میں احد پہاڑ کے برابر ہوگا' دوسری قسم یہ ہے کہ وہ جنازہ کے ساتھ جائے اور دفن تک اس کے ساتھ رہے' اس میں دو قیراط اجر ملتا ہے' اور تیسری قسم یہ ہے کہ اس کی موت کے وقت خود کلمہ پڑھے تاکہ مرنے والے کا ذہن بھی کلمہ پڑھنے کی طرف متوجہ ہو' اسی طرح ہمارے نزدیک جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۱)

جنازہ کے آگے یا پیچھے چلنے کے متعلق احادیث اور مذاہب فقہاء

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' وہ اس وقت اکڑوں بیٹھے ہوئے تھے' حضرت ابوسعید نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سلام کیا' انہوں نے ان کے سلام کا جواب دیا' حضرت ابوسعید نے کہا: اے ابوالحسن! مجھے یہ بتایئے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے یا جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے؟ حضرت علی نے اپنی آنکھوں کے درمیان اپنے ماتھے پر شکن ڈال کر کہا: سبحان اللہ! تم جیسا شخص اس مسئلہ کو پوچھ رہا ہے؟ حضرت ابوسعید نے کہا: ہاں! مجھ جیسا شخص آپ جیسے شخص سے یہ مسئلہ معلوم کر رہا ہے' حضرت علی نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! جنازہ کے پیچھے چلنے والے کی فضیلت جنازہ کے آگے چلنے والے پر ایسی ہے جیسے فرض نماز کی فضیلت نفل نماز پر ہے' حضرت ابوسعید نے کہا: ابوابوالحسن! یہ آپ اپنی رائے سے کہہ رہے ہیں یا آپ نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' حضرت علی غضب ناک ہوئے اور فرمایا: سبحان اللہ! اے ابوسعید! کیا اس قسم کی بات میں اپنی رائے سے کہوں گا! نہیں! بلکہ میں نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعدد بار سنا ہے' ایک دفعہ یا دو دفعہ یا تین دفعہ نہیں بلکہ سات مرتبہ سنا ہے' حضرت ابوسعید نے کہا: اللہ کی قسم! میں ایک انصاری کے جنازہ میں حاضر ہوا' اس کے جنازہ میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم تھے' میں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا' وہ جنازہ کے آگے چل رہے تھے' حضرت علی ہنسے اور پوچھا: تم نے خود ان کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا؟ حضرت ابوسعید نے کہا: ہاں! حضرت علی نے کہا: اگر تمہارے علاوہ کوئی اور مجھ سے یہ کہتا تو میں اس کی تصدیق نہ کرتا' لیکن میں خوب جانتا ہوں کہ جھوٹ بولنا تمہاری شان نہیں ہے' اللہ ان دونوں کی مغفرت فرمائے' اس امت میں سب سے افضل ابوبکر بن ابی قحافہ اور عمر بن الخطاب تھے' پھر اللہ ہی کو علم ہے کہ وہ اب کہاں ہیں' اور اگر میں ان کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھ لیتا تو ان کو منع کرتا' وہ دونوں خوب جانتے تھے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا جنازہ کے آگے چلنے سے اس طرح افضل ہے جس طرح فرض نماز نفل نماز سے افضل ہے اور ان دونوں نے اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح سنا تھا جس طرح میں نے سنا تھا' لیکن انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ لوگ جمع ہوں اور تنگ ہوں' پس انہوں نے جنازہ کے آگے چلنے کو اختیار کیا تاکہ وہ لوگوں کو آسانی مہیا کریں' اور وہ جانتے تھے کہ ان کی اقتداء کی جاتی ہے' اس وجہ سے وہ جنازہ کے آگے چلے' حضرت ابوسعید نے کہا: اے ابوالحسن! یہ بتایئے کہ اگر میں جنازہ پر حاضر ہوں تو کیا میرا جنازہ کو اٹھانا واجب ہے؟ حضرت علی نے کہا: نہیں! یہ بہتر ہے' جو چاہے اس کو اٹھائے اور جو چاہے ترک کردے۔ الحدیث

(مصنف عبدالرزاق: ۶۲۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

العزیز ار نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے جنازہ کے آگے چلنے کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: تم جنازہ کو رخصت کرنے والے ہو' خواہ تم اس کے آگے چلو خواہ پیچھے چلو' خواہ اس کی دائیں طرف چلو خواہ اس کی بائیں طرف چلو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۶۲۸۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جنازہ کے ساتھ چلنے کے متعلق سوال کیا' تو آپ نے فرمایا: جنازہ متبوعہ ہے تابعہ نہیں' جو جنازہ کے آگے چلا وہ جنازہ کے ساتھ نہیں ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۶۲۹۱' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۸' سنن ابوداؤد: ۳۱۸۴' سنن ترمذی: ۱۰۱۱' سنن ابن ماجہ: ۱۴۸۴)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب میں سے اہل علم اور دیگر کا یہ مذہب ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے' سفیان ثوری اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔ (امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا' وہ جنازہ کے آگے چلتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۷۹' سنن ترمذی: ۱۰۰۷' سنن نسائی: ۱۹۴۳' سنن ابن ماجہ: ۱۴۸۲' مسند احمد ج ۲ ص ۸)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

جنازہ کے آگے چلنے میں اہل علم کا اختلاف ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب میں سے بعض اہل علم اور دوسروں کا مذہب یہ ہے کہ جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے۔ (سنن ترمذی ص ۴۲۶' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

اس حدیث کا وہی محمل ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔

دعوت کو قبول کرنے' قسم پوری کرنے' مظلوم کی مدد کرنے' چھینک والے کو دعا دینے اور سلام کا جواب دینے' سونے چاندی کے برتنوں کو استعمال کرنے اور ریشم پہننے کے فقہی احکام

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

رہا دعوت کو قبول کرنے کا حکم تو اگر وہ دعوتِ ولیمہ ہو تو جمہور علماء اس کے قبول کرنے کو فرض قرار دیتے ہیں اور جو شخص روزہ دار نہ ہو اس پر اس طعام کے کھانے کو واجب قرار دیتے ہیں بہ شرطیکہ وہ کھانا جائز آمدنی سے ہو اور اس تقریب میں کوئی غیر شرعی امر نہ ہو' اس کے علاوہ جو دعوات ہوں ان کے قبول کرنے کو علماء حسن معاشرت کی وجہ سے مستحب قرار دیتے ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے لکھا ہے کہ ولیمہ کو قبول کرنا سنت ہے اور اس کو قبول کرنا افضل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: رہا مظلوم کی مدد کرنا تو وہ انسان کی قدرت اور طاقت کے مطابق اس پر فرض ہے۔

کسی کی قسم کو پورا کرنا مستحب ہے' جب کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ اس کا بھائی فلاں کام کرے گا اور اس کام میں کوئی شرعی خرابی نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ کام کرے تاکہ وہ شخص اپنی قسم میں سچا ہو جائے' اور یہ مکارمِ اخلاق میں سے ہے۔

سلام کا جواب دینا امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک فرض کفایہ ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک فرض عین ہے۔ (واضح رہے کہ احناف کے نزدیک سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ ائمہ ثلاثہ چونکہ فرض اور واجب میں عموماً فرق نہیں کرتے اس لیے علامہ ابن بطال نے فرض عین لکھ دیا۔ سعیدی غفرلہٗ)

جس شخص کو چھینک آئے تو اس کو دعا دینا سنت ہے' یعنی جب کسی کو چھینک آئے اور وہ ''الحمد للّٰہ'' کہے تو اس کے جواب میں ''یرحمك اللّٰہ'' کہنا سنت ہے۔

چاندی اور سونے کے برتنوں میں پانی پینا اور ان کو استعمال کرنا مردوں اور عورتوں پر حرام ہے اور سونے کی انگوٹھی پہننا خاص طور پر مردوں پر حرام ہے۔

خالص ریشم مردوں پر حرام ہے البتہ جنگ اور دواء کے طور پر مردوں کے لیے جائز ہے اور عورتوں کے لیے ریشم حلال ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۳۹ ' دار الکتب العلمیہ بیروت ' ۱۴۲۴ھ)

١٢٤٠ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِي سَلَمَةَ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ. تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ. وَرَوَاهُ سَلَامَةُ، عَنْ عُقَيْلٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی از الاوزاعی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا' مریض کی عیادت کرنا' جنازوں کے ساتھ جانا' دعوت کو قبول کرنا اور چھینک لینے والے کو جواب دینا۔ عمرو بن سلمہ کی متابعت عبد الرزاق نے کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی' اور اس حدیث کو سلامہ نے عقیل سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۱۲۳۹ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث: ۱۲۳۹' شرح صحیح مسلم: ۵۲۷۴۔ ج ۶ ص ۳۳۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) کفار فروع کے مخاطب ہیں یا نہیں؟ (۲) مردوں پر ریشم حرام ہونے کی تفصیل اور دیگر مسائل (۳) سونے' چاندی کے بٹن اور دیگر مسائل۔

٣ - بَابُ الدُّخُوْلِ عَلَى الْمَيِّتِ بَعْدَ الْمَوْتِ اِذَا اُدْرِجَ فِيْ كَفَنِهٖ

جب میت کو کفن میں لپیٹ دیا جائے تو پھر اس کے پاس آنا

١٢٤١، ١٢٤٢ - **حَدَّثَنَا** بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِي مَعْمَرٌ وَيُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَخْبَرَتْهُ قَالَتْ اَقْبَلَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلٰى فَرَسِهٖ مِنْ مَسْكَنِهٖ بِالسُّنْحِ، حَتّٰى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ، حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، فَتَيَمَّمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسَجًّى بِبُرْدِ حِبَرَةٍ، فَكَشَفَ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے معمر اور یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی' انہوں نے بتایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سنح میں واقع اپنے گھر سے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے' حتیٰ کہ مسجد میں ٹھہرے' پھر کسی شخص سے کوئی بات نہیں کی حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قصد کیا' اس وقت آپ ایک سوتی چادر میں لپٹے ہوئے تھے' حضرت ابو بکر نے آپ کے چہرے کو کھولا' پھر آپ پر

وَجْهِهٖ، ثُمَّ اَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهٗ، ثُمَّ بَكٰى فَقَالَ بِاَبِيْ اَنْتَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ، اَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِيْ كُتِبَ اللّٰهُ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا. قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ فَاَخْبَرَنِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ خَرَجَ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُكَلِّمُ النَّاسَ، فَقَالَ اِجْلِسْ، فَاَبٰى فَقَالَ اِجْلِسْ فَاَبٰى فَتَشَهَّدَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَمَالَ اِلَيْهِ النَّاسُ وَتَرَكُوْا عُمَرَ فَقَالَ اَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ. اِلٰى. الشّٰكِرِيْنَ﴾ (آل عمران: ۱۴۴) وَاللّٰهِ، لَكَاَنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ الْاٰيَةَ حَتّٰى تَلَاهَا اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ، فَمَا يُسْمَعُ بَشَرٌ اِلَّا يَتْلُوْهَا.

[اطراف الحدیث: (حدیث: ۱۲۴۱) ۳۶۶۷۔ ۴۴۵۳۔ ۴۴۵۵۔ ۵۷۱۰، (حدیث: ۱۲۴۲) ۳۶۶۸۔ ۳۶۷۰۔ ۴۴۵۳۔ ۴۴۵۴۔ ۴۴۵۷۔ ۵۷۱۱]

جھک کر آپ کے چہرے کو بوسا دیا' پھر رونے لگے' پس کہا: آپ پر میرے باپ فدا ہوں' اے اللہ کے نبی! اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا' رہی وہ موت جو اللہ نے آپ کے لیے لکھ دی تھی' سو اس موت کو آپ پا چکے ہیں۔ ابوسلمہ نے کہا: مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نکل گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے' حضرت ابوبکر نے کہا: بیٹھ جائیں' پس انہوں نے انکار کیا' انہوں نے پھر کہا: بیٹھ جائیں' انہوں نے انکار کیا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا' تو لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور حضرت عمر کو چھوڑ دیا' پس حضرت ابوبکر نے کہا: بعد حمد وصلوٰۃ کے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تم میں سے جو شخص (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی عبادت کرتا تھا تو بے شک (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو موت آ گئی اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے' اس کو موت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور محمد (خدا نہیں ہیں) صرف رسول ہیں'' الشّٰکِرِیْنَ '' تک۔ (آل عمران: ۱۴۴) اور اللہ کی قسم! لوگوں کو یوں لگتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو ابھی نازل کیا ہے حتیٰ کہ اس آیت کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تلاوت کی اور لوگوں نے حضرت ابوبکر سے سن کر اس آیت کو یاد کیا' پس جس بشر نے بھی اس آیت کو سنا وہ اس کی تلاوت کر رہا تھا۔

(سنن نسائی: ۱۸۴۰' سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۷' صحیح ابن حبان: ۶۶۲۰' مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۸۶۴۔ ج ۴۱ ص ۳۵۶' مؤسسة الرسالة' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بشر بن محمد ابو محمد السختیانی المروزی' یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) معمر بن راشد (۴) یونس بن یزید (۵) محمد بن مسلم الزہری (۶) ابوسلمہ عبد اللہ بن عبد الرحمان بن عوف (۷) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۹)

میت کا چہرہ کھولنا' میت کو بوسا دینا اور میت پر آنسوؤں سے رونا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ میت کے چہرے سے کپڑا کھولنا جائز ہے' بہ شرطیکہ اس میں کوئی ناگوار چیز نہ ہو اور اس میں میت کے چہرے کو بوسا دینے کا ثبوت ہے' امام عبد الرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت عثمان بن مظعون پر داخل ہوئے' ان پر جھکے' پس ان کو بوسا دیا' پھر روئے حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ آنسو آپ کے رخساروں پر بہ رہے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق:۶۸۰۵)

اور اس حدیث میں میت پر رونے کا ثبوت ہے جب کہ آواز بلند نہ کی جائے۔

رہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا' واللہ اعلم! اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب وغیرہ نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موت نہیں آئی' وہ عنقریب اٹھیں گے اور لوگوں کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ ڈالیں گے' پس حضرت ابوبکر نے یہ ارادہ کیا کہ اللہ آپ پر دنیا میں دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا بایں طور کہ اس موت کے بعد پھر آپ کو زندہ کرے اور پھر آپ پر موت کو طاری کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت ابوبکر کے اس قول کی توجیہ: اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

زیادہ شدید اشکال یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا' اس اشکال کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر نے اپنے اس قول سے ان لوگوں کے ردّ کی طرف اشارہ کیا ہے جن کا یہ زعم تھا کہ آپ عنقریب زندہ ہو کر لوگوں کے ہاتھ کاٹ دیں گے کیونکہ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو لازم آئے گا کہ آپ پر دوسری بار موت آتی تو حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ تعالیٰ اس سے بہت کریم ہے کہ آپ کے اوپر دو موتوں کو جمع کرے جیسا کہ ان لوگوں پر دو بار موت آئی جن کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ. (البقرۃ:۲۴۳)

کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اور موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے تھے' پس اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: مر جاؤ' پھر ان کو زندہ کر دیا۔

یہ گزشتہ کسی امت کا واقعہ ہے جو جہاد میں موت کے ڈر سے یا وبائی طاعون کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری کر دی' پھر ان کے نبی کی دعا سے زندہ کر دیا' پھر دوبارہ اپنے وقت پر ان کو طبعی موت آئی' اس طرح ان پر دوبارہ موت آئی' اسی طرح ایک اور آیت میں ہے:

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ. (البقرۃ:۲۵۹)

یا اس شخص کی مثل جس کا گزر اس بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں کے بل اوندھی پڑھی ہوئی تھی' اس نے کہا: اس موت کے بعد اللہ اس کو کیسے زندہ کرے گا' تو اللہ تعالیٰ نے اس پر سو سال کے لیے موت طاری کر دی' پھر اس کو زندہ کر دیا۔

اس شخص کے متعلق تفسیروں میں متعدد اقوال ہیں' مشہور قول یہ ہے کہ یہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے' ان پر سو سال موت طاری رہی' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا' پھر اپنے وقت پر ان کو دوبارہ طبعی موت آئی' اس طرح ان پر بھی دو بار موت آئی۔

سو جس طرح ان لوگوں پر دو بار موت آئی تھی' اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا' اور یہ سب سے واضح اور صحیح جواب ہے۔

(۲) داؤدی نے یہ جواب دیا ہے کہ عام مسلمانوں کو قبر میں فرشتوں کے سوالات کے جوابات دینے کے لیے زندہ کیا جاتا ہے' پھر ان پر موت طاری کی جاتی ہے' اس طرح ان پر دوبار موت آتی ہے' اللہ تعالیٰ اس طرح آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا (یعنی آپ قبر میں قیامت تک زندہ رہیں گے)۔

(۳) اللہ تعالیٰ اس طرح آپ کو دوبارہ موت نہیں دے گا کہ آپ کے نفس پر بھی موت آئے اور آپ کی شریعت پر بھی موت آئے۔

(۴) موت سے مجازاً سکرات الموت کی تکلیف مراد ہے یعنی آپ پر دوبارہ یہ تکلیف نہیں آئے گی' ایک بار تو آپ نے سکرات الموت کی تکلیف اٹھالی' اب دوبارہ آپ پر یہ تکلیف نہیں آئے گی۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۰۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے بھی ان ہی جوابات کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰)

حضرت ابوبکر کے اس قول کا آیت سے تعارض کا جواب

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا' حالانکہ قرآن مجید میں ہے: قیامت کے دن لوگ کہیں گے:

اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ. (المؤمن:۱۱) تو نے دوبار ہم پر موت طاری کی اور دوبار زندہ کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جمہور مفسرین کے مطابق پہلی موت سے مراد وہ نطفہ ہے جو باپ کی پشت میں ہوتا ہے اور وجود سے پہلے انسان کے عدم کو موت سے تعبیر فرمایا' دوسری موت سے مراد طبعی موت ہے جو وقت مقرر پر آتی ہے' سو اس معنی میں دو موتیں حضرت ابوبکر کے قول کے معارض نہیں ہے اور دو زندگیوں میں سے پہلی زندگی دنیا کی زندگی اور دوسری زندگی آخرت کی زندگی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق محدثین کی تصریحات

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے جو شخص (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا تو بے شک (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو موت آ گئی' اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے' اس کو موت نہیں آئے گی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بعض گم راہ فرقے یہ استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب زندہ نہیں ہیں اور عام لوگوں کی طرح معاذ اللہ آپ اپنی قبر میں مردہ ہیں' ہمارے ہاں کراچی میں غیر مقلدین ہر سال عید میلاد النبی کے موقع پر بڑے بڑے اشتہار چھاپ کر چسپاں کرتے ہیں' جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ لکھا ہوتا ہے اور وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اب آپ زندہ نہیں ہیں' اس لیے ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطبہ سے علماء امت نے کیا سمجھا ہے:

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

زیادہ بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو قبر میں حیات ہے اس پر موت نہیں آئے گی بلکہ آپ مسلسل زندہ رہیں گے اور انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۶۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر نے جو کہا تھا: اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا' اس سے وہ دو موتیں مراد ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہر شخص پر آتی ہیں' پس بے شک انبیاء علیہم السلام کو اپنی قبروں میں موت نہیں آتی بلکہ وہ زندہ ہوتے ہیں اور باقی مخلوق پر قبر میں موت آتی ہے اور وہ قیامت کے دن زندہ کیے جائیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شمس الدین محمد عبد الرحمان السخاوی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ نبی ﷺ دائماً زندہ ہیں اور ہمارا اس پر ایمان ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور امام بیہقی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں وہ نماز پڑھتے ہیں۔

(القول البدیع ص ۲۴۳ مکتبۃ المؤید)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور یہ حدیث صحیح ہے کہ انبیاء زندہ ہیں' اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں' امام بیہقی نے کہا: انبیاء علیہم السلام کا مختلف اوقات میں مختلف جگہوں پر ہونا عقلاً جائز ہے جیسا کہ خبر صادق میں وارد ہے۔ (مرقات ج ۳ ص ۲۶۰' المکتبۃ الحقانیہ پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ' لکھتے ہیں:

حیاتِ انبیاء متفق علیہ ہے' کسی کا بھی اس میں اختلاف نہیں ہے' یہ حیات جسمانی' دنیاوی' حقیقی ہے نہ کہ حیات معنوی روحانی' جیسا کہ شہداء کی ہے' نیز آپ نے فرمایا: اللہ نے انبیاء کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۱۳' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ' مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۴۷)

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ اس موت کے طاری ہونے کے بعد آپ پر دوسری بار موت نہیں آئے گی' اور اس کے بعد اللہ آپ کو زندہ کر دے گا' جیسا کہ حدیث میں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ مکرم ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے چالیس روز تک قبر میں چھوڑے رکھے' اس کے بعد دائمی حیات ہوگی اور موت طاری نہیں ہوگی۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۴۳' مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

شیخ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ' لکھتے ہیں:

قول مختار و مقرر جمہور یہ ہے کہ انبیاء موت کو چکھنے کے بعد دنیاوی حیات کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں۔

(تیسیر القاری ج ۳ ص ۲۶۲' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

یعنی اس موت کے بعد اللہ آپ کو حیات ابدی کے ساتھ زندہ کر دے گا' اس کے برخلاف تمام مسلمانوں کو منکر نکیر کے سوال کے وقت زندہ کیا جاتا ہے' پھر مار دیا جاتا ہے۔ (تیسیر القاری ج ۳ ص ۴۲۵-۴۲۴' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

نبی ﷺ کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق فقہاء کی تصریحات

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

محققین کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ زندہ ہیں اور آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور آپ تمام لذتوں اور عبادات کے ساتھ نفع پاتے ہیں' البتہ کوتاہ بینوں کی نظروں سے آپ حجاب میں ہیں۔ (نور الایضاح مع مراقی الفلاح ج ۲ ص ۴۲۸' المکتبۃ الغوثیہ' کراچی)

علامہ سید احمد الطحطاوی المتوفی ۱۲۳۱ھ' اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص قریب سے آپ پر درود شریف پڑھے تو آپ خود سنتے ہیں اور جب دور سے پڑھے تو فرشتے آپ کو پہنچا دیتے ہیں۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ج ۲ ص ۴۲۸' المکتبۃ الغوثیہ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز شامی متوفی ۱۲۵۸ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (ردالمحتار ج ۶ ص ۱۸۶ 'دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بحیاتِ حقیقی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے' کھاتے پیتے ہیں' جہاں چاہتے آتے جاتے ہیں' تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لیے ایک آن کے لیے ان پر موت طاری ہوئی' پھر بدستور زندہ ہو گئے' ان کی حیات' حیات شہداء سے بہت ارفع واعلیٰ ہے' فلہٰذا شہید کا ترکہ تقسیم ہوگا' اس کی بی بی بعد عدت نکاح کر سکتی ہے' بخلاف انبیاء کے کہ وہاں یہ جائز نہیں۔

(بہار شریعت ج ۱ ص ۱۰ 'مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق علماء دیوبند کی تصریحات

بانی مدرسہ دیوبند شیخ محمد قاسم نانوتوی متوفی ۱۲۹۷ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مؤمنین کی موت میں بھی مثل حیات فرق ہے' ہاں! فرق ذاتیت وعرضیت مقصود نہیں' وجہ اس فرق کی وہی تفاوت حیات ہے' یعنی حیاتِ نبوی بوجۂ ذاتیت قابل زوال نہیں اور حیات مؤمنین بوجہ عرضیت قابل زوال ہے' اس لیے وقت موت حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زائل نہ ہوگی' ہاں مستور ہو جائے گی اور حیات مؤمنین ساری یا آدھی زائل ہو جاوے گی۔ سودر صورت تقابل عدم و ملکہ اس استتار حیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تو مثل آفتاب سمجھئے کہ وقت کسوف قمر بے اوٹ میں حسب مزعوم حکماء اس کا نور مستور ہو جاتا ہے' زائل نہیں ہوتا' یا مثل شمع چراغ خیال فرمایئے کہ جب اس کو کسی ہنڈیا یا مٹکے میں رکھ کر اوپر سے سرپوش رکھ دیجئے تو اس کا نور بالبداہت مستور ہو جاتا ہے' زائل نہیں ہو جاتا اور دوبارہ زوالِ حیات مؤمنین کو مثل قمر خیال فرمایئے کہ وقت خسوف اس کا نور زائل ہو جاتا ہے یا مثل چراغ سمجھئے کہ گل ہو جانے کے بعد اس میں نور بالکل نہیں رہتا۔

(آب حیات ص ۱۸۵۔ ۱۸۴ 'مطبوعہ ادارۂ تالیفات اشرفیہ' ملتان' ۱۴۱۳ھ)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر موت آنے سے آپ کی حیات زائل نہیں ہوئی' لوگوں کی نگاہوں سے چھپ گئی تھی اور عام مسلمانوں پر موت آنے سے ان کی حیات ساری یا آدھی زائل ہو جاتی ہے۔

شیخ محمد یوسف لدھیانوی متوفی ۲۰۰۰ء لکھتے ہیں:

الغرض! میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے روضۂ مطہرہ میں حیاتِ جسمانی کے ساتھ حیات ہیں' یہ حیات برزخی ہے مگر حیاتِ دنیوی سے قوی تر ہے' جو لوگ اس مسئلہ کا انکار کرتے ہیں' ان کا اکابر علماء دیوبند اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علماء دیوبند سے تعلق نہیں' اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا' اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گم راہ ہیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱۰ ص ۵۱۴ 'مکتبہ لدھیانوی' کراچی' ۲۰۰۲ء)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر میں حیات کے متعلق علماء غیر مقلدین کی تصریحات

قاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی روح آپ سے جدا نہیں ہوتی کیونکہ صحیح حدیث میں ہے: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ (تحفۃ الذاکرین ص ۳۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی موت کے بعد اپنی قبر میں زندہ ہیں' جیسا کہ حدیث میں ہے: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں' اس حدیث کو امام

بیہقی نے صحیح قرار دیا ہے اور اس مسئلہ پر ایک رسالہ لکھا ہے۔

استاذ ابو منصور بغدادی نے کہا ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے محققین متکلمین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں۔

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ شہداء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کو اپنی قبروں میں رزق دیا جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شہداء میں سے ہیں۔ (السراج الوہاج ج ۳ ص ۳۲۹۔۳۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

نیز نواب صاحب نے لکھا ہے:

قبر میں آپ کو ضغطہ نہ ہوا وکذالک الانبیاء حالانکہ اس ضغطہ سے کوئی صالح وغیرہ سالم نہیں رہتا اور نہ سباع آپ کا جسد کھا سکتے ہیں' وکذالک الانبیاء اور کسی مضطر کو میتہ نبی کا کھانا جائز نہیں ہے اور آپ زندہ ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں' اندر اوس کے اذان و اقامت کے ساتھ' وکذالک الانبیاء ولہٰذا یہ بات کہی ہے کہ آپ کی ازواج پر عدت نہیں ہے اور آپ کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو صلوٰۃ مصلین آپ کو پہنچاتا ہے'' اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آله وبارك وسلم'' اعمالِ امت آپ پر عرض کیے جاتے ہیں' آپ امت کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ (الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ ص ۵۲' ۱۳۰۵ھ)

غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی متوفی ۱۹۰۳ء لکھتے ہیں:

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں خصوصاً آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ فرماتے ہیں کہ جو عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہوں' چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ کتب حدیث سے واضح ہوتا ہے' لیکن کیفیت حیات کی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اوروں کو اس کی کیفیت بخوبی معلوم نہیں۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۵۲' مکتبہ ثنائیہ المعارف الاسلامیہ' گوجرانوالہ)

قرآن مجید کی آیات سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعد از وفات حیات پر استدلال

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ O (البقرۃ: ۱۵۴)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے جاتے ہیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے O

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شہید ہیں' آپ کو جو خیبر میں زہر دیا گیا تھا اس کے اثر سے آپ کی وفات ہوئی' حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جس مرض میں آپ کی موت ہوئی' اس میں آپ فرما رہے تھے: اے عائشہ! میں مسلسل اس طعام کا درد محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور یہ وقت ہے کہ اس زہر کے اثر سے میں اپنے دل کی رگ کے کٹنے کو پا رہا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۸)

اس سے معلوم ہوا آپ شہید ہیں اور شہید زندہ ہوتے ہیں بلکہ آپ افضل الشہداء ہیں اور آپ کی حیات شہداء کی حیات سے افضل ہے' نیز قرآن مجید میں ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا. (البقرۃ: ۱۴۳)

اور ہم نے اسی طرح تمہیں افضل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام امت کے اعمال پر گواہ ہیں اور گواہی دینا بغیر حیات کے متصور نہیں ہے' سو اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ قبر انور میں زندہ ہیں اور اعمال امت کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

اور قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (الانعام: ۱۶۲)

آپ کہیے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے ۝

شہید وہ ہوتا ہے جس کی موت اللہ کے لیے ہو اور وہ زندہ ہوتا ہے اور آپ کی تو موت اور حیات دونوں اللہ کے لیے ہیں تو آپ تو بہ طریق اولیٰ زندہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات کے ثبوت میں احادیث

امام ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی نے کتاب حیات الانبیاء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں۔ (مسند ابویعلیٰ: ۳۴۲۵' حیاۃ الانبیاء للبیہقی ص ۳' سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی: ۶۲۱' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۱' المطالب العالیہ: ۳۴۵۲' تاریخ دمشق الکبیر: ۳۵۱۱۔ ج ۱۵ ص ۱۵۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے کہ ثابت بنانی نے حمید الطّویل سے پوچھا: کیا تمہیں یہ علم ہے کہ انبیاء کے سوا بھی کوئی اپنی قبروں میں نماز پڑھتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! (حلیۃ الاولیاء: ۲۵۶۷' طبع جدید' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تمہارے تمام دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے' تم اس دن میں مجھ پر بہ کثرت صلوٰۃ پڑھا کرو' کیونکہ تمہاری صلوٰۃ (درود شریف) مجھ پر پیش کی جاتی ہے' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر ہماری صلوٰۃ کیسے پیش کی جائے گی حالانکہ آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کے کھانے کو حرام کر دیا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۰۴۷' سنن نسائی: ۱۳۷۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۵' مسند احمد ج ۴ ص ۸' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۴۹' المستدرک ج ۴ ص ۵۶۰' کنز العمال: ۲۲۳۰۱' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۵۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ' سنن ابن ماجہ اور البدایہ والنہایہ میں اس حدیث کے بعد یہ بھی مذکور ہے: اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ سنن ابن ماجہ: ۱۶۳۷' البدایہ ج ۴ ص ۲۵۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا' اس کو میں خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے (اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ دور سے خود نہیں سن سکتے کیونکہ یہ بھی حدیث میں ہے کہ کوئی شخص کہیں سے بھی درود پڑھے' اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے۔ (جلاء الافہام) فرشتہ کا درود پہنچانا آپ کے یا درود کے اعزاز و اکرام کے لیے ہے' جیسے فرشتے اللہ تعالیٰ کے پاس اعمال پہنچاتے ہیں)۔

(شعب الایمان: ۱۵۸۳' مشکوٰۃ: ۹۳۴' کنز العمال: ۲۱۶۵' جمع الجوامع: ۲۲۳۵۶)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:) اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو تمام مخلوق کی سماعت عطا فرمائی ہے' وہ میری قبر پر کھڑا ہوا ہے۔ (التاریخ الکبیر للبخاری: ۸۹۰۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھا' اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجات پوری کرتا ہے' ستر آخرت کی حاجتیں اور تیس دنیا کی حاجتیں اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو اس درود کو میری قبر میں داخل کرتا ہے' جیسے تمہارے پاس ہدیے اور تحفے داخل ہوتے ہیں اور میری وفات کے بعد بھی میرا علم اسی طرح ہے جس طرح میری حیات میں تھا۔ (کنز العمال: ۲۲۴۲' جمع الجوامع: ۲۲۳۵۵' اتحاف السادۃ المتقین ج ۳ ص ۲۴۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کو چالیس راتوں کے بعد ان کی قبروں میں نہیں چھوڑا جاتا لیکن وہ اللہ سبحانہ کے سامنے نماز پڑھتے ہیں حتیٰ کہ صور میں پھونکا جائے۔ (جمع الجوامع: ۴۹۹۰' کنز العمال: ۳۲۲۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں ابو القاسم کی جان ہے! عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے' درآں حالیکہ وہ امام عادل ہوں گے' وہ ضرور صلیب کو توڑ دیں گے اور وہ ضرور خنزیر کو قتل کریں گے اور وہ ضرور لڑنے والوں کے درمیان صلح کرائیں گے اور وہ ضرور کینہ اور بغض کو دور کریں گے اور ضرور ان پر مال پیش کیا جائے گا' سو وہ اس کو قبول نہیں کریں گے' پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر پکاریں: یا محمد! تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔ (مسند ابو یعلیٰ: ۶۵۸۴' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۵' المطالب العالیہ: ۴۵۷۴۔ ج ۴ ص ۲۴)

سعید بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ ایام حرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں تین دن تک اذان نہیں دی گئی اور نہ جماعت کھڑی ہوئی اور سعید بن المسیب مسجد سے نہیں نکلے اور انہیں نماز کے وقت کا صرف اس آواز سے پتا چلتا تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر سے آتی تھی۔

(سنن الدارمی: ۹۴' مشکوٰۃ: ۵۹۵۱)

حافظ سیوطی فرماتے ہیں: یہ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات پر دلالت کرتی ہیں اور باقی انبیاء علیہم السلام کی حیات پر بھی' اور اللہ تعالیٰ نے شہداء کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ○ (آل عمران: ۱۶۹)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ زندہ ہیں' ان کو ان کے رب کے پاس سے روزی دی جاتی ہے○

اور جب شہداء زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام جو ان سے بہت افضل اور اجل ہیں وہ بہ طریق اولیٰ زندہ ہیں اور بہت کم کوئی نبی ایسا ہوگا جس میں وصف شہادت نہ ہو' لہٰذا شہداء کی حیات کے عموم میں وہ بھی داخل ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر میں نو بار یہ قسم کھاؤں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا گیا تو میرے نزدیک اس سے بہتر یہ ہے کہ میں ایک بار یہ قسم کھاؤں کہ آپ کو قتل نہیں کیا گیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بنایا ہے اور شہید بنایا ہے۔ (مسند ابو یعلیٰ: ۵۲۰۷' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۵۔ ۴' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۱' المستدرک ج ۳ ص ۵۸' جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود: ۶۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس بیماری میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے تھے' اس میں آپ فرما رہے تھے: اے عائشہ! میں ہمیشہ اس کھانے کا درد محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا (اس طعام میں زہر ملا ہوا تھا) اور اس زہر کی وجہ سے اب میری رگ حیات کے منقطع ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۸' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ: ۱۵۰۳)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کے متعلق مستند علماء کی تصریحات اور مزید احادیث

حافظ سیوطی فرماتے ہیں: پس قرآن مجید کی صریح عبارت سے یا مفہوم موافق سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ امام بیہقی نے ''کتاب الاعتقاد'' میں کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی روحوں کو قبض کرنے کے بعد ان کی روحوں کو لوٹا دیا جاتا ہے' پس وہ اپنے رب کے سامنے شہداء کی طرح زندہ ہیں۔

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے اپنے شیخ احمد بن عمر قرطبی متوفی ۶۵۶ھ سے نقل کر کے کہا ہے کہ موت عدم محض نہیں ہے' وہ صرف ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شہداء اپنے قتل ہونے اور اپنی موت کے بعد زندہ

ہوتے ہیں اور وہ خوش وخرم ہوتے ہیں اور یہ دنیا میں زندوں کی صفت ہے اور جب شہداء کو حیات حاصل ہے تو انبیاء علیہم السلام تو ان سے زیادہ حیات کے حق دار ہیں اور صحیح حدیث میں ہے کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو نہیں کھاتی اور معراج کی شب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے اور آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر بھی دی ہے کہ جو شخص بھی آپ کو سلام کرتا ہے آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور احادیث بھی ہیں اور ان تمام احادیث کے مجموعہ سے یہ قطعی یقین حاصل ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت کا یہ معنی ہے کہ وہ ہماری نظروں سے غائب ہیں' ہر چند کہ وہ زندہ ہیں اور موجود ہیں اور ان کا حال فرشتوں کی طرح ہے' وہ بھی زندہ اور موجود ہیں اور ہماری نوع انسان میں سے کوئی شخص ان کو نہیں دیکھتا ماسوا اولیاء اللہ کے' جن کو اللہ تعالیٰ نے کرامت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ (التذکرہ ج ۱ ص ۲۶۵۔ ۲۶۴' مطبوعہ دار البخاری' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ کے شیخ علامہ ابو العباس احمد بن عمر قرطبی متوفی ۶۵۶ ھ ہیں اور ان کی یہ مذکور الصدر عبارت ''المفہم شرح مسلم'' ج ۶ ص ۲۳۴۔ ۲۳۳' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ میں موجود ہے۔

اس کے بعد حافظ سیوطی لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب میں سے متکلمین اور محققین یہ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں سے ناخوش ہوتے ہیں اور آپ کی امت میں سے جو شخص آپ پر درود پڑھتا ہے' آپ اس کو سنتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کا جسم بوسیدہ نہیں ہوتا اور زمین اس میں سے کسی چیز کو نہیں کھاتی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی شب حضرت موسیٰ کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور آپ نے پہلے آسمان میں حضرت آدم کو' دوسرے آسمان میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ کو اور تیسرے آسمان میں حضرت یوسف کو اور چوتھے آسمان میں حضرت ادریس کو اور پانچویں آسمان میں حضرت ہارون کو اور چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ کو اور ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ (صحیح مسلم: ۱۶۴) ان وجوہ سے ہمارے لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں۔

اور اصحاب نے جو یہ کہا ہے کہ آپ اپنی امت کی عبادت سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں سے رنجیدہ ہوتے ہیں' اس کی اصل یہ احادیث ہیں:

بکر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے' تم باتیں کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور جب میں وفات پا جاؤں گا تو میری وفات تمہارے لیے بہتر ہوگی' مجھ پر تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' جب میں نیک عمل دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جب برا عمل دیکھتا ہوں تو تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۴' دار صادر' بیروت' ۱۳۸۸ھ' المطالب العالیہ ج ۴ ص ۲۳۔ ۲۲' کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۰۷' الجامع الصغیر ج ۱ ص ۵۸۲' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۵۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ' مسند احمد: ۳۶۶۶' دار الفکر' مسند البزار: ۸۴۵' حافظ الہیثمی نے کہا: مسند البزار کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴)

خراش بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے اور میری وفات تمہارے لیے بہتر ہے' حیات اس لیے بہتر ہے کہ میں تم سے حدیث بیان کرتا ہوں اور میری وفات اس لیے بہتر ہے کہ ہر پیر اور جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں' سو جو نیک عمل ہوتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جو برے عمل ہوتے ہیں تو میں تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۳ ص ۹۴۵' دار الفکر' الوفاء لابن الجوزی ص ۸۱۰' مطبوعہ مصر' ۱۳۶۹ھ)

حافظ سیوطی لکھتے ہیں: حافظ ابوبکر بیہقی نے ''کتاب الاعتقاد'' میں کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام روحوں کے قبض کیے جانے کے بعد اپنے رب کے پاس شہداء کی طرح زندہ ہوتے ہیں' ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انبیاء کی ایک جماعت کو دیکھا ہے اور ان کی امامت کی ہے اور آپ نے یہ خبر دی ہے کہ ہمارا درود اور سلام ان تک پہنچایا جاتا ہے اور آپ کی خبر صادق ہے۔ (انباء الاذکیاء ص ۷)

حافظ بیہقی نے جو کہا ہے کہ ہمارا درود اور سلام آپ کو پہنچایا جاتا ہے' اس کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کے کچھ زمین میں سیاحت کرنے والے فرشتے ہیں تا کہ وہ میری اُمت کا سلام مجھے پہنچائیں۔

(سنن نسائی: ۱۲۸۱' مسند احمد: ۴۲۱۰۔ ج ۲' دار الفکر' البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۹۲' دار الفکر' ۱۴۱۸ھ' جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود: ۹۹)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھا کرو کیونکہ یہ وہ دن ہے جس میں مجھ پر فرشتے پیش کیے جاتے ہیں اور جو بندہ بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے' اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو' ہم نے پوچھا: آپ کی وفات کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا: میری وفات کے بعد بھی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ (جلاء الافہام ص ۶۴' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما من احد یسلم علی الا رد اللّٰہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام۔ جو شخص بھی مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے تا کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۰۴۱' مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۷' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۲۴۵' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۲' مشکوٰۃ: ۹۲۵' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۴۹۹' کنز العمال: ۲۲۰۰۰)

سلام کے وقت آپ کی روح کو لوٹانے کی حدیث کے اشکال کے جوابات

حافظ سیوطی فرماتے ہیں: اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی آپ کسی سلام کرنے والے کو سلام کا جواب دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے بدن میں روح کو لوٹا دیتا ہے اور پھر روح کو نکال لیا جاتا ہے اور چونکہ آپ کو بار بار سلام کیا جاتا ہے تو گویا بار بار آپ کے جسم سے روح نکالی جاتی ہے اور بار بار داخل کی جاتی ہے اور یہ عمل آپ کے لیے شدید تکلیف کا موجب ہے اور روح کا نکالنا موت کے معنی میں ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو بار بار موت آتی ہے اور یہ ان احادیث کے خلاف ہے جن سے آپ کی حیات مستمر ثابت ہے' جن کو ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں' اس اشکال کے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر حسب ذیل جوابات منکشف کیے ہیں:

(۱) ''الا رد اللّٰہ علی روحی'' جملہ حالیہ ہے اور عربی قواعد کے مطابق اس سے پہلے ''قد'' کا لفظ محذوف ہے' جیسے قرآن مجید میں ہے: ''حَصِرَتْ صُدُوْرُھُمْ'' (النساء: ۹۰) اس سے پہلے بھی لفظ ''قد'' محذوف ہے اور اس کا معنی ہے: یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ تم سے لڑنے کے لیے بھی ان کے دل تنگ ہوں۔ اسی طرح اس حدیث کا بھی معنی ہے: جو شخص بھی مجھے سلام کرتا ہے وہ اس حال میں سلام کرتا ہے کہ مجھ پر اللہ روح لوٹا چکا ہوتا ہے' اور اب یہاں پر ''رد اللّٰہ'' کا جملہ ماضی کے معنی میں ہے کیونکہ اشکال اس وقت ہوتا جب ''رد اللّٰہ'' حال یا استقبال کے معنی میں ہوتا اور اس سے بار بار روح کا لوٹانا لازم آتا' اس سے ایک تو یہ لازم آتا کہ جسم سے بار بار روح کے نکلنے سے آپ کو بار بار درد ہوتا اور یہ آپ کی تکریم کے خلاف ہے' نیز یہ حیاتِ شہداء کے خلاف ہے' کیونکہ شہداء کی حیات مستمر ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے زیادہ لائق ہیں کہ آپ کی حیات مستمر ہو

اور تیسری خرابی یہ ہے کہ یہ معنی قرآن مجید کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ صرف دو بار موت اور دو بار حیات ہے اور اس صورت میں بہ کثرت موتیں اور حیاتیں لازم آئیں گی اور چوتھی خرابی یہ ہے کہ یہ معنی ان احادیث صحیحہ متواترہ کے خلاف ہے' جن سے آپ کی حیات مستمر ثابت ہے اور جو معنی قرآن مجید اور احادیث متواترہ کے خلاف ہو' اس کی تاویل کرنا واجب ہے۔

(۲) اس حدیث میں لفظ ''رد''، ''صیرورۃ'' کے معنی میں ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: ''قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ'' (الاعراف:۸۹) ''عدنا'' کا لفظ ''عود'' سے بنا ہے اور ''عود'' کا معنی ہے: لوٹنا' اگر یہاں عود اپنے معنی میں ہو تو اس کا معنی ہوگا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے کفار سے فرمایا: اگر ہم تمہارے دین میں لوٹ جائیں تو ہم اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والے ہو جائیں گے اور کفار کے دین میں لوٹ جانا اس کو مستلزم ہے کہ حضرت شعیب پہلے بھی ان کے دین میں تھے اور یہ معنی باطل ہے' اس لیے اس آیت میں ''عدنا'' کا لفظ ''صرنا'' کے معنی میں ہے یعنی اگر ہم تمہارے دین میں ہو جائیں تو پھر ہم اللہ پر بہتان باندھنے والے ہو جائیں گے' اسی طرح اس حدیث کا معنی ہے: جب کوئی شخص مجھ کو سلام کرتا ہے تو اس وقت میری روح مجھ میں ہوتی ہے۔

(۳) روح کو لوٹانے سے مراد یہ ہے کہ آپ کی روح کو سلام کے جواب کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم احوالِ برزخ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنے رب کے مشاہدہ میں مستغرق ہوتے ہیں تو آپ کو سلام کرنے والے کے جواب کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے۔

(۴) روح کو لوٹانا آپ کی حیات کے دوام اور استمرار سے کنایہ ہے کیونکہ دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ سے کوئی نہ کوئی شخص آپ کو سلام عرض کر رہا ہوتا ہے تو آپ ہر وقت کسی نہ کسی کے سلام کا جواب دیتے ہیں تو ہر وقت آپ کو حیات حاصل ہوتی ہے۔

(۵) ردّ روح سے مراد یہ ہے کہ سلام کے وقت اللہ تعالیٰ آپ کے نطق کو اس کے جواب کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

(۶) ردّ روح سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی آپ کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو غیر معمولی سماعت عطا فرماتا ہے اور کوئی شخص کہیں سے بھی سلام کرے آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

(۷) ردّ روح سے مراد یہ ہے کہ آپ عالم ملکوت کے مشاہدہ میں مشغول ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے جواب کی طرف فارغ کر دیتا ہے۔

(۸) روح سے خوشی اور فرحت مراد ہے' جیسے قرآن مجید میں ہے: ''فروح وریحان'' (الواقعہ:۸۹) یعنی جو شخص مقرب ہو' اس کے لیے راحت اور خوشی ہے' اسی طرح اس حدیث کا معنی ہے: جب کوئی شخص آپ کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی فرحت اور راحت کو تازہ کر دیتا ہے۔

(۹) ردّ روح سے مراد ہے: صلوٰۃ کے ثواب کو آپ کی طرف لوٹانا یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور انعامات کو آپ پر لوٹاتا رہتا ہے۔

(۱۰) امام راغب نے ''رد'' کا ایک معنی تفویض بھی لکھا ہے' اس صورت میں حدیث کا معنی یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے سلام کے جواب کو آپ کی طرف مفوض کر دیا ہے یعنی اس کی طرف رحمت کے لوٹانے کو' جیسا کہ حدیث میں ہے: جو شخص مجھ پر ایک صلوٰۃ بھیجتا ہے اللہ اس پر دس صلوات بھیجتا ہے' یعنی اس پر دس رحمتیں بھیجنے کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف مفوض کر دیا ہے اور آپ کی اس پر رحمت یہ ہے کہ آپ اس کی شفاعت فرمائیں۔

(۱۱) روح سے مراد وہ رحمت ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں آپ کی امت کے لیے ہے یعنی آپ کو آپ کی اس رحمت کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

(۱۲) ردِّ روح سے مراد یہ ہے کہ آپ اعمالِ برزخ میں مشغول ہوتے ہیں' مثلاً اعمالِ امت کو ملاحظہ فرماتے ہیں' ان کے نیک اعمال پر اللہ کی حمد کرتے ہیں اور ان کے بُرے اعمال پر استغفار فرماتے ہیں' ان سے مصائب دور ہونے کی دعا کرتے ہیں' اطرافِ زمین میں برکت پہنچانے کے لیے آمد و رفت جاری رکھتے ہیں' اور امت کے جو صالحین فوت ہو جاتے ہیں ان کے جنازوں پر تشریف لے جاتے ہیں' یہ تمام اُمور اشغالِ برزخ سے ہیں' جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں' تو اللہ تعالیٰ آپ کو ان اشغالِ برزخ سے ہٹا کر سلام کے جواب دینے کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

(انباء الاذکیاء ص ۱۳' حافظ سیوطی کی ترتیب سے اس جواب کا نمبر دس ہے' ہم نے تلخیص کی سہولت سے جوابات کی ترتیب بدل دی ہے)

(۱۳) روح سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبر انور پر مقرر کر دیا ہے جو امت کا سلام آپ تک پہنچاتا ہے۔

(۱۴) ہو سکتا ہے کہ آپ کو ابتداء میں یہی بتایا گیا ہو کہ جواب کے وقت آپ کی روح جسد میں لوٹائی جائے گی' بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے درجات میں ترقی فرمائی اور آپ پر وحی فرمائی کہ آپ کو حیات ہمیشہ حاصل رہے گی۔

حافظ سیوطی نے پندرہ جوابات ذکر فرمائے ہیں' ان میں سے پہلے جواب کو انہوں نے بہت کمزور قرار دیا تھا' یعنی راویوں کو اس حدیث کی عبارت میں وہم ہوا ہے' ہم نے اس جواب کا ذکر نہیں کیا اور دوسرے جواب سے ابتداء کی' اس لیے چودہ جواب ذکر کیے ہیں اور جوابات کی ترتیب بھی ہم نے اپنی سہولت سے قائم کی ہے اور یہ جوابات انباء الاذکیا فی حیاۃ الانبیاء میں ص ۱۶۔۸ میں درج ہیں۔ واضح رہے کہ یہ حافظ سیوطی کی عبارت کا ترجمہ نہیں ہے' بلکہ ان کی عبارت کا خلاصہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی حیات کے مظاہر

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اس امت کے ایک سے زیادہ کاملین نے آپ کی زیارت کی ہے اور آپ سے بیداری میں فیض حاصل کیا ہے' شیخ سراج الدین بن الملقن نے ''طبقات الاولیاء'' میں لکھا ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز نے بیان کیا ہے کہ میں نے ظہر سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی' آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم خطاب کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں عجمی شخص ہوں' فصحاء بغداد کے سامنے کیسے کلام کروں؟ آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو میں نے اپنا منہ کھولا تو آپ نے اس میں سات مرتبہ لعاب دہن ڈالا اور آپ نے فرمایا: لوگوں سے کلام کرو اور انہیں حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے دین کی دعوت دو' پھر میں ظہر کی نماز پڑھ کر لوگوں کے سامنے بیٹھ گیا' میرے پاس بہت مخلوق آئی اور مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا' پھر میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زیارت کی' جو میرے سامنے مجلس میں کھڑے ہوئے تھے' آپ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا: اے میرے والد گرامی! مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا' آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ لعاب دہن ڈالا' میں نے کہا: آپ نے سات بار مکمل کیوں نہیں کیا؟ حضرت علی نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب کی وجہ سے' پھر وہ مجھ سے غائب ہو گئے۔

نیز شیخ سراج الدین نے لکھا ہے کہ شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہر ملکی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیند اور بیداری میں بہ کثرت زیارت کرتے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نیند اور بیداری میں اکثر افعال حاصل کیے اور ایک بار انہوں نے ایک رات میں آپ کی

سترہ مرتبہ زیارت کی' ان باریوں میں سے ایک بار میں آپ نے فرمایا: اے خلیفہ! میری زیارت کے لیے بے قرار نہ ہوا کرو' کیونکہ بہت سے اولیاء میری زیارت کی حسرت میں فوت ہو گئے اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے ''لطائف المنن'' میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے شیخ ابو العباس مرسی سے کہا: اپنے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیجئے' انہوں نے کہا: میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا' اور شیخ مرسی نے کہا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پلک جھپکنے کی مقدار بھی میری نظروں سے اوجھل ہوں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتا' اس قول کی مثل اور بہت سے اولیاء سے منقول ہے۔

(روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۲-۵۱' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

۱۲۴۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ، اِمْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُ اقْتُسِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ قُرْعَةً، فَطَارَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ، فَأَنْزَلْنَاهُ فِيْ أَبْيَاتِنَا، فَوَجِعَ وَجَعَهُ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ وَغُسِّلَ وَكُفِّنَ فِيْ أَثْوَابِهِ، دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ؟ فَشَهَادَتِيْ عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللّٰهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِيْكِ أَنَّ اللّٰهَ أَكْرَمَهُ؟ فَقُلْتُ بِأَبِيْ أَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَمَنْ يُكْرِمُهُ اللّٰهُ؟ فَقَالَ أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِيْنُ، وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَرْجُوْا لَهُ الْخَيْرَ، وَاللّٰهِ مَا أَدْرِيْ، وَأَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ، مَا يُفْعَلُ بِيْ. قَالَتْ فَوَاللّٰهِ لَا أُزَكِّيْ أَحَدًا بَعْدَهُ أَبَدًا. حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ مِثْلَهُ. وَقَالَ نَافِعُ بْنُ يَزِيْدَ، عَنْ عُقَيْلٍ مَا يُفْعَلُ بِهِ. وَتَابَعَهُ شُعَيْبٌ وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، وَمَعْمَرٌ.

[اطراف الحدیث: ۲۶۸۷-۳۹۲۹-۷۰۰۳-۷۰۰۴-۷۰۱۸]

(الاحاد والمثانی: ۳۳۲۳' المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۳۳۸' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۰۴' مسند الشامیین: ۳۲۱۲' المستدرک ج ۱ ص ۳۷۸' سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۶' مسند احمد ج ۶ ص ۴۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۷۴۵۷' ج ۴۵ ص ۴۵۰-۴۴۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دی کہ حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا انصار کی ایک خاتون تھیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی' وہ بیان کرتی ہیں کہ مہاجرین کو قرعہ اندازی سے تقسیم کیا گیا' پس ہمارے حصہ میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ آئے' پس ہم نے ان کو اپنے گھروں میں ٹھہرایا' پس ان کو بہت شدید درد ہو گیا' جس میں وہ فوت ہو گئے' پس جب وہ فوت ہو گئے تو ان کو غسل دیا گیا اور انہیں ان کے کپڑوں میں کفن پہنایا گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو میں نے کہا: اے ابو السائب! تم پر اللہ کی رحمت ہو' میری تمہارے متعلق یہ شہادت ہے کہ بے شک اللہ نے تمہاری تکریم کی ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کس نے بتایا کہ اللہ نے ان کی تکریم کی ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ فدا ہوں! پھر اللہ کس کی تکریم کرے گا؟ پس آپ نے فرمایا: رہے وہ تو ان کے پاس یقینی بات آ چکی ہے' اور اللہ کی قسم! میں ان کے لیے خیر کی توقع رکھتا ہوں' اور اللہ کی قسم! میں از خود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا' حضرت ام العلاء نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں اس کے بعد کبھی بھی کسی کی تعریف نہیں کرتی۔ ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے اس کی مثل حدیث بیان کی' اور نافع بن یزید نے کہا از عقیل ''ما یفعل بہ'' اور شعیب اور عمرو بن دینار اور معمر نے اس حدیث کی متابعت کی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر ابوزکریا المخزومی (۲) لیث بن سعد (۳) عقیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) خارجہ بن زید بن ثابت الانصاری' یہ مدینہ کے سات فقہاء میں سے ایک ہیں' ۱۰۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت ام العلاء بنت الحارث بن ثابت بن خارجۃ الانصاریہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲)

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علم نہیں تھا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام العلاء کی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اہل قبلہ میں سے کسی شخص کے متعلق قطعی طور پر یہ نہ کہا جائے کہ وہ جنت میں ہے یا دوزخ میں ہے لیکن نیک مسلمان کے لیے حسن عاقبت کی توقع رکھی جائے اور بدکار کے متعلق عذاب کا خوف رکھا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں ازخود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ آپ کی مغفرت کے متعلق توالفتح: ۲ میں مغفرت کی بشارت آ چکی ہے' پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے یہ اس سے پہلے کا واقعہ ہو' جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں کی مغفرت فرما دی ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا بغیر اللہ کی وحی کے علم نہیں تھا۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۴۳۔ ۲۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حدیث مذکور اور الاحقاف: ۹ میں مماثلت

جس طرح حضرت ام العلاء کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: اللہ کی قسم! میں ازخود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا' اسی طرح اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ. (الاحقاف: ۹)

آپ کہیے کہ میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور نہ میں ازخود جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا (اور نہ میں ازخود یہ جانتا ہوں کہ) تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

اکثر اور جمہور مفسرین کا مختار قول یہ ہے کہ آپ کا مطلب یہ تھا کہ میں ازخود یہ نہیں جانتا کہ آخرت میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور اس آیت کا حکم درج ذیل آیات سے منسوخ ہے:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًاO لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًاO (الفتح: ۲۔۱)

(اے رسولِ مکرم!) ہم نے آپ کے لیے کھلی ہوئی فتح عطاء فرمائیO تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرما دے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلافِ اولیٰ سب کام' اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے' اور آپ کو صراطِ مستقیم پر برقرار رکھےO

چونکہ الفتح: ۲ سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ آپ کی کلی مغفرت کر دی گئی ہے' اس لیے تمام مستند اور محقق مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اب الاحقاف: ۹ کا یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے کہ آپ یہ کہیں کہ میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا کیونکہ اب آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا اور آپ کی امت کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

علامہ آلوسی' حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کی طرف سے حدیث مذکور اور الاحقاف:۹ پر اعتراض کے جوابات

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

جس چیز کو میں اختیار کرتا ہوں' وہ یہ ہے کہ اس آیت سے اس درایت کی نفی کرنا مراد ہے جو بغیر وحی کے ہو (یعنی میں از خود نہیں جانتا) عام ازیں کہ وہ درایت تفصیلی ہو یا اجمالی ہو اور خواہ اس کا تعلق دنیاوی اُمور سے ہو یا اُخروی امور سے ہو اور میرا اعتقاد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک دنیا سے منتقل نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات اور تمام شانوں کا علم دے دیا گیا اور جن چیزوں کے علم کو کمال قرار دیا جاتا ہے' ان تمام چیزوں کا علم آپ کو دے دیا گیا اور آپ کو اتنا علم دیا گیا ہے کہ تمام جہانوں میں کسی کو اتنا علم نہیں دیا گیا اور میرا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ دنیا کے بعض جزوی حوادث کا علم نہ ہونے کی وجہ سے آپ کے علم کا کمال نہیں رہے گا' مثلاً یہ کہ زید آج اپنے گھر میں کیا کر رہا ہے اور کل کیا کرے گا؟ اور میں کسی قائل کے اس قول کو اچھا نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب کو جانتے ہیں' اس کو اس کے بجائے یہ کہنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرما دیا ہے یا اللہ سبحانہ نے آپ کو غیب کا علم عطا فرما دیا ہے یا اس طرح کی کوئی اور بات کہنی چاہیے۔ (روح المعانی جز ۲۶ ص ۱۷۔۱۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت ام العلاء کی حدیث کا علامہ آلوسی نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''مَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ'' فرمانا اس آیت کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے یعنی ''لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ'' (الفتح:۲)۔

(روح المعانی جز ۲۶ ص ۱۶' دار الفکر)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں آپ کا ''ما ادری'' فرمانا' الاحقاف:۹ کے موافق ہے کیونکہ اس میں بھی ''مَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ'' ہے اور یہ واقعہ ''لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ'' (الفتح:۲) سے پہلے کا ہے کیونکہ سورۃ الاحقاف مکی ہے اور سورۃ الفتح بالاتفاق مدنی ہے اور یہ چیز ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے میں جنت میں داخل ہوں گا' اس کے علاوہ اور صریح احادیث ہیں' جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اخروی احوال اور مقامات کا علم تھا' سو جن احادیث میں آپ کے اخروی علم کا ثبوت ہے وہ آپ کے علم اجمالی پر محمول ہیں اور جن آیات اور احادیث میں آپ کے علم اخروی کی نفی ہے وہ علم محیط اور علم تفصیلی پر محمول ہیں۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۷۰۵' دار المعرفۃ' بیروت)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عثمان بن مظعون غزوۂ بدر کے بعد فوت ہوئے اور انہوں نے اس غزوہ میں شرکت کی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی مغفرت فرما دی' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس حدیث میں جو ''ما ادری'' فرمایا ہے وہ پہلے کا واقعہ ہے اور اہل بدر کے جنتی ہونے کی خبر آپ کو بعد میں دی گئی' دوسرا اعتراض یہ ہے کہ غزوۂ احد میں آپ نے حضرت جابر کے والد رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا تھا: فرشتے اپنے پروں سے ان پر سایا کر رہے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر کے والد کا حال آپ کو صرف وحی سے معلوم ہوا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخروی احوال کی جو خبر دی ہے' اس کا علم آپ کو وحی سے ہوا اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بغیر وحی کے از خود تو آپ کو بھی اپنے اخروی حال کا علم نہیں ہے تو حضرت ام العلاء قطعیت کے ساتھ حضرت عثمان بن مظعون کے نیک انجام کی بشارت کیسے دے سکتی ہیں؟

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۴- ۲۳ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام العلاء کی حدیث میں جو آپ نے "ما ادری" فرمایا ہے وہ "لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ" (الفتح:۲) کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے کیونکہ الاحقاف مکی ہے اور الفتح مدنی ہے اور آپ کو پہلے اپنی مغفرتِ کلی کا علم نہیں تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم نہیں دیا تھا' پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم عطا فرمایا تو آپ نے اس کو جان لیا۔ (الی ان قال)

علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ دنیا اور آخرت کا پہلے آپ کو تفصیلی علم نہ تھا۔ علامہ برماوی نے کہا ہے کہ بعض تفاصیل آپ سے مخفی تھیں۔ (ارشاد الساری ج ۳ ص ۳۴۸ دارالفکر بیروت ۱۴۲۱ ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی طرف سے الاحقاف:۹' اور حدیث مذکور پر اعتراض کا جواب

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی ۱۳۴۰ ھ نے بھی الاحقاف:۹ کو الفتح:۲ سے منسوخ قرار دیا ہے' چنانچہ وہ رشید احمد گنگوہی کے رد میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہی مولوی رشید احمد صاحب پھر لکھتے ہیں:

خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں: "واللّٰه لا ادری ما یفعل بی و لا بکم" الحدیث' اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔

قطع نظر اس کے کہ حدیث اوّل خود احاد ہے' سلیم الحواس کو سند لانی تھی تو وہ مضمون خود آیت میں تھا اور قطع نظر اس سے کہ اس آیت و حدیث کے کیا معنی ہیں اور قطع نظر اس سے کہ یہ کس وقت کے ارشاد ہیں اور قطع نظر اس سے کہ خود قرآن عظیم و احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس کا ناسخ موجود ہے کہ جب آیت کریمہ:

"لیغفر لك اللّٰه ما تقدم من ذنبك وما تاخر" تاکہ بخش دے تمہارے واسطے سے سب اگلے پچھلے گناہ (نازل ہوئی)۔

صحابہ نے عرض کی: "هنيا لك يا رسول اللّٰه لقد بين اللّٰه لك ماذا يفعل بك فما ذا يفعل بنا" یارسول اللہ! آپ کو مبارک ہو' خدا کی قسم! اللہ عزوجل نے یہ تو صاف بیان فرمادیا کہ حضور کے ساتھ کیا کرے گا۔ اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔

اس پر یہ آیت اتری: "ليدخل المؤمنين (الٰی قوله تعالٰی) فوزًا عظيما" تاکہ داخل کرے اللہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں' ہمیشہ رہیں ان میں اور مٹادے ان سے ان کے گناہ اور یہ اللہ کے یہاں بڑی مراد پانا ہے۔

یہ آیت اور ان کے امثال بے نظیر اور یہ حدیث جلیل و شہیر' ایسوں کو کیوں سجھائی دیتیں۔

(انباء المصطفیٰ ص ۹-۸' نوری کتب خانہ' لاہور)

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز نے "انباء الحی" ص ۳۸۸ (مرکز اہل سنت برکاتِ رضا) میں بھی متعدد احادیث کے حوالوں سے اسی طرح لکھا ہے۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی متوفی ۱۳۶۷ ھ نے بھی الاحقاف:۹ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت الفتح:۲ سے منسوخ ہے۔

١٢٤٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قُتِلَ اَبِىْ جَعَلْتُ اَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهٖ' اَبْكِىْ وَيَنْهَوْنِىْ عَنْهُ' وَالنَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْهَانِىْ' فَجَعَلَتْ عَمَّتِىْ فَاطِمَةُ تَبْكِىْ' فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْكِيْنَ اَوْ لَا تَبْكِيْنَ' مَا زَالَتْ مَلَائِكَةٌ تُظِلُّهٗ بِاَجْنِحَتِهَا حَتّٰى رَفَعْتُمُوْهُ. تَابَعَهٗ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِى ابْنُ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

[اطراف الحدیث: ۱۲۹۳-۲۸۱۶-۴۰۸۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے محمد بن المنکدر سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا: جب میرے والد کو شہید کر دیا گیا تو میں ان کے چہرے سے کپڑا کھول کر رو رہا تھا' اور لوگ مجھے اس سے منع کر رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس سے منع نہیں فرما رہے تھے' پھر میری پھوپھی فاطمہ رونے لگیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم روؤ یا نہ روؤ فرشتے ان پر اپنے پروں سے سایا کر رہے ہیں حتیٰ کہ تم نے ان (کے جنازہ) کو اٹھا لیا۔ شعبہ کی متابعت ابن جریج نے کی ہے' انہوں نے کہا: مجھے ابن المنکدر نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا۔

(صحیح مسلم: ۲۴۷۱' الرقم المسلسل: ۶۲۳۷' سنن نسائی: ۱۸۴۲' جامع المسانید لابن جوزی: ۹۷۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حضرت جابر کے والد کی تکریم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد کے اوپر' اپنے پروں سے سایا کر رہے ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ فرشتے ان کے والد کی تکریم کر رہے ہیں اور ان کی روح کو اوپر لے کر جا رہے ہیں۔

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۲۳۳-ج ۶ ص ۱۱۳۰ پر ذکر کی گئی ہے' اس کی شرح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد کی سوانح بیان کی گئی ہے۔

٤ - بَابُ الرَّجُلِ يَنْعٰى اِلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ بِنَفْسِهٖ

کوئی شخص میت کے گھر والوں کو اس کی موت کی خبر دے

١٢٤٥ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِىْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ' عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِىَّ فِى الْيَوْمِ الَّذِىْ مَاتَ فِيْهِ' خَرَجَ اِلَى الْمُصَلّٰى' فَصَفَّ بِهِمْ' وَكَبَّرَ اَرْبَعًا. [اطراف الحدیث: ۱۳۱۸-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۳۳-۳۸۸۰-۳۸۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جس دن النجاشی فوت ہوئے' اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی موت کی خبر دی' آپ عید گاہ کی طرف نکلے' آپ نے مسلمانوں کی صفیں بنائیں اور چار تکبیریں پڑھیں۔

(صحیح مسلم: ۹۵۱' الرقم المسلسل: ۲۱۶۹' سنن ابوداؤد: ۳۲۰۴' سنن نسائی: ۱۹۷۱' مصنف عبد الرزاق: ۶۳۹۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۷۷۶-ج ۱۳ ص ۱۹۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۴۵۱۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۷۸۷۹)

26

غائبانہ نمازِ جنازہ کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے مسلمانوں کو نجاشی کی موت کی خبر دی اور خصوصاً اس کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی کیونکہ عام مسلمانوں کے علم میں اس کا اسلام لانا نہیں تھا' تو آپ نے یہ ارادہ کیا کہ تمام مسلمانوں کو اس کے اسلام کی خبر دیں اور تمام مسلمانوں کے ساتھ اس کے حق میں دعا کریں تا کہ اسے تمام مسلمانوں کی دعا کی برکت حاصل ہو' اس کی خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے مسلمانوں میں سے کسی کی بھی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی اور نہ ان مہاجرین اور انصار کی جو مختلف شہروں میں فوت ہو گئے تھے اور نبی ﷺ کے بعد اسی پر مسلمانوں کا عمل رہا اور نبی ﷺ نے نجاشی کے علاوہ کسی کی بھی غائبانہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھی' نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے' جو شخص جس شہر میں فوت ہو جائے صرف اس شہر کے لوگ اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں' اور غائبانہ نمازِ جنازہ صرف نجاشی کی خصوصیت ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ نجاشی کی روح نبی ﷺ کے سامنے حاضر تھی' سو آپ نے اس پر نماز پڑھی تھی اور آپ کے لیے جنازہ کو اٹھا کر لایا گیا تھا' جیسا کہ آپ کے لیے بیت المقدس کو منکشف کر دیا گیا تھا' جب کفار قریش نے آپ سے بیت المقدس کی صفات کے متعلق سوال کیا تھا' آپ کو نجاشی کی موت کا علم تھا اور آپ نے اپنے اصحاب کو اس کی موت کی خبر دی تھی' آپ گھر سے نکلے اور آپ نے مسلمانوں کو اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور یہ اس کی خصوصیت کی دلیل ہے' اسی وجہ سے امت نے غائبانہ نمازِ جنازہ کو ترک کر دیا ہے اور میں نے امت میں سے کسی کو نہیں پایا' جس نے غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۴۵۔ ۲۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

میں کہتا ہوں کہ نبی ﷺ نے تین اور مسلمانوں کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی ہے اور وہ بھی آپ کی خصوصیت ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام' نبی ﷺ پر نازل ہوئے اور کہا کہ معاویہ بن معاویہ اللیثی فوت ہو گئے ہیں' کیا آپ ان کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! حضرت جبریل نے اپنے پیر زمین پر مارے' پس جو درخت اور ٹیلہ تھا' وہ زمین کے برابر ہو گیا اور ان کا جنازہ اٹھا کر لایا گیا حتیٰ کہ آپ نے اس کو دیکھا اور اس پر نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے' پس نبی ﷺ نے حضرت جبریل سے پوچھا: اے جبریل! ان کو اللہ کی جناب سے یہ مرتبہ کس وجہ سے حاصل ہوا؟ حضرت جبریل نے کہا: یہ ''قل هو الله احد'' پڑھنے سے محبت کرتے تھے اور آتے جاتے' کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے ہر حال میں اس کو پڑھتے رہتے تھے۔

(المعجم الکبیر: ۱۰۴۰۔ ج ۱۱ ص ۴۲۸' مسند ابو یعلیٰ ج ۲ ص ۱۹۷' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۸' علامہ الہیثمی نے کہا ہے: یہ حدیث بہت ضعیف ہے اور علامہ الذہبی نے کہا ہے: یہ حدیث منکر ہے۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۸)

علامہ عبد اللہ بن یوسف الزیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے کہا ہے کہ ضعیف سندوں سے مروی ہے کہ آپ نے دو اور غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھائی ہیں اور وہ حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی نمازیں ہیں اور حدیث میں ہے کہ ان کے جنازوں کو بھی آپ کے لیے منکشف کر دیا گیا تھا۔ امام واقدی نے اپنی سند کے ساتھ کتاب المغازی میں عبد اللہ بن ابی بکر سے روایت کیا ہے کہ جب لوگ غزوۂ موتہ میں گئے تو رسول اللہ ﷺ منبر پر بیٹھے اور آپ کے لیے شام کو منکشف کر دیا گیا' آپ ان کے میدانِ جنگ دیکھ رہے تھے' پس نبی ﷺ نے فرمایا: اب جھنڈا زید بن حارثہ نے لیا' پس وہ لڑتے رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے' پھر آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی اور ان کے لیے دعا

کی اور فرمایا: ان کے لیے استغفار کرو اور وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہ دوڑ رہے ہیں' پھر جھنڈا جعفر بن ابی طالب نے لیا' پس وہ لڑتے رہے حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے' پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی اور ان کے لیے دعا کی اور فرمایا: ان کے لیے استغفار کرو اور وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہ اپنے دو پروں کے ساتھ جنت میں جہاں چاہیں اُڑ رہے ہیں۔

(نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۹۲۔۲۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

علامہ محمد بن عمر بن واقد الواقدی المتوفی ۲۰۷ھ نے ان حدیثوں کو زیادہ تفصیل سے روایت کیا ہے۔

(کتاب المغازی ج ۲ ص ۲۱۱۔۲۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

غائبانہ نمازِ جنازہ میں فقہاء کا اختلاف

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

دوسرے شہر میں غائب کی نماز جنازہ پڑھنی جائز ہے' خواہ وہ شہر قریب ہو یا بعید' پس امام قبلہ کی طرف منہ کرے اور اس پر اس طرح نماز پڑھائے جس طرح حاضر پر پڑھاتا ہے خواہ میت قبلہ کی جہت میں ہو یا نہ ہو' امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ غائب کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ جس دن نجاشی فوت ہوئے' اسی طرح نبی ﷺ نے ان کی نمازِ جنازہ مسلمانوں کو پڑھائی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ کے لیے زمین لپیٹ دی گئی ہو اور آپ کو جنازہ دکھا دیا گیا ہو تو ہم کہیں گے کہ یہ منقول نہیں ہے اور اگر ایسا ہوا ہوتا تو آپ اس کی خبر دیتے۔ (المغنی ج ۳ ص ۲۶۰' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن قدامہ کے دلائل کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ مسلمانوں کی نمازِ جنازہ پڑھنے پر بہت حریص تھے اور مدینہ کے قریب اور بعید شہروں میں مسلمان طبعی موت سے اور شہادت سے فوت ہوتے رہتے تھے لیکن نجاشی کے علاوہ اور کسی کے متعلق صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے کہ آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی ہو حتیٰ کہ بیر معونہ میں جب ستر قاریوں کو شہید کیا گیا تو آپ کو بہت رنج ہوا اور آپ ایک ماہ تک ان کے قاتلوں کے خلاف دعاءِ ضرر فرماتے رہے لیکن آپ نے ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی' اگر آپ کے نزدیک غائب کی نمازِ جنازہ بالعموم جائز ہوتی تو آپ ان کی نمازِ جنازہ ضرور پڑھتے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے حضرت معاویہ بن معاویہ لیثی' حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی نمازِ جنازہ پڑھی ہے اور وہ اس وقت شام میں تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان روایات کی سند ضعیف ہے' علاوہ ازیں ان روایات میں ''صلّٰی'' کا لفظ ہے اور وہ نمازِ جنازہ پڑھنے کے معنی میں قطعی نہیں ہے' اس کا معنی دعا بھی ہوتا ہے۔ اس لیے ان ضعیف السند روایات اور محتمل لفظ سے معارضہ کرنا صحیح نہیں ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۰۹۹۔ ج ۲ ص ۷۶۶ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) غائبانہ نمازِ جنازہ (۲) حدیث نجاشی کے جوابات (۳) غائبانہ نماز جنازہ کے عدم جواز پر احناف کے دلائل۔ یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۰۷۔۸۰۵ پر مذکور ہے۔

۱۲۴۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی'

اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ، ثُمَّ اَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ، ثُمَّ اَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ. وَاِنَّ عَيْنَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَذْرِفَانِ. ثُمَّ اَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ مِنْ غَيْرِ اِمْرَةٍ فَفُتِحَ لَهٗ. [اطراف الحدیث: ۲۷۹۸-۳۰۶۳-۳۶۳۰-۳۷۵۷-۴۲۶۲] (سنن نسائی: ۱۸۷۷، جامع المسانید لابن جوزی: ۱۵۴، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۵ھ)

انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از حمید بن ہلال از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زید (بن حارثہ) نے جھنڈا پکڑا، پس وہ شہید ہو گئے، پھر جعفر (بن ابی طالب) نے جھنڈا پکڑا، پس وہ شہید ہو گئے، پھر عبد اللہ بن رواحہ نے جھنڈا پکڑا، پس وہ شہید ہو گئے اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے، پھر بغیر کسی کے مشورہ کے خالد بن ولید نے جھنڈا پکڑا، پس ان کو فتح حاصل ہو گئی۔

غزوہ موتہ کی تاریخ

یہ قصہ غزوۂ موتہ کا ہے، یہ شام کے علاقہ البلقاء میں پیش آیا تھا، اس کا سبب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمادی الاولیٰ ۸ھ میں ایک لشکر بھیجا تھا، اور اس لشکر کا امیر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا، اور آپ نے فرمایا تھا: اگر زید شہید ہو جائیں تو پھر جعفر بن ابی طالب لوگوں کے امیر ہوں گے، پھر اگر جعفر شہید ہو جائیں تو پھر عبد اللہ بن رواحہ لوگوں کے امیر ہوں گے، پس وہ تین ہزار نفوس پر مشتمل لشکر روانہ ہو گیا، انہوں نے کفار سے مقابلہ کیا، پس حضرت زید بن حارثہ شہید ہو گئے، پھر حضرت جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا لیا اور قتال کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے، پھر حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا اور قتال کیا، حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے، پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرما دی۔

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ہم نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا تو ان کو مقتولین میں پایا اور ان کے جسم پر ستر سے زیادہ نیزوں اور تیروں کے زخم تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۲۶۱)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ جنگ موتہ میں میرے ہاتھوں میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں، پس میرے ہاتھوں میں صرف صحیفہ یمانیہ (یمنی خنجر) باقی رہ گیا۔ (صحیح البخاری: ۴۲۶۵)

حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ کا تعارف

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے، آپ نے ان کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا تھا، حضرت زید بن حارثہ کے سوا اللہ تعالیٰ نے صحابہ میں سے کسی کا بھی قرآن مجید میں نام ذکر نہیں کیا، صرف ان کا نام ذکر فرمایا ہے:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا. (الاحزاب: ۳۷) پس جب زید نے اپنی بیوی سے اپنی حاجت پوری کر لی۔

حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمی رضی اللہ عنہ، ان کو شہادت کے بعد اللہ عزوجل کی وجہ سے دو پَر عطا کیے گئے تھے اور یہ جنت میں اڑتے تھے، ان کو الطیار کہا جاتا ہے، انہوں نے حبشہ اور مدینہ کی طرف دو ہجرتیں کیں، یہ حبشہ میں مہاجرین کے امیر تھے۔

حضرت عبد اللہ بن رواحہ الخزرجی المدنی، یہ ان میں سے تھے جو مکہ کی گھاٹیوں میں آ کر اسلام لائے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل، میت پر رونے کا جواز اور ضرورت کے وقت از خود لشکر کا امیر بننے کا جواز

اس حدیث میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اس واقعہ کی خبر دی جو موتہ میں ہوا تھا اور یہ غیب کی خبر تھی۔

اس حدیث میں میت پر رونے کا جواز ہے' کیونکہ جب آپ نے ان صحابہ کی شہادت کی خبر دی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے' جس کے دل میں رحمت ہو اسی کی آنکھوں سے آنسو نکلتے ہیں اور یہ اچھی صفت ہے۔

حضرت خالد بن ولید کو کسی نے اس لشکر کا امیر نہیں بنایا تھا' وہ از خود امیر بن گئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ جب قوم کا کوئی امیر نہ رہے اور بغیر امیر کے قوم کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو جو شخص اہل ہو اس کا از خود امیر بننا جائز ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت خالد کے اس اقدام سے راضی ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۴۔ ۳۳ ملخصا وموضحا ومخرجا' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۵ - بَابُ الْإِذْنِ بِالْجَنَازَةِ — جنازہ کی خبر دینا

وَقَالَ اَبُوْ رَافِعٍ ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا كُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِیْ.

اور ابو رافع نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام مرد تھا جو مسجد کی صفائی کرتا تھا' وہ فوت ہو گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق دریافت کیا' پس لوگوں نے بتایا کہ وہ فوت ہو گیا' آپ نے فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی! مجھے اس کی قبر بتاؤ' پھر آپ اس کی قبر پر آئے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ (صحیح البخاری: ۴۵۸' صحیح مسلم: ۹۵۶' سنن ابو داؤد: ۳۲۰۳' سنن ابن ماجہ: ۱۵۲۷)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۱۱۰۔ ج ۲ ص ۷۶۹۔ ۷۶۸ پر ذکر کی گئی ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: قبر پر نمازِ جنازہ۔

۱۲۴۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ الشَّيْبَانِیِّ، عَنِ الشَّعْبِیِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ مَاتَ اِنْسَانٌ، كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ، فَمَاتَ بِاللَّيْلِ، فَدَفَنُوْهُ لَيْلًا، فَلَمَّا اَصْبَحَ اَخْبَرُوْهُ، فَقَالَ مَا مَنَعَكُمْ اَنْ تُعْلِمُوْنِیْ؟ قَالُوْا كَانَ اللَّيْلُ، فَكَرِهْنَا، وَكَانَتْ ظُلْمَةٌ، اَنْ نَّشُقَّ عَلَیْكَ، فَاَتٰی لَهٗ فَصَلّٰی عَلَیْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی از ابی اسحاق الشیبانی از شعبی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انسان فوت ہو گیا جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیادت کرتے تھے' وہ رات کو فوت ہوا تھا تو صحابہ نے رات کو اسے دفن کر دیا' جب صبح ہوئی تو انہوں نے آپ کو خبر دی' آپ نے فرمایا: تمہیں کس چیز نے مجھے اس کی اطلاع دینے سے باز رکھا تھا' صحابہ نے کہا: وہ رات کا وقت تھا' ہم نے اس کو ناپسند کیا کہ اندھیرے میں آپ کو آنے میں مشکل پیش آئے' پس آپ اس کی قبر پر آئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ فَضْلِ مَنْ مَّاتَ لَهٗ وَلَدٌ فَاحْتَسَبَ — اس شخص کی فضیلت جس کا بیٹا فوت ہو گیا اور اس نے ثواب کی نیت سے صبر کیا

یعنی اس نے اللہ کی تقدیر پر راضی ہو کر صبر کیا اور اس کی رحمت اور مغفرت کی امید رکھی۔

وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ﴾

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: آپ صبر کرنے والوں کو بشارت

(البقرہ:۱۵۵). دیجئے۔ (البقرہ:۱۵۵)

اس پوری آیت کا ترجمہ اس طرح ہے: آپ ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیجئے' جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں O اور مصیبت کا لفظ عام ہے' بیٹے کی موت کی مصیبت بھی اس میں شامل ہے۔

١٢٤٨ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ' عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ النَّاسِ مِنْ مُّسْلِمٍ' يُتَوَفّٰى لَهٗ ثَلَاثٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ' اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ' بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ اِيَّاهُمْ.

[طرف الحدیث:۱۳۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کے بھی تین ایسے بیٹے فوت ہو جائیں جو بلوغت کی عمر کو نہ پہنچے ہوں تو اس شخص کی ان بچوں پر رحمت کے فضل کی وجہ سے اللہ اس شخص کو جنت میں داخل کر دے گا۔

(سنن نسائی:۱۸۷۲' سنن ابن ماجہ:۱۶۰۵' سنن ترمذی:۱۰۶۱' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۰۹' شعب الایمان:۹۷۴۹' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۵ طبع قدیم' مسند احمد:۳۵۵۴۔ج ۶ ص ۱۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی:۵۰۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو معمر عبد اللہ بن عمر (۲) عبد الوارث بن سعید (۳) عبد العزیز بن صہیب (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۲)

حدیث مذکور کی عنوان سے مطابقت پر اعتراض کا جواب

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث کے عنوان میں ہے: جو شخص اپنے فوت شدہ بیٹے پر ثواب کی نیت سے صبر کرے اور حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا اگر چہ صراحۃً ذکر نہیں ہے لیکن التزاماً ذکر ہے' کیونکہ وہ جنت میں اسی وقت داخل ہوگا جب ثواب کی نیت سے اپنے بیٹوں کی موت پر صبر کرے گا۔

''الحِنْث'' کا معنی اور نابالغ بچوں کی موت پر صبر کی تخصیص کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ تین بیٹے ''الحنث'' کو نہ پہنچے ہوں' ''الحنث'' کا معنی ہے: گناہ اور انسان کا کوئی فعل اسی وقت گناہ قرار دیا جاتا ہے جب وہ بالغ ہو چکا ہو' اس لیے اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ بلوغت کی عمر کو نہ پہنچے ہوں۔

نابالغ بچوں کی موت پر صبر کرنے کی وجہ سے جنت میں دخول کی بشارت اس لیے ہے کہ نابالغ بچوں سے محبت اور شفقت اور ان پر رحمت بہت زیادہ ہوتی ہے اور بالغ بچوں پر اتنی شفقت اور رحمت نہیں ہوتی کیونکہ عموماً اولاد بالغ ہونے کے بعد ماں باپ کی نافرمانیاں بہت زیادہ کرتی ہے' اس لیے اس سے محبت کا وہ جذبہ نہیں رہتا۔

١٢٤٩ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَصْبَهَانِيِّ' عَنْ ذَكْوَانَ' عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النِّسَاءَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان بن الاصبہانی نے حدیث بیان کی از ذکوان از

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلْ لَنَا يَوْمًا، فَوَعَظَهُنَّ، وَقَالَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ مَاتَ لَهَا ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ، كَانُوْا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ. قَالَتِ امْرَاَةٌ وَاثْنَانِ؟ قَالَ وَاثْنَانِ.

حضرت ابو سعید رضی اللہ کہ عورتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ہمارے لیے ایک دن مقرر کر دیں' پس آپ نے ان کو وعظ کیا کہ جس عورت کے بھی تین بچے فوت ہو جائیں تو وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائیں گے' ایک عورت نے کہا: اگر دو فوت ہوں؟ آپ نے فرمایا: اور دو بھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۵۰ - **وَقَالَ** شَرِيْكٌ، عَنِ ابْنِ الْاَصْبَهَانِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ.

اور شریک نے کہا از ابن الاصبہانی' انہوں نے کہا: مجھے ابو صالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو سعید و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے کہا: وہ بچے بلوغت کی عمر کو نہ پہنچے ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۵۱ - **حَدَّثَنَا** عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمُوْتُ لِمُسْلِمٍ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ، فَيَلِجَ النَّارَ، اِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ (مریم:۷۱).

[طرف الحدیث: ۶۶۵۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے فوت ہوں تو وہ صرف قسم کو پورا کرنے کے لیے دوزخ میں داخل ہوگا۔ امام ابو عبد اللہ نے کہا: اللہ کی قسم! تم میں سے ہر شخص دوزخ میں داخل ہوگا۔ (مریم:۷۱)

(صحیح مسلم: ۲۶۳۲' الرقم المسلسل: ۶۵۷۳' سنن ابوداؤد: ۲۲۶۰' سنن ترمذی: ۱۰۶۰' سنن نسائی: ۱۸۷۵' مسند الحمیدی: ۱۰۸۴' مسند ابویعلیٰ: ۵۸۶۹' صحیح ابن حبان: ۲۹۴۲' سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۱۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۶۵۔ ج ۱۲ ص ۲۰۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۴۵۲۱' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

ہر شخص کا دوزخ پر سے گزر ہوگا' اس آیت کی متعدد تفاسیر

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مسلمانوں کی اولاد جنت میں ہوگی اور یہ جمہور علماء کا قول ہے' اس پر اس جماعت کا اجماع ہے' جس کا غلط ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے فضل سے ان کے آباء کو معاف فرما دے اور ان کی اولاد پر رحمت نہ فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ کی قسم! تم میں سے ہر شخص دوزخ میں داخل ہوگا۔ (مریم:۷۱)

علماء کا اس دخول میں اختلاف ہے' حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا: ہر نیک اور ہر بد دوزخ میں داخل ہوگا' مؤمن پر دوزخ ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے گی' جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بن گئی تھی' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ

اور کعب احبار نے کہا: اس دخول سے مراد پل صراط سے گزرنا ہے۔

حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ اس آیت میں کفار سے خطاب ہے کیونکہ اس سے پہلے یہ آیات ہیں:

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا○ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا○ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا○وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا○ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا○ (مریم: ۷۲-۶۸)

سو آپ کے رب کی قسم! ہم ضرور ان سب کو اور شیطانوں کو جمع کریں گے پھر ہم انہیں ضرور جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کریں گے○ پھر ہم ہر گروہ سے اس کو ضرور باہر نکالیں گے جو رحمٰن پر سب سے زیادہ اکڑنے والا ہوگا○ پھر بے شک ہم ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو جہنم میں داخل ہونے کے زیادہ لائق ہیں○ اور بے شک تم میں سے ہر شخص ضرور دوزخ پر وارد ہوگا' یہ آپ کے رب کے نزدیک قطعی فیصلہ کیا ہوا ہے○ پھر ہم متقین کو دوزخ سے نکال لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دیں گے○

ایک جماعت نے کہا ہے کہ مؤمن کو دوزخ سے دور کر دیا جائے گا' وہ اس کو دیکھے گا نہ اس پر وارد ہوگا اور دنیا میں جو اس کو بخار آیا تھا وہی اس کے حق میں دوزخ پر ورود ہوگا' عثمان بن اسود نے کہا: دوزخ کی آگ سے مؤمن کا حصہ دنیا میں بخار آنا ہے' سو وہ آخرت میں دوزخ پر وارد نہیں ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بخار والے مریض کی عیادت کی' میں بھی آپ کے ساتھ تھا' آپ نے اس سے فرمایا: تمہیں خوش خبری ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ میری آگ ہے جس کو میں بندۂ مؤمن کے اوپر مسلط کرتا ہوں تا کہ یہ اس کے لیے آخرت کی آگ کا حصہ ہو جائے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(سنن ترمذی: ۲۰۷۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۲۹' مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۰' المستدرک ج ۱ ص ۳۴۵)

خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ صرف کفار دوزخ میں داخل ہوں گے' مسلمان داخل نہیں ہوں گے' دوسرا قول یہ ہے کہ مؤمن اور کافر سب دوزخ میں داخل ہوں گے' تیسرا قول یہ ہے کہ دوزخ میں دخول سے مراد سب کا پل صراط سے گزرنا ہے' چوتھا قول یہ ہے کہ سب دوزخ کے قریب سے دوزخ کو دیکھیں گے اور پانچواں قول یہ ہے کہ مسلمانوں پر جو دنیا میں بخار آتا ہے یا دیگر مصائب آتے ہیں' وہ ان کے دوزخ میں داخل ہونے کے عوض ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۴۸-۲۴۷' مع زیادۃ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* اس آیت کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہماری تفسیر' تبیان القرآن ج ۷ ص ۳۰۷' سورۂ مریم: ۷۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۷- بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ لِلْمَرْاَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ اِصْبِرِيْ

مرد کا قبر کے پاس کسی عورت سے یہ کہنا: صبر کرو

۱۲۵۲ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَاَةٍ عِنْدَ قَبْرٍ وَهِيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ کہ

تَبْكِيْ، قَالَ اِتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ.

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر کے نزدیک ایک عورت کے پاس سے گزرے وہ اس وقت رو رہی تھی آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔

[اطراف الحدیث: ۱۲۸۳-۱۳۰۲-۷۱۵۴]

(صحیح مسلم: ۹۲۶ الرقم المسلسل: ۲۱۰۵ سنن ابوداؤد: ۳۱۲۴ سنن ترمذی: ۹۸۸ سنن نسائی: ۱۸۷۰-۱۸۶۹ مسند ابویعلیٰ: ۳۴۳۸ عمل الیوم واللیلۃ: ۱۰۶۸ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۴۰ شرح السنۃ: ۱۴۱۱ صحیح ابن حبان: ۲۸۹۵ سنن بیہقی ج ۱ ص ۵۳۹ شعب الایمان: ۹۷۰۲ المعجم الاوسط: ۶۲۲۰ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۱ سنن دارمی: ۶۸۲ مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۳ طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۴۵۸-ج ۱۹ ص ۴۴۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

خواتین کے لیے زیارتِ قبور کا ثبوت

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زیارتِ قبور جائز ہے اور خواتین کے لیے بھی زیارتِ قبور جائز ہے لیکن پردے کی پابندی بہر حال ضروری ہوگی ورنہ آپ نے جس طرح اس عورت کو آواز سے رونے سے منع فرمایا' آپ اس کو قبر کی زیارت سے بھی منع فرماتے' نیز اس حدیث میں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا ثبوت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع کا ثبوت ہے کیونکہ آپ نے اس کو ڈانٹا نہیں اور اس میں کسی کے مرنے پر آواز سے رونے کی ممانعت کا ثبوت ہے اور اس رونے والی کو صبر کرنے کی نصیحت کا ثبوت ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۰۳۶- ج ۲ ص ۳۲۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی

۸- بَابُ غُسْلِ الْمَيِّتِ وَوُضُوْئِهٖ بِالْمَاءِ وَالسِّدْرِ

میت کو بیری کے پانی سے غسل دینا اور وضوء کرانا

وَحَنَّطَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ابْنًا لِسَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ، وَحَمَلَهٗ وَصَلّٰى، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت سعید بن زید کے بیٹے کو خوشبو لگائی' ان کے جنازہ کو اٹھایا' نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت سعید بن زید کے بیٹے کو خوشبو لگائی' اور ان کا جنازہ اٹھایا' پھر مسجد میں داخل ہوئے' پس نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔ (موطأ امام مالک: ۱۸- باب: ۴- ج ۱ ص ۱۹' المکتبۃ التوفیقیہ' بیروت)

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک میت کو کفن دیا اور اس کو خوشبو لگائی' پھر وضوء نہیں کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۵۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

آیا میت کو غسل دینے سے وضوء واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میت کو غسل دینے سے غسل واجب ہوتا ہے اور میت کا جنازہ اٹھانے سے وضوء واجب ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۹۹۳' سنن ابن ماجہ: ۱۴۵۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۲)

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ کی حدیث حسن ہے' اہل علم کا میت کو غسل دینے والے پر غسل کے وجوب میں اختلاف ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص میت کو غسل دے تو اس پر غسل ہے اور بعض نے کہا: اس پر وضوء ہے' امام مالک بن انس نے کہا: میرے نزدیک غسل میت کی وجہ سے غسل کرنا مستحب ہے' واجب نہیں ہے' اور اسی طرح امام شافعی نے کہا ہے' امام احمد بن حنبل نے کہا: جس نے میت کو غسل دیا مجھے امید ہے اس پر غسل واجب نہیں ہے' رہا وضوء تو اس کے متعلق بہت کم کہا گیا ہے اور عبداللہ بن المبارک سے مروی ہے: غسل میت سے غسل واجب ہوتا ہے نہ وضوء۔

(سنن ترمذی ص ۴۲۰' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے: امام بخاری کی ذکر کردہ تعلیق اس پر دلالت کرتی ہے کہ میت کو غسل دینے والے پر وضوء کرنا واجب نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۳)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَلْمُسْلِمُ لَا يَنْجُسُ حَيًّا وَّلَا مَيِّتًا.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مسلمان نجس نہیں ہوتا خواہ زندہ ہو یا مردہ۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اپنے مُردوں کو نجس نہ قرار دو' کیونکہ مؤمن نجس نہیں ہوتا خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۴۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۳۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ سَعْدٌ لَوْ كَانَ نَجِسًا مَا مَسِسْتُهُ.

اور حضرت سعد نے کہا: اگر مردہ نجس ہوتا تو میں اس کو نہ چھوتا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عائشہ بنت سعد بیان کرتی ہیں کہ حضرت سعد کو حضرت سعید بن زید کے جنازہ کی خبر دی گئی' اس وقت وہ بقیع میں تھے' پس حضرت سعد آئے اور انہوں نے حضرت سعید کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور ان کو خوشبو لگائی' پھر ان کے گھر گئے اور ان پر نمازِ جنازہ پڑھی' پھر پانی منگا کر غسل کیا' پھر کہا: میں نے ان کو غسل دینے کی وجہ سے غسل نہیں کیا اور اگر وہ نجس ہوتے تو میں ان کو غسل نہ دیتا لیکن میں نے گرمی کی وجہ سے غسل کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۵۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۳۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ لَا يَنْجُسُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مؤمن نجس نہیں ہوتا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے ملے' اس وقت میں جنبی تھا' آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں آپ کے ساتھ چلنے لگا' حتیٰ کہ آپ بیٹھ گئے' پس میں نکل گیا' پھر میں گھر گیا اور میں نے غسل کیا' پھر میں آیا تو آپ بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے پوچھا: اے ابوہریرہ! تم کہاں تھے؟ میں نے آپ کو بتایا' آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! اے ابوہریرہ! بے شک مؤمن نجس نہیں ہوتا۔ (صحیح البخاری: ۲۸۵' صحیح مسلم: ۳۷۱)

۱۲۵۳ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ' عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' حِيْنَ تُوُفِّيَتِ ابْنَتُهٗ' فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا' اَوْ خَمْسًا' اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ' بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ' وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا' اَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُوْرٍ' فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ. فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ایوب السختیانی از محمد بن سیرین از حضرت ام عطیہ الانصاریہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی فوت ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے' پس آپ نے فرمایا: اس کو تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا اس سے زیادہ دفعہ غسل دو' اگر تم اس کو مناسب سمجھو' پانی اور بیری کے پتوں سے اور اس کے آخر میں کافور یا کچھ کافور رکھ دینا' پس جب تم فارغ ہو جاؤ

فَاَعْطَانَا حِقْوَهٗ، فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ . تَعْنِي اِزَارَهٗ.

تو مجھے بتانا' پس جب ہم فارغ ہوگئیں تو ہم نے آپ کو بتایا' پس آپ نے ہم کو اپنا تہبند دیا اور فرمایا: اس تہبند کو اس کا ازار بنا دینا۔

(صحیح مسلم: ۹۳۹' الرقم المسلسل: ۲۱۳۳' سنن ابوداؤد: ۳۱۴۲' سنن نسائی: ۱۸۸۵۔۱۸۸۰' سنن ابن ماجہ: ۱۴۵۸' سنن ترمذی: ۹۹۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۴۳' المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۱۶۵' مسند الحمیدی: ۳۶۰' مسند احمد ج ۵ ص ۸۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۷۹۵۔ ج ۳۴ ص ۳۹۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابی اویس (۲) امام مالک بن انس (۳) ایوب السختیانی (۴) محمد بن سیرین (۵) حضرت ام عطیہ الانصاریہ' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کو غسل دینے کے موقع پر حاضر تھیں' میت کو غسل دینے کے متعلق ان سے اعلیٰ کسی کی حدیث نہیں ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۶)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی کا تذکرہ اور آثارِ صالحین سے تبرک کا حصول

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی فوت ہوگئیں' ان کا نام حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھا' یہ ابو العاص بن الربیع کی زوجہ تھیں' اور حضرت امامہ کی والدہ تھیں' جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں اٹھایا ہوا تھا' جب آپ سجدہ کرتے تو ان کو زمین پر رکھ دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو ان کو اٹھا لیتے' حضرت زینب' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں' ان کا نکاح ابوالعاص بن الربیع سے ہوا' ان سے حضرت علی اور حضرت امامہ پیدا ہوئے' حضرت زینب ۸ ھ میں فوت ہوئیں' بعض اہل سیر نے لکھا ہے کہ یہ صاحب زادی حضرت ام کلثوم تھیں' جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں' اور صحیح یہ ہے کہ یہ قصہ حضرت زینب کا ہے کیونکہ جب حضرت ام کلثوم فوت ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر میں گئے ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس تہبند کو ان کا شعار بنا دینا' یعنی ان کے جسم کے ساتھ لپیٹ دینا تا کہ انہیں آپ کے آثارِ شریفہ کا تبرک حاصل ہو' آپ نے ان کو ابتداءً یہ تہبند نہیں دیا بلکہ آخر میں دیا تا کہ زیادہ دیر تک یہ آپ کے جسم مبارک کے ساتھ لگا رہے اور یہ حدیث آثارِ صالحین سے تبرک کے حصول کی اصل ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دینا چاہیے اور اس کے کفن میں کافور یا اور کسی قسم کی خوشبو لگانی چاہیے' اور طاق مرتبہ غسل دینا چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۹ - بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ اَنْ يُّغْسَلَ وِتْرًا

طاق مرتبہ غسل دینے کا استحباب

۱۲۵۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهٗ، فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، اَوْ خَمْسًا، اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ، وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا، فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ. فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ، فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حِقْوَهٗ، فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب الثقفی نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے' ہم اس وقت آپ کی صاحب زادی کو غسل دے رہی تھیں' آپ نے فرمایا: ان کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ پانی سے اور بیری کے پتوں سے غسل دو' اور اس کے آخر میں کافور رکھنا اور جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع

إِيَّاهُ. فَقَالَ أَيُّوبُ وَحَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ بِمِثْلِ حَدِيثِ مُحَمَّدٍ، وَكَانَ فِي حَدِيثِ حَفْصَةَ اغْسِلْنَهَا وِتْرًا. وَكَانَ فِيهِ ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا. وَكَانَ فِيهِ أَنَّهُ قَالَ ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا، وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا. وَكَانَ فِيهِ أَنَّ أُمَّ عَطِيَّةَ قَالَتْ وَمَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ.

دینا' پس جب ہم فارغ ہو گئیں تو ہم نے آپ کو اطلاع دی' آپ نے ہم کو اپنا تہبند دیا اور فرمایا: اس کو ان کے بدن سے ملا دینا' پس ایوب نے کہا: مجھے حفصہ نے محمد کی مثل حدیث بیان کی اور حفصہ کی حدیث میں مذکور تھا: ان کو طاق مرتبہ غسل دینا اور اس میں تین یا پانچ یا سات مرتبہ کا ذکر تھا' اور اس میں یہ ذکر تھا کہ ان کی دائیں جانب سے ابتداء کرنا اور وضوء کے اعضاء سے غسل شروع کرنا اور اس میں یہ ذکر تھا کہ حضرت ام عطیہ نے کہا: اور ہم نے ان کے بالوں کی تین چوٹیاں بنائیں۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۰ - بَابٌ يُبْدَأُ بِمَيَامِنِ الْمَيِّتِ

میت کی دائیں طرف سے غسل کی ابتداء کی جائے

۱۲۵۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غُسْلِ ابْنَتِهِ ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از حفصہ بنت سیرین از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی کے غسل کے متعلق فرمایا: ان کی دائیں جانب سے اور وضوء کے اعضاء سے غسل کی ابتداء کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۱ - بَابُ مَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنَ الْمَيِّتِ

میت کی وضوء کی جگہیں

۱۲۵٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا غَسَّلْنَا بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا، وَنَحْنُ نَغْسِلُهَا ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از سفیان از خالد الحذاء از حفصہ بنت سیرین از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا: جب ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی کو غسل دیا تو جس وقت ہم غسل دے رہی تھیں' آپ نے ہم سے فرمایا: ان کی دائیں جانب سے اور وضوء کے اعضاء سے غسل کی ابتداء کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابٌ هَلْ تُكَفَّنُ الْمَرْأَةُ فِي إِزَارِ الرَّجُلِ

کیا عورت کو مرد کے تہبند میں کفن دیا جا سکتا ہے

۱۲۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَمَّادٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تُوُفِّيَتْ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَنَا اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، اَوْ خَمْسًا، اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ، فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِي. فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ، فَنَزَعَ مِنْ حِقْوِهٖ اِزَارَهٗ، فَاَعْطَانَا. وَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الرحمن بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی فوت ہوگئیں' پس آپ نے ہم سے فرمایا: ان کو تین مرتبہ غسل دو یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ' اگر تم مناسب سمجھو' پھر جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے مطلع کرنا' پھر جب ہم فارغ ہو گئیں تو ہم نے آپ کو مطلع کیا' آپ نے اپنا تہبند اتار کر ہمیں عطاء کیا اور فرمایا: اس کو ان کے جسم سے ملا دینا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو مرد کے کپڑے میں کفن دینا جائز ہے' ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے: قمیص' تہبند' دوپٹہ' لفافہ اور وہ کپڑا جس کے ساتھ اس کے پستانوں کو باندھا جائے' پہلے قمیص پہنائی جائے' پھر اس کے سر پر دوپٹہ رکھا جائے' جو قمیص کے اوپر ہو اور تہبند اور لفافہ کے نیچے ہو' اور اس کپڑے کو سینہ کے پاس باندھا جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۶۴)

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۰۶۳۔ ج ۲ ص ۷۵۶ پر ذکر کی گئی ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۳ - بَابٌ يُجْعَلُ الْكَافُوْرُ فِي اٰخِرِهٖ
کافور کو آخر میں رکھا جائے

۱۲۵۸ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تُوُفِّيَتْ اِحْدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، اَوْ خَمْسًا، اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ، بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا، اَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُوْرٍ، فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِي. قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ، فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حِقْوَهٗ، فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ. وَعَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بِنَحْوِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حامد بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صاحب زادی فوت ہوگئیں' آپ گھر سے نکلے' پس فرمایا: ان کو تین مرتبہ غسل دو' یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ اگر تم مناسب سمجھو' پانی سے اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور آخر میں کافور رکھو یا کچھ کافور' پس جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے مطلع کرنا' حضرت ام عطیہ نے کہا: پس جب ہم فارغ ہو گئیں تو ہم نے آپ کو اطلاع دی' آپ نے اپنا تہبند ہم کو عطا کیا اور فرمایا: اس کو ان کے جسم سے ملا دینا۔ اور ایوب نے حدیث بیان کی از حفصہ از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا اس کی مثل۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۵۹ - وَقَالَتْ اِنَّهٗ قَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، اَوْ خَمْسًا، اَوْ سَبْعًا، اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ. قَالَتْ حَفْصَةُ قَالَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَجَعَلْنَا

اور انہوں نے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: ان کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ غسل دو یا اس سے زیادہ مرتبہ اگر تم مناسب سمجھو' حفصہ نے بیان کیا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اور ہم نے ان

رَأْسَهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ.

کے سر میں تین چوٹیاں بنائیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

١٤ - بَابُ نَقْضِ شَعَرِ الْمَرْاَةِ

عورت کے بالوں کو کھولنا

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَاْسَ اَنْ يُّنْقَضَ شَعْرُ الْمَرْاَةِ.

اور ابن سیرین نے کہا: عورت کے بالوں کو کھولنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

اشعث بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین نے کہا: جب عورت کو غسل دیا جائے تو اس کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنائی جائیں، پھر ان کو اس کے پیچھے ڈال دیا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۰۲، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۹۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

١٢٦٠ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَيُّوْبُ وَسَمِعْتُ حَفْصَةَ بِنْتَ سِيْرِيْنَ قَالَتْ حَدَّثَتْنَا اُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهُنَّ جَعَلْنَ رَاْسَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ، نَقَضْنَهُ ثُمَّ غَسَلْنَهُ، ثُمَّ جَعَلْنَهُ ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، ایوب نے کہا: اور میں نے حفصہ بنت سیرین سے سنا، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی کے سر میں تین مینڈھیاں بنائیں، ان کو کھول دیا، پھر ان کو دھویا، پھر ان کی تین مینڈھیاں بنا دیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

١٥ - بَابٌ كَيْفَ الْاِشْعَارُ لِلْمَيِّتِ

میت کے بدن کے ساتھ کپڑا کس طرح لپیٹا جائے

وَقَالَ الْحَسَنُ الْخِرْقَةُ الْخَامِسَةُ تَشُدُّ بِهَا الْفَخِذَيْنِ وَالْوَرِكَيْنِ، تَحْتَ الدِّرْعِ.

اور حسن بصری نے کہا: پانچویں کپڑے کے ساتھ میت کی رانیں اور اس کے کولہے قمیص کے نیچے باندھے جائیں۔

اس تعلیق کے موافق یہ حدیثیں ہیں:

ابن سیرین نے کہا: عورت کے پیٹ کے اوپر کپڑا رکھا جائے اور اس کے ساتھ اس کی رانوں کو باندھا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۰۴، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ابن سیرین نے کہا: پانچویں کپڑے میں قمیص کے نیچے اس کی رانوں کو لپیٹا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۰۵، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

١٢٦١ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَنَّ اَيُّوْبَ اَخْبَرَهُ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ سِيْرِيْنَ يَقُوْلُ جَاءَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، اِمْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مِنَ اللَّاتِيْ بَايَعْنَ، قَدِمَتِ الْبَصْرَةَ، تُبَادِرُ اِبْنًا لَّهَا فَلَمْ تُدْرِكْهُ، فَحَدَّثَتْنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی کہ ان کو ایوب نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے ابن سیرین سے سنا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انصار کی ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ

قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، اَوْ خَمْسًا، اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ، بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا، فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِي. قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اَلْقٰى اِلَيْنَا حِقْوَهُ، فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ. وَلَمْ يَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ، وَلَا اَدْرِيْ اَيُّ بَنَاتِهِ. وَزَعَمَ اَنَّ الْاِشْعَارَ اَلْفِفْنَهَا فِيْهِ. وَكَذٰلِكَ كَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يَاْمُرُ بِالْمَرْاَةِ اَنْ تُشْعَرَ وَلَا تُؤْزَرَ.

ﷺ سے بیعت کی تھی، وہ اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے سبقت کر کے بصرہ آئیں اور اس کو نہ دیکھ سکیں، انہوں نے ہمیں حدیث بیان کی کہ ہم آپ کی صاحب زادی کو غسل دے رہی تھیں، آپ نے فرمایا: ان کو تین مرتبہ غسل دو یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ اگر تم مناسب سمجھو ان کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کے آخر میں کافور رکھو، پس جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے مطلع کرنا۔ حضرت ام عطیہ نے کہا: پس جب ہم فارغ ہو گئیں تو آپ نے ہمیں اپنا تہبند عطا کیا، پس فرمایا: اس کو ان کے بدن کے ساتھ ملا دو، اور اس پر اضافہ نہ کیا جائے اور مجھے نہیں معلوم وہ آپ کی کون سی صاحب زادی تھیں، اور ان کا زعم تھا کہ تہبند کو لپیٹا جائے اور اسی طرح ابن سیرین عورت کے بارے میں حکم دیتے تھے کہ اس کے بدن پر کپڑا لپیٹ دیا جائے اور اس کو تہبند نہ پہنایا جائے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۶ - بَابٌ هَلْ يُجْعَلُ شَعَرُ الْمَرْاَةِ ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ

کیا عورت کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنائی جائیں

۱۲۶۲ - **حَدَّثَنَا** قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اُمِّ الْهُذَيْلِ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ ضَفَرْنَا شَعَرَ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَعْنِيْ ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ. وَقَالَ وَكِيْعٌ قَالَ سُفْيَانُ نَاصِيَتَهَا وَقَرْنَيْهَا.

قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از ام الہذیل از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: ہم نے نبی ﷺ کی صاحب زادی کی تین مینڈھیاں بنائیں اور وکیع نے کہا کہ سفیان نے کہا کہ اس کی پیشانی اور کنپٹیوں کے بالوں کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۷ - بَابٌ يُلْقٰى شَعَرُ الْمَرْاَةِ خَلْفَهَا

عورت کے بالوں کو پیچھے ڈال دیا جائے

۱۲۶۳ - **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ قَالَ حَدَّثَتْنَا حَفْصَةُ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَتْ اِحْدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ اغْسِلْنَهَا بِالسِّدْرِ وِتْرًا، ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا، اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ، وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا، اَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُوْرٍ، فَاِذَا فَرَغْتُنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از ہشام بن حسان، انہوں نے کہا: ہمیں حفصہ نے حدیث بیان کی از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کی صاحب زادیوں میں سے ایک فوت ہو گئیں، پس ہمارے پاس نبی ﷺ آئے، پس فرمایا: اس کو بیری کے پتوں سے تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ غسل دو، اگر تم اس کو مناسب سمجھو اور اس کے آخر

فَاٰذِنَّنِیْ. فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ، فَاَلْقٰی اِلَیْنَا حِقْوَهٗ، فَضَفَرْنَا شَعَرَهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ، وَاَلْقَیْنَاهَا خَلْفَهَا.

میں کافور رکھنا یا کچھ کافور پھر جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے مطلع کرنا' پس جب ہم فارغ ہوگئیں تو ہم نے آپ کو مطلع کیا' آپ نے ہم کو اپنا تہبند عطا کیا' پس ہم نے ان کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنائیں اور ان کو ان کے پیچھے ڈال دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

١٨ - بَابُ الثِّيَابِ الْبِيْضِ لِلْكَفَنِ

کفن کے لیے سفید کپڑا

١٢٦٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيْضٍ سُحُوْلِيَّةٍ مِّنْ كُرْسُفٍ، لَيْسَ فِيْهِنَّ قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا جو یمنی سحولی روئی سے بُنے ہوئے تھے' ان میں قمیص تھی نہ عمامہ تھا۔

[اطراف الحدیث: ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۳۸۷]

(صحیح مسلم: ۹۴۱' الرقم المسلسل: ۲۱۴۴' المستدرک ج ۳ ص ۶۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۰۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۵۸' السنن الکبریٰ: ۲۰۲۶' صحیح ابن حبان: ۳۰۳۷' المعجم الاوسط: ۸۳۶۹' دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۴۶' شرح السنۃ: ۱۴۷۶' مسند احمد ج ۶ ص ۴۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۱۱۹۔ ج ۴۰ ص ۱۴۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مقاتل ابو الحسن' مجاور مکہ' یہ ۲۲۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) ہشام بن عروہ (۴) عروہ بن الزبیر بن العوام (۵) حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۷۰)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفن کے متعلق دیگر احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین سفید یمنی کپڑوں میں کفن دیا گیا' ان میں قمیص تھی نہ عمامہ تھا۔

(صحیح البخاری: ۱۲۶۴' صحیح مسلم: ۹۴۱' سنن ترمذی: ۹۹۶' سنن ابن ماجہ: ۱۴۶۹' سنن نسائی: ۱۸۹۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین نجرانی کپڑوں میں کفن دیا گیا' دو کپڑے حلہ تھا اور ایک وہ قمیص تھی جس میں آپ فوت ہوئے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۵۳' سنن ابن ماجہ: ۱۴۷۱)

حدیث مذکور کے مسائل اور کفن میں عمامہ کے متعلق مختلف روایات

اس حدیث سے ہمارے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ مرد کے حق میں کفن میں سنت یہ ہے کہ تین کپڑوں میں کفن دیا جائے: ازار' قمیص اور لفافہ' امام شافعی نے کہا ہے کہ میت کو تین لفافوں سے کفن دیا جائے' امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے' ہمارے اصحاب کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا: قمیص' ازار اور لفافہ۔

(الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۱۱ المکتبۃ الاثریہ پاکستان)

اس حدیث میں عمامہ کا ذکر نہیں ہے المبسوط میں مذکور ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے عمامہ کو مکروہ کہا ہے کیونکہ پھر کفن کے کپڑے جفت ہو جائیں گے اور بعض مشائخ نے عمامہ کو مستحسن کہا ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے واقد کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا: قمیص' عمامہ اور تین لفافے اور عمامہ کا شملہ ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا' اس حدیث کو سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۷۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کی ذکر کردہ حدیث یہ ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ واقد بن عبد اللہ فوت ہو گئے تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا: قمیص' تین لفافے اور عمامہ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۶۹ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۵۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

جابر بن زید نے کہا ہے کہ میت کو عمامہ نہ پہنایا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۷۷ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۶۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۰۷۴۔ ج ۲ ص ۷۵۸-۷۵۹ پر بیان کی گئی ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:
(۱) تکفین میں مذاہب (۲) احناف کے دلائل (۳) عورت کا کفن۔

۱۹ - بَابُ الْكَفَنِ فِي ثَوْبَيْنِ

دو کپڑوں میں کفن

۱۲۶۵ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ، إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ، أَوْ قَالَ فَأَوْقَصَتْهُ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلَا تُحَنِّطُوهُ، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا. [اطراف الحدیث: ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۸۳۹۔ ۱۸۴۹۔ ۱۸۵۰۔ ۱۸۵۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص میدانِ عرفہ میں کھڑا ہوا تھا' اچانک وہ اپنی اونٹنی سے گر گیا' پس اونٹنی نے اس کو ہلاک کر دیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کو دو کپڑوں میں کفن دو' اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھایا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۰۶' الرقم المسلسل: ۲۸۴۴' سنن ترمذی: ۹۵۱' سنن نسائی: ۲۷۱۴' سنن ابوداؤد: ۳۲۳۸' سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۴' مسند الحمیدی: ۴۶۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۲۰۶' المنتقی: ۵۰۶' شرح مشکل الآثار: ۲۵۶' المعجم الکبیر: ۱۲۵۲۳' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۹۶' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۹۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۴۔ ج ۳ ص ۳۹۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۳۳۵۷)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو النعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) حماد بن زید (۳) ایوب السختیانی (۴) سعید بن جبیر (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۷۳)

محرم کو کفن پہنانے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ کسی شخص کو تین کپڑوں سے کم میں کفن پہنانا ہمارے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے اور اگر کسی شخص کو دو کپڑوں میں کفن دیا گیا تو وہ اس حدیث کے ظاہر کے اعتبار سے مستحب ہے۔

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ محرم کو کس طرح کفن پہنایا جائے' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے یہ کہا ہے کہ محرم کو کفن پہنایا جائے اور اس کے سر کو نہ ڈھانپا جائے اور نہ اس کو خوشبو لگائی جائے کیونکہ اس کے احرام کا حکم باقی ہے' حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے جو کہ ظاہر حدیث کے مطابق ہے اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ محرم کو اسی طرح کفن پہنایا جائے گا جس طرح عام مسلمان کو کفن پہنایا جاتا ہے اور حضرت عثمان' حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ اس قول کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے' ماسوا تین کے: صدقہ جاریہ' وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور وہ نیک بیٹا جو اس کے لیے دعا کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۳۱' سنن ابوداؤد: ۲۸۸۰' سنن نسائی: ۳۶۵۱' سنن ترمذی: ۱۳۷۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت سے عبادت منقطع ہو جاتی ہے' لہٰذا احرام کی عبادت بھی منقطع ہوگئی اور سر کو نہ ڈھانپنا اور خوشبو نہ لگانا احرام کی عبادت سے متعلق ہیں اور موت سے اس کا احرام منقطع ہو چکا ہے۔

حضرت عمر کے بیٹے کو جب موت آئی تو وہ محرم تھے اور حضرت ابن عمر نے ان کا سر ڈھانپا تھا اور حضرت ابن عمر نے کہا: اگر ہم محرم نہ ہوتے تو اس کو خوشبو بھی لگاتے' اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث خاص اس محرم کے متعلق ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: یہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھایا جائے گا' جیسا کہ آپ نے شہداء کے متعلق فرمایا ہے: بے شک شہید قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے خون کا رنگ خون کی طرح ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی' (سنن ترمذی: ۱۶۵۶) پس ہر وہ شخص جو شہید ہے وہ اسی بشارت کا مستحق ہے' پھر حضرت جعفر کو اس عموم سے خاص کر لیا گیا' آپ نے فرمایا: اس کے دو پر ہیں جن کے ساتھ وہ جنت میں اُڑ رہا ہے۔ (المستدرک ج ۳ ص ۲۰۹) آپ نے کسی اور شہید کے متعلق اس طرح نہیں فرمایا' جس شہید کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے گئے ہوں' پس اسی طرح اس محرم کو بھی عام فوت ہونے والے مسلمانوں کے حکم سے خاص کر لیا گیا۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اس محرم کی اس وجہ سے خصوصیت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حج قبول فرما لیا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد اور کوئی شخص نہیں جان سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حج قبول فرما لیا ہے یا نہیں' اسی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے کو الجحفہ میں غسل دیا اور ان کے سر اور چہرے کو ڈھانپا کیونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا حج قبول کیا ہے یا نہیں' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے' مگر وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہ رہا ہوگا' اس کا رنگ خون کا رنگ ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی خوشبو ہوگی۔ (صحیح مسلم: ۱۸۷۶' فضل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ: ۱۰۵)

اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کس کا حج خاص اللہ کے لیے ہے' سو اسی کا حج قبول ہوگا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو سر کھلا رکھنے اور خوشبو نہ لگانے کا حکم دیا تھا' وہ بھی اسی محرم کے لیے تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۶۳۔ ۲۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* حدیث مذکور' شرح صحیح مسلم: ۲۷۸۷۔ ج ۳ ص ۳۶۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① محرم کی تکفین میں مذاہب اور موقف احناف کی وضاحت ② امام شافعی اور امام احمد کی پیش کردہ حدیث کا جواب ③ تکفین میں محرم کا سر ڈھانپنے کی بحث ④ مردہ محرم کا سر ڈھانپنے میں امام شافعی اور امام احمد کا نظریہ ⑤ علامہ نووی کے اعتراض کا جواب ⑥ محرم کی وفات کے بعد بھی اجر کی توقع۔

۲۰ - بَابُ الْحَنُوْطِ لِلْمَيِّتِ

میت کو خوشبو لگانا

١٢٦٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ، إِذْ وَقَعَ مِنْ رَاحِلَتِهٖ فَأَقْصَعَتْهُ، أَوْ قَالَ فَأَقْعَصَتْهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ، وَكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ، وَلَا تُحَنِّطُوْهُ، وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهٗ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میدانِ عرفہ میں کھڑا ہوا تھا اچانک وہ اپنی سواری سے گرا جس نے اس کو ہلاک کر دیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو پانی سے اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کو دو کپڑوں میں کفن دو اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو کیونکہ اللہ اس کو قیامت کے دن اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ تلبیہ پڑھ رہا ہوگا۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۱ - بَابٌ كَيْفَ يُكَفَّنُ الْمُحْرِمُ

محرم کو کیسے کفن دیا جائے

١٢٦٧ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا وَقَصَهٗ بَعِيْرُهٗ، وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ، وَكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ، وَلَا تَمَسُّوْهُ طِيْبًا، وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهٗ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے خبر دی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص کو اس کے اونٹ نے گرا دیا اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور وہ شخص محرم تھا پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کو دو کپڑوں میں کفن پہناؤ اور اس کو خوشبو نہ لگانا اور نہ اس کا سر ڈھانپنا کیونکہ اللہ اس کو قیامت کے دن تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھائے گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

١٢٦٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرٍو، وَأَيُّوْبَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ، فَوَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهٖ، قَالَ أَيُّوْبُ فَوَقَصَتْهُ، وَقَالَ عَمْرٌو فَأَقْصَعَتْهُ، فَمَاتَ فَقَالَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ، وَكَفِّنُوْهُ فِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو و ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص میدانِ عرفہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہوا تھا وہ اپنی سواری سے گر پڑا ایوب نے کہا: "فوقصته" اور عمرو نے کہا: "فاقصعته" (پس اس کو سواری نے گرا دیا) پس وہ فوت ہو

ثَوْبَيْنِ، وَلَا تُحَنِّطُوْهُ، وَلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَهُ، فَاِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قَالَ اَيُّوْبُ يُلَبِّيْ، وَقَالَ عَمْرُو مُلَبِّيًا.

گیا' پس آپ نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو' اور اس کو دو کپڑوں میں کفن دو اور اس کو خوشبو نہ لگانا' اور نہ اس کا سر ڈھانپنا کیونکہ اس کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا' ایوب نے کہا: اس حال میں کہ وہ تلبیہ پڑھ رہا ہوگا' عمرو نے کہا: وہ تلبیہ پڑھنے والا ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۲ - بَابُ الْكَفَنِ فِي الْقَمِيْصِ الَّذِيْ يُكَفُّ، اَوْ لَا يُكَفُّ، وَمَنْ كُفِّنَ بِغَيْرِ قَمِيْصٍ

اس قمیص میں کفن دینا جس کا حاشیہ سلا ہوا ہو یا بے سلا اور بغیر قمیص کے کفن دینا

۱۲۶۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَيٍّ لَمَّا تُوُفِّيَ، جَاءَ ابْنُهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَعْطِنِيْ قَمِيْصَكَ اُكَفِّنْهُ فِيْهِ، وَصَلِّ عَلَيْهِ، وَاسْتَغْفِرْ لَهُ. فَاَعْطَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيْصَهُ، فَقَالَ اٰذِنِّيْ اُصَلِّيْ عَلَيْهِ. فَاٰذَنَهُ، فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ جَذَبَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَقَالَ اَلَيْسَ اللّٰهُ نَهَاكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ؟ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ (التوبہ: ۸۰) فَصَلّٰى عَلَيْهِ، فَنَزَلَتْ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾ (التوبہ: ۸۴).

[اطراف الحدیث: ۴۶۷۰-۴۶۷۲-۵۷۹۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ عبد اللہ بن ابی جب مر گیا تو اس کا بیٹا رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' پس اس نے کہا: یارسول اللہ! آپ اپنی قمیص مجھے عطا کریں' میں اس کو کفن پہناؤں گا' اور اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اس کے لیے استغفار کریں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی قمیص عطا فرمائی اور فرمایا: مجھے مطلع کرنا میں اس کی نماز پڑھاؤں گا' پس انہوں نے آپ کو مطلع کیا' پس جب آپ نے اس کی نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا کپڑا پکڑ کر کھینچا' پس کہا: کیا اللہ نے آپ کو منافقین کی نماز پڑھانے سے منع نہیں فرمایا؟ آپ نے فرمایا: مجھے اللہ نے دو چیزوں کا اختیار دیا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آپ ان کے لیے استغفار کریں یا ان کے لیے استغفار نہ کریں' اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ (بھی) استغفار کریں تو اللہ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔ (التوبہ: ۸۰) آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو پھر یہ آیت نازل ہوئی: اور ان میں سے جو کوئی مر جائے تو آپ اس کی کبھی بھی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ (التوبہ: ۸۴)

(صحیح مسلم: ۶۸۹۶-۲۷۷۴' سنن ترمذی: ۳۰۹۸' سنن نسائی: ۱۹۰۰' السنن الکبریٰ: ۱۱۲۲۴' سنن ابن ماجہ: ۱۵۲۳' صحیح ابن حبان: ۳۱۷۵' سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۹۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۸۰- ج ۸ ص ۳۰۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۲۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۳۰۴۴)

قمیص کو کفن بنانے پر علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ قمیص میں کفن دینا جائز ہے' امام مالک کے اصحاب نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کے لیے اپنی قمیص اس لیے عطا فرمائی تھی کہ عبداللہ بن ابی نے غزوۂ بدر کے دن آپ کے ساتھ ایک نیکی کی تھی اور وہ یہ تھی کہ آپ کے چچا عباس اس وقت قیدیوں میں تھے اور ان کے بدن پر کوئی کپڑا نہیں تھا' پس نبی ﷺ نے ان کے لیے قمیص تلاش کی' ان کا قد لمبا تھا اور کسی کی قمیص ان کو پوری نہیں آ رہی تھی' عبداللہ بن ابی کی قمیص ان کو پوری تھی' اس نے اپنی قمیص ان کے لیے دے دی' پس رسول اللہ ﷺ نے اس کا بدلہ اتارنے کے لیے اپنی قمیص اس کے لیے عطا فرمادی۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۶۵۔ ۲۶۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے یہ غلط لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ قمیص میں کفن دینا چاہیے بلکہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا استدلال ان حدیثوں سے ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا: قمیص' ازار اور لفافہ۔

(الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۱۱' المکتبۃ الاثریہ' پاکستان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین نجرانی کپڑوں میں کفن دیا گیا' دو کپڑے حلّہ تھے اور ایک وہ قمیص تھی جس میں آپ فوت ہوئے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۵۳' سنن ابن ماجہ: ۱۴۷۱)

کافر کو غسل دینے' کفن پہنانے اور دفن کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں مردہ کافر کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے تو آیا مردہ کافر کو غسل دینا' کفن پہنانا اور اس کو دفن کرنا جائز ہے یا نہیں! علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ جس شخص کا کافر باپ مر گیا' اس کا مسلمان بیٹا اس کو غسل نہ دے اور نہ اس کی قبر میں داخل ہو' ہاں! اگر اس کو اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس کو کسی گڑھے میں چھپا دے۔ امام مالک نے اس کی المدونہ میں تصریح کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو یہ خبر دی کہ ان کے والد فوت ہو گئے' تو آپ نے فرمایا: جاؤ! ان کو زمین میں چھپا دو اور ان کو اسے غسل دینے کا حکم نہیں دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے انہیں اسے غسل دینے کا حکم دیا لیکن اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ اپنے کافر باپ کی قبر کو درست کرانے کے لیے اس کی قبر پر کھڑا ہونا جائز ہے اور اس کو دفن کرنے کے لیے اس کے متعلق حدیث صحیح ہے اور اہل علم نے اس پر عمل کیا ہے۔

صاحب الہدایہ نے کہا ہے کہ اگر کافر مر جائے اور اس کا بیٹا مسلمان ہو تو وہ اس کو غسل دے اور کفن پہنائے اور اس کو دفن کرے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے والد ابوطالب کے متعلق اسی کا حکم دیا گیا تھا۔

امام محمد بن سعد نے الطبقات میں یہ حدیث اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو ابوطالب کی وفات کی خبر دی تو آپ روئے' پھر مجھ سے فرمایا: ان کو غسل دو' کفن پہناؤ اور ان کو زمین میں چھپا دو'

سو میں نے ایسا کیا' پھر میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: جاؤ! جا کر غسل کرو۔ (سنن نسائی: ۱۹۰)

امام محمد بن سعد نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی دن تک ابوطالب کے لیے مغفرت طلب کرتے رہے اور اپنے گھر سے نہیں نکلے' حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ. (التوبہ: ۱۱۳) نبی اور مؤمنین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت طلب کریں۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

صاحب ہدایہ نے کہا ہے: لیکن کافر کو اس طرح غسل دے جس طرح نجس کپڑے کو دھویا جاتا ہے اور اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ دے اور اس کے کفن پہنانے کے عذر میں سنت کی رعایت نہ کرے اور نہ اس کو خوشبو لگائے' امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک اور امام احمد نے کہا ہے کہ کافر کے ولی (وارث) کے لیے اس کو غسل دینا اور اس کو کفن پہنانا جائز نہیں ہے' لیکن امام مالک نے کہا ہے کہ اس کو زمین میں چھپا دے۔

اس حدیث میں حضرت عمر کی فضیلت ہے کہ ان کی رائے کے موافق قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوگئی' جس میں منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ جس وقت آپ نے عبد اللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھی تھی' اس وقت یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۸۹۹۔ ج ۷ ص ۵۷۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① عبد اللہ بن ابی کی مختصر سوانح ② ابن ابی کو قمیص مبارک عطا فرمانے کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق ③ ابن ابی کو کفن کے لیے قمیص عطا فرمانے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی وجہ سے ایک ہزار منافقوں کا اسلام قبول کرنا ④ ابن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے متعلق احادیث ⑤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن ابی کے نفاق کے باوجود اس کی نمازِ جنازہ کیوں پڑھائی تھی؟ ⑥ مشرکین کے لیے استغفار کی ممانعت کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نمازِ جنازہ کیوں پڑھائی تھی؟ ⑦ ''استغفرلهم اولا تستغفرلهم'' سے استغفار کا اختیار مراد لینے پر بعض علماء کا اضطراب ⑧ ابن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے متعلق امام رازی کا تسامح ⑨ کیا ابن ابی کے حق میں مغفرت کی دعا کا قبول نہ ہونا آپ کی محبوبیت کے منافی ہے۔

* یہ بحث' شرح صحیح مسلم میں ج ۷ ص ۵۸۰ سے ۵۹۱ تک پھیلی ہوئی ہے۔

ہم نے اپنی تفسیر' تبیان القرآن میں بھی ''اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ'' (التوبہ: ۸۰) کی تفسیر میں اس مسئلہ پر بحث کی ہے' اس کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) عبد اللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا شانِ نزول (۲) عبد اللہ بن ابی کے لیے قمیص عطاء فرمانے کی وجوہ (۳) اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود عبد اللہ بن ابی کے لیے استغفار کی توجیہات (۴) ابن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے متعلق امام رازی کا تسامح۔

چونکہ شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن میں اس بحث کے تمام پہلو آ گئے ہیں' اس لیے ہم نے یہاں نعمۃ الباری میں اس کی زیادہ تفصیل نہیں کی' جو قارئین اس بحث کو زیادہ تفصیل سے پڑھنا چاہیں' وہ شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کا مطالعہ کریں۔

۱۲۷۰ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی

قَالَ اَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَيٍّ بَعْدَ مَا دُفِنَ، فَاَخْرَجَهُ، فَنَفَثَ فِيْهِ مِنْ رِيْقِهِ، وَاَلْبَسَهُ قَمِيْصَهُ. [اطراف الحدیث: ۱۳۵۰۔ ۳۰۰۸۔ ۵۷۹۵]

از عمرو انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' عبداللہ بن ابی کے دفن ہونے کے بعد اس کے پاس گئے' آپ نے اس کو قبر سے نکالا' پھر اس میں اپنا لعاب ڈالا اور اس کو اپنی قمیص پہنائی۔

(صحیح مسلم: ۲۷۷۳' الرقم المسلسل: ۶۸۹۲' سنن نسائی: ۲۰۱۹۔ ۱۹۰۱' جامع المسانید لابن جوزی: ۹۳۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۱۰۸۲)

حضرت جابر کی اس روایت کا حضرت ابن عمر کی روایت سے تعارض کا جواب اور عبداللہ بن ابی کے لیے قمیص عطا فرمانے کی وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی یہ روایت: ۱۲۷۰' اس سے پہلی روایت: ۱۲۶۹ کے معارض ہے' روایت: ۱۲۶۹ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عبداللہ بن ابی کے بیٹے کو قمیص عطا کی اور اس روایت میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن ابی کو دفن کر دیا گیا تھا' پھر آپ نے اس کو قبر سے نکالا اور اس کو قمیص پہنائی' پہلی روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور دوسری روایت حضرت جابر رضی اللہ سے مروی ہے' ان دو روایتوں میں تطبیق اس طرح کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عبداللہ بن ابی کے بیٹے کو قمیص عطا کر دی تھی' پھر اس کے گھر والوں نے سوچا کہ آپ کو آنے میں مشقت ہوگی' اس لیے آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی عبداللہ بن ابی کو دفن کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے پہنچ گئے' اس وقت عبداللہ بن ابی دفن کیا جا چکا تھا' پھر آپ نے حکم دیا: اس کو قبر سے نکالا جائے' اور آپ نے اس کو اپنی قمیص پہنائی اور اپنا لعاب دہن اس میں ڈالا اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ امام ابن الجوزی نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ آپ نے اس کو دو قمیصیں عطا کی ہوں' ایک قمیص اس کے کفن کے لیے اس کے بیٹے کو دی اور دوسری قمیص اس کو قبر سے نکال کر پہنائی اور ہو سکتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا ہو اور حضرت ابن عمر نے اس واقعہ کا مشاہدہ نہ کیا ہو۔ (کشف المشکل ج ۲ ص ۱۶۲)

اگر یہ اعتراض ہو کہ عبداللہ بن ابی کے لیے قمیص عطا کرنے میں کیا حکمت تھی حالانکہ وہ منافقین کا سردار تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا بیٹا مخلص مومن اور صحابی تھا' آپ نے اس کی دل جوئی اور تکریم کے لیے قمیص عطا فرمائی' دوسرا جواب یہ ہے: آپ سے جب بھی کوئی سائل سوال کرتا تو آپ اس کے جواب میں ''نہ'' نہیں فرماتے تھے اور اس کے سوال کو مسترد نہیں کرتے تھے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا: بے شک میری قمیص اس سے اللہ کے کسی عذاب کو دور نہیں کر سکتی لیکن مجھے یہ امید ہے کہ اس سبب سے اس کی قوم اسلام لے آئے گی' چنانچہ روایت ہے کہ خزرج نے جب یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو قمیص عطا کی اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی تو خزرج کے ایک ہزار آدمیوں نے اسلام قبول کر لیا۔

دفن کے بعد میت کو قبر سے نکالنے اور قبر کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ عبداللہ بن ابی کو دفن کرنے کے بعد قبر سے نکالا گیا' اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد کسی ضرورت یا مصلحت سے اس کو قبر سے نکالنا جائز ہے۔

رہا دفن کے بعد میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا' اس کو بعض فقہاء نے مکروہ (تحریمی) کہا ہے اور دوسروں نے جائز قرار دیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ اگر ایک میل یا دو میل تک منتقل کیا جائے تو کوئی حرج نہیں' ایک قول یہ ہے کہ اگر مسافت سفر سے کم فاصلہ تک منتقل کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مسافت قصر کے فاصلہ تک بھی منتقل کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ حضرت

عثمان رضی اللہ نے یہ حکم دیا تھا کہ جو قبریں مسجد کے پاس ہیں' ان کو البقیع کی طرف منتقل کر دیا جائے اور فرمایا: اپنی مسجد کو وسیع کرو' اور امام محمد نے کہا ہے کہ یہ فعل معصیت اور گناہ ہے۔

علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ ہمارے مذہب میں ظاہر یہ ہے کہ میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف منتقل کرنا جائز ہے' حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید العقیق میں فوت ہوئے اور ان کو مدینہ میں دفن کیا گیا۔

الحاوی میں مذکور ہے: امام شافعی نے کہا ہے کہ میرے نزدیک میت کو منتقل کرنا پسندیدہ نہیں ہے' تاہم مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ اور بیت المقدس کا قرب حاصل کرنے اور اس جگہ کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے میت کو منتقل کیا جائے تو جائز ہے' علامہ بغوی اور البندنیجی نے کہا ہے کہ میت کو منتقل کرنا مکروہ تحریمی ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک میت کو اس کی قبر سے دوسری جگہ منتقل کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' حضرت معاذ نے اپنی بیوی کی قبر کھود کر اس کو وہاں سے نکالا اور حضرت طلحہ نے قبر کو منتقل کیا اور جماعت کی مخالفت کی۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۲-۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل اور فقہاء احناف کی تصریحات' شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۱۰-۸۰۸ میں بیان کی گئی ہیں۔

۲۳ - بَابُ الْكَفَنِ بِغَيْرِ قَمِيصٍ

بغیر قمیص کے کفن دینا

۱۲۷۱ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُفِّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ سَحُوْلٍ كُرْسُفٍ، لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین سفید سوتی سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا' ان میں قمیص تھی نہ عمامہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''سحول'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ کپڑا سحولیہ نامی یمن کی بستی کا بنا ہوا تھا۔

۱۲۷۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِيْ ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ، لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا' اس میں قمیص تھی نہ عمامہ۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶۴ میں گزر چکی ہے۔

سنت کے مطابق کفن میں مذاہب

اس حدیث سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ کفن میں سنت یہ ہے کہ صرف تین لفافے ہوں' نہ ان میں قمیص ہو نہ عمامہ ہو' امام مالک کے نزدیک کفن میں عمامہ بھی سنت ہے' ان کے نزدیک اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ یہ تین لفافے قمیص اور عمامہ پر زائد تھے' ہمارا مذہب دلائل کے ساتھ حدیث: ۱۲۶۴ میں گزر چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۴ - بَابُ الْكَفَنِ بِلَا عِمَامَةٍ

بغیر عمامہ کے کفن دینا

۱۲۷۳ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ، لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یمن کے بنے ہوئے تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا، ان میں قمیص تھی نہ عمامہ۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۶۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۵ - بَابُ الْكَفَنِ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ

تمام مال سے کفن دینا

وَبِهِ قَالَ عَطَاءٌ، وَالزُّهْرِيُّ، وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، وَقَتَادَةُ.

اور عطاء، الزہری، عمرو بن دینار اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

امام عبد الرزاق نے معمر سے روایت کیا ہے کہ الزہری اور قتادہ نے کہا کہ کفن جمیع مال سے ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۶۲۴۷)

اسی طرح عطاء کا قول ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۶۲۴۸) اور عمرو بن دینار کا قول ہے۔

وَقَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ الْحَنُوطُ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ.

اور عمرو بن دینار نے کہا کہ خوشبو بھی تمام مال سے ہے۔

اس تعلیق کی اصل بھی مصنف عبد الرزاق: ۶۲۴۸ میں ہے۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ يُبْدَأُ بِالْكَفَنِ، ثُمَّ بِالدَّيْنِ، ثُمَّ بِالْوَصِيَّةِ، وَقَالَ سُفْيَانُ أَجْرُ الْقَبْرِ وَالْغُسْلِ هُوَ مِنَ الْكَفَنِ.

اور ابراہیم نے کہا: کفن سے ابتداء کی جائے گی پھر قرض سے پھر وصیت سے اور سفیان نے کہا: قبر کھودنے کی اور غسل کی اجرت کفن سے شمار کی جائے گی۔

اس تعلیق کی اصل بھی مصنف عبد الرزاق: ۶۲۵۰ میں ہے۔

۱۲۷۴ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ أُتِيَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَوْمًا بِطَعَامِهِ، فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، وَكَانَ خَيْرًا مِنِّي، فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيهِ إِلَّا بُرْدَةٌ، وَقُتِلَ حَمْزَةُ، أَوْ رَجُلٌ آخَرُ، خَيْرٌ مِنِّي، فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيهِ إِلَّا بُرْدَةٌ، لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ تَكُونَ قَدْ عُجِّلَتْ لَنَا طَيِّبَاتُنَا فِي حَيَاتِنَا الدُّنْيَا، ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي.

[اطراف الحدیث: ۱۲۷۵-۴۰۴۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد مکی نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از سعد از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے کھانا لایا گیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور وہ مجھ سے بہتر تھے، ان کو کفن پہنانے کے لیے صرف ایک چادر مل سکی اور حضرت حمزہ کو شہید کر دیا گیا اور ایک اور شخص کو جو مجھ سے افضل تھے، ان کو کفن دینے کے لیے بھی صرف ایک چادر مل سکی، مجھے اس کا خطرہ ہے کہ ہماری پسندیدہ چیزیں ہمیں دنیا کی زندگی میں ہی دے دی گئی ہیں،

پھر وہ رونے لگے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن محمد المکی الازرقی ابومحمد (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف (۳) ان کے والد سعد بن ابراہیم مدینہ کے قاضی تھے' ۱۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابوسعید ابراہیم بن عبد الرحمن (۵) حضرت عبد الرحمن بن عوف' یہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں' یہ قدیم الاسلام ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے' انہوں نے دو ہجرتیں کیں اور تمام مشاہد میں حاضر رہے' غزوۂ احد میں ثابت قدم رہے اور بیس سے زیادہ زخم کھائے' جنگ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے نماز پڑھی' یہ ۳۲ھ میں فوت ہوئے تھے اور البقیع میں مدفون ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۵-۸۴)

جمیع مال سے کفن دینے کی دلیل' دنیا سے بے رغبتی اور جنت کی بشارت کے باوجود خوفِ آخرت کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمہور فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ میت کے تمام مال سے اس کا کفن دیا جائے گا' اگر اس کے خلاف کسی کا کوئی شاذ قول ہے تو اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا اور وہ یہ ہے کہ میت کے تہائی مال سے اس کا کفن دیا جائے گا' ایک اور شاذ قول خلاس بن عمرو اور طاؤس کا ہے' انہوں نے کہا: اگر اس کا مال بہت زیادہ ہے تو اس کے اصل مال سے کفن دیا جائے گا اور اگر اس کا مال کم ہے تو اس کے تہائی مال سے کفن دیا جائے گا۔ (مصنف عبد الرزاق: ۶۲۵۲-۶۲۵۱)

اس قول پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ جمہور کے قول پر واضح دلیل یہ ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما ان میں سے ہر ایک کے پاس اتنا مال نہیں تھا' جس سے ان کو کفن دیا جاتا' صرف ایک چھوٹی سی چادر تھی' جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کفن دیا اور آپ نے کسی قرض خواہ کی طرف التفات کیا اور نہ کسی مقروض کی طرف اور نہ کسی وارث کی طرف' پس اس سے معلوم ہوا کہ تمام اصل مال سے کفن دیا جاتا ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب اور کوئی کپڑا نہ ملے تو ایک چادر سے بھی کفن دیا جا سکتا ہے' جیسے امام بخاری نے عنوان قائم کیا ہے اور اس میں اصل شرم گاہ کو چھپانا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے لیے اس چادر میں کفن دینے کو پسند کیا جو کہ ان کو مکمل ڈھانپنے والی نہیں تھی کیونکہ وہ اسی چادر میں شہید کیے گئے تھے اور اسی چادر میں ان شاء اللہ اٹھائے جائیں گے۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عالم کو صالحین کی سیرت پر عمل کرنا چاہیے اور دنیا سے بہت کم حصہ لینا چاہیے اور دنیا میں کم رغبت کرنا چاہیے اور صالحین کے طریقہ کے نہ ملنے پر رونا چاہیے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف روئے اور انہوں نے کھانا نہیں کھایا۔

اور انسان کو چاہیے کہ اس کے پاس جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کو یاد کرے اور ان کے شکر کی ادائیگی میں کمی کا اعتراف کرے اور اس سے ڈرے کہ وہ آخرت کی نعمتوں سے محروم ہو جائے گا اور اس نے جو نیک اعمال کیے ہیں ان کا صلہ صرف یہی دنیا کی نعمتیں ہو جائیں گی جن کا اس نے شکر ادا نہیں کیا۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی ضمانت دی ہے اور وہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں تو پھر ان کو آخرت کا اس قدر خوف کیوں تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قیامت کے دن کے طول حساب

سے ڈرتے تھے اور وہ بلند درجات کی تمنا کرتے تھے' اگرچہ ان کو جنت کی بشارت مل چکی تھی لیکن ان کو یہ ڈر تھا کہ کہیں وہ بلند درجات سے محروم نہ ہو جائیں اور ان سے زیادہ دیر تک حساب نہ لیا جائے' اور وہ اللہ کے جلال اور اس کی بے نیازی سے ڈرتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۶۶۔۲۶۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲٦ - بَابٌ اِذَا لَمْ يُوْجَدْ اِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ

جب ایک کپڑے کے سوا اور کوئی چیز نہ ملے

۱۲۷۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ اَبِيهِ اِبْرَاهِيمَ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اُتِيَ بِطَعَامٍ، وَكَانَ صَائِمًا، فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ، كُفِّنَ فِيْ بُرْدَةٍ اِنْ غُطِّيَ رَاْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ، وَاِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَاْسُهُ . وَاُرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ، وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ، ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ، اَوْ قَالَ اُعْطِيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا اُعْطِيْنَا، وَقَدْ خَشِيْنَا اَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا، ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از سعد بن ابراہیم از والد خود ابراہیم' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ کے پاس کھانا لایا گیا' وہ اس وقت روزہ دار تھے' پس انہوں نے کہا: حضرت مصعب بن عمیر کو شہید کر دیا گیا اور وہ مجھ سے بہتر تھے' ان کو ایک ایسی چادر میں کفن دیا گیا تھا کہ اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پیر کھل جاتے تھے اور اگر ان کے پیر ڈھانپے جاتے تو ان کا سر کھل جاتا اور ان کو دفن کر دیا' اور انہوں نے کہا کہ حضرت حمزہ کو شہید کر دیا گیا اور وہ مجھ سے بہتر تھے' پھر ہمارے لیے دنیا کشادہ کر دی گئی جیسا کہ کشادہ کر دی گئی اور ہم کو دنیا سے وہ دیا گیا جو دیا گیا اور ہم کو یہ ڈر ہے کہ ہماری نیکیوں کا اجر ہمیں جلدی دے دیا گیا ہے' پھر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ رونے لگے اور کھانا ترک کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۱۲۷۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۷ - بَابٌ اِذَا لَمْ يَجِدْ كَفَنًا اِلَّا مَا يُوَارِيْ رَاْسَهُ اَوْ قَدَمَيْهِ، غُطِّيَ بِهٖ رَاْسُهُ

جب اس کے سوا کفن نہ ملے جو سر کو چھپائے یا قدموں کو تو پھر سر کو ڈھانپا جائے

۱۲۷٦ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا شَقِيْقٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَبَّابٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللّٰهِ، فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ، فَمِنَّا مَنْ مَّاتَ لَمْ يَاْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ، فَهُوَ يَهْدِبُهَا، قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ، فَلَمْ نَجِدْ مَا نُكَفِّنُهٗ اِلَّا بُرْدَةً، اِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَاْسَهٗ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شقیق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت خباب رضی اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی' ہم اللہ کی رضا ڈھونڈتے تھے' پس ہمارا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہو گیا' پس بعض ہم میں سے وہ ہیں جو فوت ہو گئے اور انہوں نے اپنے اجر میں سے کچھ حاصل نہیں کیا'

وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ، فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُغَطِّيَ رَأْسَهُ، وَأَنْ نَّجْعَلَ عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ. [اطراف الحدیث: ۳۸۹۷۔ ۳۹۱۳۔ ۳۹۱۴۔ ۴۰۴۷۔ ۴۰۸۲۔ ۶۴۳۲۔ ۶۴۴۸]

ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر ہیں اور ہم میں سے بعض ایسے لوگ ہیں جن کے لیے ان کا پھل پک گیا اور وہ اسے چن چن کر کھاتے ہیں' حضرت مصعب بن عمیر غزوۂ احد میں شہید ہو گئے' ہمیں ان کے کفن کے لیے کچھ نہ ملا' بس ایک چادر تھی جس سے ان کا سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے تھے' پاؤں ڈھانپتے تو سر کھل جاتا تھا' پس نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور ان کے پیروں پر اذخر (گھاس) ڈال دیں۔

(صحیح مسلم: ۹۴۰' الرقم المسلسل: ۲۱۴۲' سنن ابوداؤد: ۲۸۷۶' سنن ترمذی: ۳۸۵۳' سنن نسائی: ۱۹۰۰' المعجم الکبیر: ۳۶۶۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۶۰۔ ج ۱۴ ص ۳۹۳' المنتقیٰ: ۵۲۲' سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۰۱' شرح السنہ: ۱۴۷۹' مصنف عبدالرزاق: ۶۱۹۵' مسند الحمیدی: ۱۵۵' شرح مشکل الآثار: ۴۰۴۶' مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۰۵۸۔ ج ۳۴ ص ۵۳۸' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۶۰۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۱۸۶۸)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن حفص بن غیاث بن طلق بن معاویہ ابوحفص النخعی (۲) ان کے والد حفص بن غیاث (۳) سلیمان الاعمش (۴) شقیق بن سلمہ الاسدی ابووائل (۵) حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۷)

کفن کی مقدار کم ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ اور حدیث مذکور سے مستنبط دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب کپڑے کی مقدار کم ہو تو پیر ڈھانپنے کی بجائے اولیٰ یہ ہے کہ سر کو ڈھانپا جائے۔

المہلب نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ میت کا سر ڈھانپنے کے بعد اس کے افضل اعضاء کو ڈھانپا جائے اور اگر پھر پیر کھلے رہیں تو ان پر گھاس ڈال دی جائے اور موت اور زندگی میں ستر کو ڈھانپنا واجب ہے اور اجنبی آدمی کو اسے دیکھنا اور چھونا حرام ہے ماسوا زوجین کے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک دوسرے کے لیے حلال کر دیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس امت کے پہلے لوگ صدق و صفا کے اعلیٰ درجہ پر تھے' وہ دنیا سے اپنی لذت کے لیے کچھ نہیں رکھتے تھے اور اپنے نفس کو شہوات سے روک کر رکھتے تھے تا کہ آخرت میں تمام لذات کو حاصل کریں' وہ فقر پر صبر کرتے تھے اور مشقتوں کو برداشت کرتے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۶۸۔ ۲۶۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میت کی شرم گاہ کو دھونے کا طریقہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارا مذہب یہ ہے کہ آدمی کا پورا جسم محترم ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ' پس مردوں کے لیے عورتوں کو غسل دینا جائز نہیں ہے اور عورتوں کے لیے اجنبی مردوں کو وفات کے بعد غسل دینا جائز نہیں ہے' حسن نے امام ابوحنیفہ سے یہ روایت ذکر کی ہے: جب میت کو غسل دینا ہو تو اس کو بڑا تہبند پہنایا جائے اور ظاہر الروایۃ میں مذکور ہے کہ اگر غسل دینے والے پر تہبند کے نیچے غسل دینا دشوار ہو تو اس

کی شرم گاہ پر کپڑے کا ٹکڑا ڈال دیا جائے اور البدائع میں مذکور ہے کہ غسل دینے والا اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر کپڑے کے نیچے سے اس کی شرم گاہ کو دھوئے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو استنجاء کرائے اور صاحبین کے نزدیک اس کو استنجاء نہ کرائے' مردہ کی شرم گاہ وہی ہے جو زندہ کی شرم گاہ ہے اور وہ ناف سے گھٹنے تک ہے اور گھٹنا ہمارے نزدیک شرم گاہ ہے' لیکن اس کی غلیظ شرم گاہ کو ڈھک دینا کافی ہے اور وہ اس کا اگلا اور پچھلا حصہ ہے' ہمارا اور امام مالک کا یہی صحیح مذہب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۸ - بَابُ مَنِ اسْتَعَدَّ الْكَفَنَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكَرْ عَلَيْهِ

١٢٧٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوجَةٍ، فِيهَا حَاشِيَتُهَا، أَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ قَالُوا الشَّمْلَةُ، قَالَ نَعَمْ. قَالَتْ نَسَجْتُهَا بِيَدِي فَجِئْتُ لِأَكْسُوَكَهَا، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ، فَحَسَّنَهَا فُلَانٌ فَقَالَ اُكْسُنِيهَا، مَا أَحْسَنَهَا، قَالَ الْقَوْمُ مَا أَحْسَنْتَ، لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، ثُمَّ سَأَلْتَهُ، وَعَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ قَالَ إِنِّي وَاللّٰهِ، مَا سَأَلْتُهُ لِأَلْبَسَهَا، إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُونَ كَفَنِي. قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهُ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۹۳-۵۸۱۰-۶۰۳۶]

جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کفن تیار کیا تو اس پر انکار نہیں کیا گیا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چادر لے کر آئی' جس کے کناروں پر بُنائی کی ہوئی تھی' کیا تم جانتے ہو کہ بردہ کیا چیز ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ چادر ہے' انہوں نے کہا: ہاں! اس عورت نے کہا: میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بُنا ہے تاکہ میں یہ آپ کو پہناؤں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چادر لے لی' اس وقت آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی' آپ ہمارے پاس وہ چادر پہن کر آئے' فلاں شخص نے اس کی تعریف کی' پس کہنے لگا: یہ کتنی اچھی چادر ہے' یہ آپ مجھے پہنا دیجئے' لوگوں نے اس سے کہا: یہ تم نے اچھا نہیں کیا' اس چادر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنا تھا اور اس وقت آپ کو اس کی ضرورت تھی' پھر تم نے اس کو مانگ لیا اور تم کو معلوم ہے کہ آپ سوال کو مسترد نہیں کرتے' اس شخص نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے پہننے کے لیے اس چادر کا سوال نہیں کیا' میں نے اس لیے سوال کیا ہے تاکہ یہ میرا کفن ہو جائے۔ حضرت سہل نے کہا: پس یہ چادر اس شخص کا کفن ہو گئی۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۵' المعجم الکبیر: ۵۸۸۷' شعب الایمان: ۶۲۳۴' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۸۲۵۔ ج ۳۷ ص ۴۸۲۔ ۴۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۴۰۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) عبد العزیز بن ابی حازم (۳) ان کے والد ابوحازم سلمہ بن دینار الاعرج' یہ اہل مدینہ کے قاضی تھے (۴) حضرت سہل بن سعد بن مالک الساعدی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۹)

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل اور دیگر فوائد

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کو وقت سے پہلے تیار کر کے رکھنا جائز ہے' بہت سے صالحین نے اپنے ہاتھوں سے اپنی قبر کو کھود کر رکھا' اور اس میں آخرت کی تیاری کی فکر کرنا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ان مؤمنین کا ایمان افضل ہے جو موت کو زیادہ یاد رکھتے ہیں اور اس کی اچھی تیاری کرتے ہیں۔ (مجھے اس حدیث کا حوالہ نہیں مل سکا)

المہلب نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلطان کو فقیر کا ہدیہ قبول کرنا چاہیے اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ فقیر کو اس ہدیہ کے بدلہ میں کچھ نہ دینا بھی جائز ہے اور اس میں یہ دلیل بھی کہ سلطان اور عالم سے تبرک کے لیے کسی قیمتی چیز کا سوال کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۶۹۔۲۶۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ نے بعض فوائد مذکور میں علامہ ابن بطال سے اختلاف کیا ہے' علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ ہدیہ کے بدلا میں کچھ نہ دینا بھی جائز ہے کیونکہ جس عورت نے آپ کو ہدیہ میں وہ چادر پیش کی' آپ نے اس کو کچھ نہیں دیا تھا' علامہ عینی نے لکھا ہے کہ آپ کی عادتِ کریمہ مستمرہ یہ تھی کہ آپ ہدیہ دینے والے کو کچھ نہ کچھ عطا فرماتے تھے۔ اس موقع پر آپ کے جواباً کچھ عطا فرمانے کا ذکر نہیں ہے اور ذکر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے واقع میں کچھ عطا نہ فرمایا ہو' نیز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس خاتون نے آپ کو وہ چادر بہ طور ہدیہ نہ دی ہو بلکہ خریدنے کے لیے پیش کی ہو' نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ آپ سائل کو ردّ نہیں فرماتے تھے خواہ آپ کو خود ضرورت ہو اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ جو کپڑا آپ کے جسم کے ساتھ لگ جائے' صحابہ اس سے تبرک حاصل کرتے تھے' لہٰذا اس میں آثارِ صالحین سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے' اور جو کام بہ ظاہر خلافِ ادب ہو' اس پر انکار کرنا چاہیے جیسے صحابہ نے چادر مانگنے کی وجہ سے اس شخص پر انکار کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۹۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی یہی کچھ لکھا ہے بلکہ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابوغسان کی روایت میں ہے: اس شخص نے اپنا عذر بیان کرتے ہوئے کہا کہ جب نبی ﷺ نے اس چادر کو پہن لیا تو مجھے اس کی برکت کی امید ہوگئی تاکہ میں اس کو اپنا کفن بناؤں۔ (صحیح البخاری: ۶۰۳۰) اور انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام طبرانی نے زمعہ بن صالح سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ آپ کے لیے اور چادر بنائی جائے' پھر آپ اس چادر کے بننے سے پہلے وصال فرما گئے۔ (المعجم الکبیر: ۵۹۲۰) اور اس میں آثارِ صالحین سے تبرک کا ثبوت ہے اور آپ کے حسنِ خلق کا بیان ہے کہ آپ عورت سے بھی ہدیہ قبول فرمالیتے تھے' اور آپ کی سخاوت کا بیان ہے' علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ بہت سے صالحین نے اپنی قبر کو کھودا۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: صحابہ میں سے کسی ایک نے بھی اسی طرح نہیں کیا' اگر یہ کام مستحب ہوتا تو اس کو بہ کثرت کیا جاتا اور بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ جس چیز میں کسی کو صلاح اور برکت کا اعتقاد ہو' اسے اس کو حاصل کرنے کی بہت زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۸۔۲۷' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

۲۹- بَابُ اِتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَائِزَ

عورتوں کا جنازوں کے ساتھ جانا

۱۲۷۸- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أُمِّ الْهُذَيْلِ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از خالد از ام الہذیل از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا: ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا تھا اور ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے کی زیادہ ترغیب

نہیں دی گئی تھی یا ہم کو زیادہ تاکید سے منع نہیں کیا گیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۱۳ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری اُمور کا ذکر کیا جا رہا ہے:

جنازوں کے ساتھ عورتوں کے جانے میں صحابہ، فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ عورتوں کا جنازوں کے ساتھ جانا مکروہ تنزیہی ہے اور جمہور اہل علم کا یہی قول ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت عائشہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم عورتوں کے جنازوں کے ساتھ جانے کو مکروہ کہتے تھے اور فقہاء تابعین میں سے ابراہیم، حسن بصری، مسروق، ابن سیرین، اوزاعی، امام احمد اور اسحاق اس کو مکروہ کہتے تھے، ثوری نے کہا: عورتوں کا جنازوں کے ساتھ جانا بدعت ہے اور امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ عورتوں کو جنازوں کے ساتھ نہیں جانا چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، قاسم، سالم، الزہری، ربیعہ اور ابوالزناد نے عورتوں کو جنازوں کے ساتھ جانے کی اجازت دی ہے اور امام مالک نے بھی اس میں رخصت دی ہے اور جوان عورتوں کے لیے مکروہ کہا ہے، امام شافعی نے بھی کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے حرام نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۰ - بَابُ حَدِّ الْمَرْاَةِ عَلٰى غَيْرِ زَوْجِهَا

خاوند کے غیر پر عورت کا سوگ کرنا

۱۲۷۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ تُوُفِّيَ ابْنٌ لِاُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الثَّالِثُ، دَعَتْ بِصُفْرَةٍ فَتَمَسَّحَتْ بِهٖ، وَقَالَتْ نُهِيْنَا اَنْ نُّحِدَّ اَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ اِلَّا بِزَوْجٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: سلمہ بن علقمہ نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا فوت ہو گیا، جب تیسرا دن آیا تو انہوں نے پیلا رنگ منگایا اور اس کو اپنے جسم پر لگایا اور کہا کہ ہمیں اس سے منع کیا گیا تھا کہ ہم اپنے خاوند کے علاوہ کسی اور کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کریں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۱۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۸۰ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَتْ لَمَّا جَاءَ نَعْيُ اَبِيْ سُفْيَانَ مِنَ الشَّامِ، دَعَتْ اُمُّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا بِصُفْرَةٍ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ، فَمَسَحَتْ عَارِضَيْهَا وَذِرَاعَيْهَا، وَقَالَتْ اِنِّيْ كُنْتُ عَنْ هٰذَا لَغَنِيَّةً، لَوْ لَا اَنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حمید بن نافع نے خبر دی از زینب بنت ابی سلمہ، انہوں نے بیان کیا کہ جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر شام سے آئی تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے تیسرے دن پیلا رنگ منگایا اور اپنے رخساروں اور کلائیوں پر ملا اور کہا: بے شک میں اس سے مستغنی

لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ، فَاِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا.

ہوں، اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ جو عورت بھی اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لائی ہو، اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند کے علاوہ کسی اور پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، پس بے شک وہ خاوند کے اوپر چار ماہ اور دس دن سوگ کرے۔

[اطراف الحدیث: ۱۲۸۱۔ ۵۳۳۴۔ ۵۳۳۹۔ ۵۳۴۵]

(صحیح مسلم: ۱۴۹۰۔ ۱۴۸۹، الرقم المسلسل: ۳۶۶۵۔ ۳۶۶۴، سنن ابوداؤد: ۲۲۹۹، سنن ترمذی: ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۵، سنن نسائی: ۳۵۰۰، سنن ابن ماجہ: ۲۰۱۴، جامع المسانید لابن جوزی: ۷۰۹۵، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحمیدی عبد اللہ بن الزبیر بن عیسیٰ القریشی الاسدی ابوبکر (۲) سفیان بن عیینہ (۳) ایوب بن موسیٰ بن عمرو بن سعید بن العاص الاموی، یہ فقہاء میں سے ایک ہیں، یہ ۱۳۳ھ میں مکہ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حمید الطویل بن نافع ابوالافلح (۵) زینب بنت ابی سلمہ، ان کا نام عبد اللہ بن عبد الاسد ہے، یہ المخزومیہ تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لے پالک تھیں، عمر بن ابی سلمہ کی بہن تھیں، ان کی ماں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں، جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ تھیں۔

سوگ کا معنی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے: ''احداء المرأة'' یعنی عورت کا سوگ کرنا، سوگ کا معنی ہے: عورت زینت کو اور بناؤ سنگھار کو ترک کر دے، خوب صورت کپڑے نہ پہنے، خوشبو نہ لگائے، زیور نہ پہنے، سرمہ نہ لگائے، اور ہر اس چیز سے پرہیز کرے جو عمل ازدواج کا محرک ہو، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اجازت دی ہے کہ عورت اپنے خاوند کے علاوہ محارم کی موت پر تین دن سوگ کرے اور یہ اس پر واجب نہیں ہے اور تین دن سے زیادہ سوگ کرنا اس پر حرام ہے، اور قرآن مجید میں یہ حکم ہے کہ خاوند کی موت کے اوپر چار مہینہ دس دن سوگ کرے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

شام سے حضرت ابوسفیان کی وفات کی خبر آنے کے ذکر میں امام بخاری کا تسامح

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس روایت میں کہا ہے کہ شام سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر آئی، یہ غلط ہے، کیونکہ مؤرخین اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت ابوسفیان کی وفات مدینہ میں ہوئی ہے، اور جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی ہے اور ایک قول ۳۳ھ کا ہے، اور شام سے ابوسفیان کی وفات کی خبر آنے کا ذکر صرف سفیان بن عیینہ کی اس روایت میں ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ وہم ہے، اور یہاں ''ابن'' کا لفظ چھوٹ گیا ہے یعنی شام سے حضرت ابوسفیان کے بیٹے کی موت کی خبر آئی تھی، جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے، جن کا نام یزید بن ابی سفیان تھا، یہ شام کے گورنر تھے، امام بخاری نے امام مالک اور سفیان ثوری کی سند سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ام حبیبہ کے والد ابوسفیان بن حرب فوت ہو گئے۔ الحدیث، اور ان میں سے کسی نے بھی شام کا ذکر نہیں کیا، اور مجھے یہ حدیث مسند ابن ابی شیبہ میں مل گئی، اس میں ذکر ہے کہ جب حضرت ام حبیبہ کے بھائی کی موت کی خبر آئی تو انہوں نے بناؤ سنگھار ترک کر دیا اور زرد رنگ اپنی کلائیوں پر لگایا۔ (مجھے مسند ابن ابی شیبہ میں یہ حدیث نہیں ملی۔ سعیدی غفرلہٗ)

اس روایت سے یہ متعین ہو گیا کہ شام سے حضرت ابوسفیان کی وفات کی خبر نہیں آئی تھی، ان کے بیٹے یزید بن ابوسفیان کی

موت کی خبر آئی تھی۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۳۰۔ ۴۲۹' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے بھی اس تقریر کا ذکر کیا ہے لیکن انہوں نے مسند ابن ابی شیبہ کی روایت کا ذکر نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۹۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۲۸۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، تُحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم از حمید بن نافع از زینب بنت ابی سلمہ' انہوں نے خبر دی کہ وہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو عورت اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی میت کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے اپنے شوہر کے' اس پر چار مہینہ دس دن سوگ کرے۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۱۲۸۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۸۲ - ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ، حِينَ تُوُفِّيَ أَخُوهَا، فَدَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَّتْ، ثُمَّ قَالَتْ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، تُحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا.

[طرف الحدیث: ۵۳۳۵] (جامع المسانید لابن جوزی: ۷۰۱۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

پھر وہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں' جب ان کے بھائی فوت ہو گئے تھے' پھر انہوں نے خوشبو منگا کر لگائی' پھر کہا: مجھے اب خوشبو کی ضرورت تو نہیں ہے لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لائی ہو' اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوا اپنے شوہر کے' اس پر چار مہینے دس دن سوگ کرے۔

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت زینب نے جس بھائی کی وفات پر سوگ کیا تھا' وہ کافر تھا اور کافر کی موت پر سوگ کرنا جائز نہیں

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ زین الدین نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے تین بھائی تھے: عبداللہ' عبیداللہ اور ابو احمد' حضرت زینب نے جس بھائی کی وفات کا ذکر کیا ہے' وہ عبداللہ تو ہو نہیں سکتے کیونکہ وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے اور اس وقت حضرت زینب' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں نہیں آئی تھیں' اور نہ عبیداللہ ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ حبشہ میں اس حال میں فوت ہوئے تھے کہ وہ نصرانی تھے' یہ ۵ھ یا ۶ھ کا واقعہ ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے اس کے بعد نکاح کیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح ۶ھ یا ۷ھ میں کیا تھا اور زینب بنت ابی سلمہ اس وقت چھوٹی تھیں' اگرچہ یہ ممکن ہے کہ وہ اس

وقت سمجھ دار ہوں' اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ان کے وہ بھائی ابواحمد ہوں کیونکہ حضرت زینب بنت جحش ان سے پہلے فوت ہوگئی تھیں' پس زیادہ قریب احتمال یہ ہے کہ ان کے وہ بھائی عبید اللہ ہوں جو نصرانی ہونے کی حالت میں فوت ہوئے تھے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ کافر کی موت پر تو اہل بیت نبوت کو افسوس نہیں کرنا چاہیے تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا یہ رنج اور افسوس بشری تقاضے سے طبعی طور پر تھا۔

اس حدیث سے فقہاء احناف نے اس پر استدلال کیا ہے کہ شوہر کی وفات پر سوگ کرنا واجب ہے۔

۳۱ - بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ

قبروں کی زیارت کا بیان

۱۲۸۳ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ تَبْكِيْ عِنْدَ قَبْرٍ، فَقَالَ اتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ. قَالَتْ إِلَيْكَ عَنِّيْ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيْبَتِيْ، وَلَمْ تَعْرِفْهُ، فَقِيْلَ لَهَا إِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِيْنَ، فَقَالَتْ لَمْ أَعْرِفْكَ، فَقَالَ إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر کے پاس بیٹھی ہوئی رو رہی تھی' آپ نے اس سے فرمایا: تم اللہ سے ڈرو اور صبر کرو' اس نے کہا: تم مجھ سے ایک طرف ہٹو' تم پر وہ مصیبت نہیں آئی جو مجھ پر آئی ہے' اور اس نے آپ کو پہچانا نہیں تھا' اس کو بتایا گیا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے' تب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر آئی' اس نے وہاں دربان نہیں دیکھے' اس نے کہا: میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا' آپ نے فرمایا: صبر اس وقت شمار ہوتا ہے جب پہلی بار صدمہ پہنچے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۵۲ میں گزر چکی ہے تاہم ''زیارۃ القبور'' کی تفصیل لکھی جارہی ہے۔

زیارتِ قبور کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

علماء کا زیارت القبور میں اختلاف ہے' الحازمی نے کہا ہے کہ تمام اہل علم اس پر متفق ہیں کہ مردوں کے لیے زیارتِ قبور جائز ہے' علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ زیارت القبور بالعموم مباح ہے' جیسا کہ پہلے بالعموم زیارت القبور سے منع کیا گیا تھا' پس مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا جائز ہے اور اس کی اباحت میں بہ کثرت احادیث مروی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ ابتداء اسلام میں زیارتِ قبور سے اس لیے منع کیا گیا تھا کہ وہ زمانہ بت پرستی اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کے قریب تھا' پھر جب اسلام مستحکم ہوگیا اور لوگوں کے دلوں میں قوی ہوگیا اور قبروں کی عبادت اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے مسلمان مامون ہوگئے تو قبروں کی زیارت کی ممانعت کو منسوخ کر دیا' کیونکہ قبریں آخرت کی یاد دلاتی ہیں اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

زیارتِ قبور کے متعلق احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو (پہلے) زیارتِ قبور سے منع

کرتا تھا' سواب تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔ (صحیح مسلم: ۹۷۷' سنن ترمذی: ۱۰۵۴' سنن نسائی: ۲۰۳۲' سنن ابن ماجہ: ۱۵۷۱' سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۶' المستدرک ج ۱ ص ۳۷۶' مشکوۃ: ۱۷۶۹' کنز العمال: ۴۲۵۵۵' موطأ امام مالک۔ کتاب الضحایا: ۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اپنی ماں کے لیے استغفار کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت نہیں دی' پھر میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت دے دی۔

(صحیح مسلم: ۹۷۶' سنن ابوداؤد: ۳۲۳۴' سنن نسائی: ۲۰۳۴' سنن ابن ماجہ: ۱۵۷۲)

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتے تھے کہ جب وہ قبرستان کی طرف جائیں تو ان میں سے ایک کہنے والا یہ کہے: ''السلام علیکم یا اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا ان شاء اللّٰہ بکم للاحقون انتم لنا فرطٌ ونحن لکم تبعٌ ونسال اللّٰہ لناولکم العافیة'' (ترجمہ:) السلام علیکم! اے مؤمنین اور مسلمین کے گھر والو! ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں' تم ہمارے پیش رو ہو'اور ہم تمہارے پیچھے ہیں اور ہم اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے معافی کا سوال کرتے ہیں۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۳' سنن ابوداؤد: ۳۲۳۰' صحیح ابن حبان: ۳۱۷۳' سنن ابن ماجہ: ۱۵۴۷' سنن نسائی: ۲۰۳۰۔۱۰۹۳۰۔۲۱۶۷' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۰۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

زاذان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب قبرستان میں داخل ہوتے تو فرماتے: ''السلام علٰی من فی هٰذه الدیار من المؤمنین والمسلمین انتم لنا فرطٌ ونحن لکم تبع وانا بکم للاحقون فانا للّٰہ وانا الیه راجعون''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۰۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۸۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عامر بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب اپنی زمین سے واپس آتے اور شہداء کی قبروں کے پاس سے گزرتے تو کہتے: ''السلام علیکم واناېکم للاحقون'' پھر اپنے اصحاب سے کہتے: کیا تم شہداء پر سلام نہیں کرتے کہ وہ بھی تم کو سلام کا جواب دیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عبد اللہ بن سعد جاری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عبد اللہ! جب تم ان قبروں کے پاس سے گزرو جن کو تم پہچانتے ہو تو کہو: ''السلام علیکم اصحاب القبور'' اور جب تم ان قبروں کے پاس سے گزرو جن کو تم نہیں پہچانتے تو کہو: ''السلام علی المسلمین''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابومویہبہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ جب آپ البقیع کی طرف جائیں تو ان پر صلوٰۃ پڑھیں یا ان کو سلام کریں۔ (المعجم الکبیر: ۸۷۲۔ ج ۲۲' مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۹' سنن دارمی: ۷۸' مسند البزار: ۸۶۳' المستدرک ج ۳ ص ۵۵۔۵۶' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

محمد بن ابراہیم التیمی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سال کی ابتداء میں شہداء (احد) کی قبروں پر جاتے تھے' پس فرماتے تھے: تم پر سلام ہو کیونکہ تم نے صبر کیا اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح کرتے تھے' ایک روایت میں ہے: آپ اور حضرت ابوبکر وغیرہ ہر سال اسی طرح کرتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: (۱۸۲۸)۔ ۶۷۴۵' کتاب المغازی للواقدی ج ۱ ص ۳۱۳' عالم الکتب' دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۰۸' شرح الصدور ص ۲۱۰)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کہیں جانے کا ارادہ کرتے تو مسجد (نبوی) میں داخل ہوتے' پس نماز پڑھتے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر (مبارک) پر آتے' پس کہتے: ''السلام علیك یا رسول اللّٰہ! السلام علیك یا ابابکر! السلام علیك یا

ابتاہ! ''(اے ابا جان!) پھر جہاں جانا ہوتا جاتے اور جب سفر سے واپس آتے تب بھی مسجد میں آ کر اسی طرح کرتے اور وہ اپنے گھر جانے سے پہلے اس طرح کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے ماں باپ کی قبر کی ہر جمعہ زیارت کی یا ان میں سے کسی ایک کی زیارت کی تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور یہ لکھ دیا جائے گا کہ یہ بَری ہے۔ (المعجم الصغیر: ۹۵۵' الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں عبد الکریم ابو امیہ ضعیف راوی ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۰' مگر فضائل اعمال میں احادیث ضعیف السند معتبر ہوتی ہیں)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد سے لوٹے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ (کی قبر) اور دیگر اصحاب (کی قبروں) پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو' پس تم ان کی زیارت کرو اور ان کو سلام کرو' پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم قیامت تک ان میں سے جس پر بھی سلام کرو گے وہ تمہارے سلام کا جواب دیں گے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۰' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۰۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ بھی کسی ایسے مسلمان کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا' پھر اس کو سلام کرتا ہے تو وہ قبر والا اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ۲۵۴۴۔ ۲۵۴۳۔ ج ۱۰ ص ۲۹۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اسماعیل بن عبد الاعلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرتا تھا' ایک دن وہ اس کی قبر کی زیارت کے لیے گیا تو اس کو نیند آ گئی' خواب میں اس کی والدہ نے کہا: اس قبرستان میں اس قبر والے سے زیادہ عظیم اجر کسی کو نہیں ملا' اس نے پوچھا: اس کا کیا عمل تھا؟ اس کی والدہ نے کہا: اس پر بہت مصائب آئے اور اس نے ان پر صبر کیا۔

(موسوعہ امام ابن ابی الدنیا: ۱۳۶۔ ج ۶ ص ۸۵' المکتبۃ العصریہ' بیروت)

عبد اللہ بن نافع المدنی بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سے ایک شخص فوت ہو گیا' اس کو دفن کر دیا گیا' ایک شخص نے خواب میں اس کو دیکھا کہ وہ اہل دوزخ میں سے ہے' وہ بہت مغموم ہوا' سات آٹھ دن بعد اس کو دکھایا گیا کہ وہ اہل جنت میں سے ہے' اس نے کہا: کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ اہل دوزخ میں سے ہے' اس نے کہا: یہ اہل دوزخ میں سے تھا مگر ہمارے ساتھ ایک صالح شخص دفن کیا گیا' اس نے اپنے چالیس پڑوسیوں کے لیے شفاعت کی اور یہ بھی ان میں سے تھا۔

(موسوعہ امام ابن ابی الدنیا: ۱۳۹۔ ج ۶ ص ۸۶' المکتبۃ العصریہ' بیروت)

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا' پس تحقیق (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی والدہ کی قبر کی اجازت دی گئی ہے' پس تم قبروں کی زیارت کیا کرو' کیونکہ قبریں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ (سنن ترمذی: ۱۰۵۴' صحیح مسلم: ۹۷۷' سنن نسائی: ۵۶۹۴' سنن ابن ماجہ: ۳۴۰۵' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۶)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے' اہل علم کا اس پر عمل ہے' عبد اللہ بن المبارک' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کی اجازت

بعض علماء نے عورتوں کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کی بہت زیادہ زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرمائی۔

(سنن ترمذی: ۱۰۵۶' سنن ابن ماجہ: ۱۵۷۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۷)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے' آپ نے یہ لعنت قبروں کی زیارت کی اجازت دینے سے پہلے فرمائی تھی' جب آپ نے قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی تو اس اجازت میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی داخل ہوگئیں۔

(سنن ترمذی ص ۴۴۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

جمہور علماء جو عورتوں کو قبروں کی زیارت کی اجازت دیتے ہیں' ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

عبد اللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما حُبشی میں فوت ہوگئے' ان کی میت کو مکہ لا کر وہاں دفن کر دیا گیا' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عبد الرحمٰن کی قبر پر آئیں اور یہ اشعار پڑھے:

وكنا كندماني جذيمة حقبةً ۔۔۔ من الدهر حتى قيل لن يتصدعا

''ہم بادشاہ جذیمہ کے دو صاحبوں کی طرح ہمیشہ اکٹھے رہے' یہاں تک کہ کہا گیا: یہ کبھی جدا نہیں ہوں گے''۔

فلما تفرقنا كأني ومالكًا ۔۔۔ لطول اجتماع لم نبت ليلة معًا

''پس جب ہم جدا ہوگئے تو گویا مدت دراز تک اکٹھا رہنے کے باوجود' میں نے اور مالک نے ایک رات بھی اکٹھے نہیں گزاری''۔

پھر حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر میں تمہاری وفات کے وقت حاضر ہوتی تو تم کو وہیں دفن کیا جاتا جہاں تم فوت ہوگئے تھے' اور اگر میں وہاں حاضر ہوتی تو اب تمہاری زیارت کے لیے نہ آتی۔ (سنن ترمذی: ۱۰۵۵)

وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کے لیے مدینہ سے مکہ گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اپنے اس حجرے میں داخل ہوتی تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میرے والد مدفون تھے' پس میں اپنے (زائد) کپڑے اتار دیتی تھی اور کہتی تھی کہ یہ میرے خاوند اور میرے والد ہی تو ہیں' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے ساتھ دفن کر دیا تو اللہ کی قسم! میں اس حال میں داخل ہوتی تھی کہ میں نے اپنے کپڑوں کو باندھا ہوا ہوتا تھا اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۰۰۳' موطأ امام مالک ج۱ ص ۲۱۳' سنن بیہقی ج۵ ص ۱۶۲' مسند احمد ج۶ ص ۲۰۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۶۶۰۔ ج۴۲ ص ۴۱۴' مشکوٰۃ: ۱۷۷۱)

حافظ یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ روایت کرتے ہیں:

عبد اللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قبرستان سے آئیں' میں نے ان سے کہا: اے ام المؤمنین! آپ کہاں سے آرہی ہیں؟ انہوں نے کہا: میں اپنے بھائی عبد الرحمٰن بن ابی بکر کی قبر سے آرہی ہوں' میں نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیارتِ قبور سے منع نہیں فرمایا؟ حضرت عائشہ نے کہا: ہاں! آپ نے قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا' پھر آپ نے قبروں کی زیارت کا حکم دیا۔ (مصنف عبد الرزاق: ۶۷۴۰)

جعفر بن محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' سیدنا حمزہ بن عبد المطلب کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرتی تھیں اور آپ نے ایک پتھر کو اس کی علامت کے طور پر رکھ دیا تھا۔ (مصنف عبد الرزاق: ۶۷۴۲) (تمہید ج۲ ص ۱۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عورتوں کے مزارات پر جانے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا: کیا عورتیں قبر کی زیارت کر سکتی ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! ان شاء اللہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کی ہے' لیکن حضرت ابن عباس کی حدیث ہے کہ قبر کی بہت زیادہ زیارت کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے' امام احمد نے فرمایا: یہ ابو صالح کی روایت ہے' وہ کیا چیز ہے! گویا انہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار

دیا۔ (تمہید ج ۲ ص ۱۴۵۔ ۱۴۴ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کے زیارتِ قبر میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ اجازت کے عموم میں عورتیں بھی داخل ہیں اور یہ اکثر کا قول ہے' اور یہ اس وقت ہے جب عورتیں فتنہ سے مامون ہوں' اور جواز کی تائید اس باب کی حدیث سے ہوتی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کو قبر کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا اور اس کو منع نہیں فرمایا اور آپ کا کسی کام کو مقرر رکھنا حجت ہے اور جنہوں نے زیارتِ قبور کی اجازت کو مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے عام قرار دیا ہے' ان میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں' وہ اپنے بھائی عبد الرحمان کی قبر کی زیارت کے لیے گئیں اور جب ان سے کہا گیا: کیا اس سے منع نہیں کیا گیا تھا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے اس سے منع فرمایا تھا' پھر آپ نے قبر کی زیارت کا حکم دیا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۳۱۔ ۷۳ 'دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی مالکی نے لکھا ہے کہ جوان عورتوں کے لیے قبرستان کے لیے نکلنا حرام ہے اور بوڑھی عورتوں کے لیے مباح ہے' نیز کہا ہے کہ ان سب کے لیے مباح ہے جب یہ مردوں کے بغیر اکیلی جائیں' انہوں نے کہا: اس میں ان شاء اللہ اختلاف نہیں ہوگا' نیز علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حدیث ترمذی میں زوّرات پر لعنت کی گئی ہے یعنی جو قبروں کی زیارت کے لیے بہت زیادہ جاتی ہوں' یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ عورتوں کو زیادہ جانے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ اس سے مردوں کے حقوق ضائع ہوں گے' اور وہ بناؤ سنگھار کر کے نکلیں گی اور یہ اس کے مشابہ ہوگا جو قبروں کی تعظیم کے لیے قبروں کے پاس لازم رہتا ہے' نیز اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ عورتیں قبروں پر چیخ و پکار کر کے روئیں گی اور اس میں اور بھی مفاسد ہیں' یہ اس صورت میں ہے جب عورتیں قبروں پر بہت زیادہ جائیں اور جو عورتیں کبھی کبھی جائیں' اس میں حرج نہیں ہے' یہی وجہ ہے کہ زوّرات پر لعنت کی گئی ہے نہ کہ زائرات پر۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۰۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ہماری اس تحریر میں چاروں فقہ کے ائمہ اور علماء کے اس مسئلہ میں نظریات کی تفصیل آ گئی ہے۔

* شرح صحیح مسلم میں مذاہب فقہاء کو زیادہ تفصیل سے لکھا گیا ہے' اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) زیارتِ قبور کا بیان (۲) عورتوں کی زیارتِ قبور کے متعلق احادیث (۳) فقہاء احناف کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم (۴) فقہاء حنبلیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم (۵) فقہاء شافعیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم (۶) فقہاء مالکیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم (۷) خلاصہ بحث۔

* یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۲۴۷۔ ۳۴۷ پر مذکور ہے۔

۳۲ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذَّبُ الْمَيِّتُ بِبَعْضِ بُكَاءِ اَهْلِهِ عَلَيْهِ اِذَا كَانَ النَّوْحُ مِنْ سُنَّتِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد: میت کے بعض گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے' جب کہ میت پر نوحہ کرنا' اس کا طریقہ ہو

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ (التحریم:۶) وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ (التحریم:۶) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ .

تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اس سے اپنے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۸۹۳ میں گزر چکی ہے۔

فَإِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ سُنَّتِهِ' فَهُوَ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ﴿ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى ﴾ (الانعام:١٦٤).

اور اگر نوحہ کرنا میت کی سنت نہ ہو تو پھر یہ اس طرح ہے جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(الانعام: ۱۶۴' بنی اسرائیل: ۱۵' فاطر: ۱۸' الزمر: ۷)

وَهُوَ كَقَوْلِهِ ﴿وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ ﴾. ذُنُوْبًا. ﴿إِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلُ مِنْهُ شَيْءٌ﴾ (الفاطر:١٨).

اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی مثل ہے: اور اگر کوئی بوجھ والا دوسرے کو بوجھ اٹھانے کے لیے بلائے گا تو اس سے کچھ بھی اٹھایا نہیں جائے گا۔ (فاطر: ۱۸)

وَمَا يُرَخَّصُ مِنَ الْبُكَاءِ فِيْ غَيْرِ نَوْحٍ .

اور وہ جو بغیر نوحہ کے رونے کی اجازت دی گئی ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رونا آنکھ سے ہو اور دل سے ہو' وہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور رحمت سے ہے اور جو ہاتھ سے ہو اور زبان سے ہو' وہ شیطان کی طرف سے ہے۔ (المعجم الکبیر: ۸۳۱۷)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا' إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا . وَذٰلِكَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نفس کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا تو پہلے ابن آدم پر اس کے خون کے گناہ کا حصہ ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے سب پہلے قتل کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۳۳۳۵' اور ۶۸۶۷ میں ہے۔

١٢٨٤ - **حَدَّثَنَا** عَبْدَانُ وَمُحَمَّدٌ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ سُلَيْمَانَ' عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَرْسَلَتِ ابْنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ إِنَّ ابْنًا لِيْ قُبِضَ فَأْتِنَا' فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ' وَيَقُوْلُ إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰى' وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى' فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ. فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا' فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ' وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ' وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ' وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ' وَرِجَالٌ' فَرُفِعَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهُ تَتَقَعْقَعُ' قَالَ حَسِبْتُهُ أَنَّهُ قَالَ كَأَنَّهَا شَنٌّ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان اور محمد نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن سلیمان نے خبر دی از ابی عثمان' انہوں نے کہا: مجھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا فوت ہو رہا ہے' آپ ہمارے پاس آئیں' آپ نے جوابی پیغام میں سلام کہا اور فرمایا: بے شک اللہ ہی کے لیے ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کے لیے ہے جو اس نے عطا کیا اور ہر چیز کی اس کے پاس مدت مقرر ہے' پس تم صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو' انہوں نے پھر آپ کی طرف پیغام بھیجا اور آپ کو قسم دی کہ آپ ان کے پاس ضرور آئیں' سو آپ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت سعد

فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا هٰذَا؟ فَقَالَ هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ، وَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ.

[اطراف الحدیث:۵۶۵۵-۶۶۰۲-۶۶۵۵-۷۳۷۷-۷۴۴۸]

(صحیح مسلم:۹۲۳'الرقم المسلسل:۲۱۰۰'سنن ابوداؤد:۳۱۲۵'سنن نسائی:۱۸۶۸'سنن ابن ماجہ:۱۵۸۸'جامع المسانید لابن جوزی:۶۷'مکتبۃ الرشد'ریاض'۱۴۲۶ھ)

بن عبادہ' حضرت معاذ بن جبل' حضرت ابی بن کعب' حضرت زید بن ثابت اور دوسرے مرد تھے' اس بچے کو اٹھا کر آپ کے پاس لایا گیا اور اس کا سانس اکھڑ رہا تھا' راوی نے کہا: میرے گمان میں اس کا جسم پرانی مشک کی طرح تھا' پس آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے' حضرت سعد نے کہا: یارسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ اللہ کی رحمت ہے جس کو اللہ نے اپنے بندوں کے دل میں کر دیا ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے صرف رحم کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدان' ان کا نام عبد اللہ بن عثمان ابوعبدالرحمٰن ہے (۲) محمد بن مقاتل (۳) عبد اللہ بن المبارک (۴) عاصم بن سلیمان الاحول (۵) ابوعثمان النہدی' ان کا نام عبد الرحمٰن بن مل ہے (۶) حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب اور آزاد کردہ غلام تھے' ان کی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا تھیں' ان کا نام برکہ تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۰۵)

تعزیت اور عیادت کے لیے اصحابِ فضل کو بلانا' بغیر نوحہ کے رونا اور دیگر مسائل

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس صاحب زادی کا نام حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھا اور ان کے بیٹے کا نام علی بن ابی العاص بن الربیع تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کی موت کے وقت اصحابِ فضل کو بلانا چاہیے تاکہ ان کی دعا اور ان کی برکت حاصل ہو۔

افاضل صحابہ آپ کے ساتھ بغیر بلائے چلے گئے' اس سے معلوم ہوا کہ تعزیت اور عیادت کے لیے بغیر بلائے بھی چلے جانا چاہیے' اس کے برخلاف ولیمہ اور شادی کے کھانے میں بلانے کے بعد جانا چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب کو صبر اور ثواب کی امید رکھنے کی تلقین کی' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص مصیبت میں بے قرار ہو' اس کو صبر کی تلقین کرنی چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' پہلی بار بلانے پر نہیں گئے اور دوسری بار چلے گئے' اس سے معلوم ہوا کہ اہل فضل کو کسی کی امید نہیں توڑنی چاہیے اور عیادت اور تعزیت کے لیے جانا چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہے' اس میں بغیر نوحہ کے رونے کا ثبوت ہے اور اس میں دل کی نرمی کا بیان ہے' اور ایسے مواقع پر نہ رونا دل کی سختی اور شقاوت کی علامت ہے۔

حضرت زینب نے آپ کو قسم دے کر بلایا' اس میں یہ ثبوت ہے کہ نہایت ادب سے سوال کرنا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

✻ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۰۳۱- ج ۲ ص ۷۴۵- ۷۴۴ پر مذکور ہے' اس حدیث کی وہاں شرح نہیں کی گئی۔

۱۲۸۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعامر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از ہلال

قَالَ شَهِدْنَا بِنْتًا لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ، قَالَ فَرَاَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ، قَالَ فَقَالَ هَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ. فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَنَا، قَالَ فَانْزِلْ، قَالَ فَنَزَلَ فِيْ قَبْرِهَا.

[طرف الحدیث:۱۳۴۲] [جامع المسانید لابن جوزی:۲۴۲، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ مسند الطحاوی:۳۱۵]

بن علی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ: انہوں نے بیان کیا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی کے جنازہ میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کی ایک جانب بیٹھے ہوئے تھے پس میں نے دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو رہے تھے' پس آپ نے پوچھا: تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس نے رات کو جماع نہ کیا ہو' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہوں! آپ نے فرمایا: تم قبر میں اترو' پس وہ آپ کی صاحب زادی کی قبر میں اترے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن محمد المسندی (۲) ابو عامر عبد الملک بن عمرو العقدی (۳) فلیح بن سلیمان' ان کا نام عبد الملک ہے اور فلیح ان کا لقب ہے (۴) ھلال بن علی بن اسامہ العامری (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۰۹)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جس صاحب زادی کے جنازہ کا ذکر ہے' ان کا نام حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھا' یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں' ان کی وفات ۹ ھ میں ہوئی تھی' حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا جس وقت فوت ہوئی تھی' اس وقت آپ بدر میں تھے اور ان کے جنازہ پر حاضر نہیں ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۱۰)

اس کی توجیہ کہ حضرت ام کلثوم کو وہ شخص قبر میں اتارے' جس نے گزشتہ رات جماع نہ کیا ہو

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس نے رات کو جماع نہ کیا ہو؟ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس کی حکمت یہ تھی کہ آپ کی صاحب زادی کو قبر میں اتارنا تھا تو جس شخص نے رات کو جماع کیا ہوتا اس میں شہوت کے آثار تازہ ہوتے اور جس شخص نے رات کو جماع نہ کیا ہوتا' وہ گویا شہوت کو بھول چکا ہوتا تو آپ نے چاہا کہ آپ کی صاحب زادی کو وہ شخص قبر میں اتارے جو شہوت کو بھولا ہوا ہو' اس کی یہ وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اس رات حضرت عثمان نے اپنی باندی سے جماع کیا تھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہو گیا اور آپ کو یہ پسند نہ آیا کہ وہ آپ کی بیمار بیٹی کو چھوڑ کر دادِ عیش میں مشغول ہوں' انہیں چاہیے تھا کہ ان کے آخری وقت میں وہ ان کے پاس ہوتے اور ان کی خدمت کرتے' اس لیے ان پر عتاب فرماتے ہوئے آپ نے چاہا کہ وہ ان کی قبر میں نہ اتریں۔ (میں کہتا ہوں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ توجیہ کی جاسکتی ہے کہ حضرت ام کلثوم بہت طویل عرصہ سے بیمار تھیں۔ اس لیے حضرت عثمان اپنے طبعی تقاضے کو پورا کرنے کے لیے باندی کے پاس چلے گئے' جب کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ آج حضرت ام کلثوم کا انتقال ہو جائے گا۔ سعیدی غفرلہٗ)

بغیر آواز کے رونے کا جواز اور قبر پر بیٹھنے کی ممانعت

اس حدیث میں بغیر آواز کے آنسوؤں سے رونے کا ذکر ہے اور یہ بیان ہے کہ مردوں کو چاہیے کہ وہ عورت کو قبر میں اتاریں کیونکہ وہ عورتوں سے قوی ہوتے ہیں اور ایسے مردوں کو قبر میں عورت کو اتارنا چاہیے جس نے زمانہ قریب میں جماع نہ کیا ہو اور اس حدیث میں قبر کی ایک جانب بیٹھنے کا ثبوت ہے' اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھے ہوئے تھے' حضرت زید

بن ثابت' حضرت علی رضی اللہ عنہما اور امام مالک نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ قبر پر بیٹھنا جائز ہے' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' عطاء' امام شافعی اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا جائز نہیں' ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک شخص انگارے پر بیٹھ جائے' پس وہ اس کے کپڑے جلا دے' پھر وہ آگ اس کی کھال تک پہنچ جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قبر پر بیٹھے۔

(صحیح مسلم: ۹۷۱' الرقم المسلسل: ۱۲۱۲)

ابومرثد الغنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قبر پر نہ بیٹھو اور نہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۹۷۲' الرقم المسلسل: ۲۲۱۴' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۹' سنن ترمذی: ۱۰۵۰' سنن نسائی: ۷۶۰' مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۵)

المحاملی نے کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا حرام ہے' امام مالک اور خارجہ بن زید نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جو فرمایا: قبر پر نہ بیٹھو' اس کا معنی یہ ہے کہ قبر پر قضاء حاجت نہ کرو' لیکن یہ تاویل بہت بعید ہے' توضیح میں مذکور ہے کہ قبر پر ٹیک لگانا مکروہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۱۱-۱۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٢٨٦ - **حَدَّثَنَا** عَبْدَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ تُوُفِّيَتِ ابْنَةٌ لِعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِمَكَّةَ، وَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا، وَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ، وَاِنِّي لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا، اَوْ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰى اَحَدِهِمَا، ثُمَّ جَاءَ الْاٰخَرُ فَجَلَسَ اِلٰى جَنْبِي، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، لِعَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ اَلَا تَنْهٰى عَنِ الْبُكَاءِ؟ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهِ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیٹی مکہ میں فوت ہو گئی' ہم ان کے جنازہ میں آئے اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم بھی ان کے جنازے میں آئے تھے اور بے شک میں ان دونوں کے درمیان میں بیٹھا ہوا تھا' یا کہا: میں ان میں سے کسی ایک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ دوسرا بھی آ گیا' پس وہ میرے پہلو میں بیٹھ گیا' پس حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمرو بن عثمان سے کہا: کیا آپ ان کو رونے سے نہیں روکتے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے شک گھر والوں کے رونے سے میت کو ضرور عذاب دیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۲۸' الرقم المسلسل: ۲۱۱۳' سنن نسائی: ۱۸۵۸' مسند الحمیدی: ۲۲۰' مسند احمد ج ۱ ص ۴۱)

١٢٨٧ - **فَقَالَ** ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَدْ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ بَعْضَ ذٰلِكَ، ثُمَّ حَدَّثَ فَقَالَ صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنْ مَكَّةَ، حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ، اِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ، فَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ مَنْ هٰؤُلَاءِ الرَّكْبُ؟ قَالَ فَنَظَرْتُ، فَاِذَا صُهَيْبٌ، فَاَخْبَرْتُهُ،

پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس قسم کی بات کہتے تھے' پھر انہوں نے حدیث بیان کی کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے لوٹا' حتیٰ کہ جب ہم مقام بیداء پر پہنچے تو اس وقت سواروں کی جماعت کیکر کے درخت کے سائے میں تھی' حضرت عمر نے فرمایا: جاؤ! دیکھو یہ کون سوار ہیں؟ حضرت ابن عباس نے کہا: میں نے دیکھا تو وہ حضرت

فَقَالَ ادْعُهُ لِیْ، فَرَجَعْتُ اِلٰی صُهَیْبٍ فَقُلْتُ ارْتَحِلْ، فَالْحَقْ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ، فَلَمَّا اُصِیْبَ عُمَرُ، دَخَلَ صُهَیْبٌ یَبْکِیْ، یَقُوْلُ وَااَخَاهُ، وَاصَاحِبَاهُ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَا صُهَیْبُ اَتَبْکِیْ عَلَیَّ، وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَیِّتَ یُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُکَاءِ اَهْلِهِ عَلَیْهِ. [اطراف الحدیث: ۱۲۹۰۔۱۲۹۲] (صحیح مسلم: ۹۲۸، الرقم المسلسل: ۲۱۱۴)

صہیب رضی اللہ عنہ میں نے حضرت عمر کو بتایا تو حضرت عمر نے فرمایا: ان کو میرے پاس بلا کر لاؤ، میں واپس حضرت صہیب کے پاس گیا اور ان سے کہا: چلیے! پس وہ امیر المؤمنین سے ملے، پھر جب حضرت عمر زخمی ہو گئے تھے تو حضرت صہیب روتے ہوئے آئے اور کہنے لگے: ہائے میرے بھائی! ہائے میرے صاحب! پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے صہیب! کیا تم مجھ پر رو رہے ہو؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میت پر اس کے بعض گھر والوں کے رونے سے اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔

۱۲۸۸ - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، ذَکَرْتُ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا، فَقَالَتْ رَحِمَ اللّٰهُ عُمَرَ، وَاللّٰهِ مَا حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَیُعَذِّبُ الْمُؤْمِنَ بِبُکَاءِ اَهْلِهِ عَلَیْهِ، وَلٰکِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَیَزِیْدُ الْکَافِرَ عَذَابًا بِبُکَاءِ اَهْلِهِ عَلَیْهِ. وَقَالَتْ حَسْبُکُمُ الْقُرْاٰنُ ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ (الانعام: ١٦٤). قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عِنْدَ ذٰلِكَ وَاللّٰهُ ﴿هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْکٰی﴾ (النجم: ٤٣). قَالَ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَةَ وَاللّٰهِ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا شَیْئًا.

[اطراف الحدیث: ۱۲۸۹۔۳۹۷۸] (مسند الطحاوی: ۹۴۶۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو میں نے حضرت عمر کے اس قول کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا تو حضرت عائشہ نے کہا: اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ بے شک مؤمن میت کے گھر والوں کے اس پر رونے سے اللہ اس کو عذاب دیتا ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا: بے شک کافر کے گھر والوں کے اس پر رونے سے اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ عذاب دیتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تمہارے لیے قرآن کافی ہے: اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (الانعام: ۱۶۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس وقت کہا: اللہ کی قسم! وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے○ (النجم: ۴۳) ابن ابی ملیکہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ سن کر حضرت ابن عمر نے کچھ نہیں کہا۔

گھر والوں کے میت پر رونے کی وجہ سے میت کو عذاب کی توجیہات

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ہے: میت کے گھر والوں کے اس کے اوپر رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے، اس کی تشریح میں علماء کا اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر میت نے یہ وصیت کی ہو کہ اس کے مرنے کے بعد اس پر رویا جائے تو اس کو عذاب ہوگا اور اس صورت میں اس کو اس کے اپنے فعل کی وجہ سے عذاب ہوگا نہ کہ دوسرے کے فعل کی وجہ سے اور اب یہ فاطر: ۱۸ کے خلاف نہیں ہے، امام بخاری نے بھی اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے کیونکہ انہوں نے کہا: جب کہ میت پر رونا میت کے جاری کردہ طریقہ کی وجہ سے ہو تو پھر میت پر گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اس کو عذاب ہوگا۔

دوسرے علماء نے یہ کہا کہ اگر میت کی ان باتوں سے مدح کی جائے، جن باتوں سے زمانۂ جاہلیت میں میت کی مدح کی جاتی

تھی' مثلاً تو اس طرح لوٹ مار کرتا تھا اور ڈاکے ڈالتا تھا اور ناحق خون بہاتا تھا اور یوں بے دریغ پیسہ لٹاتا تھا اور یہ افعال اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ ہیں' پس میت کے قبر میں جانے کے بعد اس کے گھر والے ان افعال کو یاد کر کے روئیں گے اور اس کو قبر میں ان افعال پر عذاب ہو رہا ہوگا۔

دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میت کو عذاب دیا جاتا ہے اور وہ اپنے گھر والوں کے رونے سے غم زدہ ہوتا ہے اور اس کے گھر والے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں' وہ اس کو ناگوار ہوتی ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ میت پر زندہ کا رونا' زندہ کی طرف سے میت کو عذاب دینا ہے نہ کہ اللہ کی طرف سے عذاب دینا ہے' اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اعمال تمہارے مردہ رشتہ داروں پر پیش کیے جاتے ہیں' اگر وہ نیک اعمال دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور اگر وہ بُرے اعمال دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور جب ان کے پاس کوئی نئی میت آتی ہے تو وہ اس سے بعد میں مرنے والے کا حال پوچھتے ہیں حتیٰ کہ انسان اپنی بیوی کے متعلق پوچھتا ہے کہ اس نے شادی کر لی ہے یا نہیں۔ (المعجم الکبیر: ۳۸۸۷' کنز العمال: ۴۳۰۲۹)

ہر وہ حدیث جس میں رونے سے منع کیا گیا ہے' علماء کے نزدیک اس کا محمل رونے سے منع کرنا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے اور ہم وہ بات نہیں کہتے جس سے رب ناراض ہوتا ہے اور جب حضرت عمر نے عورتوں کو رونے سے منع کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! ان کو رہنے دو' کیونکہ نفس مصیبت زدہ ہے اور آنکھ رو رہی ہے اور (مصیبت کا) زمانہ قریب ہے' اور آپ نے نوحہ سے منع فرمایا ہے اور نوحہ کرنے والی وہ ہے جو گریبان چاک کرتی ہے' منہ پر تھپڑ لگاتی ہے اور جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرتی ہے' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۷۷۔۲۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر کی بیان کردہ توجیہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی درج ذیل توجیہات ہیں:

(۱) میت کو گھر والوں کے اس پر رونے سے اس وقت عذاب ہوگا جب اس نے رونے کی وصیت کی ہو۔

(۲) جب میت پر نوحہ کرنے اور رونے کی رسم اس نے ڈالی ہو۔

(۳) جب گھر والے اس کے سامنے کسی میت پر نوحہ کرتے ہوں اور وہ ان کو منع نہ کرتا ہو اور یہ نہ بتاتا ہو کہ یہ فعل حرام ہے۔

(۴) جب اس کے گھر والے اس کے کیے ہوئے ناجائز کاموں پر اس کی مدح کر رہے ہوں اور اسے قبر میں عذاب ہو رہا ہو۔

(۵) جب گھر والے میت کے ایسے اوصاف بیان کر رہے ہوں جو اس میں نہ ہوں تو قبر میں فرشتے اس کو جھڑکتے ہیں' کیا تو ایسا تھا مثلاً جب نوحہ کرنے والے کہیں: ہائے! تم پہاڑ تھے' تم دریا تھے تو فرشتے میت کو ڈانٹ کر کہیں گے: کیا تم پہاڑ تھے' کیا تم دریا تھے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۳۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم و فضل میں مرتبہ حضرت عائشہ سے زیادہ ہے' اس کے باوجود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر سے اختلاف کیا اور ان کے قول کو خطاء پر قرار دیا اور اپنے قول پر فاطر: ۱۸ سے استدلال کیا' اس سے معلوم ہوا کہ دلائل کے ساتھ اکابر سے اختلاف کیا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے فقہی مسائل میں تقریباً اپنے تمام اکابر سے حتیٰ کہ ائمہ اربعہ سے بھی دلائل کے ساتھ

اختلاف کیا ہے اس میں اکابر کی بے ادبی نہیں ہے بلکہ علم اور اجتہاد کی وسعت اور ہمہ گیری کا اظہار ہے۔

١٢٨٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ اِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى يَهُوْدِيَّةٍ يَبْكِيْ عَلَيْهَا اَهْلُهَا. فَقَالَ اِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهَا، وَاِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن ابی بکر از والد خود از عمرہ بنت عبد الرحمان انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودیہ کے پاس سے گزرے جس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے آپ نے فرمایا: یہ اس پر رو رہے ہیں حالانکہ اس کو اس کی قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٢٨٧ میں گزر چکی ہے۔

١٢٩٠ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ، وَهُوَ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا اُصِيْبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ جَعَلَ صُهَيْبٌ يَقُوْلُ وَااَخَاهُ، فَقَالَ عُمَرُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی اور وہ الشیبانی ہیں از ابی بردہ از والد خود انہوں نے بیان کیا: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ہائے میرے بھائی! پس حضرت عمر نے کہا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زندہ کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٢٨٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٣ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النِّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ

میت پر نوحہ کرنا مکروہ ہے

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَعْهُنَّ يَبْكِيْنَ عَلٰى اَبِیْ سُلَيْمَانَ مَا لَمْ يَكُنْ نَقْعٌ اَوْ لَقْلَقَةٌ. وَالنَّقْعُ اَلتُّرَابُ عَلَى الرَّاْسِ، وَاللَّقْلَقَةُ اَلصَّوْتُ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان عورتوں کو ابوسلیمان پر رونے دو جب تک یہ بالوں میں مٹی نہ ڈالیں اور نہ چلائیں۔ "نقع" کا معنی ہے: بالوں میں مٹی ڈالنا۔ "لقلقة" کا معنی ہے: چلانا۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

شقیق بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت خالد بن ولید فوت ہو گئے تو بنو مغیرہ کی عورتیں جمع ہو کر ان پر رونے لگیں پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: ان عورتوں کے پاس کسی کو بھیج کر انہیں رونے سے منع کریں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کو ابوسلیمان پر آنسو بہانے دو جب تک یہ بالوں میں مٹی نہ ڈالیں اور آواز نہ نکالیں۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۱ نشر السنۃ ملتان)

١٢٩١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلٰى اَحَدٍ، مَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عبید نے حدیث بیان کی از علی بن ربیعہ از حضرت المغیرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: مجھ پر جھوٹ باندھنا تم میں سے

كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ نِيحَ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ.

کسی ایک پر جھوٹ باندھنے کی مثل نہیں ہے' جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا' وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں بنالے' میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس پر نوحہ کیا گیا' اس کو قیامت کے دن اس سے عذاب دیا جائے گا' جس سے نوحہ کیا گیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۳۳' الرقم المسلسل: ۲۱۲۳' سنن ترمذی: ۱۰۰۰' مسند الحمیدی: ۲۲۱' سنن نسائی: ۱۸۵۲' سنن ابن ماجہ: ۱۹۵۳' مسند الطحاوی: ۶۸۹۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) سعید بن عبید الطائی ابوالہذیل (۳) علی بن ربیعہ ابوالمغیرہ (۴) حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۲۱)

بغیر نوحہ کے میت پر رونے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نوحہ کرنا حرام ہے کیونکہ یہ جاہلیت کا طریقہ ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب نبی ﷺ عورتوں کو بیعت کرتے تھے تو اس بات پر بیعت کرتے تھے کہ وہ نوحہ نہیں کریں گی اور اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورتوں کا میت پر رونا اس وقت ممنوع ہے جب وہ نوحہ کریں اور بغیر نوحہ کے رونے پر حضرت عمر کا یہ قول دلیل ہے کہ ان کو رونے دو' جب تک یہ بالوں میں خاک نہ ڈالیں اور چلائیں نہیں' پس انہوں نے بغیر نوحہ کے رونے کو مباح کر دیا اور حضرت المغیرہ کی حدیث میں ہے کہ جس سے نوحہ کیا گیا ہے اس سے عذاب دیا جائے گا' اس میں یہ دلیل ہے کہ بغیر نوحہ کے رونے میں عذاب نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۷۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۲۹۲ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ' عَنْ شُعْبَةَ' عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ' عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهٖ بِمَا نِيْحَ عَلَيْهِ.

تَابَعَهُ عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ. وَقَالَ اٰدَمُ' عَنْ شُعْبَةَ اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از قتادہ از سعید بن المسیب از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از والد خود رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: میت کو قبر میں اس چیز سے عذاب دیا جاتا ہے' جس سے اس پر نوحہ کیا جائے۔

اس حدیث کی روایت میں عبدان کی متابعت عبد الاعلیٰ نے کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی اور آدم نے کہا از شعبہ: زندہ کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۸۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۴ - بَابٌ

باب

اس باب کا کوئی عنوان نہیں ہے اور یہ ابواب سابقہ کا تتمہ ہے۔

١٢٩٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جِيْءَ بِأَبِيْ يَوْمَ أُحُدٍ قَدْ مُثِّلَ بِهٖ، حَتّٰى وُضِعَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ سُجِّيَ ثَوْبًا، فَذَهَبْتُ أُرِيْدُ أَنْ أَكْشِفَ عَنْهُ، فَنَهَانِيْ قَوْمِيْ، ثُمَّ ذَهَبْتُ أَكْشِفُ عَنْهُ، فَنَهَانِي قَوْمِيْ، فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُفِعَ، فَسَمِعَ صَوْتَ صَائِحَةٍ، فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ؟ فَقَالُوْا ابْنَةُ عَمْرٍو، أَوْ أُخْتُ عَمْرٍو، قَالَ فَلِمَ تَبْكِيْ؟ أَوْ لَا تَبْكِيْ، فَمَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهٗ بِأَجْنِحَتِهَا حَتّٰى رُفِعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المنکدر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میرے والد کو جنگ احد کے دن اس حال میں لایا گیا کہ ان کو مثلہ کیا جا چکا تھا' حتیٰ کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لا کر رکھ دیا گیا اور ان کو ایک چادر سے ڈھانپ دیا گیا' میں ارادہ کر رہا تھا کہ ان کی نعش سے چادر کھولوں تو مجھے میری قوم نے منع کیا' پھر میں دوبارہ ان سے چادر کھولنے کے لیے گیا تو میری قوم نے پھر مجھے منع کر دیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تو ان کے جنازہ کو اٹھایا گیا' پھر آپ نے کسی چلانے والی کی آواز سنی' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ عمرو کی بیٹی یا عمرو کی بہن ہے' آپ نے فرمایا: یہ کیوں رو رہی ہے؟ یا فرمایا: یہ نہ روئے' فرشتے اس پر مسلسل سایا کیے ہوئے تھے حتیٰ کہ اس کا جنازہ اٹھالیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٤٤ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''مثلۃ'' کا لفظ مذکور ہے' اس کا معنی ہے: کسی شخص کو قتل کرنے کے بعد اس کی ناک' کان یا اس کی شرم گاہ کے اعضاء اور دیگر اعضاء کاٹ دیئے جائیں۔

٣٥ - بَابٌ لَيْسَ مِنَّا مَنْ شَقَّ الْجُيُوْبَ

وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے اپنا گریبان پھاڑا

١٢٩٤ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا زُبَيْدٌ الْيَامِيُّ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ، وَشَقَّ الْجُيُوْبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

[اطراف الحدیث: ١٢٩٧-١٢٩٨-٣٥١٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زبید الیامی نے حدیث بیان کی از ابراہیم از مسروق از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو اپنے رخساروں پر طمانچے مارے اور گریبان پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار کرے۔

(صحیح مسلم: ١٠٣' الرقم المسلسل: ٢٧٩' سنن نسائی: ١٨٦٠' سنن ابن ماجہ: ١٥٨٤' سنن ترمذی: ٩٩٩' المنتقیٰ: ٥١٦' حلیۃ الاولیاء ج ٥ ص ٣٩' سنن بیہقی ج ٤ ص ٦٤' مسند احمد ج ١ ص ٣٨٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٣٦٥٨- ج ٦ ص ١٧٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٤٠٢٣' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی: ٥١٢٩)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) سفیان الثوری (۳) زبید بن الحارث بن عبد الکریم الیامی' یہ بنو یام بن رافع بن مالک کی اولاد سے ہیں' جو ہمدان سے تھے (۴) ابراہیم النخعی (۵) مسروق بن الاجدع (۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۳۶)

اس حدیث کی توجیہات کہ منہ پر طمانچے لگانے والا ہم میں سے نہیں ہے

اس حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: وہ ہم میں سے نہیں ہے یعنی وہ ہماری سنت پر عمل کرنے والوں میں سے نہیں ہے' اور نہ ہماری سیرت پر عمل کرنے والوں میں سے ہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ دین سے بالکل خارج ہو گیا ہے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک کوئی شخص معصیت کے ارتکاب سے دین سے خارج نہیں ہوتا' ہاں! اگر کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ معصیت حلال اور جائز ہے تو پھر وہ دین سے خارج ہو جائے گا' سفیان ثوری اس حدیث کو اپنے ظاہر پر جاری کرتے تھے اور اس میں کوئی تاویل نہیں کرتے تھے کیونکہ اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کرنا زجر وتوبیخ کے زیادہ لائق ہے' اسی طرح ان تمام احادیث کو جن میں یہ جملہ ہے: وہ ہم میں سے نہیں ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ جملہ تغلیظ کے لیے ہے۔ ہاں! اگر زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ وپکار میں کوئی شخص ایسے الفاظ بولے جو کفریہ ہوں مثلاً وہ حرام کو حلال کرے اور اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر پر راضی نہ ہو' پس اس وقت اس سے اسلام کی نفی حقیقۃً ہو گی۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: وہ ہماری اقتداء کرنے والا نہیں ہے اور ہماری سنت پر عمل کرنے والا نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ ہماری سیرتِ کاملہ پر عمل کرنے والا نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اس شخص پر محمول ہے جو منہ پر طمانچے لگانے' گریبان پھاڑنے اور زمانہ جاہلیت کی چیخ وپکار کو جائز سمجھتا ہو۔

زمانہ جاہلیت سے مراد ہے: اسلام کے ظہور سے پہلے کا زمانہ فترت' یعنی زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ وپکار کرنا اور مردے کے متعلق کہنا: ہائے پہاڑ' ہائے میرے بازو' یہ اہل جاہلیت کا طریقہ ہے' شریعتِ اسلام میں جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۶- بَابُ رَثَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ خَوْلَةَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سعد بن خولہ کی موت پر افسوس کرنا

اس عنوان میں "رِثاء" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مرنے والے کے محاسن بیان کرنا' اس کو مرثیہ بھی کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اور وہ اصحاب الشجرہ میں سے تھے کہ ان کی بیٹی فوت ہو گئی اور وہ ایک خچر پر ان کے جنازہ کے پیچھے جا رہے تھے' پس عورتیں رونے لگیں تو انہوں نے کہا: تم مرثیہ نہ پڑھنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرثیہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (کتاب الدعا للطبرانی: ۵۶۰' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۸۲۵' کامل ابن عدی ج ۱ ص ۲۱۵' المستدرک ج ۱ ص ۳۶۰-۳۵۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۳-۴۲' مصنف عبد الرزاق: ۶۴۰۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۰۲' سنن ابن ماجہ: ۱۵۹۲-۱۵۰۳' المعجم الصغیر: ۲۶۸' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۳۳' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۴۰- ج ۳۱ ص ۴۸۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس عنوان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مرثیہ کی جو نسبت کی گئی ہے' اس سے مراد ہے: صرف کسی کی موت پر اظہار افسوس کرنا' اور مرثیہ کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے۔

۱۲۹۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ اَبِيهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِي عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، مِنْ وَجَعٍ اِشْتَدَّ بِي، فَقُلْتُ اِنِّي قَدْ بَلَغَ بِي مِنَ الْوَجَعِ، وَاَنَا ذُو مَالٍ، وَلَا يَرِثُنِي اِلَّا ابْنَةٌ، اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي؟ قَالَ لَا. فَقُلْتُ بِالشَّطْرِ؟ فَقَالَ لَا. ثُمَّ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَبِيرٌ، اَوْ كَثِيرٌ، اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ، خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ، وَاِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللهِ اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا، حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِي فِي امْرَاَتِكَ. فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ، اُخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِي؟ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا اِلَّا ازْدَدْتَّ بِهِ دَرَجَةً وَرِفْعَةً، ثُمَّ لَعَلَّكَ اَنْ تُخَلَّفَ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ، وَيُضَرَّ بِكَ اٰخَرُونَ، اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ، لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ ابْنُ خَوْلَةَ. يَرْثِي لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ مَّاتَ بِمَكَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عامر بن سعد بن ابی وقاص از والد خود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: حجۃ الوداع کے سال مجھے شدید درد تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری عیادت کرنے کے لیے آئے' تب میں نے کہا: مجھے اتنا درد ہو رہا ہے اور میں مال دار ہوں اور میری وراثت صرف میری ایک بیٹی ہے' کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! پھر میں نے پوچھا: میں آدھا مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! پھر آپ نے فرمایا: تہائی مال صدقہ کر دو' تہائی مال (بھی) بہت زیادہ ہے' بے شک اگر تم اپنے وارثوں کو خوش حال چھوڑو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقراء چھوڑو' وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہیں اور بے شک تم جو بھی خرچ کرو گے جس سے تم اللہ کی رضا جوئی کا ارادہ کرو گے تو تم کو اس پر اجر ملے گا حتیٰ کہ تم جو کچھ اپنی بیوی کے منہ میں رکھو گے (اس پر بھی تم کو اجر ملے گا)' پس میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں اپنے اصحاب کے پیچھے رہ جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: تم بے شک ہرگز پیچھے نہیں چھوڑے جاؤ گے' تم جو بھی نیک کام کرو گے اس سے تمہارا درجہ زیادہ اور بلند ہو گا' پھر شاید کہ تم پیچھے چھوڑے جاؤ گے حتیٰ کہ ایک قوم تم سے نفع حاصل کرے گی اور دوسری قوم تم سے نقصان اٹھائے گی' اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو جاری رکھنا اور ان کو ان کی ایڑیوں پر نہ لوٹانا' لیکن بے چارے سعد بن خولہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لیے افسوس کر رہے تھے کہ وہ مکہ میں فوت ہو گئے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۸' الرقم المسلسل: ۴۱۳۱' سنن ابوداؤد: ۲۸۶۴' سنن ترمذی: ۲۱۱۶' سنن ابن ماجہ: ۲۷۰۸' السنن الکبریٰ: ۶۴۵۳' سنن نسائی: ۳۶۲۶' مسند الحمیدی: ۶۷' مسند البزار: ۱۰۸۴' المنتقی: ۸۸۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۹۹' الآحاد والمثانی: ۲۱۷' مسند ابویعلیٰ: ۷۴۷' مشکل الآثار ج ۳ ص ۲۵۵' صحیح ابن حبان: ۴۲۴۹' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۴۶- ج ۳ ص ۱۲۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۸۶۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حضرت سعد بن خولہ کے مکہ میں فوت ہونے کے متعلق تین روایات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت سعد بن خولہ کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے مکہ میں فوت ہونے پر افسوس کر رہے تھے' حضرت

سعد بن خولہ سبیعہ الاسلمیہ کے شوہر تھے' ان کے درد اٹھا اور وہ مکہ کی اس زمین میں فوت ہو گئے جس سے وہ ہجرت کر کے مدینہ گئے تھے حالانکہ وہ چاہتے یہ تھے کہ مدینہ میں فوت ہوں' جہاں کے لیے انہوں نے ہجرت کی تھی' اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی تھی: اے اللہ! مجھے اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما اور مجھے اپنے رسول کے شہر میں وفات عطا فرما۔ (صحیح البخاری: ۱۸۹۰) کیونکہ مہاجر پر اپنے اس وطن میں لوٹنا حرام ہے' جس سے اس نے اللہ کے لیے ہجرت کی تھی' اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حج کے افعال کرنے کے بعد کوئی مہاجر مکہ میں تین دن سے زیادہ نہ ٹھہرے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ جب طواف کرتے تھے تو ان کی سواریاں کوچ کے لیے تیار ہوتی تھیں اور امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعد بن خولہ بدر میں حاضر ہوئے تھے' پھر مکہ واپس گئے اور وہیں فوت ہو گئے' انہوں نے دوسری ہجرت حبشہ کی طرف کی تھی' وہ پچیس سال کی عمر میں بدر میں حاضر ہوئے تھے' اور احد اور خندق اور حدیبیہ میں حاضر ہوئے' وہ اپنی بیوی کے ساتھ حجۃ الوداع میں مکہ گئے اور وہیں فوت ہو گئے' اس وقت ان کی بیوی حاملہ تھیں اور ان کے فوت ہونے کے بعد ان کا وضع حمل ہوا' امام مسلم نے از ابن شہاب یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت سعد بن خولہ حجۃ الوداع میں فوت ہوئے تھے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ حضرت سعد بن خولہ ۷ ھ میں مکہ میں فوت ہوئے تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل مکہ کے درمیان حدیبیہ کے سال کے بعد صلح ہو چکی تھی' حضرت سعد بن خولہ مکہ گئے' نہ حج کے لیے اور نہ جہاد کے لیے کیونکہ حج اس وقت تک فرض نہیں ہوا تھا' اور رہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' وہ مکہ حج کرنے کے لیے گئے تھے اور اگر وہ مکہ میں فوت ہو جاتے تو وہ حضرت سعد بن خولہ کے حکم میں نہیں تھے جن پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے افسوس کیا تھا کیونکہ جو شخص کسی فرض کو ادا کرنے کے لیے نکلے' پھر اس کو موت آ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے نہ کوئی گناہ اور نہ اس کے متعلق یہ کہا جائے گا: بے چارا! اور نہ یہ کہا جائے گا کہ وہ دار ہجرت کو ترک کرنے والا ہے اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو جاری رکھ اور ان کو ان کی ایڑیوں کے بل نہ لوٹا یعنی ان کو زیادہ درجہ دے کر کمی نہ کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۸۱۔۲۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ ابن بطال نے حضرت سعد بن خولہ کے مکہ میں فوت ہونے کے متعلق تین روایات ذکر کی ہیں' امام بخاری کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ وہ غزوۂ بدر کے بعد مکہ گئے اور وہیں فوت ہو گئے' دوسری روایت امام مسلم کے حوالے سے ذکر کی ہے کہ وہ حجۃ الوداع میں مکہ گئے اور وہاں فوت ہو گئے اور تیسری روایت امام طبری کے حوالے سے ذکر کی کہ وہ صلح حدیبیہ کے ایام میں مکہ گئے اور وہاں فوت ہو گئے اور اسی کو ترجیح دی ہے کہ اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی موت پر افسوس کیا۔

تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے کا عدم جواز' وارثوں کو غنی چھوڑنے کی ترجیح' علم غیب کا ثبوت اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابوعمر نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند کی صحت پر تمام اہل علم متفق ہیں اور جمہور فقہاء نے اس حدیث کو وصیت کی مقدار میں اصل قرار دیا ہے اور یہ کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔

امام مالک' امام شافعی' امام احمد' امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ بیمار آدمی کا تہائی مال سے زیادہ کو ہبہ کرنا' صدقہ کرنا اور آزاد کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

امام کا مریض کی عیادت کرنا مستحب ہے اور مال کو جمع کرنا جائز ہے' اس میں کوئی عیب نہیں ہے جیسا کہ بعض جعلی صوفیاء کہتے ہیں' بہ شرطیکہ اس مال کی زکوٰۃ ادا کی جاتی رہے اور مستحقین کی مدد کی جاتی رہے۔

اس حدیث میں وارثوں اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کی ترغیب ہے اور یہ کہ جب کسی مباح کام میں اللہ تعالیٰ کی رضاء کے حصول کی نیت کی جائے تو وہ بھی کار ثواب ہے حتیٰ کہ اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ رکھنا بھی۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا ہے کیونکہ آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے فرمایا کہ تم اس بیماری سے فوت نہیں ہو گے' تمہاری عمر طویل ہو گی حتیٰ کہ ایک قوم تم سے نفع حاصل کرے گی اور دوسری قوم نقصان اٹھائے گی یعنی مسلمانوں کو تم سے فائدہ ہوگا اور کفار کو نقصان ہوگا' اور اس میں لمبی عمر کی فضیلت ہے۔

اگرچہ فتح مکہ کے بعد ہجرت فرض نہیں رہی لیکن مہاجرین پر لازم تھا کہ وہ مدینہ میں رہیں تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں اور آپ سے احکام شرعیہ کا علم حاصل کریں۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اگر مہاجر کسی ضرورت کی وجہ سے مکہ میں رہے' پھر وہیں فوت ہو جائے تو اس کی ہجرت کا اجر ضائع نہیں ہوگا اور بعض علماء نے کہا ہے کہ مکہ میں رہنے سے ہر صورت میں ہجرت کا اجر ضائع ہو جائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ورثاء کو خوش حال اور غنی چھوڑنا ان کو تنگ دست اور فقراء چھوڑنے پر راجح ہے بلکہ واجب ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ غنی فقیر سے افضل ہے۔

قرآن مجید میں مطلقاً وصیت کرنے کا حکم ہے اور اس حدیث میں تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے سے منع فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے عموم کی حدیث سے تخصیص کرنا جائز ہے' اس کی اور بہت مثالیں ہیں جیسے حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دینا' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں دوسری شادی سے منع فرمادینا' حضرت فاطمہ اور ازواج مطہرات کو آپ کے ترکہ سے حصہ نہ دینا وغیرہا۔

(عمدۃ القاری ج ٨ ص ١٣٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٤٠٩٦۔ ج ٤ ص ٤٩١ پر ذکر کی گئی ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(١) وصیت کا لغوی اور شرعی معنی (٢) وصیت کی اقسام (٣) کیا مطلقاً وصیت کرنا فرض ہے؟ (٤) ثلث مال تک وصیت کی تحقیق (٥) امور مباحہ پر اجر ملنے کی تحقیق (٦) لمبی عمر کی فضیلت (٧) اہل مکہ کی ہجرت کا حکم۔

٣٧ - بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الْحَلَقِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

مصیبت کے وقت بال مونڈنے کی ممانعت

١٢٩٦ - قَالَ الْحَكَمُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرٍ اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُخَيْمِرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ وَجِعَ اَبُوْ مُوْسٰى وَجَعًا، فَغُشِيَ عَلَيْهِ، وَرَاْسُهُ فِيْ حُجْرِ امْرَاَةٍ مِّنْ اَهْلِهٖ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَّرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا، فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ اَنَا بَرِيْءٌ مِّمَّنْ بَرِيءَ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيءَ مِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: الحکم بن موسیٰ نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی از عبد الرحمٰن بن جابر کہ القاسم بن مخیمرہ نے ان کو حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابو موسیٰ کو بہت شدید درد ہو گیا' پس وہ بے ہوش ہو گئے اور ان کا سر ان کے گھر والوں سے ان کی بیوی کی گود میں تھا اور وہ ان کے کسی کام کو مسترد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے' پس جب ان کو ہوش آیا تو انہوں نے کہا: میں ان سے بری ہوں' جن سے رسول

الصَّالِقَةِ، وَالْحَالِقَةِ، وَالشَّاقَّةِ.

اللہ ﷺ بری تھے اور بے شک رسول اللہ ﷺ چیخ و پکار کرنے والی، بال مونڈنے والی اور کپڑے پھاڑنے والی سے بری تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۴، الرقم المسلسل: ۲۸۱، سنن نسائی: ۱۸۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۵۸۶، السنن الکبریٰ: ۱۹۹۰، سنن بیہقی ج ۴ ص ۶۴، شعب الایمان: ۱۰۱۵۷، مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۵۴۷۔ ج ۳۲ ص ۳۱۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

چیخ و پکار کرنے والی عورتوں سے بری ہونے کا محمل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ چیخ و پکار کرنے والی، بال مونڈنے والی اور کپڑے پھاڑنے والی سے بری تھے، اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ان افعال سے راضی نہیں تھے اور ان عورتوں سے ان افعال کے وقت راضی نہیں تھے، اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان کے اسلام سے بری تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۳۸ - بَابٌ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ

جس نے اپنے چہرے پر طمانچے مارے وہ ہم میں سے نہیں ہے

۱۲۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ، وَشَقَّ الْجُيُوْبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از عبداللہ بن مرہ از مسروق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں ہے جس نے اپنے رخساروں پر مارا اور گریبانوں کو پھاڑا اور زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۹۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۹ - بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الْوَيْلِ وَدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ

مصیبت کے وقت واویلاہ کہنے اور جاہلیت کی چیخ و پکار کرنے کی ممانعت

۱۲۹۸ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ، وَشَقَّ الْجُيُوْبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن مرہ از مسروق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے چہروں پر مارا اور گریبانوں کو پھاڑا اور جاہلیت کی چیخ و پکار کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

٤٠ - بَابُ مَنْ جَلَسَ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ

١٢٩٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ وَابْنِ رَوَاحَةَ، جَلَسَ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ، وَأَنَا أَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ، شَقِّ الْبَابِ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ، وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ، فَذَهَبَ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ لَمْ يُطِعْنَهُ، فَقَالَ انْهَهُنَّ. فَأَتَاهُ الثَّالِثَةَ، قَالَ وَاللهِ غَلَبْنَنَا يَا رَسُولَ اللهِ فَزَعَمَتْ أَنَّهُ قَالَ فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ. فَقُلْتُ أَرْغَمَ اللهُ أَنْفَكَ، لَمْ تَفْعَلْ مَا أَمَرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ تَتْرُكْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ. [اطراف الحدیث: ١٣٠٥-٤٢٦٣] (صحیح مسلم: ٩٣٥، الرقم المسلسل: ١٢٩٩، سنن ابوداؤد: ٣١٢٢، سنن نسائی: ١٨٤٧)

جو شخص مصیبت کے وقت اس طرح بیٹھا کہ اس کے چہرے سے غم ظاہر ہو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے عمرہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت ابن حارثہ اور حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ کی شہادت کی خبر آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح بیٹھے کہ آپ کے چہرے سے غم ظاہر ہو رہا تھا' اور میں دروازہ کی جھری سے دیکھ رہی تھی' پس آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی خواتین کا اور ان کے رونے کا ذکر کیا' آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ ان عورتوں کو (آواز سے رونے سے) منع کرے' وہ چلا گیا' پھر دوسری بار آیا کہ وہ عورتیں اس کی بات نہیں مانتیں' آپ نے فرمایا: ان کو منع کرو' وہ تیسری بار آیا' پس کہا: اللہ کی قسم! وہ ہم پر غالب آ گئیں یا رسول اللہ! حضرت عائشہ نے گمان کیا کہ آپ نے فرمایا: ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دو' میں نے (دل میں) کہا: اللہ تیری ناک کو خاک آلود کرے' تو نے وہ نہیں کیا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھے حکم دیا تھا اور تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رنجیدہ کرنا بھی نہیں چھوڑتا۔

اس حدیث کے رجال کا کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مصیبت سے پہلے اور مصیبت کے بعد آدمی کی کیفیت ایک جیسی ہو تو یہ صبر ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ صبر میں لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں' بعض لوگوں کا چہرہ مصیبت کے وقت متغیر ہو جاتا ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگتے ہیں اور وہ زبان سے کوئی صبر کے خلاف بات نہیں کہتے اور بعض لوگوں کا چہرہ متغیر ہو جاتا ہے اور وہ زبان سے آہ وفغاں کرتے ہیں اور بے قراری کا اظہار کرتے ہیں' اور بعض لوگوں کے آنسو بھی بہتے ہیں اور وہ آہ وزاری بھی کرتے ہیں اور وہ کھانا پینا ترک کر دیتے ہیں اور سوگ والے کپڑے پہنتے ہیں اور بعض لوگوں کا حال مصیبت پڑنے سے پہلے اور مصیبت کے بعد یکساں ہوتا ہے' سو ان میں سے کون سے لوگ صبر کرنے والوں میں شمار کیے جائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم سے پہلے متقدمین کا بھی اس میں اختلاف ہے' پس بعض نے یہ کہا کہ صبر کے اسم کے مستحق وہ لوگ ہیں جن کا حال مصیبت پڑنے سے پہلے اور مصیبت کے بعد یکساں ہو' اور ان کی زبان اور دیگر اعضاء سے بے قراری کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو' اور صوفیاء نے

یہ کہا ہے کہ ولی ولایت پر اس وقت فائز ہوتا ہے جب وہ اللہ کی تقدیر پر راضی ہو اور کسی چیز پر غم زدہ نہ ہو اور اس حال میں لوگوں کے مراتب مختلف ہیں' پس بعض وہ ہیں جن کی طبیعت میں سکون ہوتا ہے اور وہ مصائب کی پرواہ بہت کم کرتے ہیں اور بعض وہ ہیں جن کی طبیعت میں بے صبری اور بے قراری ہوتی ہے' اس کے باوجود وہ اپنی طبیعت پر قابو اور کنٹرول رکھتے ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں کہ صبر کا بہت زیادہ اجر ہوتا ہے۔

علامہ طبری نے کہا کہ روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان کے بھائی عتبہ کی موت کی خبر دی گئی تو انہوں نے کہا: وہ مجھے بہت عزیز تھے اور مجھے اس سے خوشی نہیں ہوگی کہ اب وہ تمہارے درمیان زندہ ہوتے' لوگوں نے پوچھا: وہ کیسے آپ کو بہت عزیز تھے؟ تو حضرت ابن مسعود نے کہا: مجھے ان کی وجہ سے اجر دیا جائے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اور ثابت نے بیان کیا کہ صلہ بن اشیم کے بھائی فوت ہو گئے' ان کے پاس ایک شخص اس وقت آیا جب وہ کھانا کھا رہے تھے اور کہا: اے ابو الصہباء! تمہارے بھائی فوت ہو گئے' انہوں نے کہا: آؤ! کھانا کھاؤ! بے شک ہمیں ان کی موت کی خبر مل گئی ہے' لو اب کھانا کھاؤ! اس شخص نے کہا: مجھ سے پہلے تو آپ کو کسی نے اس کی موت کی خبر نہیں دی تھی' انہوں نے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ ○ (الزمر: ۳۰) بے شک آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور وہ بھی مرنے والے ہیں ○

الشعبی نے کہا کہ شریح رات میں جنازوں کو دفن کرتے تھے اور اس کو غنیمت جانتے تھے' صبح ان کے پاس کوئی شخص آتا اور بیمار کے متعلق سوال کرتا تو وہ کہتے: اللہ کا شکر ہے! وہ آرام سے ہے اور مجھے امید ہے کہ اس کو راحت مل گئی ہے' انہوں نے اس طریقہ کو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے طریقہ سے اخذ کیا اور ابن سیرین مصیبت کے وقت میں پہلے کی طرح رہتے تھے' باتیں کرتے رہتے تھے اور ہنستے رہتے تھے مگر جس دن ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو اس دن غم کے آثار ان کے چہرے سے ظاہر تھے' اور ربیعہ سے سوال کیا گیا کہ صبر کی انتہاء کیا ہے؟ انہوں نے کہا: تم مصیبت آنے کے بعد بھی پہلے کی طرح رہو۔

غمگین ہونا اور آنسوؤں کا نکلنا' صبر کے اعلیٰ درجہ کے منافی نہیں

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ پسندیدہ صبر یہ ہے کہ جب بندہ پر کوئی مصیبت آئے تو وہ اپنے رب کی قضاء پر راضی رہے اور اس کے حکم کو تسلیم کرے' رہا دل کا غمگین ہونا اور آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا تو اس سے بندہ صابرین کے مصداق سے نہیں نکلتا' جب تک وہ اس سے تجاوز کر کے شکوہ شکایت اور آہ و زاری نہ کرے کیونکہ انسانوں کے نفوس مصائب میں رنج و ملال پر پیدا کیے گئے ہیں' انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کی مدح کی ہے اور ان کو عظیم ثواب عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان نیک کاموں کے کرنے پر ثواب عطا فرماتا ہے' جو ان کے اختیار میں ہوتے ہیں اور مصیبت کے وقت چہروں سے افسردگی اور غم کا اظہار نہ کرنا اور آنسوؤں کا نہ بہنا یہ انسان کی فطرت کے خلاف ہے' اس پر انسان قادر نہیں ہے' اس پر صرف انسان کو پیدا کرنے والا ہی قادر ہے' اور محمود صبر وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مصیبت نازل ہو تو بندہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہو اور اس کے حکم کو تسلیم کرے نہ یہ کہ اپنے چہرے سے غم کے آثار ظاہر نہ ہونے دے اور آنسوؤں کو نہ بہنے دے۔

ربیعہ بن کلثوم نے کہا: ہم حسن بصری کے پاس گئے' ان کی ڈاڑھ میں تکلیف تھی' انہوں نے دعا کی: اے میرے رب! مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب میں اپنے مؤمن بندہ کو کسی

تکلیف میں مبتلا کرتا ہوں‘ پس وہ اپنی عیادت کرنے والوں سے شکایت نہیں کرتا تو میں اس کو بیماری سے نکال لیتا ہوں اور اس کے گوشت کو پہلے سے بہتر گوشت سے بدل دیتا ہوں اور اس کے خون کو پہلے سے بہتر خون سے بدل دیتا ہوں اور اس کو از سر نو کام کے قابل بنا دیتا ہوں۔ (المستدرک ج ا ص ۳۴۸‘ سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۷۵)

طلحہ بن مصرف نے کہا: تم اپنی بیماری اور مصیبت کی شکایت نہ کرو‘ اور مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت یعقوب بن اسحاق علیہما السلام کے پاس ان کا پڑوسی آیا‘ اس نے کہا: اے یعقوب! کیا وجہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور تم تقریباً فنا ہو چکے ہو حالانکہ تم ابھی اپنے والد کی عمر کو نہیں پہنچے! حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: یوسف کی جدائی کے غم نے میری ہڈیوں کو کمزور کر دیا‘ تب اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی: کیا تم مخلوق سے میری شکایت کر رہے ہو‘ تب حضرت یعقوب نے کہا: اے میرے رب! یہ میری خطاء ہے‘ تو اس کو معاف فرما دے‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تم کو معاف کر دیا‘ پھر اس کے بعد جب ان سے ان کا حال دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا:

اِنَّمَآ اَشۡکُوۡا بَثِّیۡ وَحُزۡنِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ. (یوسف:۸۶) میں اپنی پریشانی اور رنج کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات سے صالحین کو بہت شدید رنج ہوا‘ طاؤس نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرنے والا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا‘ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات سے بہت رنج ہوا‘ اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہتے تھے‘ اور میں نے دیکھا کہ جب حضرت عمر بن الخطاب کے پاس النعمان بن مقرن کی وفات کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور رونے لگے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۲۵۷)

جب سعید بن ابی الحسن فوت ہوئے تو حسن بصری ایک سال تک روتے رہے‘ ان سے کہا گیا: اے ابوسعید! آپ صبر کا حکم دیتے ہیں اور خود روتے ہیں تو انہوں نے کہا: اللہ کا شکر ہے جس نے مؤمنین کے دلوں میں یہ رحمت رکھی ہے‘ آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے اور یہ بے صبری نہیں ہے‘ بے صبری وہ ہے جس کا اظہار زبان اور ہاتھ سے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی صاحب زادی سیّدہ زینب کے فوت ہونے پر روئے اور اپنے صاحب زادے حضرت ابراہیم کے فوت ہونے پر آنسوؤں سے روئے اور فرمایا: یہ وہ رحمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۲۵۱۔ ۱۲۲۵۰‘ مجلس علمی‘ بیروت) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم افاضل صحابہ حضرت زید بن حارثہ‘ حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کے شہید ہونے پر آنسوؤں سے روئے‘ لہٰذا کسی مصیبت پر غمگین ہونا اور آنسوؤں سے رونا صبر کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ صبر محمود ہے اور صبر کا اعلیٰ درجہ ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۸۵۔ ۲۸۲‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے علامہ ابن بطال کی صبر کے متعلق اس پوری تقریر کو نقل کر دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۰۔ ۱۳۹‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: (اگر وہ عورتیں رونا بند نہیں کرتیں تو) ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دو‘ علامہ قرطبی نے اس کی شرح میں کہا ہے: یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ عورتیں بلند آواز سے رو رہی تھیں اور جب انہوں نے آپ کے حکم کے باوجود رونا بند نہیں کیا تو آپ نے فرمایا: ان کا منہ مٹی سے بند کر دو‘ اور منہ کی اس لیے تخصیص کی کہ وہ نوحہ کرنے کا محل ہے‘ اس کے برخلاف آنکھوں سے آنسوؤں کا بہانا ممنوع نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر اس کی توجیہ میں لکھتے ہیں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے ڈانٹ ڈپٹ میں مبالغہ کے لیے یہ فرمایا ہو کہ ان کے موہنوں میں مٹی ڈال دو یا اس کا یہ معنی ہو کہ ان کو یہ بتاؤ کہ آواز کے ساتھ رونے کی وجہ سے وہ صبر کے اجر سے محروم ہوگئیں' جیسے ناکام اور نامراد شخص کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کے ہاتھوں میں خاک اور دھول کے سوا کچھ نہیں آیا' ایک قول یہ ہے کہ آپ کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ حقیقۃً ان کے موہنوں میں مٹی ڈال دی جائے' قاضی عیاض نے کہا: آپ کے اس ارشاد کا معنی یہ ہے کہ یہ اس وقت تک چپ نہیں ہوں گی جب تک ان کے موہنوں میں مٹی نہ ڈال دی جائے' سو اگر تم ان کے موہنوں میں مٹی ڈال سکتے ہو تو مٹی ڈال دو۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس شخص کے رونے سے منع کرنے کے باوجود ان عورتوں نے رونا اس لیے نہ بند کیا ہو کہ اس شخص نے یہ تصریح نہیں کی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو رونے سے منع کر رہے ہیں اور انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ اپنی طرف سے کہہ رہا ہے یا انہوں نے یہ سمجھ تو لیا تھا لیکن غم کی شدت ان پر غالب آ گئی' پھر زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اگر ان کا رونا' رونے کی اس مقدار سے زیادہ تھا جو مباح ہے تو پھر آپ کا منع فرمانا تحریم کے لیے تھا کیونکہ آپ نے مکرر منع فرمایا اور اگر وہ چپ نہ کریں تو اس پر وعید بھی فرمائی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اس قدر زیادہ نہ رو رہی ہوں اور آپ نے تنزیہ کے لیے منع فرمایا ہو اور اگر یہ منع فرمانا تحریم کے لیے ہوتا تو پھر آپ منع کرنے کے لیے کسی اور شخص کو بھیجتے کیونکہ آپ کسی ناجائز کام کو مقرر اور ثابت نہیں رکھتے تھے' اور صحابیات کا کسی حرام کام سے ممانعت کے باوجود اس کو کیے جانا بہت بعید ہے اور جب ان کا رونا مباح کی حد میں تھا تو پھر آپ کا اس سے منع فرمانا اس لیے تھا کہ اگر اس میں ڈھیل دی جائے تو پھر ان کا رونا حرام کی حد میں داخل ہو جائے گا کیونکہ عورتوں میں صبر کم ہوتا ہے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی مباح کام کے کرنے میں یہ خطرہ ہو کہ وہ حرام تک پہنچ جائے گا تو سد ذرائع کے لیے اس مباح کام سے بھی منع کر دینا چاہیے۔ (واضح رہے کہ پست اور دھیمی آواز سے رونا مباح ہے اور اونچی اور بلند آواز سے رونا یا چلا چلا کر واویلا کرنا حرام ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس شخص کے متعلق دل میں کہا: اللہ تیری ناک کو خاک آلودہ کرے' تو نے وہ نہیں کیا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھے حکم دیا تھا۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ کو یہ کیسے علم ہوا کہ اس شخص نے آپ کے حکم پر عمل نہیں کیا' علامہ نووی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت عائشہ کے نزدیک اس پر قرینہ قائم ہو چکا تھا کہ اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل نہیں کیا اور ان عورتوں کو زبردستی چپ نہیں کرایا' یا حضرت عائشہ کی مراد یہ تھی کہ اگر وہ شخص ان عورتوں کو چپ کرانے سے قاصر اور عاجز تھا تو وہ جا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتاتا کہ میں ان کو چپ نہیں کرا سکا' آپ کسی اور کو بھیج دیں۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ تعزیت کے لیے سکون اور وقار کے ساتھ بیٹھنا چاہیے اور یہ کہ پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ (ان فوائد کو علامہ عینی نے بھی نقل کیا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

(فتح الباری ج ۲ ص ۷۴۸۔۷۴۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن حجر کا یہ لکھنا صحیح نہیں کہ پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے اور علامہ عینی کا اس کو بلا رد نقل کرنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔

پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنے کا جواز اور اس میں بحث ونظر

قرآن مجید میں ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ. (النور: ۳۱) اور آپ مسلمان عورتوں سے کہیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

اور حدیث میں ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھی اور آپ کے پاس حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں' پس حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے' یہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں ان سے پردہ کرو' ہم نے کہا: یارسول اللہ! کیا یہ نابینا نہیں ہے؟ نہ ہم کو دیکھ رہا ہے نہ ہم کو پہچانتا ہے! آپ نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو' کیا تم اس کو دیکھ نہیں رہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۱۱۲' سنن ترمذی: ۲۷۷۸' مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۶)

امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ آپ نے حضرت فاطمہ بنت قیس کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزاریں' وہ نابینا شخص ہیں' تم ان کے پاس اپنے کپڑے اتار سکتی ہو۔

(سنن ابوداؤد ص ۷۶۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابوداؤد کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

مسلمان عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے بہ شرطیکہ وہ شہوت سے مامون ہو' اور اگر وہ شہوت سے مامون نہ ہو یا اس کو شہوت کا خطرہ ہو یا شک ہو تو پھر اس کا اجنبی مرد کی طرف دیکھنا استحساناً حرام ہے۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۹ ص ۴۵۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

ھدایہ میں مذکور ہے کہ عورتوں پر شہوت غالب ہوتی ہے اور یہ اعتبار کیا جائے گا کہ ان میں شہوت محقق ہے۔

(رد المحتار ج ۹ ص ۴۵۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے اور ظاہر قرآن اور حدیث سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے' پھر یہ اعتراض ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس کو حضرت ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارنے کی جو اجازت دی تھی' اس کی کیا توجیہ ہوگی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے یہ ان کی خصوصیت ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نورِ نبوت سے یہ علم ہو کہ وہ شہوت سے مامون ہیں۔

اس پر دوسرا اعتراض یہ ہوگا کہ حضرت عائشہ دروازہ کی جھری سے اس شخص کی طرف دیکھ رہی تھیں' جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو رونے سے منع کرنے کے لیے بھیجا تھا اور اس سے علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت عائشہ نے اس شخص کے چہرے کی طرف دیکھا اور ممنوع صرف چہرے کی طرف دیکھنا ہے۔ حضرت عائشہ نے اس کے جسم اور اس کے ڈھانچ کی طرف دیکھا تھا اور اس سے پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کے چہرہ کی طرف دیکھنا لازم نہیں آتا' ہر چند کہ علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے اجنبی مرد کے چہرے کی طرف دیکھنے کی تصریح نہیں کی' لیکن ان کی عبارت سے متبادر چہرے کی طرف دیکھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے کیونکہ اجنبی مرد کے جسم اور اس کے ڈھانچ کی طرف دیکھنے کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

۱۳۰۰ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ الْأَحْوَلُ، عَنْ أَنَسٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی'

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا، حِیْنَ قُتِلَ الْقُرَّاءُ، فَمَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَزِنَ حُزْنًا قَطُّ اَشَدَّ مِنْهُ.

انہوں نے کہا: ہمیں عاصم احول نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ تک قنوت پڑھتے رہے جب (ستر) قاریوں کو شہید کیا گیا' پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ غم زدہ کبھی نہیں دیکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

٤١ - بَابُ مَنْ لَّمْ یُظْهِرْ حُزْنَهُ عِنْدَ الْمُصِیْبَةِ

جو مصیبت کے وقت اپنے غم کو ظاہر نہ کرے

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبِ الْقُرَظِیُّ اَلْجَزَعُ اَلْقَوْلُ السَّیِّئُ وَالظَّنُّ السَّیِّئُ.

اور محمد بن کعب القرظی نے کہا: 'الجزع'' بُرا قول ہے اور بُرا گمان ہے۔

بُرے قول سے مراد ایسا قول ہے جو غم پر اُبھارے اور بُرے گمان سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے پر جو وعدہ کیا ہے اس کو بعید سمجھے۔

وَقَالَ یَعْقُوْبُ عَلَیْهِ السَّلَامُ ﴿اِنَّمَا اَشْكُوْ بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ﴾ (یوسف:۸۶).

اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میں اپنی پریشانی اور غم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں۔ (یوسف:۸۶)

۱۳۰۱ - **حَدَّثَنَا** بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا اِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ اِشْتَكٰی ابْنٌ لِاَبِیْ طَلْحَةَ، قَالَ فَمَاتَ وَاَبُوْ طَلْحَةَ خَارِجٌ، فَلَمَّا رَاَتِ امْرَاَتُهُ اَنَّهُ قَدْ مَاتَ، هَیَّاَتْ شَیْئًا، وَنَحَّتْهُ فِیْ جَانِبِ الْبَیْتِ، فَلَمَّا جَاءَ اَبُوْ طَلْحَةَ قَالَ كَیْفَ الْغُلَامُ؟ قَالَتْ قَدْ هَدَاَتْ نَفْسُهُ، وَاَرْجُوْا اَنْ یَّكُوْنَ قَدِ اسْتَرَاحَ. وَظَنَّ اَبُوْ طَلْحَةَ اَنَّهَا صَادِقَةٌ. قَالَ فَبَاتَ، فَلَمَّا اَصْبَحَ اِغْتَسَلَ، فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ یَّخْرُجَ اَعْلَمَتْهُ اَنَّهُ قَدْ مَاتَ، فَصَلّٰی مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ اَخْبَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَا كَانَ مِنْهُمَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّبَارِكَ لَكُمَا فِیْ لَیْلَتِكُمَا. قَالَ سُفْیَانُ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَرَاَیْتُ لَهُمَا تِسْعَةَ اَوْلَادٍ، كُلُّهُمْ قَدْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ.

[طرف الحدیث: ۵۴۷۰] [صحیح مسلم: ۲۱۴۴' الرقم المسلسل: ۵۵۰۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن الحکم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے خبر دی' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا بیمار ہو گیا' پس وہ فوت ہو گیا اور حضرت ابوطلحہ گھر سے نکلے ہوئے تھے' جب ان کی بیوی نے یہ دیکھا کہ بچہ فوت ہو گیا ہے تو انہوں نے اس کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور اس کو گھر کے ایک کونے میں رکھ دیا' جب حضرت ابوطلحہ آئے اور پوچھا: بچہ کیسا ہے؟ تو انہوں نے کہا: وہ پرسکون ہے اور مجھے امید ہے وہ راحت پا چکا ہے' اور حضرت ابوطلحہ نے گمان کیا کہ وہ سچی ہیں' حضرت انس نے کہا: انہوں نے رات گزاری' جب صبح ہوئی تو غسل کیا' جب وہ گھر سے باہر نکلنے لگے تو ان کی بیوی نے انہیں بتایا کہ بچہ فوت ہو چکا ہے' پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ ان دونوں کے ساتھ رات کو کیا ہوا ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے رات کے معاملہ میں برکت دے گا' سفیان نے کہا: پس انصار کے

ایک شخص نے کہا: میں نے دیکھا کہ ان کے نو بیٹے ہوئے اور وہ
سب قرآن مجید کے قاری تھے۔

حضرت ام سلیم کا بے مثال صبر جمیل اور ان کی ناقابل فراموش شجاعت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنے رنج کو ظاہر نہیں کیا اور اس کے لیے غم کا اظہار کرنا جو مباح تھا اس کو ترک کر دیا' اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی ناراضگی نہیں ہے اور اس نے صبر کو اختیار کیا جس طرح حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کیا تھا' تو وہ اس آیت کا مصداق ہے:

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ○ (النحل:۱۲۶) اور اگر تم نے صبر کیا تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے ○

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جو شخص عزیمت اور شدت کے عمل پر قادر ہو اس کے لیے رخصت کو ترک کرنا جائز ہے' اس میں بہت عظیم اجر و ثواب ہوتا ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت ام سلیم نے کہا: اس کا نفس پرسکون ہو گیا اور مجھے امید ہے کہ وہ آرام پا چکا ہے' اس میں تعریض ہے یعنی اس کلام کے دو معنی تھے' قریب معنی یہ ہے کہ وہ بیماری سے شفاء پا کر پرسکون ہو گیا اور اب اس کو آرام ہے' یہ معنی قریب ہے جو انہوں نے اپنے شوہر حضرت ابوطلحہ کے ذہن میں ڈالا اور اس کا بعید معنی یہ ہے کہ وہ فوت ہو کر پرسکون ہو گیا اور دنیا کے آلام سے آرام پا چکا ہے' حضرت ام سلیم نے اسی معنی کا ارادہ کیا اور وہ اپنے کلام میں سچی تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر انہوں نے کچھ تیاری کی' اس کے بھی دو معنی ہیں یعنی انہوں نے بچہ کو غسل دے کر اور کفن پہنا کر تیار کیا اور دوسرا معنی یہ ہے کہ انہوں نے بناؤ سنگھار کر کے اپنے آپ کو اپنے شوہر سے جماع کے لیے تیار کیا' اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا اپنے آپ کو جماع کے لیے تیار کرنا جائز ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو اللہ کی رضا کے لیے بے صبری اور بے قراری کو ترک کرے اور صبر جمیل کو اختیار کرے' اللہ تعالیٰ اس کو بہترین جزاء عطا فرماتا ہے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ان کے نو بیٹے ہوئے اور وہ سب قرآن مجید کے قاری تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوطلحہ اپنی بیوی سے جماع کر چکے تو ان کی بیوی نے ان سے کہا: یہ بتایئے کہ اگر کوئی شخص آپ کو کوئی چیز عاریۃً دے' پھر وہ اس چیز کو واپس لے لے تو کیا آپ اس پر غم و غصہ اور بے قراری کا اظہار کریں گے؟ حضرت ابوطلحہ نے کہا: نہیں! حضرت ام سلیم نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو عاریۃً بیٹا دیا تھا اور اب اس نے اس کو واپس لے لیا' پس اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس کے فعل سے راضی ہوں اور وہ بیٹا اس کے سپرد کر دیں' پھر حضرت ابوطلحہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بیوی کی اس بات کی خبر دی تو آپ نے ان دونوں کو دعا دی: اے اللہ! ان کے رات کے اس فعل میں برکت عطا فرما' پھر ان کے ہاں ایک لڑکا ہوا جس کا نام عبداللہ تھا اور وہ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں میں سب سے افضل تھا۔

(مسند البزار: ۲۶۷۰' اس حدیث کے رجال صحیح ہیں' تاریخ دمشق: ۴۶۱۱۔ ۴۶۱۰۔ ج ۲۱ ص ۲۸۵۔ ۲۸۴' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۶۱)

حضرت ام سلیم صبر کے سب سے بلند مرتبہ پر فائز تھیں حالانکہ عورتیں بہت رقیق القلب ہوتی ہیں' حضرت ام سلیم کی عورتوں میں کوئی مثال نہیں ہے اور مردوں میں بھی ان جیسے کم ہوئے ہیں' وہ جہاد میں بڑے بڑے بہادروں پر فائق ہوتی تھیں' حضرت ام سلیم غزوۂ احد میں حاضر ہوئیں' پیاسوں کو پانی پلا رہی تھیں اور زخمیوں کی دوا دارو کر رہی تھیں۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۳۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حضرت ام سلیم، غزوۂ حنین میں اس وقت ثابت قدم رہیں جب بہت سے مردوں کے قدم اکھڑ گئے تھے اور صفیں ٹوٹ گئی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے، اس وقت ان کے ہاتھ میں خنجر تھا اور وہ کہہ رہی تھیں: یا رسول اللہ! ان لوگوں کو قتل کر دیں جو آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں جیسے آپ ان لوگوں کو قتل کر رہے ہیں جو آپ سے جنگ کر رہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: اللہ مجھے کافی ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۳۱۲) (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۸۶۔ ۲۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

※ باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۵۴۹۸۔ ج ۶ ص ۱۰۵ پر مذکور ہے، اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت ام سلیم کی ذہانت اور راضی بہ رضاء الٰہی ہونے کا بیان۔ مختصر شرح کی گئی ہے، تہائی صفحہ پر مشتمل ہے۔

۴۲ - بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولٰى

صبر اس وقت معتبر ہوتا ہے جب پہلی بار صدمہ پہنچے

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نِعْمَ الْعِدْلَانِ، وَنِعْمَ الْعِلَاوَةُ ﴿اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَّاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾ (البقرة: ۱۵۷۔ ۱۵۶).

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا خوب دو ایک جیسے الفاظ ہیں (''صلوٰت'' اور ''رحمت'') اور کیا خوب اس کے علاوہ ہے: یعنی ''اولئک هم المهتدون'' وہ لوگ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ○ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے بہ کثرت درود ہیں اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں ○ (البقرہ: ۱۵۷۔ ۱۵۶)

اس تعلیق میں ''عِدلان'' کا لفظ ہے، اونٹ کی پیٹھ پر دائیں بائیں جو بوریاں لدی ہوئی ہوتی ہیں، ان کو ''عِدلان'' کہتے ہیں، یعنی وہ دونوں بوریاں ایک دوسرے کی مثل ہیں، اسی طرح اس آیت میں بھی ''صلوٰت'' اور ''رحمت'' ایک جیسے لفظ ہیں، اس لیے حضرت عمر نے ان کو ''عِدلان'' کہا، ان لوگوں کو ''صلوٰت'' اور ''رحمت'' کا یہ خصوصی اجر اس لیے ملا کہ جب ان کو پہلی بار صدمہ پہنچا تو انہوں نے اس پر صبر کیا۔

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ﴾ (البقرة: ۴۵).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو بے شک نماز اللہ سے ڈرنے والوں کے سوا سب پر دشوار ہے ○ (البقرہ: ۴۵)

مفسرین نے کہا ہے: اس آیت میں صبر سے مراد روزہ ہے، صبر کا معنی نفس کو بے قراری کے اظہار اور جزع اور فزع سے روکنا ہے اور روزہ میں نفس کو طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور عمل ازدواج سے روک کر رکھا جاتا ہے، اور نماز سے مدد حاصل کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس میں قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہے اور دعا ہوتی ہے اور اللہ کے سامنے جھکنا ہوتا ہے، سو ان اُمور سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مدد حاصل ہوتی ہے، جو شخص مصیبت نازل ہونے پر اپنے نفس کو بے قراری کے اظہار سے روک لے تو وہ اپنے نفس پر قہر کرنے کا عادی ہو جاتا ہے، پھر اس پر روزے رکھنا اور نماز پڑھنا دشوار نہیں ہوتا کیونکہ نفس دن میں کھانا پینا چاہتا ہے اور نماز کے اوقات میں آرام کرنا چاہتا ہے اور جب انسان اپنے نفس پر قہر کرنے کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کے لیے روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا آسان ہو جاتا ہے بلکہ اس کے لیے تمام پر مشقت عبادتیں آسان ہو جاتی ہیں۔

۱۳۰۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث

قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰى.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ثابت' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صبر اس وقت شمار ہوتا ہے جب پہلی بار صدمہ پہنچے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۵۲ میں کی جا چکی ہے۔

۴۳ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا بِكَ لَمَحْزُوْنُوْنَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد: بے شک ہم تمہاری وجہ سے غم زدہ ہیں

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَدْمَعُ الْعَيْنُ، وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی: آنکھ آنسو بہا رہی ہے اور دل غم زدہ ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آج رات میرے گھر بیٹا پیدا ہوا' جس کا نام میں نے اپنے باپ ابراہیم کے نام پر رکھا ہے' پھر آپ نے اس بیٹے کو لوہار کی بیوی ام سیف کو دے دیا' اس لوہار کا نام ابو سیف تھا' ایک روز آپ اس کے پاس گئے' میں بھی آپ کے ساتھ تھا' جب ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ بھٹی دھونک رہا تھا اور گھر دھوئیں سے بھرا ہوا تھا' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس کے ہاں جلدی جلدی گیا اور اس سے کہا: اے ابو سیف! ذرا ٹھہر جاؤ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں' وہ ٹھہر گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچہ کو منگوایا اور اس کو اپنے ساتھ چمٹا لیا اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ فرمایا' حضرت انس نے کہا: میں اس بچہ کو دیکھ رہا تھا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جان دے رہا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے' آپ نے فرمایا: آنکھیں رو رہی ہیں اور دل غمگین ہے اور ہم وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو' اور اللہ کی قسم! اے ابراہیم! ہم تمہاری وجہ سے غم زدہ ہیں۔ (صحیح مسلم: ۲۳۱۵' الرقم المسلسل: ۵۹۱۱' سنن ابوداؤد: ۳۱۲۶)

۱۳۰۳ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا قُرَيْشٌ، هُوَ ابْنُ حَيَّانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِيْ سَيْفِ الْقَيْنِ، وَكَانَ ظِئْرًا لِاِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْرَاهِيْمَ فَقَبَّلَهٗ وَشَمَّهٗ، ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذٰلِكَ، وَاِبْرَاهِيْمُ يَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ، فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ، فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَاَنْتَ يَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن عبد العزیز نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قریش نے حدیث بیان کی اور وہ ابن حیان ہیں' از ثابت از حضرت انس بن مالک رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابو سیف لوہار کے پاس گئے اور وہ حضرت ابراہیم رضی اللہ کے رضاعی باپ تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو اٹھایا' پس ان کو بوسا دیا اور سونگھا' پھر اس کے بعد ہم ان کے پاس گئے اور حضرت ابراہیم اس وقت اپنی جان کی سخاوت کر رہے تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں آنکھیں سخاوت کرنے لگیں' پھر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ، إِنَّهَا رَحْمَةٌ . ثُمَّ أَتْبَعَهَا بِأُخْرٰى، فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ، وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلَا نَقُوْلُ إِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ. رَوَاهُ مُوْسٰى، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

نے آپ سے کہا: یارسول اللہ! آپ (بھی رو رہے ہیں!) آپ نے فرمایا: اے ابن عوف! یہ آنسو رحمت ہیں' پھر دوبارہ آنسو بہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک آنکھ رو رہی ہے اور دل غم گین ہے اور ہم صرف وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہے اور اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی سے غم زدہ ہیں۔ اس حدیث کو موسیٰ نے از سلیمان بن المغیرہ از ثابت از انس از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۱۵' الرقم المسلسل: ۵۹۱۱' سنن ابوداؤد: ۳۱۲۶' سنن ابن ماجہ: ۱۴۷۵' الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۳۶' سنن بیہقی ج ۴ ص ۶۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۹۳' مسند ابویعلیٰ: ۳۲۸۸' دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۳۰' شعب الایمان: ۱۰۱۶۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۰۱۴۔ ج ۲۰ ص ۳۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحسن بن عبد العزیز ابن الوزیر' یہ ۲۵۷ھ میں عراق میں فوت ہو گئے تھے (۲) یحییٰ بن حسان ابوزکریاء الامام الرئیس (۳) قریش ابن حیان ابوبکر العجلی (۴) ثابت بن اسلم البنانی (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۷)

مشکل الفاظ کے معانی اور سیدنا ابراہیم کا تذکرہ

اس حدیث میں ''قین'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: لوہار' یہ ابوسیف کی صفت ہے' ان کا نام البراء بن اوس ہے۔

نیز اس حدیث میں ''ظئر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دودھ پلانے والی کا شوہر' ان کی بیوی کا نام خولہ بنت المنذر ہے' یہ ام بردہ کے نام سے مشہور تھیں' یہ حضرت ابراہیم کو دودھ پلانے والی تھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد آٹھ ہیں: (۱) القاسم' ان ہی کے نام کے ساتھ آپ کی کنیت تھی (۲) طاہر (۳) طیب' ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں ایک ہی ہیں' اور (۴) ابراہیم' اور (۵) زینب (۶) رقیہ (۷) ام کلثوم اور (۸) سیدہ فاطمہ۔ حضرت ابراہیم کے علاوہ آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ سے ہوئی' حضرت ابراہیم' حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

(تحفۃ الباری ج ۴ ص ۲۱۳۔ ۲۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

حضرت زینب' ابو العاص کے بیٹے کے نکاح میں تھیں' حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم' حضرت عثمان کے نکاح میں تھیں اور سیدہ فاطمہ' حضرت علی کے نکاح میں تھیں' رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیم ذوالحجہ ۸ھ میں پیدا ہوئے' واقدی کو جزم ہے کہ وہ ۱۰ ربیع الاوّل ۱۰ھ میں فوت ہوئے' ابن حزم نے کہا: ان کی عمر ۱۶ ماہ اور آٹھ دن تھی' محمود بن لبید سے روایت ہے کہ ان کی عمر ۱۸ ماہ تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۹)

ان کی فضیلت میں یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو اپنی اولاد پر شفیق نہیں دیکھا' حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ مدینہ کی بالائی بستی میں دودھ پیتے تھے' آپ وہاں تشریف لے جاتے تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ ہوتے تھے حالانکہ وہاں دھواں ہوتا تھا کیونکہ ان کی دایہ کا خاوند لوہار تھا' آپ بچے کو بوسا دیتے اور لوٹ آتے' جب حضرت ابراہیم فوت ہو گئے تو آپ

نے فرمایا: ابراہیم میرا بیٹا ہے اور وہ دودھ پینے کے ایام میں فوت ہو گیا اور اس کے لیے دو دودھ پلانے والیاں ہیں جو جنت میں مدت رضاعت تک اس کو دودھ پلائیں گی۔ (صحیح مسلم: ۱۶-۲۳۱۶' الرقم المسلسل: ۵۹۱۲)

کس قسم کا رونا جائز ہے اور کس قسم کا رونا ممنوع ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس سے پہلے ابواب میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آواز سے رونا' بال نوچنا' منہ پر طمانچے مارنا اور گریبان پھاڑنا حرام ہے اور غم گین ہونا اور آنسو بہانا جائز ہے اور اس کے روکنے پر کوئی شخص قادر نہیں ہے' حدیث میں ہے:

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا' جس پر کوئی رو رہا تھا' میں اور حضرت عمر بن الخطاب بھی آپ کے پاس تھے' حضرت عمر نے ان عورتوں کو ڈانٹا' جو رو رہی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابن الخطاب! ان کو رہنے دو' کیونکہ نفس مصیبت زدہ ہے' آنکھ آنسو بہا رہی ہے اور زمانہ مرگ قریب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۲۶۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۱۳۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتیں غم میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہیں اور چونکہ ان میں عقل کم ہوتی ہے' اس لیے وہ حد سے تجاوز کر جاتی ہیں اور جو شاہی چراگاہ کے قریب اپنے جانور چرائے گا' اس کے جانور اس چراگاہ میں منہ مار لیں گے۔

حدیث میں ہے:

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں' جن کو وہ ترک نہیں کریں گے: (۱) خاندانی شرافت پر فخر کرنا (۲) دوسرے کے نسب پر طعن کرنا (۳) ستاروں سے بارش کو طلب کرنا (۴) نوحہ کرنا۔ نوحہ کرنے والی اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اس کو تپش کی قمیص اور خارش کی زرہ پہنائی جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۲۲۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۱۰۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حسن بصری درج ذیل آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں:

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً. (الروم: ۲۱) اور اللہ نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی ہے۔

اس آیت میں ''مودۃ'' سے مراد جماع ہے اور ''رحمۃ'' سے مراد اولاد ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۸۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۹۰۵۔ ج ۶ ص ۲۷۶ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٤٤ - بَابُ الْبُكَاءِ عِنْدَ الْمَرِيضِ
مریض کے پاس رونا

١٣٠٤ - حَدَّثَنَا اَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَمْرٌو' عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ الْاَنْصَارِيِّ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اِشْتَكٰی سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ شَكْوٰی لَهٗ' فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ' مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ' وَسَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ' وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ' رَضِيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی از ابن وہب' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از سعید بن الحارث الانصاری از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے' پس ان کی عیادت کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے' آپ کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن عوف' حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَیْہِ، فَوَجَدَہٗ فِی غَاشِیَۃِ اَھْلِہٖ، فَقَالَ قَدْ قَضٰی؟ قَالُوْا لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، فَبَکَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَاَی الْقَوْمُ بُکَاءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَکَوْا، فَقَالَ اَ لَا تَسْمَعُوْنَ، اِنَّ اللّٰہَ لَا یُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَیْنِ، وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ، وَلٰکِنْ یُّعَذِّبُ بِھٰذَا، وَاَشَارَ اِلٰی لِسَانِہٖ اَوْ یَرْحَمُ، وَاِنَّ الْمَیِّتَ یُعَذَّبُ بِبُکَاءِ اَھْلِہٖ عَلَیْہِ. وَکَانَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَضْرِبُ فِیْہِ بِالْعَصَا، وَیَرْمِیْ بِالْحِجَارَۃِ، وَیَحْثِیْ بِالتُّرَابِ.

(صحیح مسلم: ۹۲۴، الرقم المسلسل: ۲۱۰۲، المسند الطحاوی: ۴۰۴۹)

تھے، پس جب آپ ان کے پاس پہنچے تو آپ نے ان کو اپنے گھر والوں کے درمیان بے ہوشی میں پایا، آپ نے پوچھا: کیا یہ فوت ہو گئے؟ گھر والوں نے کہا: نہیں! یارسول اللہ! پھر نبی ﷺ رونے لگے، جب لوگوں نے نبی ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے، آپ نے فرمایا: کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسوؤں پر عذاب نہیں دیتا اور نہ دل کے غم پر عذاب دیتا ہے، آپ نے زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا لیکن اس کی وجہ سے عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے، اور میت پر میت کے گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے پر لاٹھی سے مارتے تھے اور پتھر مارتے تھے اور منہ میں مٹی ڈال دیتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصبغ بن الفرج ابوعبد اللہ، یہ ۲۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد اللہ بن وہب (۳) عمرو بن الحارث (۴) سعد بن الحارث الانصاری، یہ مدینہ کے قاضی تھے (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵۰)

عیادت کا ثبوت اور زبان کی وجہ سے عذاب یا ثواب کا محمل

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ فاضل کو مفضول کی عیادت کرنی چاہیے اور مریض کی بیمار پرسی کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں مریض کے پاس رونے کا ثبوت ہے اور یہی اس حدیث کا عنوان ہے۔

اگر استاذ یا شیخ روئے تو اس کی اتباع میں تلامذہ اور مُریدین کو بھی رونا چاہیے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: زبان کی وجہ سے اللہ عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے یعنی اگر زبان سے نوحہ کیا یا اللہ تعالیٰ کا شکوہ کیا تو عذاب دیتا ہے اور اگر زبان سے یہ کہا کہ ہم اللہ کی تقدیر پر راضی ہیں اور اس کے حکم کو تسلیم کرتے ہیں، یا اور کوئی نیک کلمہ کہا تو اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے۔

اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ گھر والوں کے میت پر رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے، اس کا محمل یہ ہے کہ جب مرنے والے نے یہ وصیت کی ہو کہ اس پر رویا جائے، اس پر مفصل بحث، صحیح البخاری: ۱۲۸۸ میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۵ - بَابُ مَا یُنْھٰی عَنِ النَّوْحِ وَالْبُکَاءِ، وَالزَّجْرِ عَنْ ذٰلِكَ

نوحہ کرنے اور رونے کی ممانعت اور اس پر ڈانٹ ڈپٹ

۱۳۰۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ حَوْشَبٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ بن حوشب

قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَتْنِىْ عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ لَمَّا جَاءَ قَتْلُ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ، وَجَعْفَرٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ، جَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ فِيْهِ الْحُزْنُ، وَاَنَا اَطَّلِعُ مِنْ شَقِّ الْبَابِ، فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ، وَذَكَرَ بُكَاءَ هُنَّ، فَاَمَرَهُ بِاَنْ يَّنْهَاهُنَّ، فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ اَتٰى، فَقَالَ قَدْ نَهَيْتُهُنَّ، وَذَكَرَ اَنَّهُنَّ لَمْ يُطِعْنَهُ، فَاَمَرَهُ الثَّانِيَةَ اَنْ يَنْهَاهُنَّ، فَذَهَبَ ثُمَّ اَتٰى، فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ غَلَبْنَنِىْ، اَوْ غَلَبْنَنَا، الشَّكُّ مِنْ مُّحَمَّدِ ابْنِ حَوْشَبٍ، فَزَعَمْتُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاحْثُ فِىْ اَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ. فَقُلْتُ اَرْغَمَ اللّٰهُ اَنْفَكَ، فَوَاللّٰهِ مَا اَنْتَ بِفَاعِلٍ، وَمَا تَرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ.

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب حضرت زید بن حارثہ' حضرت جعفر اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ کی شہادت کی خبر آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے' آپ کے چہرے سے غم ظاہر ہو رہا تھا اور میں دروازہ کی جھری سے دیکھ رہی تھی' پس آپ کے پاس ایک شخص آیا' اس نے کہا: یارسول اللہ! حضرت جعفر کی عورتیں رو رہی ہیں' آپ نے حکم دیا کہ وہ ان کو منع کرے' وہ شخص گیا اور پھر آیا' پس اس نے کہا: میں نے ان کو منع کیا تھا' انہوں نے میری بات نہیں مانی' آپ نے اس کو دوبارہ حکم دیا کہ وہ ان کو منع کرے' وہ پھر آیا' پس کہا: اللہ کی قسم! وہ مجھ پر غالب آ گئیں' یا کہا: وہ ہم پر غالب آ گئیں' اس میں محمد بن حوشب کو شک ہے' پس میں نے گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس تم ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دو' میں نے دل میں کہا: اللہ تیری ناک کو خاک آلود کرے تو یہ کرنے والا نہیں ہے اور تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانا نہیں چھوڑا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۹۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۰٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْبَيْعَةِ اَنْ لَّا نَنُوْحَ، فَمَا وَفَتْ مِنَّا امْرَاَةٌ غَيْرَ خَمْسِ نِسْوَةٍ اُمِّ سُلَيْمٍ، وَاُمِّ الْعَلَاءِ وَابْنَةِ اَبِىْ سَبْرَةَ امْرَاَةِ مُعَاذٍ، وَامْرَاَتَيْنِ. اَوِ ابْنَةِ اَبِىْ سَبْرَةَ، وَامْرَاَةِ مُعَاذٍ، وَامْرَاَةٍ اُخْرٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے وقت ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی' پس پانچ عورتوں کے سوا ہم میں سے کسی نے یہ عہد پورا نہیں کیا' حضرت ام سلیم' حضرت ام العلاء' ابوسبرہ کی بیٹی' معاذ کی بیوی اور دو عورتیں' یا کہا: ابوسبرہ کی بیٹی اور معاذ کی بیوی اور ایک اور عورت۔

[اطراف الحدیث: ۴۸۹۲-۷۲۱۵]

(صحیح مسلم: ۹۳۶' الرقم المسلسل: ۲۱۲۸' سنن نسائی: ۴۱۸۰' المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۱۳۴' سنن بیہقی ج ۴ ص ۶۴' مسند احمد ج ۵ ص ۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۷۹۱- ج ۳۴ ص ۳۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۱۰۳۲۵)

نوحہ کی ممانعت اور تحریم کی وجوہ

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ نوحہ کرنا زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار ہے اور یہ حرام ہے کیونکہ آپ نے ان عورتوں سے صرف

فرائض پر بیعت لی تھی' حضرت ام عطیہ نے کہا: صرف پانچ عورتوں نے اس عہد کو پورا کیا' اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے متعلق نبی ﷺ کا یہ قول صادق ہے کہ عورتیں دین اور عقل میں ناقص ہیں اور یہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور جس کی یہ صفت ہو' اس کا حق کی طرف رجوع کرنا اور اس پر عمل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوحہ کرنا بہت قبیح کام ہے' اس کے انکار کا اور اس کی مذمت کا اہتمام کرنا چاہیے کیونکہ یہ غم کو ابھارتا ہے' اللہ تعالیٰ نے مصیبت پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور نوحہ کرنا صبر کی ضد اور اس کے منافی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی قضاء اور اس کی تقدیر کو تسلیم کرنے کی مخالفت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٦ - بَابُ الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ

١٣٠٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا حَتّٰى تُخَلِّفَكُمْ. قَالَ سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ رَبِيْعَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. زَادَ الْحُمَيْدِيُّ حَتّٰى تُخَلِّفَكُمْ اَوْ تُوْضَعَ.

[طرف الحدیث: ۱۳۰۸]

جنازہ کے لیے کھڑا ہونا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود از عامر بن ربیعہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ حتیٰ کہ جنازہ تم کو پیچھے چھوڑ دے' سفیان نے کہا: الزہری نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی از والد خود' انہوں نے کہا: ہمیں عامر بن ربیعہ نے خبر دی از نبی ﷺ' حمیدی نے یہ اضافہ کیا: حتیٰ کہ جنازہ تمہیں پیچھے چھوڑ دے یا رکھ دیا جائے۔

(صحیح مسلم: ۹۵۸' الرقم المسلسل: ۲۱۸۲' سنن ابوداؤد: ۳۱۷۲' سنن ترمذی: ۱۰۴۲' سنن نسائی: ۱۹۱۶' سنن ابن ماجہ: ۱۵۴۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۶۵' مسند الحمیدی: ۱۴۲' الاحاد والمثانی: ۳۲۴' مسند ابویعلیٰ: ۷۲۰۰' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵' شرح السنۃ: ۱۴۸۴' مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۶۸۵۔ ج ۲۴ ص ۴۵۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' المسند الطحاوی: ۲۸۵۳)

جنازہ کے لیے قیام کی حدیث کا منسوخ ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

موت کی تعظیم کے سبب سے جنازہ کے لیے قیام کرنے کا معمول ہے کیونکہ موت وحشت اور خوف کا سبب ہے' اس لیے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کرنا چاہیے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے اور جو لوگ آپ کے ساتھ تھے' ان سے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ کیونکہ موت سے وحشت ہوتی ہے اور اس کا خوف ہوتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۳۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۲۔۱۴۱' سنن نسائی: ۲۰۴۶)

حضرت ابوموسیٰ نے جنازہ کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا اور کہا: جنازہ کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں' تم ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۳۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ایک جماعت صحابہ اور فقہاء تابعین نے ان حدیثوں پر عمل کیا ہے۔

فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ جب جنازہ گزرے تو قیام نہ کیا جائے اور انہوں نے کہا ہے کہ جنازہ دیکھ کر بیٹھ جائے

خواہ ابھی جنازہ کو کندھوں سے اتار کر نہ رکھا گیا ہو' ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

ابو معمر' حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے' پس ایک جنازہ گزرا تو ہم کھڑے ہو گئے' حضرت علی نے کہا: یہ کیا ہے! ہم نے کہا: یہ ابو موسیٰ کا حکم ہے' حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ کھڑے ہوئے تھے' پھر دوبارہ نہیں کھڑے ہوئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۴۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: 11919' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۲' مسند ابو یعلیٰ: ۲۶۱)

عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ کے پاس تھے' پس ہمارے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو ایک شخص کھڑا ہو گیا' پس حضرت علی نے کہا: یہ کیا ہے! یہ یہود کا طریقہ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۴۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ کے اصحاب اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ کے اصحاب کے پاس سے جنازہ گزرتا تو وہ کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۴۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جنازہ کے لیے قیام کرنے کا حکم منسوخ ہو گیا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ نے بیان کیا ہے کہ بعد میں رسول اللہ ﷺ جنازہ کو دیکھ کر بیٹھ گئے تھے' سعید بن المسیب' عروہ بن الزبیر' امام مالک بن انس' امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: صحیح البخاری: ۱۳۰۷' میں حضرت عامر بن ربیعہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ' اس کے برخلاف حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ اور ان کے اصحاب جنازے کو رکھنے سے پہلے بیٹھ جاتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عامر بن ربیعہ کی حدیث منسوخ ہو چکی ہے۔

قاسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ نے فرمایا: اہل جاہلیت جنازہ کے لیے قیام کرتے تھے' پس حضرت عائشہ رضی اللہ جنازہ کے لیے قیام کا اصلاً انکار کرتی تھیں اور یہ خبر دیتی تھیں کہ یہ افعال جاہلیت میں سے ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۹۳ - ۲۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

جنازہ کے لیے قیام میں مذاہب فقہاء اور امام ابو حنیفہ کے مؤقف پر دلائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

المسور بن مخرمہ' قتادہ' محمد بن سیرین' شعبی' نخعی' اسحاق بن ابراہیم اور عمرو بن میمون نے کہا ہے کہ جب جنازہ کسی شخص کے پاس سے گزرے تو وہ اس جنازہ کے لیے کھڑا ہو جائے' امام احمد اور محمد بن الحسن کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ دوسروں نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ جس کے پاس سے جنازہ گزرے اس کا کھڑا ہونا ضروری نہیں ہے اور جو لوگ جنازے کے پیچھے آ رہے ہوں' ان کے لیے بھی جنازہ کو اتارنے سے پہلے بیٹھنا جائز ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: دوسروں سے امام طحاوی کی مراد یہ حضرات ہیں: عروہ ابن الزبیر' سعید بن المسیب' علقمہ' الاسود' نافع' سعید بن جبیر' امام ابو حنیفہ' امام مالک' امام شافعی' امام ابو یوسف اور امام محمد اور یہی عطاء بن ابی رباح' مجاہد اور ابو اسحاق کا قول ہے' حضرت علی بن ابی طالب' ان کے بیٹے حضرت حسن' حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ جنازہ کے لیے قیام کا حکم منسوخ ہے اور اس پر ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے جنازہ کے لیے کھڑے ہوئے' پھر آپ بیٹھ گئے۔

(صحیح مسلم: ۹۶۲' سنن ابوداؤد: ۳۱۷۵' سنن ترمذی: ۱۰۴۴' سنن نسائی: ۱۹۹۹' سنن ابن ماجہ: ۱۵۴۴)

مسعود بن الحکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ کوفہ میں لوگوں سے فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں جنازہ میں کھڑے ہونے کا حکم دیتے تھے' پھر اس کے بعد آپ بیٹھ گئے اور آپ نے بیٹھنے کا حکم دیا۔

(صحیح ابن حبان: ۳۰۵۶' مسند احمد ج ۱ ص ۸۲' مسند ابویعلیٰ: ۲۷۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۷)

ابومعمر بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ کے ساتھ تھے کہ ایک جنازہ گزرا' لوگ اس کے لیے کھڑے ہو گئے' حضرت علی نے پوچھا: تمہیں اس کا فتویٰ کس نے دیا ہے؟ لوگوں نے کہا: حضرت ابوموسیٰ نے' حضرت علی نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح ایک مرتبہ کیا تھا' اس وقت آپ اہل کتاب سے مشابہت کرتے تھے' پس جب آپ کو منع کیا گیا تو آپ رک گئے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۶۳۱۷' مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۱) (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵۹۔ ۱۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٧ - بَابٌ مَتٰى يَقْعُدُ إِذَا قَامَ لِلْجَنَازَةِ

جب جنازہ کے لیے کھڑا ہو تو کس وقت بیٹھے

١٣٠٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَاٰى اَحَدُكُمْ جَنَازَةً، فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ مَاشِيًا مَعَهَا فَلْيَقُمْ حَتّٰى يُخَلِّفَهَا، اَوْ تُخَلِّفَهُ، اَوْ تُوْضَعَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُخَلِّفَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جنازہ کو دیکھے پس اگر وہ اس کے ساتھ چل نہ رہا ہو تو کھڑا ہو جائے حتیٰ کہ جنازہ اس کو پیچھے چھوڑ دے یا تم اس کو پیچھے چھوڑ دو یا تمہارے چھوڑنے سے پہلے جنازہ کو رکھ دیا جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۰۷ میں گزر چکی ہے۔

١٣٠٩ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنَّا فِيْ جَنَازَةٍ، فَاَخَذَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِيَدِ مَرْوَانَ، فَجَلَسَا قَبْلَ اَنْ تُوْضَعَ، فَجَاءَ اَبُوْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَاَخَذَ بِيَدِ مَرْوَانَ فَقَالَ قُمْ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمَ هٰذَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ صَدَقَ. [طرف الحدیث: ۱۳۱۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از حضرت سعید مقبری از والد خود' انہوں نے کہا: ہم ایک جنازہ میں تھے' پس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے مروان کا ہاتھ پکڑا' پس وہ دونوں جنازے کو رکھنے سے پہلے بیٹھ گئے' پس حضرت ابوسعید رضی اللہ آئے' انہوں نے مروان کا ہاتھ پکڑ کر کہا: کھڑے ہو! پس اللہ کی قسم! ان کو خوب علم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو اس سے منع کرتے تھے' حضرت ابوہریرہ نے کہا: انہوں نے سچ کہا ہے۔

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اس کی دلیل کہ جنازہ کے لیے کھڑا ہونا واجب نہیں ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت ابوہریرہ اور مروان کا بیٹھنا اس کی دلیل ہے کہ ان کو یہ علم تھا کہ جنازہ کے لیے کھڑا ہونا واجب نہیں ہے اور یہ کہ اس حکم پر عمل ترک کر دیا گیا ہے کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کو یہ علم ہو کہ جنازہ کے لیے کھڑا ہونا واجب ہے اور پھر وہ بیٹھ جائیں اور اگر جنازہ کے لیے کھڑے ہونا واجب ہوتا تو یہ مروان ایسے شخص سے مخفی نہ ہوتا کیونکہ ان کے سامنے اکثر جنازے آتے تھے' حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ کا اسی پر عمل ہے کہ وہ جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھ جاتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ابوسعید کی تصدیق کی تھی' اس کی کیا وجہ تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے اس لیے تصدیق کی تھی کہ ان کو معلوم تھا کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنازہ گزرنے کے وقت بیٹھنے سے منع فرمایا تھا اور ان کو معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد میں خود بیٹھ گئے تھے' تو حضرت ابوہریرہ نے پہلے حکم کے اعتبار سے تصدیق کی تھی اور بعد میں وہ اور مروان اس حکم کے اعتبار سے بیٹھ گئے تھے' جس کے مطابق آپ کا آخری عمل تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵۹-۱۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٨ - بَابُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَا يَقْعُدُ حَتّٰى تُوْضَعَ عَنْ مَنَاكِبِ الرِّجَالِ فَإِنْ قَعَدَ أُمِرَ بِالْقِيَامِ

جو جنازہ کے ساتھ گیا وہ اس وقت تک نہ بیٹھے حتیٰ کہ جنازہ کو مردوں کے کندھوں سے اتار کر رکھ دیا جائے' اگر کوئی بیٹھ جائے تو اسے کھڑے ہونے کا حکم دیا جائے

١٣١٠ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا، فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا يَقْعُدْ حَتّٰى تُوْضَعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم یعنی ابن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابوسلمہ از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ' پس جو جنازہ کے ساتھ گیا ہے وہ اس وقت تک نہ بیٹھے حتیٰ کہ جنازہ کو رکھ دیا جائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۱۳۰۹ کا مطالعہ کریں۔

٤٩ - بَابُ مَنْ قَامَ لِجَنَازَةِ يَهُوْدِيٍّ

جو شخص یہودی کے جنازہ کے لیے کھڑا ہوا

١٣١١ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَرَّ بِنَا جَنَازَةٌ، فَقَامَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا بِهِ، فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ؟ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبید اللہ بن مقسم از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے ساتھ ایک جنازہ گزرا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہو گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے' پس ہم نے کہا: یا رسول اللہ! یہ یہودی کا جنازہ تھا؟ آپ نے فرمایا: جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔

(صحیح مسلم: ۹۶۰' الرقم المسلسل: ۲۱۸۷' سنن ترمذی: ۱۰۳۴' سنن ابوداؤد: ۳۱۷۴' سنن نسائی: ۱۹۲۱-۱۹۱۷' الکامل لا بن عدی ج ۳ ص ۱۲۱۷' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۴۲۷-ج ۲۲ ص ۳۱۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لا بن جوزی: ۱۰۹۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' المسند الطحاوی: ۱۰۹۱)

باب مذکور کی دیگر احادیث

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہو گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے' پس ہم نے کہا: یارسول اللہ! یہ یہودی کا جنازہ ہے' تو آپ نے فرمایا: موت خوف اور دہشت کی چیز ہے' پس جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔ (صحیح مسلم: ۹۶۰' سنن ابوداؤد: ۳۱۷۴' سنن نسائی: ۱۹۲۲)

قیس بن سعد اور سہل بن حنیف بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے' آپ کو بتایا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے' آپ نے فرمایا: کیا یہ ذی روح نہیں ہے؟ (صحیح مسلم: ۹۶۱' سنن نسائی: ۱۹۲۱)

یہودی کے جنازہ کے لیے کھڑے ہونے کے محامل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا ہے کہ ان احادیث پر عمل منسوخ ہو چکا ہے۔ ابن سخبرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنازہ کے انتظار میں بیٹھے تھے تو ایک جنازہ گزرا تو ہم کھڑے ہو گئے' حضرت علی نے فرمایا: یہ کیسا قیام ہے' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جب تم جنازہ دیکھو خواہ وہ مسلمان کا ہو یا یہودی کا ہو یا نصرانی کا ہو' پس تم کھڑے ہو جاؤ کیونکہ تم اس کی تعظیم کے لیے نہیں کھڑے ہوتے بلکہ اس کے ساتھ جو فرشتے ہوتے ہیں ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہو' حضرت علی نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح صرف ایک مرتبہ کیا تھا' اس وقت آپ اہل کتاب کی مشابہت کرتے تھے' جب آپ کو اس سے منع کیا گیا تو آپ نے اس کو ترک کر دیا' پس حضرت علی نے اس حدیث میں یہ خبر دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداء اسلام میں صرف ایک مرتبہ جنازہ کو دیکھ کر قیام کیا تھا۔ اہل کتاب سے مشابہت کی وجہ سے اور انبیاء سابقین کی اقتداء کرنے کی وجہ سے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف حکم دیا اور وہ جنازہ دیکھ کر بیٹھے رہتا تھا۔

(شرح معانی الآثار: ۲۷۳۵-ج ۲ ص ۱۷' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے از ابن جریج از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے اور آپ نے فرمایا: اس کی بدبو نے مجھے اذیت پہنچائی ہے۔

(الناسخ لا بن شاہین: ۲۴۴' مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۵۸' معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۵ ص ۲۷۹)

نیز علامہ ابن بطال نے امام طبری کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ جب یہودی کا جنازہ آپ کے پاس سے گزرا تو آپ اس لیے کھڑے ہو گئے تھے کہ آپ نے اس کو ناپسند کیا کہ اس کا جنازہ آپ کے سر سے بلند ہو جائے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۹۶-۲۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس سلسلہ میں مزید احادیث حسب ذیل ہیں:

محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا' حضرت حسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نہیں کھڑے ہوئے تو حضرت حسن نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودی کے جنازہ کے

لیے نہیں کھڑے ہوئے تھے؟ حضرت ابن عباس نے کہا: ہاں! اس کے بعد آپ بیٹھ گئے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۶۳۱۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۵۸' المعجم الکبیر: ۲۷۴۳' السنن الکبریٰ: ۲۰۶۲' مسند احمد: ۱۷۲۶)

محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا' پس لوگ کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ جنازہ گزر گیا' پس حضرت الحسن نے کہا: ایک یہودی کا جنازہ گزرا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے راستہ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اس کو ناپسند کیا کہ یہودی کا جنازہ آپ کے سر سے اونچا ہو' پس آپ کھڑے ہو گئے۔ (مسند احمد: ۱۷۲۲' السنن الکبریٰ: ۲۰۶۵)

۱۳۱۲ - **حَدَّثَنَا** اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ اَبِی لَیْلٰی قَالَ کَانَ سَهْلُ بْنُ حُنَیْفٍ، وَقَیْسُ بْنُ سَعْدٍ، قَاعِدَیْنِ بِالْقَادِسِیَّةِ، فَمَرُّوْا عَلَیْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا، فَقِیْلَ لَهُمَا اِنَّهَا مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ، اَیْ مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ، فَقَالَا اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِهٖ جَنَازَةٌ فَقَامَ، فَقِیْلَ لَهٗ اِنَّهَا جَنَازَةُ یَهُوْدِیٍّ، فَقَالَ اَلَیْسَتْ نَفْسًا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے سنا' انہوں نے کہا کہ حضرت سہل بن حنیف اور حضرت قیس بن سعد دونوں قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے پس ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو وہ دونوں کھڑے ہو گئے' ان سے کہا گیا کہ یہ اہل ذمہ کا جنازہ ہے' تو ان دونوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا' پس آپ کھڑے ہو گئے' پس آپ سے کہا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے' تو آپ نے فرمایا: کیا یہ ذی روح نہیں ہے؟

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۳۱۱ کا مطالعہ کریں۔

۱۳۱۳ - **وَقَالَ** اَبُوْ حَمْزَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ کُنْتُ مَعَ قَیْسٍ وَسَهْلٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا، فَقَالَا کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ زَکَرِیَّاءُ، عَنِ الشَّعْبِیِّ، عَنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی کَانَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ وَقَیْسٌ یَقُوْمَانِ لِلْجَنَازَةِ.

اور ابوحمزہ نے کہا از الاعمش از عمرو از ابن ابی لیلیٰ' انہوں نے کہا کہ میں قیس اور سہل رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا' پس ان دونوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور زکریاء نے کہا از الشعبی از ابن ابی لیلیٰ' حضرت ابو مسعود اور قیس رضی اللہ عنہما جنازہ کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔

ان آثار کی شرح کے لیے بھی' صحیح البخاری: ۱۳۱۱ کا مطالعہ کریں۔

۵۰ - بَابُ حَمْلِ الرِّجَالِ الْجَنَازَةَ دُوْنَ النِّسَاءِ

جنازوں کو مردوں کا اٹھانا نہ کہ عورتوں کا

اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد عورتوں سے قوی ہوتے ہیں اور اگر عورتیں جنازہ کو اٹھائیں گی تو ان کا حجاب کھل جائے گا' اور ان کا مردوں کے ساتھ اختلاط ہو گا اور یہ محل فتنہ ہے اور اس میں فساد کا احتمال ہے' اگر یہ سوال کیا جائے کہ جہاں مرد بالکل میسر نہ ہوں' تو اس کا جواب یہ ہے کہ ضروریات شرع میں مستثنیٰ ہوتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۶۱)

۱۳۱۴ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ

حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ، فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِيْ، وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا، اَيْنَ يَذْهَبُوْنَ بِهَا، يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَهُ لَصَعِقَ.

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از والد خود' انہوں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اس کو اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں' پس اگر وہ جنازہ نیک ہو تو وہ کہتا ہے: مجھے آگے لے چلو اور اگر وہ نیک نہ ہو تو وہ کہتا ہے کہ ہائے افسوس! یہ اس کو کہاں لے جا رہے ہیں' اس کی آواز کو انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان سنتا تو وہ بے ہوش ہو جاتا۔

[اطراف الحدیث: ۱۳۱۶-۱۳۸۰]

(سنن نسائی: ۱۹۰۸' مسند ابویعلیٰ: ۱۲۶۵' صحیح ابن حبان: ۳۰۳۸' السنن الکبریٰ: ۲۰۳۶' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۱-۲۲' شرح السنۃ: ۱۴۸۲' مسند احمد ج ۳ ص ۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۳۷۲-ج ۱۷ ص ۴۶۶-۴۶۵' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۱۹۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

عورتوں کے جنازہ نہ اٹھانے کی توجیہ' انسان کے سوا سننے والوں کے مصادیق اور جنازہ کے کلام کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: ''جنازوں کو مردوں کا اٹھانا نہ کہ عورتوں کا'' اس پر اس حدیث کے ان الفاظ سے استدلال کیا ہے: جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اس کو اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں' اس میں یہ دلیل ہے کہ عورتیں جنازوں کو نہ اٹھائیں کیونکہ جو مشقت والے کام مردوں پر لازم ہیں وہ عورتوں پر لازم نہیں ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کے ضعف کی وجہ سے ان سے بہ کثرت احکام ساقط کر دیئے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ. (النساء: ۹۸) ماسوا کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے۔

اس حدیث میں جو فرمایا ہے: اگر وہ نیک نہ ہو تو وہ کہتا ہے: ہائے افسوس! یہ اس کو کہاں لے جا رہے ہیں! اس کی آواز کو انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے۔

اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا اس کی آواز کو پتھر اور درخت بھی سنتے ہیں کیونکہ اس حدیث میں صرف انسان کا استثناء ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہاں پر الفاظ عام ہیں لیکن اس سے مراد خصوص ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی آواز کو تمام اہل علم سنتے ہیں اور وہ ملائکہ اور جنات ہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ کلام کون کرتا ہے کیونکہ صاحب جنازہ تو فوت شدہ ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنازہ کی روح یہ کلام کرتی ہے کیونکہ روح نکلنے کے بعد جنازہ کلام نہیں کرتا سوا اس کے کہ اللہ اس میں روح کو لوٹا دے اور روح کی بات وہی سنتا ہے جو اس کی مثل ہو اور وہ ملائکہ اور جنات ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۵۱- بَابُ السُّرْعَةِ بِالْجَنَازَةِ
جنازہ کو جلدی لے جانا

وَقَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنْتُمْ مُشَيِّعُوْنَ، فَامْشُوْا بَيْنَ يَدَيْهَا، وَخَلْفَهَا، وَعَنْ يَمِيْنِهَا، وَعَنْ

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: تم جنازہ کو رخصت کر رہے ہو' پس تم اس کے آگے چلو اور پیچھے چلو اور دائیں چلو اور بائیں چلو۔

بِشِمَالِهَا.

اس تعلیق کی اصل' مصنف عبدالرزاق: ۶۲۸۷ میں ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ قَرِيبًا مِّنْهَا. اور دوسروں نے کہا: جنازہ کے قریب چلے۔

اس تعلیق کی اصل یہ اثر ہے:

ابوالعالیہ نے کہا: جنازہ کے پیچھے قریب ہے' اس کے آگے قریب ہے' اس کے دائیں قریب ہے اور اس کے بائیں قریب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۴۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۳۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

۱۳۱۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ، فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا إِلَيْهِ، وَإِنْ تَكُ سِوٰى ذٰلِكَ، فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے اس کو الزہری سے محفوظ رکھا ہے از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جنازہ کو جلدی لے جاؤ' پس اگر وہ نیک ہے تو تم اس کی طرف نیکی کو جلدی پہنچا رہے ہو اور اگر وہ اس کے سوا ہے تو تم شر کو اپنی گردنوں سے اتار رہے ہو۔

(صحیح مسلم: ۹۴۴' الرقم المسلسل: ۲۱۵۱' سنن ابوداؤد: ۳۱۸۱' سنن ترمذی: ۱۰۱۵' سنن نسائی: ۱۹۱۰' سنن ابن ماجہ: ۱۴۷۷' مسند الحمیدی: ۱۰۲۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۸۱' المنتقی: ۵۲۷' صحیح ابن حبان: ۳۰۴۲' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۱' شرح السنۃ: ۱۴۸۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۶۷۔ ج ۱۲ ص ۲۰۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۴۸۹۲' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' المسند الطحاوی: ۲۸۶۳)

جنازہ کے ساتھ کس کیفیت کے ساتھ چلنا چاہیے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ لوگ جنازہ کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتے تھے تو ان کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ڈانٹا اور کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھاگ بھاگ کر چلتے تھے تو ایک قوم نے اس پر عمل کیا اور کہا: جنازہ کے ساتھ بھاگ بھاگ کر چلنا افضل ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۸۲' شرح معانی الآثار: ۲۶۶۸)

نوٹ: امام طحاوی نے یہ حدیث حضرت ابوبکرہ سے روایت کی ہے نہ کہ حضرت ابوہریرہ سے۔

دوسرے فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ جنازہ کے ساتھ آہستہ آہستہ چلنا افضل ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابو بردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا' وہ اس کے ساتھ بھاگ بھاگ کر چل رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کو سکون کے ساتھ چلنا چاہیے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۴۷۹' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۶' شرح معانی الآثار: ۲۶۷۴)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنازہ کے ساتھ چلنے کی کیفیت کے متعلق سوال کیا' تو آپ نے فرمایا: بھاگنے کی رفتار سے کم چلو' پس اگر وہ مؤمن ہے تو اس کے لیے جتنی عجلت کی گئی ہے وہ بہتر ہے اور اگر وہ کافر ہے تو اہل دوزخ کے لیے دوری ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۸۴' سنن ترمذی: ۱۰۱۱' مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۴' شرح معانی الآثار: ۲۶۷۶)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ خبر دی ہے کہ جنازہ کے ساتھ چلنے کی کیفیت بھاگنے سے کم ہونی چاہیے' سو ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۵۔۳' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں: اور یہی جمہور علماء کا قول ہے کہ جنازہ کے ساتھ متوسط رفتار کے ساتھ چلنا چاہیے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۹۸۔۲۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۵۲ - بَابُ قَوْلِ الْمَيِّتِ وَهُوَ عَلَى الْجَنَازَةِ قَدِّمُوْنِي

میت کا جنازہ پر کہنا: مجھے جلدی لے جاؤ

۱۳۱۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ، فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ، فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِي، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِأَهْلِهَا يَا وَيْلَهَا، أَيْنَ يَذْهَبُوْنَ بِهَا، يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَ الْإِنْسَانُ لَصَعِقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: جب جنازہ رکھ دیا جائے' پس لوگ اس کو اپنی گردنوں پر اٹھالیں' پس اگر وہ جنازہ نیک ہو تو کہتا ہے: مجھے آگے لے جاؤ اور اگر نیک نہ ہو تو لے جانے والوں سے کہتا ہے: ہائے افسوس! اس کو کہاں لے جا رہے ہو' انسان کے سوا اس کی آواز کو ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان سنتا تو بے ہوش ہو جاتا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۱۳۱۴ کا مطالعہ کریں۔

۵۳ - بَابُ مَنْ صَفَّ صَفَّيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً عَلَى الْجَنَازَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ

جس نے امام کے پیچھے جنازہ کی دو یا تین صفیں بنائیں

۱۳۱۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ أَبِيْ عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى النَّجَاشِيِّ، فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِيْ أَوِ الثَّالِثِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از ابوعوانہ از قتادہ از عطاء از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی' پس میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔

[اطراف الحدیث: ۱۳۲۰۔۱۳۳۴۔۳۸۷۷۔۳۸۷۸۔۳۸۷۹]

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازِ جنازہ کی امام کے پیچھے دو یا تین صفیں بنانا مستحب ہے۔

۵۴ - بَابُ الصُّفُوْفِ عَلَى الْجَنَازَةِ

نمازِ جنازہ کی صفیں

١٣١٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أَصْحَابِهِ النَّجَاشِيَّ، ثُمَّ تَقَدَّمَ، فَصَفُّوْا خَلْفَهٗ، فَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو نجاشی کی موت کی خبر دی' پھر آپ آگے بڑھ گئے' پس صحابہ نے آپ کے پیچھے صف بنائی' پس آپ نے چار تکبیریں پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۵ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

کتنے مسلمان نمازِ جنازہ پڑھیں تو میت کی مغفرت ہو جاتی ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس میت کی نمازِ جنازہ مسلمانوں کا ایک گروہ پڑھے' جن کی تعداد سو افراد ہو اور وہ سب اس کی شفاعت کریں تو ان کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

(صحیح مسلم: ۹۴۷' سنن ترمذی: ۱۰۲۹' سنن نسائی: ۱۹۸۷' مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو مسلمان فوت ہو اور اس کے جنازہ میں چالیس افراد ہوں اور وہ اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہ کرتے ہوں تو اللہ اس شخص کے متعلق ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ (صحیح مسلم: ۹۴۸' سنن ابوداؤد: ۳۱۷۰' سنن ابن ماجہ: ۱۴۸۹)

حضرت مالک بن ھبیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان فوت ہو اور مسلمانوں کی تین صفیں اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں تو اس کی مغفرت واجب ہو جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۶۶' سنن ترمذی: ۱۰۲۸' سنن ابن ماجہ: ۱۴۹۰)

نمازِ جنازہ کی چار تکبیروں کے ثبوت میں احادیث' آثار اور ائمہ مجتہدین کے اقوال

اس حدیث میں نمازِ جنازہ کی چار تکبیروں کا ذکر ہے' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت عبد اللہ بن عمر' حضرت زید بن ثابت' حضرت جابر' حضرت ابن ابی اوفی' حضرت الحسن بن علی' حضرت البراء بن عازب' حضرت ابوہریرہ اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے' اور فقہاء تابعین میں سے محمد بن حنفیہ' عطاء بن ابی رباح' محمد بن سیرین' النخعی' سوید بن غفلہ اور ثوری کا یہی مسلک ہے اور ائمہ مجتہدین میں سے امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہی مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۶۸)

اس سلسلہ میں احادیث حسب ذیل ہیں:

یزید بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کی قبر پر چار تکبیرات پڑھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۳۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابوامامہ بن سہل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کی قبر پر چار تکبیرات پڑھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۳۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۱۷' مجلس علمی' بیروت)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحمہ النجاشی پر نمازِ جنازہ پڑھی اور اس میں چار تکبیرات پڑھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۳۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ نمازِ جنازہ میں چار تکبیرات فرض ہیں۔

علامہ علاء الدین الحصکفی المتوفی ۱۰۸۸ھ نے لکھا ہے کہ نماز میں یہ چار تکبیرات فرض ہیں اور قیام فرض ہے اور بغیر عذر شرعی کے بیٹھ کر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (الدر المختار مع رد المختار ج ۳ ص ۱۰۰۔ ۹۹ 'داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

۱۳۱۹ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى عَلَى قَبْرٍ مَّنْبُوذٍ، فَصَفَّهُمْ، وَكَبَّرَ أَرْبَعًا. قُلْتُ يَا أَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی از الشعبی' انہوں نے کہا: مجھے انہوں نے خبر دی جنہوں نے اس کی شہادت دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک منفرد قبر پر آئے' پس آپ نے مسلمانوں کی صف بنائی اور چار تکبیریں پڑھیں' میں نے پوچھا: اے ابوعمرو! آپ سے یہ حدیث کس نے بیان کی؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۲۰ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تُوُفِّيَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ مِّنَ الْحَبَشِ، فَهَلُمَّ فَصَلُّوا عَلَيْهِ. قَالَ فَصَفَفْنَا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَنَحْنُ صُفُوفٌ. قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ كُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی' انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج حبش کا ایک نیک شخص فوت ہو گیا' آؤ! اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں' راوی نے کہا: پس ہم نے صفیں بنائیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور ہماری کئی صفیں تھیں' ابو الزبیر نے حضرت جابر سے روایت کی کہ میں دوسری صف میں تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۱۷ میں گزر چکی ہے۔

۵۵ - بَابُ صُفُوفِ الصِّبْيَانِ مَعَ الرِّجَالِ عَلَى الْجَنَائِزِ

جنازہ میں بچوں کی مردوں کے ساتھ صفیں

۱۳۲۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرٍ قَدْ دُفِنَ لَيْلًا، فَقَالَ مَتَى دُفِنَ هٰذَا؟ قَالُوا الْبَارِحَةَ. قَالَ أَفَلَا آذَنْتُمُونِي. قَالُوا دَفَنَّاهُ فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ. فَكَرِهْنَا أَنْ نُوقِظَكَ، فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَنَا فِيهِمْ، فَصَلَّى عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی از عامر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے جس میں رات کو دفن کیا گیا تھا' آپ نے پوچھا: اس کو کب دفن کیا گیا؟ مسلمانوں نے کہا: گزشتہ رات' آپ نے فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی' مسلمانوں نے کہا: ہم نے اس کو رات کے اندھیرے میں دفن کر دیا تھا' ہم نے آپ کو بیدار کرنا

پسند نہیں کیا تھا' پس آپ کھڑے ہوئے ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی' حضرت ابن عباس نے کہا: میں بھی ان میں تھا' پس آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

٥٦ - بَابُ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَائِزِ نمازِ جنازہ پڑھنے کا طریقہ

نمازِ جنازہ پڑھنے کے طریقہ سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ جنازہ کی جو شرائط اور ارکان مقرر کیے ہیں' اور نمازِ جنازہ کی شرائط میں سے یہ ہے کہ نمازِ جنازہ بغیر طہارت کے جائز نہیں ہے اور نہ برہنہ پڑھنا جائز ہے اور نہ قبلہ کی طرف منہ کیے بغیر پڑھنا جائز ہے' اور نمازِ جنازہ کے ارکان میں چار تکبیرات ہیں' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ نمازِ جنازہ پر صلوٰۃ کا اطلاق کرنا جائز ہے اور یہ مشروع ہے' اگرچہ اس میں رکوع اور سجود نہیں ہے' امام بخاری نے اس پر اس سے استدلال کیا ہے کہ نمازِ جنازہ پر صلوٰۃ کے اسم کا اطلاق ہے اور اس کا حکم دیا گیا اور اس میں نماز کے خصائص ہیں کیونکہ یہ اللہ اکبر پڑھنے سے شروع ہوتی ہے اور مکروہ وقت میں نہیں پڑھی جاتی اور لفظ سلام سے اس کو ختم کیا جاتا ہے اور اس کی صفیں بنائی جاتی ہیں۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَى الْجَنَازَةِ. اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے جنازہ پر نماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے جنازہ پر نماز پڑھی اور اس کے ساتھ نہیں گیا' اس کو ایک قیراط اجر ملے گا' پس اگر اس کے ساتھ گیا تو اس کو دو قیراط اجر ملیں گے' پوچھا گیا کہ قیراط کیا ہیں؟ تو حضرت ابوہریرہ نے کہا: چھوٹا قیراط اُحد پہاڑ جتنا ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۴۵' الرقم المسلسل: ۲۱۵۷)

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ جنازہ پر نماز کا اطلاق کیا ہے۔

وَقَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ. اور آپ نے فرمایا: تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھو۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس ایک جنازہ لایا گیا' مسلمانوں نے کہا: آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں' آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا اس نے کوئی ترکہ چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں! تو آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دی' پھر دوسرا جنازہ لایا گیا' مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! اس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں' آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ کہا گیا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا اس نے ترکہ چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: تین دینار' آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دی' پھر تیسرا جنازہ لایا گیا' آپ سے مسلمانوں نے کہا: اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیں' آپ نے پوچھا: اس نے کوئی ترکہ چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں' آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ مسلمانوں نے کہا: تین دینار (قرض ہے)' آپ نے فرمایا: تم اپنے ساتھی پر نماز (جنازہ) پڑھو' حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیں اور اس کا قرض میرے ذمہ ہے' پھر آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دی۔

(صحیح البخاری: ۲۲۸۹' سنن نسائی: ۱۹۶۰)

اس حدیث سے بھی امام بخاری کا مقصد یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ پر نماز کا اطلاق کیا ہے۔

وَقَالَ صَلُّوْا عَلَى النَّجَاشِيِّ. اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: النجاشی پر نماز پڑھو۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو النجاشی کی موت کی خبر دی' پھر آپ آگے بڑھ گئے' پس مسلمانوں نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں' پھر آپ نے چار تکبیرات پڑھیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۱۸)

سَمَّاهَا صَلٰوةً' لَيْسَ فِيهَا رُكُوْعٌ وَلَا سُجُوْدٌ. نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ جنازہ کو نماز فرمایا حالانکہ اس میں رکوع اور سجود نہیں ہے۔

یعنی اس ہیئت مخصوصہ کو بھی آپ نے نماز فرمایا ہے۔

وَلَا يُتَكَلَّمُ فِيهَا' وَفِيهَا تَكْبِيْرٌ وَتَسْلِيْمٌ. اور نمازِ جنازہ میں کلام نہیں کیا جاتا اور اس میں اللہ اکبر پڑھنا ہے اور سلام پھیرنا ہے۔

یعنی نمازِ جنازہ میں کلام نہیں کیا جاتا اور یہ چیز نماز کے لوازم سے ہے اور نماز کے شروع میں اللہ اکبر پڑھا جاتا ہے' اس میں سب کا اتفاق ہے اور سلام میں اختلاف ہے' امام مالک' امام احمد اور اسحاق کے نزدیک نمازِ جنازہ میں صرف ایک سلام ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک نمازِ جنازہ میں دونوں طرف سلام پھیرنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۷۸)

امام مالک اور امام احمد کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نمازِ جنازہ پڑھتے تو دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ اکبر پڑھتے اور جب فارغ ہوتے تو دائیں طرف ایک سلام پھیرتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۱۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۹۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں:

حریث بیان کرتے ہیں کہ میں نے عامر کو دیکھا' انہوں نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی' پھر انہوں نے دائیں جانب اور بائیں جانب سلام پھیرا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۲۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابی الہیثم بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے نمازِ جنازہ کے بعد اپنی دائیں طرف اور بائیں طرف سلام پھیرا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۲۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تین کام ایسے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو کرتے تھے اور لوگوں نے ان کو ترک کر دیا' ان میں سے ایک یہ ہے کہ نمازِ جنازہ کے بعد اس طرح سلام پھیرا جائے جس طرح دیگر نمازوں کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۳' معرفۃ السنن والآثار ج ۳ ص ۱۷۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

ابراہیم الہجری' حضرت ابن ابی اوفیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے چار تکبیرات پڑھیں' پھر دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرا اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۳' معرفۃ السنن والآثار ج ۳ ص ۱۷۳)

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُصَلِّي إِلَّا طَاهِرًا' وَلَا يُصَلِّي عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبِهَا' وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ. اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صرف طہارت کے ساتھ نمازِ جنازہ پڑھتے تھے اور طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت نماز نہیں پڑھتے تھے اور اس میں رفع یدین کرتے تھے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس تعلیق سے امام بخاری کا مقصد شعبی کا رد کرنا ہے کیونکہ انہوں نے بغیر وضوء کے نماز جنازہ کو جائز قرار دیا ہے' انہوں نے کہا کہ نمازِ جنازہ صرف دعا ہے' اس میں رکوع ہے نہ سجود اور تمام متقدمین اور متاخرین کا اس کے خلاف پر اجماع ہے' سو یہ قول شاذ ہے' اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۰۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس تعلیق کے پہلے جز کی اصل یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: کوئی شخص بغیر طہارت کے نمازِ جنازہ نہ پڑھے۔

(موطأ امام مالک- الجنائز: ۲۶- ج ۱ ص ۱۴۹' المکتبۃ التوفیقیہ)

قاسم نے کہا: بغیر وضوء کے نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۹۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۷۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت نمازِ جنازہ نہ پڑھنے کی تعلیق کے متعلق یہ حدیث ہے:

ابو یحیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جنازہ رکھا گیا' پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کھڑے ہو گئے' پھر پوچھا: اس جنازہ کا ولی کہاں ہے؟ تا کہ وہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اس کی نمازِ جنازہ پڑھ لے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۳۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۲۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابی حفص بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس جنازہ لایا گیا تو آپ نے عصر کی نماز پڑھی اور فرمایا: اس کی نمازِ جنازہ میں جلدی کرنا سورج غروب ہونے سے پہلے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۴۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ان تعلیقات سے بھی امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ نمازِ جنازہ پر نماز کا اطلاق آتا ہے۔

اور نمازِ جنازہ میں رفع یدین کی تعلیق کے متعلق یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نمازِ جنازہ کی ہر تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے یعنی ہاتھ اٹھا کر بلند کرتے تھے۔

فقہاء احناف نمازِ جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے ہیں' ان کا استدلال درج ذیل آثار سے ہے:

عبداللہ بن جمیع الزہری بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابراہیم النخعی کو دیکھا' وہ نمازِ جنازہ میں رفع یدین کر کے اللہ اکبر پڑھتے' پھر باقی تکبیرات میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور وہ چار تکبیرات پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۸۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

سفیان بیان کرتے ہیں کہ الحسن بن عبید اللہ نمازِ جنازہ کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

نفاعہ بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ سوید ہمارے جنازوں میں تکبیرات پڑھتے تھے اور وہ صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۹۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ الْحَسَنُ أَدْرَكْتُ النَّاسَ، وَأَحَقُّهُمْ عَلٰى جَنَائِزِهِمْ مَنْ رَضُوْهُمْ لِفَرَائِضِهِمْ.

اور الحسن (البصری) نے کہا: میں نے لوگوں کو اس حال میں پایا کہ ان کے جنازے پڑھانے کے زیادہ حق دار وہ لوگ تھے جن

کی اقتداء میں وہ فرائض پڑھنے پر راضی تھے۔

اس تعلیق کے متعلق یہ حدیثیں ہیں:

الحکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نمازِ جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار امام (مسجد) ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۲۲ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

منصور بیان کرتے ہیں کہ میں ابراہیم کے ساتھ ایک جنازہ پر گیا اور وہ اس جنازہ کے ولی تھے' انہوں نے محلہ کے امام کو بلایا' اس نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۲۳ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَاِذَا اَحْدَثَ يَوْمَ الْعِيْدِ اَوْ عِنْدَ الْجَنَازَةِ يَطْلُبُ الْمَاءَ وَلَا يَتَيَمَّمُ.

اور جب کوئی شخص عید کے دن بے وضوء ہو یا جنازہ کے وقت تو وہ پانی کو طلب کرے اور تیمم نہ کرے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیثیں ہیں:

حسن بصری نے کہا: تیمم نہ کرے اور بغیر وضوء کے نماز نہ پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۹۵ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۷۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء نے کہا: ایک شخص جنازہ پڑھنے جائے اور اس کو نماز فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ تیمم نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۹۶ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَاِذَا انْتَهٰى اِلَى الْجَنَازَةِ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ يَدْخُلُ مَعَهُمْ بِتَكْبِيْرَةٍ.

اور جب کوئی شخص جنازہ میں پہنچے اور وہ نماز پڑھ رہے ہوں تو وہ تکبیر پڑھ کر ان میں شامل ہو جائے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

اشعث بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: جو شخص جنازہ تک پہنچے اور وہ اس پر نماز پڑھ رہے ہوں تو وہ تکبیر پڑھ کر ان میں شامل ہو جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۰۹ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ يُكَبِّرُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ' وَالسَّفَرِ وَالْحَضَرِ' اَرْبَعًا.

اور ابن المسیب نے کہا: رات اور دن اور سفر اور حضر میں چار تکبیرات پڑھے۔

اس تعلیق میں یہ دلیل ہے کہ نمازِ جنازہ میں چار تکبیرات ہیں اور یہ اس کی بھی دلیل ہے کہ نمازِ جنازہ نماز ہے۔

وَقَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَعَالٰى التَّكْبِيْرَةُ الْوَاحِدَةُ اِسْتِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک تکبیر سے نمازِ جنازہ کو شروع کرنا ہے۔

اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور کی یہ حدیث ہے:

زریق بن کریم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا: ایک آدمی نے نمازِ جنازہ پڑھی' پس تین تکبیرات پڑھیں' حضرت انس نے کہا: کیا تین تکبیرات نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! اے ابوحمزہ! تکبیرات چار ہیں' حضرت انس نے کہا: ہاں! ایک تکبیر نماز کے افتتاح کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۸۲)

اس تعلیق سے بھی امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ نمازِ جنازہ پر نماز کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔

وَقَالَ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور آپ ان میں سے کسی ایک

(التوبہ:٨٤). پر نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ (التوبہ: ۸۴)

اس آیت سے بھی یہ ثابت ہوا کہ نماز جنازہ نماز ہے۔

وَفِيهِ صُفُوْفٌ وَإِمَامٌ. اور نماز جنازہ میں صفیں بھی ہیں اور اس میں امام بھی ہوتا ہے۔

نماز جنازہ میں صفوں کا ہونا اور امام کا ہونا' اس پر دلالت کرتا ہے کہ نماز جنازہ نماز ہے۔

۱۳۲۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرٍ مَّنْبُوْذٍ، فَأَمَّنَا فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ. فَقُلْنَا يَا أَبَا عَمْرٍو، مَنْ حَدَّثَكَ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الشیبانی از الشعبی' انہوں نے بیان کیا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک منفرد قبر کے پاس سے گزرا تھا' پس آپ نے ہماری امامت کی' پس ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں' پس ہم نے کہا: اے ابوعمرو! تم کو یہ حدیث کس نے بیان کی؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۵۷ - بَابُ فَضْلِ اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ

جنازوں کے ساتھ جانے کی فضیلت

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِذَا صَلَّيْتَ فَقَدْ قَضَيْتَ الَّذِيْ عَلَيْكَ.

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم نے نماز پڑھ لی تو تم نے اس حق کو ادا کر دیا جو تم پر تھا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم نے جنازہ پر نماز پڑھ لی تو تم نے وہ حق ادا کر دیا جو تم پر تھا' اب جنازے اور اس کے گھر والوں کے درمیان تخلیہ کر دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷ ۱۱۶۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷ ۱۱۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ مَا عَلِمْنَا عَلَى الْجَنَازَةِ إِذْنًا، وَلٰكِنْ مَنْ صَلّٰى ثُمَّ رَجَعَ فَلَهُ قِيْرَاطٌ.

اور حمید بن ہلال نے کہا: ہمیں علم نہیں کہ جنازہ پڑھ کر جانے کی اجازت دی جاتی ہے لیکن جس نے جنازہ پڑھ لیا' پھر لوٹ آیا' اس کو ایک قیراط اجر ملتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنازہ کے ساتھ گیا اور اس نے جنازہ کو اوپر سے اٹھایا اور اس کی قبر میں مٹی ڈالی اور بیٹھا رہا حتیٰ کہ اس کو اجازت دی گئی تو وہ دو قیراط اجر کے ساتھ لوٹے گا' ہر قیراط احد پہاڑ جتنا ہوگا۔

(مسند احمد: ۱۰۸۷۵- ج ۲ ص ۵۳۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۱۳۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُوْلُ حُدِّثَ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ أَبَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی'

هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ يَقُوْلُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَهُ قِيْرَاطٌ. فَقَالَ اَكْثَرَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَلَيْنَا.

انہوں نے کہا: میں نے نافع سے سنا' وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے کہ جو شخص جنازہ کے ساتھ گیا اس کو ایک قیراط اجر ملے گا' پس انہوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ نے اس حدیث کو ہم سے بہت مرتبہ بیان کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۲۴ - فَصَدَّقَتْ يَعْنِيْ عَائِشَةَ اَبَا هُرَيْرَةَ' وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُهُ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَقَدْ فَرَّطْنَا فِيْ قَرَارِيْطَ كَثِيْرَةٍ. ﴿فَرَّطْتُ﴾ (الزمر:٥٦) ضَيَّعْتُ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ.

پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: بے شک ہم نے بہت کثیر قراریط میں کمی کر دی۔ ''فرطت'' کا معنی ہے: میں نے اللہ کے حکم پر عمل کرنے میں تقصیر کی۔

٥٨ - بَابُ مَنِ انْتَظَرَ حَتّٰى يُدْفَنَ

جس نے دفن تک میت کا انتظار کیا

۱۳۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ قَرَاْتُ عَلَى ابْنِ اَبِيْ ذِئْبٍ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ' عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَاَلَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح. وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ' حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' قَالَ وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ح. وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجُ' اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلِّيَ فَلَهُ قِيْرَاطٌ' وَمَنْ شَهِدَهَا حَتّٰى تُدْفَنَ كَانَ لَهُ قِيْرَاطَانِ. قِيْلَ وَمَا الْقِيْرَاطَانِ؟ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی ذئب پر قراءت کی از سعید بن ابی سعید المقبری از والد خود' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' پس انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' (ح) اور مجھے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از ابن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' انہوں نے کہا: اور ہمیں احمد بن شبیب بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی' ابن شہاب نے کہا (ح) اور مجھے عبد الرحمٰن الاعرج نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنازہ پر حاضر ہوا حتیٰ کہ اس نے نماز پڑھ لی' پس اس کے لیے ایک قیراط اجر ہے اور جو شخص جنازہ پر حاضر ہوا حتیٰ کہ اس کو دفن کر دیا جائے' اس کے لیے دو قیراط اجر ہے' پوچھا گیا: دو قیراط کتنے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: دو بڑے پہاڑوں جتنے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۷ میں گزر چکی ہے۔

۵۹ - بَابُ صَلٰوةِ الصِّبْيَانِ مَعَ النَّاسِ عَلَى الْجَنَائِزِ

بچوں کا لوگوں کے ساتھ نمازِ جنازہ پڑھنا

١٣٢٦ - حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِىْ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ ' عَنْ عَامِرٍ ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَتٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرًا ' فَقَالُوْا هٰذَا دُفِنَ ' اَوْ دُفِنَتِ الْبَارِحَةَ . قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ ' ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق الشیبانی نے حدیث بیان کی از عامر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر پر آئے' پس مسلمانوں نے کہا: اس شخص کو رات کو دفن کیا گیا ہے یا اس عورت کو رات کو دفن کیا گیا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں' پھر آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

٦٠ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَائِزِ بِالْمُصَلّٰى وَالْمَسْجِدِ

عیدگاہ اور مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا

١٣٢٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ' عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ' عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِىْ سَلَمَةَ اَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَعٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ ' يَوْمَ الَّذِىْ مَاتَ فِيْهِ ' فَقَالَ اِسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از سعید بن المسیب و ابی سلمہ' ان دونوں نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے النجاشی کی موت کی خبر دی' جو حبشہ کے بادشاہ تھے' جس دن وہ فوت ہو گئے تھے' آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کے لیے مغفرت طلب کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۵ میں گزر چکی ہے۔

١٣٢٨ - وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفَّ بِهِمْ بِالْمُصَلّٰى ' فَكَبَّرَ عَلَيْهِ اَرْبَعًا.

از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدگاہ میں مسلمانوں کی صف بنائی' پس آپ نے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۵ میں گزر چکی ہے۔

١٣٢٩ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے

أَبُو ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ الْيَهُودَ جَاءُوْا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِّنْهُمْ وَامْرَأَةٍ زَنَيَا، فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيبًا مِّنْ مَّوْضِعِ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مرد اور ایک عورت کو لے کر آئے' جنہوں نے زنا کیا تھا' آپ کے حکم سے ان دونوں کو جنازہ گاہ کی جگہ میں مسجد کے پاس رجم کیا گیا۔

[اطراف الحدیث:۳۶۳۵-۴۵۵۶-۶۸۱۹-۶۸۴۱-۷۳۳۲-۷۵۴۳]

(صحیح مسلم:۱۶۹۹' الرقم المسلسل:۴۳۵۸' سنن ابوداؤد:۴۴۴۶' سنن ترمذی:۱۴۳۶' شرح مشکل الآثار:۴۵۴۲' صحیح ابن حبان:۴۴۳۴' سنن بیہقی ج۸ ص ۲۱۴' شرح السنۃ:۲۵۸۳' مسند احمد ج۲ ص ۷ طبع قدیم' مسند احمد:۴۵۲۹- ج۸ ص ۱۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن المنذر بن عبد اللہ الحزامی (۲) ابوضمرہ (۳) موسیٰ بن عقبہ (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج۸ ص۱۹۱)

حدیث مذکور کی مفصل روایت

امام بخاری نے اس حدیث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ اس روایت میں بیان کیا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنے ایک مرد اور ایک عورت کو لے کر آئے' جنہوں نے زنا کیا تھا' آپ نے ان سے پوچھا: تم میں سے جو زنا کرے تم اس کے ساتھ کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم اس کا منہ کالا کرتے ہیں اور اس کو مارتے ہیں' آپ نے پوچھا: کیا تم تورات میں رجم کا حکم نہیں پاتے' انہوں نے کہا: ہم تورات میں یہ حکم بالکل نہیں پاتے' پس ان سے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے جھوٹ بولا' تم تورات لے کر آؤ اور اس کی تلاوت کرو' اگر تم سچے ہو' پس ان کے مدرس نے جوان کو پڑھاتا تھا' آیت رجم کے اوپر اپنی ہتھیلی رکھ دی' پس وہ اپنے ہاتھ کے نیچے سے اور ہاتھ کے پیچھے سے پڑھنے لگا' اور وہ آیت رجم کو نہیں پڑھتا تھا' حضرت عبد اللہ بن سلام نے آیت رجم کے اوپر سے اس کا ہاتھ کھینچا' پس فرمایا: یہ کیا ہے؟ جب انہوں نے اس آیت کو دیکھا تو کہا: یہ آیت رجم ہے' پھر آپ نے اس یہودی مرد اور عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا' انہیں جنازوں کی جگہ میں مسجد کے قریب رجم کر دیا گیا' پس میں نے دیکھا اس عورت کا ساتھی اس پر جھکا ہوا تھا اور اس کو پتھروں سے بچا رہا تھا۔

(صحیح البخاری:۴۵۵۶)

تورات میں رجم کے حکم کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے علم ہوا؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوان سے پوچھا تھا کہ تم زنا کرنے والوں کے ساتھ کیا کرتے ہو؟ یہ ان سے مسئلہ معلوم کرنے کے لیے سوال نہیں کیا تھا اور نہ ان کی تقلید کرنے کے لیے سوال کیا تھا بلکہ آپ نے ان پر الزام اور حجت قائم کرنے کے لیے سوال کیا تھا اور شاید کہ آپ پر یہ وحی نازل کی گئی تھی کہ جو تورات ان کے ہاتھوں میں ہے' اس میں رجم کا حکم موجود ہے' جس کو انہوں نے اب تک تبدیل نہیں کیا ہے' جیسا کہ اور احکام کو تبدیل کر دیا ہے یا ان میں سے جو مسلمان ہو چکا تھا' اس نے آپ کو خبر دی تھی' اس لیے جب انہوں نے

اس آیت کو چھپایا تو آپ سے اس کا حکم مخفی نہیں رہا۔

اگر اہل ذمہ زنا کریں تو ان کو رجم کرنے میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کافر پر بھی زنا کی حد واجب ہے اور اس کا نکاح صحیح ہے' علامہ نووی نے کہا ہے: کیونکہ رجم صرف محصن پر واجب ہے' اگر اس کا نکاح صحیح نہ ہو تو اس کا احصان ثابت نہیں ہوگا اور اس کو رجم نہیں کیا جائے گا۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ احصان کی جملہ شرائط میں سے اسلام ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں ہے۔ (سنن دار قطنی: ۳۲۵۱' دار المعرفہ' بیروت) اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ مسلمان ہونا احصان کی شرط نہیں ہے' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے' ہم کہتے ہیں کہ زانیوں کو کوڑے مارنے کی سزا کا حکم نازل ہونے سے پہلے جب آپ ابتداءً مدینہ میں داخل ہوئے تھے' یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ تورات کے موافق حکم دیتے تھے' پھر جب سورۂ نور میں حد کا حکم نازل ہوا تو یہ حکم منسوخ ہو گیا' پھر محصن کے حق میں حد کا یہ حکم منسوخ ہو گیا اور کافر محصن نہیں ہے' (محصن سے مراد شادی شدہ مسلمان ہے اور سورۂ نور میں کنواروں کے متعلق حد نازل ہوئی ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور یہ حضرت علی' حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر اور امام مالک رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔

اگر تم سوال کرو کہ حدیث میں ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے حکم لو' مجھ سے حکم لو' اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے حکم بیان فرما دیا ہے: اگر کنوارہ مرد کنواری لڑکی سے زنا کرے تو ان کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو اور اگر شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور رجم کر دو۔

(صحیح مسلم: ۱۶۹۰' سنن ابوداؤد: ۴۴۱۵' سنن ترمذی: ۱۴۳۴' سنن ابن ماجہ: ۲۵۵۰)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے درمیان شادی شدہ ہونے کے اعتبار سے فرق کیا ہے' پس جس نے ان کے درمیان مسلم اور غیر مسلم ہونے کے اعتبار سے فرق کیا اس نے نص پر اضافہ کیا' میں کہتا ہوں کہ یہ حکم منسوخ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نزولِ قرآن کے بعد قرآن سے حکم فرماتے تھے اور قرآن مجید میں صرف کوڑے مارنے کا حکم ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جب یہ لوگ عقد ذمہ کو قبول کر لیں تو ان کے لیے وہی حقوق ہیں جو مسلمانوں کے حقوق ہیں اور ان پر وہی فرائض ہیں جو مسلمانوں پر فرائض ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۷۳۱) اور رجم شادی شدہ مسلمان پر فرض ہے' اسی طرح شادی شدہ کافر پر بھی رجم فرض ہوگا تو میں کہوں گا کہ تمام مسلمانوں پر رجم فرض نہیں ہے' پس یہ اس کی دلیل ہے کہ رجم صرف شادی شدہ مسلمانوں پر فرض ہے۔

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ کنوارے زانی کی حد سو کوڑے ہے اور شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے گا اور کنوارے مرد سے مراد یہ ہے کہ جس نے نکاح صحیح کے ساتھ جماع نہ کیا ہو اور وہ آزاد عاقل بالغ شخص ہے اور شادی شدہ سے مراد ہے: جس نے نکاح صحیح کے ساتھ زندگی میں ایک مرتبہ جماع کیا ہو' اور وہ آزاد عاقل بالغ شخص ہے' اور اس میں مرد اور عورت برابر ہیں' علامہ نووی نے کہا ہے کہ ان تمام احکام میں مسلمان اور کافر برابر ہیں' خواہ ان کی عقل پوری ہو یا کم ہو' نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنوارے کے متعلق فرمایا: اس کو ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو' اس میں امام شافعی اور جمہور کی دلیل ہے کہ کنوارے کو ایک سال کے لیے شہر بدر کرنا واجب ہے خواہ مرد ہو یا عورت' اور الحسن البصری نے کہا کہ شہر بدر کرنا واجب نہیں ہے اور امام مالک اور اوزاعی نے کہا: عورتوں کو شہر بدر کرنا واجب نہیں

ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے' کیونکہ عورت کو شہر بدر کرنے میں اس کو ضائع کرنا ہے اور اس کو فتنہ پر پیش کرنا ہے اور اسی وجہ سے عورت کو بغیر محرم کے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان یہودیوں کو جو رجم کیا گیا تھا تو آیا گواہوں کی وجہ سے رجم کیا گیا تھا یا ان کے اقرار کی وجہ سے؟ میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ ان کے اقرار کی وجہ سے رجم کیا گیا تھا اور سنن ابوداؤد وغیرہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے خلاف چار مردوں نے گواہی دی تھی کہ انہوں نے اس یہودی کا آلہ اس عورت کی فرج میں دیکھا تھا' جس طرح سلائی سرمہ دانی میں ہوتی ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۴۵۲' سنن ابن ماجہ: ۲۳۷۴)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اگر یہ گواہ مسلمان تھے' پھر تو ظاہر ہے اور اگر یہ گواہ کافر تھے تو ان کی گواہی کا کوئی اعتبار نہیں ہے' پھر متعین ہو گیا کہ ان کے اقرار کی وجہ سے ان کو رجم کیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۹۴۔ ۱۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر ذمی کافر زنا کریں تو فقہاء احناف کے نزدیک ان کو رجم نہیں کیا جائے گا اور باقی ائمہ کے نزدیک ان کو رجم کیا جائے گا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۳۲۴۔ ج ۴ ص ۷۷۸ پر درج ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کی تحقیق

اس باب کے عنوان میں یہ بھی ذکر ہے: ''اور مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا'' مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حکم دیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں لے جایا جائے' پس ان کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے' پس مسلمانوں نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کتنی جلدی لوگ بھول گئے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سہل بن بیضاء کے دو بیٹوں کی نمازِ جنازہ صرف مسجد میں ہی پڑھی تھی۔

(صحیح مسلم: ۹۷۳' الرقم المسلسل: ۲۲۱۸۔ ۲۲۱۶' سنن ترمذی: ۱۰۳۳' سنن نسائی: ۱۹۶۷' سنن ابوداؤد: ۳۱۸۹' سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۸)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایک قوم (امام شافعی اور امام احمد) کا یہ مذہب ہے کہ مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے اور دوسرے فقہاء (امام ابوحنیفہ اور امام مالک) نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مسجد میں رکھے ہوئے جنازہ پر نماز پڑھی' اس کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۹۱' سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے لیے ناسخ ہے' اسی لیے صحابہ نے مسجد میں سہل بن بیضاء کے بیٹوں پر نماز پڑھنے کا انکار کیا تھا۔

امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد کا یہی مذہب ہے' تاہم امام ابویوسف نے یہ کہا ہے کہ اگر مسجد میں جنازہ کے لیے الگ جگہ بنائی گئی ہو تو پھر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۲۔ ۲۰' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

یہ حدیث' شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۳۲۔ ۱۰۲۶ کے ضمیمہ میں مذکور ہے' وہاں ہم نے فقہ حنفی کی متعدد کتب کے حوالوں سے لکھا ہے کہ اگر جنازہ مسجد سے باہر ہو' جیسے آج کل محراب کے آگے جگہ بنائی ہوتی ہے تو پھر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں

ہے' کراہت صرف اس صورت میں ہے جب جنازہ کو مسجد کے اندر رکھا جائے۔

٦١ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنِ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُوْرِ

قبروں پر سجدہ گاہ بنانے کی کراہت

وَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ، ضَرَبَتِ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلَى قَبْرِهٖ سَنَةً، ثُمَّ رُفِعَتْ، فَسَمِعُوْا صَائِحًا يَقُوْلُ أَلَا هَلْ وَجَدُوْا مَا فَقَدُوْا، فَأَجَابَهُ الْآخَرُ بَلْ يَئِسُوْا فَانْقَلَبُوْا.

اور جب حضرت الحسن بن الحسن بن علی رضی اللہ عنہم فوت ہو گئے تو ان کی زوجہ نے ان کی قبر پر ایک خیمہ لگا دیا' جس کو ایک سال کے بعد اٹھالیا' پھر لوگوں نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی: سنو! کیا انہوں نے جس کو گم پایا تھا اس کو پالیا' پس دوسرے نے جواب دیا: بلکہ وہ مایوس ہو کر لوٹ گئے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: یہ پکارنے والا مومنین جنوں میں سے تھا یا ملائکہ میں سے تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۳۳۰ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ هِلَالٍ، هُوَ الْوَزَّانُ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى، اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسْجِدًا. قَالَتْ وَلَوْ لَا ذٰلِكَ لَأَبْرَزُوْا قَبْرَهٗ، غَيْرَ أَنِّيْ أَخْشٰى أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از شیبان از ھلال اور وہ الوزّان ہیں از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے اس مرض میں فرمایا جس میں آپ کی وفات ہو گئی: اللہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت فرمائے' جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مسجد بنالیا' حضرت عائشہ نے فرمایا: اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو صحابہ آپ کی قبر کو ظاہر کر دیتے' لیکن مجھے یہ خطرہ ہے کہ اس کو مسجد بنالیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۵ میں گزر چکی ہے۔

٦٢ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى النُّفَسَاءِ إِذَا مَاتَتْ فِيْ نِفَاسِهَا

نفاس میں مرنے والی عورت کی نمازِ جنازہ

۱۳۳۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِمْرَأَةٍ مَاتَتْ فِيْ نِفَاسِهَا، فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن بریدہ نے حدیث بیان کی از حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک عورت کی نمازِ جنازہ پڑھی جو نفاس میں فوت ہو گئی تھی' آپ اس عورت کے وسط میں کھڑے ہوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۲ میں گزر چکی ہے۔

٦٣ - بَابُ اَيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الْمَرْاَةِ وَالرَّجُلِ

میت عورت ہو یا مرد تو نمازی کس جگہ کھڑا ہو

١٣٣٢ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِمْرَاَةٍ مَاتَتْ فِيْ نِفَاسِهَا، فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی از ابن بریدہ انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک عورت کی نمازِ جنازہ پڑھی جو نفاس میں فوت ہو گئی تھی آپ اس کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٣٢ میں گزر چکی ہے۔

٦٤ - بَابُ التَّكْبِيْرِ عَلَى الْجَنَازَةِ اَرْبَعًا

جنازہ پر چار تکبیریں پڑھنا

وَقَالَ حُمَيْدٌ صَلّٰى بِنَا اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَكَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ سَلَّمَ، فَقِيْلَ لَهٗ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ، ثُمَّ سَلَّمَ.

اور حمید نے کہا: ہم کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی، پس انہوں نے تین تکبیریں پڑھیں، پھر سلام پھیر دیا، پھر ان کو بتایا گیا تو انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کیا، پھر چوتھی تکبیر پڑھی، پھر سلام پھیر دیا۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ ہمارے نزدیک ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام ہے، اور نمازِ جنازہ کی چار تکبیریں ظہر کی چار رکعات کی طرح ہیں، حتیٰ کہ اگر نمازی نے ایک تکبیر ترک کر دی تو اس کی نماز جائز نہیں ہے، اور جو نمازی ایک یا اس سے زائد تکبیرات کے بعد نمازِ جنازہ میں ملا تو وہ سلام پھیرنے کے بعد باقی تکبیرات پڑھے گا۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ١٩٩)

١٣٣٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ، وَخَرَجَ بِهِمْ اِلَى الْمُصَلّٰى، فَصَفَّ بِهِمْ، وَكَبَّرَ عَلَيْهِ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ جس دن نجاشی فوت ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی موت کی خبر دی اور مسلمانوں کو لے کر عیدگاہ گئے، پس ان کی صفیں بنائیں اور جنازہ پر چار تکبیرات پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٢٤٥ میں گزر چکی ہے۔

١٣٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى اَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ، فَكَبَّرَ اَرْبَعًا. وَقَالَ يَزِيْدُ ابْنُ هَارُوْنَ، وَعَبْدُ الصَّمَدِ، عَنْ سَلِيْمٍ اَصْحَمَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیم بن حیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن میناء نے حدیث بیان کی از حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ النجاشی کی نمازِ جنازہ پڑھائی، پس چار تکبیرات پڑھیں، اور یزید بن ہارون اور عبد الصمد نے کہا از

سلیم اصحمہ۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۱۷ میں گزر چکی ہے۔

٦٥ - بَابُ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى الْجَنَازَةِ

نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ کو پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کو پڑھنا جائز ہے' اس میں صحابہ' فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے: حضرت ابن مسعود' حضرت الحسن بن علی' حضرت ابن الزبیر اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ جائز ہے' امام شافعی اور امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی موقف ہے' اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ نمازِ جنازہ میں قرآن مجید کی قراءت نہیں ہے اور یہی امام مالک اور فقہاء احناف کا قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۱)

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں: اور جو نمازِ جنازہ میں قرآن مجید کی قراءت کا انکار کرتے' ان میں حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم ہیں اور فقہاء تابعین میں سے عطاء' طاؤس' سعید بن المسیب' ابن سیرین' سعید بن جبیر' الشعبی اور الحکم ہیں' اور مجتہدین میں سے امام مالک' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب ہیں' امام مالک نے کہا: نمازِ جنازہ صرف دعا ہے اور ہمارے شہروں میں اس میں سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی جاتی۔

امام طحاوی نے کہا: یہ ہوسکتا ہے کہ جن صحابہ نے نمازِ جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھی ہو' انہوں نے اس کو بہ طور دعا پڑھا ہو نہ کہ بہ طور تلاوت' اور جب کہ صحابہ اور فقہاء تابعین نے نمازِ جنازہ میں سورۃ الفاتحہ کو پڑھنے کا انکار کیا ہے اور دوسری تکبیر کے بعد اس کو نہیں پڑھا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس کو پہلی تکبیر کے بعد بھی نہیں پڑھا جائے گا کیونکہ ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام ہے اور جب کہ نمازِ جنازہ کے آخر میں تشہد کو بھی نہیں پڑھا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس میں قرآن مجید کی قراءت بھی نہیں کی جاتی۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

وَقَالَ الْحَسَنُ يَقْرَأُ عَلَى الطِّفْلِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَيَقُولُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَسَلَفًا وَأَجْرًا.

اور الحسن البصری نے کہا: بچہ پر سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے گی اور نمازی یہ دعا کرے: اے اللہ! اس کو ہمارے لیے پیش رو اور جنت تک لے جانے والا اور باعث اجر بنادے۔

اس تعلیق کو ابونصر عبد الوہاب بن عطاء نے کتاب الجنائز میں روایت کیا ہے' سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا ہے کہ ان سے بچہ کی نمازِ جنازہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے ان کو خبر دی کہ از قتادہ از حسن بصری روایت ہے کہ وہ پہلے تکبیر پڑھتے' پھر سورۃ الفاتحہ پڑھتے' پھر یہ دعا کرتے: ''اللهم اجعله لنا سلفًا وفرطًا واجرًا''۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۱)

۱۳۳۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدٍ، عَنْ طَلْحَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا. (ح). حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد از طلحہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی' (ح) ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از سعد بن ابراہیم از طلحہ بن عبد اللہ بن عوف' انہوں نے بیان

عَلٰی جَنَازَةٍ، فَقَرَاَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، قَالَ لِيَعْلَمُوْا اَنَّهَا سُنَّةٌ. کیا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے ایک جنازہ پر نماز پڑھی' پس انہوں نے سورۃ الفاتحہ پڑھی اور فرمایا: تا کہ لوگ جان لیں کہ سورۃ الفاتحہ پڑھنا سنت ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۹۸' سنن ترمذی: ۱۰۲۷' سنن نسائی: ۱۹۸۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار' ان کا تذکرہ کئی بار ہو چکا ہے (۲) غندر اور یہ محمد بن جعفر البصری ہیں (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمان بن عوف' یہ ۱۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) طلحہ بن عبد اللہ بن عوف' یہ عبد الرحمان کے بھتیجے تھے' یہ فقیہ اور سخی تھے' ان کو طلحہ اسدی کہا جاتا تھا' یہ ۹۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) محمد بن کثیر (۷) سفیان الثوری (۸) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۱)

نمازِ جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کے متعلق دیگر احادیث

طلحہ بن عبد اللہ بن عوف بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جنازہ پر نماز پڑھائی' پس سورۃ الفاتحہ پڑھی' پس میں نے ان سے (سوال کیا)' تو انہوں نے کہا: یہ سنت سے ہے یا تمام سنت سے ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۰۲۷' سنن ابوداؤد: ۳۱۹۸' سنن نسائی: ۱۹۸۳)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے' ان کا مختار یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے اور یہ امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا قول ہے۔

اور بعض اہل علم نے کہا ہے کہ نمازِ جنازہ میں بالکل قرآن مجید کی تلاوت نہ کی جائے' نمازِ جنازہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی ثناء ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود ہے اور میت کے لیے دعا ہے' یہ فقہاء احناف اور الثوری کا قول ہے۔ (سنن ترمذی: ۴۳۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

طلحہ بن عبد اللہ بن عوف بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نمازِ جنازہ پڑھی' پس انہوں نے بلند آواز سے سورۃ الفاتحہ پڑھی اور ایک سورت پڑھی حتیٰ کہ ہم کو سنایا' جب وہ فارغ ہو گئے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: یہ سنت اور حق ہے۔ (سنن نسائی: ۱۹۸۳)

اس حدیث میں جو سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانے کا ذکر ہے' اس کے متعلق امام بیہقی نے کہا ہے: یہ غیر محفوظ ہے یعنی شاذ ہے۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۸)

حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ نمازِ جنازہ میں سنت یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے' پھر تین تکبیریں پڑھی جائیں اور آخر میں سلام پھیرا جائے۔ (سنن نسائی: ۱۹۸۵)

حضرت ام شریک الانصاریہ بیان کرتی ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم نمازِ جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھیں۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۴۹۶)

علامہ عبد الرحمان بن اسماعیل الکنانی البوصیری التوفی ۸۴۹ھ' اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کو شہر بن حوشب نے حضرت ام شریک سے روایت کیا ہے' اس کی توثیق میں اختلاف ہے' امام احمد اور ابن معین وغیرہ نے اس کی توثیق کی ہے اور ابن عون نے اس کو ترک کر دیا ہے' امام بیہقی' امام نسائی اور حماد بن جعفر نے اس کو ضعیف اور لین قرار دیا ہے۔ (زوائد ابن ماجہ ص ۲۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کا نمازِ جنازہ میں قرآن پڑھنے سے منع کرنا

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نمازِ جنازہ میں قرآن نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۲، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ابو المنہال بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ سے پوچھا: کیا نمازِ جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے گی؟ انہوں نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ سورۃ الفاتحہ صرف اس نماز میں پڑھی جائے گی جس میں رکوع اور سجود ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۵، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

موسیٰ بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نمازِ جنازہ میں قرآن پڑھا جائے گا؟ انہوں نے کہا: نہیں! (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۶، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سعید بن ابی بردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے ان سے پوچھا: میں نمازِ جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھوں؟ انہوں نے کہا: مت پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۶، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ابو حصین نے الشعبی سے روایت کیا کہ نمازِ جنازہ میں قرآن مجید کی تلاوت نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۸، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

طاؤس اور عطاء نمازِ جنازہ میں قرآن پڑھنے کا انکار کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۹، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

بکر بن عبد اللہ نے کہا: مجھے نمازِ جنازہ میں قرآن پڑھنے کا علم نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۳۰، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

محمد بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں: میں نے سالم سے پوچھا: کیا نمازِ جنازہ میں قرآن پڑھا جائے گا؟ انہوں نے کہا: نمازِ جنازہ میں قرآن نہیں پڑھا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۳۲، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ابن المسیب نے کہا: ہمیں علم نہیں کہ نمازِ جنازہ میں قرآن کی تلاوت ہے نہ کسی معین دعا کی۔

(مصنف عبد الرزاق: ۶۴۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نمازِ جنازہ میں ہمارے لیے قراءت معین کی گئی ہے اور نہ کوئی اور قول، امام کی تکبیر پر تکبیر کہو اور اچھی طرح دعا اور ثناء کرو۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۲، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح ہیں)

نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنے کے ثبوت میں خصوصی احادیث اور آثار

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میت پر نماز (جنازہ) پڑھ لو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لیے دعا کرو۔

(سنن ابو داؤد: ۳۱۹۹، سنن ابن ماجہ: ۱۴۹۷، صحیح ابن حبان: ۳۰۷۶، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۴۰)

اس حدیث میں "فاخلصوا" پر "فا" ہے اور یہ تعقیب علی الفور کے لیے آتی ہے، اس کا معنی ہے: میت پر نمازِ جنازہ پڑھنے

کے فوراً بعد اس کے لیے اخلاص سے دعا کرو۔

مانعین اور مخالفین اس استدلال پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O (النحل:۹۸) پس جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔

اس آیت میں ''فاستعذ'' پر ''فا'' ہے' جو تعقیب علی الفور کے لیے آتی ہے' اور اس صورت میں اس کا معنی ہوگا: جب تم قرآن مجید پڑھو تو اس کے فوراً بعد ''اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم'' پڑھو' حالانکہ ''اعوذ باللّٰہ'' قرآن مجید پڑھنے سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اس آیت کا ظاہر معنی متعذر ہے' اس لیے اس میں مجاز بالحذف ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے: ''اذا اردت ان تقرا القران'' جب تم قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو ''اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم'' پڑھو' اس کے برخلاف جس حدیث سے ہم نے استدلال کیا ہے' اس کے معنی میں کوئی تعذر نہیں ہے اور اس کو کسی مجاز پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں دوسری صحیح حدیث یہ ہے:

عن عبد اللّٰہ بن ابی اوفی و کان من اصحاب الشجرۃ فماتت ابنۃ لہ و کان یتبع جنازتھا علی بغلۃ خلفھا' فجعل النساء یبکین' فقال لا ترثین' فان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نھی عن المراثی 'فتفیض احداکن من عبرتھا ما شاء ت' ثم کبر علیھا اربعا' ثم قام بعد الرابعۃ قدر ما بین التکبیرتین یدعوا' ثم قال کان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یصنع فی الجنازۃ ھکذا۔

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما جو اصحابِ شجرہ میں سے ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بیٹی فوت ہوگئی' وہ اس کے جنازہ میں خچر پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ عورتوں نے رونا شروع کر دیا۔ حضرت عبد اللہ نے کہا: تم مرثیہ مت پڑھو' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرثیہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے' تم میں سے کوئی عورت اپنی آنکھ سے جس قدر چاہے آنسو بہائے' پھر انہوں نے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں' پھر اتنا وقفہ کیا جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اور اس وقفہ میں دعا کرتے رہے' پھر کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ جنازہ میں اسی طرح کرتے تھے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۴۰۔ج ۳۱ ص ۴۸۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' مصنف عبد الرزاق: ۶۴۰۴' مسند الحمیدی: ۷۱۸' سنن ابن ماجہ: ۱۵۰۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۰۲' المعجم الصغیر: ۲۶۸' المستدرک ج ۱ ص ۳۶۰۔۳۵۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۳۔۴۲)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابن ابی اوفی نے چوتھی تکبیر کے بعد دعا کی اور نمازِ جنازہ کے اندر جو دعا ہے' وہ تیسری تکبیر کے بعد کی جاتی ہے اور حضرت ابن ابی اوفی نے بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے اور یہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنے کا واضح ثبوت ہے' باقی رہا یہ کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام پڑھا جاتا ہے اور اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ راوی سلام کا ذکر کرنا بھول گیا ہو یا اس نے یہ سوچ کر اس کا ذکر ترک کر دیا ہو کہ یہ تو ویسے ہی معروف اور مشہور ہے۔

نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے ثبوت میں یہ حدیث بھی اس کی مثل ہے:

یزید بن رکانہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب میت پر نمازِ جنازہ پڑھتے تو چار تکبیریں پڑھتے' پھر یہ دعا کرتے: اے اللہ! تیرا بندہ اور تیری بندی کا بیٹا' تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو اس کو عذاب دینے سے غنی ہے' پس اگر یہ نیک ہے تو تو اس کی نیکی میں زیادہ کر

اور اگر یہ بُرا ہے تو اس کی برائی سے درگزر فرما' پھر جو اللہ چاہتا آپ اس کے لیے وہ دعا کرتے۔

(المعجم الکبیر: ۷۶۴ ج ۲۲ ص ۲۴۹' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ایک راوی یعقوب بن حمید ہے' اس میں کلام کیا گیا ہے۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۴)

اس حدیث میں بھی چار تکبیروں کے بعد دعا کا ذکر ہے' اس لیے اس دعا سے مراد بھی وہ دعا ہے جو نمازِ جنازہ کے بعد پڑھی جاتی ہے کیونکہ جو دعا نمازِ جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے وہ تین تکبیروں کے بعد پڑھی جاتی ہے اور اس حدیث میں اور اس سے پہلی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ یہ دعا چار تکبیروں کے بعد پڑھی گئی ہے اور اگر کوئی مخالف اس پر اصرار کرے کہ چار تکبیروں کے بعد یہ دعا نمازِ جنازہ کے اندر پڑھی گئی تھی اور اس کے بعد سلام پڑھا گیا تو لازماً سلام سے پہلے بھی ایک تکبیر پڑھی جائے گی اور اس طرح نمازِ جنازہ میں پانچ تکبیریں ہو جائیں گی اور یہ اجماع کے خلاف ہے۔ رہا یہ کہ ان دونوں حدیثوں میں چار تکبیروں کے بعد سلام کا ذکر نہیں ہے تو ہوسکتا ہے کہ راوی نے اس کا ذکر اس لیے نہ کیا ہو کہ چار تکبیروں کے سلام کا پڑھنا مسلمانوں میں بالکل ظاہر اور معروف تھا' اس لیے اس نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ بہر حال چار تکبیروں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کا دعا کرنا ہمارے مطلوب پر بہت واضح دلیل ہے۔

اور یہ حدیث بھی ہمارے مطلوب پر بہت واضح اور صریح دلیل ہے:

عن جبیر بن نفیر سمعه یقول سمعت عوف بن مالك یقول صلی رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی جنازة فحفظت من دعائه وهو یقول اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه واکرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الدنس وابدله دارا خیرا من داره واهلا خیرا من اهله وزوجا خیرا من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار قال حتی تمنیت ان اکون انا ذلك المیت.

(صحیح مسلم: ۹۶۳' سنن ترمذی: ۱۰۲۵' سنن نسائی: ۱۹۸۴)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جنازے کی نماز پڑھی' میں نے اس جنازے میں آپ کی دعا کے الفاظ یاد رکھے' وہ یہ ہیں: (ترجمہ:) اے اللہ! اس کی مغفرت فرما' اس پر رحم فرما' اس کو عافیت میں رکھ اور اس کو معاف فرما' اس کی عزت کے ساتھ مہمانی کر' اس کے مدخل کو وسیع کر' اس کو پانی' برف اور اولوں سے دھو ڈال' اس کو گناہوں سے اس طرح صاف کردے جس طرح تو نے سفید کپڑے کے میل کو صاف کر دیا' اس کے (دنیاوی) گھر کے بدلا میں اس سے بہتر گھر عطا فرما' اس کے (دنیاوی) گھر والوں کے بدلا میں بہتر گھر والے عطا فرما' اس کی (دنیاوی) بیوی کے بدلا میں اس سے بہتر بیوی عطا فرما' اس کو جنت میں داخل فرما' اس کو عذابِ قبر اور عذابِ نار سے محفوظ رکھ۔ حضرت عوف کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے یہ تمنا کی کہ کاش! وہ مرنے والا میں ہوتا (تا کہ یہ دعا مجھے مل جاتی)۔

نمازِ جنازہ کے اندر جو دعا ہو' اس کو سراً (آہستہ) پڑھا جاتا ہے اور اس دعا کو حضرت عوف بن مالک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر یاد کیا تھا' اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے یہ دعا جہراً پڑھی تھی اور جہراً دعا نمازِ جنازہ کے بعد پڑھی جاتی ہے' لہٰذا یہ وہ دعا ہے جو نمازِ جنازہ کے بعد پڑھی گئی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ محدثین نے اس دعا کو نمازِ جنازہ میں پڑھی جانے والی دعا کے باب میں ذکر کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو اس پر دلالت کرتا ہو کہ یہ وہ دعا ہے جو نمازِ جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے بلکہ حضرت عوف بن مالک کا اس دعا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر یاد کرنا اس پر ظاہر اور واضح قرینہ ہے کہ یہ دعا نمازِ جنازہ کے بعد پڑھی گئی تھی اور محدثین کا اس دعا کو نمازِ جنازہ کے اندر پڑھنے پر محمول کرنا محض ان کی رائے ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ان کو نہیں

فرمایا تھا کہ تم اس حدیث کو اس باب میں درج کرو۔ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کے ثبوت میں احادیث کا ذکر کرنے کے بعد اب ہم آثار صحابہ کا ذکر کر رہے ہیں:

امام ابوبکر عبداللہ بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عمير بن سعيد قال صليت مع علي على يزيد بن المكفف فكبر عليه اربعا ثم مشى حتى اتاه فقال اللهم عبدك وابن عبدك نزل بك اليوم فاغفرله ذنبه ووسع عليه مدخله ثم مشى حتى اتاه وقال اللهم عبدك وابن عبدك نزل بك اليوم فاغفرله ذنبه ووسع عليه مدخله فانا لا نعلم منه الا خيرا وانت اعلم به. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۳۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶ھ)

عمیر بن سعید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یزید بن المکفف کی نماز جنازہ پڑھی، انہوں نے اس پر چار تکبیریں پڑھیں، پھر کچھ چلتے حتیٰ کہ جنازہ کے پاس آئے، اور یہ دعا کی: اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندہ کا بیٹا ہے، آج اس پر موت طاری ہوئی ہے تو اس کے گناہ کو بخش دے اور اس کی قبر کو اس کے لیے کشادہ کر دے، پھر کچھ چل کر اس کے پاس آئے اور دعا کی: اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندہ کا بیٹا ہے، آج اس پر موت طاری ہوئی ہے تو اس کے گناہ کو بخش دے اور اس کی قبر کو کشادہ کر دے، کیونکہ ہمیں اس کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ علم نہیں ہے اور اس کا خوب علم تجھ کو ہی ہے۔

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک نماز جنازہ رہ گئی، جب وہ اس جنازہ پر آئے تو انہوں نے میت پر صرف استغفار کیا اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ رہ گئی، جب وہ ان کے جنازہ پر آئے تو کہا: اگر تم نے نماز جنازہ پڑھنے میں مجھ پر سبقت کر لی ہے تو ان کے لیے دعا کرنے میں تو مجھ پر سبقت نہ کرو۔

(المبسوط ج ۲ ص ۱۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھائی، جب آپ نماز جنازہ پڑھ چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے ساتھ آئے اور یہ ارادہ کیا کہ ان پر نماز جنازہ پڑھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز جنازہ دوبارہ نہیں پڑھی جاتی، لیکن تم میت کے لیے دعا کرو اور استغفار کرو اور یہ حدیث اس باب میں نص (صریح) ہے اور روایت ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ایک جنازہ پر نماز رہ گئی، جب وہ آئے تو انہوں نے میت کے لیے صرف استغفار کیا اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ رہ گئی، جب وہ آئے تو انہوں نے کہا: اگر تم نے ان کی نماز جنازہ میں مجھ پر سبقت کر لی ہے تو ان کے لیے دعا کرنے میں مجھ پر سبقت نہ کرو۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۳۸۔۳۳۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمود بن احمد البخاری المتوفی ۶۱۶ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز جنازہ دوبارہ نہیں پڑھی جاتی لیکن تم میت کے لیے دعا کرو اور استغفار کرو۔ (المحیط البرہانی ج ۲ ص ۳۳۳، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

ان احادیث اور آثار سے یہ واضح ہوگیا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا عہد رسالت اور عہد صحابہ میں معمول اور مشروع تھا۔ اس تفصیل اور تحقیق کے بعد ہم فقہاء کی ان عبارات کی تنقیح کرنا چاہتے ہیں جن سے مخالفین نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کے عدم جواز پر

استدلال کرتے ہیں۔

نمازِ جنازہ کے بعد دعا سے ممانعت کے دلائل اور ان کے جوابات

ملاعلی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

نمازِ جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا نہ کرے کیونکہ اس سے نمازِ جنازہ میں زیادتی کا شبہہ پیدا ہوتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۴ ص ۱۷۰، مکتبہ حقانیہ پشاور)

ہم نے نمازِ جنازہ کے بعد دعا کو احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ سے ثابت کیا ہے اور ملاعلی قاری کی یہ عبارت نہ قرآن کی آیت ہے، نہ حدیث ہے، نہ اثر ہے تو اس میں اتنی قوت کہاں سے آ گئی کہ یہ احادیث صحیحہ کے مزاحم ہو سکے، تاہم اس کی توجیہ یہ ہے کہ ملاعلی قاری نے نمازِ جنازہ کے بعد دعا کو اس لیے منع کیا ہے کہ اس سے نمازِ جنازہ میں زیادتی کا شبہہ پیدا ہوتا ہے اور زیادتی کا شبہہ اس وقت ہوگا جب سلام پھیرنے کے بعد اسی طرح صفیں قائم رہیں اور لوگ اسی طرح اپنی جگہوں پر ہاتھ باندھے کھڑے رہیں، پھر اسی حال میں میت کے لیے دعا کریں تو یہ شبہہ ہوگا کہ یہ دعا بھی نمازِ جنازہ کا جز ہے، لیکن جب سلام پھیرنے کے بعد صفیں ٹوٹ جائیں اور لوگ منتشر ہو کر جنازہ کے گرد جمع ہوں اور ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر میت کے لیے ایصالِ ثواب کریں اور ہاتھ اٹھا کر میت کے لیے دعا کریں تو پھر کوئی عقل و خرد سے عاری شخص ہی ہوگا جو یہ سمجھے گا کہ یہ دعا نمازِ جنازہ کا جز ہے۔

اسی طرح بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ ظاہر الروایہ میں ہے کہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا نہ کرے، اور نوادر میں ہے: یہ دعا جائز ہے۔

علامہ محمود بن احمد البخاری متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

نمازِ جنازہ کے بعد کوئی شخص دعا کے لیے کھڑا نہ ہو کیونکہ وہ ایک مرتبہ دعا کر چکا ہے اور نمازِ جنازہ کا اکثر حصہ دعا ہے، اور نوادر کی روایت میں ہے کہ یہ دعا جائز ہے۔ (المحیط البرھانی ج ۲ ص ۳۳۸، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

نمازِ جنازہ میں سلام پھیرنے کے بعد دعا نہ کرے، اسی طرح خلاصۃ الفتاوٰی (ج ۱ ص ۲۲۵) میں ہے اور امام فضلی نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۳، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

نمازِ جنازہ میں سلام پھیرنے کے بعد کوئی دعا نہ کرے، یہ ظاہر مذہب ہے اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ یہ دعا کرے: "ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة" اور بعض نے کہا: یہ دعا کرے: "اللهم لا تحرمنا اجره ولا تفتن بعده واغفرلنا وله" اور بعض نے کہا: یہ دعا کرے: "ربنا لا تزغ قلوبنا..... الٰی اخره"۔ (النہر الفائق ج ۱ ص ۳۹۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ اور علامہ شیخ زادہ داماد آفندی متوفی ۱۰۷۸ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(غنیۃ المستملی ص ۵۸۶۔۵۸۵، سہیل اکیڈمی لاہور، مجمع الانہر ج ۱ ص ۲۷۱، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

فقہاء کی ان عبارات سے واضح ہوا کہ اگر نمازِ جنازہ کے سلام پھیرنے کے متصل بعد وہیں کھڑے کھڑے صفیں توڑے بغیر میت کے لیے دعا کی تو یہ ظاہر الروایہ میں ممنوع ہے لیکن نوادر کی عبارت میں، امام فضلی اور دیگر متاخرین کی عبارات میں مذکور ہے کہ اس کیفیت سے بھی نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنا جائز ہے اور اگر نمازِ جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر میت کے لیے دعا کی جائے جیسا کہ مروجہ طریقہ ہے تو پھر یہ کسی کے اعتبار سے بھی ممنوع نہیں ہے اور اس کے جواز اور استحسان میں کوئی کلام نہیں ہے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ نے نمازِ جنازہ کے بعد دعا کی ممانعت میں لکھا ہے:
سوال (۳۰۷): نمازِ جنازہ کے بعد جماعت کے ساتھ وہیں ٹھہر کر دعا کرنا کیسا ہے؟
الجواب: درست نہیں! ''لما فی البزازیه لا یقوم بالدعا بعد صلوة الجنازة لانه دعا مرة لان اکثرها دعا''.
(بزازیہ علیٰ ھامش العالمگیریہ ج ۴ ص ۹۰) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ (اعداد المفتیین کامل) ص ۴۴۴ 'دارالاشاعت' کراچی ۱۹۷۷ء)

دراصل بزازیہ کی یہ عبارت عالم گیری ج ۴ ص ۸۰ پر ہے' اس کا ترجمہ یہ ہے: نمازِ جنازہ کے لیے بعد دعا کے لیے کھڑا نہ رہے کیونکہ وہ ایک مرتبہ دعا کر چکا ہے اور نمازِ جنازہ کا اکثر حصہ دعا پر مشتمل ہے۔

اس ممانعت کا بھی وہی محمل ہے کہ نمازِ جنازہ کے بعد اسی جگہ صفیں توڑے بغیر دعا نہ کرے' صفیں توڑنے اور لوگوں کے منتشر ہونے کے بعد ممانعت نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر فصل کیے بغیر اسی جگہ دعا کرے گا تو اس سے نمازِ جنازہ میں زیادتی کا شبہ ہوگا۔

دارالعلوم دیوبند کے مفتی اوّل مفتی عزیز الرحمٰن لکھتے ہیں:
سوال (۳۱۳۴): بعد نمازِ جنازہ قبل دفن چند مصلیوں (نمازیوں) کا ایصالِ ثواب کے لیے سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار آہستہ آواز سے پڑھنا یا کسی نیک آدمی کا دونوں ہاتھ اٹھا کر مختصر دعا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟
الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے لیکن اس کو رسم کر لینا اور التزام کرنا مثل واجبات کے' اس کو بدعت بنا دے گا۔ ''کما صرح به الفقهاء فقط''. (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مدلل مکمل ج ۵ ص ۴۳۵-۴۳۴ 'دارالاشاعت' کراچی)

اس فتویٰ سے معلوم ہوا کہ نمازِ جنازہ کے بعد کچھ فصل کر کے دعا کرنا جائز ہے بلکہ مستحب اور مسنون ہے۔ مثل واجبات کے التزام کرنا ہمارے نزدیک بھی صحیح نہیں ہے۔

اس مبحث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ ہم نے اپنی تفسیر' تبیان القرآن میں الزمر: ۳۰ کی تفسیر میں لکھا ہے' یہاں پر ہم نے چند اقتباس درج کیے ہیں' جو حضرات اس کو پوری تفصیل سے سمجھنا چاہتے ہوں' وہ اصل تفسیر کا مطالعہ کریں۔

٦٦ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ مَا يُدْفَنُ

دفن کے بعد قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا

١٣٣٦ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ قَالَ اَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرٍ مَنْبُوْذٍ' فَاَمَّهُمْ وَصَلَّوْا خَلْفَهُ. قُلْتُ مَنْ حَدَّثَكَ هٰذَا يَا اَبَا عَمْرٍو؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان الشیبانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے الشعبی سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک منفرد قبر کے پاس سے گزرا تھا' آپ نے مسلمانوں کی امامت کی اور انہوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی' میں نے پوچھا: اے ابوعمرو! آپ کو کس نے یہ حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

١٣٣٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ أَسْوَدَ رَجُلًا أَوِ امْرَأَةً، كَانَ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَ وَلَمْ يَعْلَمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَوْتِهِ، فَذَكَرَهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ مَا فَعَلَ ذٰلِكَ الْإِنْسَانُ؟ قَالُوْا مَاتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ أَفَلَا آذَنْتُمُوْنِي. فَقَالُوْا إِنَّهُ كَانَ كَذَا وَكَذَا ......قِصَّتُهُ. قَالَ فَحَقَّرُوْا شَأْنَهُ، قَالَ فَدُلُّوْنِي عَلٰى قَبْرِهِ. فَأَتٰى قَبْرَهُ فَصَلّٰى عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از ابی رافع از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام مرد یا عورت جو مسجد کی صفائی کرتا تھا پس وہ فوت ہوگیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی وفات کا علم نہیں ہوا پس ایک دن آپ نے اس کا ذکر کیا پس فرمایا: اس انسان کو کیا ہوا؟ مسلمانوں نے بتایا: یارسول اللہ! وہ فوت ہوگیا آپ نے فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی پس مسلمانوں نے کہا: اس کا اس طرح اور اس طرح قصہ ہے انہوں نے اس کو کم حیثیت کا سمجھا تھا آپ نے فرمایا: مجھے اس کی قبر بتاؤ پھر آپ اس کی قبر پر آئے اور اس پر نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۵۸ میں گزر چکی ہے۔

٦٧ - بَابُ الْمَيِّتُ يَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ

مردہ جوتوں کی آواز (بھی) سنتا ہے

١٣٣٨ - حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ ح. وَقَالَ لِي خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ، حَتّٰى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ، أَتَاهُ مَلَكَانِ فَأَقْعَدَاهُ، فَيَقُوْلَانِ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُوْلُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ، فَيُقَالُ انْظُرْ إِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ، أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهِ مَقْعَدًا مِّنَ الْجَنَّةِ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَرَاهُمَا جَمِيْعًا، وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِي، كُنْتُ أَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ. فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ، ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِّنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ، فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَّلِيْهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ. [طرف الحدیث: ۱۳۷۴]

(صحیح مسلم: ۲۸۷۰، الرقم المسلسل: ۷۰۸۳، سنن ابوداؤد: ۴۷۵۲، ۳۲۳۱، سنن نسائی: ۲۰۴۹، السنۃ لابن ابی عاصم: ۸۶۳، صحیح ابن حبان:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی (ح) انہوں نے کہا: مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جب بندہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھا دیتے ہیں پس وہ اس سے کہتے ہیں: تم اس شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا کہتے تھے؟ پس وہ کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر اس سے کہا جائے گا: دیکھو! تمہارے بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں تھی اللہ نے اس کو تمہارے لیے جنت میں بیٹھنے کی جگہ سے تبدیل کر دیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس وہ ان دونوں جگہوں کو دیکھے گا رہا کافر یا منافق تو وہ کہے گا: میں نہیں جانتا میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے پس اس سے کہا جائے گا: تو نے عقل سے جانا نہ قرآن مجید کی تلاوت کی پھر اس کے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے ضرب لگائی

جائے گی' جس سے وہ چلائے گا اور اس کے چلانے کو جن اور انس
کے علاوہ اس کے قریب کی تمام چیزیں سنیں گی۔

١٢٠ ٣' الشریعۃ للآجری ص ٣٦٦-٣٦٥' مسند احمد ج ٣ ص ١٢٦ طبع قدیم'
مسند احمد: ١٢٢٧١- ج ١٩ ص ٢٩٠-٢٨٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع
المسانید لابن جوزی: ١٢٥' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عیاش بن الولید (٢) عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ السامی (٣) خلیفہ بن خیاط (۴) یزید بن زریع (۵) سعید بن ابی عروبہ (٦) قتادہ بن دعامہ (٧) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٢٠٦)

منکر نکیر کا معنی اور فرشتوں کا آپ کا نام لینا اور وصف رسالت کا ذکر نہ کرنا اور اس کی توجیہ

اس حدیث میں "قرع نعالھم" کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: جو لوگ میت کو دفن کر کے واپس جا رہے تھے' مردہ ان کے جوتوں کے چلنے کی آواز کو سنتا ہے۔

اس میں ذکر ہے: اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں' ان کو منکر نکیر کہا جاتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی خلقت اور بناوٹ آدمیوں کی طرح ہوتی ہے' نہ فرشتوں کی طرح ہوتی ہے' نہ جانوروں کی طرح' نہ حشرات الارض کی طرح بلکہ ان کی بناوٹ بالکل عجیب وغریب ہوتی ہے اور دیکھنے والوں کو ان کی شکل سے کوئی انس نہیں ہوتا' اللہ تعالیٰ نے ان کو مسلمانوں کی تکریم کے لیے بنایا تا کہ وہ ان کو ثابت قدم رکھیں اور کافر کی اہانت کے لیے تا کہ اس کو قیامت سے پہلے عذاب دیا جائے۔ فرشتے اس سے کہیں گے: تم اس شخص محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے متعلق کیا کہتے تھے؟ فرشتے آپ کا تعظیم اور تکریم سے ذکر نہیں کریں گے' مثلاً یوں نہیں کہیں گے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کیا کہتے تھے؟ کیونکہ یہ امتحان کا موقع ہے تا کہ تعظیم اور توقیر سے میت کو جواب کی طرف نہ اشارہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ٨ ص ٢٠٨-٢٠٧)

فرشتوں کے سوال کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کرنے کی تحقیق

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ١٠٥٢ھ لکھتے ہیں:

فرشتے کہیں گے: تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ فرشتے آپ کی طرف لفظ "ھٰذا" سے اشارہ کریں گے' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی شخصیت مشہور ہے اور اگرچہ آپ ہم سے غائب ہیں مگر ہمارے ذہنوں میں حاضر ہیں یا آپ کی ذات شریف خارج میں حاضر ہو گی' اس طرح کہ قبر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال حاضر کی جائے گی تا کہ آپ کے جمال جہاں آراء کے مشاہدہ سے فرشتوں کے سوال کی گرہ کھل جائے' اور آپ کی ملاقات کے نور سے فراق کی ظلمت دور ہو جائے اور اس میں مشتاقانِ زیارت کے لیے یہ بشارت ہے کہ اگر وہ قبر میں آپ کی زیارت کی امید سے خوشی سے موت کا استقبال کریں تو اس کی گنجائش ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ١ ص ١٢۴' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

مصنف کے نزدیک یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خواص مقربین اور اولیاء اللہ کی قبروں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود تشریف لے جائیں اور فرشتے آپ کی طرف اشارہ کر کے کہیں کہ تم اس شخص محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے متعلق کیا کہتے تھے' اور عام مسلمانوں اور آپ کی قبر انور کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو اٹھا کر قبر والے سے سوال کیا جائے' اور کفار کو آپ کی مثال دکھا کر سوال کیا جائے کہ جن کی یہ مثال ہے ان کے متعلق تم دنیا میں کیا کہتے تھے؟ اور چونکہ آپ کی زیارت نعمت ہے' اس لیے کفار کو اس نعمت سے محروم رکھا جائے گا۔

قبر والا آپ کے متعلق قبر میں وہی کہے گا' جو دنیا میں کہتا تھا

فرشتے یہ نہیں پوچھیں گے کہ تم اب ان کے متعلق کیا کہتے ہو؟ بلکہ یہ پوچھیں گے کہ تم ان کے متعلق دنیا میں کیا کہتے تھے؟ سو آپ کے متعلق جو شخص جو کہتا ہوگا وہی قبر میں کہہ دے گا۔

شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ١٣٤٦ ھ نے لکھا ہے:

پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کا تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان اُمور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائے کہ زیادہ ہو۔ (براھین قاطعہ ص ٥٢' مطبع بلال ڈھور' ہند)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ١٠٥٢ ھ لکھتے ہیں:

بندہ مسکین یہ کہتا ہے کہ مؤمن عارف' سیّد المرسلین و امام العارفین سے حقیقت روح کے علم کی نفی کیسے کرسکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ذات اور صفات کا علم عطا فرمایا ہے اور آپ پر اوّلین اور آخرین کا علم کھول دیا ہے' روح انسان کا علم آپ کے علوم کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے' وہ آپ کے دریائے علم کا ایک قطرہ ہے اور آپ کے بیضاء علم کا ایک ذرّہ ہے۔

(مدارج النبوت ج ٢ ص ٤١۔ ٤٠' مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

سو اس حدیث کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ علماء دیو بند اور غیر مقلدین قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق وہی کہیں گے جو دنیا میں کہتے تھے اور علماء اہل سنت قبر میں فرشتوں کے جواب میں وہی کہیں گے جو دنیا میں آپ کے متعلق کہتے تھے۔

اسماعیل دہلوی متوفی ١٢٤٦ ھ لکھتے ہیں: جس کا نام محمد یا علی ہے' وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان (کلاں) ص ٢٨' طبع لاہور)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت متوفی ١٣٤٠ ھ فرماتے ہیں:

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں — حیراں ہوں یہ بھی ہے خطاء یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
حق یہ کہ ہیں عبد الٰہ اور عالم امکاں کے شاہ — برزخ ہیں وہ سر خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

(حدائق بخشش ج ١ ص ٣٩' فرید بک سٹال' لاہور)

حافظ سیوطی متوفی ٩١١ ھ نے لکھا ہے کہ قبر میں میت سے اس کے اعتقاد اور نظریہ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

(شرح الصدور ص ١٣٢)

قبرستان میں جوتے پہن کر چلنے کی تحقیق

اس حدیث میں ذکر ہے کہ مردہ قبر میں جوتیوں کی آواز سنتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں جوتے پہن کر چلنا جائز ہے' تاہم اس کے خلاف یہ حدیث ہے:

بشیر مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ جاہلیت میں ان کا نام زحم بن معبد تھا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کی تو آپ نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: زحم' آپ نے فرمایا: بلکہ تم بشیر ہو' انہوں نے بیان کیا کہ میں چل رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین کی قبروں کے پاس سے گزرے' آپ نے تین بار فرمایا: ان لوگوں نے خیر کثیر پر سبقت کی ہے' پھر مسلمانوں کی قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ان لوگوں نے خیر کثیر کو پالیا' پھر آپ نے نظر اٹھائی تو ایک آدمی قبروں کے درمیان سے جوتے پہنے ہوئے چل رہا تھا' تو آپ نے فرمایا: اے جوتوں والے! تجھ پر افسوس ہے! اپنے جوتے اتار دے' اس شخص نے مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان لیا' پھر اس نے جوتے اتار کر پھینک دیئے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۲۳۰'سنن نسائی: ۲۰۴۷'سنن ابن ماجہ: ۱۵۶۸)

علامہ شمس الدین عبدالرحمان بن محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ ھ نے لکھا ہے:

جب کوئی شخص قبرستان میں داخل ہو تو مستحب یہ ہے کہ جوتے اتار دے۔ (الشرح الکبیر ج ۳ ص ۲۸۰'دارالحدیث قاہرہ'۱۴۲۵ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء نے لکھا ہے کہ قبرستان میں جوتے پہن کر جانا جائز ہے'فقہاء تابعین میں سے حسن بصری'ابن سیرین'النخعی اور ثوری کا یہی مؤقف ہے'امام ابوحنیفہ'امام مالک'امام شافعی اور ان کے بعد کے جمہور فقہاء کا یہی مختار ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ آپ نے اس شخص کو جوتے اتارنے کا اس لیے نہیں فرمایا تھا کہ قبرستان میں جوتے پہن کر چلنا ممنوع ہے' بلکہ آپ نے اس لیے منع فرمایا تھا کہ اس کے جوتوں پر گندگی لگی ہوئی تھی۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ آپ نے جوتے پہن کر چلنے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ جوتے پہن کر چلنا امیر آدمیوں کا طریقہ ہے اور قبرستان میں تواضع اور خضوع اور خشوع سے چلنا چاہیے۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں صرف ایک واقعہ کی حکایت کی ہے اور یہ اباحت کا تقاضا کرتی ہے نہ کہ تحریم کا اور آپ نے قبروں کے احترام کی وجہ سے جوتے اتارنے کا حکم دیا' جس طرح آپ نے قبروں پر ٹیک لگانے اور ان پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۳-۲۱۲'دارالکتب العلمیہ'بیروت'۱۴۲۱ھ)

فرشتوں کے سوال کے بعد قبر والے کا حال اور نیک مسلمانوں کی روحوں کا قبروں پر آنا

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب فرشتے سوال سے فارغ ہو جاتے ہیں تو پھر میت کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر میت سعید ہو تو اس کی روح جنت میں ہوتی ہے اور اگر شقی ہو تو پھر اس کی روح سجین میں ہوتی ہے' وہ ساتویں زمین میں دوزخ کے کنارے ایک پتھر ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک قوم برزخ میں ہوتی ہے' وہ جنت میں ہے نہ دوزخ میں' اور اس کی دلیل اصحاب الاعراف کا قصہ ہے۔

جو مسلمان مرتکب کبیرہ ہیں' ان کے متعلق کیا کہا جاتا ہے' کیا ان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ تم صالح کی طرح سو جاؤ یا ان سے سکوت کیا جاتا ہے۔ (ان کے متعلق حدیث میں کوئی تصریح نہیں ہے' وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف مفوض ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

ایک قول یہ ہے کہ نیک مسلمانوں کی روحیں قبروں پر مطلع ہوتی ہیں اور ان میں سے اکثر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو مطلع ہوتی ہیں اور ہفتہ کی رات کو طلوع آفتاب تک' وہ زندوں کے اعمال کو دیکھتی ہیں اور نیک مسلمانوں میں سے جو فوت ہو جائیں ان سے سوال کرتی ہیں کہ فلاں شخص نے کیا کیا' اگر اس کے نیک اعمال کا ذکر کیا جائے تو وہ کہتے ہیں: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھنا اور اگر اس کے خلاف ہو تو وہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اس کو رجوع کی توفیق دینا' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب وہ اپنی قبروں میں ہوتے ہیں تو جو ان کو سلام کرتا ہے وہ اس کا سلام سنتے ہیں اور اگر ان کو اجازت دی جائے تو وہ اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۳'دارالکتب العلمیہ'بیروت'۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عذابِ قبر کا ثبوت ہے اور یہ عذاب کفار کو ہوگا اور ان فساق مسلمانوں کو ہوگا جن کو اللہ تعالیٰ عذاب دینا چاہے گا۔ فرشتوں کا سوال اس امت کے ساتھ مخصوص ہے یا پچھلی امتوں سے بھی فرشتے سوال کرتے تھے؟ ظاہر یہ ہے کہ یہ سوال اس امت کے ساتھ مخصوص ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عقائد میں تقلید مذموم ہے کیونکہ منافق یہ کہے گا کہ میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی وہی کہہ دیا۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ فرشتوں کے سوالوں کا جواب دینے کے لیے میت میں روح لوٹائی جائے گی' پھر دوبارہ وہ مر جائیں گے تو ان کو عارضی حیات دی جائے گی۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۰۴' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

مُردوں کے سننے کا ثبوت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب لوگ مردہ کو دفن کر کے چلے جاتے ہیں تو مردہ ان کی جوتیوں کی آواز کو سنتا ہے' اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں' ہم نے اپنی تفسیر' تبیان القرآن میں الانفال: ۱۴ کی تفسیر میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ یہ بحث تبیان القرآن ج ۴ ص ۵۹۰۔ ۵۷۷ پر پھیلی ہوئی ہے' جن قارئین کو اس موضوع سے دلچسپی ہے' وہ اس بحث کا ضرور مطالعہ کریں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۰۸۸۔ ج ۷ ص ۶۹۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) قبر میں سوال اور جواب کے متعلق احادیث (۲) آیا قبر میں کفار سے بھی سوال ہوگا یا نہیں؟ (۳) آیا پچھلی امتوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا تھا یا یہ سوال صرف اس امت کے ساتھ مخصوص ہے؟ (۴) آیا انبیاء علیہم السلام اور نابالغ بچوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا ہے یا نہیں؟ (۵) قبر میں سوال کرنے والے فرشتوں کی تحقیق (۶) قبر کے سوال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کی تحقیق (۷) قبر کے سوالوں سے فارغ ہونے کے بعد میت کا کیا انجام ہوگا؟ (۸) ان لوگوں کا بیان جن سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا (۹) قبر میں مردے کو جمعہ کے حوالے کرنے کی تحقیق (۱۰) قبروں کی زیارت کرنا اور قبر والوں کا زائرین کو پہچاننا' ان کے سلام کا جواب دینا اور ان سے کلام کرنا (۱۱) روحوں کی قیام گاہ کی تحقیق (۱۲) روحوں کا زندوں کے احوال اور اعمال پر مطلع ہونا (۱۳) زیارتِ قبور کا بیان (۱۴) زیارتِ قبور کے متعلق احادیث (۱۵) فقہاء احناف کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم (۱۶) فقہاء حنبلیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم (۱۷) فقہاء شافعیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم (۱۸) فقہاء مالکیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم (۱۹) کون کہاں مرے گا اور کل کیا ہوگا؟ اس کے علم کی تحقیق (۲۰) سماعِ موتیٰ کی تحقیق (۲۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سماعِ موتیٰ سے انکار اور اس کا جواب۔

٦٨ - بَابُ مَنْ اَحَبَّ الدَّفْنَ فِی الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ اَوْ نَحْوِهَا

جوارضِ مقدسہ یا اس کی مثل جگہ میں دفن ہونے کو پسند کرے

١٣٣٩ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ اِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، فَلَمَّا جَاءَهٗ صَكَّهٗ، فَرَجَعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

إِلَى رَبِّهٖ، فَقَالَ أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدٍ لَا يُرِيدُ الْمَوْتَ! فَرَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَيْنَهٗ، وَقَالَ ارْجِعْ، فَقُلْ لَهٗ يَضَعُ يَدَهٗ عَلٰى مَتْنِ ثَوْرٍ، فَلَهٗ بِكُلِّ مَا غَطَّتْ بِهٖ يَدُهٗ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ. قَالَ أَيْ رَبِّ، ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ. قَالَ فَالْآنَ، فَسَأَلَ اللّٰهَ أَنْ يُدْنِيَهٗ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ. قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَوْ كُنْتُ ثَمَّ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهٗ، إِلٰى جَانِبِ الطَّرِيْقِ، عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْأَحْمَرِ. [طرف الحدیث: ۳۴۰۷]

کی طرف ملک الموت کو بھیجا گیا' جب ان کے پاس ملک الموت آیا تو انہوں نے اس کو ایک تھپڑ مارا' وہ اپنے رب کی طرف لوٹ گیا' پس کہا: تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا جو موت کا ارادہ ہی نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ لوٹا دی اور فرمایا: جاؤ! ان سے کہنا: آپ بیل کی پشت پر ہاتھ رکھ دیں' آپ کے ہاتھ سے جتنے بال چھپیں گے تو ہر بال کے بدلے میں آپ کی ایک سال عمر ہو گی' حضرت موسیٰ نے پوچھا: اے میرے رب! پھر کیا ہو گا؟ فرمایا: پھر موت ہو گی! حضرت موسیٰ نے کہا: پھر ابھی ہو جائے' پھر اللہ سے سوال کیا کہ وہ ان کو ارضِ مقدسہ سے اتنی دور کر دے' جتنی دور پتھر پھینکنے سے جاتا ہے' حضرت ابوہریرہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اس جگہ ہوتا تو میں تم کو ان کی قبر دکھاتا' وہ راستہ کی جانب سرخ ریت کے ٹیلے کے پاس ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۷۲' الرقم المسلسل: ۶۰۳۳' سنن نسائی: ۲۰۸۹' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۵۳۰' صحیح ابن حبان: ۶۲۲۳' الاسماء والصفات ص ۴۹۲' السنہ لابن ابی عاصم: ۵۹۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۶۴۶۔ ج ۱۳ ص ۸۴' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۴۴۶۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمود بن غیلان (۲) عبدالرزاق بن ہمام (۳) معمر بن راشد (۴) عبداللہ بن طاؤس (۵) طاؤس بن کیسان (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ملک الموت کو تھپڑ مارنا' کیا کوئی معیوب کام تھا؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے کہا: بعض اہل بدعت اور جہمیہ نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو پہچانا تھا یا نہیں؟ اگر انہوں نے ان کو پہچان لیا تھا تو پھر ان پر ظلم کیا اور وہ اللہ کے رسول ہیں تو ان کی توہین کی اور اللہ کے رسول کی توہین کرنا اللہ تعالیٰ کی توہین کرنا ہے اور اگر انہوں نے ملک الموت کو نہیں پہچانا تھا تو یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مرتبہ سے بعید ہے' اور حشویہ نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو ملک الموت کے تھپڑ مارا تھا' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کا قصاص نہیں لیا اور اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

امام ابن خزیمہ نے اس کے جواب میں کہا: یہ ان لوگوں کا اعتراض ہے جو بصیرت سے محروم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ان کی روح قبض کرنے کے ارادہ سے نہیں بھیجا تھا بلکہ حضرت موسیٰ کے امتحان اور ان کی آزمائش کے لیے ان کی طرف ملک الموت کو بھیجا تھا' جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں اور اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ نہیں کیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو قتل کر دیں بلکہ ان کو آزمانے کے لیے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا' پس اللہ تعالیٰ نے

ان کے بیٹے کا فدیہ بھیج دیا اور ایک دنبہ کو ذبح کرا دیا اور فرمایا:

وَنَادَيْنَاهُ اَنْ يَّا اِبْرَاهِيْمُ O قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا. (الصّٰفّٰت: ۱۰۵-۱۰۴) اور ہم نے ان کو نداء کی کہ اے ابراہیم!O آپ نے اپنا خواب سچا کر دیا۔

اور اگر اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح کو قبض کرنے کا ارادہ کرتا تو وہ ضرور ان کی روح کو قبض فرمالیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کو کر گزرتا ہے اس نے فرمایا ہے:

وَاِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَا اَرَدْنَاهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُO (النحل: ۴۰) اور جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ ہو جا سو وہ ہو جاتی ہےO

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھپڑ مارنا مباح تھا کیونکہ انہوں نے آدمی کی صورت میں ایک شخص کو دیکھا جو ان کے پاس آیا اور ان کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ ملک الموت ہے اور جو شخص کسی مسلمان کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر دیکھ رہا ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی آنکھ پھوڑنے کو مباح کر دیا ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کے گھر میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکے پس وہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں تو اس میں دیت ہے نہ قصاص ہے۔

(مشکل الآثار: ۹۳۹، المنتقی: ۷۹۰، صحیح ابن حبان: ۶۰۰۴، سنن دار قطنی ج ۳ ص ۱۹۹، سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۳۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۵)

اور یہ محال ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ علم ہو کہ یہ حضرت ملک الموت ہیں اور ان کی آنکھ پھوڑ دیں۔ حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے اور انہوں نے ابتداء میں نہیں پہچانا کہ یہ فرشتے ہیں حتیٰ کہ خود فرشتوں نے بتادیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں اور اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ابتداء میں پتا چل جاتا کہ یہ فرشتے ہیں تو محال تھا کہ وہ ان کے پاس بھنا ہوا بچھڑا لے کر آتے کیونکہ فرشتے طعام نہیں کھاتے اور جب حضرت ابراہیم کو ان سے خطرہ ہوا تو انہوں نے کہا: آپ مت ڈریں بے شک ہمیں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف بھیجا گیا ہے اور فرشتہ حضرت مریم کے پاس آیا تو انہوں نے اس کو نہیں پہچانا اور ان سے پناہ طلب کی اور اگر حضرت مریم کو ابتداءً پتا ہوتا کہ یہ فرشتہ ہے اور انہیں ایسے بیٹے کی بشارت دینے آیا ہے جو مادرزاد اندھوں کو بینا کرے گا اور کوڑھیوں کو تندرست کرے گا اور وہ اللہ کا نبی ہوگا تو وہ اس فرشتہ سے پناہ طلب نہ کرتیں اور حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس دو آدمیوں کی صورتوں میں لڑتے ہوئے دو فرشتے آئے اور حضرت داؤد نے ان کو نہیں پہچانا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لیے بھیجا تھا کہ ان میں سے ایک کا دوسرے کے خلاف جو دعویٰ ہے اس سے حضرت داؤد علیہ السلام نصیحت حاصل کریں اور وہ یہ جان لیں کہ انہوں نے جو کام کیا ہے وہ درست نہیں ہے پس انہوں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور نادم ہوئے قرآن مجید میں ہے:

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا. (صٓ: ۲۴) اور داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے ان کو آزمائش میں مبتلا کیا ہے پس انہوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں جھک گئے۔

تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس اچانک ملک الموت آئے اور انہوں نے ان کو نہیں پہچانا تو اس میں کون سے تعجب کی بات ہے۔

رہا جہمیوں کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو لگائے ہوئے تھپڑ کا بدلا نہیں لیا تو یہ ان کی جہالت کی دلیل ہے ان کو کس نے یہ

خبر دی کہ فرشتوں اور آدمیوں کے درمیان قصاص ہوتا ہے اور ان کو کس نے یہ خبر دی کہ ملک الموت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قصاص طلب کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کا قصاص نہیں لیا' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ حضرت موسیٰ نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے اس قتل کا قصاص نہیں لیا۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے سامنے جب دو عورتوں نے ایک بچہ کے متعلق یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس کا بچہ ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ حکم دیا کہ اس بچہ کو چھری سے کاٹ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں اور ہر عورت کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا جائے' حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ حکم اس لیے نہیں دیا تھا کہ اس پر عمل کیا جائے بلکہ انہوں نے یہ حکم آزمانے کے لیے دیا تھا تا کہ ان پر منکشف ہو جائے کہ حقیقت میں یہ بچہ کون سی عورت کا ہے کیونکہ ماں اپنے بچہ پر شفیق ہوتی ہے' وہ کبھی اس بچے کے ٹکڑے کرنے پر راضی نہیں ہوگی' سو ایک عورت نے کہا: ٹھیک ہے اس کے دو ٹکڑے کر دیں' اور دوسری نے کہا: اس کے دو ٹکڑے نہ کریں اور بچہ اس مدعیہ کو دے دیں' وہ زندہ تو رہے گا' پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے جان لیا کہ یہی عورت اس بچہ کی حقیقی ماں ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت کو آزمائش کے لیے بھیجا تھا نہ کہ حقیقتہً ان کی روح کو قبض کرنے کے لیے بھیجا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کتنی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ بے شک اللہ کسی نبی کی روح کو قبض نہیں فرماتا حتیٰ کہ اس کو اختیار دے۔ (حلیۃ الاولیاء: ١٩٩٠)

اور حتیٰ کہ اس کو جنت میں اس کا ٹھکانا دکھا دے تو جب تک حضرت موسیٰ کو جنت میں ان کا مقام نہیں دکھایا تھا تو ملک الموت کو ان کی روح قبض کرنے کا حکم دینا جائز نہ تھا' پس حضرت ملک الموت کو صرف آزمائش کے لیے بھیجا گیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ سوال کیا تھا کہ ان کو ارضِ مقدسہ کے قریب کر دیا جائے تو یہ سوال اس جگہ کی فضیلت کی وجہ سے تھا کیونکہ اس زمین میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبریں تھیں' پس حضرت موسیٰ نے اپنی وفات کے بعد صالحین کے قرب اور جوار کو پسند فرمایا کیونکہ نیک مسلمان ایسی جگہوں کا قصد کرتے ہیں اور صالحین کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں اور وہاں دعا کرتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ٣ ص ٣٢٤۔ ٣٢٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی نے بھی علامہ ابن بطال کی اس تقریر کو بعینہٖ نقل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٨ ص ٢١٥۔ ٢١٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

ارضِ مقدسہ سے پتھر پھینکنے کے فاصلہ پر روح قبض کرنے کی دعا کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ جب وہ ارضِ مقدسہ یعنی بیت المقدس سے پتھر پھینکنے کے فاصلہ پر ہوں' اس وقت ان کی روح قبض کر لی جائے' ہو سکتا ہے کہ اس کی حکمت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں دخول سے منع فرما دیا تھا اور چالیس سال تک ان کو میدانِ تیہ میں چھوڑے رکھا یہاں تک کہ موت نے ان کو فنا کر دیا' پس حضرت یوشع علیہ السلام کے ساتھ صرف ان کی اولاد ارضِ مقدسہ میں گئی' اور جن لوگوں پر پہلے ارضِ مقدسہ میں دخول ممتنع کر دیا گیا تھا' ان میں سے کوئی بھی داخل نہیں ہوا' اور ارضِ مقدسہ کی فتح سے پہلے حضرت ہارون علیہ السلام فوت ہوئے' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے' پس جبارین کے غلبہ کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ارضِ مقدسہ میں داخل ہونا ممکن نہیں ہوا اور نہ ہی تدفین کے بعد ان کی قبر کو وہاں سے منتقل کرنا ممکن تھا اور جب وہ ارضِ مقدسہ کے قریب دفن ہوئے تو گویا ارضِ مقدسہ میں ہی مدفون ہوئے' خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارضِ

مقدسہ سے پتھر پھینکے جانے کے فاصلہ پر تدفین کو اس لیے پسند فرمایا نہ کہ ارضِ مقدسہ میں کیونکہ ان کی زندگی میں جبارین کے تسلط کی وجہ سے ان کا ارضِ مقدسہ میں دخول ممکن نہ تھا۔

میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کرنے کے متعلق اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے کیونکہ اس وجہ سے دفن میں تاخیر ہوتی ہے اور میت کے احترام میں کمی ہوتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر کوئی غرض راجح ہو جیسے میت کے لیے صالحین کا قرب مطلوب ہو تو اس کو منتقل کرنا مستحب ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر مکروہ تحریمی ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ فضیلت والی زمین جیسے مکہ ہے' اس میں دفن کرنے کے لیے میت کو منتقل کرنا مستحب ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۷۷ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے حافظ ابن حجر کی اس شرح کو بھی من وعن نقل کر دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱٦ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کے دیگر فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس پر واضح دلیل ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ کی بارگاہ میں بہت بڑا مرتبہ تھا کیونکہ انہوں نے حضرت ملک الموت علیہ السلام کی آنکھ پھوڑ ڈالی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر بالکل عتاب نہیں فرمایا۔

اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ فضیلت والی جگہوں اور صالحین کے مزارات کے قرب میں دفن کرنا مستحب ہے۔

حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ آپ بیل کی پشت پر ہاتھ رکھ دیں' جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے تو ہر بال کے بدلہ میں ایک سال آپ کی عمر بڑھا دی جائے گی' اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی عمر بہت طویل ہے اور قیامت ابھی بہت دور ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۰۲۷۔ ج ٦ ص ۸۳٦ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
① حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ملک الموت کو تھپڑ مارنے کی وجہ ② صالحین کے قرب میں دفن کرنے کا استحباب۔

٦٩ - بَابُ الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ

رات کو دفن کرنا

وَدُفِنَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَيْلًا.

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رات میں دفن کیا گیا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ابن السباق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رات میں دفن کیا' پھر مسجد میں داخل ہو کر تین رکعات وتر پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۵۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۸۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۱۳۴۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَجُلٍ بَعْدَ مَا دُفِنَ بِلَيْلَةٍ، قَامَ هُوَ وَاَصْحَابُهُ، وَكَانَ سَاَلَ عَنْهُ فَقَالَ مَنْ هٰذَا؟ فَقَالُوْا فُلَانٌ دُفِنَ الْبَارِحَةَ، فَصَلَّوْا عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الشیبانی از الشعبی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے ایک شخص کے دفن کیے جانے کے بعد رات کو اس کی نماز جنازہ پڑھی' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے' مسلمانوں نے کہا: یہ فلاں شخص ہے' جسے رات کو دفن کر دیا گیا تھا'

پس مسلمانوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۷۰ - بَابُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ عَلَى الْقَبْرِ

قبر پر مسجد کو بنانا

۱۳۴۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْ بَعْضُ نِسَائِهِ كَنِيسَةً رَأَيْنَهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ، يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ، وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأُمُّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، أَتَتَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ، فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيرَ فِيهَا، فَرَفَعَ رَأْسَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أُولَئِكَ إِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَةَ، أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے تو آپ کی بعض ازواج نے ایک گرجے کا ذکر کیا، جس کو انہوں نے حبشہ کی سرزمین میں دیکھا تھا، جس کا نام ماریہ تھا اور حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ حبشہ کی سرزمین میں گئی تھیں، پس انہوں نے اس کی خوب صورتی اور اس میں لگی ہوئی تصویروں کا ذکر کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا، پھر فرمایا: جب ان لوگوں میں سے کوئی نیک آدمی مر جاتا ہے تو یہ اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے ہیں، پھر اس میں یہ تصویریں بنا دیتے ہیں، یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۲۷ میں گزر چکی ہے۔

۷۱ - بَابُ مَنْ يَدْخُلُ قَبْرَ الْمَرْأَةِ

عورت کی قبر میں کون داخل ہوگا؟

۱۳۴۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ، فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ، فَقَالَ هَلْ فِيكُمْ مِنْ أَحَدٍ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ؟ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ أَنَا، قَالَ فَانْزِلْ فِي قَبْرِهَا. فَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا فَقَبَرَهَا. قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ فُلَيْحٌ أُرَاهُ يَعْنِي الذَّنْبَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ﴿لِيَقْتَرِفُوا﴾ (الانعام:۱۱۳) أَيْ لِيَكْتَسِبُوا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہلال بن علی نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی کے جنازہ میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، پس میں نے دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے، آپ نے پوچھا: تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس نے رات کو جماع نہ کیا ہو، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہوں، آپ نے فرمایا: تم ان کی قبر میں اترو، پس حضرت ابوطلحہ، آپ کی صاحب زادی (حضرت رقیہ) کی قبر میں اترے، پس ان کو قبر میں اتارا۔ ابن المبارک نے بیان کیا: فلیح نے کہا: اس کا معنی یہ ہے: جس نے رات کو گناہ نہ کیا ہو، امام بخاری نے کہا: قرآن مجید میں "لیقترفوا" کا معنی ہے: تاکہ وہ گناہ کریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۸۵ میں گزر چکی ہے۔

۷۲ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الشَّهِيْدِ

شہید پر نمازِ جنازہ پڑھنا

۱۳۴۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْاٰنِ؟ فَإِذَا أُشِيْرَ لَهٗ إِلٰى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ، وَقَالَ أَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِي دِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُغَسَّلُوْا، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ. [اطراف الحدیث: ۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۵۳-۴۰۷۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہداء احد میں سے دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں جمع کر رہے تھے' پھر آپ پوچھتے: ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد تھا؟ پس جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ اس کو لحد میں مقدم رکھتے اور فرماتے: میں قیامت کے دن ان لوگوں پر گواہ ہوں گا اور آپ نے حکم دیا کہ ان کو ان کے خون کے ساتھ دفن کر دیا جائے اور ان کو غسل نہ دیا جائے اور نہ ان پر نماز پڑھی جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۳۹-۳۱۳۸' سنن ترمذی: ۱۰۳۶' سنن نسائی: ۱۹۵۴' سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۴' جامع المسانید لابن جوزی: ۹۹۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ المسند الطحاوی: ۱۰۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) لیث بن سعد (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) عبدالرحمان بن کعب بن مالک ابو الخطاب الانصاری السلمی (۵) حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲۰)

ضرورت کی وجہ سے دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کو ایک قبر میں دفن کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ضرورت کی وجہ سے دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کرنا جائز ہے اور ان میں سے جس کو قرآن مجید زیادہ یاد ہو اس کو لحد میں مقدم رکھا جائے' اور اس میں قرآن مجید کی فضیلت کی دلیل ہے' نیز اگر ضرورت ہو تو دو سے زیادہ آدمیوں کو بھی ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہے۔

شہید کو غسل نہ دیا جانا

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ شہید کو غسل نہیں دیا جاتا' اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

عامر نے کہا: جس شخص کو چوروں نے قتل کر دیا ہو' اس کو اس کے کپڑوں میں دفن کر دیا جائے گا اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۱۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

غنیم بن قیس کہتے تھے کہ شہید کو اس کے کپڑوں میں دفن کر دیا جائے گا اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۱۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ شہید ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ان کو غسل دیا گیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۱۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کو فرشتوں نے غسل دیا ہے۔ (المستدرک ج ۳ ص ۱۹۵)

حضرت حمزہ اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہما کی خصوصیت ہے کہ ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا کیونکہ وہ دونوں حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۶)

شہید کی نمازِ جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ اور سید الشہداء حضرت حمزہ کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے متعلق احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان شہیدوں پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام ترمذی باب مذکور کی حضرت جابر کی روایت کردہ حدیث کو روایت کر کے لکھتے ہیں:

شہید کی نمازِ جنازہ پڑھنے میں اختلاف ہے' بعض نے کہا: شہید کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی' یہ اہل مدینہ کا قول ہے' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور بعض نے کہا کہ شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ پڑھی ہے' یہ ثوری' فقہاء احناف اور اسحاق کا قول ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۴۳'۷ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

امام ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ پڑھی اور اس میں سات تکبیریں پڑھیں' پھر آپ کے پاس جو شہید بھی لایا گیا آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی اور اس کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ بھی پڑھی' حتیٰ کہ آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہتر مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھی' نیز امام ابن الاثیر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ جنازہ میں چار تکبیرات پڑھتے تھے اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر آپ نے ستر تکبیرات پڑھیں۔

ابواحمد العسکری نے کہا: سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے شہید تھے جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ جنازہ پڑھی۔

(اسد الغابہ ج ۲ ص ۷۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

محمد بن عمر نے بیان کیا کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم اترے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی قبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے دیکھا: فرشتے حمزہ کو غسل دے رہے تھے کیونکہ وہ اس دن جنبی تھے' اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شہداء میں سے وہ پہلے شخص تھے' جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن نمازِ جنازہ پڑھی' اور ان پر چار تکبیرات پڑھیں' پھر شہداء کو آپ کے پاس جمع کیا گیا' پھر جس شہید کو بھی لایا جاتا' اس کو سیدنا حمزہ کے پہلو میں رکھا جاتا' آپ سیدنا حمزہ پر نماز پڑھتے اور اس شہید پر نماز پڑھتے حتیٰ کہ آپ نے ستر مرتبہ حضرت سیدنا حمزہ کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دس شہیدوں کو رکھا گیا تو آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی اور سیدنا حمزہ کی نمازِ جنازہ پڑھی اور سیدنا حمزہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۱۴، سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۳)

امام طحاوی فرماتے ہیں: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ شہداء کو غسل نہیں دیا جائے گا اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۶، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ، اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد کے دن حضرت حمزہ کو شہید کر دیا گیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (حضرت حمزہ کی بہن) ان کو ڈھونڈ رہی تھیں، ان کو پتا نہیں تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہو چکا ہے، پھر وہ حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے ملیں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اپنی والدہ کو بتائیں کہ (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے ہیں) حضرت زبیر نے حضرت علی سے کہا: آپ اپنی پھوپھی کو بتائیں، حضرت صفیہ نے کہا: حضرت حمزہ کو کیا ہوا؟ ان دونوں نے کہا: ہم کو پتا نہیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے، پس آپ نے فرمایا: مجھے صفیہ کی عقل پر خطرہ ہے، پھر آپ نے حضرت صفیہ کے سینہ پر ہاتھ رکھا اور ان کے لیے دعا کی، پس حضرت صفیہ نے کہا: "انا للّٰہ وانا الیہ راجعون" اور رونے لگیں، پھر آپ آ کر حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہوئے اور ان کے اعضاء کاٹے جا چکے تھے، پس آپ نے فرمایا: اگر مجھے عورتوں کی چیخ و پکار کا خطرہ نہ ہوتا تو میں حمزہ کو یوں ہی چھوڑ دیتا حتیٰ کہ پرندوں کے پوٹوں اور درندوں کے پیٹوں سے ان کا حشر کیا جاتا، پھر آپ نے شہداء کو لانے کا حکم دیا، پھر آپ ان کی نمازِ جنازہ پڑھنے لگے، پس نو دیگر شہداء تھے اور ایک سیدنا حمزہ تھے، آپ نے ان پر سات تکبیرات پڑھیں اور باقی شہداء کو اٹھا لیا گیا اور سیدنا حمزہ کو رہنے دیا گیا، پھر نو دیگر شہداء بلائے اور ان پر سات تکبیرات پڑھیں حتیٰ کہ آپ ان کی نمازِ جنازہ سے فارغ ہو گئے۔

(المعجم الکبیر: ۲۹۳۵، داراحیاء التراث العربی، بیروت، المستدرک: ۴۸۹۵- ج ۳ ص ۱۹۸)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ستر بار نمازِ جنازہ پڑھانے کی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۱۲، نشر السنۃ، ملتان)

شہید پر نمازِ جنازہ کی نفی پر علامہ ابن بطال کے دلائل اور ان کے جوابات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں، پس امام مالک نے کہا: میں نے اہل علم سے یہ سنا ہے کہ سنت یہ ہے کہ شہداء کو غسل نہیں دیا جائے اور نہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اور ان کو ان ہی کپڑوں میں دفن کر دیا جائے گا جن میں وہ شہید ہوئے تھے، یہ عطاء، النخعی، الحکم، اللیث، امام شافعی اور امام احمد کا قول ہے، عکرمہ نے کہا: شہید کو اس لیے غسل نہیں دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پاک کر دیا ہے، لیکن اس پر نماز پڑھی جائے گی اور سعید بن المسیب اور حسن بصری نے کہا ہے کہ شہید کو غسل دیا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی کیونکہ ہر مردہ جنبی ہوتا ہے۔

امام مالک اور ان کے موافقین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ شہداء احد کو غسل دیا گیا نہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ (صحیح البخاری: ۱۳۴۳، المستدرک: ۱۳۹۲-۱۳۹۱، دارالمعرفۃ، بیروت)

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ غزوۂ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے، اگر ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی ہوتی تو مسلمانوں سے مخفی نہ رہتی۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۲۹-۳۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

میں کہتا ہوں: یہ غلط نقل ہے‘ صحیح حدیث میں ہے کہ تمام شہداء احد پر ایک ایک بار نماز جنازہ پڑھی گئی اور حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر ان کی تکریم اور تعظیم کی وجہ سے ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی جیسا کہ امام ابن الاثیر‘ امام محمد بن سعد‘ امام طحاوی‘ امام ابن ماجہ‘ امام طبرانی‘ حاکم اور بیہقی نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

نیز علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ (آل عمران:۱۶۹)

اور جو مسلمان اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں ان کو رزق دیا جارہا ہے ۝

اللہ تعالیٰ نے ان سے موت کی نفی کی ہے اور ان کے لیے حیات کو واجب کیا ہے‘ پس ان پر نماز جنازہ واجب نہیں ہوگی کیونکہ زندہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۲۹‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ دلیل بہت کم زور ہے‘ اگر شہید کی نماز جنازہ پڑھنا اس لیے ناجائز ہے کہ وہ زندہ ہے اور نماز جنازہ مردہ کی پڑھی جاتی ہے تو پھر شہید کو دفن بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ زندہ کو دفن نہیں کیا جاتا‘ اور اس کی میراث بھی تقسیم نہیں کرنی چاہیے کیونکہ زندہ کا ترکہ تقسیم نہیں کیا جاتا‘ اور اس کی بیوہ کا کہیں نکاح بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ زندہ شخص کی بیوی کا دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں ہے‘ یہ لوگ فقہی تعصب میں اپنی عقل سے فارغ ہوگئے ہیں‘ ان کو یہ خبر نہیں کہ شہید کے زندہ ہونے کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ وہ دنیاوی احکام کے اعتبار سے زندہ ہے حتیٰ کہ اس کی نماز جنازہ ناجائز ہو بلکہ شہید برزخی حیات کے ساتھ زندہ ہوتا ہے‘ اس لیے اس کی نماز جنازہ پڑھنا اس کی حیات کے منافی نہیں ہے‘ اور شہید کی نماز جنازہ پڑھنا اس کے حق میں دعا کرنا ہے اور اس کی تکریم ہے‘ سو یہ لوگ شہید کو اس کے حق سے کیوں محروم کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑا اور کون شہید ہے اور تمام صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی ہے۔

۱۳۴۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ اَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا، فَصَلّٰى عَلٰى اَهْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَهٗ عَلَى الْمَيِّتِ، ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّيْ فَرَطٌ لَّكُمْ، وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ، وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِيَ الْاٰنَ، وَاِنِّيْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ، اَوْ مَفَاتِيْحَ الْاَرْضِ، وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ، وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا.

[اطراف الحدیث: ۳۵۹۶-۴۰۴۲-۴۰۸۵-۶۴۲۶-۶۵۹۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: مجھے یزید بن ابی حبیب نے حدیث بیان کی از ابوالخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن گھر سے نکلے اور آپ نے اہل احد پر اس طرح نماز پڑھی‘ جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے‘ پھر آپ منبر کی طرف مڑے‘ پس فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور بے شک اللہ کی قسم! میں اب بھی اپنے حوض کی طرف ضرور دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں‘ یا فرمایا: روئے زمین کی چابیاں عطا کی گئی ہیں‘ اور اللہ کی قسم! بے شک مجھے یہ خطرہ نہیں ہے کہ تم (سب) میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تم پر یہ خطرہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

(صحیح مسلم: ۲۲۹۶' الرقم المسلسل: ۵۸۶۴' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۳' سنن نسائی: ۱۹۵۴' شرح مشکل الآثار: ۴۹۰۸' صحیح ابن حبان: ۳۱۹۸' المعجم الکبیر: ۷۶۷۔ ج ۱۷' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۴' شرح السنہ: ۳۸۲۳' الاحاد والمثانی: ۲۵۸۳' مسند ابویعلیٰ: ۱۷۴۸' البعث والنشور ص ۱۶۷' مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۳۴۴۔ ج ۲۸ ص ۵۷۸' مسند الطحاوی: ۵۵۸۰' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۳۷۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے رجال کا تذکرہ پہلے کئی بار ہو چکا ہے۔

بالعموم شہید کی نمازِ جنازہ اور بالخصوص سیدنا حمزہ کی نمازِ جنازہ پر حافظ ابن حجر کا اعتراض

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی نے ''الام'' میں لکھا ہے کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہداء احد پر نماز جنازہ نہیں پڑھی' اور وہ جو حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستر بار حضرت حمزہ کی نمازِ جنازہ پڑھی ہے اور جو ان احادیث صحیحہ سے ان کا معارضہ کرتا ہے' اس کو اپنے نفس سے حیاء کرنی چاہیے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۸۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح البخاری: ۱۳۴۴ میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل احد پر اس طرح نماز پڑھی' جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے اور یہ حدیث صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب صحاح میں بھی مذکور ہے' جس کے حوالے ہم نے تخریج میں ذکر کیے ہیں' سو اب ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو اس صحیح اور صریح حدیث کا انکار کرے' اس کو اپنے نفس سے حیاء کرنی چاہیے' رہا حضرت سیدنا حمزہ پر ستر مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھنے پر حافظ ابن حجر کا یہ اعتراض کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے' اس کے علامہ عینی نے متعدد جوابات ذکر کیے ہیں:

حافظ ابن حجر کے اعتراض کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کی ستر بار نماز پڑھانے کی حدیث اس سند سے مروی ہے:

از یزید بن ابی زیاد از مقسم از حضرت ابن عباس۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۳' شرح معانی الآثار: ۲۸۱۲' المعجم الکبیر: ۲۹۳۵' المستدرک ج ۳ ص ۱۹۸' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۲)

یزید بن ابی زیاد اُن رجال میں سے ہیں جن کے ضعف کے باوجود ان کی حدیث لکھی جاتی ہے' امام مسلم اور اصحاب السنن (امام ابوداؤد' امام ترمذی اور امام ابن ماجہ) نے ان کی حدیث روایت کی ہے' امام ابوداؤد نے کہا: میں ایسے کسی شخص کو نہیں جانتا جس نے ان کی حدیث کو ترک کیا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲۴)

میں کہتا ہوں کہ حافظ مزی متوفی ۷۴۲ھ نے ان کے متعلق لکھا ہے:

العجلی نے کہا: یہ جائز الحدیث ہیں' اپنے بھائی یزید سے ان کا حافظہ زیادہ قوی تھا' جریر نے کہا: عطاء بن السائب سے ان کا حافظہ زیادہ اچھا تھا۔

عبداللہ بن المبارک نے کہا: یہ کیا خوب کریم تھے۔

ابوعبید الآجری نے امام ابوداؤد سے روایت کی ہے کہ میرے علم میں کسی نے ان کی حدیث کو ترک نہیں کیا۔

امام بخاری نے اپنی صحیح (بخاری) کی ''کتاب اللباس'' میں یزید بن ابی زیاد سے القسیہ کے متعلق روایت ذکر کی ہے' اور اپنی کتاب ''رفع الیدین'' اور ''الادب المفرد'' میں ان سے روایت کی ہے اور امام مسلم نے بھی ان سے روایت کی ہے۔

(تہذیب الکمال ج ۲۰ ص ۳۱۶-۳۱۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

یزید بن ابی زیاد کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ابن ہشام متوفی ۲۱۸ھ نے یزید بن ابی زیاد کی حدیث کو اس عبارت کے ساتھ لکھا ہے:

امام ابن اسحاق نے کہا: مجھے اس نے حدیث بیان کی جس پر میں کوئی تہمت نہیں لگاتا' از مقسم مولیٰ عبد اللہ بن الحارث از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حمزہ کو لانے کا حکم دیا' پھر ان کو چادر سے ڈھانپ دیا' پھر آپ نے ان پر نماز پڑھائی' پس سات تکبیرات پڑھیں' پھر دیگر شہیدوں کو لایا گیا اور ان کو حضرت حمزہ کے پاس رکھا' پھر ان پر اور حضرت حمزہ پر ایک ساتھ نماز پڑھائی حتیٰ کہ آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر بہتر مرتبہ نماز پڑھائی۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۳ ص ۱۰۸' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نیز اس حدیث کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام طحاوی نے یہ حدیث بھی روایت کی ہے:

حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غزوۂ احد کے دن حضرت حمزہ کو لانے کا حکم دیا' پس ان کو ایک چادر سے ڈھانپ دیا' پھر ان پر نمازِ جنازہ پڑھی' پس نو تکبیرات پڑھیں' پھر دوسرے شہداء کی صفیں بنائیں اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھی اور ان کے ساتھ حضرت حمزہ کی بھی نمازِ جنازہ پڑھی۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۱۴)

اس حدیث کی مثل حضرت ابو مالک الغفاری سے بھی مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ نو شہداء احد کو لایا جاتا اور ان کے ساتھ دسویں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہوتے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سب کی نمازِ جنازہ پڑھتے' پھر ان کو اٹھایا جاتا' پھر دوسرے نو شہداء لائے جاتے' اور حضرت حمزہ اسی جگہ ہوتے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سب کی نمازِ جنازہ پڑھتے۔

(شرح معانی الآثار: ۲۸۱۵' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۸۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۰۴' ادارۃ القرآن' کراچی' سنن دار قطنی: ۱۸۲۴۔ ج ۲ ص ۲۳۳' دار المعرفہ بیروت' اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں بھی روایت کیا ہے' حدیث: ۴۳۵۔ ۴۲۷)

ان احادیث سے آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ ہر چند کہ نمازِ جنازہ مکرر نہیں پڑھائی جاتی مگر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی تکریم کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ ستر یا بہتر مرتبہ پڑھی اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر کی سند صحیح ہے' ہم نے کثیر طرق اور اسانید سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی صحت کو واضح کیا ہے اور ان دلائل کے سامنے اس حدیث پر حافظ ابن حجر کا اعتراض کچھ وقعت نہیں رکھتا اور امام بخاری نے اس باب کی حدیث: ۱۳۴۴ میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شہداء احد پر اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے اور یہ ہم احناف کے مؤقف پر صحیح اور صریح حدیث ہے۔

شہید کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی حضرت عقبہ کی حدیث پر حافظ ابن حجر کے اعتراضات

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' حضرت عقبہ کی حدیث: ۱۳۴۴ کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت جابر کی حدیث: ۱۳۴۳' میں شہید پر نمازِ جنازہ کی نفی ہے اور حضرت عقبہ کی حدیث: ۱۳۴۴ میں شہید کی نمازِ جنازہ کا اثبات ہے (الیٰ قولہ) رہی حضرت عقبہ کی حدیث تو صحیح البخاری: ۴۰۴۲ میں خود حضرت عقبہ نے یہ تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آٹھ سال بعد شہداء احد پر نمازِ جنازہ پڑھی' اور مخالف خود یہ کہتا ہے کہ جب زیادہ مدت گزر جائے تو قبر پر نماز نہیں پڑھی جاتی تو گویا

نماز سے مراد یہ ہے کہ آپ نے ان کے لیے دعا کی تھی اور استغفار کیا تھا اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شہید کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا حکم منسوخ ہو گیا' پھر امام شافعی کا اس مسئلہ میں اختلاف استحباب میں ہے یعنی ان کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ شہید کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور فقہاء حنبلیہ سے بھی اسی طرح منقول ہے' الماوردی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ شہید پر نماز جنازہ پڑھنا عمدہ ہے اور اگر نماز نہ پڑھیں تب بھی کافی ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۸۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کے اعتراضات کے علامہ عینی کی طرف سے جوابات

حضرت جابر کی حدیث: ۱۳۴۳ میں شہید کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی نفی ہے اور حضرت عقبہ کی حدیث: ۱۳۴۴ میں شہید کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا اثبات ہے۔

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی نے حسب ذیل وجوہ سے حضرت عقبہ کی حدیث کو حضرت جابر کی حدیث پر ترجیح دی ہے:

(۱) حضرت جابر کی حدیث میں نفی ہے اور حضرت عقبہ کی حدیث میں اثبات ہے اور اثبات کی حدیث نفی کی حدیث پر راجح ہوتی ہے۔

(۲) حضرت جابر اپنے والد اور اپنے چچا کی تجہیز و تکفین کے کاموں میں مشغول تھے اور اس سلسلے میں مدینہ بھی گئے تھے' پھر جب انہوں نے یہ اعلان سنا کہ شہداء کو وہیں دفن کیا جائے جہاں ان کی لاشیں گری ہیں تو انہوں نے ان کی تدفین میں جلدی کی' اس سے معلوم ہوا کہ وہ شہداء کی تدفین کے وقت حاضر نہیں تھے' علاوہ ازیں الاکلیل میں یہ حدیث مذکور ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ پڑھی' پھر دیگر شہداء کو لایا گیا اور ان کو حضرت حمزہ کے پہلو میں رکھ دیا گیا تو آپ نے ان سب کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۴۹۶' مجلس علمی' بیروت' المستدرک ج ۳ ص ۱۹۹)

(۳) ہمارے اصحاب نے جن روایات سے شہید کی نمازِ جنازہ پر استدلال کیا ہے' ان کی تعداد شہید پر نماز کی نفی کی روایات سے بہت زیادہ ہے۔

(۴) فوت شدہ مسلمانوں کی نمازِ جنازہ پڑھنا دین میں اصل ہے اور فرض کفایہ ہے اور یہ کسی کے فعل کے تعارض کی وجہ سے ساقط نہیں ہوگی۔

(۵) اگر شہید کی نمازِ جنازہ پڑھنا ناجائز ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو بیان فرما دیتے جس طرح آپ نے شہید کو غسل دینے سے منع فرما دیا۔

(۶) بر تقدیر تنزل' ہم یہ کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ غزوۂ احد کے دن آپ نے شہداء کی نماز نہ پڑھی ہو اور دیگر صحابہ نے پڑھی ہو۔

(۷) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس دن شہداء احد کی نماز نہ پڑھی ہو کیونکہ آپ کا چہرۂ مبارک زخمی اور خون آلود تھا اور آپ کو حضرت حمزہ کی شہادت کا بہت رنج تھا اور کسی اور دن آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی ہو' جیسا کہ صحیح البخاری: ۴۰۴۳ میں تصریح ہے کہ آپ نے آٹھ سال بعد شہداء احد کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

(۸) یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے شہداء احد کے علاوہ دوسرے شہداء کی نمازِ جنازہ پڑھی ہے' کیونکہ آپ نے حضرت جعفر' حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی ہے۔ (کتاب المغازی للواقدی ج ۲ ص ۲۱۱' البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۴۳۵' دار الفکر' ملا علی قاری نے لکھا ہے: یہ غائبانہ نماز ان کی خصوصیت تھی' مرقات ج ۳ ص ۱۴۱' مکتبہ حقانیہ) نیز حضرت ابو بکر نے

حضرت عمرو بن العاص کی قیادت میں ایک لشکر فلسطین بھیجا' وہاں ١٣٠ مسلمان شہید ہوئے' ان کی نماز جنازہ حضرت عمرو بن العاص نے پڑھائی۔ (نصب الرایہ ج ٢ ص ٣١٩)

(٩) حافظ ابن حجر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت عقبہ کی حدیث میں ''صلّٰی'' کا معنی ہے: آپ نے ان کے لیے دعا کی اور استغفار کیا' کیونکہ حضرت عقبہ نے فرمایا: آپ نے ان کی اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے۔

(١٠) شہید کی نمازِ جنازہ پڑھنے میں زیادہ احتیاط ہے اور مخالفین کے نزدیک بھی اس کو ترک کرنا واجب نہیں ہے' بلکہ مستحب ہے اور پڑھنا جائز ہے' اور شہید کی نمازِ جنازہ پڑھنے میں اجر کے حصول کی توقع ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز جنازہ پڑھی اس کو ایک قیراط اجر ملے گا۔ (صحیح البخاری: ١٣٢٣) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم بالعموم دیا ہے اور اس میں شہید کا استثناء نہیں فرمایا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ شہید اس سے مستغنی ہے کہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے کیونکہ اس کی مغفرت کی بشارت ہوتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ خیر سے کوئی مستغنی نہیں ہوتا' نابالغ بچے بھی مغفور ہیں اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور سب کو چھوڑیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی تو شہید نمازِ جنازہ سے کیسے مستغنی ہوسکتا ہے۔

حافظ ابن حجر نے یہ اعتراض کیا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک دفن کے تین دن بعد قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے' تو دفن کے آٹھ سال بعد شہداء احد کی نمازِ جنازہ کیسے جائز ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء احناف کا مذہب اس طرح نہیں ہے بلکہ جب تک یہ یقین نہ ہو کہ قبر میں میت کا جسم سلامت ہے اور پھولا یا پھٹا نہیں ہے' اس وقت تک قبر پر اس کی نماز پڑھنا جائز ہے اور شہداء کا جسم قبر میں خراب نہیں ہوتا بلکہ سلامت ہوتا ہے' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ سال بعد ان کی قبروں پر نمازِ جنازہ پڑھی۔

(عمدۃ القاری ج ٨ ص ٢٢٥۔ ٢٢٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارا حوض پر پیش رو ہوں' یعنی میں حوض پر تمہیں پانی پلانے کا انتظام کروں گا۔

آپ نے فرمایا: میں اب بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں یعنی اس وقت میں آپ کے لیے حوض کو منکشف کر دیا گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حوض اب بھی حقیقۃً موجود ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ نے دنیا میں حوض کو دیکھ لیا' اور اس کی خبر دی۔

آپ نے فرمایا: مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں یعنی آپ کے بعد آپ کی امت جن خزانوں کی مالک ہوگی اور یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہے۔

آپ نے فرمایا: مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے' اس کا معنی یہ ہے کہ مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم مجموعی طور پر مشرک ہو جاؤ گے اگرچہ بعض مسلمان مشرک ہوگئے۔ العیاذ باللہ!

آپ نے فرمایا: مجھے تم سے یہ خوف ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے' اسی طرح بعض مسلمان حسد اور بغض میں مبتلا ہوئے۔

(عمدۃ القاری ج ٨ ص ٢٢٧۔ ٢٢٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٧٣- بَابُ دَفْنِ الرَّجُلَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ فِي قَبْرٍ وَّاحِدٍ

دو یا تین مردوں کو ایک قبر میں دفن کرنا

۱۳۴۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى أُحُدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن کعب کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہداء احد میں سے دو مردوں کو (ایک قبر میں) جمع کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۷۴ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَرَ غُسْلَ الشُّهَدَاءِ

جس کے نزدیک شہداء کو غسل دینا جائز نہیں ہے

۱۳۴۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْفِنُوهُمْ فِي دِمَائِهِمْ. يَعْنِي يَوْمَ أُحُدٍ، وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبدالرحمان بن کعب از حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو ان کے خونوں میں دفن کر دو' یعنی غزوۂ احد کے دن اور ان کو غسل نہیں دیا۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۷۵ - بَابُ مَنْ يُقَدَّمُ فِي اللَّحْدِ

جس کو لحد میں پہلے رکھا جائے

وَسُمِّيَ اللَّحْدُ لِأَنَّهُ فِي نَاحِيَةٍ.

اور''اللحد'' کو لحد اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک جانب (بغلی قبر) ہوتی ہے۔

بعض لحد کو لحد اس لیے کہتے ہیں کہ قبر کی ایک جانب گڑھا کھودا جاتا ہے اور اس گڑھے میں میت کو رکھ دیا جاتا ہے۔

وَكُلُّ جَائِرٍ مُلْحِدٌ.

اور ہر ظالم الحاد کرنے والا ہے۔

''الحاد'' کا معنی ہے: ایک جانب سے عدول کر کے دوسری جانب کی طرف میلان کرنا اور ظالم بھی حق سے عدول کر کے باطل کی طرف میلان کرتا ہے۔

﴿مُلْتَحَدًا﴾ (الکہف:۲۷) مَعْدِلًا.

''ملتحدًا'' کا معنی ہے:''معدلًا'' (عدول کی جگہ)۔

اس تعلیق میں قرآن مجید کے اس لفظ کے معنی کی طرف اشارہ ہے:

وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُوْنِهِ مُلْتَحَدًا○ (الجن:۲۲).

اور میں اللہ کو چھوڑ کر کوئی پناہ کی جگہ نہیں پاتا○

وَلَوْ كَانَ مُسْتَقِيمًا كَانَ ضَرِيحًا.

اور اگر قبر سیدھی ہوتی تو وہ ضریح ہوتی۔

یعنی اگر قبر میں ایک جانب گڑھا نہ ہو اور وہ بالکل سیدھی ہو تو اس کو شق اور ضریح کہا جاتا ہے۔

۱۳۴۷ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث بن سعد نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے

عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، ثُمَّ يَقُوْلُ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ اَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ؟ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ، وَقَالَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ. وَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ.

حدیث بیان کی از عبد الرحمٰن بن کعب بن مالک از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء احد میں سے دو مردوں کو ایک کپڑے میں جمع کرتے تھے پھر پوچھتے تھے کہ ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے؟ پس جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اس کو لحد میں پہلے رکھا جاتا' اور آپ نے فرمایا: میں ان پر گواہ ہوں اور ان کو ان کے خونوں میں دفن کرنے کا حکم دیا اور ان میں سے کسی کی نماز نہیں پڑھی اور نہ ان کو غسل دیا۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۴۸ - **قَالَ** ابْنُ الْمُبَارَكِ وَاَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِقَتْلٰى اُحُدٍ اَيُّ هٰؤُلَاءِ اَكْثَرُ اَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ؟ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى رَجُلٍ قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ قَبْلَ صَاحِبِهٖ. وَقَالَ جَابِرٌ فَكُفِّنَ اَبِيْ وَعَمِّيْ فِيْ نَمِرَةٍ وَّاحِدَةٍ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

ابن المبارک نے کہا: اور ہمیں الاوزاعی نے خبر دی از الزہری از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء احد کے متعلق پوچھتے کہ ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے؟ پس جب کسی مرد کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ اس کو اس کے ساتھی سے پہلے لحد میں رکھتے' اور حضرت جابر نے کہا: پس میرے والد اور میرے چچا کو ایک چادر میں کفن دیا گیا' اور سلیمان بن کثیر نے کہا: مجھے الزہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اس شخص نے حدیث بیان کی جس نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا تھا۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۷۶ - بَابُ الْاِذْخِرِ وَالْحَشِيْشِ فِي الْقَبْرِ

قبر میں اذخر اور الحشیش (گھاس) کو رکھنا

۱۳۴۹ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَرَّمَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَكَّةَ، فَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَا لِاَحَدٍ بَعْدِيْ، اُحِلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ، لَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا اِلَّا لِمُعَرِّفٍ. فَقَالَ الْعَبَّاسُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلَّا الْاِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُوْرِنَا؟ فَقَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ. وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقُبُوْرِنَا وَبُيُوْتِنَا. وَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ بن حوشب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے مکہ کو حرم بنا دیا' پس مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس میں (قتال) جائز نہ تھا نہ میرے بعد جائز ہے' میرے لیے دن کی ایک ساعت میں اس کو حلال کیا گیا' اس کی گھاس کاٹی جائے نہ اس کا درخت کاٹا جائے اور نہ وہاں کے جانور (شکار) کو بھگایا جائے اور نہ وہاں کی پڑی ہوئی چیز اٹھائی جائے ماسوا اعلان کرنے والے کے' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: سوائے اذخر (گھاس) کے کیونکہ

اَبَانُ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لِقَيْنِهِمْ وَبُيُوتِهِمْ.

[اطراف الحدیث: ١٥٨٧ـ ١٨٣٣ـ ١٨٣٤ـ ٢٠٩٠ـ ٢٣٣٣ـ ٢٧٨٣ـ ٢٨٢٥ـ ٣٠٧٧ـ ٣١٨٩ـ ٤٣١٣]

وہ ہمارے سناروں کے کام آتی ہے اور ہماری قبروں میں رکھی جاتی ہے تو آپ نے فرمایا: سوائے اذخر کے، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہماری قبروں اور ہمارے گھروں کے لیے اور ابان بن صالح نے کہا از الحسن بن مسلم از صفیہ بنت شیبہ روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی مثل سنی ہے اور مجاہد نے کہا از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما: ان کے لوہاروں کے لیے اور ان کے گھروں کے لیے۔

(سنن ابوداؤد: ٢٠١٨ـ ٢٠٨٠ـ ٢٤٨٠، سنن ترمذی: ١٥٩٠، سنن نسائی: ٢٨١٤ـ ٢٨٧٥ـ ٢٨٧٤، سنن ابن ماجہ: ٣٠١٩، الادب المفرد: ٨١٣، المعجم الکبیر: ١٢٦٢١، صحیح ابن حبان: ٣٦٧٨، مسند احمد ج ١ ص ٢٥٩ طبع قدیم، مسند احمد: ٢٣٥٣ـ ج ٤ ص ١٨٤، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ٣١٢١)

اس حدیث کے رجال کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

حضرت ابراہیم کا مکہ کو حرم بنانا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدینہ کو حرم بنانا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ حرم ہے یعنی جو کام دوسرے شہروں میں حلال ہیں وہ مکہ میں حرام ہیں، حدیث میں ہے:

حضرت زید بن عاصم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور وہاں کے رہنے والوں کے لیے دعا کی اور میں نے مدینہ کو حرم بنایا جیسے حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا تھا۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ٢١٢٩، صحیح مسلم: ١٣٦٠)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم بنایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی تبلیغ اور اشاعت کی، اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ مکہ شروع سے حرم تھا، لیکن اس کی تحریم مخفی تھی، پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی تحریم کو ظاہر فرمایا۔

مکہ میں جو پودے از خود پیدا ہوتے ہیں ان کو کاٹنا حرام ہے اور جن سبزیوں کو لوگ کاشت کرتے ہیں، ان کا کاٹنا جائز ہے، نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذخر گھاس کو قبروں میں استعمال کرنا جائز ہے، اسی طرح سناروں کے لیے بھی اس کو استعمال کرنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٨ ص ٢٣٥ـ ٢٣٤، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

٧٧ - بَابُ هَلْ يُخْرَجُ الْمَيِّتُ مِنَ الْقَبْرِ وَاللَّحْدِ لِعِلَّةٍ؟

کیا کسی سبب کی وجہ سے میت کو قبر اور لحد سے نکالا جائے گا

١٣٥٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَتَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَيٍّ بَعْدَ مَا اُدْخِلَ حُفْرَتَهُ، فَاَمَرَ بِهِ فَاُخْرِجَ، فَوَضَعَهُ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَنَفَثَ عَلَيْهِ مِنْ رِيْقِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، عمرو نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ عبد اللہ بن ابی کی تدفین کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس گئے، پھر آپ کے حکم سے اس کو قبر سے نکالا گیا، آپ نے اس کو اپنے گھٹنوں

وَأَلْبَسَهُ قَمِيصَهُ، فَاللّٰهُ أَعْلَمُ، وَكَانَ كَسَا عَبَّاسًا قَمِيصًا. قَالَ سُفْيَانُ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَكَانَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَانِ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَلْبِسْ أَبِي قَمِيصَكَ الَّذِي يَلِي جِلْدَكَ. قَالَ سُفْيَانُ فَيُرَوْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْبَسَ عَبْدَ اللّٰهِ قَمِيصَهُ، مُكَافَأَةً لِمَا صَنَعَ.

پر رکھا اور اس پر اپنا لعاب دہن ڈالا اور اس کو اپنی قمیص پہنائی' پس اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے' ابن ابی نے حضرت عباس کو قمیص پہنائی تھی (جب غزوۂ بدر میں حضرت عباس کو کسی کی قمیص پوری نہیں آ رہی تھی) سفیان نے کہا: اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر دو قمیصیں تھیں' تو عبد اللہ کے بیٹے نے کہا: یا رسول اللہ! میرے باپ کو وہ قمیص پہنائیں جو آپ کے جسم کے ساتھ ملی ہوئی ہے' سفیان نے کہا: مسلمانوں کا یہ گمان تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ کو اس لیے قمیص پہنائی کہ اس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جو قمیص پہنائی تھی اس کا بدلہ ہو جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۷۰ میں گزر چکی ہے۔

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ عبد اللہ بن ابی کی تدفین کے بعد اس کو قمیص پہنانے اور لعاب دہن عطا فرمانے کے لیے قبر سے نکالا گیا۔

۱۳۵۱ - **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا حَضَرَ أُحُدٌ، دَعَانِي أَبِي مِنَ اللَّيْلِ، فَقَالَ مَا أُرَانِي إِلَّا مَقْتُولًا فِي أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنِّي لَا أَتْرُكُ بَعْدِي أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا، فَاقْضِ، وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا. فَأَصْبَحْنَا فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيلٍ، وَدُفِنَ مَعَهُ آخَرُ فِي قَبْرٍ، ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِي أَنْ أَتْرُكَهُ مَعَ الْآخَرِ، فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ، فَإِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ هُنَيَّةً، غَيْرَ أُذُنِهِ.

[طرف الحدیث: ۱۳۵۲] (سنن نسائی: ۲۰۲۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین المعلم نے حدیث بیان کی از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب غزوۂ احد پیش آیا تو میرے والد نے مجھے رات کو بلایا اور کہا: میرا یہی گمان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے جو شہید ہوں گے' میں ان میں سب سے پہلے شہید ہو جاؤں گا اور میں جن کو چھوڑ کر جاؤں گا' ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھے سب سے زیادہ عزیز تم ہو' پس مجھ پر قرض ہے' سو تم میرا قرض ادا کر دینا اور تم اپنی بہنوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا' پھر صبح ہوئی تو وہ سب سے پہلے شہید تھے' اور ان کے ساتھ ایک اور شخص کو بھی قبر میں دفن کیا گیا' پھر میرا دل اس سے خوش نہیں ہوا کہ میں ان کو دوسرے شخص کے ساتھ رکھوں' پس میں نے چھ مہینے بعد ان کو اس قبر سے نکال لیا' پس وہ اسی طرح تھے جیسے اس وقت ان کو رکھا تھا' البتہ کان تھوڑا سا متغیر ہوا تھا۔

شہداء کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی

امام مالک نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عمرو بن الجموح اور حضرت عبد اللہ بن عمرو انصاری سلمی' ان دونوں کی قبروں کو سیلاب نے کھود ڈالا اور ان دونوں کی قبریں سیلاب کے قریب تھیں اور وہ دونوں ایک قبر میں تھے اور وہ دونوں غزوۂ اُحد میں شہید

ہوئے تھے' پس ان کی قبروں کو کھودا گیا تا کہ انہیں دوسری جگہ منتقل کیا جائے' پس ان دونوں میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا اور گویا کہ وہ دونوں کل فوت ہوئے تھے' ان میں سے ایک کے زخم تھا اور اس کا ہاتھ اس کے زخم کے اوپر تھا' جس وقت اس کو دفن کیا گیا تو وہ اسی طرح تھا' اس کا ہاتھ اس کے زخم سے ہٹا کر پھر چھوڑا گیا تو پھر وہ لوٹ کر اپنی جگہ آ گیا' غزوۂ اُحد اور اس کی کھدائی کے دن کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ تھا۔ (موطأ امام مالک: ۱۰۴۴۔ کتاب الجہاد۔ باب: ۲۱' دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت عمرو بن جموح کا ذکر ہے' یہ حضرت جابر کے والد کے دوست اور بہنوئی تھے' حضرت جابر ان کو تعظیماً چچا کہتے تھے' موطأ امام مالک کی اس حدیث میں ہے کہ ان کو چھیالیس سال کے بعد ان کی قبر سے منتقل کیا گیا اور صحیح بخاری: ۱۳۵۱ میں ہے' چھ ماہ بعد حضرت جابر نے اس قبر سے اپنے والد کو نکال لیا تھا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ دو مختلف واقعات ہیں' ہوسکتا ہے کہ پہلے حضرت جابر نے اپنے والد کو چھ ماہ بعد قبر سے نکالا ہو اور بعد میں چھیالیس سال بعد نکالا ہو' لیکن علامہ عینی نے کہا ہے کہ حافظ ابن عبد البر کی یہ توجیہ صحیح نہیں ہے' صحیح جواب یہ ہے کہ موطأ امام مالک کی حدیث بلاغات میں سے ہے اور یہ حدیث منقطع ہے اور امام بخاری کی حدیث متصل ہے' اس لیے وہ راجح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ زمین شہداء کے اجسام کو نہیں کھاتی' ہوسکتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ شہداء اُحد کی خصوصیت ہے مگر ایسے آثار بھی ثابت ہیں' جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ شہداء اُحد کے علاوہ دوسرے شہداء کے اجسام کو بھی زمین نہیں کھاتی اور اس کا مشاہدہ بھی کیا گیا ہے۔ (الاستذکار ج ۱۴ ص ۳۴۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

۱۳۵۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دُفِنَ مَعَ أَبِي رَجُلٌ، فَلَمْ تَطِبْ نَفْسِي حَتّٰى أَخْرَجْتُهُ، فَجَعَلْتُهُ فِي قَبْرٍ عَلٰى حِدَةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عامر نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابن ابی نجیح از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کے ساتھ ایک شخص کو دفن کیا گیا' پس میرا دل اس سے خوش نہیں ہوا' حتیٰ کہ میں نے اپنے والد کو نکال لیا' پس میں نے ان کو الگ قبر میں رکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۵۱ میں گزر چکی ہے۔

۷۸ - بَابُ اللَّحْدِ وَالشَّقِّ فِي الْقَبْرِ
قبر کو لحد اور شق کی صورت میں بنانا

لحد کا معنی ہے: بغلی قبر' اور شق کا معنی ہے: ضریح' یعنی جو سیدھی قبر ہو اور قبر کی ایک جانب گڑھا نہ ہو' حدیث میں شق کا ذکر نہیں ہے اور اس عنوان کی حدیث کے ایک جز کے ساتھ مطابقت ہے۔

۱۳۵۳ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث بن سعد نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے

اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ، ثُمَّ يَقُولُ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ اَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ؟ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ، فَقَالَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ.

حدیث بیان کی از عبد الرحمان بن کعب بن مالک از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہداء اُحد میں سے دو مردوں کو ایک قبر میں جمع کرتے تھے پھر آپ فرماتے: ان میں سے کس کو قرآن زیادہ یاد ہے؟ پس جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ اس کو پہلے لحد میں رکھتے' پھر فرماتے: میں قیامت کے دن ان لوگوں کا گواہ ہوں گا' پھر آپ نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو ان کے خونوں کے ساتھ دفن کر دیا جائے اور ان کو غسل نہیں دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۷۹ - بَابٌ اِذَا اَسْلَمَ الصَّبِيُّ فَمَاتَ، هَلْ يُصَلّٰى عَلَيْهِ، وَهَلْ يُعْرَضُ عَلَى الصَّبِيِّ الْاِسْلَامُ؟

جب بچہ اسلام لے آئے' پس فوت ہو جائے تو کیا اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی؟ اور کیا بچہ کے اوپر اسلام کو پیش کیا جائے گا؟

امام بخاری نے اس باب میں دو عنوان قائم کیے ہیں' پہلا عنوان یہ ہے کہ جب بچہ مسلمان ہو جائے اور بالغ ہونے سے پہلے فوت ہو جائے تو آیا اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو بچہ اسلام میں پیدا ہوا' اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ وہ اپنے ماں باپ کے دین پر ہے' اور دوسرا عنوان ہے: کیا بچہ پر اسلام پیش کیا جائے گا؟

مشرکین کی اولاد کی نمازِ جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

المدونہ میں مذکور ہے کہ اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی' سوا اس صورت کے کہ اس کا صاحب عقل ہونا معروف ہو اور وہ اسلام کو قبول کرے اور یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے اور الہدایہ کی شرح میں مذکور ہے کہ جب کوئی بچہ قید کر لیا جائے اور اس کے ساتھ اس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک ہو پھر وہ مر جائے تو اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی حتیٰ کہ وہ شعور کی حالت میں اسلام کو قبول کرے یا اس کے ماں باپ میں سے کوئی اسلام لے آئے اور امام شافعی کے نزدیک اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا اور بچہ ماں باپ کے اچھے دین کے تابع ہوتا ہے اور المغنی میں مذکور ہے کہ مشرکین کی اولاد کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی سوائے اس صورت کے کہ اس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۴۳ ملخصاً)

امام بخاری نے دوسرا عنوان یہ قائم کیا ہے کہ کیا بچے پر اسلام پیش کیا جائے گا اور اگر بچہ بلوغت کے قریب ہو تو اس پر اسلام کو پیش کرنا صحیح ہے' امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ، وَشُرَيْحٌ، وَاِبْرَاهِيْمُ، وَقَتَادَةُ اِذَا اَسْلَمَ اَحَدُهُمَا فَالْوَلَدُ مَعَ الْمُسْلِمِ.

اور حسن بصری اور شریح اور ابراہیم اور قتادہ نے یہ کہا ہے کہ جب ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو بچہ مسلمان

کے ساتھ ہوگا۔

یہ تعلیق امام بخاری کے دوسرے عنوان کے موافق ہے' حسن بصری اور قاضی شریح کا قول سنن بیہقی میں مذکور ہے اور ابراہیم اور قتادہ کا قول مصنف عبدالرزاق میں مذکور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۴۳)

وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَعَ أُمِّهٖ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَلَمْ يَكُنْ مَعَ أَبِيْهِ عَلٰى دِيْنِ قَوْمِهٖ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ضعیف لوگوں میں اپنی ماں کے ساتھ تھے اور اپنی قوم کے دین پر اپنے باپ کے ساتھ نہیں تھے۔

اس تعلیق کی اصل عنقریب' صحیح البخاری: ۱۳۵۷ میں آ رہی ہے۔

اس تعلیق میں ''المستضعفین'' (ضعیف لوگوں) سے مراد وہ ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ○ (النساء: ۹۸)

مگر جو مرد' عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہوں' ہجرت کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں' نہ وہ کسی تدبیر پر عمل کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور نہ انہیں کسی راستہ کا علم ہو (ان پر ہجرت فرض نہیں ہے) ○

اس آیت میں ان مردوں' عورتوں اور بچوں کو ہجرت سے مستثنیٰ کرنے کا بیان ہے' جو ہجرت کے وسائل سے محروم ہوں اور راستہ سے بھی بے خبر ہوں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں اور میری ماں ''مستضعفین'' میں سے تھے' میں بچوں میں سے تھا اور میری ماں عورتوں میں سے تھیں' یہ وہ لوگ تھے جو مکہ میں اسلام لائے تھے اور مشرکین نے ان کو ہجرت کرنے سے روک دیا تھا' پس وہ بہت ضعیف تھے اور مشرکین کی شدید اذیت کو برداشت کرتے تھے' اور حضرت ابن عباس اپنے والد کے ساتھ نہ تھے کیونکہ وہ اس وقت اپنی قوم کے مشرکین کے دین پر تھے' یہ امام بخاری کا کلام ہے اور یہ کلام اس پر مبنی ہے کہ حضرت عباس غزوۂ بدر کے بعد اسلام لائے تھے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابن سعد نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عباس ہجرت سے پہلے اسلام لائے تھے اور کسی مصلحت کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم سے مکہ میں ٹھہرے رہے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں الکلبی ہے اور وہ متروک ہے' نیز یہ روایت اس وجہ سے بھی مسترد کی گئی ہے کہ حضرت عباس بدر میں قید کیے گئے تھے اور انہوں نے اپنا فدیہ دیا تھا' جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب کتاب المغازی میں آئے گا' نیز اس روایت کا رد اس آیت سے بھی ہوتا ہے جو ''مستضعفین'' کے متعلق نازل ہوئی ہے' کیونکہ یہ آیت غزوۂ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے' حضرت عباس بدر میں قید کیے گئے تھے اور اس کے بعد اسلام لائے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۴۴)

وَقَالَ الْإِسْلَامُ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى.

اور آپ نے فرمایا: اسلام غالب رہتا ہے اور مغلوب نہیں ہوتا۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث میں ہے:

عائذ بن عمر المزنی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔

(سنن دار قطنی: ۳۵۶۴۔ ج ۳ ص ۱۸۱' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

١٣٥٤ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان

يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ، أَنَّ عُمَرَ انْطَلَقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ، حَتّٰى وَجَدُوْهُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ، عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ، وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ الْحُلُمَ، فَلَمْ يَشْعُرْ حَتّٰى ضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ تَشْهَدُ أَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ الْأُمِّيِّيْنَ. فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ فَرَفَضَهُ وَقَالَ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَبِرُسُلِهِ. فَقَالَ لَهُ مَاذَا تَرٰى؟ فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ يَأْتِيْنِي صَادِقٌ وَكَاذِبٌ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِّطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ. ثُمَّ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيْئًا. فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ هُوَ الدُّخُّ. فَقَالَ اِخْسَأْ، فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ. فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَعْنِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ يَّكُنْهُ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْهُ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِيْ قَتْلِهِ. [اطراف الحدیث: ۳۰۵۵-۶۱۷۳-۶۶۱۸]

کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی از یونس از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور چند مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے حتیٰ کہ اس کو اس حال میں دیکھا کہ وہ بچوں کے ساتھ بنی مغالہ کے مکانوں کے پاس کھیل رہا تھا' اور اس وقت ابن صیاد بلوغت کے قریب تھا' اس کو پتا نہیں چلا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اپنا ہاتھ مارا' پھر آپ نے ابن صیاد سے فرمایا: کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابن صیاد نے آپ کی طرف دیکھا' پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امیین (اَن پڑھ لوگوں) کے رسول ہیں' پھر ابن صیاد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا' اور فرمایا: میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور اس کے تمام رسولوں پر' پھر آپ نے اس سے پوچھا: تم کیا دیکھتے ہو؟ تو ابن صیاد نے کہا: میرے پاس صادق اور کاذب (خبریں) آتی ہیں' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پر معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: میں نے تمہارے لیے ایک بات چھپائی ہے (بتاؤ! وہ کیا ہے)' ابن صیاد نے کہا: وہ الدخ ہے' آپ نے فرمایا: دفع ہو جا! تو اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکتا' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑا دوں! پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ وہی ہے (یعنی دجال) تو تم اس پر مسلط نہیں ہو' اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو پھر اس کو قتل کرنے میں تمہارے لیے کوئی خیر نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۹۳۰' الرقم المسلسل: ۷۲۲۱' سنن ابوداؤد: ۴۳۳۱' سنن ترمذی: ۲۲۳۵' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۸۱۷' صحیح ابن حبان: ۶۷۸۵' الادب المفرد: ۹۵۸' شرح السنۃ: ۴۲۷۰' المعجم الکبیر: ۱۳۱۴۸-۱۳۱۴۶' مسند احمد ج ۲ ص ۱۴۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۳۶۰- ج ۱۰ ص ۴۲۹-۴۲۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۶۳۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدان' یہ عبد اللہ بن عثمان کا لقب ہے (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن مسلم الزہری (۵) سالم بن عبد اللہ بن عمر (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۴۵)

مشکل الفاظ کے معانی اور ابن صیّاد کے دعویٰ نبوت کا بطلان

اس حدیث میں ''رھط'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: تین سے لے کر دس تک لوگ۔

اس حدیث میں ''ابن صیّاد'' کا لفظ ہے یہ یہود سے تھا اور یہ بنوالنجار کے خلفاء میں سے تھا۔

اس میں ''اطم'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: قلعہ کی طرح پتھر سے بنے ہوئے مضبوط مکان اس کی جمع ''اطام'' ہے۔

''بنو مغالة'' مغالہ ایک عورت کا نام ہے جس کی طرف یہ لوگ منسوب تھے یہ عدی بن عمرو بن مالک بن النجار کی بیوی تھی۔

''الامیین'' جو لوگ امة العرب کی طرف منسوب ہوں یہ لوگ لکھتے پڑھتے نہیں تھے ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ اپنی ماں سے ولادت کے طریقہ پر ہوں اور لکھتے نہ ہوں ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ ام القریٰ کے رہنے والے ہوں۔

تم پر معاملہ مشتبہ ہوگیا ہے: تم پر جو جھوٹی باتیں القاء کی جاتی ہیں وہ تمہاری طرف شیطان القاء کرتا ہے۔

میں نے تمہارے لیے ایک بات چھپائی ہے: میں نے تمہیں آزمانے کے لیے یا تمہارے بطلان کو ظاہر کرنے کے لیے سورۃ الدخان کی یہ آیت چھپائی ہے: ''یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍO'' (الدخان:۱۰) الداؤدی نے کہا: آپ کے ہاتھ میں سورۃ الدخان لکھی ہوئی تھی۔ ابن قرقول نے کہا: ابن الصیاد اس آیت تک نہیں پہنچ سکا یا اس پر پورا لفظ ''الدخان'' منکشف نہیں ہو سکا اس لیے اس نے کہا: وہ ''الدخ'' ہے۔ اس پر اعتراض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کو اپنے دل میں چھپایا تھا تو ابن صیاد کو ''دخ'' کا بھی کیسے پتا چل گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو چپکے سے بتایا تھا کہ میں نے یہ آیت چھپائی ہے تاکہ ان کو بھی شرح صدر ہو جائے کہ ابن صیاد کو اس کا پتا نہیں چل سکا شیطان نے اس آیت میں سے ''دخ'' کا لفظ سن لیا اور وہ ابن صیاد کو بتا دیا تو ابن صیاد نے کہا: آپ نے ''الدخ'' کو چھپایا ہے اور جب وہ آپ کے دل کی بات پر مطلع نہ ہو سکا تو اس کو اپنی نبوت کا جو زعم تھا وہ باطل ہو گیا اس لیے آپ نے فرمایا: دفع ہو جا! تو اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۴۶۔۲۴۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ابن صیاد کے دجال ہونے یا نہ ہونے کے متعلق علماء کے اقوال اور ان کے دلائل

علامہ یحییٰ بن شرف النووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ دجال ابن صیاد ہے یا کوئی اور ہے بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے ہم چند بچوں کے پاس سے گزرے جن میں ابن صیاد بھی تھا بچے بھاگ گئے اور ابن صیاد بیٹھا رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس نے کہا: نہیں! بلکہ آپ یہ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ وہی ہے جو تمہارا خیال ہے تو تم اس کو قتل نہیں کر سکو گے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۲۴ الرقم المسلسل: ۷۲۱۱)

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ابن صیاد کا قصہ مشکل ہے اور اس کا معاملہ مشتبہ ہے آیا یہ وہی مشہور مسیح دجال ہے یا اس کا غیر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا۔

علماء نے کہا ہے کہ اس باب کی ظاہر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف یہ وحی نہیں کی گئی تھی کہ ابن صیاد مسیح

الدجال ہے نہ اس کا غیر ہے' آپ کی طرف صرف دجال کی صفات کی وحی کی گئی تھی اور ابن صیاد میں قرائن محتملہ تھے' اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قطعی طور پر یہ نہیں کہا کہ یہ دجال ہے' نہ یہ کہا کہ یہ اس کا غیر ہے' اسی وجہ سے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا کہ اگر یہ وہی ہے تو تم اس کے قتل کی طاقت نہیں رکھتے۔

رہا یہ استدلال کہ ابن صیاد مسلمان تھا اور دجال کافر ہے اور یہ کہ دجال کی اولاد نہیں ہوگی اور اس کی اولاد ہوئی' اور یہ کہ دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا اور ابن صیاد مدینہ میں داخل ہوا اور وہ مکہ کی طرف متوجہ ہوا' سو اس میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے فتنہ کے وقت اور اس کے زمین میں نکلنے کے وقت اس کی خبر دی ہے' اور ابن صیاد کا واقعہ اس سے پہلے کا ہے۔

ابن صیاد کا اسلام کا اظہار کرنا اور اس کا حج کرنا اور اس کا جہاد کرنا' اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ دجال کا غیر ہے۔ الخطابی نے کہا ہے کہ ابن صیاد کے بڑے ہونے کے بعد متقدمین کا اس کے متعلق اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس نے نبوت کے قول سے توبہ کر لی تھی اور مدینہ میں مر گیا تھا۔

الخطابی نے کہا کہ حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم حلف اٹھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے' اور وہ اس میں شک نہیں کرتے تھے' حضرت جابر سے کہا گیا کہ وہ اسلام لے آیا تھا' انہوں نے کہا: خواہ وہ اسلام لے آیا ہو' ان سے کہا گیا: وہ مدینہ میں تھا اور مکہ میں داخل ہوا' انہوں نے کہا: خواہ وہ مکہ میں داخل ہو گیا ہو۔

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں سند صحیح کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ یوم حرہ میں ہم نے ابن صیاد کو گم پایا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۳۳۲)

اس سے وہ روایت باطل ہو جاتی ہے کہ ابن صیاد مدینہ میں مرا تھا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی تھی۔

امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے: اللہ کی قسم! مجھے یہ شک نہیں ہے کہ ابن صیاد ہی مسیح دجال تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۳۰)

امام بیہقی نے اپنی کتاب ''البعث والنشور'' میں کہا ہے کہ لوگوں کا ابن صیاد کے معاملہ میں بہت زیادہ اختلاف ہے کہ آیا وہ دجال تھا یا نہیں؟

ابن صیاد کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کیوں نہیں کیا جب کہ اس نے آپ کے سامنے دعویٰ نبوت کیا تھا؟

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابن صیاد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نبوت کا دعویٰ کیا تو پھر آپ نے اس کو قتل کیوں نہیں کیا؟ امام بیہقی وغیرہ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں:

(۱) وہ اس وقت بالغ نہیں تھا' اس جواب کو قاضی عیاض نے بھی اختیار کیا ہے۔

(۲) ابن صیاد اس زمانہ میں تھا' جب یہودیوں سے آپ کی صلح تھی اور وہ آپ کے حلیف تھے۔

علامہ خطابی نے معالم السنن میں اسی جواب پر اعتماد کیا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ میں آئے تو آپ کے اور یہودیوں کے درمیان صلح نامہ لکھا گیا کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف کسی کو نہیں بھڑکائیں گے اور ان کے معاملات کو ان پر چھوڑ دیں گے اور ابن صیاد ان ہی میں سے تھا۔

آیت دخان کو دل میں چھپانے کی توجیہ

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دل میں آیت دخان کو چھپا کر اس کا امتحان لیا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے پاس یہ خبریں پہنچتی تھیں کہ وہ علم غیب کا دعویٰ کرتا ہے' تو آپ نے اس کا امتحان لیا تا کہ آپ پر حقیقتِ حال منکشف ہو جائے' اور آپ صحابہ کرام پر یہ ظاہر کر دیں کہ اس کا غیب جاننے کا دعویٰ باطل ہے اور وہ کاہن اور ساحر ہے' اس کے پاس شیطان آتا ہے اور اس کی زبان پر وہ باتیں ڈالتا ہے جو شیطان اپنے کاہنوں کی طرف ڈالتے ہیں' پس آپ نے اپنے دل میں یہ آیت چھپائی: ''فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍO'' (الدخان:۱۰) اور فرمایا: میں نے تمہارے لیے ایک بات چھپائی ہے' اس نے کہا: وہ ''الدخ'' ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دفع ہو! تو اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکتا' یعنی تو کاہنوں کے درجہ سے نہیں بڑھ سکتا جس طرح شیاطین لمبی چوڑی بات کا صرف ایک لفظ کاہنوں کے دل میں ڈال دیتے ہیں' سو تیرا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ اس کے برخلاف انبیاء علیہم السلام کی طرف اللہ تعالیٰ علم غیب کی وحی نازل فرماتا ہے اور وہ وحی واضح اور کامل ہوتی ہے' اسی طرح اولیاء اللہ کی طرف بھی اللہ تعالیٰ غیب کا الہام فرماتا ہے اور ان کو بھی غیب کا مکمل کشف ہو جاتا ہے' پس ابن صیاد انبیاء علیہم السلام کے درجہ تک تو کیا پہنچتا وہ تو اولیاء اللہ کے درجہ تک بھی نہیں پہنچا تھا' وہ صرف کاہن تھا' اس سے زیادہ کچھ نہیں تھا۔ (معالم السنن ج ۴ ص ۳۲۳۔ ۳۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حضرت عمر نے حلف اٹھا کر جو کہا تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ آدمی اپنے گمان پر قسم کھا سکتا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گمان یہ تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اور انہوں نے اس پر قسم کھائی۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۱ ص ۷۱۷۶۔ ۷۱۷۲' ملخصاً' مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۲۲۶۔ ج ۷ ص ۸۰۳ پر مذکور ہے۔ اس کی شرح کے عنوان درج ذیل ہیں:

① ابن صیاد کا بیان ② ابن صیاد کے متعلق علماء اسلام کی آراء ③ دعویٰ نبوت کے باوجود ابن صیاد کو قتل نہ کرنے کی وجہ ④ ابن صیاد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتحان کی وضاحت ⑤ ابن صیاد کی اصلیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اشتباہ کی تحقیق ⑥ دجال کے متعلق علماء اسلام کے نظریات۔

۱۳۵۵ - **وَقَالَ** سَالِمٌ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اِنْطَلَقَ بَعْدَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، اِلَى النَّخْلِ الَّتِيْ فِيْهَا ابْنُ صَيَّادٍ، وَهُوَ يَخْتِلُ اَنْ يَّسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا، قَبْلَ اَنْ يَّرَاهُ ابْنُ صَيَّادٍ، فَرَاٰهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ، يَعْنِيْ فِيْ قَطِيْفَةٍ، لَهٗ فِيْهَا رَمْزَةٌ اَوْ زَمْرَةٌ، فَرَاَتْ اُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ يَا صَافِ، وَهُوَ اسْمُ ابْنِ صَيَّادٍ، هٰذَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ. وَقَالَ شُعَيْبٌ فِيْ حَدِيْثِهٖ فَرَفَصَهٗ، رَمْرَمَةٌ اَوْ زَمْزَمَةٌ. وَقَالَ عُقَيْلٌ رَمْرَمَةٌ. وَقَالَ مَعْمَرٌ رَمْزَةٌ.

اور سالم نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان کھجور کے درختوں کی طرف گئے' جن میں ابن صیاد تھا اور آپ یہ حیلہ کر رہے تھے کہ ابن صیاد کے دیکھنے سے پہلے اس کی کوئی بات سن لیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا' وہ ایک چادر اوڑھ کر لیٹا ہوا تھا' اس میں اس کی گنگناہٹ کی آواز آرہی تھی' ابن صیاد کی ماں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا' اس وقت آپ کھجور کے درختوں کی آڑ میں چھپے ہوئے تھے' اس نے ابن صیاد سے کہا: ''یا صاف'' اور یہ ابن صیاد کا نام ہے' اس کی ماں نے کہا: یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں' پس ابن صیاد فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ ابن صیاد کو چھوڑ دیتی تو اس کا معاملہ منکشف ہو جاتا' اور شعیب نے اپنی حدیث میں کہا: پس آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ ''رمرمۃ'' یا ''زمزمۃ'' اور عقیل نے کہا:

[اطراف الحدیث: ۲۶۳۸ـ ۳۰۳۲ـ ۳۰۵۶ـ ۶۱۷۴] "رمرمۃ" اور معمر نے کہا: "رمزۃ"۔

حدیث کے اس ٹکڑے کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

بعض الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس سے پہلے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ذکر کی گئی تھی' یہ اس کا تتمہ ہے۔

اس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بعد حضرت ابی بن کعب کے ساتھ گئے' یعنی پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر چند اصحاب کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے تھے' اس کے بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھجور کے درختوں کی طرف گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت یہ حیلہ کر رہے تھے کہ چپکے سے ابن صیاد کا کلام سنیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ وہ ساحر ہے یا کاہن ہے' اس وقت ابن صیاد ایک چادر اوڑھ کر لیٹا ہوا تھا۔

اس حدیث میں "رمزۃ" یا "زمرۃ" کا لفظ ہے' اور عقیل نے کہا: "رمرمۃ" اس کا معنی ہے: کلامِ خفی' یعنی اس کے ہونٹوں اور نتھنوں سے گنگناہٹ کی آواز نکل رہی تھی۔

۱۳۵۶ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ غُلَامٌ يَهُوْدِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ أَسْلِمْ فَنَظَرَ إِلٰى أَبِيْهِ وَهُوَ عِنْدَهُ، فَقَالَ لَهُ أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ. [طرف الحدیث: ۵۶۵۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن زید ہیں' از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ایک یہودی لڑکا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا' پس وہ بیمار ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی عیادت کرنے کے لیے گئے' پس آپ اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے' آپ نے اس سے فرمایا: اسلام قبول کر لو' اس کا باپ بھی اس کے پاس تھا' سو اس لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا' اس کے باپ نے کہا: ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم مانو' سو وہ اسلام لے آیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے نکلے' اس وقت آپ فرما رہے تھے: اللہ کا شکر ہے' جس نے اس کو دوزخ سے نجات دے دی۔

(مسند ابویعلیٰ: ۳۳۵۰' صحیح ابن حبان: ۲۹۶۰' تاریخ بغداد ج ۴ ص ۳۸' مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۷۹۲ـ ج ۲۰ ص ۱۸۷ـ ۱۸۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۳۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

کافر سے اور نوعمر لڑکوں سے خدمت لینا اور اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرنا اور ان کو اسلام کی تبلیغ کرنا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکے کے باپ کے سامنے اس کو اسلام کی دعوت دی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ فرض کیا ہے کہ آپ اللہ کے بندوں کو اسلام کی دعوت دیں' اور اس فرض کی ادائیگی میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کریں۔

اس حدیث میں اہل ذمہ کی عیادت کا ثبوت ہے' خصوصاً جب وہ ذمی پڑوسی ہو' کیونکہ اس میں محاسن اسلام کا اظہار ہے اور ان کے ساتھ زیادہ الفت کا اظہار ہے تا کہ وہ اسلام کے قبول کرنے میں رغبت کریں۔

اس حدیث میں کافر سے اور لڑکوں سے خدمت لینے کا ثبوت ہے اور اس میں بچوں اور لڑکوں پر اسلام پیش کرنے کا ثبوت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے جس نے اس کو دوزخ سے نجات دی' اس سے معلوم ہوا کہ جس کو کفر اور اسلام کا پتا ہو'اس کے باوجود وہ کفر پر برقرار رہے تو وہ دوزخ کی آگ کا مستحق ہوتا ہے۔

١٣٥٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ كُنْتُ اَنَا وَاُمِّيْ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ' اَنَا مِنَ الْوِلْدَانِ وَاُمِّيْ مِنَ النِّسَاءِ.

[اطراف الحدیث:۴۵۸۷-۴۵۸۸-۴۵۹۷] (صحیح مسلم: ۱۲۹۳' الرقم المسلسل:۳۰۶۸' سنن ابوداؤد:۱۹۳۹' سنن نسائی:۳۰۳۲) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ عبید اللہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں اور میری والدہ ضعیف لوگوں میں سے تھے' میں بچوں میں سے تھا اور میری والدہ عورتوں میں سے تھیں۔

اس سے پہلے امام بخاری نے اس حدیث کو تعلیقاً ذکر کیا تھا اور وہاں اس کی شرح گزر چکی ہے۔ (دیکھئے چند صفحات قبل' باب:۷۹)

١٣٥٨ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ' يُصَلّٰى عَلٰى كُلِّ مَوْلُوْدٍ مُتَوَفّٰى وَاِنْ كَانَ لِغَيَّةٍ' مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ وُلِدَ عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ' يَدَّعِيْ اَبَوَاهُ الْاِسْلَامَ' اَوْ اَبُوْهُ خَاصَّةً' وَاِنْ كَانَتْ اُمُّهٗ عَلٰى غَيْرِ الْاِسْلَامِ' اِذَا اسْتَهَلَّ صَارِخًا صُلِّيَ عَلَيْهِ' وَلَا يُصَلّٰى عَلٰى مَنْ لَا يَسْتَهِلُّ' مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ سِقْطٌ' فَاِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ يُحَدِّثُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ' فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ' كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَاءَ' هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَاءَ . ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ (الروم:۳۰) الْاٰيَةَ.

[اطراف الحدیث:۱۳۵۹-۱۳۸۵-۴۷۷۵-۶۵۹۹]

(اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ ابن شہاب ہر فوت شدہ بچہ کی نمازِ جنازہ پڑھتے تھے خواہ وہ کسی طوائف کا بچہ ہو کیونکہ وہ بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوا ہے' اس کے ماں باپ اسلام کے مدعی ہیں یا خصوصاً اس کا باپ' خواہ اس کی ماں اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر ہو' جب بچہ پیدا ہونے کے بعد آواز سے روئے گا تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اور جو پیدا ہونے کے بعد آواز سے نہیں روئے گا' اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ نا تمام بچہ ہو کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے' پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی بنا دیتے ہیں یا مجوسی بنا دیتے ہیں' جیسے چوپائے ہیں سب مکمل جسم کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں کیا تم ان میں سے کسی کو کن کٹا یا نکٹا دیکھتے ہو' پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: اللہ نے جس فطرت (بناوٹ) پر لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ (الروم:۳۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع الحمصی (۲) شعیب بن ابی حمزہ الحمصی (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج۸ ص۲۶۸)

حدیث مذکور میں فطرت کے متعدد معانی اور ان پر حافظ ابن عبدالبر کے اعتراضات اور مصنف کے نزدیک فطرت کا محمل

حافظ ابو عمر ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ ھ لکھتے ہیں:

ایک قوم نے کہا ہے کہ فطرت سے مراد یہاں پر وہ خلقت ہے جس پر مولود پیدا ہوتا ہے' انہوں نے اس کا انکار کیا ہے کہ مولود کو کفر یا ایمان پر یا معرفت اور انکار پر پیدا کیا جائے اور مولود کو غالباً اس کے اعضاء کی سلامتی کے ساتھ پیدا کیا جاتا ہے' اس میں ایمان ہوتا ہے نہ کفر اور نہ انکار اور نہ معرفت' پھر جب ان میں تمیز آ جاتی ہے تو پھر وہ ایمان وغیرہ کا اعتقاد رکھتے ہیں' انہوں نے حدیث کے ان الفاظ سے استدلال کیا ہے: جیسے چوپائے' پس بچے ولادت کے وقت ان چوپایوں کی مثل ہوتے ہیں جن کے اعضاء سلامت ہوتے ہیں' پس جب وہ بالغ ہو جاتے ہیں تو شیاطین ان پر غالب ہو جاتے ہیں' پس ان میں سے اکثر کافر ہو جاتے ہیں ماسوا ان کے جن کو اللہ تعالیٰ بچائے اور اگر وہ اپنی پیدائش کے وقت ایمان یا کفر پر پیدا کیے جاتے تو وہ اس سے کبھی بھی منتقل نہیں ہو سکتے تھے حالانکہ تم ان کو اس حال میں پاتے ہو کہ وہ ایمان لاتے ہیں' پھر کفر کرتے ہیں' پھر ایمان لاتے ہیں اور یہ محال ہے کہ بچے کو اپنی ولادت کے وقت ذرا سی بھی عقل ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس حال میں اپنی ماؤں کے پیٹ سے نکالا ہے کہ ان کو کسی چیز کا علم نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (النحل: ۷۸)

اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے پیدا کیا' اس وقت تم کچھ نہیں جانتے تھے' اور اس نے تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے دل بنائے تا کہ تم (اللہ کا) شکر ادا کرو○

پس جس کو کسی چیز کا علم نہ ہو' اس کو کفر یا ایمان یا معرفت یا انکار کا علم ہونا محال ہے۔

حافظ ابو عمر ابن عبدالبر المتوفی ۴۶۳ ھ نے کہا ہے کہ فطرت کے جتنے معانی بیان کیے گئے ہیں' ان میں یہ سب سے صحیح معنی ہے۔

ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے' یہ آپ نے فرائض کے نازل ہونے سے پہلے فرمایا تھا کیونکہ اگر ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا' پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی بنانے سے پہلے مر جاتے تو وہ اپنے ماں باپ کا وارث نہ ہوتا (کیونکہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا حالانکہ وہ ان کا وارث ہوتا ہے) پس جب فرائض نازل ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے ماں باپ کے دین پر پیدا ہوتا ہے۔

دوسری قوم نے یہ کہا ہے کہ فطرت سے مراد یہاں پر اسلام ہے' قرآن مجید میں ہے:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا. (الروم: ۳۰)

اللہ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔

سلف کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں "فطرت" سے مراد دین اسلام ہے۔ عکرمہ' مجاہد' الحسن' ابراہیم' ضحاک اور قتادہ نے کہا ہے کہ "لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ" کا معنی ہے: اللہ کے دین میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

عیاض بن حمار مجاشعی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن لوگوں سے فرمایا: کیا میں تم کو وہ حدیث نہ بیان کروں جو مجھ سے اللہ نے کتاب میں بیان فرمائی ہے کہ اللہ نے آدم کو اور اس کی اولاد کو حنفاء مسلمین پیدا فرمایا' الحدیث بطولہ۔ (المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۳۶۳) اور "حنیف" کا معنی مسلمان ہے' قرآن مجید میں ہے:

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا. (آل عمران:۶۷) ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی لیکن وہ حنیف مسلم تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حنیف کی تفسیر مسلم کے ساتھ کی ہے اور یہ بالکل واضح ہے اور اس میں کوئی خفا نہیں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ حنیف وہ ہے جو دین ابراہیم پر ہو' پھر اس شخص کا نام ''الحنیف'' رکھا گیا ہے جو ختنہ کراتا ہو اور زمانۂ جاہلیت میں حج کرتا ہو اور اس زمانہ میں حنیف مسلمان ہے۔

جن علماء نے کہا کہ فطرت سے مراد اسلام ہے' انہوں نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ چیزیں فطرت ہیں' یا فرمایا: پانچ چیزیں فطرت سے ہیں: ختنہ کرانا' زیر ناف بال کاٹنا' ناخن تراشنا' بغل کے بال نوچنا اور مونچھیں کم کرانا۔

(صحیح البخاری:۵۸۸۹' صحیح مسلم:۲۵۷' سنن ابوداؤد:۴۱۹۸' سنن نسائی:۱۱' مصنف عبدالرزاق:۲۰۲۴۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۹)

اور یہ اسلام کی سنتیں ہیں۔

امام اوزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب الزہری سے سوال کیا کہ ایک شخص پر مسلمان غلام کو آزاد کرنا واجب ہے' اگر وہ بچہ کو یا دودھ پیتے کو آزاد کر دے تو آیا اس کا واجب ادا ہو جائے گا؟ ابن شہاب نے کہا: ہاں! کیونکہ وہ فطرت پر پیدا ہوا ہے یعنی اسلام پر۔ اس قول کی بناء پر حدیث میں جو الفاظ ہیں: جیسے چوپائے ہیں' سب مکمل جسم کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں' کیا تم ان میں کوئی کن کٹا یا نکٹا دیکھتے ہو' اس کا معنی یہ ہوگا کہ بچہ کو کفر سے سلامت اور مؤمن و مسلمان پیدا کیا گیا ہے' اس میثاق پر جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی اولاد سے لیا تھا جب ان کو حضرت آدم کی پشت سے نکالا تھا اور ان کو ان کے نفسوں پر گواہ کر کے فرمایا تھا:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى. (الاعراف:۱۷۲) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں!

علامہ ابو عمر ابن عبد البر نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے: ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے' اس ارشاد میں فطرت سے اسلام کو مراد لینا محال ہے' کیونکہ اسلام اور ایمان' اقرار باللسان' تصدیق بالقلب اور عمل بالارکان ہے اور یہ معنی نومولود بچہ میں پایا نہیں جاتا اور کلامِ عرب میں فطرت کے کئی معانی ہیں اور دودھ پیتے بچے کو آزاد کرنا مؤمن کو آزاد کرنے سے اس لیے کافی ہوتا ہے کہ اس کے ماں باپ مؤمن ہوتے ہیں۔ (تمہید ج ۷ ص ۲۴۴-۲۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

مصنف کے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے ذہن میں اسلام کو قبول کرنے کی استعداد ہوتی ہے اور یہی اس حدیث میں فطرت کا معنی ہے' اس کے ماں باپ اس کو یہودی' عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں' پھر بھی اس کے ذہن میں اسلام کو قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے' یہی وجہ ہے کہ بعد میں جب اس کو اسلام کی تبلیغ کی جاتی ہے تو وہ اسلام کو قبول کر لیتا ہے' اگر اس کے ذہن میں قبول اسلام کی استعداد نہ ہوتی تو وہ بعد میں کیسے مسلمان ہو جاتا' اس کی مثال اس طرح ہے کہ اگر چمک دار ہیرے کو کیچڑ میں ڈال دیا جائے تو اس کی چمک چھپ جاتی ہے مٹتی نہیں ہے' پھر اگر اس کو پانی سے دھو دیا جائے تو اس کی چمک پھر لوٹ آتی ہے' پس جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو بے شک اس میں اقرار باللسان' تصدیق بالقلب اور عمل بالارکان کا مصداق نہیں پایا جاتا لیکن اس میں اللہ کی توحید کا اقرار کرنے اور اس کی توحید کی تصدیق کرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اور اس میں یہ صلاحیت ساری زندگی باقی رہتی ہے' خواہ وہ عملی طور پر یہودی ہو عیسائی ہو یا مجوسی ہو اور جو علماء کہتے ہیں کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اسلام کی صلاحیت پر پیدا ہوتا ہے اور اس تعریف پر علامہ ابن عبد البر کا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

فللہ الحمد علی ذالک.

۱۳۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ، كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَاءَ. ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ (الروم: ۳۰).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے وہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جس طرح چوپایا صحیح سالم بچہ جنتا ہے کیا تم اس میں کان یا ناک کٹی ہوئی دیکھتے ہو؟ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: اللہ کی وہ فطرت (بناوٹ) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہے یہی صحیح دین ہے۔ (الروم: ۳۰)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۵۸ میں گزر چکی ہے۔

۸۰ - بَابٌ اِذَا قَالَ الْمُشْرِكُ عِنْدَ الْمَوْتِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

جب مشرک موت کے وقت لا الٰہ الا اللہ پڑھے

اس سے مراد یہ ہے کہ مشرک اپنی زندگی میں موت کے معائنہ کے وقت لا الٰہ الا اللہ پڑھے تو اس سے اس کو نفع نہیں ہوگا' قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ. (الانعام: ۱۵۸)

جس دن آپ کے رب کی کوئی (بڑی) نشانی آ پہنچے گی اس دن کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان لانا نفع نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو۔

۱۳۶۰ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ لَمَّا حَضَرَتْ اَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ، جَاءَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَجَدَ عِنْدَهٗ اَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ، وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ طَالِبٍ يَا عَمِّ، قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، كَلِمَةً اَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ. فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ اُمَيَّةَ يَا اَبَا طَالِبٍ، اَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟! فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ جب ابو طالب پر موت کا وقت آیا تو اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گئے پس آپ نے اس کے پاس ابوجہل بن ہشام اور عبد اللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ کو پایا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے فرمایا: اے میرے چچا! آپ یہ کلمہ پڑھیں: لا الٰہ الا اللہ تو میں اللہ کے پاس آپ کے حق میں شہادت دوں گا' پس ابوجہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا: اے ابو طالب! کیا تم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ . وَيَعُوْدَانِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ، حَتّٰى قَالَ اَبُوْ طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ هُوَ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ. وَاَبٰى اَنْ يَّقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا وَاللّٰهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ اُنْهَ عَنْكَ. فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهِ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ﴾ (التوبہ:۱۱۳) الْآيَةَ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۸۴-۴۶۷۵-۴۷۷۲-۶۶۸۱]

عبدالمطلب کی ملت سے اعراض کرو گے؟ رسول اللہ ﷺ ابوطالب پر مسلسل کلمہ پیش کرتے رہے اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے' حتیٰ کہ ابوطالب نے ان سے جو آخری بات کہی' وہ یہ تھی کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے اور اس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنیں! اللہ کی قسم! میں آپ کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہیں کیا جائے گا' تب اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت نازل کی: نبی کے لیے اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں۔ (التوبہ: ۱۱۳)

(صحیح مسلم: ۲۴' الرقم المسلسل: ۱۳۱' سنن نسائی: ۲۰۳۵' السنن الکبریٰ: ۱۱۳۸۳' مصنف عبدالرزاق: ۴۶۷۵-۳۸۸۴' الاحاد والمثانی: ۷۲۰' المعجم الکبیر: ۸۲۰-ج ۲۰ ص ۳۴۹' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۴۳-۳۴۲' الاسماء والصفات ص ۹۸-۹۷' مسند الشامیین: ۳۰۳۳' شرح السنہ: ۱۲۷۴' صحیح ابن حبان: ۹۸۲' شرح مشکل الآثار: ۲۴۸۶-۲۴۸۵-۲۴۸۴' مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۶۷۴-ج ۳۹ ص ۷۹-۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۶۲۲۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۳۳۴)

حدیث مذکور کے رجال اور اس حدیث کی سند کی تحقیق

(۱) اسحاق سے مراد اسحاق بن راھویہ ہے یا اسحاق بن منصور' یہ دونوں امام بخاری کی شرط کے مطابق ہیں (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم' یہ شوال ۲۰۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ان کے والد ابراہیم بن سعد القرشی' یہ بغداد میں قاضی تھے اور ۱۸۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) صالح بن کیسان' یہ ۱۴۰ھ کے بعد فوت ہو گئے تھے (۵) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۶) سعید بن المسیب (۷) ان کے والد المسیب بن حزن القرشی المخزومی' یہ دونوں صحابی ہیں' ان دونوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی' المسیب ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی' یہ تاجر تھے' انہوں نے سات احادیث روایت کی ہیں' ان میں سے امام بخاری نے تین روایت کی ہیں۔ علامہ ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ المسیب بن حزن صحابی ہیں' ان سے ان کے بیٹے روایت کرتے ہیں' وہ فتح خیبر کے بعد اسلام لائے تھے' انہوں نے کہا کہ حزن بن ابی وہب المخزومی نے بھی ہجرت کی تھی اور وہ طلقاء میں سے ہیں' وہ ۱۰ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس سند میں تین اہم چیزیں ہیں:

(۱) یہ حدیث صحیح البخاری کی افراد میں سے ہے کیونکہ المسیب سے صرف ان کا بیٹا سعید روایت کرتا ہے۔

(۲) المسیب اور ان کا بیٹا فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے اور ابو احمد العسکری کے قول کے مطابق بیعت رضوان میں شریک تھے' ہر دو صورت میں وہ ابوطالب کی وفات کے وقت موجود نہ تھے' لہٰذا یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے' ابوطالب اور حضرت خدیجہ کی وفات تین متقارب دنوں میں ہوئی' اس لیے اس سال کا نام عام الحزن رکھا گیا' اس وقت نبی ﷺ کی عمر ۴۹ سال آٹھ ماہ گیارہ دن تھی' ایک قول یہ ہے کہ ان کی وفات نصف شوال نبوت کے دسویں سال ہوئی' ابن جزار نے کہا ہے کہ ان کی وفات

ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی' ۴ سال اور ۵ سال پہلے کا بھی قول ہے۔

(۳) ایک قول یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل حقیقی ہے کیونکہ امام ابن حبان نے المسیب کا ذکر ثقات تابعین میں کیا ہے' لیکن یہ قول غریب ہے۔(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۶۱-۲۶۰)

مشکل الفاظ کے معانی اور ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے: جب ابوطالب پر موت کا وقت آیا۔ اس سے مراد موت کی علامات ہیں اور یہ نزع کے وقت سے پہلے کا واقعہ ہے' ورنہ اس کو ایمان لانے سے نفع نہ ہوتا' ابوطالب کا نام عبد مناف تھا' یہ اکثرین کا قول ہے' حاکم نے کہا: اس کا نام اور کنیت واحد ہے' ابوالقاسم مغربی نے کہا: اس کا نام عمران تھا۔

ابوجہل: اس کی کنیت ابوالحکم تھی اور اس کا نام عمرو بن ہشام المغیرہ المخزومی ہے' یہ بھینگا تھا اور مفعول تھا۔

عبداللہ بن ابی میہ: ان کی ماں کا نام عاتکہ تھا' جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی تھیں' یہ طائف میں شہید ہوئے تھے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت عداوت رکھتے تھے اور مسلمانوں کے شدید مخالف تھے' یہ اور ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تھے۔

امام ابن ابی اسحاق نے لکھا ہے کہ عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: اے بھتیجے! آپ نے جو کلمہ اپنے چچا پر پیش کیا تھا' میں نے سنا وہ اس کلمہ کو پڑھ رہے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے نہیں سنا' علامہ سہیلی نے کہا: آپ نے اس کو اس لیے رد کر دیا کیونکہ عباس نے کفر کی حالت میں یہ شہادت دی تھی' اگر انہوں نے اسلام کی حالت میں یہ شہادت دی ہوتی تو ان کی شہادت قبول کر لی جاتی۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۶۴-۲۶۱ 'ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جب موت کے وقت کلمہ پڑھنا مفید نہیں ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوطالب کو موت کے وقت کلمہ پڑھنے کے لیے کیوں فرمایا؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ کلمہ توحید پڑھنا اس کو نفع دیتا ہے جو فرشتوں کے روح قبض کرنے کے معائنہ اور مشاہدہ سے پہلے کلمہ پڑھ لے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ. (النساء:۱۸)

ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو بُرے کام کرتے رہیں حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی ایک کے پاس موت آئے تو وہ کہے کہ میں نے اب توبہ کر لی۔

یعنی جب ملک الموت روح قبض کرنے کے لیے آ جائے اور وہ اس کا مشاہدہ کر لے اور موت کے فرشتوں کو کوئی شخص اسی وقت دیکھ سکتا ہے جب وہ دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہو رہا ہو۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا سے موت کے وقت کہا: آپ لا الٰہ الا اللہ پڑھیں' میں اس کلمہ کی وجہ سے اپنے رب کے سامنے آپ کی شفاعت کروں گا' اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ موت کے وقت کلمہ پڑھنا تو معتبر نہیں ہوتا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسے فرمایا: میں اس کلمہ کی وجہ سے آپ کی شفاعت کروں گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابھی ابوطالب نے موت کے فرشتوں کو نہیں دیکھا تھا لیکن اس کا اعتقاد یہ تھا کہ اس نے کوئی عمل صالح نہیں کیا تھا نہ نماز پڑھی تھی نہ روزہ رکھا تھا نہ زکوٰۃ ادا کی تھی

نہ حج کیا تھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بتلایا کہ جس نے موت سے پہلے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا' وہ مؤمنین میں داخل ہو جائے گا خواہ اس نے اس کے سوا اور کوئی عمل نہ کیا ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ابوطالب نے آخرت کا معائنہ کرلیا تھا اور اس کو موت کا یقین ہو چکا تھا اور وہ اس حالت میں تھا کہ اگر وہ اس وقت ایمان لے آتا تو اس کو ایمان نفع نہ دیتا' اس لیے اس نے روح نکلتے وقت کہا: وہ عبد المطلب کی ملت پر ہے' اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ امید ہوئی کہ اگر اس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اور آپ کی نبوت پر یقین کرلیا تو آپ اس کے لیے شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ وہ اس سے درگزر فرمائے اور اس حال میں اس کے ایمان کو قبول فرمالے اور یہ ابوطالب کی خصوصیت ہوگی کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کرتا تھا اور آپ کا دفاع کرتا تھا' اس امید کی وجہ سے آپ نے فرمایا: اے چچا! آپ کلمہ پڑھ لیں' میں آپ کی شفاعت کروں گا۔ اس قسم کا جواب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو نفع پہنچایا ہے خواہ وہ اسلام پر فوت نہیں ہوا کیونکہ اس کو تمام اہل دوزخ میں سب سے کم عذاب ہوگا' تو اگر وہ اس حال میں کلمہ پڑھ لیتا تو آپ اس کو ضرور نفع پہنچاتے' خواہ اس نے موت کے فرشتوں کو دیکھ لیا ہوتا۔

اس اعتراض کا ایک اور جواب یہ ہے کہ ابوطالب نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے دلائل دیکھے تھے اور آپ کے معجزات کی تصدیق کی تھی اور اس کو آپ کی نبوت کی صحت میں کوئی شک نہیں تھا' اگر چہ غیرت اور جاہلیت کا تعصب اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب پر اُبھارتا تھا' اور باقی مشرکین اپنے سرداروں کی طرف دیکھ رہے تھے اور ان کے قول کی پیروی کر رہے تھے' پس ابوطالب اور اس جیسے لوگ بہت بڑے گناہ کے مستحق تھے کیونکہ ان کے پیروکاروں کے کفر اور ان کی تکذیب کا بوجھ بھی ان کے اوپر تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس توقع پر اس کو کلمہ پڑھنے کے لیے کہا کہ جب آپ اس سے کہیں گے کہ میں اللہ تعالیٰ کے پاس تمہاری شفاعت کروں گا تو اس کا عناد زائل ہو جائے گا اور وہ ایمان لانے میں تردد اور توقف نہیں کرے گا لیکن اس کے برخلاف ظاہر ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی نبوت کی تصدیق نہیں کی۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۴۰۔۳۳۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

موت کے وقت کلمہ پڑھنا ابوطالب کی خصوصیت تھی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موت کے وقت ابوطالب کو کلمہ پڑھنے کے لیے کہا' یہ اس کی خصوصیت تھی کیونکہ ابوطالب کے علاوہ کوئی اور شخص موت کے وقت کلمہ پڑھے تو اس وقت کلمہ پڑھنا اس کو نفع نہیں دے گا۔ سورۃ التوبہ: ۱۱۳ کی تفسیر میں ہم اس مبحث کو زیادہ تفصیل سے لکھیں گے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۷۹۰' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

سورۃ التوبہ: ۱۱۳ کی تفسیر میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: ہم اس کی شرح ''کتاب الجنائز'' میں ابوطالب کی وفات کے قصہ میں لکھ چکے ہیں اور سورۃ القصص کی تفسیر میں ان شاء اللہ ہم اس پر کچھ کلام کریں گے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۲۴' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

القصص: ۵۶ کی تفسیر میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

صحیح البخاری: ۱۳۶۰ میں مذکور ہے: آپ نے موت کے وقت ابوطالب سے لا الہ الا اللہ پڑھنے کے لیے فرمایا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ موت کے وقت تو کلمہ پڑھنا مفید نہیں ہوتا' علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں کہا ہے: اس سے مراد ہے: جب ابوطالب پر موت کی علامات وارد ہوئیں' ورنہ اگر وہ ملک الموت کا مشاہدہ کر لیتا تو پھر اس کا ایمان لانا مفید نہ ہوتا خواہ وہ کلمہ پڑھ لیتا'

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بار بار کلمہ پڑھنے کے لیے فرماتے رہے اور ابوجہل وغیرہ اس کو منع کرتے رہے۔

حافظ ابن حجر اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ امید ہو کہ اگر اس نے ملک الموت کو دیکھنے کے بعد بھی کلمہ پڑھ لیا تو یہ اس کو مفید ہوگا' اگرچہ دوسروں کو اس حال میں کلمہ پڑھنا مفید نہیں ہوتا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے مرنے کے بعد آپ اس کے لیے تخفیف عذاب کی شفاعت کرتے رہے اور بالآخر اس کے عذاب میں تخفیف کر دی گئی اور اس تخفیف کو اس کے خصائص میں سے شمار کیا گیا ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث کو مراسیل صحابہ میں شمار کیا ہے کیونکہ المسیب بیعت رضوان کے موقع پر اسلام لائے تھے اور ابوطالب کی وفات ہجرت سے پہلے ہوئی تھی لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ المسیب کے بعد میں اسلام لانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حالت کفر میں ابوطالب کی وفات کے موقع پر حاضر نہ ہوں' جیسے عبد اللہ بن ابی امیہ' فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے تھے حالانکہ وہ ابوطالب کی وفات کے موقع پر موجود تھے۔

حضرت ابوہریرہ نے یہ حدیث روایت کی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا: آپ لا الہ الا اللہ پڑھیے' میں آپ کے حق میں گواہی دوں گا تو ابوطالب نے کہا: اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ قریش مجھے ملامت کریں گے اور کہیں گے کہ اس کو کلمۂ توحید پڑھنے پر موت کی گھبراہٹ نے برانگیختہ کیا تو میں کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیتا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ. (القصص:۵۶)

بے شک آپ جس میں چاہیں ہدایت پیدا نہیں کر سکتے لیکن اللہ جس میں چاہتا ہے ہدایت پیدا فرماتا ہے۔

(صحیح مسلم:۲۵' الرقم المسلسل:۱۳۴' سنن ترمذی:۳۱۸۸' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۴)(فتح الباری ج ۵ ص ۷۶۴-۷۶۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس کی توجیہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف لا الہ الا اللہ پڑھنے کے لیے فرمایا اور محمد رسول اللہ پڑھنے کے لیے نہیں فرمایا

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوطالب سے فرمایا کہ وہ لا الہ الا اللہ پڑھے اور محمد رسول اللہ پڑھنے کے لیے نہیں فرمایا' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں جملے کمال اتصال کی وجہ سے ایک جملہ کے حکم میں ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کو اللہ کا رسول تو مانتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار نہیں کرتا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ابوطالب کے ایمان کے متعلق بعض علماء کے شبہات اور ان کے جوابات

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد اور والدہ اور آپ کے چچا ابوطالب کو زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائے۔

(روح البیان ج ۱ ص ۲۷۴- ج ۳ ص ۶۶۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا ایمان تو اہل سنت کے نزدیک اتفاقی ہے لیکن ابوطالب کے متعلق اکثر اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ ان کا ایمان لانا ثابت نہیں ہے۔

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

بہت عجیب وغریب باتوں میں سے ایک یہ عبارت ہے جس کو بعض علماء نے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

والدین کی طرح ابوطالب کو بھی نبی ﷺ کے لیے زندہ کیا کہ وہ موت کے بعد زندہ ہو کر اسلام سے مشرف ہوئے۔ میرا گمان ہے کہ یہ شیعوں کی من گھڑت روایت ہے۔ (نسیم الریاض ج ۱ ص ۲۱۰ 'مرکز اہل سنت' گجرات' دارالفکر' بیروت)

حافظ ابن کثیر الدمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

بعض غالی شیعہ کہتے ہیں کہ ابوطالب اسلام میں فوت ہوئے' عباس بن عبدالمطلب نے کہا: اے میرے بھتیجے! میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا جس کو پڑھنے کا انہیں حکم دیا تھا یعنی لا الہ الا اللہ' اس کا جواب کئی وجوہ سے ہے۔

اوّلاً یہ کہ اس کی سند میں کئی مبہم راوی ہیں' جن کا حال معلوم نہیں۔ ثانیاً یہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے نہیں سنا۔ ثالثاً یہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تک مجھے منع نہیں کیا جائے گا میں آپ کے لیے استغفار کرتا رہوں گا' پھر یہ آیت نازل ہوگئی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ O (التوبہ: ۱۱۳)

نبی کے لیے اور مؤمنین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت طلب کریں خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں' ان پر یہ واضح ہونے کے بعد کہ ان کے رشتہ دار دوزخی ہیں O

(صحیح البخاری: ۳۸۸۴' صحیح مسلم: ۲۴)

اگر ابوطالب اسلام پر فوت ہوئے تھے تو نبی ﷺ ان کے لیے استغفار کیوں کرتے رہے اور پھر اس آیت کے نازل ہونے کی کوئی وجہ نہیں رہتی۔

نیز اگر وہ اسلام پر فوت ہوئے تھے تو پھر وہ دوزخ میں داخل نہ ہوتے' حالانکہ حدیث میں ہے کہ وہ دوزخ میں داخل ہوئے:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: آپ نے اپنے چچا سے کیا برائی دور کی' وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے لیے غضب ناک ہوتے تھے؟ آپ نے فرمایا: وہ دوزخ کے گڑھے میں تھے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتے۔ (صحیح البخاری: ۳۸۸۳' صحیح مسلم: ۲۰۹)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے چچا کا ذکر کیا اور فرمایا: شاید اس کو قیامت کے دن میری شفاعت سے نفع ہوگا' پس اس کو دوزخ کے گڑھے میں داخل کر دیا جائے گا' آگ اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۳۸۸۵' صحیح مسلم: ۲۱۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخ والوں میں سب سے کم عذاب ابوطالب کو ہوگا' اس کو آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۶۵۶۴' صحیح مسلم: ۲۱۲)

یہ تمام احادیث حافظ ابن کثیر نے شیعہ کی مذکورہ موضوع روایت کے ردّ میں ذکر کی ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۴۹۳۔۴۹۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور حافظ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ' اس موضوع روایت کے ردّ میں لکھتے ہیں:

اگر حضرت عباس کی طرف منسوب یہ روایت صحیح بھی ہوتی تب بھی اس کے معارض یہ احادیث صحیحہ ہیں' چہ جائے کہ یہ روایت صحیح بھی نہیں ہے' امام ابوداؤد اور امام نسائی نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابوطالب فوت ہو گئے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کا بوڑھا گم راہ چچا فوت ہو گیا' آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کو زمین میں چھپا دؤ میں نے کہا: وہ مشرک ہونے کی حالت میں فوت ہوا ہے' آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کو زمین میں چھپا دو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۱۴' سنن نسائی: ۱۹۰)

(فتح الباری ج ۵ ص ۷۴ 'دارالمعرفہ' بیروت' عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۳ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق مشاہیر علماء اہل سنت کی تصریحات

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابوطالب کا کفر پر انتقال ہوا۔ (الفقہ الاکبر مع شرح الفقہ الاکبر ص ۱۰۸، مطبعہ مصطفیٰ البابی، مصر)

علامہ علی ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جب کافر مر جائے اور اس کا کوئی مسلمان رشتہ دار موجود ہو تو وہ اس کو غسل دے، کفن پہنائے اور دفن کرے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ ابوطالب کے متعلق اسی طرح حکم دیا گیا، لیکن اس کو غسل اس طرح دیا جائے جیسے ناپاک کپڑے کو دھویا جاتا ہے اور کسی کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اور اس کے لیے گڑھا کھودا جائے، کفن پہنانے اور لحد بنانے کی سنت کو ملحوظ نہ رکھا جائے اور نہ ہی اس کو گڑھے میں رکھا جائے بلکہ پھینکا جائے۔ (ہدایہ اولین ص ۱۶۲۔۱۶۱، المکتبۃ العربیہ، دستگیر کالونی، کراچی)

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ ہدایہ کی مذکورہ عبارت کی مثل لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

جب ابوطالب کا انتقال ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! آپ کا گمراہ چچا فوت ہو گیا ہے۔

(غنیۃ المستملی ص ۶۰۳، سہیل اکیڈمی لاہور)

علامہ سیّد احمد الطحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ اور علامہ زین الدین ابن نجیم مصری نے بھی اس کے متقارب لکھا ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ج ۲ ص ۲۴۶، مکتبہ غوثیہ، کراچی، البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۰، مصر)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہمیں امید ہے کہ عبد المطلب اور ان کے تمام اہل بیت نجات پائیں گے، ماسوا ابوطالب (اس استثناء میں ابولہب کو بھی شامل کرنا ضروری تھا۔ سعیدی غفرلہٗ) کے ان کے متعلق حدیث میں ہے کہ وہ پاؤں تک آگ میں ہے، یہ اس کا حال ہے جو کفر پر مرا اور اگر وہ توحید پر مرا ہوتا تو ضرور دوزخ سے نجات پاتا۔ (الاصابہ ج ۱ ص ۲۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار چچاؤں نے اسلام کا زمانہ پایا، ان میں سے دو مسلمان نہیں ہوئے، ابوطالب، ان کا نام عبد مناف ہے اور ابولہب، اس کا نام عبد العزیٰ ہے، اور دو مسلمان ہوئے: حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۷۵، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

ابوطالب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرتا تھا اور آپ کی مدد کرتا تھا اور آپ سے طبعی محبت کرتا تھا نہ کہ شرعی محبت، پس اس پر تقدیر غالب آ گئی اور وہ ہمیشہ کفر پر رہا اور اللہ ہی کے لیے قوی حجت ہے۔ (ارشاد الساری ج ۸ ص ۳۹۸، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، حدیث: ۳۸۸۴، التوبہ: ۱۱۳، اور القصص: ۵۶ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس سب سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوطالب غیر اسلام پر مرا، اگر تم یہ کہو کہ سہیلی نے لکھا ہے کہ وہ اسلام لے آیا تھا تو میں کہوں گا کہ ان کا یہ قول حدیث صحیح کے معارض نہیں ہو سکتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

اہل سنت کے نزدیک ابوطالب مسلمان نہیں ہے۔ (مرقات ج ۹ ص ۳۶۰، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

حدیث صحیح نے ابوطالب کے کفر کو ثابت کر دیا ہے۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۸' مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

روضۃ الاحباب میں بھی ابوطالب کے کفر پر مرنے کی احادیث لائی گئی ہیں۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۹' مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

علماء کا جابہ جا کفر ابوطالب پر اجماع نقل فرمانا اور اسلام ابوطالب کا قول مزعوم روافض فرمانا' جس کے نقول اگلے قصوں میں مذکور و منقول اس حکایت بے سروپا کے رد کو بس ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۱۳-۷' رضاء فاؤنڈیشن' جامعہ رضویہ' لاہور' پاکستان)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۰۔ج ۱ ص ۳۸۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① غرغرہ موت کے وقت ایمان نامقبول ہونے پر دلیل اور ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث ② ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان کی تفسیر میں مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات ③ ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث ④ ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث میں مصنف کا موقف۔

* یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۹۸-۳۸۶' آٹھ صفحات پر محیط ہے۔

۸۱ - بَابُ الْجَرِيْدِ عَلَى الْقَبْرِ — قبر پر درخت کی شاخ رکھنا

وَاَوْصٰى بُرَيْدَةُ الْاَسْلَمِيُّ اَنْ يُّجْعَلَ فِيْ قَبْرِهٖ جَرِيْدَانِ.

اور حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی کہ ان کی قبر پر کھجور کے درخت کی دو شاخیں رکھی جائیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث میں ہے:

مورق نے بیان کیا کہ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی کہ ان کی قبر پر کھجور کے درخت کی دو شاخیں رکھی جائیں اور حضرت بریدہ بن الحصین خراسان میں یزید بن معاویہ کی خلافت میں ۶۳ھ میں فوت ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

قبر پر کھجور کی دو شاخیں رکھنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی اتباع ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں پر کھجور کی شاخ کے دو ٹکڑے رکھے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۱۶' صحیح مسلم: ۲۹۲) اور کھجور کے درخت کی برکت حاصل کرنا ہے۔

وَرَاٰى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فُسْطَاطًا عَلٰى قَبْرِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ انْزِعْهُ يَا غُلَامُ فَاِنَّمَا يُظِلُّهٗ عَمَلُهٗ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عبد الرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کی قبر پر خیمہ لگا ہوا دیکھا' تو فرمایا: اے غلام! اس کو اکھاڑ لو اس شخص پر اس کے عمل کا سایا ہوگا۔

اس تعلیق کی اصل بھی الطبقات الکبریٰ میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۶۴)

وَقَالَ خَارِجَةُ ابْنُ زَيْدٍ وَرَاَيْتُنِيْ وَنَحْنُ شُبَّانٌ فِيْ زَمَنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَاِنَّ اَشَدَّنَا وَثْبَةً الَّذِيْ يَثِبُ قَبْرَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ' حَتّٰى يُجَاوِزَهٗ.

اور خارجہ بن زید نے کہا: اور میں نے اپنے آپ کو دیکھا اور اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہم جوان تھے اور ہم میں سب سے بڑی چھلانگ وہ شخص لگاتا تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر کو پھلانگ لیتا تھا۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: اس تعلیق کی اصل تاریخ صغیر میں ہے' نیز انہوں نے لکھا ہے:

اگر قبر پر خیمہ لگانا کسی صحیح وجہ سے ہو تو پھر جائز ہے مثلاً زندہ لوگوں پر دھوپ سے سایا کرنے کی وجہ سے ہو۔

(عمدۃ القاری ج ٨ ص ٢٦٥)

قبر پر بیٹھنے کے مکروہ ہونے کی تحقیق

وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ حَکِیْمٍ اَخَذَ بِیَدِیْ خَارِجَۃُ فَاَجْلَسَنِیْ عَلٰی قَبْرٍ وَاَخْبَرَنِیْ عَنْ عَمِّہٖ یَزِیْدَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ اِنَّمَا کُرِہَ ذٰلِکَ لِمَنْ اَحْدَثَ عَلَیْہِ.

اور عثمان بن حکیم نے کہا: خارجہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے قبر پر بٹھایا اور مجھے یہ خبر دی کہ میرے چچا یزید بن ثابت نے کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا اس کے لیے منع ہے جو قبر پر بیٹھ کر وضوء توڑے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس تعلیق کی اصل مسدد کی مسند کبیر میں ہے' اس کا متن یہ ہے:

عبد اللہ بن سرجس اور ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ اگر میں انگارے پر بیٹھوں اور وہ میرے گوشت کے نچلے حصہ کو جلا دے تو وہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں قبر پر بیٹھوں' عثمان نے کہا: میں نے خارجہ بن زید کو قبرستان میں دیکھا' پس میں نے ان سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے قبر پر بٹھایا اور بتایا کہ میرے چچا حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا اس کے لیے ممنوع ہے جو قبر پر بیٹھ کر وضوء توڑے (یعنی قضاء حاجت کرے)۔

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص انگارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑے جلا دے اور آگ اس کی کھال تک پہنچ جائے تو وہ اس کے لیے قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔ (صحیح مسلم: ٩٧١)

ابومرثد الغنوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ٩٧٢' سنن ابوداؤد: ٣٢٢٩' سنن ترمذی: ١٠٥٠' سنن نسائی: ٧٦٠)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر چونا لگانے سے' اس پر بیٹھنے سے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم: ٩٧٠' سنن ابوداؤد: ٣٢٢٥' سنن ابن ماجہ: ١٥٦٢)

علامہ عینی نے امام طحاوی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قبر پر بیٹھنا جائز ہے اور اس پر بیٹھنا صرف اس صورت میں ممنوع ہے جب کوئی شخص قبر پر بیٹھ کر وضوء توڑے' یعنی قضاء حاجت کرے' فقہ حنفی کی جن کتابوں میں اس کے خلاف ہے' ان کو اسی پر محمول کرنا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ٨ ص ٢٦٧ ـ ٢٦٥ 'ملخصا' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

ہر چند کہ امام طحاوی اور علامہ عینی کی احادیث اور عباراتِ فقہاء پر بہت گہری نظر ہے' لیکن ان دونوں بزرگوں نے احادیث صحیحہ اور صریحہ کے برخلاف قبر پر بیٹھنے کو جو جائز کہا ہے' وہ صحیح نہیں ہے جب کہ خود امام اعظم اور اکابر فقہاء احناف نے قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے:

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ٥٨٧ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے فرمایا: قبر کو روندنا یا قبر پر بیٹھنا یا قبر پر سونا یا قبر پر قضاء حاجت کرنا مکروہ ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم: ٩٧٠' سنن ابوداؤد: ٣٢٢٥' سنن ترمذی: ١٠٥٨) (بدائع الصنائع ج ٢ ص ٣٥٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ٦١٦ھ لکھتے ہیں:

قبر کو پیروں سے روندنا یا اس پر بیٹھنا یا اس پر قضاء حاجت کرنا مکروہ ہے۔(المحیط البرہانی ج ۳ ص ۹۴' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)

علامہ عثمان بن الزیلعی الحنفی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

قبر پر عمارت بنانا' یا اس پر بیٹھنا یا اس کو پیروں سے روندنا' یا اس پر سونا یا اس پر قضائے حاجت کرنا یا اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔(تبیین الحقائق ج ۱ ص ۵۸۷' ایچ۔ایم۔سعید کمپنی' کراچی' ۱۴۲۱ھ)

علامہ زین الدین ابن نجیم المتوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

اور فتح القدیر میں مذکور ہے کہ قبر پر بیٹھنا اور قبر کو روندنا مکروہ ہے۔(البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۴' المکتبۃ الماجدیہ' کوئٹہ)

فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۱۶۶ پر بھی اسی طرح مذکور ہے۔(مطبعہ امیریہ کبریٰ' ۱۳۱۰ھ)

میں کہتا ہوں کہ خود علامہ عینی نے صحیح بخاری کی حدیث: ۱۲۸۵ کی شرح میں لکھا ہے:

امام مالک' حضرت زید بن ثابت اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا جائز ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور عطاء نے کہا ہے کہ قبر پر نہ بیٹھا جائے اور یہی امام شافعی اور جمہور کا قول ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص انگارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑے جلا کر اس کی کھال تک پہنچ جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قبر پر بیٹھے۔(صحیح مسلم: ۹۷۱) اور محاملی وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا حرام ہے اور اس کو علامہ نووی نے اصحاب سے نقل کیا ہے اور امام مالک اور خارجہ بن زید نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ قبر پر بیٹھنے کی ممانعت سے مراد قضاء حاجت کے لیے قبر پر بیٹھنا ہے اور یہ بہت بعید تاویل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۱۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حیرت ہے کہ جس مذہب کو علامہ عینی حدیث: ۱۲۸۵ کی شرح میں رد کر چکے ہیں' اسی مذہب کو حدیث: ۱۳۶۱ کی شرح میں اپنا مختار قرار دے رہے ہیں!

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَجْلِسُ عَلَى الْقُبُوْرِ.

اور نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما قبروں پر بیٹھتے تھے۔

حافظ ابن حجر اور حافظ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق کی اصل یہ ہے:

امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ نافع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبروں پر بیٹھتے تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۲۸۸۱۔ج ۲ ص ۴۸' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

یہ حدیث امام ابن شیبہ کی سند صحیح کے ساتھ اس روایت کے معارض نہیں ہے کہ اگر میں گرم پتھر پر چلوں تو یہ میرے نزدیک قبر پر چلنے سے زیادہ بہتر ہے' اور یہ ان مسائل میں سے ہے جن میں اختلاف ہے۔

ابو مرثد الغنوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۹۷۲)

امام مالک نے کہا کہ قبر پر بیٹھنے کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ قبر پر قضاء حاجت نہ کرو' علامہ نووی نے کہا کہ یہ تاویل ضعیف ہے یا باطل ہے' اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک اس قول میں منفرد ہیں' اسی طرح امام ابن جوزی کے کلام سے یہ وہم ہوتا ہے'

انہوں نے کہا ہے کہ جمہور کے نزدیک قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے اور اس میں امام مالک کا اختلاف ہے علامہ نووی نے شرح المہذب میں یہ تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب جمہور کی مثل ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے بلکہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب امام مالک کی مثل ہے جیسا کہ امام طحاوی نے ان سے نقل کیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر مذکور سے استدلال کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر سے بھی استدلال کیا ہے کہ حضرت علی بھی قبروں پر بیٹھتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۸۰) اور حضرت زید بن ثابت کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر صرف قضاء حاجت کے لیے بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۷۷)

جمہور کے قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ امام احمد نے حضرت عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو۔ (کنز العمال: ۴۲۵۷۱) اور اس حدیث سے:

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا: قبر سے اترو اور صاحب قبر کو ایذاء نہ دو تا کہ وہ تمہیں ایذاء نہ دے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۷۱)

امام مسلم نے اپنی سند سے روایت کی ہے: اگر تم میں سے کوئی شخص انگارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑوں کو جلا دے اور آگ اس کی کھال تک پہنچ جائے تو وہ قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۷۱)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ تاویل بہت بعید ہے کہ قبر پر بیٹھنے کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ قبر پر بیٹھ کر قضاء حاجت نہ کرو کیونکہ قبر پر بیٹھ کر قضاء حاجت کرنا بہت قبیح فعل ہے اور یہ مکروہ ہونے سے بہت بڑھ کر ہے اور یہاں پر بیٹھنے سے مراد عرف کے مطابق بیٹھنا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۹۲، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس قائل (حافظ ابن حجر) نے کہا کہ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ بیٹھنے سے مراد قضاء حاجت کے لیے بیٹھنا ہے اور یہ تاویل ضعیف ہے یا باطل ہے (علامہ عینی کہتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ شدتِ تعصب کی وجہ سے آدمی اس سے زیادہ کہتا ہے اور علامہ نووی نے کیسے کہا کہ امام مالک کی تاویل باطل ہے حالانکہ امام مالک علامہ نووی سے بڑے عالم ہیں اور وہ ان سے زیادہ احادیث اور آثار کو جاننے والے ہیں پھر اس قائل نے کہا کہ جمہور فقہاء قبر پر بیٹھنے کو مکروہ کہتے ہیں اور اس میں امام مالک کا اختلاف ہے اور علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب بھی جمہور کی مثل ہے میں کہتا ہوں کہ اس طرح نہیں ہے بلکہ امام ابوحنیفہ کا مذہب امام مالک کی مثل ہے جیسا کہ امام طحاوی نے نقل کیا ہے پھر اس قائل نے جمہور کی تائید میں چند احادیث نقل کی ہیں جن پر قبر پر بیٹھنے سے آپ نے منع فرمایا ہے (علامہ عینی کہتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ ان احادیث میں قبر پر بیٹھنے کی ممانعت سے مراد قضاء حاجت کے لیے بیٹھنا ہے اور قبر پر بیٹھنا جائز ہے اور یہی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے جیسا کہ امام طحاوی نے کہا ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۶۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس بحث میں حافظ ابن حجر عسقلانی کا مؤقف اور علامہ نووی کی نقل صحیح ہے اور علامہ عینی اور امام طحاوی کو اس مسئلہ میں خطا ہوئی ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب وہ نہیں ہے جو علامہ عینی اور امام طحاوی نے ذکر کیا ہے بلکہ ان کے نزدیک قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے فقہاء احناف کی مشہور اور متداول کتب بدائع الصنائع، محیط برہانی، تبیین الحقائق، البحر الرائق اور فتاویٰ عالم گیری کے حوالوں سے بلکہ خود علامہ عینی کی عمدة القاری کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔

فالحمد للّٰہ علٰی ذالك۔

١٣٦١ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ، اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ. ثُمَّ اَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ، ثُمَّ غَرَزَ فِيْ كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً، فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا؟ فَقَالَ لَعَلَّهُ اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم ' آپ ایسی دو قبروں کے پاس سے گزرے جن کو عذاب دیا جا رہا تھا' آپ نے فرمایا: بے شک ان کو عذاب دیا جا رہا ہے اور ان کو کسی ایسی چیز میں عذاب نہیں دیا جا رہا جس سے بچنا دشوار ہو۔ رہا ان دونوں میں سے ایک تو وہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور رہا دوسرا تو وہ چغلی کرتا تھا' پھر آپ نے کھجور کے درخت کی ایک تر شاخ لی' پس اس کے دو ٹکڑے کیے' پھر ہر ایک کی قبر میں ایک ٹکڑا گاڑ دیا' پس مسلمانوں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی' ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٢١٦ میں گزر چکی ہے۔

٨٢ - بَابُ مَوْعِظَةِ الْمُحَدِّثِ عِنْدَ الْقَبْرِ، وَقُعُوْدِ اَصْحَابِهٖ حَوْلَهٗ

محدث کا قبر کے پاس نصیحت کرنا اور اس کے اصحاب کا اس کے پاس بیٹھنا

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ اگر زندہ لوگوں یا قبر والے کی کسی مصلحت کا تقاضا ہو تو قبر کے گرد لوگوں کا بیٹھنا جائز ہے' زندہ لوگوں کی مصلحت یہ ہے کہ ان کو موت اور آخرت کی یاد دلائی جائے اور قبر والے کی مصلحت یہ ہے کہ قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کی جائے اور اللہ کا ذکر کیا جائے تو اس سے میت کو نفع ہوگا۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے مُردوں پر (سورۃ) یٰس پڑھو۔

(سنن ابوداؤد:٣١٢١' سنن ابن ماجہ:١٤٤٨)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مُردے کے پاس قرآن مجید کی تلاوت سے اس کو فائدہ ہوتا ہے' اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت سے میت کو فائدہ نہیں ہوتا۔

﴿ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ ﴾ (المعارج:٤٣) جس دن لوگ ''الاجداث'' سے نکالے جائیں گے۔

اَلْاَجْدَاثُ اَلْقُبُوْرُ. (المعارج:٤٣) ''الاجداث'' کا معنی قبور ہے۔

جس دن لوگ قبروں سے نکل کر میدانِ حشر کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے' اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ۝ (یٰس:٥١)

اور صور میں پھونکا جائے گا' پس اس وقت وہ قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے۝

﴿ بُعْثِرَتْ ﴾ (الانفطار:٤) اُثِيْرَتْ، بَعْثَرْتُ حَوْضِيْ اَيْ جَعَلْتُ اَسْفَلَهٗ اَعْلَاهُ.

''بعثرت'' اکھاڑ دی جائیں گی یا ان کو الٹ پلٹ کر دیا جائے گا۔ ''بَعْثَرْتُ حَوْضِي'' کا معنی ہے: میں نے اس کے نچلے

حصہ کو اوپر کر دیا۔

اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ○ (الانفطار:٤)
اور جب قبروں کو پلٹ دیا جائے گا○

اَلْاِيْفَاضُ اَلْاِسْرَاعُ.
''الایفاض'' کا معنی ہے: جلدی جلدی بھاگتے ہوئے جانا۔

اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ○ (المعارج:٤٣)
جس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ بتوں کی طرف بھاگتے ہوئے جا رہے ہیں○

وَقَرَاَ الْاَعْمَشُ ﴿اِلٰى نَصَبٍ﴾ (المعارج:٤٣) اِلٰى شَىْءٍ مَّنْصُوْبٍ يَسْتَبِقُوْنَ اِلَيْهِ، وَالنُّصُبُ وَاحِدٌ، وَالنَّصْبُ مَصْدَرٌ.
الاعمش نے اس آیت میں ''الی نَصَب'' پڑھا ہے: یعنی جو چیز نصب کی گئی ہو اور لوگ اس کی طرف سبقت کر رہے ہوں' ''نُصُب'' واحد ہے اور ''نَصْب'' مصدر ہے۔

''نُصُب'' کا معنی ہے: ایک جھنڈا نصب کر دیا گیا ہے اور لوگ اس کی طرف بھاگ رہے ہیں اور جس نے ''نَصَب'' پڑھا' اس کا معنی ہے: وہ اپنے بتوں کی طرف دوڑ رہے ہیں' ''نَصَب'' کا معنی ہے: پتھر سے تراشے ہوئے بت' ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: وہ پتھر جس کی عبادت کی جاتی ہے اور اس پر ذبح شدہ جانوروں کا خون بہایا جاتا ہے اور ایک قول ہے کہ وہ ایک جھنڈا ہے' جس کو لوگوں کے لیے گاڑ دیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٢٧٠-٢٦٩)

﴿يَوْمُ الْخُرُوْجِ﴾ (ق:٤٢) مِنَ الْقُبُوْرِ ﴿يَنْسِلُوْنَ﴾ (یٰس:٥١) يَخْرُجُوْنَ.
''یوم الخروج'' قبروں سے نکلنے کے دن۔ ''ینسلون'' نکلیں گے۔

اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ○ (ق:٤٢)
جس روز وہ اس زبردست چنگھاڑ کو یقین کے ساتھ سنیں گے' یہی (قبروں سے) نکلنے کا دن ہوگا○

اور یہ اشارہ کیا ہے کہ یٰس:٥١ میں جو ''ینسلون'' کا لفظ ہے' اس کا معنی نکلنا ہے۔

١٣٦٢ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِىْ جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ اَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا فِىْ جَنَازَةٍ فِىْ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ، فَاَتَانَا النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ، وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ، فَنَكَّسَ، فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ، ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ، مَا مِنْ نَّفْسٍ مَنْفُوْسَةٍ، اِلَّا كُتِبَ مَكَانُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَاِلَّا قَدْ كُتِبَ شَقِيَّةً اَوْ سَعِيْدَةً. فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَفَلَا نَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از سعد بن عبیدہ از ابوعبدالرحمان از حضرت علی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بقیع الغرقد میں ایک جنازے کے ساتھ تھے' ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے' پس بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے' آپ کے پاس چھڑی تھی' آپ نے سر جھکایا اور اپنی چھڑی کے ساتھ زمین کریدنے لگے' پھر فرمایا: تم میں سے ہر شخص کا جنت میں یا دوزخ میں ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے اور یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ وہ نیک بخت ہے یا بد بخت ہے' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم اپنے

فَمَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا مَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ، فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ؟ قَالَ أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ. ثُمَّ قَرَأَ ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى﴾ (اللیل:۵) الاية. [اطراف الحدیث: ۴۹۴۵۔ ۴۹۴۶۔ ۴۹۴۷۔ ۴۹۴۸۔ ۶۲۱۷۔ ۶۶۰۵۔ ۷۵۵۲]

متعلق لکھے ہوئے پر اعتماد نہ کرلیں اور عمل کرنے کو چھوڑ دیں' پس جو شخص ہم میں سے نیک بخت ہوگا پس وہ عنقریب نیک بختوں کے عمل کی طرف رجوع کرے گا اور رہا وہ جو ہم میں سے بد بخت ہوگا پس وہ بد بختوں کے عمل کی طرف رجوع کرے گا؟ آپ نے فرمایا: رہے وہ جو اہل سعادت ہیں ان کے لیے سعادت کے عمل آسان کر دیئے جائیں گے اور جو اہل شقاوت ہیں ان کے لیے شقاوت کے عمل آسان کر دیئے جائیں گے' پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی: پس رہا وہ جس نے (اللہ کی راہ میں) عطا کیا اور (اللہ سے) ڈراO اور نیکی کی تصدیق کیO تو ہم اس کے لیے نیکی کے راستے آسان کر دیں گےO (اللیل:۷۔۵)

(صحیح مسلم: ۲۶۴۷' الرقم المسلسل: ۶۶۰۷' سنن ابوداؤد: ۴۶۹۴' سنن ترمذی: ۲۱۳۶' سنن ابن ماجہ: ۷۸' السنن الکبریٰ: ۱۱۶۷۸' مسند البزار: ۵۸۴' الادب المفرد: ۹۰۳' صحیح ابن حبان: ۳۳۴' مسند احمد ج ۱ ص ۸۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۲۱۔ج ۲ ص ۵۶' مؤسسة الرسالة' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۵۰۷' مکتبة الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عثمان بن محمد بن ابی شیبہ' ان کا نام ابراہیم ابوالحسن العبسی ہے (۲) جریر بن عبد الحمید الضبی (۳) منصور بن المعتمر (۴) سعد بن عبیدہ (۵) ابوعبد الرحمان اور یہ عبد اللہ بن حبیب ہیں (۶) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۷۱)

• اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے۔

''بقیع الغرقد'' کا معنی

اس حدیث میں ''بقیع الغرقد'' کا لفظ ہے' ''بقیع'' اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں مختلف اقسام کے درخت ہوں اور ''الغرقد'' کانٹوں والے درخت کو کہتے ہیں' ''بقیع الغرقد'' اہل مدینہ کا قبرستان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۷۱)

اس اعتراض کا جواب کہ جب سعادت اور شقاوت کو تقدیر میں لکھ دیا ہے تو عمل کی کیا ضرورت ہے؟

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب بندے کے اعمال کو ازل میں لکھ دیا گیا ہے تو پھر نیک اعمال پر اس کی مدح کیوں کی جاتی ہے اور بُرے اعمال پر اس کی مذمت کیوں کی جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی مدح اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ نیک اعمال کا محل ہے نہ کہ اس لیے کہ وہ ان کا فاعل ہے اور بُرے اعمال پر اس کی مذمت اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ بُرے اعمال کا محل ہے نہ کہ اس لیے کہ وہ بُرے اعمال کا فاعل ہے' یہ اشاعرہ کی طرف سے مشہور جواب ہے' جیسے جب کسی حسین چیز کی مدح کی جاتی ہے اور قبیح چیز کی مذمت کی جاتی ہے اور اسی لحاظ سے اس کو ثواب اور عذاب ہوتا ہے' جس طرح ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کہ کہا جائے کہ آگ کو چھونے کے بعد جلنے کی کیفیت کیوں ہوتی ہے' اسی طرح یہ بھی کہنا صحیح نہیں ہے کہ بُرے اعمال کے بعد عذاب کیوں ہوتا ہے۔

علامہ طیبی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تقدیر پر تکیہ کرنے سے اور عمل کو ترک کرنے سے منع کیا ہے اور ان کو یہ حکم دیا ہے کہ بندہ پر لازم ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے اور اللہ کے کاموں میں تصرف کرنے سے اجتناب کرے'

پس عبادت کرنے کو جنت کے دخول کا مستقل سبب نہ بنایا جائے اور عبادت کے ترک کرنے کو دوزخ میں دخول کا مستقل سبب نہ بنایا جائے بلکہ عبادت کا کرنا اور اس کو ترک کرنا جنت اور دوزخ میں دخول کی علامات ہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سعادت اور شقاوت کو کتاب میں لکھ دیا ہے تو مسلمانوں نے قصد کیا کہ اس لکھے ہوئے کو حجت قرار دے کر عمل کرنے کو ترک کر دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ بتلایا کہ یہاں پر دو چیزیں ہیں اور ایک چیز کی وجہ سے دوسری چیز باطل نہیں ہوتی' ایک ظاہری چیز ہے اور ایک باطنی چیز ہے اور وہی علت موجبہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور دوسری ظاہری چیز ہے اور وہ بندہ کے حق میں تتمہ لازمہ ہے اور وہ خیالی علامت ہے اور آپ نے یہ بیان فرمایا کہ اللہ نے جو پیدا کیا ہے ان میں سے ہر ایک میسر ہے اور دنیا میں اس کا عمل آخرت کے انجام کی دلیل ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰیO وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰیO فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰیO (اللیل: ۷۔۵)

پس رہا وہ جس نے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور (اللہ سے) ڈراO اور نیکی کی تصدیق کیO تو ہم اس کے لیے نیکی کے راستے آسان کر دیں گےO

اس کی نظیر یہ ہے کہ انسان کی قسمت میں رزق لکھ دیا ہے لیکن اس کو کمانے کا حکم دیا ہے اور اس کی زندگی کی میعاد مقرر ہے لیکن اس کو بیماری کا علاج کرنے کا حکم دیا ہے' اسی طرح سعادت اور شقاوت مقرر ہے لیکن اس کو نیکی کرنے اور برائی کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے' پس جس طرح وہ تقدیر میں لکھے ہوئے رزق پر تکیہ کر کے کمانے کو ترک نہیں کرتا اور تقدیر میں لکھی ہوئی زندگی کی مدت پر تکیہ کر کے بیماری میں علاج کو ترک نہیں کرتا' اسی طرح تقدیر میں لکھی ہوئی سعادت اور شقاوت پر تکیہ کر کے نیک اعمال کے کرنے اور بُرے اعمال کے نہ کرنے کو ترک نہ کرے' پس تقدیر میں لکھا ہوا امر باطنی' علت موجبہ اور اللہ کا حکم ہے' اور انسان کے اعمال تتمہ لازمہ ہیں اور خیالی علامت ہیں اور امر باطنی کی وجہ سے امر ظاہری کو ترک نہیں کیا جاتا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۶۰۷۔ ج ۷ ص ۲۶۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) کیا اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں انسانوں کا جنتی یا جہنمی ہونا ان کے مکلف ہونے کے منافی ہے؟ (۲) جبر اور قدر کے اعتبار سے مسئلہ تقدیر پر اشکال اور اس کا جواب۔

۸۳ - بَابُ مَا جَاءَ فِیْ قَاتِلِ النَّفْسِ — اپنی جان کے قاتل کے متعلق جو حکم ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اپنی جان کو قتل کرے' اس کا شریعت میں کیا حکم ہے۔

حضرت ابن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے آپ کو چوڑے تیر سے قتل کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تو اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا۔ (صحیح مسلم: ۹۷۸' سنن نسائی: ۱۹۶۰)

خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے' اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے لیکن کسی بڑے عالم کو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھانی چاہیے۔

۱۳۶۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ، عَنْ ثَابِتِ ابْنِ الضَّحَّاكِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَیْرِ الْاِسْلَامِ، کَاذِبًا مُّتَعَمِّدًا، فَهُوَ کَمَا قَالَ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِحَدِیْدَةٍ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت ثابت بن الضحاک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس نے غیر ملت اسلام کی عمداً جھوٹی قسم کھائی پس وہ اس طرح ہے' اور جس

عُذِّبَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ. نے لوہے کے ہتھیار سے اپنے آپ کو قتل کیا' اس کو اسی ہتھیار سے دوزخ میں عذاب ہوتا رہے گا۔

[اطراف الحدیث: ۱۳۶۴-۳۴۶۳-۴۸۴۳-۶۰۴۷-۶۱۰۵-۶۶۵۲]

(صحیح مسلم: ۱۱۰' الرقم المسلسل: ۲۹۵' سنن ابوداؤد: ۳۲۵۷' سنن ترمذی: ۱۵۴۳' سنن نسائی: ۳۷۷۰' سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۸' الآحاد والمثانی: ۲۱۳۰' المعجم الکبیر: ۱۳۳۵' مسند ابویعلیٰ: ۱۵۳۵' جامع المسانید لابن جوزی: ۷۸۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۹۱۱)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور جس نے لوہے کے ہتھیار سے اپنے آپ کو قتل کیا۔ الحدیث

''ملّت'' کا معنی' غیر ملّت اسلام کی قسم کھانے والے کا شرعی حکم اور اس میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''ملّت'' کا لفظ ہے' ''ملّت'' کا معنی ہے: دین جیسے ملت اسلام' یا یہودیت یا نصرانیت' ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: دین کے عظیم ارکان۔

نیز اس حدیث میں ہے: جس نے غیر ملت اسلام کی عمداً جھوٹی قسم کھائی پس وہ اسی طرح ہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے یہودیت یا عیسائیت کی تعظیم کی وجہ سے قسم کھائی خواہ وہ قسم جھوٹی کھائی ہو یا سچی کھائی ہو' بہر حال اس نے غیر ملّت اسلام کی تعظیم کی کیونکہ قسم اسی کی کھائی جاتی ہے جس کی دل میں تعظیم ہوتی ہے اور غیر ملّت اسلام کی تعظیم حرام اور ممنوع ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ چونکہ اس نے غیر ملت اسلام کی جھوٹی قسم کھائی ہے' اس وجہ سے وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا' کافر نہیں ہوگا۔

علامہ کرمانی نے بھی کہا: وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا' کافر نہیں ہوگا' اور حدیث میں جو فرمایا ہے: پس وہ اس طرح ہے' یہ تغلیظ کے لیے ہے۔ علامہ ابن جوزی نے کہا: اس کا غیر ملت اسلام کی قسم کھانا کفر کے مشابہ ہے' کیونکہ اس نے قسم کھا کر غیر ملت اسلام کی تعظیم کی اور غیر ملت اسلام کی تعظیم کفر ہے' لہٰذا اس کا یہ قسم کھانا کفر کے مشابہ فعل ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا: جس نے عمداً غیر ملت اسلام کی تعظیم کی وہ حقیقۃً کافر ہو گیا اور حدیث میں یہی فرمایا ہے کہ جس نے عمداً غیر ملت اسلام کی قسم کھائی' وہ اس طرح ہے' پس ایسا شخص حقیقۃً کافر ہے۔

علامہ عینی نے کہا: میں کہتا ہوں کہ وہ حقیقۃً کافر ہے اور کافروں کے مشابہ ہونا کم درجہ کی چیز ہے۔

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس شخص نے اس طرح قسم کھائی اس کی قسم منعقد ہو جائے گی اور اس پر کفارہ لازم ہے' کیونکہ ظہار کرنے والا بُری اور جھوٹی بات کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس پر کفارہ لازم کیا ہے اور یہ بھی بُری اور جھوٹی بات ہے' امام مالک' امام شافعی اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ اس پر توبہ کرنا اور تجدید اسلام کرنا لازم ہے کیونکہ حدیث میں ہے: جس نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی وہ کہے: لا الٰہ الا اللہ۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۴۷' سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۴۵' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۹) اور حدیث میں کفارہ کا ذکر نہیں ہے اس لیے اس پر صرف توبہ اور تجدید اسلام لازم ہے اور اگر شادی شدہ ہو تو تجدید نکاح بھی لازم ہے' ہم کہتے ہیں کہ کفارہ کا ذکر نہ ہونے سے اس کے وجوب کی نفی نہیں ہوتی۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۷۶-۲۷۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۳٦٤ - وَقَالَ حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا جُنْدَبٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ، فَمَا نَسِينَا، وَمَا نَخَافُ أَنْ يَكْذِبَ جُنْدَبٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ بِرَجُلٍ جِرَاحٌ قَتَلَ نَفْسَهُ، فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بَدَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ، حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.

[طرف الحدیث: ۳۴۶۳] (صحیح مسلم: ۱۱۳، الرقم المسلسل: ۳۰۰)

اور حجاج بن منہال نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از الحسن انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جندب رضی اللہ نے اس مسجد میں یہ حدیث بیان کی سو ہم اس کو نہیں بھولے اور ہمیں یہ خوف نہیں ہے کہ حضرت جندب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹی بات روایت کی ہوگی آپ نے فرمایا: ایک شخص زخمی تھا اس نے خودکوقتل کرلیا تو اللہ عزوجل نے فرمایا: میرے بندے نے اپنی جان نکالنے میں مجھ پر سبقت کی میں نے اس پر جنت کو حرام کردیا۔

خودکشی کرنے والے پر جنت حرام کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: میرے بندے نے اپنی جان کو ہلاک کرنے میں مجھ پر سبقت کی میں نے اس پر جنت کو حرام کردیا ہے اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کی وجہ سے جنت حرام نہیں ہوتی۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ. (النساء:۱۱٦۔۴۸)

بے شک اللہ اس کو نہیں معاف فرمائے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ کو جس کے لیے چاہے گا معاف فرمادے گا۔

حضرت عتبان بن مالک انصاری کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے دوزخ پر اس شخص کو حرام کردیا ہے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور وہ اس سے اللہ کی رضاجوئی کا ارادہ کرتا تھا۔ (صحیح البخاری: ۴۲۵، صحیح مسلم: ۳۳)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے ''لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' کی شہادت دی اللہ نے اس پر دوزخ کو حرام کردیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۹، سنن ترمذی: ۲٦۳۸، مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گناہ کبیرہ کرنے والے کو جو وعید سنائی ہے وہ چاہے گا تو اس کو معاف کردے اور چاہے گا تو اس پر وعید نافذ کرے گا اس کو دوزخ میں ڈال دے گا پھر کچھ عرصہ کے بعد اس کو دوزخ سے نکال لے گا پھر اس کو اس کے ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل کردے گا اور اس کو دائماً دوزخ میں نہیں رکھے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۴۵، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

چونکہ احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ اہل اسلام دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہیں گے اس لیے یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے کہ جو شخص خودکشی کو حلال جان کر خودکشی کرے گا اس پر اللہ عزوجل جنت کو حرام کردے گا کیونکہ وہ خودکشی کو حلال سمجھنے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا اور کافر یقیناً ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے اعتبار سے فرمایا ہے اس کی حقیقت مراد نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۹۴، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲٦ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی اس اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے کو دوزخ میں داخل کرنے سے پہلے میں نے اس پر جنت کے دخول کو حرام کر دیا ہے' یا کسی خاص جنت کو اس پر حرام کر دیا ہے کیونکہ جنتیں بہت سی ہیں یا یہ وعید اس کے لیے ہے جو حلال اور جائز سمجھ کر خودکشی کرے یا اس کو محض تغلیظ کے لیے فرمایا ہے اور اس کو خودکشی کرنے سے ڈرایا ہے' اس کی حقیقت مراد نہیں یا مراد یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے کی سزا یہ ہے کہ اس پر جنت کو حرام کر دیا جائے لیکن اس پر اس سزا کو نافذ کرنا ضروری نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۳۶۵ - حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ یَخْنُقُ نَفْسَهٗ یَخْنُقُهَا فِی النَّارِ' وَالَّذِیْ یَطْعُنُهَا یَطْعُنُهَا فِی النَّارِ. [طرف الحدیث: ۵۷۷۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا گلا گھونٹے گا اس کا دوزخ میں گلا گھونٹا جاتا رہے گا' اور جو شخص اپنے آپ کو نیزہ یا تیر مارے گا وہ دوزخ میں بھی اپنے آپ کو نیزہ یا تیر مارتا رہے گا۔

(صحیح ابن حبان: ۵۹۸۷' شرح مشکل الآثار: ۱۹۵' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۶۱۸۔ ج ۱ ص ۳۸۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۶۷۵۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی موافق حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے آپ کو لوہے کے ہتھیار سے قتل کیا' دوزخ میں اس کے ہاتھ میں وہ ہتھیار ہوگا اور وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ اس ہتھیار کو اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا اور جس شخص نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کیا' وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ اپنے آپ کو گرا کر ہلاک کرتا رہے گا اور جس شخص نے اپنے آپ کو زہر سے ہلاک کیا' وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ زہر چاٹتا رہے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۷۷۸' صحیح مسلم: ۱۰۹' سنن ترمذی: ۲۰۴۴' سنن ابوداؤد: ۳۸۷۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۴۱۶' شرح السنہ: ۲۵۲۳' مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۸۔ ۴۷۸۔ ۲۴۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان جس طریقہ سے خودکشی کرے گا' اسی کی مثل طریقہ سے اس کو دائماً عذاب ہوتا رہے گا اور اس کی مغفرت نہیں ہوگی' لیکن ایک حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خودکشی کرنے والے کی بھی مغفرت ہو جائے گی۔

حدیث مذکور کی مخالف حدیث

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو الدوسی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پس کہا: یارسول اللہ! کیا آپ کو مضبوط قلعہ کی ضرورت ہے؟ ان کے پاس زمانۂ جاہلیت میں دوس کا قلعہ تھا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انکار کیا جو انصار کے لیے ذخیرہ تھا' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت طفیل بن عمرو نے بھی ہجرت کی اور ان کے ساتھ ایک اور شخص نے بھی ہجرت کی' ان کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہیں آئی' پس وہ شخص بیمار ہو گیا' سو وہ صبر نہ کر سکا' اس نے چوڑے پھل کے تیر سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے' اس کے ہاتھوں سے خون بہنے لگا حتیٰ کہ وہ فوت ہو گیا' حضرت طفیل بن عمرو نے اس کو خواب میں اچھی حالت میں دیکھا اور اس کے ہاتھوں پر پٹی دیکھی' حضرت طفیل نے پوچھا: تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے کہا: میں

نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جو ہجرت کی تھی' اس وجہ سے اللہ نے میری مغفرت کر دی' انہوں نے پوچھا: میں تمہارے ہاتھوں پر پٹی کیسی دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: مجھ سے کہا گیا کہ جس چیز کو تم نے خود خراب کیا ہے ہم اس کو ہرگز ٹھیک نہیں کریں گے۔ حضرت طفیل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ خواب بیان کیا تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کے ہاتھوں کی بھی مغفرت فرما!

(صحیح مسلم: ۱۱۶' مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۱_۳۷۰' مسند ابو یعلیٰ: ۲۱۷۵)

خودکشی کرنے والے کی مغفرت کے متعلق امام طحاوی کی توجیہ

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ' ان دونوں حدیثوں کے تعارض کے جواب میں لکھتے ہیں:

ہوسکتا ہے کہ اس شخص نے چوڑے تیر سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کو اس لیے کاٹا ہو کہ اس کے نزدیک اس بیماری کا یہی علاج تھا کہ فاسد خون کو نکال دیا جائے اور اس کا یہ خیال ہو کہ اگر اس فاسد خون کو نہ نکالا گیا تو اس سے اس کے پورے جسم میں یہ بیماری سرایت کر جائے گی (جیسا کہ آج کل بھی اگر کسی عضو میں زہر سرایت کر جائے اور اس سے پورے جسم کے فاسد ہونے کا خطرہ ہو تو ڈاکٹر اس عضو کو کاٹ دیتے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ) سو اس نے پورے جسم کی اصلاح کے لیے اپنی انگلیوں کے جوڑوں کو کاٹا' لیکن قضاء الٰہی سے اتنا خون بہ گیا کہ وہ فوت ہو گیا' سو اس صورت میں اس پر کوئی ملامت نہیں ہے اور نہ وہ آخرت میں کسی سزا کا مستحق ہے' کیونکہ اس کا ارادہ خودکشی کرنے کا نہ تھا۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ہاتھوں کے لیے مغفرت کی دعا کی' اس سے معلوم ہوا کہ اس سے کوئی تقصیر ہوئی تھی جبھی تو آپ نے اس کے ہاتھوں کے لیے مغفرت کی دعا کی' تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں جو خوفِ خدا کا غلبہ تھا' اس کی وجہ سے آپ نے یہ دعا کی۔ (شرح مشکل الآثار ج ۱ ص ۱۸۷_۱۸۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

خودکشی کرنے والے کی مغفرت کے متعلق علامہ نووی اور حافظ ابن حجر کی توجیہ

اس حدیث میں دو احتمال ہیں: ایک احتمال وہ ہے جس کو امام طحاوی نے ذکر کیا ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ شخص اپنی بیماری کی تکلیف پر صبر نہیں کر سکا اور اس نے خودکشی کے ارادہ سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے' پھر اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ پہلی حدیث کے مطابق تو اس کو دائمی عذاب ہونا چاہیے تھا اور اس کی مغفرت نہیں ہونی چاہیے تھی' علامہ نووی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں اہل سنت کے ایک عظیم قاعدہ پر دلیل ہے کہ جس نے خودکشی کی یا کوئی اور معصیت کی اور بغیر توبہ کے مر گیا تو وہ کافر نہیں ہے اور نہ اس کو قطعی طور پر دوزخی کہا جائے گا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے' وہ چاہے تو اس کو کچھ عرصہ سزا دے اور چاہے تو معاف کر دے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱ ص ۸۰۲_۸۰۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ کہا ہے کہ خودکشی کرنے والے کے لیے دائمی عذاب کی وعید اس صورت میں ہے' جب وہ جائز سمجھ کر خودکشی کرے' اس وقت وہ کافر ہوگا اور اس کو دائمی عذاب ہوگا' دوسرا جواب یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے کی سزا تو یہی ہے کہ اس کو دائمی عذاب دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر کرم فرماتا ہے اور ان کو کچھ عرصہ کے بعد ان کی توحید کی وجہ سے دوزخ سے نکال لیتا ہے یا اصلاً عذاب نہیں دیتا یا اللہ تعالیٰ نے زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر اور ڈرانے کے لیے فرمایا کہ خودکشی کرنے سے دائمی عذاب ہوگا تا کہ مسلمان خودکشی کرنے سے باز رہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۹۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۱۳_۲۱۲_ ج ۱ ص ۵۷۱_۵۷۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:

(۱) خودکشی پر دائمی عذاب کی وعید کی توجیہ (۲) غیر ملت اسلام کی قسم کھانے کی تفصیل۔

٨٤ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ وَالْاِسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِينَ

رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ١٢٦٩ میں گزر چکی ہے۔

١٣٦٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيِّ ابْنُ سَلُولَ، دُعِيَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَبْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَتُصَلِّي عَلَى ابْنِ أُبَيٍّ، وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا؟ أُعَدِّدُ عَلَيْهِ قَوْلَهُ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَخِّرْ عَنِّي يَا عُمَرُ. فَلَمَّا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ، قَالَ إِنِّي خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ، لَوْ أَعْلَمُ أَنِّي إِنْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِينَ فَغُفِرَ لَهُ لَزِدْتُ عَلَيْهَا. قَالَ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْصَرَفَ، فَلَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيرًا حَتّٰى نَزَلَتِ الْآيَتَانِ مِنْ بَرَاءَةٍ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا﴾ إِلٰى ﴿وَهُمْ فَاسِقُونَ﴾ (التوبہ: ٨٤) قَالَ فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جُرْأَتِي عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ، وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. [طرف الحدیث: ٤٦٧١]

منافقین کی نمازِ جنازہ اور مشرکین کے لیے استغفار کا مکروہ ہونا

اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ جب عبد اللہ بن ابی ابن سلول مر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پر نماز پڑھنے کے لیے بلایا گیا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جانے کے لیے) کھڑے ہوئے تو میں جلدی سے آگے بڑھا' پس میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ ابن ابی کی نماز پڑھا رہے ہیں حالانکہ اس نے فلاں دن یہ کہا تھا اور فلاں دن یہ کہا تھا؟ میں اس کی سب باتیں گنواتا رہا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: اے عمر! مجھے چھوڑ دو' جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا تھا' پس میں نے اختیار کر لیا' اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں نے ستر دفعہ سے زیادہ مغفرت طلب کی تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ مغفرت طلب کرتا' حضرت عمر نے کہا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نماز پڑھائی' پھر آپ واپس آ گئے' پھر آپ تھوڑی دیر ٹھہرے تھے کہ سورۂ توبہ کی یہ آیت نازل ہوگئی: اور ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کی کبھی بھی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں' اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں' کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اسی حالت میں مر گئے اور وہ فاسق ہیں O (التوبہ: ٨٤) پھر بعد میں مجھے اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی اس جراءت پر بہت تعجب ہوا' اور اللہ اور رسول کو ہی زیادہ علم ہے۔

(سنن ترمذی: ٣٠٩٧' سنن نسائی: ١٩٦٥-٢٠٤٥' مسند البزار: ٩٣' صحیح ابن حبان: ٣١٧٦' سنن کبریٰ: ١١٢٢٥' مسند احمد ج ١ ص ١١٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٩٣-ج ١ ص ٢٥٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٥٦٩٨' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی: ٦٠٦٥)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بکیر (۲) لیث بن سعد (۳) عقیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب (۵) عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود یہ سات فقہاء میں سے ایک ہیں (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۷۸)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت آیت (التوبہ: ۸۴) میں ہے اگر اس پر اعتراض کیا جائے کہ عنوان میں مشرکین کے لیے استغفار کی کراہت کا بھی ذکر ہے اور اس کا حدیث میں ذکر نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں التوبہ: ۸۴ کا ذکر ہے اور التوبہ: ۸۰ میں یہ آیت ہے: ''فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ'' پس اللہ ان کی ہرگز مغفرت نہیں کرے گا' اور اس میں مشرکین کے لیے استغفار کی ممانعت کا اشارہ ہے۔

منافقین کی قبر پر کھڑے ہونے کی ممانعت' صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تھی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے کہا ہے کہ التوبہ: ۸۴ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین کی نماز پڑھانے سے منع فرمادیا ہے' اگرچہ وہ اسلام کو ظاہر کرتے تھے تا کہ ان کی جانیں محفوظ رہیں' رہا ان کی قبروں پر کھڑا ہونا تو وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ممنوع تھا اور دیگر مسلمانوں کے لیے جائز تھا کہ وہ اپنے کافر آباء کی تدفین کے لیے ان کی قبروں پر کھڑے ہوں' اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابوطالب فوت ہو گئے تو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ آپ کا گمراہ چچا فوت ہو گیا' تو آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کو زمین میں چھپا دو' پھر کسی سے کوئی بات نہ کرنا حتیٰ کہ میرے پاس آنا' پس میں گیا اور میں نے اس کو زمین میں چھپا دیا اور میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے غسل کرنے کا حکم دیا اور میرے لیے دعا کی۔

(سنن ابوداؤد: ۳۲۱۴' سنن نسائی: ۱۹۰)

سعید بن جبیر نے بیان کیا ہے کہ ایک یہودی فوت ہو گیا' اس کا بیٹا مسلمان تھا' اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا ذکر کیا' تو انہوں نے کہا کہ اس کو چاہیے کہ اس کے ساتھ جائے اور اس کو دفن کرے اور جب تک وہ زندہ ہے اس کے لیے ہدایت کی دعا کرتا رہے اور جب وہ مر جائے تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دے اور التوبہ: ۱۱۳ کی تلاوت کی۔

ابراہیم النخعی نے کہا ہے کہ حارث بن عبد اللہ بن ابی ربیعہ کی ماں فوت ہو گئی اور وہ نصرانی تھی' حارث کی تکریم کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب اس کے جنازہ کے ساتھ گئے اور ان کی ماں کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔

اصاغر کا اکابر کی رائے کے خلاف اپنی رائے دینے اور اس پر اصرار کرنے کا جواز

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اصرار کیا کہ آپ اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھائیں' اس میں یہ فقہ ہے کہ خیر خواہ وزیر کے لیے جائز ہے کہ سلطان کو اپنی رائے بتائے خواہ اس کی رائے سلطان کی رائے کے خلاف ہو' جب کہ سلطان کو علم ہو کہ اس وزیر کی نیت نیک ہے اور وہ اس کا خیر خواہ ہے اور اس کے اعمالِ صالحہ ہیں تو اس وزیر کے اجتہاد پر ملامت نہیں کی جائے گی اور اس کے ساتھ بدگمانی نہیں کی جائے گی اور سلطان کا اس کے اصرار اور اس کی ضد پر صبر کرنا سلطان کے اعلیٰ اخلاق کی علامت ہے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کے اصرار پر سکوت کیا اور انکار نہیں فرمایا اور اپنی رائے کی موافقت میں قرآن مجید کی آیت پیش کی' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل میں بہت بڑا نمونہ ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۴۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ کے مؤقف کی تائید میں التوبہ: ۸۴ نازل ہوئی' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عبد اللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھانا معاذ اللہ غلط تھا' کیونکہ التوبہ: ۸۴ آپ کے نماز پڑھانے کے بعد نازل ہوئی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت وہی صحیح عمل تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مؤقف تھا۔

۸۵ - بَابُ ثَنَاءِ النَّاسِ عَلَى الْمَيِّتِ

لوگوں کا میت کی تحسین کرنا

۱۳٦۷ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ. ثُمَّ مَرُّوْا بِاُخْرٰى فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا' فَقَالَ وَجَبَتْ. فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَا وَجَبَتْ؟ قَالَ هٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا' فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ. وَهٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا' فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ' اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِى الْاَرْضِ. [طرف الحدیث: ۲٦۴۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان ایک جنازہ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس کی تحسین کی' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ واجب ہوگئی' پھر وہ دوسرے جنازہ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس کی مذمت کی' پس آپ نے فرمایا: یہ واجب ہوگئی' پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے پوچھا: کیا واجب ہوگئی؟ تو آپ نے فرمایا: یہ جنازہ جس کی تم نے تحسین کی ہے اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور یہ جنازہ جس کی تم نے مذمت کی ہے اس کے لیے دوزخ واجب ہوگئی' تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔

(صحیح مسلم: ۹۴۹' الرقم المسلسل: ۲۱٦۵' سنن نسائی: ۱۹۳۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳٦۸۔ ۳٦۷' شرح السنہ: ۱۴۹۰' شرح مشکل الآثار: ۳۳۰۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۸٦ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۹۳۸۔ ج ۲۰ ص ۲٦۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۷۸۹۳)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: مسلمانوں نے اس جنازہ کی تحسین کی۔

باب مذکور کی موافق احادیث

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا' پس ایک جنازہ گزرا' آپ نے پوچھا: یہ کیسا جنازہ ہے؟ صحابہ نے کہا: یہ فلاں شخص کا جنازہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور اس میں بہت کوشش کرتا ہے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: واجب ہوگئی' واجب ہوگئی' واجب ہوگئی' اور ایک اور جنازہ گزرا تو صحابہ نے کہا: یہ فلاں شخص کا جنازہ ہے' جو اللہ اور اس کے رسول سے بغض رکھتا ہے اور اللہ کی نافرمانی میں عمل کرتا ہے اور اس میں بہت کوشش کرتا ہے' آپ نے فرمایا: واجب ہوگئی' واجب ہوگئی' واجب ہوگئی' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! پہلے جنازہ کی تحسین کی گئی اور دوسرے جنازہ کی مذمت کی گئی' اور آپ نے فرمایا: واجب ہوگئی' واجب ہوگئی' واجب ہوگئی' آپ نے فرمایا: ہاں! اے ابوبکر! جب بنو آدم کسی کی تحسین یا مذمت کرتے ہیں تو فرشتے ان کی زبان سے کلام کرتے ہیں۔

امام حاکم نے کہا: یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے موافق ہے اور امام بخاری اور مسلم نے اس کی روایت نہیں کی۔

(المستدرک: ۱۴۳۷ـ ج ۱ ص ۳۷۷ ‘مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جو مسلمان فوت ہو جائے اور اس کے پڑوس میں سے چار زیادہ قریب گھر والے یہ شہادت دیں کہ وہ اس شخص کے متعلق سوا خیر کے اور کچھ نہیں جانتے تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے تمہارا قول قبول کر لیا ہے یا فرماتا ہے: میں نے تمہاری شہادت قبول کر لی‘ اور اس کے متعلق جن کاموں کا تمہیں علم نہیں ہے‘ ان کو میں نے معاف کر دیا۔ یہ حدیث بھی امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور شیخین نے اس کی روایت نہیں کی۔ (المستدرک: ۱۴۳۸ـ ج ۱ ص ۳۷۷‘ المطالب العالیہ: ۷۵۰‘ مسند احمد ج ۳ ص ۲۴۲‘ تاریخ بغداد ج ۷ ص ۴۵۵‘ صحیح ابن حبان: ۳۰۲۶‘ مسند ابو یعلیٰ: ۳۴۹۱)

ابو الاسود الدؤلی بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ میں آیا‘ وہاں ایک بیماری پھیلی ہوئی تھی جس سے لوگ بہ کثرت مر رہے تھے‘ پس میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا تو ایک جنازہ گزرا‘ پس اس کی تحسین کی گئی‘ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واجب ہو گئی‘ پھر دوسرا جنازہ گزرا تو اس کی مذمت کی گئی‘ حضرت عمر نے کہا: واجب ہو گئی‘ پھر تیسرا جنازہ گزرا تو اس کی مذمت کی گئی‘ حضرت عمر نے کہا: واجب ہو گئی‘ ابو الاسود نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! یہ آپ نے کیوں کہا ہے؟ حضرت عمر نے کہا: میں نے اسی طرح کہا ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس مسلمان کے لیے بھی چار مسلمان نیکی کی گواہی دیں‘ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہے‘ ہم نے پوچھا: اور تین؟ آپ نے فرمایا: اور تین‘ ہم نے پوچھا: اور دو؟ آپ نے فرمایا: اور دو‘ پھر ہم نے ایک کے متعلق سوال نہیں کیا۔ (شرح مشکل الآثار: ۳۳۰۸‘ مسند احمد ج ۱ ص ۴۵ـ۳۰ـ۲۱‘ صحیح البخاری: ۲۶۴۳‘ سنن ترمذی: ۱۰۵۹‘ صحیح ابن حبان: ۳۰۲۸‘ سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۵‘ شرح السنۃ: ۱۵۰۶)

جن فوت شدہ لوگوں کی مسلمان تحسین کریں‘ ان کے جنتی ہونے اور جن کی مذمت کریں‘ ان کے دوزخی ہونے کا سبب

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس فوت شدہ شخص کے متعلق مسلمان نیکی کی گواہی دیں‘ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس کے گناہوں پر پردہ رکھا ہے‘ اور اللہ تعالیٰ جس پر دنیا میں پردہ رکھے اس کو آخرت میں رسوا نہیں کرتا۔ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں جس بندہ کا پردہ رکھتا ہے‘ اس کا آخرت میں بھی پردہ رکھتا ہے۔

(شرح مشکل الآثار: ۲۱۸۵‘ مسند احمد ج ۶ ص ۱۶۰ـ۱۴۵‘ مسند ابو یعلیٰ: ۴۵۶۶‘ الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۲۹‘ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۷‘ المعجم الکبیر: ۸۰۲۳ـ۸۷۹۸ـ۸۷۹۹)

جس شخص کی دنیا میں تحسین کی گئی ہے‘ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے آخرت میں اس کا پردہ رکھا ہے اور جس شخص کی دنیا میں مذمت کی گئی ہے‘ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا آخرت میں پردہ نہیں رکھا‘ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ان احادیث سے استنباط ہے اور بہت عمدہ استنباط ہے۔ (شرح مشکل الآثار ج ۸ ص ۳۵۸ـ۳۵۷‘ مؤسسۃ الرسالۃ‘ بیروت‘ ۱۴۲۷ھ)

زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ کس قسم کے مسلمان ہیں اور مرے ہوئے لوگوں کو برا کہنا ممنوع ہے‘ پھر ان کی مذمت کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں فوت شدہ کی تحسین یا مذمت کرنے والے جن لوگوں کے متعلق فرمایا ہے کہ تم زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو‘ اس سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں یا جو لوگ قوتِ ایمان اور اعمالِ صالحہ میں ان کی صفات پر ہوں یعنی متقین‘ صالحین اور علماء ربانیین اور

جن لوگوں کی صحابہ نے مذمت کی تھی' ان سے مراد منافقین ہیں یا وہ لوگ جو کھلے عام بُرائی کرنے والے ہوں۔ واضح رہے کہ احادیث میں مرنے والے کی برائی بیان کرنے سے منع کیا گیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مرے ہوئے لوگوں کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے اعمال کی جزاء پانے کے لیے جا چکے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۹۳' صحیح ابن حبان: ۳۰۲۱' سنن نسائی: ۱۹۳۵' مسند احمد ج ۶ ص ۱۸۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے مُردوں کے محاسن کا ذکر کرو اور ان کی بُرائیوں سے درگزر کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۰۰' سنن ترمذی: ۱۰۱۹' المعجم الصغیر: ۴۶۱' سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۵' المستدرک: ۱۴۲۱)

اور ان احادیث میں جن مُردوں کی مذمت کرنے کا ذکر ہے' اس سے مراد کافر اور منافق ہیں یا فاسق معلن اور بدعتی لوگ اور مرنے کے بعد ان کی مذمت اس لیے کی جاتی ہے کہ مسلمان ان کی روِش پر نہ چلیں اور ان کی اتباع اور ان کی اقتداء نہ کریں۔

۱۳۶۸ - حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ اَبِی الْفُرَاتِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ اَبِی الْاَسْوَدِ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ، وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ، فَجَلَسْتُ اِلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ، فَاُثْنِیَ عَلٰی صَاحِبِهَا خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَجَبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِاُخْرٰی فَاُثْنِیَ عَلٰی صَاحِبِهَا خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ فَاُثْنِیَ عَلٰی صَاحِبِهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ. فَقَالَ اَبُو الْاَسْوَدِ فَقُلْتُ وَمَا وَجَبَتْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ قَالَ قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهٗ اَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ، اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ. فَقُلْنَا وَثَلَاثَةٌ، قَالَ وَثَلَاثَةٌ. فَقُلْنَا وَاثْنَانِ، قَالَ وَاثْنَانِ. ثُمَّ لَمْ نَسْاَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عفان بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں داؤد بن ابی الفرات نے حدیث بیان کی' از عبداللہ بن بریدہ از ابی الاسود' انہوں نے بیان کیا کہ میں مدینہ میں آیا اور وہاں ایک بیماری پھیلی ہوئی تھی' پس میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا' پھر وہاں سے ایک جنازہ گزرا' پس اس کی تحسین کی گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واجب ہوگئی' پھر دوسرا جنازہ گزرا تو اس کی بھی تحسین کی گئی' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واجب ہوگئی' پھر تیسرا جنازہ گزرا تو اس کی مذمت کی گئی' پس حضرت عمر نے کہا: واجب ہوگئی' ابوالاسود نے کہا: میں نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! کیا چیز واجب ہوگئی؟ حضرت عمر نے کہا: میں نے اسی طرح کہا ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس مسلمان کے حق میں بھی چار مسلمان نیکی کی گواہی دیں اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا' ہم نے کہا: اور تین؟ آپ نے فرمایا: اور تین' پس ہم نے کہا: اور دو؟ آپ نے فرمایا: اور دو' پھر ہم نے ایک کے متعلق آپ سے سوال نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۳۶۷ میں گزر چکی ہے۔

۸۶ - بَابُ مَا جَاءَ فِیْ عَذَابِ الْقَبْرِ

عذاب قبر کے متعلق جو احادیث ہیں

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی ﴿وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ﴾ (الانعام: ۹۳). اَلْهُوْنُ هُوَ الْهَوَانُ، وَالْهَوْنُ الرِّفْقُ.

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور کاش آپ اس وقت دیکھتے جب یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور موت کے فرشتے ان کی طرف اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے (اور کہہ رہے ہوں گے:) اپنی جانیں نکالو! آج تمہیں ذلت والا عذاب دیا جائے گا۔ (الانعام:

وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ﴾ (التوبہ:۱۰۱). وَقَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ○اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ (المؤمن:٤٦_٤٥).

۹۳) ''هُون'' کا معنی ذلت ہے اور ''هَون'' کا معنی ملائمت ہے' اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ہم عنقریب ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے' پھر ان کو عظیم عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا○ (التوبہ:۱۰۱) اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور آلِ فرعون کا سخت عذاب نے احاطہ کر لیا○ ان کو ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور (اس دن بھی پیش کیا جائے گا) جب قیامت قائم ہوگی' (ارشاد ہوگا کہ) آلِ فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں جھونکو○ (المؤمن:۴۶-۴۵)

عنوان میں درج آیات کی عذابِ قبر پر دلالت

الانعام: ۹۳ میں ظالم لوگوں سے مراد کفار ہیں اور اس میں ''غمرات'' کا لفظ ہے' اس سے مراد موت کی سختیاں ہیں' اس میں مذکور ہے کہ موت کے فرشتے ان کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے' ''الیوم'' سے مراد ہے: روح قبض کرنے کا دن اور یہی عذاب کی ابتداء کا وقت ہے اور اس کی ابتداء عذابِ قبر سے ہوگی' اس سے واضح ہوا کہ عذابِ قبر برحق ہے' ورنہ ہاتھ بڑھا کر جان نکالنے کا حکم دینے کے ساتھ اس بات کا کوئی معنی نہیں ہے کہ آج تمہیں ذلت والا عذاب دیا جائے گا' واضح رہے کہ قبر سے مراد برزخ کی زندگی ہے' برزخ کا معنی ہے: دنیا کی زندگی کے بعد اور آخرت کی زندگی سے پہلے کا زمانہ' یہ اس درمیانی وقت کی زندگی ہے جس کی مدت انسان کی موت سے لے کر قیامت کے وقوع تک ہے' اس کو برزخی حیات کہتے ہیں' خواہ انسان کسی درندہ کے پیٹ میں ہو یا اس کی لاش دریا' یا سمندر میں ہو یا وہ جل کر راکھ ہو چکا ہو یا قبر میں مدفون ہو' ہر صورت میں اس کے اجزاء اصلیہ کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے باقی رکھتا ہے اور روح کا ان اجزاء کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور عذاب اور ثواب کی کیفیات کا ترتب ان ہی اجزاء پر ہوتا ہے' اس آیت میں عذابِ قبر کا واضح ثبوت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۸۱' ملخصاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

التوبہ: ۱۰۱ میں فرمایا: ہم ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے' ایک مرتبہ ان کو دنیا میں ذلت اور رسوائی کا عذاب دیا گیا' جب نبی ﷺ نے نام لے لے کر چھتیس منافقوں کو مسجد نبوی سے نکال دیا' اور فرمایا: اے فلاں شخص! مسجد سے نکل جا' تو منافق ہے' اور دوسری مرتبہ ان کو قبر میں عذاب دیا گیا' سو اس آیت میں بھی عذابِ قبر کا ثبوت ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۳۱' ملخصاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

المؤمن: ۴۵ میں فرمایا: آلِ فرعون کا سخت عذاب نے احاطہ کر لیا' آلِ فرعون کو دنیا میں سمندر میں غرق کر دیا اور آخرت میں ان کے لیے دوزخ کا سخت ترین عذاب ہے۔

المؤمن: ۴۶ میں فرمایا: ان کو ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے: اس سے مراد آخرت کا عذاب نہیں ہے کیونکہ صبح اور شام کا تحقق دنیا میں ہے اور ان کو قبر میں ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور یہی عذابِ قبر ہے اور یہ عذاب ان کو قیامت سے پہلے قبر میں دیا جاتا ہے' پھر اس پر عطف کر کے فرمایا: اور اس دن بھی ان کو آگ پر پیش کیا جائے گا جب قیامت قائم ہوگی' اور عطف تغایر کا تقاضا کرتا ہے یعنی قیامت سے پہلے کا عذاب اور ہے اور قیامت کے دن کا عذاب اور ہے' اور پہلے جو عذاب ہوگا وہ قبر میں ہوگا' اس کے بعد فرمایا: (فرشتوں سے کہا جائے گا کہ:) آلِ فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں جھونکو۔ زیادہ سخت عذاب کے الفاظ میں بھی یہ اشارہ ہے کہ اس سے پہلے ان کو دنیا میں بھی عذاب دیا گیا تھا لیکن وہ زیادہ سخت عذاب نہیں تھا اور اب قیامت کے دن جو عذاب دیا جائے گا

وہ زیادہ سخت عذاب ہوگا اور اس میں بھی عذاب قبر کا ثبوت ہے یعنی قیامت سے پہلے جو عذاب دیا گیا تھا وہ عذاب قبر تھا۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۸۹۔۸۸ ملخصاً' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۱۳۶۹- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أُقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِيْ قَبْرِهٖ أُتِيَ، ثُمَّ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ (ابراہیم:۲۷). [طرف الحدیث:۴۶۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از علقمہ بن مرثد از سعد بن عبیدہ از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب مؤمن کو قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتے لائے جاتے ہیں' پھر وہ گواہی دیتا ہے: ''لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' پس یہ اس آیت کا مصداق ہے: اللہ ایمان والوں کو قولِ ثابت پر ثابت قدم رکھتا ہے۔ (ابراہیم:۲۷)۔

(سنن ترمذی:۳۱۲۰' سنن ابوداؤد:۴۷۵۰' سنن نسائی:۱۹۳۳' سنن ترمذی:۱۰۵۹' مسند ابوداؤد الطیالسی:۷۴۵' صحیح ابن حبان:۲۰۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۷۷' المعجم الاوسط:۳۶۷۷' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۲ طبع قدیم' مسند احمد:۱۸۴۸۲۔ج ۳۰ ص ۴۳۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی:۶۴۵' مکتبۃ الرشد' ریاض)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ سورۂ ابراہیم:۲۷' عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حفص بن عمر الحارث الحوضی النمری الازدی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) علقمہ بن مرثد (۴) سعد بن عبیدہ (۵) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۸۹)

حافظ ابن کثیر نے سورۂ ابراہیم:۲۷ کی تفسیر میں یہ روایت درج کی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قبر میں فرشتے مسلمان سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے' وہ پھر پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا دین اسلام ہے' وہ پوچھتے ہیں: تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میرے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' وہ اللہ کے پاس سے معجزات اور دلائل لے کر آئے تو میں ان پر ایمان لایا اور میں نے ان کی تصدیق کی' پھر اس سے کہا جائے گا: تو نے سچ کہا' تو اسی دین پر زندہ رہا اور اسی پر مرا اور اسی پر تجھ کو اٹھایا جائے گا۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۹۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا، وَزَادَ ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ نَزَلَتْ فِيْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے یہ حدیث بیان کی اور یہ اضافہ کیا: اللہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھتا ہے۔ (ابراہیم:۲۷) یہ آیت عذابِ قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

عذابِ قبر کے متعلق دیگر احادیث

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو یا تم میں سے کسی ایک کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ فام نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں' جن میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے' وہ کہتے ہیں: تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ وہی کہے گا جو کہتا تھا کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں'' اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله'' فرشتے کہیں گے: ہم جانتے تھے کہ تم یہی کہو گے' پھر اس کی قبر میں ستر ضرب ستر ہاتھ وسعت کر دی جائے گی' پھر اس کے لیے قبر کو منور کر دیا جائے گا' پھر اس سے کہا جائے گا: سو جا' وہ قبر والا کہے گا: میں اپنے گھر جاؤں اور ان کو خبر دوں؟ فرشتے کہیں گے: تو اس دلہن کی طرح سو جا جس کو صرف وہی بیدار کرتا ہے جو اس کو اپنے گھر میں سے زیادہ محبوب ہو' حتیٰ کہ اس کو اللہ اس کی اس جگہ سے اٹھائے گا اور اگر وہ مردہ منافق ہو تو وہ کہے گا: میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی اس کی مثل کہہ دیا' میں نہیں جانتا' فرشتے کہیں گے: ہمیں معلوم تھا کہ تم یہی کہو گے' پھر زمین سے کہا جائے گا: تو اس پر مل جا' سو وہ زمین اس پر مل جائے گی' پس اس کی پسلیاں اِدھر سے اُدھر ہو جائیں گی' پھر اس کو قبر میں اسی طرح عذاب دیا جاتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ اس کو اس جگہ سے اٹھالے گا۔ (سنن ترمذی: ۱۰۷۱' صحیح ابن حبان: ۳۱۱۷)

امام ترمذی نے کہا ہے کہ اس باب میں حضرت علی سے' حضرت زید بن ثابت سے اور حضرت ابن عباس اور حضرت البراء بن عازب سے اور حضرت ابو ایوب سے اور حضرت انس سے اور حضرت جابر سے اور حضرت عائشہ سے اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں' ان میں سے ہر ایک نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عذابِ قبر کے متعلق حدیث روایت کی ہے۔

(سنن ترمذی ص ۴۵۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت علی کی روایت مجھے نہیں مل سکی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت' صحیح مسلم: ۲۸۶۷ میں ہے اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت' سنن ابوداؤد: ۴۷۵۰ میں ہے اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی روایت مجھے نہیں ملی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت' صحیح البخاری: ۱۳۳۸' اور صحیح مسلم: ۲۸۷۰' اور سنن ابوداؤد: ۳۲۳۱' سنن نسائی: ۲۰۵۱' اور مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶ میں ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت' مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۶۔ ۳۳۳' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت' صحیح البخاری: ۱۳۷۲' اور صحیح مسلم: ۵۸۴ میں ہے اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہم کی روایت' سنن ترمذی: ۲۴۶۰ میں ہے۔

قارئین کے استفادہ کے لیے بعض اہم احادیث کے متن کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان بندہ فوت ہو جاتا ہے تو اس کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ پس اللہ اس کو ان کے جوابات میں ثابت قدم رکھتا ہے پس وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' پھر اس کی قبر میں وسعت کی جاتی ہے اور اس کے لیے اس میں کشادگی کی جاتی ہے' پھر حضرت عبد اللہ بن مسعود نے یہ آیت پڑھی: ''يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ'' (ابراہیم: ۲۷)۔

(المعجم الکبیر: ۹۱۴۵' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۴' بیروت' الشریعۃ للآجری: ۸۱۱)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے' ہم قبر تک پہنچے'

جب لحد بنائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے' گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں' آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ زمین کو کرید رہے تھے' آپ نے اپنا سر (اقدس) اٹھا کر دو یا تین بار فرمایا: عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو' اور فرمایا: جب لوگ پیٹھ پھیر کر جائیں گے تو یہ ضرور ان کی جوتیوں کی آواز سنے گا' جب اس سے یہ کہا جائے گا: اے شخص! تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ ھناد نے کہا: اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے اور اس کو بٹھا دیں گے' اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: میرا رب اللہ ہے' پھر وہ کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: میرا دین اسلام ہے' پھر وہ کہیں گے: وہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' پھر وہ کہیں گے: تم کو کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہے گا: میں نے کتاب پڑھی' میں اس پر ایمان لایا اور میں نے اس کی تصدیق کی' اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے: ''یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ'' (ابراہیم:۲۷) پھر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ میرے بندہ نے سچ کہا' اس کے لیے جنت سے فرش بچھا دو اور جنت سے لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو' پھر اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور جنت کی خوشبو آئے گی' اور اس کی منتہائے بصر تک اس کی قبر کھول دی جائے گی' پھر آپ نے کافر کی موت کا ذکر کیا اور فرمایا: اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جائے گی اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھائیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا' پھر وہ اس سے کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا' پھر وہ کہیں گے: یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا: اس نے جھوٹ بولا' اس کے لیے دوزخ سے فرش بچھا دو اور اس کو دوزخ کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے دوزخ سے ایک دروازہ کھول دو' پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور دوزخ کی گرم ہوائیں آئیں گی اور اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جائے گی' حتیٰ کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جائیں گی' پھر اس پر ایک اندھا اور گونگا مسلط کیا جائے گا' اس کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوگا جس کی ضرب اگر پہاڑ پر لگائی جائے تو وہ بھی مٹی کا ڈھیر ہو جائے' پھر وہ گرز اس پر مارے گا جس سے وہ کافر چیخ مارے گا' جس کو جن اور انس کے سوا سب سنیں گے اور وہ کافر مٹی ہو جائے گا اور اس میں پھر دوبارہ روح ڈال دی جائے گی۔

امام عبد الرزاق متوفی ۲۱۱ھ' امام احمد متوفی ۲۴۱ھ' امام آجری متوفی ۳۶۰ھ اور امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے اس حدیث کو بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۷۵۳' مصنف عبد الرزاق: ۶۷۳۷' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۷۳۳' الشریعہ للآجری: ۸۱۲' المستدرک ج ۱ ص ۳۷)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب میت کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو آپ اس کی قبر پر کھڑے رہے اور فرمایا: اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۲۲۱' المستدرک ج ۱ ص ۳۷۰' شرح السنہ: ۱۵۲۳' عمل الیوم واللیلہ لابن السنی: ۵۸۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اسے ڈوبتے ہوئے سورج کی مثل دکھائی جاتی ہے تو وہ آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: مجھے نماز پڑھنے دو۔

(سنن ابن ماجہ: ۴۲۷۲' موارد الظمآن: ۷۷۹' صحیح ابن حبان: ۳۱۱۶)

ہم نے اپنی تفسیر 'تبیان القرآن' ابراہیم: ۲۷ کی تفسیر میں اس بحث کو بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے' جو قارئین اس مبحث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ پڑھنا چاہتے ہوں' وہ اس مقام کا مطالعہ کریں۔

۱۳۷۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، عَنْ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ قَالَ اِطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَهْلِ الْقَلِيْبِ، فَقَالَ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَقِيْلَ لَهُ اَتَدْعُوْا اَمْوَاتًا؟ فَقَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ، وَلٰكِنْ لَّا يُجِيْبُوْنَ. [اطراف الحدیث: ۳۹۸۰-۴۰۲۶]

(صحیح مسلم: ۹۳۲، الرقم المسلسل: ۲۱۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۷۷، المعجم الکبیر: ۱۳۲۶۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۹۵۸- ج ۹ ص ۲۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح، انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ بدر کے جس کنویں میں بدر کے دن جن کافروں کو ڈال دیا گیا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنویں میں جھانکا اور فرمایا: تمہارے رب نے تم سے جو وعدہ کیا تھا تم نے اس کو سچا پالیا؟ آپ سے کہا گیا: کیا آپ مُردوں کو پکار رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمان بن عوف القرشی الزہری (۳) ان کے والد ابراہیم بن سعد (۴) صالح بن کیسان ابومحمد (۵) نافع مولیٰ ابن عمر (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۹۰)

حدیث مذکور میں عذابِ قبر کی دلیل

آپ نے فرمایا: تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، اس میں یہ دلیل ہے کہ مُردوں کو قبر میں حیات حاصل ہوتی ہے اور جب ان میں حیات ہوتی ہے تو وہ درد اور اذیت کا ادراک کر سکتے ہیں، لہٰذا قبر میں ان کے عذاب پر کوئی اشکال نہیں ہے۔

۱۳۷۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُمْ لَيَعْلَمُوْنَ الْاٰنَ اَنَّ مَا كُنْتُ اَقُوْلُ حَقٌّ. وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ (النمل: ۸۰). [اطراف الحدیث: ۳۹۷۹-۳۹۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ فرمایا تھا: وہ اب اس بات کو جان رہے ہیں کہ بے شک میں ان سے حق کہتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: بے شک آپ مُردوں کو نہیں سناتے۔ (النمل: ۸۰)

اس حدیث کی تخریج بھی حسب سابق ہے، اور اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ اب اس بات کو جان رہے ہیں کہ میں ان سے حق کہتا تھا۔

حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی حدیثوں میں تعارض کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث: ۱۳۷۰، اور حضرت عائشہ کی حدیث: ۱۳۷۱، عذابِ قبر کے متعلق متعارض ہیں، حضرت ابن عمر کی حدیث میں عذابِ قبر کا ثبوت ہے اور حضرت عائشہ کی حدیث میں عذابِ قبر کا ثبوت نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ مُردے سنتے ہیں اور دوسری احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جب مردوں

سے سوال کیا جاتا ہے اور کفار جواب نہیں دیتے تو ان کو عذاب دیا جاتا ہے اور جب فرشتے مُردوں سے سوال کرتے ہیں تو ان میں روح لوٹا دی جاتی ہے اور جب وہ زندہ ہوتے ہیں تو ان کو قبر میں عذاب بھی ہوسکتا ہے اور حضرت عائشہ کی حدیث اس صورت پر محمول ہے جب مردے میں روح نہ لوٹائی گئی ہو اس لیے انہوں نے مُردوں کے سننے کی نفی کی۔

۱۳۷۲ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ سَمِعْتُ الْاَشْعَثَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ يَهُوْدِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا، فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ، فَقَالَتْ لَهَا اَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. فَسَاَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ؟ فَقَالَ نَعَمْ، عَذَابُ الْقَبْرِ. قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ صَلّٰى صَلٰوةً اِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ، انہوں نے کہا: میں نے اشعث سے سنا از والد خود از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ ایک یہودی عورت حضرت عائشہ کے پاس آئی، پھر اس نے عذابِ قبر کا ذکر کیا، اس نے کہا: اللہ آپ کو عذابِ قبر سے اپنی پناہ میں رکھے، پھر حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عذابِ قبر کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ہاں! عذابِ قبر ہوتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: پھر اس کے بعد میں نے دیکھا کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی تو عذابِ قبر سے پناہ طلب کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۰۴۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۷۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ اَخْبَرَنِي يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّهُ سَمِعَ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا تَقُوْلُ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا، فَذَكَرَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ الَّتِي يَفْتَتِنُ فِيهَا الْمَرْءُ، فَلَمَّا ذَكَرَ ذٰلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُوْنَ ضَجَّةً. زَادَ غُنْدَرٌ عَذَابُ الْقَبْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، پھر آپ نے قبر کے اس فتنہ کا ذکر کیا جس میں ہر شخص مبتلا ہوگا، جب آپ نے یہ ذکر کیا تو مسلمانوں نے سن کر چیخ و پکار کی، غندر نے عذابِ قبر کا اضافہ کیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۷٤ - حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ، وَتَوَلّٰى عَنْهُ اَصْحَابُهُ، وَاِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ، اَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُوْلَانِ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو بے شک وہ ضرور ان کی

الرَّجُلِ؟ لِمحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ، فَيُقَالُ لَهٗ اُنْظُرْ اِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ، قَدْ اَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ مَقْعَدًا مِّنَ الْجَنَّةِ، فَيَرَاهُمَا جَمِيْعًا. قَالَ قَتَادَةُ وَذُكِرَ لَنَا اَنَّهٗ يُفْسَحُ فِيْ قَبْرِهٖ، ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى حَدِيْثِ اَنَسٍ، قَالَ وَاَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهٗ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِيْ، كُنْتُ اَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ، فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ، وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً، فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَّلِيْهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ.

جوتیوں کی آواز سنتا ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں پس وہ اس کو بٹھا دیتے ہیں پھر وہ کہتے ہیں: تم اس شخص (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے متعلق کیا کہتے تھے؟ پس رہا مؤمن تو وہ کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر اس سے کہا جائے گا: دوزخ میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھ اللہ نے اس کو جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا ہے پس وہ دونوں ٹھکانوں کی طرف دیکھے گا' قتادہ نے کہا: ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کی قبر میں وسعت کر دی جائے گی' پھر انہوں نے حضرت انس کی حدیث کی طرف رجوع کیا اور کہا: رہا منافق اور کافر پس اس سے کہا جائے گا: تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ کہے گا: میں نہیں جانتا! لوگ جو کہتے تھے میں بھی وہی کہہ دیتا تھا۔ اس سے کہا جائے گا: تم نے عقل سے جانا نہ قرآن سے تلاوت کی' اور اس کو لوہے کے ہتھوڑوں سے ضرب لگائی جائے گی' پھر وہ زور سے چیخے گا جس کو جن اور انسان کے علاوہ سب قریب والے سنیں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۳۸ میں گزر چکی ہے۔

۸۷ - بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

عذابِ قبر سے پناہ طلب کرنا

۱۳۷۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَوْنُ بْنُ اَبِيْ جُحَيْفَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ، فَسَمِعَ صَوْتًا، فَقَالَ يَهُوْدُ تُعَذَّبُ فِيْ قُبُوْرِهَا. وَقَالَ النَّضْرُ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْنٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ، عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عون بن ابی جحیفہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت البراء بن عازب از ابی ایوب رضی اللہ عنہم وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے' اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا' پس آپ نے آواز سنی تو فرمایا: یہود کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے' اور النضر نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عون نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا از ابی ایوب رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(صحیح مسلم: ۲۸۶۹' الرقم المسلسل: ۷۰۸۲' سنن نسائی: ۲۰۵۹' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۸۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۷۵' صحیح ابن حبان: ۳۱۲۴' المعجم الکبیر: ۳۸۵۶' مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۷' مسند احمد: ۲۳۵۳۹ ـ ج ۳۸ ص ۵۲۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن المثنیٰ بن عبید یہ العنبری کے نام سے معروف ہیں (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) عون بن ابی جحیفہ (۵) ان کے والد ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ یہ صحابی ہیں' ان کا نام وہب بن عبد اللہ السوائی ہے (۶) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ (۷) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ' ان کا نام خالد بن زید ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۹۸)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عذاب کے وقت مردہ کی چیخ و پکار کو سننا آپ کی خصوصیت ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے آواز سنی' ہوسکتا ہے یہ فرشتوں کے عذاب دینے کی آواز ہو یا ان یہودیوں کی آواز ہو جن کو عذاب ہورہا تھا یا یہ عذاب واقع ہونے کی آواز ہو' اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سورج غروب ہوگیا یا غروب ہونے کے لیے زرد پڑ گیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلا اور میرے ساتھ لوٹے میں پانی تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضاء حاجت کے لیے گئے اور میں آپ کے انتظار میں بیٹھا رہا حتیٰ کہ آپ آگئے' پس میں نے آپ کو وضوء کرایا' پھر آپ نے پوچھا: اے ابوایوب! کیا تم وہ آواز سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے' آپ نے فرمایا: میں یہودیوں کی آوازیں سن رہا ہوں جن کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جارہا ہے۔ (المعجم الکبیر: ۳۸۵۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عذاب کے وقت مردہ جو چیخ و پکار کرتا ہے' اس کے متعلق حدیث میں گزر چکا ہے کہ اس کو کوئی جن یا انسان نہیں سن سکتا تو آپ نے ان کی آواز کیسے سن لی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عام انسان اس کو نہیں سن سکتا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام انسان تو نہیں ہیں' آپ کے تمام حواس کی قوت عام انسانوں سے زیادہ تھی یا پھر یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۱۳۷۶ - حَدَّثَنَا مُعَلًّى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَتْنِي ابْنَةُ خَالِدِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِي أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. [طرف الحدیث: ۶۳۶۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ' انہوں نے کہا: خالد بن سعید بن العاصی کی بیٹی نے مجھ سے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے ہوئے سنا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۱۹۳' السنن الکبریٰ: ۷۷۲۰' الاحاد والمثانی: ۳۱۷۲' شرح مشکل الآثار: ۵۱۸۴' صحیح ابن حبان: ۱۰۰۱' المعجم الکبیر: ۲۴۴۔ ج ۲۵' المستدرک ج ۴ ص ۶۷' مسند احمد ج ۶ ص ۳۶۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۷۰۵۶۔ ج ۴۴ ص ۶۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معلیٰ بن اسد (۲) وہیب بن خالد (۳) خالد بن سعید بن العاص کی بیٹی' ان کا نام ام خالد الامویہ ہے' یہ حبشہ میں پیدا ہوئیں' ان سے زبیر نے نکاح کیا' پھر ان سے خالد اور عمر پیدا ہوئے' علامہ ذہبی نے کہا ہے: یہ صحابیہ ہیں' ان سے موسیٰ بن ابراہیم کے دو بیٹوں عقبہ اور کریب بن سلیمان نے روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۹۹)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عذابِ قبر سے پناہ طلب کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عذابِ قبر سے پناہ طلب کی' حالانکہ آپ معصوم' مطہر اور مغفور ہیں' تو جو عام مسلمان معصوم ہیں نہ گناہوں سے مطہر ہیں اور نہ ان کی مغفرت کی بشارت ہے' ان کو چاہیے کہ وہ اللہ کے احکام پر عمل کریں اور گناہوں سے

اجتناب کریں اور عذابِ قبر سے بلکہ ہر قسم کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے اور نبی ﷺ کا قبر کے عذاب سے پناہ طلب کرنا' اس لیے تھا کہ مسلمان آپ کے اس فعل کی اتباع کریں اور آپ کے تمام احکام پر عمل کریں اور آپ کے اسوہ کی اقتداء کریں حتیٰ کہ وہ دنیا اور آخرت کی سختیوں سے نجات پائیں۔

۱۳۷۷ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْا اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے اور دوزخ کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ۵۸۸' الرقم المسلسل: ۱۳۰۱' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۳۴۹' صحیح ابن حبان: ۱۰۱۹' المستدرک ج ۱ ص ۳۷۳' کتاب الدعاء للطبرانی: ۱۳۷۳' مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۷۶۸ - ج ۱۶ ص ۴۴۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نبی ﷺ مغفور ہونے کے باوجود قبر اور دوزخ کے عذاب سے کیوں پناہ طلب کرتے تھے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں اس کی دلیل ہے کہ عذابِ قبر برحق ہے جیسا کہ اہل سنت کا مذہب ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ ﷺ نے عذابِ قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معصوم بنایا اور گناہوں سے پاک رکھا اور آپ کے اگلے اور پچھلے تمام بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں کو معاف فرما دیا' سو جو شخص معصوم ہو نہ گناہوں سے پاک ہو' اس کو نبی ﷺ سے بہت زیادہ عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہیے کیونکہ یہ اکرم الاکرمین کا نمونہ ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہ خبر دے دی تھی کہ اس نے آپ کی اگلی اور پچھلی کلی مغفرت فرما دی ہے تو پھر آپ کے عذابِ قبر سے پناہ مانگنے کی کیا توجیہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قبر کے عذاب سے اور ہر اس چیز کے عذاب سے جس سے آپ نے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی' اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج کا اظہار ہے اور اس کی نعمتوں کا اقرار ہے' اور یہ اعتراف ہے کہ اس کی بے پایاں نعمتوں کا کما حقہ شکر نہیں ادا ہو سکتا' جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اتنا زیادہ قیام کرتے تھے کہ آپ کے دونوں قدم سوج جاتے تھے' پس حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بہ ظاہر خلافِ اولیٰ تمام کاموں) کی مغفرت فرما دی ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بنوں!

(صحیح البخاری: ۴۸۳۷' صحیح مسلم: ۲۸۲۰)

پس جس شخص کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بہت عظیم ہوں' اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر ادا کرے' خصوصاً انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے عباد صالحین' اور نبی ﷺ نے جو عذابِ قبر اور دیگر انواع کے عذاب سے پناہ طلب کی ہے' اس میں امت کے لیے تعلیم ہے اور ان کے عمل کے لیے نمونہ ہے اور آپ کی اقتداء کرنے اور آپ کی سنت کی اتباع کرنے کی ترغیب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۹ ۳ ـ ۵۸ ۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی کے فتنہ سے پناہ طلب کی ہے' زندگی کے فتنہ سے مراد یہ ہے کہ آفات اور مصائب کے واقع ہونے پر صبر نہ کیا جائے اور بندہ اللہ کی تقدیر پر راضی نہ ہو' اور بُرے کاموں پر اصرار کرے۔

اور موت کے فتنہ سے پناہ طلب کی ہے' اور موت کے فتنہ سے مراد ہے: منکر اور نکیر کے سوال کے وقت حیرت اور خوف' عذاب قبر اور قبر کی دوسری سختیاں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا بہ طور عبادت اور تعلیم کی ہے۔

اس حدیث میں عذابِ قبر کا ثبوت ہے اور اس سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے۔ (عون الباری ج ۲ ص ۴۰۷ ' دارالرشید' حلب' سوریا)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں ان جاہل اور بناوٹی صوفیوں کا ردّ ہے' جو دوزخ سے پناہ طلب کرنے کو اپنے مرتبہ سے کم تر خیال کرتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کس کا مرتبہ ہو سکتا ہے اور آپ نے دوزخ کے عذاب سے پناہ طلب کی ہے' امام ابوحنیفہ کو دیکھ کر کسی شخص نے کہا: یہ جنتی شخص ہے تو امام اعظم رو پڑے اور کہا: میں جنت کے کب لائق ہوں' اگر اللہ تعالیٰ مجھے دوزخ کے عذاب سے بچا لے تو یہ اس کا بڑا اکرم ہوگا۔ وہ امام اعظم تھے جو اپنے آپ کو جنت کے لائق نہیں سمجھتے تھے' یہ آج کل کے صوفیاء ہیں جو جنت کو اپنے لائق نہیں سمجھتے!

۸۸ - بَابُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْغِيْبَةِ وَالْبَوْلِ

غیبت کرنے اور پیشاب کی آلودگی سے نہ بچنے کی وجہ سے قبر کا عذاب

غیبت کا معنی ہے: کسی انسان کے پیچھے اس کی وہ بُرائی بیان کرنا جو اس میں ہو' اگر وہ بُرائی اس میں نہ ہو تو پھر وہ بہتان ہے' غیبت اس وقت ممنوع ہے جب کسی انسان کا عیب اس کی اہانت کے لیے بیان کیا جائے' اور اگر کسی جائز غرض کے حصول کے لیے کسی کا پس پشت عیب بیان کیا جائے تو وہ ممنوع نہیں ہے اور اس کی حسب ذیل چار صورتیں ہیں:

(۱) مظلوم اپنی دادرسی کے لیے قاضی کے سامنے ظالم کا ظلم بیان کرے۔ قرآن مجید میں ہے:

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ. (النساء:۱۴۸) اللہ مظلوم کے سوا بلند آواز سے بُرائی کے ذکر کو پسند نہیں فرماتا۔

(۲) کسی مسلمان کو کسی دوسرے شخص کے ضرر سے بچانے کے لیے اس کی برائی بیان کرنا' مثلاً یہ کہنا کہ فلاں شخص کو قرض نہ دو' وہ قرض لے کر واپس نہیں کرتا' سو یہ غیبت ممنوع نہیں ہے۔

(۳) جو شخص لوگوں کے سامنے بُرے اور ناجائز کام کرتا ہو' اس کی بُرائی کو بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔

(۴) تعریف اور تعیین کے لیے کسی کا عیب بیان کرنا' مثلاً یہ رقم فلاں لنگڑے کو دے دو' جب کہ اور کسی طریقہ سے اس کی تعیین نہ ہو سکے۔

* شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۰۹۱ ـ ۱۰۹۰ میں اس کی زیادہ تفصیل مذکور ہے۔

۱۳۷۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ مُجَاهِدٍ' عَنْ طَاوُسٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از مجاہد از طاؤس' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرَيْنِ، فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ مِنْ كَبِيْرٍ. ثُمَّ قَالَ بَلٰى، اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَسْعٰى بِالنَّمِيْمَةِ، وَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ. قَالَ ثُمَّ اَخَذَ عُوْدًا رَطْبًا فَكَسَرَهٗ بِاثْنَتَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلٰى قَبْرٍ، ثُمَّ قَالَ لَعَلَّهٗ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے آپ نے فرمایا: ان دونوں کو ضرور عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں ہو رہا' پھر فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا' پھر آپ نے کھجور کی ایک تر شاخ توڑی اور اس کے دو ٹکڑے کیے' پھر ان میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا' پھر فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی ان کے عذب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

(جامع المسانید لابن جوزی: ۲۹۶۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے عنوان میں غیبت کا ذکر ہے اور حدیث میں چغلی کا ذکر ہے کیونکہ ان کا معنی متقارب ہے' غیبت کا معنی عنوان کی شرح میں گزر گیا اور چغلی کا معنی ہے: دو آدمیوں میں فساد ڈالنے کے لیے ایک کی بات دوسرے تک پہنچانا۔

قبر پر پھولوں کے رکھنے کا جواز اور نواب صاحب کے حافظہ کی خرابی

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کھجور کی تر شاخ آپ نے اس لیے رکھی تھی کہ جب تک وہ تر رہے گی تسبیح کرتی رہے گی اور اس کی تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوگی اور اس کا حکم ہر اس درخت کی شاخ کے لیے عام ہے جس میں رطوبت ہو' اسی طرح جس چیز میں ذکر کی برکت ہو' اور تلاوتِ قرآن سے عذاب میں تخفیف زیادہ اولیٰ ہے۔ (اس کے بعد لکھتے ہیں:) یہ قضیہ شخصیہ ہے اور فعل مخصوص ہے' اس میں عموم نہیں ہے' پس اس حدیث سے قبر پر پھولوں کے رکھنے کو قیاس نہیں کیا جائے گا' جیسا کہ اس زمانہ میں اہل بدعت کرتے ہیں' اور اہل مکہ و اہل مدینہ کا معمول ہے۔ (عون الباری ج ۱ ص ۷۲ ۳' دار الرشید' حلب' سوریا)

یہ نواب صاحب کے وہابیانہ تعصب کی زہر آفرینی ہے جو اتنی جلدی انہوں نے خود اپنی بات کا رد کر دیا' ابھی تو انہوں نے کہا تھا کہ تخفیف عذاب میں کھجور کی تر شاخ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے' تخفیف عذاب کا یہ حکم ہر اس درخت کی شاخ کے لیے عام ہے جس میں رطوبت ہو اور اس کو بھی عام ہے جس میں ذکر کی برکت ہو اور تلاوتِ قرآن سے عذاب میں تخفیف زیادہ اولیٰ ہے' اور فقہاء اہل سنت چونکہ قبروں پر پھول بھی رکھتے ہیں تو ان کا رد کرنے کے لیے کہہ دیا کہ یہ فعل مخصوص ہے' اس میں عموم نہیں ہے اور تعصب کی وجہ سے علماء اہل سنت کو فوراً اہل بدعت کہہ دیا' کیا پھولوں میں رطوبت نہیں ہوتی اور کیا تر پھول ذکر نہیں کرتے تو جب ہر تر شاخ اور ذکر کرنے والی چیز کا قبروں پر رکھنا جائز ہے تو پھولوں کا قبروں پر رکھنا کیوں ناجائز ہوگا! چند سطر پہلے نواب صاحب نے کہا: اس فعل میں عموم ہے اور چونکہ جھوٹوں کا حافظہ نہیں ہوتا' اس لیے چند سطر بعد کہہ دیا' اس میں عموم نہیں ہے!

اس حدیث کے باقی مضامین' صحیح البخاری: ۲۱۶ میں ذکر کیے جا چکے ہیں۔

۸۹ - بَابُ الْمَيِّتِ يُعْرَضُ عَلَيْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ

میت پر اس کا ٹھکانا صبح اور شام کو پیش کیا جاتا ہے

۱۳۷۹ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

إِذَا مَاتَ، عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَيُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. [اطراف الحدیث:۳۲۴۰-۶۵۱۵]

نے فرمایا: بے شک جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو اس پر اس کا ٹھکانا صبح اور شام پیش کیا جاتا ہے اگر وہ جنتی ہو تو جنت والوں میں اور اگر وہ دوزخی ہو تو دوزخ والوں میں (اس کا ٹھکانا ہوتا ہے) پس کہا جاتا ہے: یہ تمہارا ٹھکانا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن تم کو اٹھایا جائے گا۔

(صحیح مسلم:۲۸۶۶' الرقم المسلسل:۷۰۷۸' سنن ابن ماجہ:۴۲۷۰' سنن ترمذی:۱۰۷۲' سنن کبریٰ:۲۱۹۸' سنن نسائی:۲۰۷۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۳۷' مسند ابوداؤد الطیالسی:۱۸۳۲' مسند ابویعلیٰ:۵۸۳۰' المعجم الصغیر' تاریخ بغداد ج ۸ ص ۴۹-۴۸' مصنف عبدالرزاق:۶۷۴۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۷ طبع قدیم' مسند احمد:۴۶۸۵-ج ۸ ص ۲۸۴-۲۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی:۳۵۰۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

صبح اور شام جن پر ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے' وہ ارواح ہیں اور ارواح قبروں میں ہوتی ہیں اور فنا نہیں ہوتیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ہمارے شہر کے علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر والوں کو یہ خبر دے گا کہ ان کے اعمال کی جگہ اور جزاء اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور ہر صبح اور شام خبر دینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو یہ بات یاد دلاتا رہے گا اور ہم کو اس میں شک نہیں ہے کہ موت اور فرشتوں کے سوال کے بعد بہ تدریج اجسام کو مٹی کھا جاتی ہے اور اجسام فنا ہو جاتے ہیں اور ان پر کوئی چیز پیش نہیں کی جاتی اور قیامت تک صبح اور شام قبر والوں پر جو ان کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے' وہ صرف ان کی ارواح پر پیش کیا جاتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ارواح فنا نہیں ہوتیں اور وہ باقی رہتی ہیں حتیٰ کہ بندے جنت یا دوزخ میں پہنچ جاتے ہیں۔

قاضی ابن الطیب نے کہا ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ آخرت میں صبح اور شام نہیں ہوتے' صبح اور شام کا توارد صرف دنیا میں ہے اور آلِ فرعون کے متعلق جو قرآن میں ہے: وہ ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ (المؤمن:۴۶) اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں ان کو قبر میں ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور قیامت کے دن ان کو زیادہ شدید عذاب پر پیش کیا جائے گا اور جب قبر والوں پر ہر صبح اور شام ان کا ٹھکانا پیش کیا جائے گا تو اس سے معلوم ہوا کہ مردے کلام سنتے ہیں ورنہ ان پر ان کے ٹھکانے کو پیش کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے۔

(سماع موتی کی مفصل تحقیق ہم نے اپنی تفسیر میں سورۃ الانفال:۱۴ کے تحت بیان کی ہے' تفسیر تبیان القرآن ج ۴ ص ۵۸۴-۵۷۶)

دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ روحیں قبر میں ہوتی ہیں کیونکہ ان پر ہی ان کے ٹھکانے پیش کیے جاتے ہیں' اجسام کو تو مٹی کھا چکی ہوتی ہے اور یہی صحیح مذہب ہے۔ داؤدی نے کہا ہے کہ جو چیز روح اور نفس کی حیات پر اس کے فنا نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے' وہ یہ آیت ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى. (الزمر:۴۲)

اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت (قبض کرتا ہے) اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند کے وقت قبض فرما لیتا ہے' پھر ان روحوں کو روک لیتا ہے جن کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقرر وقت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ نفس اور روح ایک ہی چیز ہے اور اس پر دلیل ہے کہ روح فنا نہیں ہوتی کیونکہ جو چیز فنا ہو چکی ہو اس کو روکا نہیں جاتا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۶۰ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

ٹھکانا مردے کی روح پر پیش کیا جاتا ہے یا اس کے اجزاء اصلیہ پر؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ مردہ کے جسم کا ایک جزء اصلی یا اس کے اجزاء اصلیہ کو باقی رکھا جاتا ہے اور اس میں حیات لوٹائی جاتی ہے اور اس سے خطاب کر کے اس کو اس کا ٹھکانا بتایا جاتا ہے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ ٹھکانا صرف اس کی روح پر پیش کیا جاتا ہو یا جسم کے ساتھ اس کا کوئی جز بھی ہو' اور یہ غیر شہداء کے متعلق ہے کیونکہ شہداء کی روحیں جنت میں ہوتی ہیں۔

اس حدیث میں عذابِ قبر کا ثبوت ہے' اور اس کا ثبوت ہے کہ جسم کے فنا ہونے سے روح فنا نہیں ہوتی کیونکہ ٹھکانا کسی زندہ پر پیش کیا جاتا ہے' علامہ ابن عبدالبر نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ روحیں قبروں کے صحن میں ہوتی ہیں۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۸۰۶ 'دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

روحیں جہاں چاہتی ہیں پھرتی ہیں' مگر لوٹ کر قبروں میں آجاتی ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے علامہ ابن بطال اور علامہ ابن حجر کی عبارات نقل کرنے کے بعد یہ اضافہ کیا ہے:

علامہ ابن عبدالبر نے یہ کہا ہے کہ میرے نزدیک روحیں کبھی قبروں کے صحن میں ہوتی ہیں' ایسا نہیں ہے کہ وہ قبروں کے صحن سے کبھی جدا نہیں ہوتیں' بلکہ جیسا کہ امام مالک نے کہا ہے کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ روحیں جہاں چاہتی ہیں پھرتی ہیں' میں کہتا ہوں کہ روحوں کا جہاں چاہیں پھرنا اس سے مانع نہیں ہے کہ وہ قبروں کے صحن میں ہوں کیونکہ روحیں گھوم پھر کر' پھر قبروں میں آجاتی ہیں۔ مجاہد نے کہا ہے کہ میت کے دفن ہونے کے سات دن تک ارواح قبروں سے جدا نہیں ہوتیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۰۳ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قبر میں مردے پر اس کا ٹھکانا پیش کرنے کی زیادہ تفصیل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو جب لوگ اس سے پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز کو سنتا ہے' پھر اگر وہ مؤمن ہو تو نماز اس کے سر کی طرف ہوتی ہے' اور روزہ اس کے دائیں طرف ہوتا ہے اور زکوٰۃ اس کے بائیں طرف ہوتی ہے اور صدقہ' صلہ رحم اور لوگوں کے ساتھ نیک سلوک اس کے پاؤں کی طرف ہوتا ہے' پھر اس کے سر کی طرف سے فرشتے آتے ہیں تو نماز کہتی ہے: میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے' پھر وہ دائیں طرف سے آتے ہیں تو روزہ کہتا ہے کہ میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے' پھر وہ بائیں طرف سے آتے ہیں تو زکوٰۃ کہتی ہے: میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے' پھر وہ پیروں کی طرف سے آتے ہیں تو صدقہ' صلہ رحم اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی نیکیاں کہتی ہیں: میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے' پھر مردے سے کہا جاتا ہے کہ بیٹھ جاؤ' تو وہ بیٹھ جاتا ہے اور اس کو دکھایا جاتا ہے کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہے' پھر اس سے کہا جاتا ہے: یہ بتاؤ! یہ شخص تم میں تھے تو تم ان کے متعلق کیا کہتے تھے؟ اور کیا گواہی دیتے تھے؟ وہ کہے گا: مجھے چھوڑ دو حتیٰ کہ میں نماز پڑھ لوں' فرشتے کہیں گے: تم عنقریب نماز پڑھ لو گے' ہمارے سوال کا جواب دو' تم ان کے متعلق کیا گواہی دیتے تھے؟ وہ کہے گا: یہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں' یہ اللہ کے پاس سے حق

لے کر آئے تھے اس سے کہا جائے گا: تم اسی (عقیدہ) پر زندہ رہے اسی پر تم کو موت آئی اور اسی پر تم کو اٹھایا جائے گا' ان شاء اللہ' پھر اس کے لیے جنت کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی کھول دی جائے گی' پھر اس سے کہا جائے گا: یہ تمہارا ٹھکانا ہے اور تمہارے لیے جو اللہ نے تیار کیا ہے وہ اس میں ہے۔ اس کی خوشی اور سرور میں اضافہ ہوگا' پھر اس کے لیے دوزخ کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی کھولی جائے گی اور کہا جائے گا: یہ تمہارا ٹھکانا تھا اور جو اللہ نے تمہارے لیے تیار کیا تھا وہ اس میں ہے' اگر تم اللہ کی نافرمانی کرتے' پھر اس کی خوشی اور سرور میں مزید اضافہ ہوگا' پھر اس کی قبر میں ستر ہاتھ وسعت کر دی جائے گی اور اس کی قبر منور کر دی جائے گی اور اس کے جسم کو پھر پہلے کی طرح لوٹا دیا جائے گا اور اس کی روح پاکیزہ روحوں میں کر دی جائے گی اور وہ ایسے پرندوں (کی صورت میں) ہوں گے جو جنت کے درختوں میں لٹکے ہوئے ہوں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ. (ابراہیم: ۲۷)

ایمان والوں کو اللہ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں قول ثابت (کلمہ توحید) پر ثابت قدم رکھتا ہے۔

اور کافر کے پاس جب سر کی جانب سے فرشتے آتے ہیں تو وہاں کوئی چیز نہیں ہوتی' پھر جب اس کے دائیں طرف سے آتے ہیں تو وہاں کوئی چیز نہیں ہوتی' پھر جب اس کے بائیں طرف سے آتے ہیں تو وہاں کوئی چیز نہیں ہوتی' پھر جب اس کے پیروں کی طرف سے آتے ہیں تو وہاں کوئی چیز نہیں ہوتی' پھر اس سے کہا جاتا ہے: بیٹھ جاؤ! تو وہ مرعوب اور خوف زدہ ہو کر بیٹھ جاتا ہے' پھر اس سے پوچھا جاتا ہے: یہ بتاؤ! یہ شخص جو تم میں رہا تھا تم اس کے متعلق کیا کہتے تھے؟ اور تم اس کے متعلق کیا گواہی دیتے تھے؟ وہ پوچھے گا: کون شخص؟ پس کہا جائے گا: وہ جو تم میں رہا تھا' وہ اس شخص کے نام کو نہیں بوجھ سکے گا' حتیٰ کہ کہا جائے گا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کہے گا: میں نہیں جانتا' میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی وہ بات کہہ دی' اس سے کہا جائے گا: تم اسی (عقیدہ) پر زندہ رہے' اسی پر مرے اور اسی پر تم کو اٹھایا جائے گا۔ ان شاء اللہ' پھر اس کے لیے دوزخ کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی کھولی جائے گی اور اس سے کہا جائے گا: یہ دوزخ میں تمہارا ٹھکانا ہے اور جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس میں تیار رکھا ہے' پس اس کی حسرت اور افسوس میں اضافہ ہوگا' پھر اس کے لیے جنت کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی کھولی جائے گی اور اس سے کہا جائے گا: یہ تمہارا جنت میں ٹھکانا تھا' اور اس میں وہ چیزیں ہیں جو اللہ نے تمہارے لیے تیار کی تھیں بہ شرطیکہ تم اللہ کی اطاعت کرتے' پھر اس کی حسرت اور افسوس میں مزید اضافہ ہوگا' پھر اس کی قبر کو اس پر تنگ کر دیا جائے گا حتیٰ کہ اس کی پسلیاں اِدھر سے اُدھر نکل جائیں گی' سو یہ اس کی زندگی کی تنگی ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى. (طٰہٰ: ۱۲۴)

پس اس کے لیے تنگی کی زندگی ہے اور ہم قیامت کے دن اس کو اندھا اٹھائیں گے۔

(صحیح ابن حبان: ۳۱۱۳' مصنف عبد الرزاق: ۶۷۰۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۴۔ ۳۸۳' المستدرک ج ۱ ص ۳۸۰۔ ۳۷۹' المعجم الاوسط: ۲۶۵۱' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۲۔ ۵۱)

* صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۰۸۳۔ ج ۷ ص ۶۹۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① میت پر اس کا ٹھکانا پیش کیے جانے کا بیان ② قرآن مجید کی آیات سے عذاب قبر پر دلائل ③ احادیث سے عذاب قبر پر دلائل ④ عذاب قبر کی نفی پر قرآن مجید سے دلائل اور ان کے جوابات ⑤ عذاب قبر کے خلاف عقلی شبہات کے جوابات ⑥ آیا قبر میں عذاب صرف روح کو ہوتا ہے یا روح اور جسم دونوں کو؟ ⑦ قبر میں سوال اور جواب کے متعلق احادیث ⑧ آیا قبر میں کفار سے بھی سوال ہوگا یا نہیں؟ ⑨ آیا پچھلی امتوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا تھا یا یہ سوال صرف اس امت کے ساتھ مخصوص ہے؟ ⑩ آیا انبیاء علیہم السلام اور

نابالغ بچوں سے بھی سوال ہوتا ہے یا نہیں؟ ⑪ قبر میں سوال کرنے والے فرشتوں کی تحقیق ⑫ قبر کے سوال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کی تحقیق ⑬ قبر کے سوالوں سے فارغ ہونے کے بعد میت کا کیا انجام ہوگا ⑭ ان لوگوں کا بیان جن سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا ⑮ قبر میں مُردے کو جمعہ کے حوالے کرنے کی تحقیق ⑯ قبروں کی زیارت کرنا اور قبر والوں کا زائرین کو پہچاننا' ان کے سلام کا جواب دینا اور ان سے کلام کرنا ⑰ روحوں کی قیام گاہ کی تحقیق ⑱ روحوں کا زندوں کے احوال اور اعمال پر مطلع ہونا ⑲ زیارتِ قبور کا بیان ⑳ عورتوں کی زیارتِ قبور کے متعلق احادیث ㉑ فقہاء احناف کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم ㉒ فقہاء حنبلیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم ㉓ فقہاء شافعیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم ㉔ فقہاء مالکیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم ㉕ کون کہاں مرے گا اور کل کیا ہوگا؟ اس کے علم کی تحقیق ㉖ سماع موتی کی تحقیق ㉗ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سماع موتی سے انکار اور اس کا جواب۔

۹۰ - بَابُ كَلَامِ الْمَيِّتِ عَلَى الْجَنَازَةِ

میت کا جنازہ اٹھانے کے بعد کلام کرنا

۱۳۸۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي سَعِيدٍ، عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ، فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ، فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُونِي قَدِّمُونِي، وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ، قَالَتْ يَا وَيْلَهَا، اَيْنَ يَذْهَبُونَ بِهَا، يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَهَا الْاِنْسَانُ لَصَعِقَ.

امام بخاری بیان کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید از والدِ خود' انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنازہ رکھ دیا جاتا ہے' پھر لوگ اس کو اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں' پھر اگر وہ جنازہ نیک ہو تو وہ کہتا ہے: مجھے آگے لے جاؤ' مجھے آگے لے جاؤ' اور اگر وہ نیک نہ ہو تو وہ کہتا ہے: ہائے ہائے! یہ اس کو کہاں لے جا رہے ہیں' انسان کے سوا اس کی آواز کو ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان اس آواز کو سنتا تو وہ بے ہوش ہو جاتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۱۴ میں گزر چکی ہے۔

۹۱ - بَابُ مَا قِيلَ فِي اَوْلَادِ الْمُسْلِمِينَ

مسلمانوں کی اولاد کے (ٹھکانے کے) متعلق کیا کہا گیا ہے؟

یعنی مسلمانوں کی نابالغ اولاد کے ٹھکانے کے متعلق کیا کہا گیا ہے۔

قَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ، لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ، كَانَ لَهُ حِجَابًا مِّنَ النَّارِ، اَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ جس شخص کے تین ایسے بچے فوت ہو گئے جو ابھی گناہ کی عمر کو نہیں پہنچے تھے' وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائیں گے یا جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۱۲۴۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۸۱ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان

اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ النَّاسِ مُسْلِمٌ، يَمُوْتُ لَهٗ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ، اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ، بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ اِيَّاهُمْ.

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سے جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو گئے اس کو اللہ جنت میں داخل کر دے گا' ان پر اپنی رحمت کے فضل کی وجہ سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۸۲ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّهٗ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ.

[اطراف الحدیث: ۳۲۵۵-۶۱۹۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت' انہوں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے لیے جنت میں دودھ پلانے والی ہے۔

(مسند ابوداؤد الطیالسی: ۷۲۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۷۹' صحیح ابن حبان: ۶۹۴۹' المستدرک ج ۴ ص ۳۸' دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۳۱-۴۳۰' مسند ابویعلیٰ: ۱۶۶۵' مصنف عبدالرزاق: ۲۷۰۹' صحیح ابن خزیمہ: ۵۲۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۹۳' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۵۰۲- ج ۳۰ ص ۴۶۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۶۵۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحب زادے' اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئی' اور حضرت ابراہیم' حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے' ان کی ولادت ذی الحجہ ۸ھ میں ہوئی' علامہ واقدی نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم منگل کے دن ۱۰ ربیع الاوّل ۱۰ھ میں فوت ہوئے' اس وقت ان کی عمر ۱۸ ماہ تھی اور ان کو البقیع میں دفن کیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹۲ - بَابُ مَا قِيْلَ فِيْ اَوْلَادِ الْمُشْرِكِيْنَ

مشرکین کی نابالغ اولاد کے ٹھکانے کے متعلق جو اقوال ہیں

۱۳۸۳ - حَدَّثَنَا حِبَّانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَوْلَادِ الْمُشْرِكِيْنَ؟ فَقَالَ اللّٰهُ اِذْ خَلَقَهُمْ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ.

[طرف الحدیث: ۶۵۹۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: جب اللہ نے ان کو پیدا کیا تھا تو اس کو علم تھا کہ وہ کیا عمل کرنے والے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۶۶۰' الرقم المسلسل: ۶۶۴۱' سنن ابوداؤد: ۴۷۱۱' سنن نسائی: ۱۹۵۲' مسند ابویعلیٰ: ۲۴۷۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۵ طبع قدیم' مسند

احمد: ۱۸۴۵۔ ج ۳ ص ۳۴۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

کفار کی نابالغ اولاد کے متعلق علماء اسلام کے اقوال

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس مسئلہ میں حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

(۱) کفار کی نابالغ اولاد کا ٹھکانا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے' یہ قول ابن المبارک اور اسحاق سے منقول ہے' امام بیہقی نے الاعتقاد میں اس قول کو امام شافعی سے نقل کیا ہے' علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ امام مالک کے طریقہ کا بھی یہی مقتضیٰ ہے اور ان کے اصحاب نے یہ تصریح کی ہے کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں ہوں گے اور کفار کے بچے اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں اور اس کی دلیل باب مذکور کی یہ حدیث ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا تھا تو اس کو علم تھا کہ وہ کیا عمل کرنے والے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۸۳)

(۲) نابالغ اولاد اپنے آباء کے تابع ہے' پس مسلمانوں کی اولاد جنت میں ہے اور کفار کی اولاد دوزخ میں ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے: امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسلمانوں کے بچوں کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ جنت میں ہیں' اور مشرکین کے بچوں کے متعلق سوال کیا' تو آپ نے فرمایا: وہ دوزخ میں ہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! انہوں نے تو اعمال کا زمانہ نہیں پایا! آپ نے فرمایا: تمہارا رب خوب جاننے والا ہے وہ کیا کرنے والے تھے' اگر تم چاہو تو میں دوزخ میں ان کے رونے کی آواز سنا دوں۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۸) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(۳) وہ جنت اور دوزخ کے درمیان برزخ میں ہیں' کیونکہ انہوں نے نیک کام کیے ہیں کہ وہ جنت میں داخل ہوں نہ بُرے کام کیے ہیں کہ وہ دوزخ میں داخل ہوں۔

(۴) وہ اہل جنت کے خدام ہیں' اس کے ثبوت میں درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بچے اہل جنت کے خدام ہیں۔

(مسند ابویعلیٰ: ۴۰۹۰' مسند البزار: ۲۱۷۰' تمہید ج ۷ ص ۲۵۵)

یزید رقاشی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابوحمزہ! آپ کے نزدیک مشرکین کے نابالغ بچوں کا کیا حکم ہے؟ حضرت انس نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے گناہ نہیں ہیں کہ ان کو عذاب دیا جائے اور نہ ان کی نیکیاں ہیں کہ ان کو ثواب دیا جائے' پس وہ اہل جنت کے خدام ہوں گے۔

(مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۸۲۴' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۰۸)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: وہ اہل جنت کے خدام ہیں۔ (المعجم الکبیر: ۶۹۹۳' مسند البزار: ۲۱۷۲)

(۵) ان کو قیامت کے دن مٹی بنا دیا جائے گا۔

(۶) وہ دوزخ میں ہیں' یہ امام احمد کے بعض اصحاب کا قول ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۸' تاہم اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

(۷) ان کی آخرت میں آزمائش کی جائے گی' ان کے سامنے آگ پیش کی جائے گی' پس جو اس آگ میں داخل ہو جائے گا' اس کے لیے وہ آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے گی' اس کے ثبوت میں یہ احادیث ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن چار آدمیوں کو لایا جائے گا' نابالغ بچہ' کم عقل' جو فترت میں مرگیا اور شیخ فانی' اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: اس آگ میں داخل ہو جاؤ' تو جن کے اوپر بدبختی لکھ دی گئی ہے' وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو ہم کو اس آگ میں داخل کر رہا ہے حالانکہ ہم اس سے ڈرتے تھے اور جن کے لیے نیک بختی لکھ دی گئی ہے' وہ اس میں دوڑتے ہوئے داخل ہو جائیں گے' پس یہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور پہلا فریق دوزخ میں داخل ہوگا۔ (مسند البزار: ۲۱۷۷' مسند ابویعلیٰ: ۴۲۲۴)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ان کو لایا جائے گا جو زمانہ فترت میں مر گئے اور کم عقل کو اور نابالغ بچے کو' جو زمانہ فترت میں مرگیا' وہ کہے گا: میرے پاس کتاب آئی تھی نہ رسول آیا تھا' اور کم عقل کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے ایسی عقل نہیں دی جس سے میں خیر اور شر کا ادراک کرتا اور نابالغ بچہ کہے گا: میں نے عمل کرنے کا زمانہ نہیں پایا' آپ نے فرمایا: پھر ان کے لیے آگ پیش کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا: اس میں داخل ہو جاؤ' پس ان میں سے جو لوگ اللہ کے علم میں نیک بخت ہوں گے وہ اس میں داخل ہو جائیں گے اور جو اللہ کے علم میں بدبخت ہوں گے وہ اس میں داخل نہیں ہوں گے' پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے میرے سامنے میری نافرمانی کی ہے' پس تم میرے غیاب میں میرے رسولوں کی نافرمانی بھی کرتے۔ (مسند البزار: ۲۱۷۶)

یہ حدیث حضرت معاذ سے بھی مروی ہے۔

(المعجم الکبیر: ۸۴۔ ۸۳۔ ج ۲۰' المعجم الاوسط: ۷۹۵۱' مسند الشامیین: ۲۲۰۵' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۲۷)

یہ حدیث الاسود بن سریع سے بھی مروی ہے: (صحیح ابن حبان: ۷۳۵۷' المعجم الکبیر: ۸۴۱' مسند احمد ج ۴ ص ۲۴' مسند البزار: ۲۱۷۴)

(۸) وہ جنت میں ہیں' علامہ نووی نے کہا کہ یہی مذہب صحیح اور مختار ہے' جس پر محققین ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًاO اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں حتیٰ کہ رسول بھیج دیںO

(بنی اسرائیل: ۱۵)

اور نابالغ بچوں کے حق میں رسالت متحقق نہیں ہے' کیونکہ جب عاقل کو اس لیے عذاب نہیں دیا جائے گا کہ اس کے پاس رسول نہیں آیا تو غیر عاقل کو بہ درجہ اولیٰ عذاب نہیں دیا جائے گا' اور اس کی دلیل یہ حدیث بھی ہے:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک خواب دیکھا' جس کی آپ کو یہ تعبیر بتائی گئی: جو باغ میں طویل القامت شخص تھے' وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور جو ان کے گرد بچے تھے' وہ ہر پیدا ہونے والا بچہ تھا جو فطرت پر پیدا ہوا' پس بعض مسلمانوں نے پوچھا: یارسول اللہ! اور مشرکین کی اولاد؟ آپ نے فرمایا: اور مشرکین کی اولاد۔

(صحیح البخاری: ۷۰۴۷' صحیح مسلم: ۲۲۷۵)

(۹) توقف

(۱۰) امساک۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۰۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

توقف سے مراد یہ ہے کہ چونکہ دلائل متعارض ہیں' اس لیے کسی قول کو ترجیح نہ دی جائے اور امساک سے مراد یہ ہے کہ اس بحث میں پڑنے سے گریز کیا جائے۔

علامہ بدرالدین عینی نے چھ اقوال ذکر کیے ہیں اور اس قول کو ترجیح دی ہے کہ مشرکین کے بچے جنت میں ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ نے حافظ ابن حجر عسقلانی کے ذکر کردہ دس اقوال ذکر کیے ہیں اور اس قول کو ترجیح دی ہے کہ مشرکین کے نابالغ بچے جنت میں ہوں گے۔

(شرح الزرقانی علیٰ موطأ امام مالک ج ۲ ص ۱۲۸ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

نابالغ بچوں کی آخرت میں آزمائش پر اس اعتراض کا جواب کہ میدانِ حشر تو دارِ تکلیف نہیں ہے'۔۔۔۔ وہاں کیوں امتحان ہوگا؟

علامہ محمد التاوُدی بن محمد الطالب متوفی ۱۲۰۹ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان اقوال میں ساتواں قول یہ ذکر کیا ہے کہ قیامت کے دن مشرکین کے نابالغ بچوں' کم عقل شخص اور زمانہ فترت میں مرنے والی کی آزمائش کی جائے گی اور ان کو آگ میں داخل ہونے کا حکم دیا جائے گا' جو اس میں داخل ہو جائے گا' وہ آگ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی اور جو داخل نہیں ہوگا' اس کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قیامت کا دن اور میدانِ حشر دارِ تکلیف تو نہیں ہے' دارِ تکلیف تو صرف دنیا ہے' پھر حشر کے دن ان کا امتحان کیوں لیا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنت یا دوزخ میں استقرار کے بعد ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا لیکن اس سے پہلے میدانِ حشر میں ان کا امتحان لینے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے' بلکہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں وہاں بھی امتحان لینے کا ذکر ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ○ (القلم: ۴۲)

جس دن پنڈلی کھولی جائے گی اور ان کو سجدہ کے لیے بلایا جائے گا تو وہ سجدہ نہ کر سکیں گے ○

اس آیت میں پنڈلی سے مراد اللہ کی پنڈلی ہے' جو اس کی شان کے مطابق ہے' اس وقت ہر مؤمن مرد اور عورت اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے' ماسوا ریا کاروں کے' وہ سجدہ نہ کر سکیں گے' اس آیت میں حشر کے دن لوگوں کو مکلف کرنے کا ذکر ہے۔

نیز حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس نے ایسا خواب بیان کیا جس کو اس نے نہیں دیکھا اس کو (قیامت کے دن) دو جَو کے درمیان گرہ لگانے کا مکلف کیا جائے گا اور وہ ہرگز ان میں گرہ نہیں لگا سکے گا اور جو تصویر بنائے گا اس کو عذاب دیا جائے گا اور اس کو اس میں روح پھونکنے کا مکلف کیا جائے گا اور وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔ (صحیح البخاری: ۷۰۴۲' سنن ابوداؤد: ۵۰۲۴' سنن ترمذی: ۱۷۵۱' سنن ابن ماجہ: ۳۹۱۶' مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۹) (حاشیۃ التاوُدی ج ۲ ص ۹۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

۱۳۸۴ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِيْنَ؟ فَقَالَ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ.

[اطراف الحدیث: ۶۵۹۸-۶۶۰۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید اللیثی نے خبر دی' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرکین کی نابالغ اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ کیا کرنے والے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۵۹' الرقم المسلسل: ۶۶۳۸' سنن نسائی: ۱۹۴۸' مسند ابویعلیٰ: ۶۱۲۰' مسند احمد ج ۲ ص ۷۱-۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۰۸۴-ج ۱۶ ص ۱۰۳)

اس حدیث کی شرح ' گزشتہ حدیث: ۱۳۸۳ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۶۳۸۔ ج ۷ ص ۳۵۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

کافروں کے نابالغ بچوں کے اخروی انجام کا حکم۔

۱۳۸۵ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ' عَنِ الزُّهْرِیِّ' عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ' فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ' اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ' اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ' کَمَثَلِ الْبَهِیْمَةِ تُنْتَجُ الْبَهِیْمَةَ' هَلْ تَرٰی فِیْهَا جَدْعَاءَ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از ابی سلمہ بن عبد الرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے' پس اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے چوپائے سے چوپایہ پیدا ہوتا ہے' کیا تم اس کو نکٹا یا کن کٹا دیکھتے ہو؟

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۲۸ میں گزر چکی ہے۔

۹۳ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان ذکر نہیں کیا' سو یہ ابوابِ سابقہ کے ساتھ ملحق ہے۔

۱۳۸۶ - حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ' عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی صَلٰوةً' اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ' فَقَالَ مَنْ رَاٰی مِنْکُمُ اللَّیْلَةَ رُؤْیَا؟ قَالَ فَاِنْ رَاٰی اَحَدٌ قَصَّهَا' فَیَقُوْلُ مَا شَاءَ اللّٰهُ. فَسَاَلَنَا یَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَاٰی اَحَدٌ مِّنْکُمْ رُؤْیَا؟ قُلْنَا لَا' قَالَ لٰکِنِّیْ رَاَیْتُ اللَّیْلَةَ رَجُلَیْنِ اَتَیَانِیْ فَاَخَذَا بِیَدِیْ' فَاَخْرَجَانِیْ اِلَی الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ' فَاِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ' وَرَجُلٌ قَائِمٌ' بِیَدِهٖ قَالَ بَعْضُ اَصْحَابِنَا عَنْ مُوْسٰی کَلُّوْبٌ مِّنْ حَدِیْدٍ. اِنَّهٗ یُدْخِلُهٗ فِیْ شِدْقِهٖ حَتّٰی یَبْلُغَ قَفَاهُ' ثُمَّ یَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْاٰخَرِ مِثْلَ ذٰلِكَ' وَیَلْتَئِمُ شِدْقُهٗ هٰذَا' فَیَعُوْدُ فَیَصْنَعُ مِثْلَهٗ' قُلْتُ مَا هٰذَا؟ قَالَا اِنْطَلِقْ' فَانْطَلَقْنَا' حَتّٰی اَتَیْنَا عَلٰی رَجُلٍ مُّضْطَجِعٍ عَلٰی قَفَاهُ' وَرَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰی رَاْسِهٖ بِفِهْرٍ' اَوْ صَخْرَةٍ' فَیَشْدَخُ بِهٖ رَاْسَهٗ' فَاِذَا ضَرَبَهٗ تَدَهْدَهَ الْحَجَرُ' فَانْطَلَقَ اِلَیْهِ لِیَاْخُذَهٗ' فَلَا یَرْجِعُ اِلٰی هٰذَا' حَتّٰی یَلْتَئِمَ رَاْسُهٗ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو رجاء نے حدیث بیان کی از حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تو ہماری طرف متوجہ ہوتے' پس پوچھتے: تم میں سے آج رات کس نے خواب دیکھا ہے؟ پس اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ بیان کرتا' پس جو اللہ تعالیٰ چاہتا وہ آپ فرماتے' سو ایک دن آپ نے ہم سے سوال کیا' پس فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ ہم نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: لیکن میں نے آج رات خواب دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے' پس وہ دونوں میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ارضِ مقدسہ میں لے گئے' پس وہاں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا اور دوسرا آدمی لوہے کا آنکڑا (ہُک) لے کر کھڑا ہوا تھا۔ راوی نے کہا: ہمارے بعض اصحاب نے موسیٰ سے روایت کیا: وہ کھڑا ہوا شخص اس بیٹھے ہوئے آدمی کے جبڑے میں اس آنکڑے کو داخل کرتا حتیٰ کہ وہ جبڑا اس کی گدی تک چیر دیتا' پھر اس کے دوسرے جبڑے میں اسی طرح آنکڑے کو داخل کرتا اور اس کا پہلا

وَعَادَ رَأْسُهُ كَمَا هُوَ، فَعَادَ إِلَيْهِ فَضَرَبَهُ، قُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَا انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا إِلٰى ثَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّوْرِ، أَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَأَسْفَلُهُ وَاسِعٌ، يَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارًا، فَإِذَا اقْتَرَبَ ارْتَفَعُوْا، حَتّٰى كَادَ أَنْ يَخْرُجُوْا، فَإِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوْا فِيْهَا، وَفِيْهَا رِجَالٌ وَّنِسَاءٌ عُرَاةٌ، فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا، حَتّٰى أَتَيْنَا عَلٰى نَهَرٍ مِنْ دَمٍ فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ، عَلٰى وَسْطِ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ قَالَ يَزِيْدُ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ، عَنْ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ. وَعَلٰى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ، فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِيْ فِي النَّهَرِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِيْ فِيْهِ، فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمٰى فِيْ فِيْهِ بِحَجَرٍ، فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ، فَقُلْتُ مَا هٰذَا؟ قَالَا انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلٰى رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ، فِيْهَا شَجَرَةٌ عَظِيْمَةٌ، وَفِيْ أَصْلِهَا شَيْخٌ وَصِبْيَانٌ، وَإِذَا رَجُلٌ قَرِيْبٌ مِنَ الشَّجَرَةِ، بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ يُوْقِدُهَا، فَصَعِدَا بِيْ فِي الشَّجَرَةِ، وَأَدْخَلَانِيْ دَارًا، لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا، فِيْهَا رِجَالٌ شُيُوْخٌ، وَشَبَابٌ وَنِسَاءٌ وَصِبْيَانٌ، ثُمَّ أَخْرَجَانِيْ مِنْهَا، فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ، فَأَدْخَلَانِيْ دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ، فِيْهَا شُيُوْخٌ وَشَبَابٌ، قُلْتُ طَوَّفْتُمَانِي اللَّيْلَةَ، فَأَخْبِرَانِيْ عَمَّا رَأَيْتُ، قَالَا نَعَمْ، أَمَّا الَّذِيْ رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ، يُحَدِّثُ بِالْكَذْبَةِ، فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْآفَاقَ، فَيُصْنَعُ بِهِ مَا رَأَيْتَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَالَّذِيْ رَأَيْتَهُ يُشْدَخُ رَأْسُهُ، فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ، فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ، وَلَمْ يَعْمَلْ فِيْهِ بِالنَّهَارِ، يُفْعَلُ بِهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَالَّذِيْ رَأَيْتَهُ فِي الثَّقْبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ، وَالَّذِيْ رَأَيْتَهُ فِي النَّهَرِ آكِلُوا الرِّبَا، وَالشَّيْخُ فِي أَصْلِ الشَّجَرَةِ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهُ فَأَوْلَادُ النَّاسِ، وَالَّذِيْ يُوْقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ

جبڑا ٹھیک ہو چکا ہوتا' پھر وہ اس جبڑے میں اسی طرح آنکڑا داخل کرتا' میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے! پس ہم چل پڑے حتیٰ کہ ہم ایک شخص کے پاس پہنچے جو پیٹھ کے بل لیٹا ہوا تھا اور دوسرا شخص اس کے سر کے پاس پتھر لیے کھڑا ہے اور اس کا سر پھوڑ رہا ہے' پس جب وہ اس کے سر پر ضرب لگاتا تو وہ پتھر لڑھکتا ہوا چلا جاتا' پھر وہ اس پتھر کو لینے کے لیے چلا جاتا' جب وہ واپس آتا تو اس کا سر پہلے کی طرح ٹھیک ہو چکا ہوتا' وہ پھر لوٹ کر اس کا سر پھوڑتا' میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے! پس ہم آگے گئے تو تنور کی طرح ایک سوراخ تھا' وہ اوپر سے تنگ تھا اور نیچے سے فراخ تھا' اس کے نیچے آگ جل رہی تھی' پھر جب وہ آگ اوپر اٹھتی تو اس میں جو لوگ تھے تو وہ اس تنور سے نکلنے کے قریب ہوتے اور جب وہ آگ بجھ جاتی تو پھر وہ لوگ نیچے چلے جاتے' اس میں برہنہ مرد اور عورتیں تھیں' میں نے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے! پس ہم آگے گئے' حتیٰ کہ ہم خون کے دریا پر آئے' دریا کے وسط میں ایک شخص کھڑا ہوا تھا' یزید نے اور وہب بن جریر نے کہا از جریر بن حازم: دریا کے کنارے ایک اور شخص تھا جس کے سامنے پتھر تھے' پھر وہ شخص آگے بڑھا جو دریا میں تھا جب وہ (دریا سے) نکلنے کا ارادہ کرتا تو دوسرا شخص اس کے منہ پر پتھر کھینچ کر مارتا اور اس کو اسی جگہ لوٹا دیتا' پس جب بھی وہ نکلنے کے لیے آتا تو وہ دوسرا شخص اس کے منہ پر پتھر مارتا' پھر وہ اسی جگہ لوٹ جاتا' میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے! پس ہم آگے گئے حتیٰ کہ ہم ایک سرسبز باغ کے پاس پہنچے اس میں بہت بڑا درخت تھا' اس کی جڑ میں ایک بوڑھا شخص بیٹھا تھا اور بچے بیٹھے تھے اور ایک شخص درخت کے قریب تھا' وہ اپنے سامنے آگ جلا رہا تھا' ان دونوں نے مجھے اس درخت پر چڑھایا اور مجھے ایک گھر میں داخل کر دیا' اس سے زیادہ حسین گھر میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا' اس میں بوڑھے مرد تھے اور جوان مرد تھے اور عورتیں تھیں اور بچے تھے' پھر ان دونوں نے مجھے

النَّارِ، وَالدَّارُ الْأُوْلَى الَّتِي دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِينَ، وَأَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ، وَأَنَا جِبْرِيلُ، وَهٰذَا مِيكَائِيلُ، فَارْفَعْ رَأْسَكَ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي، فَإِذَا فَوْقِي مِثْلُ السَّحَابِ، قَالَا ذَاكَ مَنْزِلُكَ، قُلْتُ دَعَانِي أَدْخُلْ مَنْزِلِي، قَالَا إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ، فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَ أَتَيْتَ مَنْزِلَكَ.

اس گھر سے نکالا' پھر مجھے اس درخت پر چڑھایا' پھر مجھے ایک اور گھر میں داخل کیا جو اس سے زیادہ حسین اور افضل تھا' اس میں بوڑھے اور جوان تھے' میں نے کہا: تم دونوں نے مجھے ساری رات گھمایا ہے' اب مجھے بتاؤ کہ میں نے کیا کچھ دیکھا ہے' ان دونوں نے کہا: ہاں! رہا وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کے جبڑے کو توڑا جا رہا تھا' یہ بہت جھوٹا تھا' یہ جھوٹی خبریں دیتا تھا' جو اس سے نقل کی جاتی تھیں حتیٰ کہ ساری دنیا میں پھیل جاتی تھیں' سو اس کے ساتھ قیامت تک وہی کیا جاتا رہے گا' جو آپ نے دیکھا ہے اور جس شخص کو آپ نے دیکھا کہ اس کا سر پھوڑا جا رہا تھا' یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ نے قرآن کا علم دیا تھا' یہ رات کو سو جاتا تھا اور دن میں اس پر عمل نہیں کرتا تھا' اس کے ساتھ قیامت تک اسی طرح کیا جاتا رہے گا' اور جن لوگوں کو آپ نے تنور میں دیکھا' وہ زنا کرنے والے تھے اور جن لوگوں کو آپ نے خون کے دریا میں دیکھا' وہ سود کھانے والے تھے' اور جس بوڑھے شخص کو آپ نے درخت کی جڑ میں دیکھا' وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور جو بچے ان کے گرد تھے وہ لوگوں کی (نابالغ) اولاد ہیں اور جو شخص آگ جلا رہا تھا' وہ دوزخ کا داروغہ مالک ہے اور پہلا گھر جو آپ نے دیکھا جس میں آپ داخل ہوئے تھے وہ عام مسلمانوں کا گھر ہے اور رہا یہ گھر تو یہ شہداء کا گھر ہے' اور میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں' آپ اپنا سر اٹھائیں' پس میں نے اپنا سر اٹھایا تو میرے اوپر بادل کی طرح تھا' ان دونوں نے کہا: یہ آپ کا ٹھکانا ہے' میں نے کہا: مجھے چھوڑو! میں اپنے گھر میں داخل ہوں' ان دونوں نے کہا: ابھی آپ کی عمر باقی ہے جس کو آپ نے مکمل نہیں کیا' پس اگر آپ نے اپنی عمر کی تکمیل کر لی تو آپ اپنے ٹھکانے میں جائیں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۹۴ - بَابُ مَوْتِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ — پیر کے دن کی موت

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پیر کے دن مرنا تو کسی کے اختیار میں نہیں ہے' پھر امام بخاری نے یہ باب کیوں قائم کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان کو یہ خواہش کرنی چاہیے کہ اس کو پیر کے دن موت آئے۔

۱۳۸۷ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، — امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّی بن اسد نے حدیث

عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَقَالَ فِي كَمْ كَفَّنْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ، لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ. وَقَالَ لَهَا فِي أَيِّ يَوْمٍ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ. قَالَ فَأَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قَالَتْ يَوْمُ الْإِثْنَيْنِ. قَالَ أَرْجُوْا فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَ اللَّيْلِ. فَنَظَرَ إِلٰى ثَوْبٍ عَلَيْهِ كَانَ يُمَرَّضُ فِيهِ. بِهِ رَدْعٌ مِّنْ زَعْفَرَانٍ، فَقَالَ اغْسِلُوا ثَوْبِي هٰذَا، وَزِيدُوا عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ، فَكَفِّنُونِي فِيهَا. قُلْتُ إِنَّ هٰذَا خَلَقٌ؟ قَالَ إِنَّ الْحَيَّ أَحَقُّ بِالْجَدِيدِ مِنَ الْمَيِّتِ، إِنَّمَا هُوَ لِلْمُهْلَةِ. فَلَمْ يُتَوَفَّ حَتّٰى أَمْسٰى مِنْ لَيْلَةِ الثُّلَاثَاءِ، وَدُفِنَ قَبْلَ أَنْ يُّصْبِحَ.

(جامع المسانید لابن جوزی:۷۱۸۹، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی:۷۰۹۴)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئی انہوں نے پوچھا: آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا تھا؟ حضرت عائشہ نے بتایا: تین سفید یمن کے بنے ہوئے کپڑوں میں؛ ان میں نہ قمیص تھی اور نہ عمامہ تھا' اور انہوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس دن فوت ہوئے تھے؟ حضرت عائشہ نے بتایا: پیر کے دن' پھر حضرت ابوبکر نے پوچھا: آج کون سا دن ہے؟ حضرت عائشہ نے بتایا: پیر کا دن ہے' حضرت ابوبکر نے کہا: مجھے اس وقت سے لے کر آج رات تک امید ہے' پھر حضرت ابوبکر نے اپنے ان کپڑوں کو دیکھا جن میں وہ بیمار ہوئے تھے' ان میں زعفران کا اثر تھا' پس انہوں نے کہا: میرے اس کپڑے کو دھو دو اور اس کے ساتھ دو کپڑوں کا اور اضافہ کرنا' پھر ان میں مجھے کفن دینا۔ (حضرت عائشہ نے بتایا:) میں نے کہا: یہ پرانا کپڑا ہے' حضرت ابوبکر نے کہا: زندہ آدمی کو مُردے کی بہ نسبت نئے کپڑے کی زیادہ ضرورت ہے' مُردے کا کپڑا خون اور پیپ کے لیے ہے' پھر حضرت ابوبکر نہیں فوت ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے منگل کی رات گزار لی اور صبح سے پہلے ان کو دفن کر دیا گیا۔

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

پیر کے دن وفات کی تمنا کی فضیلت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سے یہ سوال کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کس دن ہوئی تھی تا کہ ان کو بھی اس دن فوت ہونے کی برکت حاصل ہو جائے اور ہمیشہ سے لوگ صالحین کے کپڑوں سے تبرک حاصل کرنے اور ان کی ولادت اور وفات کے دن سے موافقت کے حصول کی کوشش کرتے ہیں اور اس میں رغبت کرتے ہیں اور اس کی حرص کرتے ہیں' سو جس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی' اس دن وفات کی تمنا کرنی چاہیے اور اگر وہ شخص اس دن فوت نہیں ہوا تو اسے پیر کے دن وفات کی تمنا کرنے کا ان شاء اللہ ثواب ملے گا' جیسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُن آثار کی اتباع کرتے تھے' جن کی اتباع کرنا سنت اور عبادت نہیں ہے' پس وہ اس جگہ کھڑے ہوتے تھے جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے تھے اور اس جگہ اپنی اونٹنی کو گھماتے تھے جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اونٹنی کو گھمایا تھا' ان تمام کاموں کو کرنا اگرچہ عبادت نہیں ہے لیکن حضرت ابن عمر ان کاموں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اور آپ کے آثار کی حفاظت کی وجہ سے کرتے تھے اور جو شخص آپ کے ان آثار کی اتباع کرے گا جن کی اتباع کرنا لازم اور عبادت نہیں ہے تو

وہ ان آثار کی بہ طریق اولیٰ اتباع کرے گا جن کی اتباع کرنا لازم اور عبادت ہے۔

پیر کے دن کی فضیلت

امام بخاری نے جمعہ کے دن وفات کا باب قائم نہیں کیا' کیونکہ جمعہ کے دن وفات کی فضیلت کی احادیث ان کی شرائط کے مطابق نہیں اور پیر کے دن وفات کا باب قائم کیا ہے' کیونکہ اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے کہ آپ پیر کے دن پیدا ہوئے اور پیر کے دن آپ پر قرآن نازل ہوا اور پیر کے دن آپ نے اعلانِ نبوت کیا اور پیر کے دن آپ مدینہ میں داخل ہوئے اور پیر کے دن آپ کی وفات ہوئی' اسی لیے آپ پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھتے تھے۔

امام مالک نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے اعمال ہر جمعہ کو دو مرتبہ پیش کیے جاتے ہیں' پیر کے دن اور جمعرات کے دن' پس ہر مؤمن بندہ کی مغفرت کر دی جاتی ہے سوا اس بندہ کے جس کے درمیان اور اس کے بھائی کے درمیان بغض ہو' ان کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے: ان کو چھوڑ دو! حتیٰ کہ یہ ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لیں۔ (موطأ امام مالک۔ حسن الخلق: ۱۸)

جمعہ کے دن وفات کی فضیلت

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جمعہ کے دن کی وفات کی فضیلت کے سلسلہ میں بھی احادیث مروی ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت ہوا' اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۰۷۴' مصنف عبدالرزاق: ۵۵۹۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۹' مشکوٰۃ: ۱۳۶۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن فوت ہو جائے' اس کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ (المعجم الصغیر: ۲۷۱' الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۵۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن فوت ہو یا جمعہ کی شب فوت ہو' اس کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے اور وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس پر شہداء کی مہر ہو گی۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۸۱' تقریب البغیہ: ۱۲۱۶۔ ج ۱ ص ۳۳۳) (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۰۷۔۳۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

عمدہ کپڑوں میں کفن دینے کے متعلق احادیث اور آثار

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پرانے کپڑے میں کفن دینے کے لیے کہا اور فرمایا: زندہ آدمی کو مردے کی بہ نسبت نئے کپڑے کی زیادہ ضرورت ہے' لیکن دیگر احادیث اور آثار میں نئے اور اچھے کپڑے میں کفن دینے کا ذکر کیا گیا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے کپڑوں میں سے سفید کپڑے پہنو' یہ تمہارے بہترین کپڑے ہیں اور ان ہی کپڑوں میں تم اپنے مُردوں کو کفن دو۔

(سنن ترمذی: ۹۹۴' سنن ابوداؤد: ۴۰۶۱' سنن ابن ماجہ: ۱۴۷۲' مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۱)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کا ولی ہو تو اس کو اچھا کفن دے۔ (سنن ترمذی: ۹۹۵' سنن ابن ماجہ: ۱۴۷۴)

سلمہ بن علقمہ بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین عمدہ کفن پسند کرتے تھے' انہوں نے بیان کیا کہ کہا جاتا ہے کہ مردے اپنے کفنوں

میں ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۴۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عمیر بن اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کے متعلق وصیت کی اور نکل گئے' پھر ان کی بیوی فوت ہوگئی' ہم نے اس کو اس کے پرانے کپڑوں میں کفن پہنایا' وہ اس وقت آئے جب ہم ان کی بیوی کو دفن کر کے فارغ ہو چکے تھے' انہوں نے پوچھا: تم نے اس کو کیسے کپڑوں میں کفن پہنایا؟ ہم نے کہا: ہم نے ان کو ان کے پرانے کپڑوں میں کفن پہنایا' انہوں نے ان کی قبر کو کھودا اور ان کو نئے کپڑوں میں کفن دیا' اور فرمایا: اپنے مردوں کو اچھے کپڑوں میں کفن دیا کرو کیونکہ وہ ان ہی کپڑوں میں میدانِ حشر میں جاتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۴۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابوبکر نے پرانے کپڑوں میں کفن دینے کی جو وصیت کی تھی' اس کی توجیہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابونصر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے مردوں کو عمدہ کپڑوں میں کفن دو کیونکہ وہ اس پر فخر کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔

اب یہ سوال ہوگا کہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے پرانے کپڑوں میں کفن پہنانے کی کیوں وصیت کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے ان کپڑوں کو پہنے ہوئے عبادت کی تھی اور جہاد کیا تھا' اس لیے ان کپڑوں کی برکت حاصل کرنے کے لیے انہوں نے یہ وصیت کہ ان کو ان ہی کپڑوں میں کفن دیا جائے' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام محمد بن سعد نے قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر نے فرمایا: مجھے میرے ان دو کپڑوں میں کفن دینا جن میں' میں نماز پڑھتا تھا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس میں ایک اور وجہ کا بھی احتمال ہے کہ انہوں نے ان کپڑوں کو اس لیے ترجیح دی کہ انہوں نے ان کپڑوں کو پہنے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی تھی تو آپ کی برکت حاصل کرنے کے لیے انہوں نے ان کپڑوں کو ترجیح دی۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوبکر کو اللہ تعالیٰ سے یہ امید تھی کہ ان کی اس دن وفات ہو جائے گی' جس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تھی تاہم پیر کا دن گزار کر منگل کی رات کو مغرب اور عشاء کے درمیان آپ کی وفات ہوئی اور یہ ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳ھ کا دن تھا۔

حضرت ابوبکر کی وفات کے سبب میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہودیوں نے آپ کو زہر آلود کھانا کھلا دیا تھا' اس سبب سے حضرت ابوبکر کی وفات ہوگئی' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیبر میں ایک یہودی عورت نے زہر آلود گوشت کھلایا تھا اور اسی کے اثر سے آپ کی وفات ہوئی' یوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر کی وفات کا سبب بھی ایک تھا اور ایک ہی دن دونوں کی وفات ہوئی اور ایک ہی جگہ دونوں مدفون ہیں اور ایک ہی وقت میں دونوں قبر سے اٹھیں گے اور ایک ہی وقت میں دونوں جنت میں داخل ہوں گے۔

۹۵ - بَابُ مَوْتِ الْفَجَاةِ الْبَغْتَةِ

اچانک موت کا آ جانا

۱۳۸۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ اَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِي هِشَامٌ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ہشام نے خبر دی از والد خود از حضرت

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ نَعَمْ. [طرف الحدیث:۲۷۶۰]

عائشہ رضی اللہ عنہا کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: بے شک میری ماں اچانک فوت ہوگئی اور میرا اس کے متعلق گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتی تو کچھ صدقہ کرتی' پس کیا اس کو اجر ملے گا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کردوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

(صحیح مسلم: ۱۰۰۴' الرقم المسلسل: ۲۲۸۹' سنن ابوداؤد: ۲۸۸۱' سنن ابن ماجہ: ۲۷۱۷' مسند ابویعلیٰ: ۴۴۳۴' صحیح ابن حبان: ۳۳۵۳' سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۷۸-۲۷۷' شرح السنہ: ۱۶۹۰' صحیح ابن خزیمہ: ۲۴۹۹' مسند احمد ج ۶ ص ۵۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۵۱- ج ۴۰ ص ۲۹۵' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۷۴۷۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن ابی مریم اور وہ سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم ہیں (۲) محمد بن ابی جعفر بن ابی کثیر (۳) ہشام بن عروہ (۴) ان کے والد عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ (۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۱۹)

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ذکر ہے کہ ایک مرد نے کہا: میری ماں اچانک فوت ہوگئی' اس مرد کا نام حضرت سعد بن عبادہ تھا اور ان کی ماں کا نام حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا تھا۔

نیز اس حدیث میں ''افتلتت'' مذکور ہے' اس کا معنی ہے: وہ اچانک فوت ہوگئی۔ صحیح البخاری: ۲۷۶۰ میں مرد کی جگہ حضرت سعد بن عبادہ کا ذکر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۰-۳۱۹)

اچانک موت کی کراہت کے متعلق احادیث

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اچانک موت غضب ہے یعنی غضب کا سبب ہے۔
(سنن ابوداؤد: ۳۱۱۰)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات موتوں سے پناہ طلب کی: (۱) اچانک موت (۲) سانپ کے ڈسنے سے (۳) درندہ کے پھاڑنے سے (۴) آگ میں جلنے سے (۵) پانی میں ڈوبنے سے (۶) کسی چیز کے اوپر گرنے سے (۷) جہاد میں پیٹھ پھیر کر بھاگنے سے۔

(مسند البزار: ۷۸۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۱' مسند احمد: ۶۵۹۴- ج ۱۱ ص ۱۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی دیوار کے پاس سے گزرے جو گرنے کے لیے جھک رہی تھی' تو آپ وہاں سے تیزی کے ساتھ گزرے' آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی' تو آپ نے فرمایا: میں اچانک موت کو ناپسند کرتا ہوں۔

(مسند ابویعلیٰ: ۶۶۱۲' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۱ ص ۶۱' الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۲۳۲' شعب الایمان: ۱۳۵۹' المعجم الکبیر: ۷۶۰۳-۷۶۰۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۶۶۶- ج ۱۴ ص ۳۰۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اچانک موت کے متعلق سوال کیا' تو آپ نے فرمایا: یہ مؤمن کے لیے راحت اور فاجر کے لیے غضب ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۶)

یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے تھے: جب تم میں سے کوئی شخص

ایسی چیز کے پاس سے گزرے جو گرنے والی ہو تو وہ تیزی سے گزرے اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۱۰۶' شعب الایمان:۱۳۶۱)

فائدہ: ضرر کے اسباب سے احتراز کرنا توکل اور تقدیر پر اعتقاد کے منافی نہیں ہے ورنہ بیماریوں کا علاج مشروع نہ ہوتا۔ امام مالک' یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص کو (اچانک) موت آ گئی' تو ایک شخص نے کہا: اس کو مبارک ہو! یہ کسی بیماری میں مبتلا نہیں ہوا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! تمہیں کیا پتا اگر اللہ اس کو کسی مرض میں مبتلا کرتا تو وہ مرض اس کے گناہوں کو مٹا دیتا۔ (موطأ امام مالک۔ کتاب العین:۸' اس حدیث کی روایت میں امام مالک منفرد ہیں)

اچانک موت کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لیے ناپسند فرمایا ہے کہ اس صورت میں آدمی وصیت نہیں کر سکتا اور آخرت کی تیاری نہیں کر سکتا کہ اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور توبہ کرے' اور اس موقع پر جس قدر اعمالِ صالحہ کر سکتا ہو' وہ کرے۔

ایصالِ ثواب کے متعلق احادیث

اس حدیث میں ایصالِ ثواب کا بھی ثبوت ہے اور ایصالِ ثواب کے متعلق دیگر احادیث حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ماں کا انتقال ہو گیا' وہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یارسول اللہ! میری ماں کا انتقال ہو گیا اور میں اس وقت موجود نہیں تھا' اگر میں اُن کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو اس کا نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: پس بے شک میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا مخراف نام کا کھجوروں کا باغ اُن پر صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری:۲۷۶۲_۲۷۵۶' سنن ترمذی:۶۶۹' سنن ابوداؤد:۲۸۸۲)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ ان کی ماں فوت ہو گئی' اور انہوں نے ایک نذر مانی ہوئی تھی' آپ نے فرمایا: تم ان کی طرف سے ان کی نذر ادا کرو۔

(صحیح البخاری:۲۷۶۱' صحیح مسلم:۱۶۳۸' سنن ابوداؤد:۳۳۰۷' سنن نسائی:۳۸۱۷' سنن ابن ماجہ:۲۱۳۲)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت فضل بن عباس سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی تو حضرت فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت حضرت فضل کی طرف دیکھنے لگی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فضل کے چہرے کو دوسری طرف کر دیا' اس عورت نے کہا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج کرنا فرض کر دیا ہے اور میرا باپ بہت بوڑھا ہے' وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتا' کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور یہ حجۃ الوداع کا موقع تھا۔ (صحیح البخاری:۱۵۱۳' صحیح مسلم:۱۳۳۴' سنن ابوداؤد:۱۸۰۹' سنن نسائی:۲۶۴۱)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور اب وہ فوت ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کا قرض ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو اللہ کا قرض ادا کرو' وہ قرض کی ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔

(صحیح البخاری:۶۶۹۹' سنن ابوداؤد:۱۸۰۹' مسند الحمیدی:۵۰۷' سنن دارمی:۱۸۴۰)

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی' پھر وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہو گئی' آیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم اس کی طرف سے حج کرو' یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس قرض کو ادا کرتیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم

اللہ کا قرض ادا کرو کیونکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا جائے۔

(صحیح البخاری: ١٨٥٢ ' موطأ امام مالک: ٢٣٦٢ ' مسند احمد: ٢٢٦٦ ' عالم الکتب' بیروت)

(٦) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک سینگوں والے مینڈھے کو لانے کا حکم دیا' وہ مینڈھا لایا گیا تا کہ آپ اس کی قربانی کریں' پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! چھری لاؤ' پھر فرمایا: اس چھری کو پتھر سے تیز کرو' انہوں نے اس چھری کی دھار تیز کی' پھر آپ نے اس چھری کو پکڑ کر اس مینڈھے کو گرایا' پھر اس کو ذبح کرنے لگے' پھر یہ دعا کی: بسم اللہ! اے اللہ! اس کو محمد اور آلِ محمد اور امتِ محمد کی طرف سے قبول فرما' پھر اس کو قربان کر دیا۔

(صحیح مسلم: ١٩٦٧' الرقم المسلسل: ٥٠٠١' سنن ابوداؤد: ٢٧٩٢)

امام احمد نے اس حدیث کو تین مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور ان سندوں کے ساتھ یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے۔

(مسند احمد ج ٣ ص ٣٥٦ طبع قدیم۔ ج ٢٣ ص ١٣٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ١٤١٩ھ المستدرک ج ٤ ص ٢٢٩' مسند ابویعلیٰ: ١٧٩٢' سنن بیہقی ج ٩ ص ٢٦٨' مسند احمد ج ٣ ص ٣٦٢ طبع قدیم' مسند احمد ج ٢٣ ص ١٧١' مؤسسۃ الرسالۃ' سنن الدار قطنی ج ٤ ص ٢٨٥' مسند احمد ج ٣ ص ٣٧٥ طبع قدیم' مسند احمد ج ٢٣ ص ٢٦٧' مؤسسۃ الرسالۃ' المستدرک ج ١ ص ٣٦٧' صحیح ابن خزیمہ: ٢٨٩٩' سنن دارمی: ١٩٤٦' سنن ابن ماجہ: ٣١٢١' الطحاوی ج ٤ ص ١٧٧)

ہم نے اپنی تفسیر' تبیان القرآن ج ١١ ' میں ایصالِ ثواب کی بحث' النجم: ٣٩ کی تفسیر میں کی ہے' یہ بہت مفصل بحث ہے اور ص ٥٦٦۔ ٥٣٢ میں یہ بحث ٣٤ ١ ' صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

ایصالِ ثواب میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور میت کو اس سے نفع ہوتا ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے' اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ میت کے لیے جو دعا کی جائے اور میت کی طرف سے جو قرض ادا کیا جائے اس سے میت کو نفع ہوتا ہے اور اس کے ثبوت میں قرآن مجید اور احادیث کی نصوص ہیں' اسی طرح میت کی طرف سے فرض اور نفل حج کرنا بھی صحیح ہے' ہمارے اصحاب کی ایک جماعت نے اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے' جب کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس پر روزے ہوں تو اس کی طرف سے روزے رکھنے میں اختلاف ہے اور راجح یہ ہے کہ وہ بھی صحیح ہے (فقہاء احناف کے نزدیک روزوں کا اور دیگر عباداتِ بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا) اور باقی عباداتِ بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا اور امام احمد کے نزدیک تمام عبادات کا ثواب پہنچتا ہے۔

(شرح صحیح مسلم بشرح النووی ج ٤ ص ٢٧٨١' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے اور یہ کہ میت کو اس سے فائدہ ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال کیا' پس میں نے کہا: ہم اپنے مُردوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور ان کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں' کیا یہ ان کی طرف پہنچتا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ ان کی طرف پہنچتا ہے اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کوئی شخص ہدیہ سے خوش ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٢٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

۹۶ - بَابُ مَا جَاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

وہ احادیث جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کے متعلق ہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی اس حدیث سے غرض یہ ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی وہ فضیلت بیان کریں' جس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے' کیونکہ یہ دونوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں آپ کے وزیر تھے' اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے ساتھ قبر میں ہیں۔ یہ وہ فضیلت ہے جو خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی ہے' یہ ان دونوں کی محبت کی کرامت ہے جو اور کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے حجرے میں مدفون ہونے کی اجازت طلب کی۔

اس حدیث میں فقہ یہ ہے کہ صالحین کی قبروں کے جوار میں دفن ہونے کی حرص کرنی چاہیے تاکہ صالحین پر جو رحمت نازل ہو' اس سے ان کو بھی حصہ مل جائے اور صالحین کے لیے جب مسلمان آ کر دعا کریں تو اس دعا سے بھی ان کو حصہ ملے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۷۴-۳۷۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

وَقَوْلُ اللّٰهِ ﴿فَاَقْبَرَهٗ﴾ (العبس: ۲۱)

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: پس اس کو دفن کیا۔

یہ پوری آیت اس طرح ہے: پھر اسے موت دی اور پھر اسے قبر میں دفن کیا۔ (عبس: ۲۱)

اَقْبَرْتُ الرَّجُلَ اِذَا جَعَلْتَ لَهٗ قَبْرًا' وَقَبَرْتُهٗ دَفَنْتَهٗ.

''اقبرت الرجل'' یہ اس وقت کہا جائے گا جب تم اس کے لیے قبر بنا دو' اور ''قبرتہ'' یہ اس وقت کہا جائے گا جب تم اس کو دفن کر دو۔

امام بخاری اس تعلیق سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قبر کا مادہ ثلاثی مزید فیہ سے باب افعال سے آتا ہے اور ثلاثی مجرد سے بھی آتا ہے' پہلی صورت میں اس کا معنی ہے: قبر بنانا اور دوسری صورت میں اس کا معنی ہے: دفن کرنا۔

﴿كِفَاتًا﴾ (المرسلات: ۲۵) يَكُوْنُوْنَ فِيْهَا اَحْيَاءً' وَيُدْفَنُوْنَ فِيْهَا اَمْوَاتًا.

''کفاتا'' یعنی حفاظت کی جگہ' اس زمین میں زندہ لوگ بھی ہوتے ہیں اور اس میں مُردوں کو بھی دفن کیا جاتا ہے۔

اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے: کیا ہم نے زمین کو حفاظت کی جگہ نہیں بنایا' زندوں کے لیے بھی اور مُردوں کے لیے بھی۔ (المرسلات: ۲۶-۲۵) یعنی زمین زندہ کو اپنی پشت پر رکھ کر اور مُردوں کو اپنے پیٹ میں رکھ کر ان کی حفاظت کرتی ہے۔ الفراء نے کہا ہے کہ ''نکفتھم'' کا معنی ہے: ہم ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۳۸۹ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ' عَنْ هِشَامٍ. ح. وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَرْوَانَ' يَحْيَى بْنُ اَبِيْ زَكَرِيَّاءَ' عَنْ هِشَامٍ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از ہشام' ح' اور مجھے محمد بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو مروان یحییٰ بن ابی زکریاء نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ از

إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَتَعَذَّرُ فِيْ مَرَضِهِ أَيْنَ أَنَا الْيَوْمَ؟ أَيْنَ أَنَا غَدًا؟ إِسْتِبْطَاءً لِيَوْمِ عَائِشَةَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمِيْ، قَبَضَهُ اللّٰهُ بَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ، وَدُفِنَ فِيْ بَيْتِيْ. [طرف الحدیث: ۳۷۷۴]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیماری کی (ابتداء) میں دوسری ازواج سے بطور معذرت فرماتے تھے: میں آج کہاں ہوں؟ اور میں کل کہاں ہوں گا؟ حضرت عائشہ کی باری کو آپ دور گمان کرتے تھے پس جس دن اللہ نے آپ کی روح کو قبض فرمایا اس دن آپ میرے پہلو اور میرے سینہ کے درمیان تھے اور میرے حجرے میں آپ کو دفن کیا گیا۔

(صحیح مسلم: ۲۴۴۳' الرقم المسلسل: ۶۱۷۵' المعجم الکبیر: ۸۱۔ ج ۲۳' تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۷۵' المعجم الاوسط: ۶۸۸۳' المستدرک ج ۱ ص ۱۴۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابی اویس' ان کا نام عبداللہ ہے' یہ امام مالک کے بھانجے ہیں (۲) سلیمان بن بلال ابوایوب (۳) ہشام بن عروہ بن الزبیر (۴) محمد بن حرب' ابوعبداللہ النشائی' یہ ۲۵۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) ابومروان یحییٰ بن ابی زکریاء الغسانی' یہ ۱۸۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) عروہ بن الزبیر بن العوام (۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

اس حدیث میں مذکور ہے: میں آج کہاں ہوں؟ میں کل کہاں ہوں گا؟ حضرت عائشہ کی باری کو آپ دور گمان کرتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کی متعدد ازواج ہوں' اس کا کسی ایک سے زیادہ محبت کرنا جائز ہے جب کہ وہ باریوں کی تقسیم میں اور خرچ مہیا کرنے میں ان کے درمیان عدل کرتا ہو۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج میں حضرت عائشہ سے سب سے زیادہ محبت کرتے تھے اور یہ ان کی فضیلت کی دلیل ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۱۷۰۔ ج ۶ ص ۱۰۰۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوانح بیان کی گئی ہے۔

۱۳۹۰ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ هِلَالٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى، إِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ. لَوْ لَا ذٰلِكَ أُبْرِزَ قَبْرُهُ، غَيْرَ أَنَّهُ خَشِيَ، أَوْ خُشِيَ، أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا. وَعَنْ هِلَالٍ قَالَ كَنَّانِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَلَمْ يُوْلَدْ لِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ہلال از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں فرمایا جس سے آپ صحت یاب نہیں ہوئے: اللہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا' اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو میں آپ کی قبر کو ظاہر کر دیتی لیکن یہ خطرہ ہے کہ آپ کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیا جائے گا' اور ہلال نے کہا کہ عروہ بن الزبیر نے میری کنیت رکھی حالانکہ میری اولاد نہیں ہوئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۵ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کسی شخص کی کنیت رکھنی جائز ہے' خواہ

اس کی اولاد ہو یا نہ ہو۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ اَنَّهُ حَدَّثَهُ اَنَّهُ رَاٰى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا.

ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر بن عیاش نے خبر دی از سفیان التمار انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے نبی ﷺ کی قبر کو دیکھا' وہ کوہان کی طرح تھی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مقاتل ابوالحسن المروزی' یہ مکہ میں مجاور تھے (۲) عبد اللہ بن المبارک المروزی (۳) ابوبکر بن عیاش المحدث' یہ ۱۹۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) سفیان بن دینار الکوفی التمار' یہ کبار تابعین میں سے ہیں اور عصر صحابہ سے متصل تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۴)

قبر کو' کوہان کی صورت میں بنانا مستحب ہے یا مسطح اور نبی ﷺ کی قبر کس طرح تھی؟

علامہ التاودی بن سودہ متوفی ۱۲۰۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ کی قبر کوہان کی طرح تھی' یعنی زمین سے اٹھی ہوئی اور بلند تھی' امام ابونعیم نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور عمر کی قبریں بھی اسی طرح تھیں' اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ قبروں کو کوہان کی طرح بنانا مستحب ہے' امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام احمد' مزنی اور اکثر فقہاء شافعیہ کا یہی مذہب ہے' امام شافعی کا قول یہ ہے کہ قبر کو مسطح یعنی ہم وار اور چپٹی بنانا مستحب ہے' الماوردی اور دوسرے شافعی فقہاء کا یہی مذہب ہے' امام بیہقی نے کہا کہ سفیان التمار کے قول میں قبر کو' کوہان کی شکل میں بنانے کی کوئی دلیل نہیں ہے' اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ کی قبر ابتداء میں ہم وار اور مسطح ہو' اور بعد میں اس کو کوہان کی طرح بنا دیا گیا ہو' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ قاسم بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا' میں نے عرض کیا: اے میری ماں! مجھے رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک اور ان کے دو صاحبوں رضی اللہ عنہما کی قبریں دکھائیں' تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے میرے لیے تین قبریں کھول دیں' یہ قبریں نہ بلند تھیں نہ زمین سے ملی ہوئی تھیں' ان کے اوپر میدان کی سرخ کنکریاں ڈالی ہوئی تھیں۔ ابوعلی نے بتایا کہ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر آگے ہے اور حضرت ابوبکر کی قبر آپ کے سر مبارک کے پاس ہے اور حضرت عمر کی قبر آپ کے پیروں کے پاس ہے' ان کا سر رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۲۰)

انہوں نے یہ مشاہدہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کیا تھا گویا کہ ابتداء میں یہ قبریں مسطح تھیں' پھر جب عمر بن عبد العزیز کی خلافت میں مدینہ میں ولید بن عبد الملک کے حکم سے قبر کی دیوار بنائی گئی تو انہوں نے ان قبروں کو' کوہان کی صورت میں بلند کر دیا۔

ابوبکر الآجری نے غنیم بن بسطام سے روایت کی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کی قبر مبارک کو عمر بن عبد العزیز کی امارت میں دیکھا' پس میں نے اس کو زمین سے چار انگل بلند دیکھا' اور حضرت ابوبکر کی قبر کو آپ کی قبر کے پیچھے دیکھا اور حضرت عمر کی قبر کو حضرت ابوبکر کی قبر کے پیچھے اور نیچے دیکھا' پھر اختلاف اس میں ہے کہ کوہان کی طرح قبر بنانا مستحب ہے یا مسطح بنانا مستحب ہے' اصل جواز میں اختلاف نہیں ہے اور مزنی شافعی نے قبر کو' کوہان کی طرح بنانے کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ اگر قبر مسطح ہو تو وہ اس طرح ہوگی جیسے بیٹھنے کے لیے کوئی چیز (مثلاً بینچ وغیرہ) بنائی جاتی ہے اور وہ دنیاوی چیزوں کے مشابہ ہوگی۔

(حاشیۃ التاؤدی بن سودہ علی صحیح البخاری ج ۲ ص ۹۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۸ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام شافعی نے درج ذیل حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

حضرت ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو الھیاج الاسدی سے کہا: میں تمہیں اس کام کے لیے بھیج رہا ہوں جس کام کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا کہ تم جس قبر کو بھی بلند دیکھو اس کو ہموار کردو اور جس مجسمہ کو بھی دیکھو اس کو مٹادو۔

(صحیح مسلم: ۹۶۹ 'سنن ابوداؤد: ۳۲۱۸ 'سنن ترمذی: ۱۰۴۹ 'سنن نسائی: ۲۰۳۰ 'مسند احمد ج ۱ ص ۸۹)

فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے سنن ابوداؤد: ۳۲۳۰ کے جواب میں کہا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے اور وہ حدیث مرسل ہے اور امام شافعی حدیث مرسل کو حجت نہیں مانتے' اور صحیح مسلم: ۹۶۹ کے جواب میں کہا ہے کہ اس سے مراد وہ قبریں ہیں جن کو فخر اور مباہات کے لیے بلند بنایا گیا ہو یا اس کو ایک بالشت سے زیادہ بلند بنایا گیا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۴)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

قبر کو کوہان کی طرح بنانا مسطح بنانے سے افضل ہے' امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام احمد اور ثوری کا یہی مذہب ہے' امام شافعی نے کہا کہ قبر کو مسطح بنانا افضل ہے' انہوں نے کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صاحب زادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر کو مسطح بنایا تھا اور قاسم نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کو مسطح دیکھا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ سفیان تمار نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کو' کوہان کی مثل دیکھا۔ (صحیح البخاری: ۱۳۹۰۔۲) حسن بصری سے بھی اسی طرح مروی ہے' نیز اس لیے کہ قبر کو مسطح بنانا' اہل دنیا کی عمارتوں کے مشابہ ہے اور یہ اہل بدعت کا شعار ہے' اس لیے مکروہ ہے اور ہماری دلیل بخاری کی روایت ہے' اس لیے وہ ان کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے' اس لیے اس پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ (المغنی ج ۳ ص ۱۷۶ 'دار الحدیث' قاہرہ '۱۴۲۵ھ)

شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی الحنفی المتوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

قبر کو' کوہان کی طرح بنایا جائے' مربع نہ بنایا جائے' کیونکہ النخعی نے بیان کیا ہے کہ مجھے اس نے حدیث بیان کی' جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کو دیکھا تھا کہ ان کی قبریں کوہان کی طرح تھیں اور ان پر سفید مٹی سے لپائی کی گئی تھی اور اس لیے بھی کہ مربع بنانا دنیاوی طرزِ تعمیر ہے اور قبروں کو دنیاوی طرزِ تعمیر سے مختلف بنانا چاہیے' نیز قبر کو مربع بنانا روافض کا (اور اہل کتاب کا) شعار ہے۔ (المبسوط ج ۲ ص ۹۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۱ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

قبر کو' کوہان کی طرز پر بنانا چاہیے' وہ زمین سے ایک بالشت یا کچھ زیادہ اونچی ہو' اس سے زیادہ اونچی نہ بنائی جائے' امام شافعی نے کہا کہ قبر کو مربع اور مسطح بنانا چاہیے' کوہان کی طرح نہیں بنانا چاہیے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صاحب زادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر کو مسطح بنایا تھا۔ (تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۵۰)

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرشتوں کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور ان کی قبر کو کوہان کی مثل بنایا اور اس پر خیمہ نصب کیا۔

ابراہیم النخعی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں کوہان کی مثل تھیں۔

(کتاب الآثار لامام محمد ص ۴۷)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما طائف میں فوت ہوئے' محمد بن الحنفیہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی قبر کوہان کی مثل بنائی اور اس پر خیمہ نصب کیا۔

قبر کو مربع کی مثل نہ بنایا جائے کیونکہ یہ اہل کتاب کے طریقہ کے مشابہ ہے اور اہل کتاب کی مشابہت مکروہ ہے۔

نیز دنیاوی عمارتیں مربع بنائی جاتی ہیں اور قبر کا تعلق آخرت سے ہے' اس کو اس سے مختلف ہونا چاہیے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر کا جواب یہ ہے کہ پہلے اس کو مسطح بنایا گیا تھا' پھر اس کو کوہان کی مثل بنا دیا گیا۔

(المحیط البرہانی ج ۳ ص ۹۳- ۹۲' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' فقہاء احناف کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سفیان التمار نے جو کہا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کو کوہان کی مثل دیکھا۔ (صحیح البخاری: ۱۳۹۰- ۲) اس میں کوئی حجت نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے' وہ پہلے کوہان کی مثل نہ ہو' جیسے امام بیہقی نے کہا ہے' پھر اس پر انہوں نے امام ابوداؤد کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں دکھائیں' وہ زمین سے بلند تھیں نہ زمین سے ملی ہوئی تھیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۸۱۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی' حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ ہمیشہ امام بخاری کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں اور اس مسئلہ میں فقہی تعصب کی بناء پر اپنے طریقہ سے انحراف کر رہے ہیں' باقی انہوں نے امام ابوداؤد اور امام مسلم کی جن روایات سے استدلال کیا ہے' ان کا جواب ہم ذکر کر چکے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے شیخین کی فضیلت پر استدلال کیا ہے' کیونکہ ان کی قبریں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے ساتھ متصل ہیں اور حافظ ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اس کی قبر کی مٹی اس کے نطفہ پر چھڑکی جاتی ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۵۸' الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۵۱)

ابو عاصم نے کہا: تم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی فضیلت پر اس کی مثل کوئی اور دلیل نہیں پاؤ گے کیونکہ ان دونوں کی مٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مٹی سے ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۲۳۸۹- ج ۲ ص ۳۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حکیم ابوعبد اللہ ترمذی نے نوادر الاصول میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جو فرشتہ رحم میں مقرر ہوتا ہے' وہ نطفہ کو لے کر اس جگہ کی مٹی کے ساتھ گوندھتا ہے' جہاں اس نے دفن ہونا ہوتا ہے اور یہ اس آیت کا مصداق ہے:

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ O (طٰہٰ: ۵۵)

ہم نے اس مٹی سے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے O

حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے عطاء الخراسانی سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ فرشتہ جا کر اس جگہ سے مٹی لیتا ہے'

جہاں اس نے دفن ہونا ہوتا ہے' پھر اس مٹی کو نطفہ پر چھڑکتا ہے' پھر اس مٹی اور نطفہ سے اس شخص کی تخلیق کی جاتی ہے' اس کے بعد انہوں نے بھی اس کی تائید میں طٰہٰ: ۵۵ کو ذکر کیا ہے۔ (التمہید ج ۱۰ ص ۵۷۷)

چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ایک جگہ مدفون ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ ان سب کی مٹی ایک جگہ سے لی گئی ہے' اور یہ وہ جگہ ہے جہاں یہ مدفون ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حَدَّثَنَا فَرْوَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ أَبِيهِ لَمَّا سَقَطَ عَلَيْهِمُ الْحَائِطُ فِي زَمَانِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ' أَخَذُوا فِي بِنَائِهِ' فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ' فَفَزِعُوا' وَظَنُّوا أَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَمَا وَجَدُوا أَحَدًا يَعْلَمُ ذٰلِكَ' حَتّٰى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ لَا وَاللّٰهِ' مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' مَا هِيَ إِلَّا قَدَمُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

ہمیں فروہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود' جب الولید بن عبد الملک کے زمانہ میں ان پر دیوار گر گئی اور وہ اس کو بنانے لگے تو ان کے سامنے ایک قدم ظاہر ہوا' پس وہ خوف زدہ ہو گئے اور انہوں نے گمان کیا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قدم ہے' پس انہیں اس کو جاننے والا کوئی نہیں ملا' حتیٰ کہ ان سے عروہ نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قدم نہیں ہے' یہ صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔

حضرت عمر کا قدم ظاہر ہونے کا سبب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: الولید بن عبد الملک کے زمانہ میں ان پر دیوار گر گئی' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ کی دیوار گر گئی' عروہ نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ لوگ آپ کی قبر کی طرف نماز پڑھتے تھے تو عمر بن عبد العزیز نے یہ حکم دیا کہ یہاں دیوار بنا دی جائے تا کہ قبر مبارک کی طرف منہ کر کے کوئی نماز نہ پڑھ سکے' پھر جب وہ دیوار گر گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم اور گھٹنا ظاہر ہو گیا تو عمر بن عبد العزیز خوف زدہ ہو گئے کہ کہیں یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قدم نہ ہو' پھر ان کے پاس عروہ آئے اور بتایا کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم اور ان کا گھٹنا ہے' تب عمر بن عبد العزیز کا خوف دور ہو گیا۔

مالک بن مغول نے یہ روایت بیان کی ہے کہ ولید بن عبد الملک کے زمانہ خلافت میں اس نے مدینہ کے عامل عمر بن عبد العزیز کو لکھا کہ ازواج مطہرات کے حجرے گرا کر مسجد نبوی کی توسیع کر دو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کو بلند کر دو تا کہ نماز میں اس کی طرف منہ نہ ہو' عمر بن عبد العزیز نے حجرے گرانے شروع کیے' اس وقت ایک پاؤں اندر سے ظاہر ہوا' جس کے متعلق عمر بن عبد العزیز کو یہ خدشہ ہوا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاؤں ہے تو عروہ نے بتایا کہ یہ حضرت عمر کا پاؤں ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۸۱۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۱۳۹۱ - **وَعَنْ** هِشَامٍ' عَنْ أَبِيهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا أَوْصَتْ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا تَدْفِنِّي مَعَهُمْ' وَادْفِنِّي مَعَ صَوَاحِبِي بِالْبَقِيعِ' لَا أُزَكّٰى بِهِ أَبَدًا.

[طرف الحدیث: ۷۳۲۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو وصیت کی کہ مجھے ان (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کے ساتھ دفن نہ کرنا اور مجھے میری سوکنوں کے ساتھ بقیع میں دفن کر دینا' میں یہ نہیں چاہتی کہ ان کے ساتھ دفن ہونے کی وجہ سے بعد میں میری (خصوصی) تعظیم کی جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تواضع

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ اس لیے کہا تھا کہ اب ان کے حجرہ میں صرف ایک قبر کی جگہ تھی۔

حضرت عائشہ نے اس کو ناپسند کیا کہ یہ کہا جائے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدفون ہیں اور اس وجہ سے ان کی زیادہ تعظیم کی جائے۔ یہ آپ کا اعلیٰ درجہ کا انکسار اور تواضع تھی۔

۱۳۹۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنِ الْاَوْدِيِّ قَالَ رَاَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ، اِذْهَبْ اِلٰى اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، فَقُلْ يَقْرَاُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَيْكِ السَّلَامَ، ثُمَّ سَلْهَا اَنْ اُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيَّ، قَالَتْ كُنْتُ اُرِيْدُهُ لِنَفْسِيْ، فَلَاُوْثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلٰى نَفْسِيْ، فَلَمَّا اَقْبَلَ قَالَ لَهُ مَا لَدَيْكَ؟ قَالَ اَذِنَتْ لَكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، قَالَ مَا كَانَ شَيْءٌ اَهَمَّ اِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ الْمَضْجَعِ، فَاِذَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُوْنِيْ ثُمَّ سَلِّمُوْا، ثُمَّ قُلْ يَسْتَاْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَاِنْ اَذِنَتْ لِيْ فَادْفِنُوْنِيْ، وَاِلَّا فَرُدُّوْنِيْ اِلٰى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ. اِنِّيْ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا اَحَقَّ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ، الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ، فَمَنِ اسْتَخْلَفُوْا بَعْدِيْ فَهُوَ الْخَلِيْفَةُ فَاسْمَعُوْا لَهُ وَاَطِيْعُوْا، فَسَمّٰى عُثْمَانَ، وَعَلِيًّا، وَطَلْحَةَ، وَالزُّبَيْرَ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ، وَسَعْدَ بْنَ عَوْفٍ وَسَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ، وَوَلَجَ عَلَيْهِ شَابٌّ مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَقَالَ اَبْشِرْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِبُشْرَى اللّٰهِ، كَانَ لَكَ مِنَ الْقَدَمِ فِي الْاِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ، ثُمَّ اسْتُخْلِفْتَ فَعَدَلْتَ، ثُمَّ الشَّهَادَةُ بَعْدَ هٰذَا كُلِّهِ. فَقَالَ لَيْتَنِيْ يَا ابْنَ اَخِيْ وَذٰلِكَ كَفَافًا، لَا عَلَيَّ وَلَا لِيْ، اُوْصِي الْخَلِيْفَةَ مِنْ بَعْدِيْ بِالْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ خَيْرًا، اَنْ يَّعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ، وَاَنْ يَّحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن عبد الحمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین بن عبد الرحمن نے حدیث بیان کی از عمرو بن میمون الاودی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا' انہوں نے کہا: اے عبداللہ بن عمر! تم ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ' پس ان سے کہو کہ عمر بن الخطاب آپ کو سلام کہتے ہیں' پھر ان سے سوال کرنا کہ میں اپنے دو صاحبوں کے ساتھ دفن کر دیا جاؤں؟ حضرت عائشہ نے کہا: میں اس جگہ کا اپنے لیے ارادہ رکھتی تھی' پس میں آج ان کو ضرور اپنے اوپر ترجیح دوں گی' پھر جب حضرت عبداللہ بن عمر آئے تو حضرت عمر نے پوچھا: تمہارے پاس کیا جواب ہے؟ انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! حضرت ام المؤمنین نے آپ کے لیے اجازت دے دی ہے' حضرت عمر نے کہا: اس جگہ سے زیادہ میرے نزدیک اور کوئی جگہ اہم نہیں تھی' پس جب میری روح قبض کر لی جائے تو مجھے وہاں اٹھا کر لے جانا' پھر سلام عرض کرنا' پھر کہنا: عمر بن الخطاب اجازت طلب کرتا ہے' پس اگر وہ میرے لیے اجازت دے دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا ورنہ مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا' بے شک میرے علم میں اس خلافت کا ان لوگوں سے زیادہ حق دار کوئی نہیں ہے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے وقت راضی تھے' پس وہ میرے بعد جس کو خلیفہ بنا دیں وہی خلیفہ ہوگا' تم اس کے احکام سننا اور اس کی اطاعت کرنا' پھر انہوں نے حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت الزبیر' حضرت عبد الرحمان بن عوف اور سعد بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص کے نام لیے اور ان کے پاس انصار کا ایک جوان آیا اور اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو مبارک ہو! آپ کو اللہ کی بشارت ہے' آپ

وَاُوْصِيْهِ بِالْاَنْصَارِ خَيْرًا، اَلَّذِيْنَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ، اَنْ يُّقْبَلَ مِنْ مُّحْسِنِهِمْ، وَيُعْفٰى عَنْ مُّسِيْئِهِمْ، وَاُوْصِيْهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَذِمَّةِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنْ يُّوْفٰى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ، وَاَنْ يُّقَاتَلَ مِنْ وَّرَائِهِمْ، وَاَنْ لَّا يُكَلَّفُوْا فَوْقَ طَاقَتِهِمْ.

[اطراف الحدیث: ۳۰۵۲-۳۱۶۲-۳۷۰۰-۴۸۸۸-۷۲۰۷] (اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے)

پہلے اسلام لانے والوں میں ہیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے پھر آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ نے عدل کیا' پھر اس کے بعد آپ کو شہادت ملی: حضرت عمر نے کہا: کاش! اے میرے بھتیجے! یہ سب برابر سرابر ہو جائے' نہ مجھے عذاب ہو اور نہ مجھے ثواب ملے' میرے بعد جو خلیفہ ہو میں اس کو مہاجرین اوّلین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور وہ ان کے حق کو پہچانے اور ان کی حرمت کی حفاظت کرے اور میں اسے انصار کے ساتھ نیک سلوک کی وصیت کرتا ہوں' جنہوں نے گھروں میں ٹھکانا دیا اور مہاجروں کی ہجرت سے پہلے ایمان لائے' ان کی نیکیوں کو قبول کیا جائے اور ان کی خطاؤں کو معاف کر دیا جائے اور میں اسے یہ وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کے ذمہ کو اور اس کے رسول کے ذمہ کو پورا کرے اور ان کے عہد کو مکمل کیا جائے اور ان کے پیچھے جنگ کی جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ مکلف نہ کیا جائے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) جریر بن عبد الحمید (۳) حصین بن عبد الرحمان (۴) عمرو بن میمون الاودی' یہ ابن صعب بن سعد کی طرف منسوب ہیں' انہوں نے جاہلیت کا زمانہ پایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات نہیں کی اور صحابہ کی ایک جماعت سے انہوں نے احادیث کا سماع کیا ہے' یہ ۷۵ھ میں فوت ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا قصہ

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر ہے۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' ان کی شہادت کے قصہ میں لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ابولؤلؤ فیروز نے شہید کیا تھا' یہ حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا' اور یہ اسلام کا مدعی تھا' اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہہ کر اس کی خراج کی رقم کم کرا دیں' (مولیٰ اپنے غلام سے کہے کہ تم مجھے روزانہ اتنی رقم کما کر لا کے دیا کرو' اس کو خراج کہتے ہیں) حضرت عمر نے پوچھا: تمہارا خراج کتنا ہے؟ اس نے کہا: ایک دینار' حضرت عمر نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا' تم عمدہ کام کر سکتے ہو اور یہ رقم زیادہ نہیں ہے' یہ جواب سن کر وہ غضب ناک ہو گیا' جب حضرت عمر صبح کی نماز پڑھانے کے لیے گئے تو یہ اللہ کا دشمن نکلا اور زہر آلود' دو دھاری چھری سے آپ پر پے در پے کئی وار کیے۔ علامہ واقدی نے کہا ہے کہ ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ بہ روز بدھ اس نے آپ پر حملہ کیا تھا اور اس وقت آپ کی عمر ساٹھ سال تھی' ایک قول ۶۱ کا اور ایک قول ۶۳ کا بھی ہے' آپ کی خلافت ۱۰ سال' ۵ ماہ' ۲۱ دن رہی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ فقہاء شافعیہ کے قول کے مطابق شہید وہ ہے جس کو کفار قتل کریں اور فقہاء احناف کے قول کے مطابق شہید وہ ہے جس کو ظلماً قتل کیا جائے اور اس کے قتل سے دیت واجب نہ ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء شافعیہ کے قول پر حضرت عمر

آخرت کے حق میں شہید ہیں اور ہمارے قول کے مطابق وہ حقیقۃً شہید ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۳۱-۳۳۰ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صالحین کے قرب میں مدفون ہونے کی تمنا کرنی چاہیے تا کہ صالحین پر جو رحمت نازل ہو اس سے ان کے قرب میں دفن ہونے والے کو بھی حصہ مل جائے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خلیفہ مقرر کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک مجلس شوریٰ بنادی جائے اور وہ اپنی صواب دید سے کسی کو خلیفہ نامزد کردے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص قریب الموت ہو اس کے نیک اعمال کا تذکرہ کر کے اس کی تعزیت کرنی چاہیے' جیسے اس انصاری جوان نے حضرت عمر سے تعزیت کی' حضرت عمر نے وفات کے وقت تواضع کی اور کہا: کاش! میرا معاملہ برابر سرابر ہو جائے' مجھے نیک کاموں پر اجر ملے نہ میری خطاؤں پر گرفت ہو' اس کے برخلاف آج کل کے نام نہاد پیر اپنے لیے مقامِ وجاہت کی امید رکھتے ہیں! پتا نہیں' موت کب آئے گی مگر میری آرزو یہ ہے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمادے' اللہ تعالیٰ میری اس دعا کو قبول فرمائے۔ (آمین) قارئین سے درخواست ہے کہ وہ بھی میری اس دعا پر آمین کہیں۔

۹۷- بَابُ مَا يُنْهٰى مِنْ سَبِّ الْاَمْوَاتِ

مُردوں کو برا کہنے کی ممانعت

١٣٩٣ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ مُّجَاهِدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ، فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا. وَرَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوْسِ، عَنِ الْاَعْمَشِ. وَمُحَمَّدُ بْنُ اَنَسٍ، عَنِ الْاَعْمَشِ. تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، وَابْنُ عَرْعَرَةَ، وَابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از مجاہد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مُردوں کو برا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے اعمال کی جزاء تک پہنچ گئے' اور اس حدیث کو عبد اللہ بن عبد القدوس نے روایت کیا ہے از الاعمش و محمد بن انس از الاعمش' علی بن الجعد نے اور ابن عرعرہ نے اور ابن عدی نے اس حدیث کی روایت میں آدم کی متابعت کی ہے از شعبہ۔

[طرف الحدیث: ۶۵۱۶]

(سنن دارمی: ۲۵۱۱' سنن کبریٰ: ۲۰۶۳' مساوی الاخلاق للخرائطی: ۹۲' سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۵' شعب الایمان: ۶۶۷۸' شرح السنۃ: ۱۵۰۹' صحیح ابن حبان: ۳۰۲۱' مسند احمد ج ۶ ص ۱۸۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۴۷۰- ج ۴۲ ص ۲۹۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس اعتراض کا جواب کہ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کی خطاؤں کا ذکر کیا گیا ہے

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جو مؤمنین وفات پا چکے ہیں' ان کے بُرے اعمال کا ذکر ممنوع ہے' پس جس نے وفات شدہ مؤمنین کے بُرے کاموں کا ذکر کیا' وہ گنہ گار ہوگا۔

عبد الواحد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں انبیاء علیہم السلام کی لغزشوں کا ذکر فرمایا ہے اور وہ فوت ہو چکے ہیں اور ان آیات کی تلاوت کی جاتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے معارضہ کرنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی لغزشوں کا ذکر اپنی مخلوق کو نصیحت کرنے کے لیے کیا ہے تا کہ لوگ جان لیں کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور محبوب بندے ہیں اور ان سے جو اجتہادی خطاء یا نسیان سے ظاہری خطائیں سرزد ہو گئیں' اس پر بھی انہوں نے توبہ کی تو عام لوگ جو قصداً گناہ کرتے ہیں' انہیں اپنے گناہوں پر توبہ کرنا

کس قدر ضروری ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کی توبہ کا اور ان کی مغفرت کا ذکر فرما دیا ہے' اس لیے اب کوئی شخص ان کو ملامت نہیں کر سکتا اور نہ ان کی ظاہری خطاؤں سے یہ استدلال کر سکتا ہے کہ جب انہوں نے بھی خطائیں کر لیں تو ہم نے گناہ کر لیے تو کون سی بڑی بات ہے۔ بعض نبیوں پر اللہ تعالیٰ نے ان کی ظاہری خطاء پر سختی فرمائی' جیسے حضرت یونس علیہ السلام چند راتیں مچھلی کے پیٹ میں رہے تو یہ سختی ان کو طاہر اور مطہر کرنے کے لیے اور ان کے درجات بلند کرنے کے لیے تھی' سو کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان کا ذکر بغیر تعظیم اور ادب اور احترام کے کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

انبیاء علیہم السلام کی ظاہری خطاؤں کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید کی تلاوت اور احادیث صحیحہ کی قراءت کے دوران انبیاء علیہم السلام کی زلات کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کے علاوہ ان کی زلات کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے بلکہ امام ابن الحاج مالکی نے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس کو کفر لکھا ہے۔ علامہ ابن الحاج کی عبارت المدخل ج ۲ ص ۱۴ پر ہے' اور اعلیٰ حضرت کی عبارت فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۳۴۔ ۳۳۳' طبع کراچی پر ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے: جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا' اس کو محض اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے' محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے۔ آگے چل کر لکھا ہے: اور تڑپ کر بیٹے کی معافی کے لیے درخواست کرتا ہے لیکن دربارِ خداوندی سے الٹی اس پر ڈانٹ پڑ جاتی ہے۔

(تفہیم القرآن ج ۲ ص ۳۴۵۔ ۳۴۳' سولہواں ایڈیشن' ۱۴۰۲ھ)

غور فرمائیے! فوت شدہ عام مسلمانوں کی خطاؤں کا ذکر کرنا بھی جائز نہیں تو حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق جاہلیت کا جذبہ اور ان پر الٹی ڈانٹ پڑنے کے الفاظ لکھنا' کس قدر باعث افسوس ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَO (الصّٰفّٰت: ۷۹) سلام ہو نوح پر تمام جہان والوں میںO

اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کس قدر تکریم سے فرما رہا ہے اور سیّد مودودی نے ان کا ذکر کس طرح کیا ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ اسماء رجال کی کتب میں مُردہ راویوں کے عیوب بیان کیے جاتے ہیں

اس جگہ یہ اعتراض بھی ہوتا ہے کہ فوت شدہ مسلمانوں کو بُرا کہنا ممنوع ہے تو پھر اسماء رجال کی کتابوں میں ضعیف اور موضوع راویوں کی بہ کثرت بُرائیاں مذکور ہیں حالانکہ وہ بھی فوت شدہ مسلمان ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی بُرائیوں کا ذکر ان کی اہانت کے لیے نہیں کیا جاتا بلکہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ ان کی روایت سے احتراز کیا جائے' ان کی روایت سے کسی عقیدہ کا اثبات نہ کیا جائے اور نہ کسی چیز کی حلت یا حرمت پر استدلال کیا جائے۔

۹۸ - بَابُ ذِکْرِ شِرَارِ الْمَوْتٰی

بدترین مُردوں کا ذکر کرنا

۱۳۹۴ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ' عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ اَبُوْ لَهَبٍ' عَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ' لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَبًّا لَّكَ سَائِرَ الْیَوْمِ' فَنَزَلَتْ ﴿تَبَّتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ابولہب لعنۃ اللہ علیہ نے نبی

يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ﴾. [اطراف الحدیث: ۳۵۲۵-۳۵۲۶-۴۷۷۰-۴۸۰۱-۴۹۷۱-۴۹۷۲-۴۹۷۳] ﷺ سے کہا: تمہارے لیے سارا دن ہلاکت ہو' تب یہ آیت نازل ہوئی: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ خود ہلاک ہو جائے۔ (اللہب: ۱)

(صحیح مسلم: ۲۰۸' الرقم المسلسل: ۴۹۷' سنن ترمذی: ۳۳۶۳' السنن الکبریٰ: ۱۰۸۱۹' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۱۸۲' مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۴۴-ج ۴ ص ۳۲۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ابولہب لعنۃ اللہ علیہ نے کہا۔

اس عنوان کے تحت امام بخاری پر حدیث مرسل لانے کا طعن

یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر ہجرت کے وقت تین سال تھی اور یہ آیت مکہ میں نبوت کے ابتدائی سالوں میں نازل ہوئی ہے' اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پیدا بھی نہیں ہوئے تھے' اس عنوان کے مطابق یہ حدیث تھی: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر ایک اور جنازہ گزرا تو مسلمانوں نے اس کی مذمت کی' پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی' حضرت عمر بن الخطاب نے پوچھا: کیا واجب ہوگئی؟ تو آپ نے فرمایا: یہ جنازہ جس کی تم نے مذمت کی ہے' اس کے حق میں دوزخ واجب ہوگئی' تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ (صحیح البخاری: ۱۳۶۷)

امام بخاری کو چاہیے تھا کہ اس عنوان کے تحت اس حدیث کو لاتے کیونکہ اس حدیث میں بدترین مردوں کا ذکر ہے اور یہ حدیث متصل ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور جو حدیث انہوں نے ذکر کی ہے' وہ مرسل ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے اور سورۃ الشعراء کی تفسیر میں اس کی تفصیل سے روایت کی ہے' وہاں اس حدیث کا متن اس طرح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ۝ (الشعراء: ۲۱۴) اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو (اللہ کے عذاب سے) ڈرایئے ۝

تو نبی ﷺ نے صفا پہاڑ پر چڑھ کر یہ نداء کی: اے بنوفہر! اے بنوعدی! یہ قریش کی شاخیں ہیں' حتیٰ کہ سب جمع ہو گئے' جو شخص خود نہیں آ سکا اس نے اپنے نمائندہ کو بھیج دیا تا کہ معلوم ہو کون بلا رہا ہے؟ اور کیوں بلا رہا ہے؟ پس ابولہب اور دیگر قریش آئے' آپ نے فرمایا: اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ اس وادی میں ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا: ہاں! ہم نے جب بھی تجربہ کیا تو تمہاری خبر سچ تھی' آپ نے فرمایا: پس میں تم کو اس سخت عذاب سے ڈرانے والا ہوں جو تمہارے سامنے ہے' ابولہب نے کہا: تمہارے لیے سارا دن ہلاکت ہو' کیا تم نے اس لیے ہم کو جمع کیا تھا! تب یہ آیات نازل ہوئیں:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ (اللہب: ۱-۲) ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ خود ہلاک ہو جائے ۝ اس کے مال نے اس کو (عذاب سے) نہیں بچایا اور نہ اس کی کمائی نے (یعنی اس کے بیٹے نے) ۝

ابولہب کے نام کے بجائے اس کی کنیت ذکر کرنے کی توجیہ

ابولہب کا نام عبد العزیٰ تھا' اس کا نام ذکر نہیں کیا' اس کی کنیت ذکر کی کیونکہ وہ اپنی کنیت سے زیادہ مشہور تھا اور دوسری وجہ یہ ہے

کیونکہ اس کا نام عبدالعزیٰ تھا یعنی عزیٰ نام کے درخت کا بندہ' جس کی قریش پرستش کرتے تھے' سو اس کا نام اس لائق نہ تھا کہ اس کا قرآن مجید میں ذکر کیا جاتا' تیسری وجہ یہ ہے کہ اس کا ٹھکانا جہنم تھا اور شعلے مارنے والی آگ اس کو لازم تھی' اس میں یہ کنایہ ہے کہ آگ کے شعلوں کی لپٹ اس کو لازم رہے گی۔

اس آیت کی مکمل تفصیل ہماری تفسیر' تبیان القرآن میں الشعراء: ۲۱۴ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

امام بخاری نے بدترین مردوں کے عنوان میں ابولہب کا ذکر کیا ہے کیونکہ وہ مشرک تھا اور اس کو دائمی عذاب لازم تھا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۱۶۔ ج ا ص ۸۲۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) اہل بیت اطہار کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا بیان (۲) گستاخ رسول پر شدت کا بیان۔

ابولہب کا مکمل تعارف اور اللھب: ۱ کی تفسیر ہماری تفسیر' تبیان القرآن ج ۱۲ میں سورۃ اللھب میں ملاحظہ فرمائیں۔

''کتاب الجنائز'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد سیّد المرسلین وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وذریاتہٖ اجمعین! آج بہ روز جمعرات ۱۲ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ/ ۲۸ جون ۲۰۰۷ء ''کتاب الجنائز'' مکمل ہوگئی' اس میں ۲۱۰' احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں تعلیقات اور متابعات کی تعداد ۵۶ ہے' بقیہ احادیث موصولہ ہیں اور مکررات کی تعداد ۱۰۹ ہے اور خالص احادیث کی تعداد ۱۰۰ ہے' جن احادیث کی موافقت امام مسلم نے کی ہے' ان کی تعداد ۲۴ ہے۔ ''کتاب الجنائز'' کی تکمیل کے ساتھ ہی ''کتاب الصلوٰۃ'' کی بھی تکمیل ہوگئی' اس کے بعد ان شاء اللہ ''کتاب الزکوٰۃ'' شروع ہوگی۔

الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے اپنے کرم سے یہاں تک پہنچا دیا ہے' صحیح البخاری کی باقی احادیث کی بھی شرح کی تکمیل کرا دیں اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ کی' میرے احباب اور تلامذہ کی مغفرت فرما دیں اور اس شرح کو موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے سبب ہدایت بنا دیں۔ آمین یارب العٰلمین!

نحمده ونصلی ونسلم علٰی رسوله الکریم

۲٤ - كِتَابُ الزَّكٰوةِ

زکوٰۃ کا بیان

امام بخاری نے ''کتاب الصلوٰۃ'' کے بعد ''کتاب الزکوٰۃ'' کو شروع کیا ہے اور اس میں قرآن اور سنت کی اتباع کی ہے' قرآن مجید کی اتباع اس آیت سے ظاہر ہوتی ہے:

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَO (البقرہ:۳)

جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے بعض کو خرچ کرتے ہیںO

اور سنت کی اتباع اس حدیث سے ظاہر ہوتی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: ''لا الله الا الله محمد رسول الله'' کی شہادت دینا' نماز قائم کرنا' زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (صحیح البخاری:۸' صحیح مسلم:۱۶)

زکوٰۃ کا لغوی اور شرعی معنٰی' زکوٰۃ کے وجوب کا سبب اور زکوٰۃ کی حکمتیں

زکوٰۃ کا لغت میں معنٰی ہے: بڑھنا' کہا جاتا ہے: ''زکا الزرع'' کھیتی بڑھ گئی' اور اس کا معنی پاکیزہ کرنا بھی ہے' قرآن مجید میں ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰیO (الاعلیٰ:۱۴)

جس نے اپنے نفس کو پاکیزہ کر لیا وہ کامیاب ہو گیاO

زکوٰۃ کا شرعی معنٰی ہے: جب نصاب کی مقدار پر ایک سال گزر جائے تو اس مال میں سے ایک حصہ غیر ہاشمی فقیر کو دے دیا جائے' اگر سونا چاندی یا نقد روپیہ ہو تو اس میں سے چالیسواں حصہ دیا جائے' سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ سونا ہے اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی ہے اور نقد روپیہ جو چاندی کے نصاب کے برابر ہو' چونکہ چاندی کی قیمت بدلتی رہتی ہے' اس لیے نقد روپیہ کا نصاب بھی بدلتا رہتا ہے۔

زکوٰۃ کے وجوب کا سبب نصاب کی مقدار کا مالک ہونا ہے اور وہ شخص عاقل' بالغ اور آزاد ہو۔

زکوٰۃ کی حکمتیں یہ ہیں: مسلمان گناہوں کے میل سے اور بخل سے پاک ہو جاتا ہے' اس کا آخرت میں درجہ اور قرب بلند ہوتا ہے اور ضرورت مندوں کے ساتھ حسن سلوک ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۸ ص۳۳۵)

۱ - بَابُ وُجُوْبِ الزَّكٰوةِ

زکوٰۃ کا وجوب

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ (البقرہ:٤٣).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ (البقرہ: ۴۳)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھے حضرت

حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سُفْیَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، فَذَکَرَ حَدِیْثَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ وَالصِّلَۃِ وَالْعَفَافِ.

ابوسفیان رضی اللہ نے حدیث بیان کی پس نبی ﷺ کی حدیث ذکر کی، پھر ذکر کیا کہ آپ ہمیں نماز پڑھنے، زکوٰۃ ادا کرنے، صلہ رحم کرنے اور پاک دامن رہنے کا حکم دیتے ہیں۔

اس تعلیق کی اصل، صحیح البخاری: ٧ میں گزر چکی ہے۔

١٣٩٥ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ الضَّحَّاکُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنْ زَکَرِیَّاءَ بْنِ اِسْحَاقَ، عَنْ یَحْیَی ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ صَیْفِیٍّ، عَنْ اَبِیْ مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِلَی الْیَمَنِ، فَقَالَ اُدْعُھُمْ اِلٰی شَھَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ، فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ، فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَیْھِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ، فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ، فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ افْتَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَۃً فِیْ اَمْوَالِھِمْ، تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَائِھِمْ وَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِھِمْ. [اطراف الحدیث: ١٤٥٨-١٤٩٦-٢٤٤٨-٤٣٤٧-٧٣٧١-٧٣٧٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم الضحاک بن مخلد نے حدیث بیان کی از زکریاء بن اسحاق از یحییٰ بن عبداللہ ابن صیفی از ابی معبد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ کو یمن کی طرف بھیجا، پس فرمایا: ان کو دعوت دو کہ وہ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں، پس اگر وہ اس کی اطاعت کرلیں تو پھر ان کو یہ خبر دو کہ اللہ نے ان پر ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، پس اگر وہ اس کی اطاعت کرلیں تو پھر ان کو خبر دو کہ بے شک اللہ نے ان کے مالوں میں ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال دار لوگوں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء پر لوٹا دی جائے گی۔

(صحیح مسلم: ١٩، الرقم المسلسل: ١٢١، سنن ابوداؤد: ١٥٨٤، سنن ترمذی: ٦٢٥، سنن نسائی: ٢٤٣٥، سنن ابن ماجہ: ١٧٨٣، صحیح ابن خزیمہ: ٢٣٤٦، سنن دارقطنی ج ٢ ص ١٣٥-١٣٦، سنن بیہقی ج ٧ ص ٨، شرح السنہ: ١٥٥٧، مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ١١٤، سنن دارمی: ١٦١٤، مسند احمد ج ١ ص ٢٣٣ طبع قدیم، مسند احمد: ٢٠٧١- ج ٣ ص ٤٩٨، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابوعاصم الضحاک بن مخلد (٢) زکریاء بن اسحاق (٣) یحییٰ بن عبد اللہ بن صیفی مولیٰ عثمان رضی اللہ (٤) ابومعبد مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما (٥) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٣٧)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابق اس طرح ہے کہ اس حدیث میں زکوٰۃ کی فرضیت بیان کی گئی ہے۔

حضرت معاذ کو یمن بھیجنے کی تاریخ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجا۔ جب نبی ﷺ ٩ ھ میں تبوک سے واپس آئے تو آپ نے حضرت معاذ کو اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ کو یمن کی طرف بھیجا، نبی ﷺ نے ان کو یمن کا والی اور قاضی بنا کر بھیجا تھا۔ اس کی تاریخ میں ربیع الثانی ١٠ھ اور ربیع الثانی ٩ ھ کے بھی اقوال ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٣٨)

یمن کے لوگ اہل کتاب تھے، جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا: تم اہل کتاب کی

ایک قوم کی طرف جاؤ گے، تم پہلے ان کو اللہ کی عبادت کی دعوت دینا۔ (صحیح البخاری: ۱۴۵۸)

ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں منتقل نہ کرنے پر فقہاء شافعیہ کی دلیل اور اس کا جواب

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ان کے مال دار لوگوں سے زکوٰۃ لی جائے گی اور ان کے فقراء پر لوٹا دی جائے گی۔

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی التوفی ۳۸۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر کی طرف منتقل نہیں کی جاتی، جس شہر کے مال دار لوگوں سے زکوٰۃ وصول کی گئی ہے وہ اسی شہر کے فقراء پر خرچ کی جائے گی اور یہ امام شافعی کا مذہب ہے۔ (اعلام السنن ج ۱ ص ۷۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ)

ہم کہتے ہیں کہ "فقرائھم" کی ضمیر اس شہر کے فقراء کی طرف راجع نہیں ہے بلکہ فقراء مسلمین کی طرف راجع ہے خواہ وہ اس شہر کے فقراء ہوں یا کسی اور شہر کے فقراء ہوں۔

قرآن مجید میں التوبہ: ۶۰ میں مصارفِ زکوٰۃ میں مطلقاً فقراء کا ذکر فرمایا ہے اور یہ قید نہیں لگائی کہ ایک شہر کی زکوٰۃ کو اسی شہر کے فقراء پر صرف کیا جائے

ائمہ ثلاثہ کا یتیم کے مال میں زکوٰۃ کو واجب کرنا اور امام ابوحنیفہ کا اس کے مال سے وجوبِ زکوٰۃ کو ساقط کرنا

نیز علامہ خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نابالغ بچہ جب مال دار ہو تو اس کے مال میں زکوٰۃ واجب ہوگی جس طرح جب وہ بچہ فقیر ہو تو اس کے لیے زکوٰۃ کا لینا جائز ہے۔ (اعلام السنن ج ۱ ص ۷۹۳)

فقہاء شافعیہ کے نزدیک یتیم کے مال پر بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

از المثنیٰ بن الصباح از عمرو بن شعیب وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا، سو اس میں فرمایا: جو شخص ایسے یتیم کا والی ہو جس کا مال ہو وہ اس مال میں تجارت کرے اور اس کو ترک نہ کرے حتیٰ کہ اس کو صدقہ کھا جائے۔ امام ترمذی نے کہا: اس حدیث کی سند میں کلام ہے کیونکہ المثنیٰ بن الصباح حدیث میں ضعیف قرار دیا جاتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۶۴۱)

امام ترمذی اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

امام ترمذی متوی ۲۷۹ھ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اہل علم کا اس باب میں اختلاف ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد اصحاب نے کہا ہے کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے ان میں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم ہیں امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے اور اہل علم کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، سفیان ثوری، عبد اللہ بن المبارک (اور امام ابوحنیفہ) کا یہی مذہب ہے۔

عمرو بن شعیب، یہ محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے بیٹے ہیں، شعیب نے اپنے دادا عبد اللہ بن عمرو سے حدیث سنی ہے، یحییٰ بن سعید نے عمرو بن شعیب کی حدیث میں کلام کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ہمارے نزدیک ضعیف ہے اور جس نے ان کی حدیث کو ضعیف کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے دادا عبد اللہ بن عمرو کے صحیفہ سے حدیث کو روایت کرتے ہیں اور اکثر اہل علم عمرو بن شعیب کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں، ان میں امام احمد اور اسحاق وغیرہ ہیں۔ (سنن ترمذی ص ۲۹۱ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

المثنیٰ بن الصباح کا ضعف

امام ترمذی نے خود اعتراف کرلیا ہے کہ ائمہ ثلاثہ نے یتیم کے مال میں زکوٰۃ کے وجوب پر جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس کو یحییٰ بن سعید نے ضعیف کہا ہے۔

اس حدیث کی سند میں المثنیٰ بن الصباح راوی ہے اس کے متعلق علامہ جمال الدین یوسف المزی التوفی ٧٤٢ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل اس کے متعلق کہتے ہیں: اس کی حدیث کسی چیز کے مساوی نہیں ہے یہ مضطرب الحدیث ہے۔

یحییٰ بن معین نے کہا: مثنیٰ بن الصباح ضعیف ہے۔

عبد الرحمان بن ابی حاتم نے کہا: میں نے اپنے والد اور ابوزرعہ سے اس کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا: یہ ضعیف الحدیث ہے الجوزجانی نے کہا: اس کی حدیث پر قناعت نہیں کی جاتی۔

امام ترمذی نے کہا: اس کی حدیث ضعیف ہے امام نسائی نے کہا: یہ ثقہ نہیں ہے ایک اور مقام پر کہا: یہ متروک الحدیث ہے ابو احمد بن عدی نے کہا: ائمہ متقدمین نے اس کی حدیث کو ضعیف کہا ہے اور اس کا ضعف ظاہر ہے۔

عمرو بن علی نے کہا: یحییٰ اور عبد الرحمان اس سے حدیث روایت نہیں کرتے تھے۔

علی بن الحسین بن الجنید نے کہا: یہ متروک الحدیث ہے الدارقطنی نے کہا: یہ ضعیف ہے۔

(تہذیب الکمال ج ١٧ ص ٤٣٠-٤٢٩ دار الفکر بیروت ١٤١٤ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ تین وجہ سے ضعیف ہے: ایک محمد بن عمرو بن شعیب کی وجہ سے اور دوسرے المثنیٰ بن الصباح کی وجہ سے اور تیسرے اس وجہ سے کہ اسلام کا مسلم اصول ہے کہ نابالغ مکلف نہیں ہوتا اور یتیم چونکہ نابالغ بچے کو کہتے ہیں اس لیے اس کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

یتیم کے مکلف نہ ہونے کے ثبوت میں یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین لوگوں سے قلم (تکلیف) اٹھالیا گیا ہے: سونے والے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے مجنون سے حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے اور بچے سے حتیٰ کہ وہ بڑا ہو جائے۔ امام ابوداؤد کی دوسری روایات میں مذکور ہے کہ نابالغ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے۔ (سنن ابوداؤد: ٤٤٠٣-٤٤٠٢-٤٤٠١-٤٣٩٨ سنن ترمذی: ١٤٢٣ سنن ابن ماجہ: ٢٠٤١ صحیح ابن حبان: ١٤٩٧-١٤٩٦ مسند احمد ج ٦ ص ١٠٠ المستدرک ج ٢ ص ٥٩- ج ٤ ص ٣٨٩ سنن بیہقی ج ١ ص ٨٤-٥٧-٥٦ المنتقی: ١٤٨-٨٠٨ مصنف ابن ابی شیبہ ج ٥ ص ٢٦٨ صحیح ابن خزیمہ: ٣٠٤٨ مشکوٰۃ: ٣٢٨٧ کنز العمال: ١٠٣٢٢)

علاوہ ازیں علامہ خطابی نے صحیح البخاری: ١٣٩٥ کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں: اس حدیث میں کہیں یہ نہیں لکھا ہوا کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اس میں صرف یہ لکھا ہوا ہے کہ ان کے مال داروں سے زکوٰۃ لی جائے گی اور ان کے فقراء میں لوٹا دی جائے گی اس جملہ سے یتیم کے مال میں زکوٰۃ کے وجوب کو کشید کرنا محض تحکم اور سینہ زوری ہے۔

نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ١٣٠٧ھ نے بھی علامہ خطابی وغیرہ کی طرح لکھا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ایک شہر کی زکوٰۃ اسی شہر میں خرچ کی جائے گی اور دوسرے شہروں میں نہیں لوٹائی جائے گی۔ (عون الباری ج ٢ ص ٣٩٠ دار الرشید حلب سوریا)

اس کا جواب ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ اس سے مراد فقراء مسلمین ہیں خواہ وہ فقراء اسی شہر کے ہوں یا کسی دوسرے شہر کے۔

قرآن مجید کی سورۂ توبہ: ٦٠ میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کیے گئے ہیں اور اس حدیث میں صرف فقراء کی طرف زکوٰۃ لوٹانے کا ذکر ہے' اس سے معلوم ہوا کہ آٹھوں مصارف میں زکوٰۃ کو خرچ کرنا ضروری نہیں ہے۔

توحید ورسالت کی گواہی کو مقدم رکھنا' کفار کا فروع شریعت کا مخاطب نہ ہونا اور روزے اور حج کے ذکر نہ کرنے کی توجیہ

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی التوفی ٦٥٦ ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: سب سے پہلے تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دینی چاہیے۔

عبادت کی اصل تذلّل اور خضوع ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلّت اور عجز کا اظہار کرنا' اور یہاں عبادت سے مراد "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" کی گواہی دینا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: جب وہ اللہ کو پہچان لیں تو پھر ان کو خبر دینا' یعنی اگر وہ زبان سے توحید اور رسالت کا اقرار کر لیں تو پھر ان کو بتانا کہ اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ کسی قوم سے جہاد کرنے سے پہلے اسے اسلام کی دعوت دی جائے۔ ائمہ اربعہ اور متقدمین کا اس پر اتفاق ہے کہ مکلّف پر سب سے پہلے یہ واجب ہے کہ وہ توحید اور رسالت کا اقرار کرے' جن فقہاء کا یہ قول ہے کہ کفار فروع شریعت کے مخاطب نہیں ہیں' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت معاذ سے فرمایا: تم سب سے پہلے ان کو توحید و رسالت کی گواہی دینا اور جب وہ اس کا اقرار کر لیں اور مسلمان ہو جائیں تو پھر ان کو نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت کی خبر دینا۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے روزے اور حج کا ذکر نہیں کیا' اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ اس وقت تک روزے اور حج فرض نہیں ہوا تھا کیونکہ حضرت معاذ کو نو ہجری میں یمن بھیجا تھا اور روزے ٢ ھ میں فرض ہوئے تھے اور حج ٨ ھ میں فرض ہو گیا تھا' ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زیادہ اہم عبادات کا ذکر فرمایا ہو' ہر چند کہ روزے اور حج بھی فرض ہیں لیکن نماز اور زکوٰۃ ان سے زیادہ اہم فرائض میں سے ہیں۔ (المفہم ج ١ ص ١٨٣۔١٨١' دار ابن کثیر' بیروت' ١٤٢٠ ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٢٩۔ ج ١ ص ١٧٣ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(١) باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل (٢) آیا کفار احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب ہیں یا نہیں؟

١٣٩٦ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ، عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبِرْنِىْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِى الْجَنَّةَ. قَالَ مَا لَهُ مَا لَهُ؟ وَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَبٌ مَا لَهُ، تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا، وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِى الزَّكٰوةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ. وَقَالَ بَهْزٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابن عثمان بن عبد اللہ بن موہب از موسیٰ بن طلحہ از ابی ایوب رضی اللہ عنہ' ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا: مجھے ایسے عمل کی خبر دیجیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے' (لوگوں نے کہا:) اسے کیا ہوا' یہ بات پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس سوال کی ضرورت ہے' تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رشتہ داروں سے ملاپ رکھو' اور

مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ، وَأَبُوهُ عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُمَا سَمِعَا مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ بِهٰذَا. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ أَخْشٰى أَنْ يَّكُونَ مُحَمَّدٌ غَيْرَ مَحْفُوظٍ، إِنَّمَا هُوَ عَمْرٌو. [اطراف الحدیث: ٥٩٨٢۔ ٥٩٨٣]

بہز نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عثمان نے حدیث بیان کی' اور ان کے والد عثمان بن عبد اللہ' ان دونوں نے موسیٰ بن طلحہ از ابو ایوب اس حدیث کو سنا۔ امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: مجھے خدشہ ہے کہ محمد کا نام غیر محفوظ ہے' اس کا نام عمرو ہے۔

(صحیح مسلم: ١٣' الرقم المسلسل: ١٠٤' سنن نسائی: ٤٦٨' السنن الکبریٰ: ٥٨٨٠' مسند احمد ج ٢ ص ٣٤٢ طبع قدیم' مسند احمد: ٨٥١٥۔ ج ١٤ ص ٢٠٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) حفص بن عمر بن الحارث بن سخبرہ ابو عمر الحوضی (٢) شعبہ بن الحجاج (٣) محمد بن عثمان بن عبد اللہ بن موہب (٤) موسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ القرشی' یہ ١٠٤ھ میں فوت ہوئے (٥) حضرت ابو ایوب انصاری' ان کا نام خالد بن زید بن کلیب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٤٤)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم زکوٰۃ کو ادا کرو' اس میں زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ ذکر فرمایا ہے' جس طرح رسالت کو توحید کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

''مالہ' مالہ'' اور ''ارب'' کے معانی

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مکرر لکھا ہے: ''ماله ماله''۔ یہ کلمہ استفہام ہے اور اس کی تکرار تاکید کے لیے ہے' اس کا معنی ہے: اس کو کیا ہوا؟

نیز اس حدیث میں ''ارب'' لکھا ہوا ہے' اس کو کئی طرح پڑھا گیا ہے:

(١) ''أَرِبٌ'' اس کا معنی ہے: یہ ضرورت مند ہے' یعنی اس کو اس سوال کے جواب کی ضرورت ہے۔

(٢) ''أَرَبٌ'' اس کا معنی ہے: حاجت' یعنی یہ سوال اس کی ضرورت ہے۔

(٣) ''أَرَبَ'' اس کا معنی ہے: اس کو ضرورت پیش آئی تو اس نے اپنی ضرورت کا سوال کیا۔

(٤) ''أَرِبَ'' اس کا معنی بھی وہی اوّل الذکر ہے۔

النضر بن شمیل نے کہا: ''أَرَبَ'' اس موقع پر کہا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی کام میں اپنی انتہائی کوشش صرف کر دے۔

ابن الانباری نے کہا: یہ لفظ اصل میں ہے: ''سقط آرابه'' اور ''آراب'' کا معنی اعضاء ہے' یعنی اس کے اعضاء ساقط ہو جائیں' لیکن یہ معنی مراد نہیں ہوتا جیسے کہا جاتا ہے: ''تربت یداك'' تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہو جائیں اور اس لفظ کو تعجب کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٤٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٢۔ ج ١ ص ٣٥٩ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں توفیق کا معنی اور شرک کی تعریف ذکر کی گئی ہے۔

١٣٩٧ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عفان بن مسلم نے حدیث

يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ. قَالَ تَعْبُدُ اللَّهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوبَةَ، وَتُؤَدِّي الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوضَةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ. قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا أَزِيدُ عَلَى هٰذَا. فَلَمَّا وَلَّى، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَلْيَنْظُرْ إِلَى هٰذَا. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي حَيَّانَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو زُرْعَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

(صحیح مسلم: ١٤، الرقم المسلسل: ١٠٧)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید بن حیان از ابی زرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' اس نے کہا: آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے کہ جب میں اس عمل کو کرلوں تو جنت میں داخل ہو جاؤں' آپ نے فرمایا: تم اللہ کی عبادت کرو اور اس میں کسی کو شریک نہ کرو اور فرض نماز پڑھو اور فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو' اس اعرابی نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں اس پر کوئی زیادتی نہیں کروں گا' جب وہ اعرابی پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو آپ نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ وہ کسی جنتی آدمی کو دیکھے تو وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔ اس حدیث کو ہمیں مسدد نے بیان کیا از یحییٰ از ابی حیان' انہوں نے کہا: مجھے ابوزرعہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی خبر دی۔

اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم کے علاوہ اور کسی نے روایت نہیں کیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبد الرحیم ابو یحییٰ (۲) عفان بن مسلم الصفار الانصاری (۳) وہیب بن خالد بن عجلان صاحب الکرابیس (۴) یحییٰ بن سعید بن حیان ابو حیان تیمی (۵) ابوزرعہ' ان کا نام ھَرِم ہے' عمرو' عبد الرحمان اور عبد اللہ کے بھی ان کے نام میں اقوال ہیں (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبد الرحمان بن صخر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۴۷)

حدیث مذکور کے بعض جملوں کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اعرابی نے کہا: میں اس پر کوئی زیادتی نہیں کروں گا' یعنی فرائض پر اضافہ نہیں کروں گا' جتنی نمازیں فرض ہیں اتنی ہی نمازیں پڑھوں گا' اس جملہ میں یا تو فرائض میں اضافہ کی نفی ہے یا اس کا معنی ہے: میں اپنی قوم کو جا کر اتنے ہی فرائض بیان کروں گا جتنے آپ نے فرمائے ہیں' میں اس میں کوئی کمی نہیں کروں گا۔

عشرہ مبشرہ کے علاوہ جن صحابہ کا نام لے کر جنت کی بشارت دی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ وہ کسی جنتی آدمی کو دیکھے وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔ ظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ آپ نے جو کچھ اس شخص کو بتایا ہے وہ اس پر عمل کرے گا اور تا حیات اس پر عمل کرتا رہے گا اور موت کے بعد جنت میں داخل ہو جائے گا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جن صحابہ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے وہ تو معین ہیں اور وہ صرف دس صحابہ ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے ان کی تعداد میں اضافہ کیا جائے گا کیونکہ آپ نے اس صحابی کے جنتی ہونے کی تصریح کی ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ دس عدد کی تصریح اس میں اضافہ کے منافی نہیں ہے' نیز اس طرح اہل جنت کی بشارت دس صحابہ کے علاوہ دیگر صحابہ کو بھی دی گئی ہے' مثلاً آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا کہ وہ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۷۶۸' سنن ابن ماجہ: ۱۱۸' مسند احمد ج ۳ ص ۳) حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: میں نے جعفر کو جنت

میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہوئے دیکھا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۶۳) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کے لیے جنت میں محل کی بشارت دی ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۸۲۰، صحیح مسلم: ۲۴۳۲، سنن ترمذی: ۳۸۷۶، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۱) حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا: حضرت مریم بنت عمران کے سوا یہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۸۷۳) حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا: مجھے جنت دکھائی گئی تو میں نے اس میں ابوطلحہ کی بیوی کو دیکھا' اور اپنے آگے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے چلنے کی آہٹ سنی۔ (صحیح مسلم: ۲۴۵۷، مسند احمد ج ۶ ص ۴۵۰) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: جنت میں ان کے رومال ریشم سے زیادہ ملائم ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۸۰۲، صحیح مسلم: ۲۴۶۸، سنن ترمذی: ۳۸۴۷، سنن ابن ماجہ: ۱۵۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۹، مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۹) حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۱۹) آپ نے فرمایا: جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے: حضرت علی' حضرت عمار اور حضرت سلمان۔ (سنن ترمذی: ۳۷۹۷) حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: وہ جنت کے دسویں شخص ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۸۰۴، مسند احمد ج ۵ ص ۲۴۳) حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے' وہ بدر اور حدیبیہ میں حاضر تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۱۹۵، سنن ترمذی: ۳۸۶۵، مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۵) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا: مجھے حضرت جبریل نے بتایا: یہ جنت میں آپ کی زوجہ ہیں۔ (المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۳۶۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میری ازواج جنت میں ہوں گی' تم بھی ان ہی میں سے ہو۔ (صحیح ابن حبان: ۷۰۹۶)

تیسرا جواب یہ ہے کہ عشرہ مبشرہ کی خصوصیت یہ ہے کہ ان دس صحابہ کو یک بارگی جنت کی بشارت دی اور یہ اس کے منافی نہیں ہے جن کے جنتی ہونے کی بشارت مختلف اوقات میں دی ہے۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

آپ نے فرمایا: رمضان کے روزے رکھو' یہ نہیں فرمایا کہ رمضان کے مہینہ کے روزے رکھو' اس سے معلوم ہوا کہ بغیر مہینہ کے ذکر کے بھی رمضان کا ذکر کرنا جائز ہے' مثلاً یہ کہا جائے کہ رمضان آیا یا رمضان گیا' اور بعض علماء نے کہا ہے: اس طرح کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ رمضان اللہ تعالیٰ کا نام ہے' اس لیے کہنا چاہیے کہ رمضان کا مہینہ آیا' رمضان کا مہینہ گیا۔

جس اعرابی نے کہا: میں ان فرائض پر عمل کروں گا' آپ نے اس کو جنت کی بشارت دی' اس سے معلوم ہوا کہ جس نے توحید اور رسالت کی گواہی دی' پانچ نمازیں پڑھیں' رمضان کے روزے رکھے اور زکوۃ ادا کی اور بہ شرط استطاعت حج کیا' وہ شخص جنت میں داخل ہوگا جب کہ ان ہی اعمال پر اس کو موت آئی ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اہل علم سے ایسے اعمال کا سوال کرنا چاہیے جو دخول جنت کا سبب ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۲۔ ج ۱ ص ۳۶۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں توفیق کا معنی اور شرک کی تعریف ذکر کی گئی ہے۔

۱۳۹۸ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوجمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ عبد القیس

هٰذَا الْحَیَّ مِنْ رَبِيْعَةَ، قَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ، كُفَّارُ مُضَرَ، وَلَسْنَا نَخْلُصُ اِلَيْكَ اِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذُهُ عَنْكَ وَنَدْعُوْا اِلَيْهِ مَنْ وَّرَاءَ نَا. قَالَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ، وَاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ اَلْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ، وَشَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَعَقَدَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَاَنْ تُؤَدُّوْا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ. وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ، وَالْحَنْتَمِ، وَالنَّقِيْرِ، وَالْمُزَفَّتِ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ وَاَبُو النُّعْمَانِ، عَنْ حَمَّادٍ اَلْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.

کا وفد نبی ﷺ کے پاس آیا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ ربیعہ کا قبیلہ ہے' ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر حائل ہیں اور ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینوں میں آ سکتے ہیں' سو آپ ہمیں ایسی چیز کا حکم دیں جس کو ہم آپ سے حاصل کریں اور اس کی طرف ان کو دعوت دیں جو ہمارے پیچھے ہیں' آپ نے فرمایا: میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں' اللہ پر ایمان لانے کا اور وہ یہ گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور آپ نے اپنی انگلی سے ایک کا اشارہ کیا' اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا اور یہ کہ تم مالِ غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرو' اور میں تم کو کھوکھلے کدو' سبز گھڑوں' کھوکھلی لکڑی اور روغنی برتنوں (میں پینے) سے منع کرتا ہوں' اور سلیمان اور ابو النعمان نے حماد سے روایت میں کہا ہے: ایمان باللہ یہ گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۳ میں گزر چکی ہے۔

١٣٩٩ - **حَدَّثَنَا** اَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ اَبِيْ حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ؟ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ، وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عتبہ بن مسعود نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور عرب میں سے جس نے کفر کرنا تھا اس نے کفر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ لوگوں سے کس طرح قتال کریں گے' حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ یہ کہیں: لا الٰہ الا اللہ' پس جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا' اس نے مجھ سے اپنے مال اور اپنی جان کو محفوظ کر لیا سوا اس کے جو اس پر اسلام کا حق ہو' اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

١٤٠٠ - **فَقَالَ** وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ، فَاِنَّ الزَّكٰوةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

پس حضرت ابو بکر نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان لوگوں سے ضرور قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریں گے' کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور اللہ کی قسم! اگر انہوں نے مجھے اس بکری کے بچے کو

وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهَا. قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَدْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

[طرف الحدیث: ١٤٥٧۔ ٦٩٢٤۔ ٧٢٨٤]

دینے سے بھی انکار کیا جس کو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے تو میں اس کو نہ دینے کی وجہ سے ضرور ان سے قتال کروں گا' حضرت عمر رضی اللہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! یہ وہی چیز تھی جس کے لیے اللہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ کے سینہ کو کھول دیا تھا' پس میں نے جان لیا کہ یہی حق ہے۔

(صحیح مسلم: ٢٠' الرقم المسلسل: ١٢٤' سنن ابوداؤد: ١٥٥٦' سنن ترمذی: ٢٦٠٧' سنن نسائی: ٢٤٤٣' سنن بیہقی ج ٤ ص ١٠٤' صحیح ابن حبان: ٢١٦' مسند احمد ج ١ ص ١٩ طبع قدیم' مسند احمد: ١١٧۔ ج ١ ص ٢٧٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اللہ کی قسم! میں اس شخص سے ضرور قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ کے عہد میں کفارِ عرب کی اقسام

اس حدیث میں مذکور ہے: اور عرب میں سے جس نے کفر کرنا تھا اس نے کفر کیا' کفر کرنے والے دو فریق تھے: (١) مسیلمہ کذاب کے اصحاب' جن کا تعلق بنوحنیفہ وغیرہ سے تھا' اور جنہوں نے مسیلمہ کے دعوائے نبوت کی تصدیق کی تھی (٢) اسود عنسی کے اصحاب' جنہوں نے اس کی تصدیق کی تھی' ان کا تعلق اہل یمن سے تھا' یہ فرقہ سیّدنا محمد ﷺ کی نبوت کا منکر تھا اور آپ کے غیر کی نبوت کا مدعی تھا' حضرت ابوبکر رضی اللہ نے ان سے قتال کیا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مسیلمہ کو یمامہ میں قتل کر دیا اور العنسی کو الصنعاء میں قتل کر دیا اور ان کی جمعیت ٹوٹ گئی اور ان میں سے اکثر ہلاک ہو گئے۔

دوسرا فریق وہ تھا جو دین سے مرتد ہو گیا' انہوں نے شریعت کا انکار کیا اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہما اُمورِ دین کو ترک کر دیا' اور زمانہ جاہلیت کے طریقہ پر لوٹ گئے' اس وقت روئے زمین میں صرف تین مساجد تھیں: مسجد مکہ' مسجد مدینہ اور بحرین میں مسجد عبد القیس جس کو جواثی کہا جاتا تھا۔

کفار کی ایک اور قسم وہ تھی جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کر رہے تھے' وہ نماز کا اقرار کرتے تھے اور زکوٰۃ کی فرضیت کا اور امام کی طرف زکوٰۃ ادا کرنے کے وجوب کا انکار کرتے تھے' یہ لوگ حقیقت میں باغی تھے' اس زمانہ میں ان کو باغی اس لیے نہیں کہا گیا کیونکہ ان پر مرتدین کے نام کا غلبہ ہو گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٢٥٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اس سوال کا جواب کہ حضرت ابوبکر کے عہد میں منکرین زکوٰۃ کو کافر نہیں قرار دیا گیا تو کیا اب بھی یہی حکم ہے؟

حافظ ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ٣٨٨ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جن لوگوں نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا' نماز کا اقرار کیا اور زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کیا' ان کو حقیقۃً کافر نہیں قرار دیا گیا اور ان کے ساتھ باغیوں کا سا معاملہ کیا گیا تو اگر اس زمانہ میں بھی کوئی نماز کا اقرار کرے اور زکوٰۃ کا انکار کرے تو کیا اس کو بھی صرف باغی قرار دیا جائے گا اور کافر نہیں کہا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس زمانہ میں جو شخص نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا' اس کے کفر پر اب اجماع ہو چکا ہے' اور حضرت ابوبکر کے زمانہ میں منکرین زکوٰۃ کو کافر اس لیے نہیں قرار دیا گیا کیونکہ ان کا زمانہ نزولِ شریعت کے قریب تھا اور اس زمانہ میں احکام تبدیل ہوتے رہتے تھے اور اس زمانہ کے عام لوگ دین کے احکام سے جاہل

تھے' پس زکوٰۃ کی ادائیگی کے متعلق ان کو یہ شبہ ہو گیا کہ زکوٰۃ کا وصول کرنا صرف رسول اللہ ﷺ کا حق تھا اور صرف رسول اللہ ﷺ کی طرف زکوٰۃ کا ادا کرنا واجب تھا۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ. (التوبہ:١٠٣)

آپ ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ لیجئے' جس سے آپ ان کو پاک کریں اور ان کے باطن کو صاف کریں اور ان کے لیے دعا کیجئے' بے شک آپ کی دعا ان کے لیے موجب طمانیت ہے۔

ان کا شبہ یہ تھا کہ زکوٰۃ کو وصول کرنا صرف رسول اللہ ﷺ کا منصب تھا اور حضرت ابوبکر کا منصب نہیں ہے' اس لیے انہوں نے حضرت ابوبکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا' لیکن اب چونکہ احکام واضح ہو چکے ہیں اور مسلمانوں کا زکوٰۃ کی فرضیت پر اجماع ہو چکا ہے' اس لیے اب منکر زکوٰۃ کو مطلقاً کافر قرار دیا جائے گا۔ (اعلام السنن ج ا ص ٣٨٥-٣٨١ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٨ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ٣٢-ج ا ص ٣٧٦ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(١) حضرت ابوبکر کے عہد میں مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کا بیان (٢) مانعین زکوٰۃ کا شبہ (٣) مانعین زکوٰۃ کو مرتدین میں شمار کرنے کی توجیہ اور ان کے شبہ کا جواب (٤) قرآن مجید کے خطاب کرنے کی اقسام (٥) ضروریاتِ دین کا انکار کفر ہے (٦) حدیث مذکور کی تفصیل میں دیگر احادیث (٧) باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل۔

٢ - بَابُ الْبَيْعَةِ عَلٰى اِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ
زکوٰۃ کی ادائیگی پر بیعت کرنا

بیعت کا معنی ہے: کسی کے ہاتھ پر اس کی اطاعت کا عہد کرنا' عرف اسلام میں بیعت سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مرد صالح کے سامنے اپنے گناہوں سے تائب ہو اور اس کے سامنے یہ عہد کرے کہ وہ آئندہ اسلام کے احکام پر عمل کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرے گا۔

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾ (التوبہ:١١).

پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ (التوبہ:١١)

دین میں بھائی وہ شخص بن سکتا ہے جو نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے' اور اسلام کی بیعت اسی وقت مکمل ہو گی جب کوئی شخص زکوٰۃ ادا کرے گا۔

١٤٠١ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ، عَنْ قَيْسٍ قَالَ قَالَ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از قیس' انہوں نے کہا کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ سے نماز قائم کرنے' زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٥٧ میں گزر چکی ہے۔

٣ - بَابُ اِثْمِ مَانِعِ الزَّكٰوةِ
زکوٰۃ نہ دینے والے کا گناہ

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع

وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍO يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾ (التوبہ: ۳۵-۳۴).

کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں انہیں خرچ نہیں کرتے' آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئےO جس دن ان کے جمع کردہ سونے اور چاندی کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا' پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی' (پس ان سے کہا جائے گا:) یہ ہے وہ جس کو تم نے جمع کیا تھا' سو اپنے جمع کیے ہوئے کا مزا چکھوO (التوبہ: ۳۵-۳۴)

اس آیت میں ''کنز'' (خزانہ) کا لفظ ہے' ''کنز'' اس مال کو کہتے ہیں جس کو جمع کیا جائے' جو مال مدفون ہو اس کو بھی ''کنز'' کہتے ہیں' جس جمع شدہ مال پر یہ وعید ہے کہ یہ وہ مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو اور جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو وہ ''کنز'' نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب التوبہ: ۳۴ نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ آیت بہت شاق گزری' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چلو! میں تمہارے لیے اس معاملہ کو کشادہ کراتا ہوں' پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر کہا: اے اللہ کے نبی! آپ کے اصحاب پر یہ آیت بہت شاق گزری ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ صرف اس لیے فرض کی ہے کہ تمہارا مال پاکیزہ ہو جائے اور وراثت تمہارے بعد والوں کے لیے فرض کی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۶۴' مسند ابویعلیٰ: ۲۴۹۹' المستدرک ج ۲ ص ۳۳۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۸۳)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سونے کی پازیب پہنتی تھی' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ کنز ہے؟ آپ نے فرمایا: جو مال زکوٰۃ کی مقدار کو پہنچ گیا اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی' وہ کنز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۶۴' الاستذکار: ۱۲۴۰۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو تم نے اس حق کو ادا کر دیا جو تم پر واجب تھا۔ (سنن ترمذی: ۶۱۸' سنن ابن ماجہ: ۱۷۸۸' سنن بیہقی ج ۴ ص ۸۴' معرفۃ الآثار: ۲۸۴۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس مال کی تم نے زکوٰۃ ادا کر دی ہو تو خواہ وہ مال سات زمینوں کے نیچے ہو' وہ کنز نہیں ہے اور جس مال کی تم نے زکوٰۃ ادا نہیں کی تو خواہ وہ ظاہر ہو' وہ پھر بھی کنز ہے۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۱۰۶' الاستذکار: ۱۲۷۰۳)

ان احادیث میں سے کنز سے مراد وہ جمع شدہ مال ہے جس کو دوزخ کی آگ میں تپا کر زکوٰۃ نہ دینے والوں کی پیشانیوں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔

۱۴۰۲ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ هُرْمُزَ الْاَعْرَجَ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَاْتِي الْاِبِلُ عَلٰى صَاحِبِهَا عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ اِذَا هُوَ لَمْ يُعْطِ فِيْهَا حَقَّهَا' تَطَؤُهٗ بِاَخْفَافِهَا' وَتَاْتِي الْغَنَمُ عَلٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی کہ عبد الرحمن بن ھرمز الاعرج نے ان کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اونٹ والے نے اونٹ کا حق ادا نہیں کیا ہو گا تو (قیامت کے دن) اس

صَاحِبِهَا عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ، إِذَا لَمْ يُعْطِ فِيهَا حَقَّهَا، تَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا، وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا، قَالَ وَمِنْ حَقِّهَا أَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ. قَالَ وَلَا يَأْتِي أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِشَاةٍ يَحْمِلُهَا عَلٰى رَقَبَتِهِ لَهَا يُعَارٌ، فَيَقُولُ يَا مُحَمَّدُ، فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا، قَدْ بَلَّغْتُ، وَلَا يَأْتِي بِبَعِيرٍ يَحْمِلُهُ عَلٰى رَقَبَتِهِ لَهُ رُغَاءٌ، فَيَقُولُ يَا مُحَمَّدُ، فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا، قَدْ بَلَّغْتُ.

[اطراف الحدیث:٢٣٧٨-٣٠٧٣-٦٩٥٨]

(صحیح مسلم:٩٨٧، الرقم المسلسل:٢٢٥٦، سنن ابوداؤد:١٦٥٨، سنن نسائی: ٢٤٤٨-٢٤٨٢، سنن ابن ماجہ: ١٧٨٢، مسند احمد ج ٢ ص ٣٨٣ طبع قدیم، مسند احمد:٨٩٧٧-ج ١٤ ص ٥٣٣-٥٣٢، مؤسسة الرسالة، بیروت)

کے اونٹ انتہائی فربہ جسامت اس کے پاس آ کر اس کو اپنے پیروں سے روندیں گے، اور جب بکریوں والے نے بکریوں کا حق ادا نہیں کیا ہوگا تو اس کی بکریاں اس کو اپنے کھروں سے روندیں گی اور اس کو اپنے سینگوں سے ماریں گی اور اس کے حق میں سے یہ بھی ہے کہ پانی پلانے کی جگہ پر اس کا دودھ دوہا جائے اور تم میں سے کوئی شخص قیامت کے دن اس حال میں نہ آئے کہ اس کی بکری اس کی گردن پر سوار ہو اور ممیا رہی ہو، پس وہ شخص کہے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! پھر میں کہوں گا کہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، تحقیق میں تبلیغ کر چکا ہوں، اور تم میں سے کوئی شخص اس حال میں نہ آئے کہ اس کا اونٹ اس کی گردن پر سوار ہو اور وہ بلبلا رہا ہو، پس وہ کہے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! پھر میں کہوں گا کہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، تحقیق میں تبلیغ کر چکا ہوں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) الحکم بن نافع ابو الیمان البہرانی الحمصی (٢) شعیب بن ابی حمزہ الحمصی (٣) ابو الزناد ان کا نام عبد اللہ بن ذکوان ہے (٤) عبد الرحمان بن ہرمز (٥) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٦٠)

اس حدیث کی مطابقت باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح ہے کہ اس حدیث میں قیامت کے دن زکوٰۃ نہ دینے والوں کا گناہ بیان کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اونٹوں اور بکریوں کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے، باقی رہا یہ کہ ان کی زکوٰۃ کی کیا مقدار ہے، اس کا بیان دوسری احادیث میں آئے گا۔

مویشیوں کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ جب مویشیوں کو پانی پلانے کے لیے لے جائیں تو گزرنے والوں کو ان کا دودھ نکال کر پلائیں، اور ضرورت مندوں کو ان پر سوار کریں، تاہم اکثر علماء کا یہ مذہب ہے کہ ان حقوق کو ادا کرنا مستحب ہے۔

١٤٠٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي صَالِحِ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَلَمْ يُؤَدِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں ہاشم بن القاسم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان بن عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی صالح السمان از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

زَكٰوتَهٗ، مُثِّلَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ، لَهٗ زَبِيْبَتَانِ، يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَاْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ . يَعْنِيْ شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ، اَنَا كَنْزُكَ، ثُمَّ تَلَا ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ﴾ (آل عمران: ١٨٠) الْاٰيَةَ.

[اطراف الحدیث: ۴۵۶۵۔۴۶۵۹۔۶۹۵۷]

(صحیح مسلم: ۹۸۸، الرقم المسلسل: ۲۲۵۹، السنن الکبریٰ: ۱۱۲۲۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۷۵۶۔ ج ۱۳ ص ۱۷۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

جس شخص کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ مال قیامت کے دن گنجا سانپ بنا دیا جائے گا' اس کی آنکھوں کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں گے' اس سانپ کو اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا' پھر وہ اس شخص کو اپنے جبڑوں سے پکڑے گا' پھر کہے گا: میں تیرا مال ہوں' میں تیرا خزانہ ہوں' پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے مال عطا کیا ہے اور وہ اس میں بخل کرتے ہیں' وہ اس کو بہتر گمان نہ کریں بلکہ وہ ان کے لیے بدتر ہے۔ (آل عمران: ۱۸۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) ہاشم بن القاسم ابو النضر التمیمی اللیثی الکنانی' یہ بغداد میں ۸۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد الرحمان بن عبد اللہ (۴) ان کے والد عبد اللہ بن دینار مولیٰ عبد اللہ بن عمر (۵) ابو صالح' ان کا نام ذکوان ہے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۶۲)

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل اور سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کا نصاب

اس حدیث میں زکوٰۃ نہ دینے پر شدید وعید ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ زکوٰۃ دینا فرض ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مال اور خزانہ کو قیامت کے دن سانپ بنا دیا جائے گا' اس میں یہ ثبوت ہے کہ خارجی چیزیں ایک حقیقت سے دوسری حقیقت میں تبدیل ہو جاتی ہیں' اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں آسان ہے' اس لیے اس کا انکار کرنا درست نہیں ہے' نمک کی کان میں مرا ہوا گدھا نمک بن جاتا ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ لفظ مال سونے اور چاندی اور دیگر ان اجناس کو شامل ہے جن میں زکوٰۃ ہوتی ہے۔

المہلب نے لکھا ہے کہ سونے کی زکوٰۃ کے نصاب کی مقدار میں اس طرح حدیث ثابت نہیں ہے جس طرح چاندی کے نصاب کی مقدار میں حدیث ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۸۹۔۳۸۸)

میں کہتا ہوں کہ چاندی کے نصاب کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل یمن کی طرف فرضیت زکوٰۃ کے متعلق مکتوب بھیجا' اس کے آخر میں یہ مذکور تھا' اس میں چاندی کے نصاب کی صراحت ہے:

اور چاندی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے' اگر اس کے پاس صرف ایک سو نوے درہم ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے سوا اس کے کہ زکوٰۃ دینے والا چاہے۔ (صحیح ابن حبان: ۳۲۶۶)

درج ذیل حدیث میں سونے کے نصاب کی مقدار کی صراحت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے لیے جو مکتوب لکھوایا' اس میں درج ہے:

پس جب سونے کی قیمت دو سو درہم کو پہنچ جائے تو ہر چالیس درہم میں ایک درہم زکوٰۃ ہے۔

(المستدرک: ۱۴۸۶' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۷ھ)

سونے اور چاندی دونوں کے نصاب کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے پاس دوسو درہم ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے تو ان میں پانچ درہم زکوٰۃ ہے اور سونے میں تم پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے حتیٰ کہ تمہارے پاس بیس دینار ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے پس اس میں نصف دینار زکوٰۃ ہے اور جو اس سے زائد مقدار ہو تو اس میں اسی حساب سے زکوٰۃ ہے۔ (سنن ابوداؤد: ١٥٧٣)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ جب سونا بیس مثقال ہو اور اس کی قیمت دوسو درہم ہو تو اس میں نصف مثقال زکوٰۃ فرض ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٦٥)

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی متوفی ١٣٦٧ھ لکھتے ہیں:

سونے کا نصاب بیس مثقال ہے یعنی ساڑھے سات تولے اور چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے یعنی ساڑھے باون تولے۔

(بہار شریعت حصہ ۵ ص ١٩ 'ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٢١٩٣۔٢١٨٦۔ج ٧ ص ٩١٢۔٩٠٧ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: گھوڑوں پر زکوٰۃ میں مذاہب۔

٤ - بَابٌ مَا اُدِّيَ زَكٰوتُهٗ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ

جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ کنز (خزانہ) نہیں ہے

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ.

کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: پانچ اواق (دوسو درہم) سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ١٤٠٥ میں آ رہی ہے۔

١٤٠٤ - وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَقَالَ اَعْرَابِيٌّ اَخْبِرْنِيْ قَوْلَ اللّٰهِ ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (التوبہ: ٣٤). قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَنْ كَنَزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهَا فَوَيْلٌ لَّهٗ، اِنَّمَا كَانَ هٰذَا قَبْلَ اَنْ تُنْزَلَ الزَّكٰوةُ، فَلَمَّا اُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللّٰهُ طُهْرًا لِّلْاَمْوَالِ. [طرف الحدیث: ٤٦٦١] (سنن ابن ماجہ: ١٧٨٧)

اور احمد بن شبیب بن سعید نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از خالد بن اسلم' انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکلے' تو ایک اعرابی نے کہا: مجھے اس آیت کے متعلق خبر دیجئے: وہ لوگ جو سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ (التوبہ: ٣٤) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جس نے ان کو جمع کیا اور ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کی سو اس کے لیے عذاب ہے' اس آیت کا حکم اس وقت تھا جب زکوٰۃ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا' پس جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو اموال کی پاکیزگی کا ذریعہ بنا دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) احمد بن شبیب الحبطی' ابن قانع نے کہا: یہ ٢٢٩ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) ان کے والد شبیب بن سعید ابوسعید الحبطی' یہ ٢٨٦ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) یونس بن یزید الایلی (٤) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (٥) خالد بن اسلم' یہ زید بن اسلم کے بھائی

ہیں' یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں (٦) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٦٧)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت مفہوم مخالف کے اعتبار سے ہے' کیونکہ عنوان ہے: جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ کنز نہیں ہے' اور حدیث میں ہے: جس نے مال جمع کیا اور اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی سو اس کے لیے عذاب ہے' اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جس نے زکوٰۃ ادا کر دی اس کو عذاب نہیں ہوگا۔

زکوٰۃ کی فرضیت کی تاریخ

اس حدیث میں مذکور ہے: جب زکوٰۃ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا' جس اوّل وقت میں زکوٰۃ فرض ہوئی' اس کی تعیین میں اختلاف ہے' اکثر علماء کے نزدیک زکوٰۃ ہجرت کے بعد فرض ہوئی ہے' ایک قول یہ ہے کہ زکوٰۃ ٢ھ میں روزے فرض ہونے سے پہلے فرض ہوئی تھی۔ علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ زکوٰۃ ٩ھ میں فرض ہوئی تھی۔

ان کے اس قول پر ردّ کیا گیا ہے کیونکہ متعدد احادیث میں اس سے پہلے زکوٰۃ کا ذکر ہے' حضرت ابوسفیان رضی اللہ کا ہرقل کے ساتھ جو مکالمہ ہوا تھا' اس میں مذکور ہے کہ آپ ہمیں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ٧) اور یہ ٧ھ کے اوائل کا واقعہ ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے سے مال اور مال دار کا پاک ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو اموال کی پاکیزگی کا ذریعہ بنا دیا۔

کیونکہ زکوٰۃ لوگوں کا میل ہے اسی لیے یہ بنی ہاشم کے لیے جائز نہیں ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ربیعہ بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ صدقہ صرف لوگوں کا میل ہے اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آلِ محمد کے لیے جائز نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ١٠٧٢' سنن ابوداؤد: ٢٩٨٥' سنن نسائی: ٢٦٠٨)

پس جب زکوٰۃ ادا کر دی جائے گی تو مال پاک ہو جائے گا اور زکوٰۃ دینے والا رذائل اخلاق اور بخل سے پاک ہو جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٦٨۔٣٦٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٤٠٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ أَنَّ عَمْرَو بْنَ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ أَخْبَرَهُ، عَنْ أَبِيهِ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن اسحاق نے خبر دی' اوزاعی نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے خبر دی' ان کو عمرو بن یحییٰ بن عمارہ نے خبر دی از والد خود' یحییٰ بن عمارہ بن ابی الحسن کہ انہوں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ اواق (دو سو درہم) سے کم میں صدقہ (زکوٰۃ) نہیں ہے' اور پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور پانچ وسق (تیس من) سے کم غلہ میں صدقہ نہیں ہے۔

[اطراف الحدیث: ١٤٤٧۔١٤٥٩۔١٤٨٤] (صحیح مسلم: ٩٧٩؛ الرقم المسلسل: ٢٢٨٧' سنن ابوداؤد: ١٥٥٨' سنن ترمذی: ٦٢٧۔٦٢٦' سنن نسائی: ٢٤٤٥' سنن ابن ماجہ: ١٧٩٣' مسند الحمیدی: ٧٣٥' السنن الکبریٰ: ٢٢٢٥' المنتقیٰ: ٣٤٠' مسند ابویعلیٰ: ٩٧٩' الکامل لابن عدی ج ٥ ص ١٧٨٩' سنن بیہقی ج ٤ ص ١٣٣' مصنف عبد الرزاق: ٧٢٥٢' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ١١٧' صحیح ابن حبان: ٣٢٦٨' سنن دار قطنی ج ٢ ص ٩٣۔٩٢' مسند احمد

ج ۳ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۳۰- ج ۱۷ ص ۷۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' موطأ امام مالک۔ الزکوٰۃ: ۲-۱' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۱۵۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۲۱۷۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن یزید' یہ اصل میں اسحاق بن ابراہیم بن یزید ہیں' ان کی کنیت ابوالنضر السامی ہے (۲) شعیب بن اسحاق' یہ ۱۸۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی (۴) یحییٰ بن ابی کثیر (۵) عمرو بن یحییٰ بن عمارہ (۶) ان کے والد یحییٰ بن عمارہ بن ابی الحسن المازنی الانصاری (۷) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' ان کا نام سعید بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۶۹)

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''اوقیہ'' کا لفظ ہے' اس کی جمع ''اواقی'' اور یاء کے حذف کے ساتھ ''اواقِ'' ہے' محدثین' فقہاء اور ائمہ لغت کا اس پر اجماع ہے کہ اوقیہ شرعیہ چالیس درہم ہے۔

نیز اس حدیث میں ''ذَوْد'' کا لفظ ہے' اس کا اطلاق تین سے لے کر دس اونٹوں پر ہوتا ہے۔

اس میں ''اوسق'' کا لفظ ہے' یہ ''وسق'' کی جمع ہے' ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع چار کلوگرام کا ہے' لہٰذا پانچ وسق تقریباً ۳۰ من وزن ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۷۲-۳۶۹)

زمین کی پیداوار میں عُشر کے وجوب کے متعلق اختلافِ فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل

اس حدیث میں مذکور ہے: پانچ وسق سے کم غلہ میں صدقہ نہیں ہے' اور صدقہ سے مراد ہے: عُشر (پیداوار کا دسواں حصہ)۔ امام شافعی' امام ابویوسف اور امام محمد کہتے ہیں کہ اگر زمین کی پیداوار پانچ وسق کو پہنچ جائے تب تو اس میں عشر واجب ہوگا ورنہ نہیں۔

اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ زمین کی پیداوار جتنی بھی ہو خواہ قلیل ہو یا کثیر' اس میں عشر دینا واجب ہے بہ شرطیکہ وہ زمین بارش یا چشموں کے پانی سے سیراب ہوتی ہو۔

علامہ نووی نے لکھا ہے: یہ مذہب باطل ہے' احادیث صحیحہ کے منابذ ہے یعنی ان کو ساقط کرنے والا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۴ ص ۲۶۹۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور آثارِ قویہ سے ثابت ہے اور علامہ نووی کا قول باطل ہے۔

قرآن مجید کی آیات درج ذیل ہیں:

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ. (الانعام: ۱۴۱)

درخت جب پھل دے تو اس پھل سے کھاؤ اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پھلوں کی کسی مقدار کو بیان نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ درخت کے پھلوں پر مطلقاً عشر واجب ہے خواہ ان کی مقدار قلیل ہو یا کثیر۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ. (البقرہ: ۲۶۷)

اے ایمان والو! اپنی کمائی سے پاکیزہ چیزوں کو خرچ کرو اور جو کچھ ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے اس میں سے (خرچ کرو)۔

اس آیت میں فرمایا ہے: جو کچھ ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے اور اس کی کسی مقدار کو بیان نہیں فرمایا یعنی زمین سے ہم نے جو کچھ پیدا کیا ہے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرو۔

ان دونوں آیتوں کا مفاد یہ ہے کہ زمین کی پیداوار خواہ قلیل ہو یا کثیر اس میں عشر واجب ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور رہیں احادیث صحیحہ تو وہ درج ذیل ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو کھیت بارش یا چشموں سے سیراب ہو یا وہ کھیت قریب کے پانی سے سیراب ہو اس سے عشر لیا جائے گا اور جو کھیت کنویں کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں سے نصف (پیداوار کا بیسواں حصہ) لیا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۴۸۳، سنن ابوداؤد: ۱۵۹۶، سنن ترمذی: ۶۴۰، سنن نسائی: ۲۴۸۷، سنن ابن ماجہ: ۱۸۱۷، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۰۷، مصنف عبدالرزاق: ۷۲۷۰۔۷۲۶۵)

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جس کھیت کو بارش یا قریبی پانی یا دریا سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۹۵۱۔ ج ۴ ص ۱۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس کھیت کو چشموں سے سیراب کیا جائے یا بارش کے پانی سے اس میں عشر ہے اور جس کھیت کو کنویں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۲۶۳۔ ج ۴ ص ۱۰۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس زمین کو بارش نے سیراب کیا یا چشموں نے اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں سے سیراب کیا گیا اس میں نصف عشر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۲۳۷۔۷۲۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۴۶، مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۴۶۶۶۔ ج ۲۳ ص ۳۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جن کھیتوں کو دریاؤں اور چشموں نے سیراب کیا ہو ان میں عشر ہے اور جن کھیتوں کو کنوؤں سے سیراب کیا گیا ہو ان میں نصف عشر ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۸۱، سنن ابوداؤد: ۱۵۹۷، سنن نسائی: ۶۲۶۸، المنتقیٰ: ۳۴۷، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۰۹، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۳۰، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۳۰، مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۴۶۶۷۔ ج ۲۳ ص ۳۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے اپنی سند کے ساتھ اس باب میں بہ کثرت احادیث و آثار کو روایت کیا ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: جس کھیت کو جاری پانی نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس کھیت کو کنویں کے ڈول سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۳، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج ۳ ص ۱۴۴، ادارۃ القرآن، کراچی)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یمن کی طرف مکتوب لکھا: جس زمین کی گندم، جَو، کھجور اور انگور کو بارش سے سیراب کیا گیا ہو اس میں عشر ہے اور جس کو کنویں سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۴، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۱۴۵، ادارۃ القرآن، کراچی)

الحکم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یمن میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: جس زمین کو بارش نے یا جاری پانی

نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں نے سیراب کیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠١٧٥، مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٠٨٠، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابوالخلیل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنت قرار دیا کہ جس زمین کو یا کھجور کو بارش نے یا چشموں نے یا جاری پانی نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کی رسّی اور ڈول نے سیراب کیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠١٧٦، مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٠٨١، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت علی نے فرمایا: جس زمین کو بارش نے یا جاری پانی نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں نے سیراب کیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠١٧٧، مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٠٨٢، دارالکتب العلمیہ بیروت)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنت قرار دیا جس زمین یا کھجور کو بارش نے یا جاری پانی نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کی رسّی اور ڈول سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠١٧٨، مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٠٨٣، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل یمن کی طرف لکھا: جس زمین کو چشمے نے یا بارش نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں سے سیراب کیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠١٧٩، مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ج ٣ ص ١٤٦، ادارۃ القرآن کراچی)

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: جو کھجور یا کھیت پانی کے قریب ہو اس میں کیا واجب ہے؟ انہوں نے کہا: عشر میں نے کہا: اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں سے سیراب کیا جائے اس میں؟ انہوں نے کہا: نصف عشر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠١٨٢، مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٠٨٧، دارالکتب العلمیہ بیروت)

معمر بیان کرتے ہیں کہ الزہری پھلوں میں وقت مقرر نہیں کرتے تھے اور عشر اور نصف عشر کا فتویٰ دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠١٨٤، مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٠٨٩، دارالکتب العلمیہ بیروت مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ١٤٦، ادارۃ القرآن کراچی)

ہم نے بہ کثرت احادیث صحیحہ اور آثار قویہ نقل کیے ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ جس زمین یا کھیت کو بارش نے یا چشموں نے یا جاری پانی نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہوگا اور ان میں سے کسی حدیث میں زمین کی پیداوار کی مقدار کا تعین نہیں کیا کہ وہ پانچ وسق ہو یا اس سے کم یا زیادہ ہو پس یہ تمام احادیث اور آثار اس پر ناطق اور شاہد ہیں کہ زمین کی پیداوار خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اس میں عشر واجب ہے متعدد صحابہ اور فقہاء تابعین کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ اس میں منفرد نہیں ہیں اگر علامہ نووی کو ان احادیث اور آثار کا علم ہوتا تو وہ کبھی یہ نہ کہتے کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب باطل ہے اور احادیث صحیحہ کو ساقط کرنے والا ہے علامہ نووی جن کے مقلد ہیں وہ کہتے ہیں کہ تمام فقہاء امام ابوحنیفہ کے پروردہ ہیں۔ (میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ١ ص ٨٩) امام شافعی امام ابوحنیفہ کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ منہاج کے حاشیہ میں مذکور ہے کہ امام شافعی نے امام ابوحنیفہ کی قبر کے پاس صبح کی نماز پڑھی تو اس میں دعاء قنوت نہیں پڑھی ان سے پوچھا گیا کہ آپ کا مذہب ہے کہ نماز فجر میں دعاء قنوت پڑھی جائے تو پھر آپ نے کیوں دعاء قنوت نہیں پڑھی؟ تو انہوں نے کہا: امام ابوحنیفہ کے ادب کی وجہ سے۔ (ردالمحتار ج ١ ص ١٣٩، داراحیاء التراث العربی بیروت ١٤١٩ھ)

باب مذکور کی حدیث جس میں یہ ارشاد ہے کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے وہ حدیث اموال تجارت پر محمول ہے کیونکہ

اس وقت پانچ وسق' دوسو درہم کے برابر ہوتے تھے' اس لیے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔

* شرح صحیح مسلم: ۲۱۶۲۔ج ۲ ص ۸۸۹۔۸۸۶ کی شرح میں بھی اس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے' اس شرح کے عنوان ہیں:

① زرعی پیداوار کے نصابِ زکوۃ میں فقہاء کے نظریات ② ائمہ ثلاثہ کا نظریہ ③ امام ابوحنیفہ کا نظریہ۔

ہم نے اپنی اس شرح' نعمۃ الباری میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید میں جس قدر احادیث صحیحہ اور آثارِ قویہ کو پیش کیا ہے' کسی اور کتاب میں اس قدر احادیث اور آثار کو جمع نہیں کیا گیا۔ وللّٰہ الحمد علٰی ذالك.

١٤٠٦ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ سَمِعَ هُشَيْمًا قَالَ اَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ مَرَرْتُ بِالرَّبَذَةِ، فَإِذَا اَنَا بِاَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَقُلْتُ لَهُ مَا اَنْزَلَكَ مَنْزِلَكَ هٰذَا؟ قَالَ كُنْتُ بِالشَّامِ، فَاخْتَلَفْتُ اَنَا وَمُعَاوِيَةُ فِيْ ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (التوبۃ:٣٤) قَالَ مُعَاوِيَةُ نَزَلَتْ فِيْ اَهْلِ الْكِتَابِ، فَقُلْتُ نَزَلَتْ فِيْنَا وَفِيْهِمْ، فَكَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ فِيْ ذٰلِكَ، وَ كَتَبَ اِلٰى عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَشْكُوْنِيْ، فَكَتَبَ اِلَيَّ عُثْمَانُ اَنِ اقْدَمِ الْمَدِيْنَةَ، فَقَدِمْتُهَا، فَكَثُرَ عَلَيَّ النَّاسُ حَتّٰى كَاَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْنِيْ قَبْلَ ذٰلِكَ، فَذَكَرْتُ ذَاكَ لِعُثْمَانَ، فَقَالَ لِيْ اِنْ شِئْتَ تَنَحَّيْتَ، فَكُنْتَ قَرِيْبًا، فَذَاكَ الَّذِيْ اَنْزَلَنِيْ هٰذَا الْمَنْزِلَ، وَلَوْ اَمَّرُوْا عَلَيَّ حَبَشِيًّا لَسَمِعْتُ وَاَطَعْتُ.

[طرف الحدیث:٤٦٦٠] (السنن الکبریٰ:١١٩١٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے ہشیم سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے خبر دی از زید بن وہب' انہوں نے بیان کیا کہ میں ربذہ کے پاس سے گزرا' پس اس وقت میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا' میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو اس جگہ کس چیز نے ٹھہرایا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ میں شام میں تھا' پس میرا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس آیت میں اختلاف ہو گیا: اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ (التوبہ:۳۴) حضرت معاویہ نے کہا: یہ آیت اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی ہے' اور میں نے کہا: یہ آیت ہمارے متعلق بھی نازل ہوئی ہے اور ان کے متعلق بھی نازل ہوئی ہے' پس میرا اور ان کا اس آیت میں اختلاف ہو گیا' اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب بھیج کر میری شکایت کی' پس حضرت عثمان نے میری طرف لکھا کہ میں مدینہ میں آؤں' پس میں مدینہ میں گیا تو بہت لوگ میرے گرد جمع ہو گئے' گویا کہ انہوں نے مجھے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا' میں نے حضرت عثمان سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو حضرت عثمان نے مجھ سے کہا: اگر آپ چاہیں تو مدینہ کے قریب کسی الگ جگہ رہیں' پس اس وجہ سے میں اس جگہ آ کر ٹھہرا' اور اگر مجھ پر کسی حبشی کو امیر بنا دیا جاتا تو میں اس کا بھی حکم سنتا اور اس کی اطاعت کرتا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی' ان کے نام میں اختلاف ہے' ایک قول ہے کہ ان کا نام علی بن ابی ہاشم بن عبد اللہ بن الطبراخ ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام ابوالحسن علی بن مسلم بن سعید الطوسی ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام علی بن عبد اللہ المدینی ہے (۲) ہشیم بن بشیر ابن القاسم بن دینار ہے (۳) حصین بن عبد الرحمان السلمی' ان کی کنیت ابوالہذیل ہے (۴) زید بن وہب ابوسلیمان الہمدانی الجہنی (۵) حضرت ابوذر جندب بن جنادہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۷۷)

ربذہ کا معنی اور حضرت معاویہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما کا اختلاف

ربذہ مدینہ سے تین مراحل دور ایک جگہ ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس جگہ کو صدقہ کے اونٹوں کے لیے مقرر کیا تھا۔

حضرت معاویہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما کا اختلاف' حضرت معاویہ کا نظریہ یہ تھا کہ یہ آیت ان احبار اور رھبان کے متعلق نازل ہوئی ہے جو زکوۃ ادا نہیں کرتے تھے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اس آیت کے عموم سے استدلال کرتے تھے کہ جو شخص بھی یہ مانتا ہو کہ زکوۃ کا ادا کرنا واجب ہے اور پھر وہ زکوۃ ادا نہ کرے' تو اس کو یہ شدید وعید لاحق ہوگی' اس وقت حضرت معاویہ' حضرت عثمان کی طرف سے دمشق کے گورنر تھے' امام ابویعلیٰ کی روایت کے مطابق حضرت ابوذر کے شام جانے کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر سے فرمایا تھا کہ جب مدینہ کے مکان سلع پہاڑ تک پہنچ جائیں تو شام چلے جانا' امام ابویعلیٰ نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوذر' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور حضرت عثمان سے کہا کہ حضرت معاویہ ہمیں ایذاء پہنچاتے ہیں' حضرت عثمان نے کہا: کیا آپ کا یہ گمان ہے کہ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں؟ حضرت ابوذر نے کہا: لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ مقرب وہ شخص ہے جو مجھ سے کیے ہوئے عہد پر قائم رہے' اور میں آپ سے کیے ہوئے عہد پر قائم ہوں' پھر حضرت عثمان نے ان کو یہ حکم دیا کہ وہ شام چلے جائیں' پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ وہاں یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص اس حال میں رات نہ گزارے کہ اس کے پاس ایک دینار یا ایک درہم ہو' سوا اس صورت کے کہ اس نے اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہو یا کسی قرض خواہ کو دینا ہو' پھر حضرت معاویہ نے حضرت عثمان کو لکھا کہ اگر آپ کو کوئی کام ہو تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو بلالیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۷۷-۳۷۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو شہر بدر کرنے کی توجیہ اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کی طرف حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی شکایت لکھ کر بھیجی' اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوذر' حضرت معاویہ پر بہت اعتراضات کرتے تھے اور ان سے بہت اختلاف کرتے تھے اور ان کے لشکر کے لوگ حضرت ابوذر کی باتوں کی طرف میلان رکھتے تھے تو جب حضرت عثمان کو یہ خطرہ ہوا کہ حضرت ابوذر کے شام میں رہنے کی وجہ سے وہاں فتنہ ہوگا تو حضرت عثمان نے حضرت ابوذر کو مدینہ بلالیا' کیونکہ حضرت ابوذر اپنے موقف میں بہت متشدد تھے اور کلمہ حق سنانے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

المهلب نے کہا ہے کہ یہ حضرت معاویہ کی طرف سے حضرت ابوذر کی بہت تعظیم اور توقیر تھی کہ انہوں نے خلیفہ مسلمین سے کہا کہ آپ انہیں بلالیں اور از خود ان سے یہ نہیں کہا کہ آپ شام سے چلے جائیں۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ جب لوگوں نے مدینہ میں حضرت عثمان سے بہ کثرت سوال کیے کہ حضرت ابوذر کو شام سے کیوں بلایا ہے؟ تو حضرت عثمان نے حضرت ابوذر سے کہا: آپ مدینہ کے قریب کسی جگہ چلے جائیں تو حضرت ابوذر ربذہ چلے گئے۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں شدت اختیار کرے۔

نیز امام اور سربراہِ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ جس شخص کے شہر میں رہنے سے فتنہ اور فساد کا خطرہ ہو' اس کو شہر بدر کر دے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی عالم کا امیر شہر سے کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو وہ اس کے خلاف بغاوت نہ کرے اور اس کی اطاعت

کرتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسائل میں اجتہاد اور آراء میں اختلاف جائز ہے' کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ حضرت عثمان اور ان کے حامی دیگر صحابہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ سے یہ نہیں کہا کہ آپ اپنے مؤقف سے پیچھے ہٹ جائیں اور نہ ان سے یہ کہا کہ آپ کا اعتقاد جائز نہیں ہے' کیونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کرتے تھے کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو تو میں وہ سب (اللہ کی راہ میں) خرچ کر دوں سوا تین دینار کے (یعنی تین دینار بھی میرے پاس رہیں' میں اسے پسند نہیں کرتا)' اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قیامت تک مسائل میں اختلاف ہوتا رہے گا اور وہ صرف اجماع سے اٹھ سکتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۹۶۔۳۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٤٠٧ - **حَدَّثَنَا** عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ اَبِى الْعَلَاءِ، عَنِ الْاَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ جَلَسْتُ. ح . وَحَدَّثَنِى اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِى قَالَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْعَلَاءِ بْنُ الشِّخِّيْرِ اَنَّ الْاَحْنَفَ بْنَ قَيْسٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰى مَلَاٍ مِّنْ قُرَيْشٍ، فَجَاءَ رَجُلٌ خَشِنُ الشَّعَرِ وَالثِّيَابِ وَالْهَيْئَةِ، حَتّٰى قَامَ عَلَيْهِمْ، فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بَشِّرِ الْكَانِزِيْنَ بِرَضْفٍ يُحْمٰى عَلَيْهِ فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ، ثُمَّ يُوْضَعُ عَلٰى حَلَمَةِ ثَدْىِ اَحَدِهِمْ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْ نُغْضِ كَتِفِهٖ، وَيُوْضَعُ عَلٰى نُغْضِ كَتِفِهٖ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْ حَلَمَةِ ثَدْيِهٖ، يَتَزَلْزَلُ . ثُمَّ وَلّٰى فَجَلَسَ اِلٰى سَارِيَةٍ، وَتَبِعْتُهٗ وَجَلَسْتُ اِلَيْهِ، وَاَنَا لَا اَدْرِىْ مَنْ هُوَ، فَقُلْتُ لَهٗ لَا اُرَى الْقَوْمَ اِلَّا قَدْ كَرِهُوا الَّذِىْ قُلْتُ ؟ قَالَ اِنَّهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریری نے حدیث بیان کی از ابی العلاء از الاحنف بن قیس' انہوں نے کہا: میں بیٹھا ہوا تھا' (ح) اور مجھے اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابو العلاء بن الشخیر نے حدیث بیان کی کہ الاحنف بن قیس نے ان کو حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا' پس ایک شخص آیا جس کے بال سخت اور کپڑے موٹے تھے اور اس کی شکل معمولی تھی' حتیٰ کہ وہ اس جماعت کے پاس کھڑا ہو گیا' اور ان کو سلام کیا اور کہا: مال جمع کرنے والوں کو یہ خوش خبری سنا دو کہ دوزخ کی آگ میں ایک پتھر گرم کیا جائے گا' پھر اس کو ان میں سے کسی ایک کے پستان کے سر پر رکھ دیا جائے گا' حتیٰ کہ وہ اس کے کندھے کی اوپر والی ہڈی کے پار ہو جائے گا' پھر وہ پتھر اس کے کندھے کی اوپر والی ہڈی پر رکھ دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اس کے پستان کے سر سے نکل جائے گا' پھر وہ پتھر اسی طرح لرزتا رہے گا' پھر اس نے پیٹھ پھیری اور ایک ستون کی طرف بیٹھ گیا' میں اس کے پیچھے آیا اور اس کے پاس بیٹھ گیا اور میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے' میں نے اس سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ تمہاری بات سن کر ناراض ہوئے ہیں' اس نے کہا: یہ بے عقل لوگ ہیں۔

١٤٠٨ - قَالَ لِیْ خَلِیْلِیْ، قَالَ قُلْتُ مَنْ خَلِیْلُكَ؟ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا ذَرٍّ، اَتُبْصِرُ اُحُدًا؟ قَالَ فَنَظَرْتُ اِلَی الشَّمْسِ مَا بَقِیَ مِنَ النَّهَارِ، وَاَنَا اُرٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُرْسِلُنِیْ فِیْ حَاجَةٍ لَّهٗ، قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِیْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا، اُنْفِقُهٗ كُلَّهٗ، اِلَّا ثَلَاثَةَ دَنَانِیْرَ. وَاِنَّ هٰؤُلَاءِ لَا یَعْقِلُوْنَ، اِنَّمَا یَجْمَعُوْنَ الدُّنْیَا، لَا وَاللّٰهِ، لَا اَسْاَلُهُمْ دُنْیَا، وَلَا اَسْتَفْتِیْهِمْ عَنْ دِیْنٍ، حَتّٰی اَلْقَی اللّٰهَ.

(صحیح مسلم: ٩٩٢، الرقم المسلسل: ٢٢٦٩، مسند احمد ج ٥ ص ١٦٩ طبع قدیم، مسند احمد: ٢١٤٨٥۔ ج ٣٥ ص ٣٨٥۔ ٣٨٤، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

مجھ سے میرے محبوب نے کہا: میں نے پوچھا: تمہارا محبوب کون ہے؟ اس نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! کیا تم احد پہاڑ کو دیکھ رہے ہو؟ اس نے کہا: میں نے سورج کی طرف دیکھا کہ دن کا کتنا حصہ باقی ہے اور میرا یہ گمان تھا کہ رسول اللہ ﷺ مجھے کسی کام کے لیے بھیج رہے ہیں، میں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو تو میں تین دینار کے سوا سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں اور یہ لوگ کچھ عقل سے کام نہیں لیتے، یہ صرف دینار جمع کر رہے ہیں، اللہ کی قسم! میں ان سے دنیا کا سوال نہیں کرتا اور نہ ان سے دین کے متعلق کوئی سوال کروں گا حتیٰ کہ میں اللہ سے ملاقات کرلوں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) عیاش بن الولید الرقام البصری (٢) عبدالاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ ابومحمد السامی (٣) سعید بن ابی ایاس الجریری (٤) ابوالعلاء یزید بن عبد اللہ الشخیر المعافری (٥) الاحنف بن قیس (٦) اسحاق بن منصور بن بہرام الکوسج ابویعقوب (٧) ان کے والد عبد الوارث بن سعید بن ذکوان العنبری التیمی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٧٩)

جمہور صحابہ کی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے نظریہ سے مفاہمت نہ کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے زہد کا بیان ہے، حضرت ابوذر کا موقف یہ تھا کہ انسان پر اپنی ضرورت سے زیادہ مال جمع کرنا حرام ہے لیکن یہ حضرت ابوذر کا اجتہاد تھا اور ان کی انفرادی رائے تھی، جمہور صحابہ کا یہ موقف نہیں ہے، اگر انسان پر اپنی ضرورت سے زائد مال جمع کرنا حرام ہو تو پھر زکوۃ ساقط ہو جائے گی کیونکہ جو مال انسان کی ضرورت سے زائد ہو اور وہ نصاب کی مقدار کے برابر ہو تب اس پر زکوۃ فرض ہوگی اور جب وہ مال جمع ہی نہیں کر سکتا تو پھر زکوۃ اس پر کیسے فرض ہوگی، اسی طرح قربانی بھی ساقط ہو جائے گی اور اس پر حج بھی فرض نہیں ہوگا کیونکہ اتنا مال جمع کرنا ہی اس کے لیے جائز نہیں ہوگا، اسی طرح نفلی صدقات بھی ساقط ہو جائیں گے اور چوری اور ڈاکے کی سزاؤں کی بھی ضرورت نہیں رہے گی کیونکہ جب اتنا مال جمع ہی نہیں ہوگا تو پھر کوئی کیسے چوری کرے گا۔ اسی وجہ سے جمہور صحابہ نے حضرت ابوذر کے نظریات کا ساتھ نہیں دیا اور چونکہ حضرت ابوذر اپنے نظریات کا بے دھڑک پرچار کرتے تھے اور اس سے لوگوں میں انتشار ہو رہا تھا، اس لیے حضرت عثمان نے ان سے درخواست کی کہ وہ مدینہ کے قریب کسی الگ تھلگ جگہ چلے جائیں، سو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ربذہ چلے گئے۔

٥ - بَابُ اِنْفَاقِ الْمَالِ فِیْ حَقِّهٖ

مال کو اس کے مصرف میں خرچ کرنا

١٤٠٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی، عَنْ اِسْمَاعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنِیْ قَیْسٌ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل، انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے

رَجُلٍ 'اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا' فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ' وَرَجُلٍ 'اٰتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً' فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا.

ہوئے سنا ہے کہ حسد (یعنی رشک کرنا) صرف دو چیزوں میں مستحب ہے' ایک وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور اسے (اس کے صحیح مصارف میں) خرچ کرنے پر مسلط کر دیا ہو اور ایک وہ شخص جس کو اللہ نے حکمت دی ہو اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور تعلیم دیتا ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٣ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ الرِّيَاءِ فِي الصَّدَقَةِ

صدقہ میں ریاء

ریاء کا معنی ہے: دکھانے کے لیے کوئی کام کرنا' قرآن مجید میں ہے:

الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ (الماعون:٦)

وہ لوگ جو دکھاوا کرتے ہیں ۝

یعنی جب مسلمان نماز پڑھتے ہیں تو منافقین بھی ان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور مسلمانوں کو یہ دکھاتے ہیں کہ وہ بھی مسلمانوں کے طریقہ پر ہیں۔ المغرب میں ہے: جو ریاء کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ ریاء کرے گا' یعنی جو شخص کوئی عمل اس لیے کرتا ہے کہ لوگ اس کے عمل کو دیکھیں تو قیامت کے دن اللہ اس کی ریاء کاری کو مشہور کر دے گا۔ ابو حامد نے کہا ہے کہ ریاء کا لفظ رؤیت سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: کوئی شخص لوگوں کو اپنے نیک کام دکھا کر ان کے دلوں میں اپنی قدر و منزلت پیدا کرے۔

(عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٨٤)

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (البقرة:٢٦٤).

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! احسان جتا کر اور اذیت پہنچا کر اپنے صدقات ضائع نہ کرو' اس شخص کی طرح جو اپنا مال ریاکاری کے لیے خرچ کرتا ہے' وہ نہ اللہ پر ایمان لاتا ہے اور نہ قیامت پر' اس کی مثل اس چکنے پتھر کی طرح ہے' جس پر تھوڑی سی مٹی ہو' پھر اس پر زور کی بارش ہوئی جس نے اس پتھر کو بالکل صاف کر دیا' وہ (ریاکار) اپنی کمائی سے کسی چیز پر قدرت نہیں پائیں گے' اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا ۝ (البقرہ: ٢٦٤)

اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور طعنے دے کر برباد کرنے سے منع فرمایا ہے' جس طرح کوئی شخص ریاکاری اور دکھاوے کے لیے عمل کرتا ہے تو آخرت میں اسے اپنے عمل کا کوئی اجر نہیں ملتا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿صَلْدًا﴾ (البقرة:٢٦٤) لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''صلدًا'' کا معنی ہے: جس پر کوئی چیز نہ ہو۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ ﴿وَابِلٌ﴾ (البقرة:٢٦٥) مَطَرٌ شَدِيْدٌ' وَالطَّلُّ النَّدٰى.

عکرمہ نے کہا: ''وابل'' کا معنی ہے: شدید بارش' اور ''الطل'' کا معنی ہے: شبنم۔

امام بخاری نے اس باب میں ریاء کاری کی مذمت میں صرف قرآن مجید کی آیت پیش کرنے پر اقتصار کیا ہے' جس میں احسان جتانے اور طعنے دینے کو ریاء کاری کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ مشبہ سے اقویٰ ہوتا ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ ریاء کاری' احسان

جتانے اور طعنے دینے سے بھی بڑا گناہ ہے' امام بخاری نے ریاء کاری کی مذمت میں کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ امام بخاری کو ریاء کی مذمت میں اپنی شرائط کے مطابق کوئی حدیث نہ ملی ہو' اور امام بخاری نے صدقہ میں ریاء کا عنوان قائم کر کے اس پر تنبیہ کی ہے کہ اس عنوان کے تحت بہر حال احادیث ہیں' ہم ریاء کی مذمت میں چند احادیث پیش کر رہے ہیں:

ریاء کاری کی مذمت میں احادیث

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے جہاد کے متعلق خبر دیجئے' آپ نے فرمایا: اے عبد اللہ بن عمرو! اگر تم نے صبر کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے جہاد کیا تو اللہ تم کو (قیامت کے دن) اس حال میں اٹھائے گا کہ تم صبر کرنے والے اور ثواب کی نیت کرنے والے ہو گے اور اگر تم نے ریاء اور بڑائی کے حصول کے لیے جہاد کیا تو اللہ تمہیں اس حال میں اٹھائے گا کہ تم ریاء کرنے والے اور بڑائی کو طلب کرنے والے ہو گے' اے عبد اللہ! تم جس حال میں بھی قتال کرو گے' اللہ تمہیں اسی حال میں اٹھائے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۱۹' المستدرک ج ۲ ص ۸۶-۸۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جُب الحزن (غم کا کنواں) سے اللہ کی پناہ طلب کرو' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! جبّ الحزن کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ جہنم کی ایسی وادی ہے جس سے جہنم ہر روز چار سو مرتبہ پناہ طلب کرتی ہے' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! اس میں کون داخل ہو گا؟ آپ نے فرمایا: اسے قرآن کے ان قاریوں کے لیے تیار کیا گیا ہے' جو ریاء کاری کے لیے عمل کرتے ہیں اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض قاری وہ ہیں' جو ظالم حکام سے ملنے کے لیے جاتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۵۶' سنن ترمذی: ۲۳۸۳)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم پر سب سے زیادہ شرکِ اصغر کا خطرہ ہے' میں نے یہ عرض کیا: یارسول اللہ! شرکِ اصغر کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ریاء (دکھانے کے لیے عمل کرنا)' اللہ تبارک وتعالیٰ جس دن بندوں کو ان کے اعمال کی جزاء دے گا' اس دن فرمائے گا: جاؤ! ان سے جزاء لو' جن کو دکھانے کے لیے تم دنیا میں عمل کرتے تھے' پس دیکھو! کیا تم ان کے پاس کوئی جزاء پاتے ہو۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۹' شعب الایمان: ۶۸۳۱' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۰۲)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جہاد کی دو قسمیں ہیں' جس نے اللہ کی رضا جوئی اور امام کی اطاعت کے لیے جہاد کیا' عمدہ مال خرچ کیا' ساتھی سے نرمی برتی اور فساد سے اجتناب کیا' تو اس کی نیند اور بیداری میں بھی اجر ہے اور جس نے فخر کے لیے اور دکھانے اور سنانے کے لیے جہاد کیا اور امام کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد کیا' اس کا معاملہ برابر سرابر بھی نہیں ہو گا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۱۵' المستدرک ج ۲ ص ۱۵)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے اپنی امت پر شرک اور شہوتِ خفیہ کا خطرہ ہے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن وہ سورج یا چاند کی یا پتھر یا بت کی پرستش نہیں کرے گی' بلکہ وہ اپنے اعمال میں ریاء کریں گے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۴' شعب الایمان ج ۵ ص ۳۳۱)

شہوتِ خفیہ سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص صبح کو روزے سے اٹھے گا' پھر اس کو خواہش ہو گی تو وہ روزہ توڑ دے گا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۴) حضرت عبادہ بن الصامت اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ شہوتِ خفیہ سے مراد دنیا میں عورتوں کی خواہش ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۶)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے ریاء کاری سے نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے ریاء کاری سے روزہ رکھا' اس نے شرک کیا اور جس نے ریاء کاری سے صدقہ دیا' اس نے شرک کیا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن جس شخص کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا' وہ مرد ایک شہید ہوگا' اس کو لایا جائے گا' اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتوں کو گنوائے گا جن کا وہ اعتراف کرے گا' اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تو نے ان نعمتوں میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیری خاطر قتال کیا حتیٰ کہ میں شہید ہوگیا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے جھوٹ بولا لیکن تم نے اس لیے قتال کیا تھا کہ تم کو بہادر کہا جائے' سو وہ کہا گیا' پھر اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' اور ایک شخص نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو پڑھایا اور قرآن پڑھا' اس کو لایا جائے گا' اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتیں گنوائے گا' پس وہ ان کا اعتراف کرے گا' اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تم نے ان نعمتوں میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم حاصل کیا اور اس کو پڑھایا اور میں نے تیرا قرآن پڑھا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے جھوٹ بولا لیکن تم نے اس لیے علم حاصل کیا تھا کہ تم کو عالم کہا جائے اور تم نے قرآن پڑھا تا کہ کہا جائے: یہ قاری ہے' سو کہا گیا' پھر اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' اور ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے بہت وسعت دی تھی اور اس کو ہر قسم کا مال عطا کیا تھا' اس کو لایا جائے گا' اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتیں گنوائے گا' جن کا وہ اعتراف کرے گا' اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تم نے ان نعمتوں میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے ہر اس راستے میں مال خرچ کیا جس میں تجھ کو مال خرچ کرنا پسند ہے' میں نے تیری رضا کے لیے خرچ کیا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا' لیکن تو نے اس لیے خرچ کیا تھا تا کہ یہ کہا جائے کہ یہ بہت سخی ہے' سو وہ کہا گیا' پھر یہ حکم دیا جائے گا کہ اس کو منہ کے بل گھسیٹا جائے' پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۹۰۵' سنن نسائی: ۳۱۳۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۲' المستدرک ج ۱ ص ۲۰۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو سنانے سے پہلے تین بار بے ہوش ہوگئے تھے۔ (سنن ترمذی: ۲۳۸۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں تمام شرکاء کے شرک سے مستغنی ہوں' جس نے کسی عمل میں میرے غیر کو شریک کیا' میں اس عمل کو اور اس کے شریک کو چھوڑ دوں گا۔

(صحیح مسلم: ۲۹۸۵' الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۶۹)

٧ - بَابٌ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَدَقَةً مِنْ غُلُوْلٍ، وَلَا يَقْبَلُ إِلَّا مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ

لِقَوْلِهِ ﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ﴾ (البقرۃ:۲۶۳).

اللہ خیانت کے مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا اور اللہ صرف پاکیزہ کمائی سے صدقہ قبول کرتا ہے

کیونکہ قرآن مجید میں ہے: (لوگوں سے) اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف پہنچے اور اللہ بے نیاز اور بہت بردبار ہے ○ (البقرۃ: ۲۶۳)

اس آیت کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی نماز بغیر وضوء کے قبول نہیں ہوتی' اور نہ خیانت کے مال سے صدقہ قبول ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱' صحیح مسلم: ۲۲۴' سنن ابن ماجہ: ۲۷۲)

سود' رشوت اور کسی بھی حرام مال سے صدقہ اور خیرات کرنا' حج کرنا یا کوئی بھی عبادت کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص نے مالِ حرام سے فقیر کو کچھ دیا اور اس میں ثواب کی نیت کی تو وہ کافر ہو گیا اور اگر فقیر کو علم ہو کہ دینے والے نے حرام مال سے اس کو دیا ہے اور اس دینے والے کو دعا دی اور دینے والے نے آمین کہی تو دونوں کافر ہو گئے۔

(ردالمحتار ج ۳ ص ۲۰۲' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نے بھی یہی لکھا ہے۔ (مرقات ج ۴ ص ۳۲' مطبوعہ مکتبہ حقانیہ' پشاور)

امام بخاری نے اس باب کے تحت بھی کوئی حدیث روایت نہیں کی' جس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ ان کو اپنی شرط کے مطابق حدیث نہیں مل سکی' بہرحال اس حدیث کی شرح میں ہم نے سنن ترمذی کے حوالے سے اس کے مناسب حدیث لکھ دی ہے۔

۸ - بَابُ الصَّدَقَةِ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ
پاکیزہ کمائی سے صدقہ کرنا

لِقَوْلِهِ ﴿وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ○ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (البقرة: ۲۷۷ـ۲۷٦).

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گناہ گار کو پسند نہیں کرتا○ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور انہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ دیتے رہے' ان کے لیے ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے' اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے○ (البقرہ: ۲۷۷ـ۲۷۶)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سود اگرچہ بہت زیادہ ہو لیکن اس کا انجام مال کی کمی ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۵۲۸)

امام ابو منصور محمد بن محمد الماتریدی المتوفی ۳۳۳ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں ''یمحق'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ہلاک کرنا' باطل کرنا' باطل کو مٹا دینا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ مال جمع کرنے کا قصد کرتے ہیں اور ان پر بخل غالب ہوتا ہے تاکہ ان کے بعد ان کی اولاد اس مال سے نفع اٹھائے اور اسی وجہ سے وہ لوگوں کو مال کا صدقہ نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور ان کو سود نہ لینے اور صدقہ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ (تاویلات اہل السنہ ج ۲ ص ۱۷۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان مؤمنین کی تعریف کی ہے جو نیک عمل کرتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں' زکوٰۃ ادا کرتے ہیں کہ ان کو آخرت میں کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔

۱۴۱۰ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيرٍ سَمِعَ أَبَا النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِّنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ إِلَّا الطَّيِّبَ، وَإِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يُرَبِّيهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے ابو النضر سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان نے حدیث بیان کی اور وہ عبد اللہ بن دینار ہیں از والد خود از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے پاکیزہ کمائی سے کھجور کے برابر صدقہ کیا اور اللہ صرف پاکیزہ چیز کو قبول کرتا ہے اور بے شک

لِصَاحِبِهٖ، كَمَا يُرَبِّي اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ، حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ.

اللہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے' پھر اس صدقہ کرنے والے کے لیے اس کو بڑھاتا رہتا ہے جیسا کہ کوئی شخص تم میں سے اپنے گھوڑے کے بچہ کو پالتا ہے حتیٰ کہ اس کا وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

تَابَعَهٗ سُلَيْمَانُ عَنِ ابْنِ دِيْنَارٍ، وَقَالَ وَرْقَاءُ عَنِ ابْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَرَوَاهُ مُسْلِمُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ، وَزَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ، وَسُهَيْلٌ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

عبد الرحمان کی متابعت سلیمان نے کی ہے ابن دینار سے اور ورقاء نے کہا از ابن دینار از سعید بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کو مسلم بن ابی مریم نے اور زید بن اسلم نے اور سہیل نے از ابو صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے۔

[طرف الحدیث: ٧٤٣٠] (صحیح مسلم: ١٠١٤' الرقم المسلسل: ٢٣٠٥' سنن ترمذی: ٦٦١' سنن نسائی: ٢٥٢٥' سنن ابن ماجہ: ١٨٤٢' السنن الکبریٰ: ٢٣٠٤' صحیح ابن خزیمہ ج ا ص ١٤٤۔ ١٤٣' الشریعۃ الآجری ص ٣٢١۔ ٣٢٠' کتاب الاسماء والصفات ص ٣٢٨' شرح السنۃ: ١٦٣٢' مسند احمد ج ٢ ص ٥٣٨ طبع قدیم' مسند احمد: ١٠٩٤٥۔ ج ١٦ ص ٥٥١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبد اللہ بن منیر (٢) ابو النضر' ان کا نام سالم بن ابی امیہ ہے' یہ عمر بن عبید اللہ بن معمر کے آزاد کردہ غلام ہیں' القریشی التیمی ہیں (٣) عبد الرحمان بن عبد اللہ بن دینار مولیٰ عبد اللہ بن عمر (٤) ان کے والد عبد اللہ بن دینار ہیں (٥) ابو صالح ذکوان الزیات السمان (٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٨٨)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جس نے پاکیزہ کمائی سے کھجور کے برابر صدقہ کیا۔

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''بعدل تمرۃ''۔ ''عِدل'' کا معنی ہے: جو چیز کسی اور جنس کے برابر ہو' علامہ خطابی نے کہا: جس چیز کی قیمت کھجور کے برابر ہو۔

''کسب طیّب'' جو چیز حلال کمائی سے حاصل ہو' اس کو طیب کہتے ہیں اور جو چیز فی نفسہٖ نجس نہ ہو' اس کو طاہر کہتے ہیں۔

اللہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے: اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں' اللہ تعالیٰ کے لیے دائیں ہاتھ کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضیلت ہوتی ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اچھی طرح قبول فرماتا ہے۔

''فلوّہ'' گھوڑی کا ایک سال کا بچہ جو اپنی ماں کا دودھ چھوڑ کر چارا وغیرہ کھانے لگے۔

حتیٰ کہ وہ صدقہ پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے: یعنی میزان میں بہت ثقیل ہوتا ہے۔

(اعلام السنن ج ا ص ٣٩١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٨ھ)

* حدیث مذکور' شرح صحیح مسلم: ٢٢٣٨۔ ج ٢ ص ٩٣٧ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: مالِ حرام سے صدقہ کرنے کا حکم۔

٩ - بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الرَّدِّ
ردّ کیے جانے سے پہلے صدقہ کرنا

اس باب سے یہ مقصود ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے میں جلدی کرنی چاہیے' ایسا نہ ہو کہ انسان اس وقت صدقہ کرے جب فقراء کو ضرورت نہ ہو اور وہ لینے سے انکار کر دیں۔

١٤١١ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَصَدَّقُوْا' فَاِنَّهٗ يَاْتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ' يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهٖ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَّقْبَلُهَا' يَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْاَمْسِ لَقَبِلْتُهَا' فَاَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِيْ بِهَا.

[اطراف الحدیث: ١٤٢٤-٧١٢٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معبد بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حارثہ بن وہب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم صدقہ کیا کرو کیونکہ تم پر ایسا زمانہ آئے گا کہ تم میں سے کوئی شخص صدقہ لے کر جائے گا اور اس کو کوئی صدقہ قبول کرنے والا نہیں ملے گا' اور وہ آدمی کہے گا: اگر تم کل آتے تو میں یہ صدقہ قبول کر لیتا' رہا آج کا دن تو مجھے اب اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ١٠١١' الرقم المسلسل: ٢٣٠٠' سنن نسائی: ٢٥٥٤' مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٢٣٩' صحیح ابن حبان: ٦٦٧٨' السنن الکبریٰ: ٢٣٣٦' المعجم الکبیر: ٣٢٥٩' مسند احمد ج ٤ ص ٣٠٦ طبع قدیم' مسند احمد: ١٨٧٢٦۔ ج ٣١ ص ٢٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ١٤٠٧' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) آدم بن ابی ایاس (٢) شعبہ بن الحجاج (٣) معبد بن خالد الجدلی کوفی' قصہ گو اور عابد' یہ رات کو قیام کرنے والے تھے' ١١٨ھ میں فوت ہو گئے تھے (٤) حارثہ بن وہب الخزاعی' یہ عبید اللہ بن عمر بن الخطاب کے اخیافی بھائی تھے' ان کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٩١)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ آدمی کہے گا: اگر تم کل آتے تو میں صدقہ قبول کر لیتا۔

اس حدیث میں صدقہ دینے کی ترغیب ہے اور حدیث میں جو ذکر ہے کہ ایسا زمانہ آئے گا جب صدقہ کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ملے گا' ظاہر یہ ہے کہ یہ زمانہ قیامت کے قریب آئے گا۔

١٤١٢ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ' فَيَفِيْضَ' حَتّٰى يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَّقْبَلُ صَدَقَتَهٗ' وَحَتّٰى يَعْرِضَهٗ' فَيَقُوْلَ الَّذِيْ يَعْرِضُهٗ عَلَيْهِ لَا اَرَبَ لِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از عبد الرحمان از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی حتیٰ کہ تمہارے پاس بہ کثرت مال ہو جائے' پس آدمی مال بہائے گا حتیٰ کہ مال دار سوچے گا: کون اس کے صدقہ کو قبول کرے گا حتیٰ کہ وہ کسی پر مال پیش کرے گا تو وہ شخص کہے گا:

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵ میں گزر چکی ہے۔

١٤١٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ النَّبِيْلُ قَالَ اَخْبَرَنَا سَعْدَانُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُجَاهِدٍ حَدَّثَنَا مُحِلُّ بْنُ خَلِيْفَةَ الطَّائِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَجَاءَهُ رَجُلَانِ' اَحَدُهُمَا يَشْكُوا الْعَيْلَةَ' وَالْاٰخَرُ يَشْكُوْا قَطْعَ السَّبِيْلِ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا قَطْعُ السَّبِيْلِ فَاِنَّهُ لَا يَاْتِيْ عَلَيْكَ اِلَّا قَلِيْلٌ' حَتّٰى تَخْرُجَ الْعِيْرُ اِلٰى مَكَّةَ بِغَيْرِ خَفِيْرٍ' وَاَمَّا الْعَيْلَةُ فَاِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُوْمُ' حَتّٰى يَطُوْفَ اَحَدُكُمْ بِصَدَقَتِهٖ' لَا يَجِدُ مَنْ يَّقْبَلُهَا مِنْهُ' ثُمَّ لَيَقِفَنَّ اَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ' لَيْسَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَهٗ حِجَابٌ' وَلَا تَرْجُمَانٌ يُتَرْجِمُ لَهٗ' ثُمَّ لَيَقُوْلَنَّ لَهٗ اَلَمْ اُوْتِكَ مَالًا؟ فَلَيَقُوْلَنَّ بَلٰى' ثُمَّ لَيَقُوْلَنَّ اَلَمْ اُرْسِلْ اِلَيْكَ رَسُوْلًا؟ فَلَيَقُوْلَنَّ بَلٰى' فَيَنْظُرُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ' ثُمَّ يَنْظُرُ عَنْ شِمَالِهٖ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ' فَلْيَتَّقِيَنَّ اَحَدُكُمُ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ' فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ.

[اطراف الحدیث: ۱۴۱۷-۱۵۹۵-۳۵۹۵-۶۰۲۳-۶۵۳۹-۶۵۴۰-۶۵۶۳-۷۴۴۳-۷۵۱۲] (صحیح مسلم: ۱۰۱۶' الرقم المسلسل: ۲۳۱۰' سنن ترمذی: ۲۴۱۵' سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۳-۱۸۵' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۳۰۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

مجھے اس مال کی حاجت نہیں ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم النبیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعدان بن بشر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومجاہد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محل بن خلیفہ الطائی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا' آپ کے پاس دو مرد آئے' ان میں سے ایک تنگ دستی کی شکایت کر رہا تھا اور دوسرا راستہ میں ڈاکے کی شکایت کر رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رہا راستہ میں ڈاکے پڑنا تو تمہارے اوپر تھوڑے عرصہ کے بعد ایسا وقت آئے گا کہ ایک قافلہ مکہ سے بغیر کسی محافظ اور ضامن کے روانہ ہوگا' اور رہی تنگ دستی تو قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم میں سے ایک شخص اپنے صدقہ کو لے کر گھومتا پھرے گا اور اسے اس صدقہ کو قبول کرنے والا کوئی شخص نہیں ملے گا' پھر تم میں سے کوئی شخص اللہ کے سامنے اس طرح کھڑا ہوگا کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوگا اور نہ کوئی ترجمانی کرنے والا ہوگا' پھر اللہ اس سے فرمائے گا: کیا میں نے تم کو مال نہیں دیا تھا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں! پھر اللہ فرمائے گا: کیا میں نے تمہاری طرف رسول نہیں بھیجا تھا؟ وہ شخص کہے گا: کیوں نہیں! پھر وہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو صرف آگ کو دیکھے گا' پھر وہ بائیں طرف دیکھے گا تو صرف آگ کو دیکھے گا' پس تم میں سے ہر شخص کو دوزخ کی آگ سے بچنا چاہیے خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے اور اگر کھجور بھی دستیاب نہ ہو تو کوئی نیک بات کہنے سے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن جعفر الجعفی المسندی (۲) ابوعاصم الضحاک بن مخلد النبیل (۳) سعدان بن بشر الجہنی (۴) ابومجاہد' ان کا نام سعد الطائی ہے (۵) محل بن خلیفہ الطائی (۶) حضرت عدی بن حاتم الطائی رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۹۳)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم میں سے ایک شخص

اپنے صدقہ کو لے کر گھومتا پھرے گا اور اسے اس صدقہ کو قبول کرنے والا کوئی شخص نہیں ملے گا۔

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''العیلۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی شخص کا تنگ دست اور محتاج ہونا' جو شخص اپنے یتیم بچوں کو چھوڑ کر مر جائے' اس کو ''عائل'' کہتے ہیں۔

''قطع السبیل'' ڈاکوؤں کی وجہ سے راستہ کا منقطع ہو جانا۔ ڈاکو وہ ہوتا ہے جو دن دھاڑے ڈاکے ڈالتا ہے اور چور وہ ہوتا ہے جو رات کو چھپ کر مال چراتا ہے' ہمارے زمانہ میں اب چوریاں تقریباً متروک ہو گئی ہیں' اب سر عام شاہراہوں' بھرے پڑے بازاروں' مارکیٹوں اور گلیوں میں ٹی ٹی اور کلاشنکوف دکھا کر لٹیرے لوٹ لیتے ہیں اور مزاحمت کرنے پر فوراً گولی مار دیتے ہیں۔

''العیر'' تجارتی قافلہ' یہ پہلے زمانہ میں اونٹوں اور بیلوں پر مشتمل ہوتا تھا' اب ٹرک اور کنٹینرز پر اور بحری جہازوں کے ذریعہ تجارتی مال ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں۔

''خفیر'' قافلہ کو ڈاکوؤں سے محفوظ رکھنے کے لیے جو محافظ جاتے ہیں' آج کل کنٹینرز کے ساتھ پولیس کے دستے ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں بھی صدقہ کرنے کی ترغیب ہے' اور یہ کہ نیکی کی بات یا نیکی کا کام خواہ کم ہو' اس کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٢٢٤٤۔ ج ٢ ص ٩٤٠۔ ٩٣٩ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان ہیں:

① مسجد میں چندہ کرنا ② بدعت حسنہ پر استدلال۔

١٤١٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوْفُ الرَّجُلُ فِيْهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ، ثُمَّ لَا يَجِدُ اَحَدًا يَاْخُذُهَا مِنْهُ، وَيُرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهُ اَرْبَعُوْنَ امْرَاَةً يَلُذْنَ بِهٖ، مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ، وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: لوگوں کے اوپر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ایک شخص سونے کو صدقہ کرنے کے لیے گھومتا پھرے گا' پھر اسے کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو اس سے وہ سونا لے' اور ایسا شخص دکھائی دے گا کہ اس ایک شخص کی پناہ میں چالیس عورتیں ہوں گی کیونکہ مرد کم ہوں گے اور عورتیں زیادہ ہوں گی۔

(صحیح مسلم: ١٠١٢' الرقم المسلسل: ٢٣٠١' جامع المسانید لابن جوزی: ٣٩٥٦' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن العلاء ابوکریب' یہ ٢٤٨ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) ابواسامہ حماد بن اسامہ اللیثی (٣) برید بن عبد اللہ بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری (٤) ابوبردہ' ان کا نام عامر ہے اور ایک قول کے مطابق الحارث بن ابی موسیٰ الاشعری ہے (٥) حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبد اللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٩٥)

چالیس عورتیں جو ایک مرد کے زیر کفالت ہوں گی' ان کی تفصیل' اس دور کا بیان اور پچاس عورتوں کی حدیث سے تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک مرد کی پناہ میں چالیس عورتیں ہوں گی۔ ان چالیس عورتوں میں اس کی بیویاں' اس کی باندیاں'

اس کی محرم عورتیں اور رشتہ دار عورتیں ہوں گی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں لوگوں کے پاس بہت مال ہوگا اور انہیں زکوٰۃ قبول کرنے والا کوئی نہیں ملے گا' اور یہ اس وقت ہوگا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو اور کفار کو قتل کر چکے ہوں گے' اور روئے زمین پر کوئی کافر نہیں ہوگا' اور اس زمانہ میں آسمان سے زمین کی طرف برکتیں نازل ہوں گی اور لوگ بہت کم ہوں گے اور وہ کسی مال کا ذخیرہ نہیں کریں گے کیونکہ ان کو علم ہوگا کہ عنقریب قیامت آنے والی ہے اور اس وقت زمین کی پیداوار میں بھی برکت ہوگی حتیٰ کہ ایک انار کھا کر پورا گھر سیر ہو جائے گا' اور پہلے بادشاہوں نے زمین میں جو خزانے دفن کیے ہوں گے' زمین ان خزانوں کو اُگل دے گی اور مال اتنا زیادہ ہوگا کہ لوگ اس میں بالکل رغبت نہیں کریں گے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس سے پہلے صحیح البخاری :۸۱ میں یہ حدیث گزری ہے کہ پچاس عورتوں کا ایک منتظم ہوگا' اور اس حدیث میں ہے کہ چالیس عورتوں کا ایک کفیل ہوگا اور یہ تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چالیس عورتوں کے عدد کی تخصیص سے زائد کی نفی نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰ - بَابٌ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ وَالْقَلِيْلِ مِنَ الصَّدَقَةِ

دوزخ کی آگ سے بچو خواہ ایک کھجور کا ٹکڑا صدقہ کر کے اور تھوڑا صدقہ کر کے

﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌO اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ﴾ (البقرہ:۲۶۶_۲۶۵).

اور جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی رضا جوئی اور اپنے دلوں کو مضبوط رکھنے کے لیے خرچ کرتے ہیں' ان کی مثال اونچی زمین پر ایک باغ کی طرح ہے جس پر زوردار بارش ہو تو وہ اپنا پھل دگنا لائے' پھر اگر اس پر زوردار بارش نہ ہو تو اسے شبنم ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھنے والا ہےO کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو اور اس کے نیچے دریا بہ رہے ہوں' اس کے لیے اس باغ میں ہر قسم کے پھل ہوں۔ (البقرہ:۲۶۶_۲۶۵)

اللہ کی رضا جوئی کے لیے صدقہ دینے کی صورتیں

(۱) البقرہ:۲۶۵ میں اللہ کی رضا جوئی اور اپنے دلوں کو اسلام پر مضبوط رکھنے کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو احکامِ شرع پر عمل کرنے کا عادی بنائیں اور اپنے نیک اعمال کو ایسی نیتوں اور ایسے کاموں سے محفوظ رکھیں جن سے وہ نیک اعمال فاسد ہو جائیں' ایسی نیتوں میں ریاء کاری اور دکھاوے کی نیت ہے اور ایسے کاموں میں صدقہ لینے والے پر احسان جتانا اور طعنہ دے کر اسے تکلیف پہنچانا ہے۔

(۲) دل کا ثابت قدم رہنا صرف اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے' جو شخص اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے' اس کا دل اس وقت تک مطمئن اور مضبوط نہیں ہوتا' جب تک اس کا خرچ کرنا محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے نہ ہو' جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کو گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا اور مشرکوں نے کہا کہ ضرور بلال نے ابوبکر پر کوئی احسان کیا ہوگا' جس کا بدلہ اتارنے کے لیے اتنی بھاری قیمت ادا کر کے بلال کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کی مدح میں فرمایا:

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝ (اللیل:٢١-١٩)

اور اس پر کسی کا کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے ۝ وہ صرف اپنے رب کی رضا کے لیے (اپنا مال خرچ کرتا ہے) جو سب سے بلند ہے ۝ اور ضرور وہ عنقریب (اپنے رب سے) راضی ہو گا ۝

(۳) جب انسان بار بار اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرتا ہے تو اللہ کی رضا جوئی اس کی فطرتِ ثانیہ بن جاتی ہے اور اگر کبھی اس سے کسی نیک کام میں غفلت بھی ہو جائے تو اس کا دل فوراً اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور یہی اسلام پر ثابت قدم رہنے کا وہ مرتبہ ہے' جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔

(۴) مخلصین جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو ان کو یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے عمل کو ضائع نہیں کرے گا اور ان کو جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید ہے وہ پوری ہوگی اور مخلصین کا آخرت پر یقین رکھنا ہی اسلام پر ثابت قدمی سے عبارت ہے۔

(۵) مخلصین جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو اپنے مال کو صحیح مصارف میں خرچ کرتے ہیں اور نیکی کے راستہ میں لگاتے ہیں اور خوب چھان بین کر کے اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کا مال کہیں اللہ کی نافرمانی اور کسی گناہ کے کام میں نہ لگ جائے اور یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اسلام پر ثابت قدمی کی نیت سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

صدقہ دینے کے بعد اس پر احسان جتا کر اس کا اجر ضائع کرنے کی مثال

البقرہ:٢٦٦ میں فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو اور اس کے نیچے دریا بہ رہے ہوں' اس کے لیے اس باغ میں ہر قسم کے پھل ہوں' اس کو بڑھاپا آ جائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں تو (اچانک) اس باغ میں گرم ہوا کا ایک بگولہ آئے' جس میں آگ ہو اور وہ جل جائے۔

اس آیت میں صدقہ و خیرات کر کے اس پر احسان جتانے یا طعنہ دے کر اس کے اجر سے محرومی کی مثال ہے کہ جس شخص کا بہت پھل دار باغ ہو وہ جب بوڑھا اور کمانے سے عاجز ہو اور اس پر اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش کا بھی بوجھ ہو تو اس وقت اس کو اس باغ کی بہت سخت ضرورت ہوگی' ایسے میں اگر وہ باغ کسی آگ والے بگولے سے جل جائے تو اس کے نقصان اور محرومی کا کیا عالم ہوگا۔ اسی طرح انسان اللہ کی راہ میں مال خرچ کرے اور فقراء اور مساکین کو صدقہ و خیرات دے اور اس کو یہ امید ہو کہ آخرت میں جب وہ نیک عمل کرنے سے بالکل عاجز ہوگا اور اس کو نیکیوں پر اجر و ثواب کی سخت ضرورت ہوگی اور کہیں اور کسی ذریعہ سے کسی نیکی کے ملنے کا امکان نہیں ہوگا اور اس کی واحد اُمید وہ صدقہ و خیرات ہوں' جو اس نے دنیا میں کیے تھے' پھر اس کو اچانک معلوم ہو کہ اس نے جو ان صدقات پر احسان جتایا تھا اور فقراء کو طعنے دے کر اذیت پہنچائی تھی' اس سے وہ تمام صدقات ضائع ہو چکے ہیں تو اس شخص کی محرومی اور مایوسی کا کیا عالم ہوگا۔ (تبیان القرآن ج ا ص ٩٩٩-٩٩٨' فرید بک اسٹال' لاہور-٢)

١٤١٥ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الْحَكَمُ' هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ سُلَيْمَانَ' عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ' عَنْ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اٰيَةُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو النعمان الحکم نے حدیث بیان کی اور وہ ابن عبد اللہ البصری ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان از ابو وائل از حضرت ابو مسعود رضی اللہ

الصَّدَقَةِ، كُنَّا نُحَامِلُ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيْرٍ، فَقَالُوْا مُرَاءِيْ، وَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ، فَقَالُوْا إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَاعِ هٰذَا، فَنَزَلَتْ ﴿الَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ إِلَّا جُهْدَهُمْ﴾ (التوبہ:٧٩) اَلْاٰيَةَ.

[اطراف الحدیث:١٤١٦-٢٢٧٢-٤٦٦٨-٤٦٦٩]

(صحیح مسلم:١٠١٨، الرقم المسلسل:٢٣١٧، سنن نسائی:٢٥٢٧، سنن کبریٰ:١١٢٢٣، سنن ابن ماجہ:٤١٥٥)

وہ بیان کرتے ہیں کہ جب صدقہ کی آیت نازل ہوئی تو ہم بوجھ اٹھا کر (اُجرت حاصل کرتے) پس ایک شخص آیا اور اس نے بہت زیادہ صدقہ کیا، تو منافقین نے کہا: یہ ریاء کار ہے، پھر ایک شخص آیا جس نے ایک صاع (چار کلوگرام) صدقہ کیا، تو انہوں نے کہا: اللہ اس صاع سے مستغنی ہے، تب یہ آیت نازل ہوئی: جو لوگ ان مسلمانوں کو طعنہ دیتے ہیں جو دل کھول کر صدقہ دیتے ہیں اور ان لوگوں کو جن کو سوائے اپنی محنت مزدوری کے کچھ میسر ہی نہیں۔ (التوبہ:٧٩)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبید اللہ بن سعید بن یحییٰ بن بُرد ابو قدامہ الیشکری، یہ ٢٤١ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) ابو النعمان الحکم بن عبد اللہ الانصاری (٣) شعبہ بن الحجاج (٤) سلیمان بن مہران الاعمش (٥) ابو وائل شقیق بن سلمہ (٦) حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ، ان کا نام عقبہ الانصاری ابدری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٩٨)

منافقین کے استہزاء کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ، اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا کہ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ چالیس اوقیہ سونا لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ایک انصاری مرد ایک صاع غلہ لے کر آئے تو بعض منافقین نے کہا: عبد الرحمان بن عوف تو صرف ریاء کاری اور دکھاوے کے لیے سونا لے کر آئے ہیں اور اس انصاری سے کہا: اللہ اور اس کا رسول اس ایک صاع سے مستغنی ہیں۔

١٤١٦ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ، اِنْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوْقِ، فَتَحَامَلَ، فَيُصِيْبُ الْمُدَّ، وَإِنَّ لِبَعْضِهِمُ الْيَوْمَ لَمِائَةَ أَلْفٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق از حضرت ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیتے تو ہم میں سے ایک شخص بازار کی طرف چلا جاتا اور محنت مزدوری کرتا تو اسے ایک کلوگرام غلہ ملتا، اور آج ان میں سے ایک کے پاس ایک لاکھ درہم ہیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٤١٥ میں گزر چکی ہے۔

١٤١٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَعْقِلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق، انہوں نے کہا: میں نے عبد اللہ بن معقل سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے

يَقُوْلُ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ.

بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دوزخ کی آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے (کے صدقہ) سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤١٣ میں گزر چکی ہے۔

١٤١٨ - **حَدَّثَنَا** بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَتِ امْرَاَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْاَلُ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ، فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا، فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا، وَلَمْ تَاْكُلْ مِنْهَا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَاَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ. [طرف الحدیث:٥٩٩٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم نے خبر دی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ایک عورت داخل ہوئی اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں' اس نے سوال کیا' پس میرے پاس ایک کھجور کے سوا کوئی چیز نہیں تھی' پس میں نے وہ کھجور ہی اس کو دے دی' اس عورت نے اس کھجور کو اپنی دو بیٹیوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور خود اس سے نہیں کھایا' پھر وہ کھڑی ہو کر چلی گئی' پھر نبی ﷺ ہمارے پاس آئے' پس میں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: جو کوئی ان بیٹیوں کی کفالت میں مبتلا ہوتا ہے وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب بن جاتی ہیں۔

(صحیح مسلم: ٢٦٢٩' الرقم المسلسل: ٦٥٧٠' سنن ترمذی: ١٩١٥' الادب المفرد: ١٣٢' سنن بیہقی ج ٧ ص ٤٧٨' شعب الایمان: ١١٠١٩' شرح السنہ: ١٦٨١' مسند احمد ج ٦ ص ٨٨ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٥٧٢۔ ج ٤١ ص ١٢٠' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس عورت نے کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور ان کو اپنی بیٹیوں میں تقسیم کر دیا۔

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

١١ - بَابٌ اَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ، وَصَدَقَةُ الشَّحِيْحِ الصَّحِيْحِ

کون سا صدقہ افضل ہے اور مال کے خواہش مند اور تندرست آدمی کا صدقہ

لِقَوْلِهِ ﴿وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ (المنافقون: ١٠) اَلْاٰيَةَ.

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تم کو عطا کی ہیں اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے۔ (المنافقون: ١٠)

اس آیت میں اس سے ڈرایا ہے کہ انسان صدقہ و خیرات کرنے میں اتنی تاخیر کرے کہ اس کو موت آ جائے اور اس باب کا عنوان ہے: جو انسان تندرست ہو اور مال کا خواہش مند ہو' وہ اپنے نفس سے جہاد کر کے اس خوف سے صدقہ و خیرات کرے کہ کہیں اس کو اچانک موت نہ آ جائے تو ایسے شخص کا صدقہ و خیرات کرنا افضل ہے اور یہ اس آیت اور باب کے عنوان میں مناسبت ہے۔

وَقَوْلِهِ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ يَوْمٌ لاَّ بَيْعٌ فِيْهِ﴾ (البقرة: ۲۵٤) الْآيَةَ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! جو ہم نے تم کو عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں کوئی خرید وفروخت نہیں ہوگی۔ (البقرہ: ۲۵۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ مسلمان اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے اس کی راہ میں خرچ کریں تا کہ وہ اپنے رب کے پاس اپنے اجر کا ذخیرہ کریں اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے کہ جس میں کسی چیز کا کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا' نہ کسی کی دوستی کام آئے گی' نہ کسی کے لیے شفاعت کام آئے گی' یعنی کافروں سے عذاب کے بدلا نہ کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ کسی سے دوستی اور شفاعت ان کے کام آئے گی اور کافر ہی ظالم ہیں۔ اس آیت کی مزید تفسیر ہماری تفسیر 'تبیان القرآن' البقرہ: ۲۵۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

١٤١٩ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ زُرْعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا؟ قَالَ أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ، تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنٰى، وَلَا تُمْهِلَ حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ، قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا، وَلِفُلَانٍ كَذَا، وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ.

[طرف الحدیث: ۲۷۴۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمارہ بن القعقاع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوزرعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا: یارسول اللہ! کون سے صدقہ کا سب سے زیادہ اجر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اس حال میں صدقہ کرو کہ تم تندرست ہو اور مال کے خواہش مند ہو' تمہیں تنگ دستی کا خطرہ ہو اور تم خوش حالی کی اُمید رکھتے ہو اور صدقہ کرنے میں اتنی ڈھیل نہ دو حتیٰ کہ روح تمہارے حلقوم تک پہنچ جائے تو پھر تم اس وقت کہو کہ فلاں کے لیے اتنا ہے اور فلاں کے لیے اتنا ہے اور اب تو فلاں کے لیے ہو ہی جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳۲' الرقم المسلسل: ۲۳۴۴' سنن ابوداؤد: ۲۸۶۵' سنن نسائی: ۲۵۴۲' سنن ابن ماجہ: ۲۷۰۶' الادب المفرد: ۷۷۸' مسند ابویعلیٰ: ۶۰۹۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۱۵۹۔ ج ۱۲ ص ۷۵' موسسة الرسالة' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۶۷۷۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ المنقری (۲) عبدالواحد بن زیاد ابوبشر (۳) عمارہ بن القعقاع ابن شبرمہ (۴) ابوزرعہ' ان کا نام ھرم ہے اور عبدالرحمن اور عمرو کے بھی اقوال ہیں (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۰۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم اس حال میں صدقہ کرو کہ تم تندرست ہو اور مال کے خواہش مند ہو' سو اس حال میں صدقہ کرنے کا زیادہ اجر ہے اور یہی صدقہ دوسرے صدقات سے افضل ہے۔

افضل صدقہ کا مصداق اور صحت اور مال کی خواہش کے وقت صدقہ کی فضیلت کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص آیا' یہ شخص حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں' کیونکہ امام احمد نے روایت کی ہے کہ انہوں نے

سوال کیا تھا: کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: پانی پلانا' تو انہوں نے کہا: یہ مدینہ میں آلِ سعد کی سبیل ہے۔

(مسند احمد ج ٦ ص ٧' المعجم الکبیر: ٦٨٦٣)

آپ نے فرمایا: اس حال میں صدقہ کرو کہ تم تندرست ہو اور مال کے خواہش مند ہو کیونکہ ان دونوں حالتوں میں صدقہ کرنا نفس پر بہت دشوار ہوتا ہے' اسی لیے اس حالت میں صدقہ کرنا سب سے افضل ہے۔

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس وقت صدقہ کرنا سب سے افضل ہے جب تم زندہ اور تندرست ہو اور تمہیں مال کی ضرورت ہو' نہ اس وقت جب تم بیمار ہو اور موت کی دہلیز پر ہو کیونکہ اس وقت تو مال تمہاری ملکیت سے نکل جائے گا اور دوسروں کے متعلق ہو جائے گا اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انسان اپنی زندگی میں ایک درہم خیرات کرے تو وہ موت کے وقت سو درہم خیرات کرنے سے افضل ہے' اس لیے صدقہ کی فضیلت کی یہ شرط ہے کہ انسان صحت مند ہو اور اسے اس مال کی ضرورت ہو' اس وقت اسے اس مال کو خرچ کرنے سے قلق ہوگا کیونکہ اس کو لمبی زندگی کی امید ہوگی اور وہ فقر سے ڈرتا ہوگا۔

(اعلام السنن ج ١ ص ٣٩٣' شرح ابن بطال ج ٣ ص ٤٠٤' ملخصاً)

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ٢٢٧٨۔ ج ٢ ص ٩٥٥ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٠٠٠ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور ہر ایسا باب' ابواب سابقہ کے ساتھ مناسب ہوتا ہے۔

١٤٢٠ - **حَدَّثَنَا** مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ بَعْضَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّنَا أَسْرَعُ بِكَ لُحُوقًا؟ قَالَ أَطْوَلُكُنَّ يَدًا. فَأَخَذُوا قَصَبَةً يَذْرَعُونَهَا، فَكَانَتْ سَوْدَةُ أَطْوَلَهُنَّ يَدًا، فَعَلِمْنَا بَعْدُ أَنَّمَا كَانَتْ طُوْلَ يَدِهَا الصَّدَقَةُ، وَكَانَتْ أَسْرَعَنَا لُحُوقًا بِهِ، وَكَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از فراس از الشعبی از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ سے ملاقات کرے گی؟ آپ نے فرمایا: جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہوں گے' پھر ازواج سرکنڈے سے اپنے ہاتھوں کی پیمائش کرنے لگیں تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سب سے لمبے تھے' پھر ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھوں سے مراد صدقہ کرنا تھی' اور وہ آپ سے سب سے پہلے واصل ہوئی تھیں اور وہ صدقہ کرنے سے محبت کرتی تھیں۔

(صحیح مسلم: ٢٤٥٢' الرقم المسلسل: ٦١٩٩' جامع المسانید لابن جوزی: ٧٢٣٨' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کو صرف امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

امام بخاری کا اپنی روایت میں حضرت زینب کی جگہ حضرت سودہ کا ذکر کرنا

علامہ ابوالحسن علی خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امام بخاری سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ذکر ساقط ہو گیا' صحیح مسلم کی عبارت اس طرح ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پس حضرت زینب کے ہاتھ سب سے لمبے تھے اور وہ صدقہ کرنے سے محبت کرتی تھیں۔

(شرح ابن بطال ج ٣ ص ٤٠٥ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ نووی متوفی ٦٧٦ھ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ اور علامہ عینی متوفی ٨٥٥ھ نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ علامہ نووی کی عبارت اس طرح ہے: امام بخاری نے ''کتاب الزکوٰۃ'' میں ایسی عبارت لکھی ہے جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے آپ سے ملنے والی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تھیں اور یہ وہم بالا جماع باطل ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ١٠ ص ٦٣٨٦)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے لکھا ہے:

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سب سے پہلے آپ کے ساتھ واصل ہوئی تھیں' امام بخاری کی روایت اس کے خلاف ہے' اہل علم کے درمیان معروف ہے کہ ازواجِ مطہرات میں سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش کی وفات ہوئی' علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں بعض راویوں سے غلطی ہوئی' اور امام بخاری پر تعجب ہے کہ وہ اس غلطی پر کیسے متنبہ نہیں ہوئے اور نہ شارحین متوجہ ہوئے اور نہ علامہ خطابی متوجہ ہوئے' کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ سب سے پہلے مجھ سے سودہ ملیں گی' اس میں علوم نبوت ہیں اور یہ ان کا وہم ہے کیونکہ سب سے پہلے حضرت زینب فوت ہوئیں اور حضرت سودہ زندہ رہیں حتیٰ کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ایام میں ٥٤ھ میں فوت ہوئیں۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٢٥ دار المعرفہ بیروت ١٤٢٦ھ)

حافظ بدرالدین عینی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٤٠٦)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واضح معجزہ ہے اور حضرت ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا بیان ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٦١٩٤۔ ج ٦ ص ١٠١٩ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(١) حضرت زینب بنت جحش کی خصوصیات (٢) حضرت زینب بنت جحش کی سوانح (٣) کفو کا لغوی معنی (٤) کفو کا اصطلاحی معنی (٥) کفو کی تحقیق (٦) غیر کفو میں نکاح کی بحث (٧) قرآن مجید سے غیر کفو میں نکاح کے جواز کا بیان (٨) جمہور فقہاء کے نزدیک عام مخصوص عنہ البعض کا حجت ہونا (٩) ''احلّ لکم ما وراء ذالکم'' میں ''ما'' کا عموم (١٠) ''احلّ لکم ماوراء ذالکم'' کے عموم سے فقہاء کا استدلال (١١) ''فانکحوا ما طاب لکم من النساء'' میں ''ما'' کے عموم سے فقہاء کا استدلال (١٢) ''وانکحوا الایامٰی منکم'' (الایۃ) سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال (١٣) غیر کفو میں نکاح کا جواز' سادات کرام کی تعظیم وتکریم کے منافی نہیں ہے (١٤) ''ولا جناح علیکم ان تنکحوھن'' سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال (١٥) آیت تحلیل سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال (١٦) ''ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم'' سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال (١٧) استدلال مذکور پر ایک اعتراض کا جواب (١٨) ''وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ'' سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال (١٩) ''ولعبد مؤمن خیر من مشرک'' سے غیر کفو میں نکاح کے جواز کا جزئیہ (٢٠) ''افنجعل المسلمین کالمجرمین'' سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال (٢١) ''وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین'' سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال (٢٢) عہد رسالت میں غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں میں سے چند نکاحوں کا بیان (٢٣) غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں کی ایک توجیہ کا جواب (٢٤) اسلام میں ذات پات کا امتیاز نہ کرنے پر احادیث (٢٥) اسلام اور اچھے اخلاق کی بناء پر رشتہ دینے کا حکم' عام ازیں کہ کفو ہو یا غیر کفو (٢٦) سیّدات کا غیر فاطمیوں کے ساتھ نکاح کا بیان (٢٧) حضرت سیّدہ ام کلثوم کے حضرت عمر سے نکاح کا بیان (٢٨) حضرت سیّدہ فاطمہ بنت حسین اور حضرت سیّدہ سکینہ بنت حسین کے غیر فاطمی جوانوں سے نکاح کا بیان (٢٩) حسن مثنیٰ کی صاحب زادیوں کے نکاحوں کا بیان (٣٠) سیّدات کے غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں کی توجیہ کا بیان (٣١) نکاح کی وجہ سے عورت کی تذلیل کی تحقیق (٣٢) غیر کفو میں نکاح کے انعقاد کے لیے صرف ولی اقرب کا

راضی ہونا کافی ہے ⑶ اعتبارِ کفو کی روایات کی فنی حیثیت ⑷ تحریم کا مدار اس دلیل پر ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہو ⑸ نکاح غیر کفو میں مذاہب اربعہ ⑹ ہاشمیہ کا غیر ہاشمی سے نکاح کا جزئیہ ⑺ نکاح غیر کفو اور حلالہ کا جزئیہ ⑻ نکاح غیر کفو اور علامہ ابن ہمام ⑼ نکاح غیر کفو میں مصنف کا مؤقف اور حرف آخر۔

* نکاح غیر کفو کی یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ١١٠٥-١٠٢٠ تک پھیلی ہوئی ہے' شرح صحیح مسلم کے چودہ سے زیادہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور مخالفین اس میں مذکور دلائل کے جواب دینے سے الحمدللہ آج تک عاجز رہے ہیں۔

١٢ - بَابُ صَدَقَةِ الْعَلَانِيَةِ — دکھا کر صدقہ دینا

امام بخاری نے اس عنوان کے ثبوت میں کوئی حدیث روایت نہیں کی' صرف درج ذیل آیت پیش کرنے پر اکتفاء کیا ہے:

وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (البقرة: ٢٧٤).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ رات اور دن میں خفیہ اور علانیہ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں تو ان کے رب کے پاس ان کے لیے اجر ہے' نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ (البقرہ: ٢٧٤)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس عنوان کے تحت صرف آیت لکھ کر یہ اشارہ کیا ہے کہ اس مسئلہ میں ان کی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٢٧ ' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

حافظ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: یہ باب اعلانیہ صدقہ کے ذکر میں ہے' امام بخاری نے اس باب میں کوئی حدیث ذکر نہیں کی کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ ان کو اپنی شرط کے مطابق اس موضوع کی کوئی حدیث نہیں ملی' اس لیے انہوں نے اس آیت پر قناعت کر لی۔

(عمدۃ القاری ج ٨ ص ٤٠٨ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

جو صدقہ فرض ہو' اس کو علانیہ اور دکھا کر دینا افضل ہے اور جو صدقہ نفل ہو' اس کو خفیہ طور پر دینا افضل ہے اور جائز دونوں طرح ہے' امام بخاری نے دکھا کر صدقہ دینے کے متعلق احادیث روایت نہیں کیں کیونکہ وہ ان کی شرط کے مطابق نہیں تھیں۔

علانیہ صدقہ کے ثبوت میں احادیث

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم دن کے ابتدائی حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ناگاہ آپ کے پاس لوگوں کی ایک جماعت آئی' جو ننگے پیر' ننگے بدن' گلے میں چمڑے کی عبائیں پہنے ہوئے اور تلواریں لٹکائے ہوئے تھے' ان میں سے اکثر بلکہ سب قبیلہ مضر سے متعلق تھے' ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور متغیر ہو گیا' آپ اندر گئے' پھر باہر آئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی پھر اقامت کہی' آپ نے نماز پڑھائی' پھر خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو' جس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا۔ (النساء: ١) آپ نے یہ آیت پوری پڑھی' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: انسان کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کل قیامت کے لیے کیا بھیج رہا ہے۔ (الحشر: ١٨) لوگ درہم' دینار' اپنے کپڑے' گندم اور جو' ایک صاع (جو چار کلوگرام کے اندازہ کے موافق ہوں) صدقہ کریں' خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو' انصار میں سے ایک شخص تھیلی لے کر آئے' جس کے اٹھانے سے ان کا ہاتھ تھک رہا تھا' اس کے بعد لوگوں کا تانتا بندھ گیا' یہاں تک کہ میں نے کھانے اور کپڑے کے دو ڈھیر دیکھے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا' یوں لگتا تھا جیسے آپ کا چہرہ سونے کا ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کرے' اسے اپنے عمل کا بھی اجر ملے گا اور بعد میں عمل کرنے والوں کا بھی اجر ملے گا اور

ان عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی' اور جس نے اسلام میں کسی بُرے عمل کی ابتداء کی' اسے اپنے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی گناہ ہوگا' اور ان عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(صحیح مسلم: ۱۰۱۷' سنن نسائی: ۲۵۵۴' سنن ابن ماجہ: ۲۰۳)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے سامنے نفلی صدقہ کی اپیل کی اور مسلمانوں نے سب کے سامنے صدقہ وخیرات میں مال دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نفلی صدقہ دکھا کر دینا جائز بلکہ مستحب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چار درہم تھے' انہوں نے ایک درہم رات کو صدقہ کیا اور ایک درہم دن کو صدقہ کیا' ایک درہم چھپا کر صدقہ کیا اور ایک درہم علانیہ صدقہ کیا' تب یہ آیت نازل ہوئی:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً. (البقرہ: ۲۷۴) جو لوگ رات اور دن میں خفیہ اور علانیہ صدقہ کرتے ہیں۔

(المعجم الکبیر: ۱۱۱۶۴' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے' جس کا نام عبدالوہاب بن مجاہد ہے' مجمع الزوائد ج ۶ ص ۳۲۴' دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

صدقہ فرضیہ کو ظاہر کر کے دینا افضل ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مختار ہے' امام طبری نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور قاضی ابویعلیٰ کا بھی یہی مختار ہے' نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ نفلی صدقہ کو خفیہ طریقہ سے دینا افضل ہے اور حضرت ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ نفلی صدقہ کو خفیہ طریقہ سے دینا علانیہ طریقہ سے دینے سے ستر درجہ افضل ہے اور صدقہ فرضیہ کو علانیہ دینا خفیہ طریقہ سے دینے سے پچیس درجہ افضل ہے' زجاج نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں زکوٰۃ کو خفیہ طور پر دینا بھی احسن تھا لیکن اب لوگ بدگمانی کرتے ہیں' اس لیے زکوٰۃ کو ظاہر کر کے دینا افضل ہے' علامہ ابن عربی نے کہا ہے کہ خفیہ اور علانیہ صدقہ کرنے کی ایک دوسرے پر فضیلت کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۶۸۹-۶۸۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

امام بیہقی نے شعب الایمان میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خفیہ عمل' علانیہ سے افضل ہے اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی اقتداء کی جائے' اس کے لیے علانیہ عمل افضل ہے۔ (شعب الایمان: ۷۰۱۲)

حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہر وہ چیز جو اللہ نے تم پر فرض کی ہے اس کا اعلانیہ کرنا افضل ہے۔ (شعب الایمان: ۷۰۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں عید کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر تھا' اور اگر میں کم عمر نہ ہوتا تو میں آپ کے ساتھ نہ ہوتا' آپ اس جھنڈے کے پاس گئے جو کثیر بن الصلت کے گھر پر لگا ہوا ہے' پھر آپ نے خطبہ دیا' پھر آپ خواتین کے پاس گئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے' آپ نے عورتوں کو وعظ کیا اور نصیحت کی اور ان کو صدقہ دینے کا حکم دیا' پس میں نے دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے حضرت بلال کے کپڑے میں صدقہ ڈال رہی تھیں۔ صحیح البخاری: ۹۸ میں ہے کہ عورتیں اس کپڑے میں اپنے کانوں کی بالیاں اور انگوٹھیاں ڈال رہی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۹۷۸-۹۷۷-۹۸' صحیح مسلم: ۸۸۴' سنن ابوداؤد: ۱۱۴۱)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ خواتین نے عید کے اجتماع میں سب کے سامنے صدقہ دیا اور یہ علانیہ صدقہ کرنے کی واضح دلیل ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو نمبر: ۷۳۲۴-۵۸۸۳-۵۸۸۱-۵۸۸۰-۴۸۹۵-۱۴۴۹-۱۴۳۱-۹۸۹-۹۷۹-۹۷۷-

۹۷۵-۹۶۴-۹۶۲' اور ۸۶۳۔۳ پر بھی روایت کیا ہے اور کسی جگہ اس حدیث سے علانیہ صدقہ کرنے پر استدلال نہیں کیا حالانکہ یہ استنباط بالکل ظاہر ہے اور امام بخاری بہت خفی مسئلہ کا بھی حدیث سے استنباط کر لیتے ہیں' نجانے اس طرف ان کی توجہ کیوں نہیں گئی اور نہ بخاری کے مشہور شارحین میں سے علامہ خطابی' علامہ ابن بطال' علامہ ابن جوزی' علامہ عسقلانی اور علامہ عینی نے اس طرف توجہ کی' یہ اللہ تعالیٰ کا اس گناہ گار' کم علم اور ناکارہ پر خصوصی کرم ہے کہ اس نے میرے ذہن کو علانیہ صدقہ پر استدلال کرنے کے لیے اس حدیث کی طرف متوجہ کیا۔ وللّٰہ الحمد.

۱۳ - بَابُ صَدَقَةِ السِّرِّ — خفیہ طور پر صدقہ کرنا

امام بخاری نے اس باب کے عنوان کو ثابت کرنے کے لیے ایک حدیث معلق اور قرآن مجید کی ایک آیت کا ذکر کیا ہے:

وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا' حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا صَنَعَتْ يَمِيْنُهُ.

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور وہ شخص جس نے خفیہ طریقہ سے صدقہ کیا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتا نہیں چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا کیا ہے۔

اس تعلیق کے موافق متصل حدیث' صحیح البخاری: ۱۴۲۳' میں عنقریب آرہی ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (البقرہ: ۲۷۱).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم ان (صدقات) کو علانیہ دو تو یہ کتنی ہی اچھی بات ہے اور اگر ان کو مخفی رکھو اور فقراء کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ (البقرہ: ۲۷۱)

خفیہ طور پر صدقہ دینے کی فضیلت میں دیگر احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا تو وہ ہلنے لگی' پھر اللہ نے پہاڑوں کو پیدا فرمایا اور ان کو زمین کے اوپر نصب کر دیا تو پھر زمین ٹھہر گئی' فرشتوں کو پہاڑوں کی تخلیق پر تعجب ہوا اور پوچھا: یا اللہ! کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! لوہا' فرشتوں نے پوچھا: کیا کوئی چیز لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! پانی' فرشتوں نے پوچھا: کیا کوئی چیز پانی سے بھی زیادہ سخت ہے' فرمایا: ہاں! ہوا' فرشتوں نے پوچھا: کیا کوئی چیز ہوا سے بھی سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! وہ ابن آدم جو اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ کرتا ہے اور اسے بائیں ہاتھ سے بھی چھپا کر رکھتا ہے (یہ عمل ہوا سے بھی زیادہ سخت ہے)۔ (سنن ترمذی: ۳۳۶۹' شعب الایمان: ۳۴۴۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پوشیدہ طریقہ سے صدقہ دینا رب کے غضب کو بجھا دیتا ہے' اور صلہ رحم (رشتہ داری نبھانا) عمر میں اضافہ کرتا ہے اور نیکی کا فعل بُری موت سے بچاتا ہے۔ (شعب الایمان: ۳۴۴۲)

۱۴ - بَابُ اِذَا تَصَدَّقَ عَلٰى غَنِيٍّ وَّهُوَ لَا يَعْلَمُ — جب لاعلمی میں کسی غنی پر صدقہ کیا گیا

۱۴۲۱ - **حَدَّثَنَا** اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں

وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ، فَوَضَعَهَا فِيْ يَدِ سَارِقٍ! فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ عَلٰى سَارِقٍ، فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِيْ يَدَيْ زَانِيَةٍ، فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى زَانِيَةٍ! فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، عَلٰى زَانِيَةٍ؟ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ، فَوَضَعَهَا فِيْ يَدِ غَنِيٍّ، فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ عَلٰى غَنِيٍّ! فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، عَلٰى سَارِقٍ، وَعَلٰى زَانِيَةٍ، وَعَلٰى غَنِيٍّ، فَاُتِيَ فَقِيْلَ لَهٗ اَمَّا صَدَقَتُكَ عَلٰى سَارِقٍ فَلَعَلَّهٗ اَنْ يَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهٖ، وَاَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا اَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا، وَاَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهٗ يَعْتَبِرُ، فَيُنْفِقُ مِمَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ.

نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی نے کہا: میں ضرور صدقہ کروں گا' وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا' پھر اس کو ایک چور کے ہاتھ پر رکھ دیا' صبح کو لوگوں نے کہا: ایک چور پر صدقہ کیا گیا ہے' اس آدمی نے کہا: اللہ کے لیے حمد ہے' میں ضرور صدقہ کروں گا' پھر وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا' پھر اس کو ایک زانیہ کے ہاتھوں پر رکھ دیا' پھر صبح کو لوگوں نے کہا: زانیہ پر صدقہ کیا گیا ہے' اس نے کہا: اے اللہ! زانیہ پر صدقہ کی وجہ سے تیرے لیے حمد ہے' میں ضرور صدقہ کروں گا' پھر وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا اور اس کو ایک غنی کے ہاتھ پر رکھ دیا' پھر صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ غنی پر صدقہ کیا گیا ہے' اس نے کہا: چور پر اور زانیہ پر اور غنی پر صدقہ کی وجہ سے تیرے لیے حمد ہے' پھر اس نے غیب سے آواز سنی: تم نے جو چور پر صدقہ کیا تھا تو ہوسکتا ہے کہ وہ چوری سے باز آجائے اور تم نے جو زانیہ پر صدقہ کیا تھا تو ہوسکتا ہے کہ وہ زنا سے باز آجائے اور تم نے جو غنی پر صدقہ کیا تھا تو ہوسکتا ہے کہ وہ عبرت حاصل کرے اور وہ اس مال سے صدقہ کرے جو اللہ نے اس کو عطا کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۲۲' الرقم المسلسل: ۲۲۵۱' صحیح ابن حبان: ۳۳۵۶' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۹۱' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۲۸۲۔ ج ۱۴ ص ۳۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۰۴۲' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا تو اس کو ایک غنی کے ہاتھ پر رکھ دیا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں تین قسم کے لوگوں کو صدقہ دینے کا ذکر ہے' پھر غنی کی کیا خصوصیت ہے کہ عنوان میں اس کا ذکر کیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غنی پر صدقہ کرنا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے حتیٰ کہ اس نے غنی کو فقیر گمان کر کے اس کو زکوٰۃ دے دی' پھر اس کو معلوم ہوا کہ یہ شخص غنی تھا تو بعض فقہاء کے نزدیک وہ اپنی زکوٰۃ دہرائے گا اور جو فقیر چور ہو یا زانیہ ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا بالاتفاق جائز ہے۔

حدیث میں مذکور بعض جملوں کی وضاحت اور لاعلمی میں غیر مستحق کو زکوٰۃ ادا کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس نے چور کے ہاتھ پر زکوٰۃ رکھ دی: یہ اس پر محمول ہے کہ اس کو معلوم نہیں تھا کہ یہ چور ہے۔

صبح کو لوگوں نے کہا کہ چور پر صدقہ کیا گیا ہے: یعنی ان لوگوں نے کہا جن کے درمیان وہ شخص رہتا تھا۔

اس نے کہا: اے اللہ! تیرے لیے حمد ہے: اس نے یہ جملہ یا تو بہ طور انکار کہا یا بہ طور تعجب کہا' اس نے اس وجہ سے اللہ کا شکر ادا کیا کہ لاعلمی میں اس نے چور سے بدتر شخص کے ہاتھ پر صدقہ نہیں رکھا یا اس کو تعجب ہوا کہ میں نے کس کے ہاتھ میں لاعلمی میں صدقہ رکھ دیا اور اللہ کی حمد کی کہ وہ لاعلمی کے عیب سے پاک ہے۔

اے اللہ! زانیہ پر صدقہ کرنے کی وجہ سے تیری حمد ہے: اس کو تعجب ہوا کہ میں نے لاعلمی میں زانیہ کے ہاتھ پر صدقہ رکھ دیا اور اس نے اللہ کی حمد اس لیے کی کہ یہ میرا ارادہ نہیں تھا کہ میں زانیہ کو صدقہ دوں' یہ اللہ کا ارادہ تھا اور اللہ کا ہر کام عمدہ اور قابل تعریف ہوتا ہے' وہ کفار اور فساق اور فجار کا بھی رب ہے' ان کو بھی روزی دیتا ہے۔

اس نے غیب سے آواز سنی: ہوسکتا ہے' اس نے خواب میں یہ آواز سنی ہو یا بیداری میں ھاتف کی آواز سنی ہو' یا اس کو اس زمانے کے نبی نے خبر دی ہو یا کسی عالم نے فتویٰ دیا ہو۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی کو فقیر سمجھ کر اس کو زکوٰۃ دی ہو' بعد میں معلوم ہو جائے کہ وہ شخص غنی تھا تو اس کی زکوٰۃ ادا ہو گئی اور اس پر اعادہ واجب نہیں ہے' حسن بصری اور ابراہیم النخعی کا بھی یہی موقف ہے' امام ابو یوسف اور امام شافعی کا موقف یہ ہے کہ اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی اور اس پر دوبارہ زکوٰۃ دینا لازم ہے اور حدیث سے امام اعظم کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٤١٣۔ ٤١٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٥ - بَابٌ اِذَا تَصَدَّقَ عَلٰی اِبْنِهٖ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ

جب کسی شخص نے لاعلمی میں اپنے بیٹے کو زکوٰۃ دے دی

١٤٢٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْجُوَيْرِيَةِ اَنَّ مَعْنَ بْنَ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَبِيْ وَجَدِّيْ، وَخَطَبَ عَلَيَّ فَاَنْكَحَنِيْ، وَخَاصَمْتُ اِلَيْهِ وَكَانَ اَبِيْ يَزِيْدُ اَخْرَجَ دَنَانِيْرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا، فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَجِئْتُ فَاَخَذْتُهَا، فَاَتَيْتُهٗ بِهَا، فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا اِيَّاكَ اَرَدْتُ، فَخَاصَمْتُهٗ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَكَ مَا نَوَيْتَ يَا يَزِيْدُ، وَلَكَ مَا اَخَذْتَ يَا مَعْنُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالجویرہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ میں نے اور میرے باپ اور دادا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی اور آپ نے میری منگنی کی اور میرا نکاح کر دیا اور میں نے آپ کے پاس یہ مقدمہ کیا کہ میرے باپ یزید چند دینار لے کر صدقہ کرنے کے لیے نکلے' انہوں نے مسجد کے پاس ایک شخص کے ہاتھ پر وہ دینار رکھ دیئے' پس میں آیا تو میں نے وہ دینار لے لیے' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے تمہارا ارادہ نہیں کیا تھا' پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یہ مقدمہ پیش کیا تو آپ نے میرے والد سے فرمایا: اے یزید! تم کو اسی کا اجر ملے گا جس کی تم نے نیت کی ہے اور اے معن! تم نے جو لے لیا' وہ تمہارا ہے۔

(سنن دارمی: ١٦٤٥' مشکل الآثار: ٤٥٣٣' المعجم الکبیر: ١٠٧٠۔ ج ١٩' سنن بیہقی ج ٧ ص ٣٤' مسند احمد ج ٣ ص ٤٧٠ طبع قدیم' مسند احمد: ١٥٨٦٠۔ ج ٢٥ ص ١٩١' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ٦٨٦٨)

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن یوسف الفریابی (٢) اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی (٣) ابوالجویریہ حطان بن جفاف الجرمی (٤) معن بن یزید۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٤١٤)

رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بیٹے اور باپ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے' جب کہ زکوٰۃ دینے والے پر ان کا نفقہ لازم ہو' البتہ ان کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے اور اس حدیث میں نفلی صدقہ مراد ہے۔

باقی ضرورت مند رشتہ دار جن کا خرچ زکوٰۃ دینے والے پر لازم نہیں ہے' ان کے متعلق اختلاف ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے' عطاء' قاسم' سعید بن المسیب' امام ابوحنیفہ' الثوری' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے' حسن بصری اور طاؤس نے کہا ہے کہ اپنے رشتہ داروں کو بالکل زکوٰۃ نہ دے' امام مالک نے کہا ہے کہ اپنے کسی رشتہ دار کو زکوٰۃ کے ساتھ مخصوص کرنا مکروہ ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦ - بَابُ الصَّدَقَةِ بِالْيَمِيْنِ

دائیں ہاتھ سے زکوٰۃ دینا

١٤٢٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ إِمَامٌ عَدْلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ، اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّيْ أَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ، فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے خبیب بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی از حفص بن عاصم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: سات آدمیوں کو اللہ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہوگا: (۱) امام عادل (۲) وہ جوان جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھا (۳) وہ آدمی جس کا دل مسجد میں معلق رہا (۴) وہ دو آدمی جو اللہ کی محبت میں اکٹھے ہوئے اور اس کی محبت میں الگ ہوئے (۵) وہ آدمی جس کو ایک مقتدر اور حسین وجمیل عورت نے گناہ کی دعوت دی' تو اس نے کہا: میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ آدمی جس نے چھپا کر صدقہ دیا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتا نہیں چلا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے (۷) جس شخص نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا حتیٰ کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۶۰ میں گزر چکی ہے۔

١٤٢٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَصَدَّقُوْا، فَسَيَأْتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ، يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ، فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الجعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے معبد بن خالد نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت حارثہ بن وہب الخزاعی رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: صدقہ کرو' پس عنقریب تم پر ایسا زمانہ

لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْاَمْسِ لَقَبِلْتُهَا مِنْكَ، فَاَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهَا.

آئے گا کہ ایک آدمی اپنا صدقہ لے کر کسی کے پاس جائے گا تو وہ شخص کہے گا: اگر تم کل آتے تو میں اس کو قبول کر لیتا' رہا آج کا دن تو مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۱۱ میں گزر چکی ہے' تاہم یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اس میں دائیں ہاتھ سے صدقہ دینے کا ذکر نہیں ہے۔

۱۷ - بَابُ مَنْ اَمَرَ خَادِمَهُ بِالصَّدَقَةِ وَلَمْ يُنَاوِلْ بِنَفْسِهِ

جس نے اپنے خادم کو صدقہ دینے کا حکم دیا اور خود صدقہ نہیں دیا

وَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ.

اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ وہ بھی صدقہ دینے والوں میں سے ایک ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث متصل' صحیح البخاری: ۱۴۳۲ میں عنقریب آ رہی ہے۔

۱۴۲۵ - **حَدَّثَنَا** عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا، غَيْرَ مُفْسِدَةٍ، كَانَ لَهَا اَجْرُهَا بِمَا اَنْفَقَتْ، وَلِزَوْجِهَا اَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ، لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ اَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا.

[اطراف الحدیث: ۱۴۳۷-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۲۰۶۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از شقیق از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے گھر کا طعام خرچ کرے' اس حال میں کہ وہ خاوند کا گھر برباد کرنے والی نہ ہو' تو جو کچھ وہ خرچ کرے گی اسے بھی اس کا اجر ملے گا اور اس کے خاوند کو بھی کمانے کا اجر ملے گا اور طعام کی حفاظت کرنے والے کو بھی اس کا اجر ملے گا اور کسی کے اجر کی وجہ سے دوسرے کا اجر کم نہیں ہو گا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۲۴' الرقم المسلسل: ۲۳۲۶' سنن ابوداؤد: ۱۶۸۵' سنن ترمذی: ۶۷۲' سنن کبریٰ: ۹۱۹۷' سنن ابن ماجہ: ۲۲۹۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۵۸۲' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۹۲' مسند الحمیدی: ۲۷۶' شرح السنہ: ۱۶۹۲' مسند ابویعلیٰ: ۴۳۵۹' صحیح ابن حبان: ۳۳۵۸' المعجم الاوسط: ۲۷۶۰' مسند احمد ج ۶ ص ۴۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۱۷۱- ج ۴۰ ص ۲۰۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۷۵۰۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: طعام کی حفاظت کرنے والے (یعنی خادم) کو بھی اس کا اجر ملے گا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عنوان میں یہ قید ہے کہ جس نے اپنے خادم کو صدقہ دینے کا حکم دیا اور حدیث میں حکم دینے کی قید کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ خادم اور خازن امین ہوتا ہے اور اس کو مالک کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرنے کی ممانعت ہوتی ہے اور یہ چیز مسلمانوں کے دستور اور عرف سے معلوم ہے' اسی طرح عورت بھی خاوند کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرنے کی مجاز نہیں ہے۔

١٨ - بَابٌ لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى

وہی صدقہ مقبول ہے جس کے بعد صدقہ دینے والا غنی رہے

وَمَنْ تَصَدَّقَ وَهُوَ مُحْتَاجٌ، أَوْ أَهْلُهُ مُحْتَاجٌ، أَوْ عَلَيْهِ دَيْنٌ، فَالدَّيْنُ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى مِنَ الصَّدَقَةِ وَالْعِتْقِ وَالْهِبَةِ، وَهُوَ رَدٌّ عَلَيْهِ، لَيْسَ لَهُ أَنْ يُتْلِفَ أَمْوَالَ النَّاسِ.

اور جس آدمی نے اس حال میں صدقہ دیا کہ وہ ضرورت مند تھا یا اس کے گھر والے ضرورت مند تھے یا وہ مقروض تھا تو قرض اس کا مستحق ہے کہ صدقہ کرنے کے بجائے قرض ادا کیا جائے اور اگر اس نے اس حال میں غلام آزاد کیا یا کسی کو کچھ ہبہ کیا تو وہ اس کو واپس دیا جائے گا اور اس کو لوگوں کا مال ضائع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اس تعلیق میں اس حدیث کے عنوان کی امام بخاری نے شرح کی ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللّٰهُ.

اور نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ضائع کرنے کے لیے لوگوں کے مال لیے اللہ اس کو ضائع کر دے گا۔

امام بخاری نے اس عنوان کی شرح کے لیے پانچ احادیث معلقہ ذکر کی ہیں اور یہ ان میں سے پہلی معلق حدیث ہے' اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ادائیگی کی نیت سے لوگوں کے اموال لیے' اللہ اس کی طرف سے ادا کر دے گا اور جس نے ضائع کرنے کے لیے لوگوں کے اموال لیے' اللہ اس کو ضائع کر دے گا۔

(صحیح البخاری: ٢٣٨٧' سنن ابن ماجہ: ٢٤١١)

إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَعْرُوفًا بِالصَّبْرِ، فَيُؤْثِرَ عَلَى نَفْسِهِ، وَلَوْ كَانَ بِهِ خَصَاصَةٌ، كَفِعْلِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ حِينَ تَصَدَّقَ بِمَالِهِ.

سوا اس صورت کے کہ وہ شخص صبر کرنے میں مشہور ہو' پس وہ اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دے خواہ اس کو خود ضرورت ہو جیسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام مال کو صدقہ کر دیا تھا۔

تمام مال صدقہ کرنے کی تحقیق

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام مال کو صدقہ کر دیا تھا' کیونکہ وہ اپنے توکل کی قوت سے غنی تھے' حضرت ابو بکر کا اپنے تمام مال کو صدقہ کرنے کا واقعہ سیرت کی کتب میں مشہور ہے اور اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کرنے کا حکم دیا اور اتفاق سے اس وقت میرے پاس مال تھا' میں نے دل میں کہا: اگر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سبقت کر سکتا ہوں تو آج سبقت کر لوں گا' میں آپ کے پاس آدھا مال لے کر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی رکھا ہے؟ پس میں نے کہا: میں نے ان کے لیے اتنا ہی مال باقی رکھا ہے' اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنا کل مال لے کر آ گئے' تو آپ نے پوچھا: اے ابو بکر! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی رکھا ہے' پس حضرت ابو بکر نے کہا: میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو باقی رکھا ہے' تب میں نے اپنے دل میں کہا: میں ان سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔

(سنن ابو داؤد: ١٦٧٨' سنن ترمذی: ٣٦٧٥' سنن دارمی: ١٦٦٠' المستدرک ج ١ ص ٤١٤' سنن بیہقی ج ٤ ص ١٨١' مشکوٰۃ: ٦٠٢١' کنز العمال: ٣٥٦١١)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

جمہور نے کہا ہے کہ جب انسان تندرست ہو' اور اس کی عقل صحیح ہو' اور اس پر قرض نہ ہو' اور وہ صبر کرنے والا ہو' اس کے اہل و عیال نہ ہوں یا اگر ہوں تو وہ بھی صبر کرنے والے ہوں اور پھر وہ اپنے تمام مال کو صدقہ کر دے تو جائز ہے' اور اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو پھر اس کا تمام مال صدقہ کرنا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کا کل مال قبول فرما لیا تھا اور ان پر انکار نہیں کیا اور نہ ان کے مال کو رد کیا۔

اور یہ امام مالک کا' امام ابوحنیفہ کا' امام شافعی کا اور جمہور کا قول ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ قول مردود ہے' اس میں سے کوئی چیز جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے غلمان بن سلمہ پر ان کی ان ازواج کو لوٹا دیا تھا جن کو انہوں نے طلاق دے دی تھی اور اپنے مال کو اپنے بیٹوں پر تقسیم کر دیا تھا' حضرت عمر نے ان سب کو رد کر دیا تھا۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ تہائی مال تک صدقہ کرنا جائز ہے اور باقی دو تہائی کو واپس کیا جائے گا' اور انہوں نے حضرت کعب بن مالک کی حدیث سے استدلال کیا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے صدقہ میں سے تیسرے حصہ کو قبول کیا تھا اور باقی کو مسترد کر دیا تھا۔

امام طبری نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جب انسان کا بدن تندرست ہو اور اس کی عقل صحیح ہو تو اس کا تمام مال کو صدقہ کرنا صحیح ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو ان کے تمام مال کے صدقہ کرنے کی اجازت جو دی تھی تو اس میں آپ نے اپنی امت کو یہ خبر دی ہے کہ تمام مال کو صدقہ کرنا جائز ہے اور مذموم نہیں ہے' اور آپ نے حضرت کعب بن مالک اور حضرت ابولبابہ کے تمام مال کے صدقہ کو جو رد کر دیا تھا اور ان کو صرف تہائی مال کے صدقہ کرنے کا جو حکم دیا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے یہ تعلیم دی تھی کہ تمام مال کو صدقہ کرنا مستحب ہے' ممنوع نہیں ہے کیونکہ ہر وہ شخص جس کے پاس مال ہو' اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی تمام ضروریات میں اور اپنی جائز خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے اپنے تمام مال کو خرچ کرے لیکن اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اس کی راہ میں اپنا تمام مال خرچ کرنا اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لیے تمام مال کو خرچ کرنے سے بہتر اور افضل ہے۔

جو شخص اپنے نفس کے ساتھ ایثار کر سکتا ہو اور اس کو معلوم ہو کہ فقر و فاقہ پر صبر کرے گا اور اس کے اہل بھی صبر کر لیں گے' اس کے لیے اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دینا مباح ہے اور اس کے لیے خود محتاج ہونے کے باوجود صدقہ کرنا جائز ہے' جیسے حضرت ابوبکر صدیق نے کیا تھا اور انصار نے مہاجرین کے لیے ایثار کیا تھا اور اگر اس کو معلوم ہو کہ اس میں اور اس کے اہل میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اپنی ضروریات کو ترک کریں تو پھر ان کے لیے اپنے مال کو بچا کر رکھنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۱۴۔ ۴۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

وَكَذٰلِكَ اٰثَرَ الْاَنْصَارُ الْمُهَاجِرِيْنَ. اور اسی طرح انصار نے مہاجرین کے لیے ایثار کیا تھا۔

یہ اس سلسلہ میں احادیث معلقہ کی تیسری حدیث ہے اور اس کی اصل حدیث متصل درج ذیل ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مہاجرین مکہ سے مدینہ میں آئے تو ان کے ہاتھوں میں کوئی چیز نہیں تھی'

اور انصار زمینوں اور کھیتوں کے مالک تھے' پس انصار نے مہاجرین کو یہ پیش کش کی کہ وہ ان کو ہر سال اپنے درختوں کے پھل دیں گے اور مہاجرین اس کے بدلہ میں کاشت کاری کریں' اور حضرت انس کی والدہ حضرت اُم سُلیم رضی اللہ عنہا' عبد اللہ بن ابی طلحہ کی بھی ماں تھیں' پس حضرت انس کی والدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھجوروں کے وہ درخت دیئے جو آپ نے حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا کو دیئے تھے' جو آپ کی باندی اور حضرت اسامہ بن زید کی ماں تھیں۔ ابن شہاب نے کہا: مجھ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ جب آپ اہل خیبر کے قتال سے فارغ ہوئے اور آپ مدینہ لوٹ گئے تو مہاجرین نے انصار کو ان کی ہبہ کی ہوئی چیزیں واپس کر دیں جو انصار نے مہاجرین کو پھل وغیرہ دیئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انس کی والدہ کو وہ کھجور کے درخت واپس کر دیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام ایمن کو ان درختوں کی جگہ اپنا باغ دے دیا۔ (صحیح البخاری: ۲۶۳۰' صحیح مسلم: ۱۷۷۱)

وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اِضَاعَةِ الْمَالِ. فَلَيْسَ لَهُ اَنْ يُّضَيِّعَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِعِلَّةِ الصَّدَقَةِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے' پس کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ صدقہ کا بہانا کر کے لوگوں کا مال ضائع کرے۔

یہ تعلیق حضرت مغیرہ کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے' جو ''صفة الصلوٰة'' کے آخر میں گزر چکا ہے۔

حافظ عسقلانی اور حافظ عینی نے جو اس حدیث کی نشاندہی کی ہے' اس کے اعتبار سے اس کا نمبر: ۸۴۴ ہے۔

وَقَالَ كَعْبٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِيْ صَدَقَةً اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' قَالَ اَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ. قُلْتُ فَاِنِّيْ اُمْسِكُ سَهْمِي الَّذِيْ بِخَيْبَرَ.

اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے تمام مال کو اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف صدقہ کر دوں' آپ نے فرمایا: تم اپنے کچھ مال کو اپنے پاس رکھو' پس وہ تمہارے لیے بہتر ہے' پس میں نے کہا: میں اپنا وہ حصہ رکھ لیتا ہوں جو خیبر میں ہے۔

یہ تعلیق ان احادیث معلقہ میں سے پانچویں حدیث ہے اور یہ اس حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جو سورۂ توبہ کی تفسیر میں آئے گی۔ اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۴۶۷۶ میں ہے۔

١٤٢٦ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ' عَنْ يُوْنُسَ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى' وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ.

[اطراف الحدیث: ۱۴۲۸-۵۳۵۵-۵۳۵۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے حدیث بیان کی از یونس از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' آپ نے فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جس کے دینے کے بعد بھی آدمی غنی رہے اور دینے کی ابتداء اپنے عیال (گھر والوں سے) کرو۔

(سنن دارمی: ۱۶۵۸' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۶۸۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث کے رجال کا کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اتنا صدقہ دینا چاہیے کہ صدقہ کے بعد آدمی مال دار رہے اور اسی اعتبار سے یہ حدیث عنوان کے مطابق ہے۔

١٤٢٧ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ.

(جامع المسانید لابن جوزی: ١٥٢١، مکتبۃ الرشد ریاض، ١٤٢٦ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور دینے کی ابتداء اپنے عیال (گھر والوں) سے کرو اور بہترین صدقہ وہ ہے جس کے دینے کے بعد بھی آدمی غنی رہے اور جو شخص سوال کرنے سے رُکے گا، اللہ اسے روک کر رکھے گا، اور جو شخص مستغنی رہے گا، اللہ اس کو غنی کر دے گا۔

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال کا تعارف کیا جا چکا ہے۔

اوپر والے ہاتھ کے مصداق کی تحقیق

اوپر والے ہاتھ کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(١) اوپر والے ہاتھ سے مراد صدقہ دینے والے کا ہاتھ ہے۔

(٢) اوپر والے ہاتھ سے مراد لینے والے کا ہاتھ ہے۔

(٣) اوپر والے ہاتھ سے مراد اس شخص کا ہاتھ ہے جو سوال کرنے سے باز رہتا ہو۔

(٤) اوپر والے ہاتھ سے مراد اللہ کا ہاتھ یا کسی بھی دینے والے کا ہاتھ ہے اور نیچے والے ہاتھ سے مراد مانگنے والے کا ہاتھ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٨ ص ٤٢٤، دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤٢١ھ)

اوپر والے ہاتھ کے مصداق کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

بنو یربوع میں سے ایک شخص نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت لوگوں سے کلام فرما رہے تھے، آپ نے فرمایا: دینے والے کا ہاتھ اوپر ہے، وہ تمہاری ماں، تمہارا باپ اور تمہاری بہن اور تمہارا بھائی ہے، پھر جو تمہارا قریبی ہو، پھر جو تمہارا زیادہ قریبی ہو۔ (الاحاد والمثانی: ١١٧٥، مسند احمد ج ٤ ص ٦٥ طبع قدیم، مسند احمد: ١٦٦١٣۔ ج ٢٧ ص ١٥٩)

حضرت مالک بن نضلہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاتھ تین ہیں، پس اللہ کا ہاتھ اوپر والا ہے اور دینے والے کا ہاتھ اس کے قریب ہے اور مانگنے والے کا ہاتھ نیچے والا ہاتھ ہے، پس تم زائد چیز کو عطا کرو اور اپنے نفس سے عاجز نہ ہو۔

(سنن ابوداؤد: ١٦٤٩، المستدرک ج ١ ص ٤٠٨، صحیح ابن حبان: ٣٣٦٢، مسند احمد ج ٣ ص ٤٧٣)

محمد بن عطیہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دینے والے کا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ١٦٤٠٦، الاحاد والمثانی: ١٢٦٤، المعجم الاوسط: ٣٠١٦، مسند احمد ج ٤ ص ٢٢٦)

عدی الجزامی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! جان لو کہ ہاتھ تین ہیں، پس اللہ کا ہاتھ سب سے اوپر ہے اور دینے والے کا ہاتھ درمیان والا ہے اور مانگنے والے کا ہاتھ سب سے نیچے ہے، پس تم سوال کرنے سے احتراز کرو، خواہ لکڑیوں کا گٹھا (کاٹ کر)، سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے، سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے۔ (المعجم الکبیر: ٢٦٩۔ ج ١٧ ص ١١٠)

عیال پر خرچ کرنے کی ترتیب اور تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے: دینے کی ابتداء اپنے عیال سے کرو۔ اس کی تفصیل میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدقہ کرو! ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو اپنے اوپر خرچ کرو! اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو اپنی بیوی پر خرچ کرو! اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو اپنی اولاد پر خرچ کرو! اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو اپنے خادم پر خرچ کرو! اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس کے متعلق زیادہ بصیرت رکھتے ہو۔ (سنن نسائی: ۲۵۳۱ 'سنن ابوداؤد: ۱۶۹۱)

سنن ابوداؤد کی روایت میں بیوی سے پہلے اولاد پر خرچ کرنے کا ذکر ہے۔

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

جب تم اس ترتیب پر غور کرو گے تو معلوم ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الاولیٰ فالاولیٰ اور الاقرب فالاقرب کو بیان کیا ہے' یعنی ہر نزدیک والے پر خرچ کرنے کو مقدم کیا ہے' سب سے پہلے انسان اپنے اوپر خرچ کرے' پھر اپنی اولاد پر خرچ کرے کیونکہ اس کی اولاد اس کے جز کے حکم میں ہے' جب وہ اولاد کو خرچ نہیں دے گا تو وہ ضائع ہو جائیں گے اور ہلاک ہو جائیں گے اور کوئی اور ان کا قائم مقام نہیں ہوگا اور اولاد کے بعد خرچ کرنے میں اس کی بیوی کا نمبر ہے کیونکہ اگر وہ اپنی بیوی پر خرچ نہیں کرے گا تو اس کی بیوی اس سے طلاق لے کر الگ ہو جائے گی یا عدالت ان کے درمیان تفریق کردے گی' اس کے بعد اس کے خادم کا ذکر فرمایا کیونکہ اگر وہ اپنے خادم پر خرچ نہیں کرے گا تو وہ اس کی نوکری چھوڑ دے گا اور چوتھے نمبر پر خرچ کرنے کو آپ نے انسان کی صواب دید پر چھوڑ دیا۔

(معالم السنن ج ۲ ص ۶۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

عیال پر خرچ کرنے کی تاکید اس حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی آدمی کے گناہ کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ضائع کردے جن کی روزی اس کے ذمہ ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۹۲)

سنن نسائی کی حدیث میں بیوی پر خرچ کرنے کو اولاد کے خرچ پر مقدم کیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ بیوی پر خرچ کرنا اولاد پر خرچ کرنے سے زیادہ لازم ہے کیونکہ اولاد جب بالغ ہو جائے تو اس پر خرچ کرنا لازم نہیں رہتا اور بیوی کا خرچ اس وقت تک لازم رہتا ہے جب تک بیوی کے ساتھ نکاح کا رشتہ قائم رہتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ تم سوال کرنے سے احتراز کرو! اس کے دو محمل ہیں: ایک یہ کہ تم لوگوں سے سوال کرنے سے احتراز کرو! اور دوسرا یہ کہ تم حرام چیز کا سوال کرنے سے احتراز کرو۔

١٤٢٨ - وَعَنْ وُهَيْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِهٰذَا.

اور وہیب سے روایت ہے' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' ان سے یہی حدیث مروی ہے۔

اس کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۴۲۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

١٤٢٩ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث

زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ وَالْمَسْأَلَةَ اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، فَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ، وَالسُّفْلٰى هِيَ السَّائِلَةُ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' (ح) اور ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا: آپ نے صدقہ کا ذکر کیا اور سوال کرنے سے احتراز کرنے کا' اور سوال کرنے کا (آپ نے فرمایا:) اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے' پس اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ مانگنے والا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳۳' الرقم المسلسل: ۲۳۴۷' سنن ابوداؤد: ۱۶۴۸' سنن نسائی: ۲۵۳۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۱۱' المعجم الکبیر: ۳۰۹۱' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۷۷' مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۳۲۶۔ ج ۲۴ ص ۴۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۴۷۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) حماد بن زید (۳) ایوب بن التمیمہ السختیانی (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) عبد اللہ بن مسلمہ (۶) حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۲۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے صدقہ کا ذکر فرمایا۔

اوپر والے ہاتھ کے مصداق کی مزید تفصیل

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے' لیکن حماد بن زید سے ایک روایت ہے کہ اوپر والا ہاتھ سوال سے احتراز کرنے والا ہے۔ (معالم السنن ج ۲ ص ۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ' بیروت)

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اوپر والے ہاتھ کی اور بھی کئی تفسیریں ہیں' امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حکیم بن حزام کو دوسرے اصحاب کی بہ نسبت کم دیا' حضرت حکیم نے کہا: یارسول اللہ! میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ آپ مجھے دوسروں سے کم دیں گے' پھر آپ نے ان کو زیادہ دیا حتیٰ کہ وہ راضی ہو گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے' حضرت حکیم نے کہا: یارسول اللہ! آپ سے بھی؟ آپ نے فرمایا: مجھ سے بھی' حضرت حکیم نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میں آپ کے بعد کسی کا مال کم نہیں کروں گا' پھر حضرت حکیم کوئی مال قبول نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ مجھے سنن ابوداؤد میں یہ روایت نہیں ملی۔

علامہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ علامہ خطابی نے اس حدیث کو ترجیح دی ہے' جس میں ذکر ہے کہ اوپر والا ہاتھ سوال سے احتراز

کرنے والے کا ہے لیکن صحیح وہی ہے جو امام بخاری اور امام مسلم کی روایت ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۴ ص ۱۲۸۴ 'مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم :۲۲۸۱۔ ج ۲ ص ۹۵۶ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۹ - بَابُ الْمَنَّانِ بِمَا اَعْطٰی

دے کر احسان جتانے والا

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى﴾ (البقرہ:۲۶۲) الاية.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں' پھر جو کچھ خرچ کیا اس پر نہ احسان جتاتے ہیں نہ تکلیف پہنچاتے ہیں' ان کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور ان پر نہ کچھ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے O (البقرہ:۲۶۲)

جو شخص صدقہ دے کر احسان جتاتا ہے' اس کی وجہ بخل اور تکبر ہوتی ہے اور وہ یہ بھول جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر کتنے احسانات کیے ہیں۔

امام بخاری نے اس باب کے تحت کسی حدیث کو روایت نہیں کیا' صرف احسان جتانے کی مذمت میں قرآن مجید کی آیت کو ذکر کرنے پر اکتفاء کر لیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ غالباً ان کو اپنی شرط کے مطابق اس باب میں لانے کے لیے کوئی حدیث نہیں ملی' تاہم اس سلسلہ میں یہ حدیث صحیح ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا: (۱) احسان جتانے والا' جو ہر چیز دے کر اس پر احسان جتاتا ہے (۲) جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والا (۳) (ٹخنوں سے نیچے ازراہِ تکبر) اپنا تہبند لٹکانے والا۔

(صحیح مسلم :۱۰۶' الرقم المسلسل :۲۸۸' سنن ابوداؤد :۴۰۸۷' سنن ترمذی :۱۲۱۱' سنن نسائی :۴۴۵۸۔ ۲۵۶۲' سنن ابن ماجہ :۲۲۰۸)

* زیر بحث حدیث' شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۶۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

① ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے مکروہ ہونے کی وجہ ② بوڑھے زانی' جھوٹے حاکم اور متکبر فقیر کے زیادہ مبغوض ہونے کی وجہ۔

۲۰ - بَابُ مَنْ اَحَبَّ تَعْجِيْلَ الصَّدَقَةِ مِنْ يَوْمِهَا

جس نے اپنے دن سے پہلے صدقہ دینے کو پسند کیا

اس عنوان میں صدقہ سے مراد عام ہے خواہ صدقہ فرض ہو یا نفل۔

۱۴۳۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ' عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ' عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ قَالَ صَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ' فَاَسْرَعَ ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ' فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ خَرَجَ' فَقُلْتُ' اَوْ قِيْلَ لَهٗ' فَقَالَ كُنْتُ خَلَّفْتُ فِي الْبَيْتِ تِبْرًا مِّنَ الصَّدَقَةِ' فَكَرِهْتُ اَنْ اُبَيِّتَهٗ' فَقَسَمْتُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از عمر بن سعید از ابن ابی ملیکہ کہ حضرت عقبہ بن الحارث نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی' پھر آپ جلدی سے اپنے گھر گئے' پھر تھوڑی دیر بعد آپ آ گئے' پس میں نے پوچھا یا آپ سے کہا گیا (کہ اس کی کیا وجہ ہے؟) تو آپ نے فرمایا: میں اپنے گھر میں صدقہ کا سونا چھوڑ آیا تھا' پس میں نے

اس کو رات بھر گھر میں رکھنا ناپسند کیا تو میں نے اس کو تقسیم کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۱ میں گزر چکی ہے۔

٢١ - بَابُ التَّحْرِيضِ عَلَى الصَّدَقَةِ وَالشَّفَاعَةِ فِيهَا

صدقہ کی ترغیب دینا اور اس میں شفاعت کرنا

یعنی صدقہ کرنے کے ثواب کو بیان کرنا اور صدقہ کا سوال کرنا۔

١٤٣١ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَدِيٌّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عِيدٍ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، لَمْ يُصَلِّ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ، ثُمَّ مَالَ عَلَى النِّسَاءِ، وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُلْبَ وَالْخُرْصَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عدی نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن نکلے' پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی' اس سے پہلے آپ نے نماز پڑھی نہ اس کے بعد نماز پڑھی' پھر آپ عورتوں کی طرف گئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے' آپ نے عورتوں کو وعظ کیا اور انہیں صدقہ دینے کا حکم دیا' پھر عورتیں اپنے کنگن اور بالیاں اتار کر ڈال رہی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۸ میں گزر چکی ہے۔

١٤٣٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسٰى، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَهُ السَّائِلُ، أَوْ طُلِبَتْ إِلَيْهِ حَاجَةٌ قَالَ اِشْفَعُوا تُؤْجَرُوا، وَيَقْضِي اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ.

[اطراف الحدیث: ٦٠٢٧-٦٠٢٨-٧٤٧٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو بردہ بن عبد اللہ بن ابی بردہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو بردہ بن ابوموسیٰ نے حدیث بیان کی از والد خود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی سائل آتا یا آپ سے کوئی حاجت طلب کی جاتی تو آپ فرماتے: تم (اس کی سفارش کرو) تمہیں اجر دیا جائے گا اور اللہ اپنے نبی کی زبان سے جو چاہے گا' فیصلہ فرمائے گا۔

(صحیح مسلم: ٢٦٢٧' الرقم المسلسل: ٦٥٦٨' سنن ابوداؤد: ٥١٣١' سنن ترمذی: ٢٦٧٢' سنن نسائی: ٢٥٥٦' مسند ابویعلیٰ: ٧٢٩٦' سنن بیہقی ج ٨ ص ١٦٧' شعب الایمان: ٧٦١٢' مسند الحمیدی: ٧٧١' مسند احمد ج ٤ ص ٤٠٠ طبع قدیم' مسند احمد: ١٩٥٨٤- ج ٣٢ ص ٣٥٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) موسیٰ بن اسماعیل المنقری (٢) عبدالواحد بن زیاد (٣) ابو بردہ بن عبد اللہ بن ابی بردہ بن ابوموسیٰ الاشعری (٤) ابو بردہ' ان کا نام عامر یا حارث ہے (٥) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبد اللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٤٢٩)

سفارش کرنے کی فضیلت

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شفاعت (سفارش) کی ترغیب دی ہے' اور جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے لیے کسی کام کی سفارش کرتا ہے تو اس کا کام ہو یا نہ ہو' اسے سفارش کرنے کا اجر ملتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا. (النساء:٨٥) جو شخص کسی نیک کام کے لیے سفارش کرتا ہے اسے بھی اس نیکی سے کچھ حصہ ملتا ہے۔

حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندہ کی مدد میں رہتا ہے' جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔ (کتاب الاذکار:٤٠٩) کسی بڑے آدمی کو کسی چھوٹے آدمی کے پاس سفارش کرنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ سے یہ سفارش کی تھی کہ وہ اپنے سابق شوہر مغیث سے نکاح کر لیں' لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔

اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت بریرہ کے (سابق) خاوند غلام تھے' ان کا نام مغیث تھا' گویا کہ میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں' وہ حضرت بریرہ کے پیچھے روتے ہوئے چکر لگاتے رہتے تھے اور ان کے آنسو ان کی ڈاڑھی پر بہتے رہتے تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: اے عباس! کیا تم کو اس پر تعجب نہیں ہوتا کہ مغیث کو بریرہ سے کتنی محبت ہے اور بریرہ کو مغیث سے کتنا بغض ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ سے کہا: کاش! تم اس سے رجوع کر لیتیں' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے یہ حکم دے رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں صرف شفاعت کر رہا ہوں' حضرت بریرہ نے کہا: مجھے مغیث کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (صحیح البخاری:٥٢٨٣' سنن دار قطنی:٣٧١٨' دار المعرفہ بیروت)

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت بریرہ' حضرت مغیث رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں' جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ کو آزاد کیا تو حضرت بریرہ نے خیارِ عتق کے سبب سے اپنے نفس کو حضرت مغیث کے نکاح سے آزاد کر لیا اور حضرت مغیث کو حضرت بریرہ سے بہت محبت تھی' وہ ان کے فراق میں روتے رہتے تھے۔ (البنایہ ج٦ ص ٢٥٢ 'ملخصاً' مکتبہ حقانیہ' ملتان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر غلام تھے' پس جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے نکاح کا معاملہ ان کے اختیار میں دے دیا۔ (سنن دار قطنی:٣٧٠٥' دار المعرفہ بیروت' سنن بیہقی ج٧ ص٢٢١' ملتان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس دن حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا گیا تو وہ بنو مغیرہ کے سیاہ فام غلام کے نکاح میں تھیں اور اللہ کی قسم! ان کے شوہر مدینہ کی گلیوں میں پھرتے تھے اور ان کی ڈاڑھی پر ان کے آنسو بہتے رہتے تھے' وہ حضرت بریرہ کو راضی کرنے کے لیے ان کے پیچھے پھرتے تھے تاکہ وہ ان کو اختیار کر لیں لیکن حضرت بریرہ نے ان کو اختیار نہیں کیا۔ (سنن دار قطنی:٣٧١٦)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:٦٥٦٧۔ ج٧ ص ٢٤٢ پر مذکور ہے' وہاں اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

١٤٣٣ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ' عَنْ هِشَامٍ' عَنْ فَاطِمَةَ' عَنْ اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُوْكِيْ فَيُوْكٰى عَلَيْكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام از فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی تھیلی کو باندھ کر نہ رکھو ورنہ تم پر بھی ذخیرہ کیا جائے گا۔

[اطراف الحدیث:١٤٣٤۔٢٥٩٠۔٢٥٩١]

(صحیح مسلم: ١٠٢٩، الرقم المسلسل: ٢٣٣٩، سنن نسائی: ٢٥٤٩، السنن الکبریٰ: 9195، المعجم الکبیر: ٣٣٨ـ ٣٣٧ ـ ج ٢٤، مکارم الاخلاق ص ٥٧، سنن بیہقی ج ٤ ص ١٨٧ـ ١٨٦، شعب الایمان: ٣٤٣٦، صحیح ابن حبان: ٣٢٠٩، مسند احمد ج ٦ ص ٣٤٥ طبع قدیم، مسند احمد: ٢٦٩٢٢ـ ج ٤٤ ص ٤٩١، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس باب کا عنوان ہے: صدقہ کی ترغیب دینا اور اس کی مناسبت حدیث کے اس جملہ میں ہے: تم اپنی تھیلی کو باندھ کر نہ رکھو یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) صدقہ بن الفضل ابوالفضل (٢) عبدہ بن سلیمان (٣) ہشام بن عروہ بن الزبیر (٤) فاطمہ بنت المنذر بن الزبیر (٥) حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٤٣٠)

تھیلی کو باندھ کر رکھنے کا معنی

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اپنی تھیلی کو باندھ کر نہ رکھو یعنی اپنے مال کو جمع نہ کرو اور صدقہ دینے سے منع نہ کرو ورنہ اللہ بھی اپنے رزق کو تم پر بند کر دے گا۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، عَنْ عَبْدَةَ، وَقَالَ لَا تُحْصِیْ فَیُحْصِیَ اللّٰهُ عَلَیْكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی از عبدۃ، آپ نے فرمایا: تم گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ بھی تم کو گن گن کر دے گا۔

اس حدیث کی تخریج حسب سابق ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم جو اللہ کی راہ میں دیتی ہو اس کو گنا مت کرو ورنہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطاء کے منقطع ہونے کا سبب بن جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گننے اور تھیلی کو بند کرنے کی ممانعت اس وجہ سے فرمائی ہو کہ اس طرح کرنے سے برکت زائل ہو جائے گی۔

٢٢ - بَابُ الصَّدَقَةِ فِیْمَا اسْتَطَاعَ

استطاعت کے مطابق صدقہ کرنا

١٤٣٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ. وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِیْمِ، عَنْ حَجَّاجِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْكَةَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ اَخْبَرَهٗ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّهَا جَاءَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تُوْعِیْ فَیُوْعِیَ اللّٰهُ عَلَیْكِ، اِرْضَخِیْ مَا اسْتَطَعْتِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج، اور مجھے محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی از حجاج بن محمد از ابن جریج، انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی از عباد بن عبداللہ بن الزبیر، انہوں نے خبر دی از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے فرمایا: تم (اپنے پیسوں کا) ذخیرہ نہ کرو ورنہ اللہ بھی تم پر ذخیرہ کرے گا، تم جتنا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر سکتی ہو، کرو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٤٣٣ میں گزر چکی ہے۔

۲۳ - بَابٌ اَلصَّدَقَةُ تُكَفِّرُ الْخَطِيْئَةَ

صدقہ گناہ کو مٹا دیتا ہے

۱۴۳۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفِتْنَةِ؟ قَالَ قُلْتُ اَنَا اَحْفَظُهُ كَمَا قَالَ. قَالَ اِنَّكَ عَلَيْهِ لَجَرِيْءٌ، فَكَيْفَ قَالَ؟ قُلْتُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ اَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ، تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْمَعْرُوْفُ. قَالَ سُلَيْمَانُ قَدْ كَانَ يَقُوْلُ اَلصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ لَيْسَ هٰذِهِ اُرِيْدُ، وَلٰكِنِّيْ اُرِيْدُ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ، قَالَ قُلْتُ لَيْسَ عَلَيْكَ بِهَا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بَاْسٌ، بَيْنَكَ وَ بَيْنَهَا بَابٌ مُغْلَقٌ، قَالَ فَيُكْسَرُ الْبَابُ اَوْ يُفْتَحُ؟ قَالَ قُلْتُ لَا، بَلْ يُكْسَرُ قَالَ فَاِنَّهُ اِذَا كُسِرَ لَمْ يُغْلَقْ اَبَدًا. قَالَ قُلْتُ اَجَلْ. فَهِبْنَا اَنْ نَّسْاَلَهُ مَنِ الْبَابُ؟ فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ سَلْهُ، قَالَ فَسَاَلَهُ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. قَالَ قُلْنَا فَعَلِمَ عُمَرُ مَنْ تَعْنِيْ؟ قَالَ نَعَمْ، كَمَا اَنَّ دُوْنَ غَدٍ لَيْلَةً، وَذٰلِكَ اَنِّيْ حَدَّثْتُهُ حَدِيْثًا لَيْسَ بِالْاَغَالِيْطِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد ہے؟ حضرت حذیفہ نے کہا: مجھے وہ حدیث اسی طرح یاد ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی حضرت عمر نے فرمایا: تم اس کی ہمت رکھتے ہو پس آپ نے کس طرح فرمایا تھا؟ میں نے کہا: آدمی اپنی بیوی اپنی اولاد اور اپنے پڑوسی کی وجہ سے جن فتنوں میں مبتلا ہوتا ہے نماز پڑھنے صدقہ کرنے اور نیک کام کرنے سے ان کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ سلیمان نے کہا: کبھی وہ یوں کہتے تھے کہ نماز صدقہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی وجہ سے ان کا کفارہ ہو جاتا ہے حضرت عمر نے فرمایا: میری یہ مراد نہیں ہے لیکن میری مراد وہ فتنہ ہے جو سمندر کی موج کی طرح امڈ کر آئے گا حضرت حذیفہ نے بیان کیا: میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو اس فتنہ سے کوئی خطرہ نہیں ہے آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے حضرت عمر نے پوچھا: اس دروازہ کو توڑا جائے گا یا اس کو کھولا جائے گا؟ حضرت حذیفہ نے کہا: نہیں! بلکہ اس دروازہ کو توڑا جائے گا حضرت عمر نے کہا: جب اس دروازہ کو توڑ دیا جائے گا تو پھر وہ کبھی بند نہیں ہو سکے گا حضرت حذیفہ نے کہا: جی ہاں! پھر ہم حضرت حذیفہ سے اس دروازہ کے متعلق پوچھنے سے ڈرے ہم نے مسروق سے کہا: تم ان سے پوچھو مسروق نے حضرت حذیفہ سے پوچھا تو انہوں نے بتایا: دروازہ سے مراد خود حضرت عمر کی ذات تھی ہم نے پوچھا: کیا حضرت عمر جانتے تھے آپ کی کیا مراد تھی؟ انہوں نے کہا: ہاں! جس طرح وہ یہ جانتے تھے کہ آج دن کے بعد رات آئے گی اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے ان کو ایسی حدیث بیان کی تھی جس میں بجھارت نہیں تھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۲۵ میں گزر چکی ہے۔

٢٤ - بَابُ مَنْ تَصَدَّقَ فِي الشِّرْكِ ثُمَّ اَسْلَمَ

جس نے حالت شرک میں صدقہ کیا' پھر اسلام قبول کرلیا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ حالت شرک میں کیا ہوا صدقہ قبول کیا جائے گا یا نہیں۔

١٤٣٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَرَاَيْتَ اَشْيَاءَ، كُنْتُ اَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، مِنْ صَدَقَةٍ، اَوْ عَتَاقَةٍ، وَصِلَةِ رَحِمٍ، فَهَلْ فِيْهَا مِنْ اَجْرٍ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْلَمْتَ عَلٰى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ.

[اطراف الحدیث: ٢٢٢٠-٢٥٣٨-٥٩٩٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں جو عبادت کی ہے' صدقہ کیا ہے یا غلام آزاد کیے ہیں یا رشتہ داروں سے نیک سلوک کیا ہے' کیا مجھے اس میں کوئی نیک اجر ملے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری جو نیکی گزر چکی ہے تم نے اس کو محفوظ رکھا ہے۔

(صحیح مسلم: ١٢٣' الرقم المسلسل: ٣١٦' مسند الحمیدی: ٥٥٤' المعجم الکبیر: ٣٠٨٤' مشکل الآثار: ٤٣٦٣' المعجم الکبیر: ٣٠٨٥' المستدرک ج ٣ ص ٤٨٤۔ ٤٨٣' مسند احمد ج ٣ ص ٤٣٤ طبع قدیم' مسند احمد: ١٥٥٧٥۔ ج ٢٤ ص ٤٢ ٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ١٥١٦' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ ابوجعفر المسندی (٢) ہشام بن یوسف ابوعبد الرحمان' قاضی صنعاء (٣) معمر بن راشد (٤) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (٥) عروہ بن الزبیر بن العوام (٦) حکیم بن حزام بن خویلد الاسدی۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٤٣٤)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تمہاری جو نیکی گزر چکی ہے تم نے اس کو محفوظ رکھا ہے۔

زمانۂ کفر میں کی ہوئی نیکیوں کی جزاء کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہری معنی اسلام کے مسلمہ اصول کے خلاف ہے کیونکہ کافر کی کوئی عبادت صحیح نہیں ہوتی' جس پر اسے اجر دیا جائے' کیونکہ عبادت کی صحت کی شرط ایمان ہے' اس لیے اس حدیث کی حسب ذیل تاویلات کی گئی ہیں:

(١) تمہاری فطرت اور سرشت بہت عمدہ تھی جس کو تم نے جاہلیت میں بھی محفوظ رکھا ہے' اس سرشت سے تم اسلام میں فائدہ اٹھاؤ گے اور نیک کاموں میں وہ سرشت تمہاری مددگار ہوگی۔

(٢) زمانۂ جاہلیت میں تم نے جو نیک کام کیے تھے اور ان پر جو تمہاری تعریف اور تحسین کی گئی تھی' وہ اب اسلام میں بھی باقی ہے اور محفوظ ہے۔

(٣) زمانۂ جاہلیت میں تم نے جو نیک کام کیے تھے' ان ہی کی برکت سے تم کو اسلام لانے کی توفیق ہوئی ہے۔

(٤) کافر کے نیک کاموں کی اس کو آخرت میں جزاء نہیں دی جائے گی' لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ اسے دنیا میں اس کے نیک کاموں کی جزاء دی جائے گی تو اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ تم نے زمانۂ جاہلیت میں جو نیک کام کیے تھے' ان کاموں کی دنیا میں تمہاری

جزاء سلامت اور محفوظ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۳۶ 'ملخصا' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۳۱۱۔ ج ا ص ۵۸۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

کافر کی نیکیوں پر اجر ملتا ہے نہ عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔

۲۵ - بَابُ اَجْرِ الْخَادِمِ اِذَا تَصَدَّقَ بِاَمْرِ صَاحِبِهٖ غَيْرَ مُفْسِدٍ

جب نوکر' مالک کے حکم سے صدقہ کرے اور اس کی نیت مالک کا مال برباد کرنا نہ ہو تو اس کا ثواب

۱۴۳۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ' عَنْ مَسْرُوْقٍ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ طَعَامِ زَوْجِهَا' غَيْرَ مُفْسِدَةٍ' كَانَ لَهَا اَجْرُهَا' وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ' وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابووائل از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے خاوند کے مال سے صدقہ کرے اور اس کی نیت خاوند کا مال برباد کرنا نہ ہو تو اسے بھی اس کا اجر ملے گا اور اس کے خاوند کو بھی مال کمانے کا اجر ملے گا اور اس مال کے محافظ کو بھی اس کا اجر ملے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۲۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ' عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ' عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْاَمِيْنُ' الَّذِیْ يُنْفِذُ وَرُبَّمَا قَالَ يُعْطِیْ. مَا اُمِرَ بِهٖ' كَامِلًا مُوَفَّرًا' طَيِّبٌ بِهٖ نَفْسُهٗ' فَيَدْفَعُهٗ اِلَی الَّذِیْ اُمِرَ لَهٗ بِهٖ' اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ.

[اطراف الحدیث: ۲۲۶۰۔ ۲۳۱۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبد اللہ از ابوبردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس مال کا محافظ مسلمان ہو' امانت دار ہو' اور اپنے مالک کے حکم پر عمل کرنے والا ہو' اور کبھی آپ نے فرمایا: اس کو جتنا دینے کا حکم دیا گیا ہو' اس کو پورا پورا خوشی سے دینے والا ہو' اور جس کو دینے کا اسے حکم دیا گیا ہو' اس کو دے دے تو وہ بھی دو صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۲۳' الرقم المسلسل: ۲۳۲۵' سنن ابوداؤد: ۱۶۸۴' سنن نسائی: ۲۵۵۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۱۶' صحیح ابن حبان: ۳۳۵۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۹۲' شعب الایمان: ۷۶۹۵' مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۵۱۲۔ ج ۳۲ ص ۲۷۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن العلاء ابوکریب الہمدانی (۲) ابواسامہ حماد بن اسامہ اللیثی (۳) برید بن عبد اللہ' ان کی کنیت ابوبردہ ہے (۴) ابوبردہ' ان کا نام عامر یا حارث ہے (۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبد اللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۳۷)

حدیث میں مذکور خزانچی کی قیود کے فوائد

اس حدیث میں دینے والے کے ساتھ پہلی قید یہ ہے کہ وہ خازن ہو یعنی مال کا محافظ ہو' جس کو خزانچی کہتے ہیں۔

دوسری قید یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو کیونکہ کافر کی نیت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے اور نہ اس کو ثواب ملتا ہے۔

تیسری قید یہ ہے کہ وہ امانت دار ہو اس قید سے وہ خازن نکل گیا جو خائن ہو۔

چوتھی قید یہ ہے کہ وہ مالک کے حکم کے مطابق صدقہ کو نافذ کرنے والا ہو اور جتنا دینے کا حکم دیا گیا ہے اتنا دے۔

پانچویں قید یہ ہے کہ جس کو جتنا دینے کا حکم دیا گیا ہے وہ اس کو خوشی سے دے کیونکہ اگر وہ خوشی سے نہیں دے گا تو اس کی دینے کی نیت نہیں ہوگی، پھر اس کو ثواب نہیں ملے گا۔

چھٹی قید یہ ہے کہ جس کو دینے کا حکم دیا گیا ہے اسی کو دے کیونکہ اگر اس نے کسی اور کو دیا تو پھر وہ اپنے مالک کے حکم کی مخالفت کرنے والا ہوگا اور پھر اس کا شمار صدقہ کرنے والوں میں نہیں ہوگا اور اس کو ثواب نہیں ملے گا۔

٢٦ - بَابُ اَجْرِ الْمَرْاَةِ اِذَا تَصَدَّقَتْ، اَوْ اَطْعَمَتْ، مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا، غَيْرَ مُفْسِدَةٍ

جب کوئی عورت صدقہ کرے یا خاوند کے گھر سے کھلائے اور اس کا مال برباد کرنے کی نیت نہ ہو تو اس کا ثواب

١٤٣٩ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ وَالْاَعْمَشُ، عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَصَدَّقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں منصور اور الاعمش نے حدیث بیان کی از ابی وائل از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: عورت اپنے خاوند کے گھر سے صدقہ کرے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٤٢٥ میں ملاحظہ فرمائیں۔

١٤٤٠ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَطْعَمَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا، غَيْرَ مُفْسِدَةٍ، لَهَا اَجْرُهَا، وَلَهُ مِثْلُهُ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ، لَهُ بِمَا اكْتَسَبَ وَلَهَا بِمَا اَنْفَقَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے کھلائے اور اس کی نیت اس کا گھر برباد کرنا نہ ہو تو اس کو بھی اجر ملتا ہے اور اس کے خاوند کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے اور خزانچی کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے، خاوند کو اس کے کمانے کا اور عورت کو اس کے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٤٢٥ میں مطالعہ فرمائیں۔

١٤٤١ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا، غَيْرَ مُفْسِدَةٍ، فَلَهَا اَجْرُهَا، وَلِلزَّوْجِ بِمَا اكْتَسَبَ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از منصور از شقیق از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے طعام کو خرچ کرے اور وہ طعام کو برباد کرنے والی نہ ہو تو اس عورت کو بھی اجر ملے گا اور اس کے

وَلِلْخَازِنِ مِثْلَ ذٰلِكَ.

خاوند کو بھی کمانے کا اجر ملے گا اور خزانچی کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۴۲۵ میں ہے۔

* باب مذکور کی پہلی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۲۵۹۔ ج ۲ ص ۹۴۸ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۷ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ○ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ○ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى﴾ (اللیل: ۱۰-۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا ○ اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا ○ پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گے ○ اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہا ○ اور نیک باتوں کی تکذیب کی ○ پس عنقریب ہم اس کو دشواری (دوزخ) مہیا کریں گے ○ (اللیل: ۱۰-۵)

اللیل: ۵ میں اللہ کی راہ میں دینے کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے نیکی کے تمام راستوں میں اپنا مال خرچ کیا اور ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بچتا رہا۔ اللیل: ۶ میں "حسنٰی" کا لفظ ہے اس سے مراد اللہ پر ایمان لانا ہے اور تمام فرائض پر عمل کرنا ہے۔ اللیل: ۷ میں "یسریٰ" کا لفظ ہے اس کا معنی آسانی ہے اس سے مراد دنیا میں نیک خصلت اور آخرت میں جنت ہے۔ اللیل: ۸ میں بخل کا ذکر ہے یعنی جس نے زکوٰۃ ادا نہیں کی اور اللیل: ۹ میں کذب سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کی توحید کی تکذیب کی اور اس میں مذکور ہے: وہ اللہ سے بے پروا رہا یعنی وہ اللہ کے اجر و ثواب سے بے پروا رہا۔ اللیل: ۱۰ میں "العسریٰ" کا ذکر ہے اس سے مراد دوزخ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقَ مَالٍ خَلَفًا.

اے اللہ! (اپنی راہ میں) مال خرچ کرنے والے کو (اس مال کا) بدل عطا فرما۔

یہ تعلیق اس آیت کے مناسب ہے:

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ. (سباء: ۳۹)

اور تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ اس کا پورا پورا بدل عطا فرمائے گا۔

۱۴۴۲ - **حَدَّثَنَا** اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَخِيْ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ مُزَرِّدٍ، عَنْ اَبِي الْحُبَابِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ، اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا.

(صحیح مسلم: ۱۰۱۰، الرقم المسلسل: ۲۲۹۹، السنن الکبریٰ: ۸: ۹۱۷۸، جامع المسانید لابن جوزی: ۵۱۳۱، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از معاویہ بن ابی مزرد از ابی الحباب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر دن جس میں بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو اس میں دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں سے ایک فرشتہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور دوسرا دعا کرتا ہے: اے اللہ! بخل کرنے والے کے مال کو تلف کر دے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) اسماعیل بن ابی اویس (٢) ان کے بھائی اور وہ ابوبکر ہیں' ان کا نام عبد الحمید ہے (٣) سلیمان بن بلال (٤) معاویہ بن ابی مزرد' ان کا نام عبد الرحمان ہے (٥) ابو الحباب' ان کا نام سعید بن یسار ہے' یہ معاویہ مذکور کے چچا ہیں (٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٤٤١)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت فرشتوں کی اس دعا میں ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کے لیے فرشتوں کی دعا

فرشتے دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کو اس مال کا بدل عطا فرما' اس سے مراد وہ شخص ہے جو فرائض اور مستحبات میں مال کو خرچ کرتا ہے اور جب وہ بخیل کے لیے دعا کرتے ہیں کہ اس کے مال کو تلف کر دے تو اس سے مراد وہ شخص ہے جو فرائض میں بخل کرتا ہے' کیونکہ جو شخص فرائض ادا کرتا ہو اور مستحبات کو ترک کرتا ہو' وہ اس دعا کا مستحق نہیں ہے' اس حدیث میں خرچ کرنے کی ترغیب ہے خواہ فرائض میں ہو جیسے اہل وعیال پر خرچ کرنا' خواہ مستحبات میں ہو جیسے دیگر رشتہ داروں اور پڑوسیوں پر خرچ کرنا' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرشتے دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا مستجاب ہوتی ہے' جیسے حدیث میں ہے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے' اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ٧٨٢)

٢٨ - بَابُ مَثَلِ الْمُتَصَدِّقِ وَالْبَخِيلِ

صدقہ کرنے والے اور بخیل کی مثال

١٤٤٣ - حَدَّثَنَا مُوسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ، كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ، عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال اس طرح ہے جیسے دو شخص لوہے کے دو جبے پہنے ہوئے ہوں۔

امام بخاری نے اس حدیث کا آخری حصہ دوسری سند کے ساتھ بیان کیا' وہ یہ ہے:

وَحَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُنْفِقِ، كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ، عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ، مِنْ ثُدِيِّهِمَا اِلٰى تَرَاقِيهِمَا، فَاَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا يُنْفِقُ اِلَّا سَبَغَتْ، اَوْ وَفَرَتْ عَلٰى جِلْدِهٖ، حَتّٰى تُخْفِيَ بَنَانَهٗ، وَتَعْفُوَ اَثَرَهٗ. وَاَمَّا الْبَخِيلُ فَلَا يُرِيدُ اَنْ يُّنْفِقَ شَيْئًا اِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَكَانَهَا، وَهُوَ يُوَسِّعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ. تَابَعَهٗ

اور ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی کہ عبد الرحمان نے ان کو حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال اس طرح ہے جیسے دو آدمیوں نے اپنے سینوں سے اپنی گردنوں تک دو لوہے کے جبے پہنے ہوئے ہوں' رہا خرچ کرنے والا تو وہ جب بھی خرچ کرتا ہے تو وہ جبہ کھل جاتا ہے یا اس کے جسم پر ڈھیلا اور کشادہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی انگلیاں چھپ جاتی ہیں اور اس کے پیروں کے نشان

الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ طَاوُسٍ فِي الْجُبَّتَيْنِ.
[اطراف الحدیث: ۱۴۴۴-۲۹۱۷-۵۲۹۹-۵۷۹۷]

مٹ جاتے ہیں اور رہا بخیل تو وہ جب بھی خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے فولادی جبہ کی ہر کڑی اپنی جگہ جم جاتی ہے وہ اس جبہ کو ڈھیلا کرنا چاہتا ہے لیکن وہ ڈھیلا نہیں ہوتا۔ ابن طاؤس کی حسن بن مسلم نے دو جبوں میں متابعت کی ہے از طاؤس۔

(صحیح مسلم: ۱۰۲۱، الرقم المسلسل: ۲۳۲۱، سنن نسائی: ۲۵۴۷، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۹۰۵۷۔ ج ۱۵ ص ۲۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

مال خرچ کرنے کی وجہ سے دنیا میں عیوب کی پردہ پوشی اور آخرت میں اجر وثواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والے کا مال بڑھاتا ہے اور خرچ کرنے کی برکت سے اس کے مال میں اضافہ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ خرچ کرنے والے کی سر سے لے کر قدم تک اس کے تمام عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے اور آخرت میں اس کو اجر عطا فرماتا ہے، پس اس کا مال اس پر سختی اور تنگی نہیں کرتا، اور رہا بخیل تو وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کے عیوب کی پردہ پوشی اس کے مال کو خرچ نہ کرنے میں ہے لیکن اس کا مال اس کے عیوب کی بالکل پردہ پوشی نہیں کرتا، وہ دنیا میں رسوا ہوتا ہے اور آخرت میں گناہوں کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۲۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

۱۴۴۴ - وَقَالَ حَنْظَلَةُ، عَنْ طَاوُسٍ جُنَّتَانِ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرٌ، عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُنَّتَانِ.

اور حنظلہ نے طاؤس سے روایت کی ہے کہ اس میں "جُبّتان" کی جگہ "جُنّتان" کا لفظ ہے اور لیث نے کہا: مجھے جعفر نے حدیث بیان کی از ابن ہرمز انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم "جنّتان"۔

"جُبّتان" کا معنی ہے: دو لمبے کوٹ اور "جُنّتان" کا معنی ہے: دو ڈھالیں، اور باقی شرح گزشتہ حدیث: ۱۴۴۳ میں ہے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۲۲۵۵۔ ج ۲ ص ۹۴۵ پر مذکور ہے، وہاں اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

۲۹ - بَابُ صَدَقَةِ الْكَسْبِ وَالتِّجَارَةِ
کمائی اور تجارت سے صدقہ کرنا

لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾ (البقرہ: ۲۶۷).

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی سے پسندیدہ چیزوں کو صدقہ کرو اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں اور (اللہ کی راہ میں) ایسی ناکارہ اور ناقابل استعمال چیز دینے کا قصد نہ کرو جس کو تم خود بھی آنکھیں بند کیے بغیر لینے والے نہیں ہو، اور یقین کرو اللہ بہت بے نیاز بے حد تعریف کیا ہوا ہے O

(البقرہ: ۲۶۷)

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پسندیدہ اور پاکیزہ چیزوں کو خرچ کرنا چاہیے اور ناپسندیدہ اور ناکارہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہیں خرچ کرنا چاہیے، امام بخاری نے اس باب میں بھی کوئی حدیث روایت نہیں کی اور صرف اس مضمون کی آیت ذکر کرنے پر اکتفاء کرلیا۔ تاہم، ہم اس مضمون کی احادیث ذکر کررہے ہیں:

ناپسندیدہ اور ناکارہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت براء بن عازب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ہم انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے' ہم لوگوں کے کھجور کے درخت تھے اور جس شخص کے باغ سے جتنی زیادہ یا کم کھجوریں درختوں سے اترتی تھیں' وہ اسی حساب سے کھجوریں لاتا تھا' کوئی شخص کھجوروں کا ایک خوشہ لاتا تو کوئی دو خوشے لاتا' اور ان کو مسجد میں لٹکا دیتا' اور اہل صفہ (مسجد نبوی میں رہنے والے طلبہ) کے پاس طعام نہیں ہوتا تھا' ان میں سے جب کسی کو بھوک لگتی تو وہ ان خوشوں پر لاٹھی مارتا تو اس سے اُدھ پکی کھجوریں اور چھوارے گر جاتے اور وہ اس کو کھا لیتے' اس وقت لوگوں کو صدقہ اور خیرات میں رغبت نہیں تھی' وہ کھجوروں کے ایسے خوشے لے کر آتے جن میں سوکھی ہوئی' ردّی اور بے کار کھجوریں ہوتیں اور وہ ان کو لا کر لٹکا دیتے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ تم اپنی کمائی سے پسندیدہ چیزوں کو صدقہ کرو (البقرہ:۲۶۷)۔ (سنن ترمذی:۲۹۸۷' سنن ابن ماجہ:۱۸۲۲)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس مسجد میں آئے اور آپ کے ہاتھ میں لاٹھی تھی اور ایک شخص نے ردّی کھجوریں لٹکائی ہوئی تھیں' آپ نے ان کھجوروں کے خوشے پر لاٹھی ماری اور فرمایا: ان کھجوروں کا صدقہ کرنے والا اگر چاہتا تو ان سے عمدہ کھجوروں کا صدقہ کر سکتا تھا' یہ صدقہ کرنے والا قیامت کے دن ردّی کھجوریں کھائے گا۔

(سنن ابوداؤد:۱۶۰۸' سنن نسائی:۲۴۹۳' سنن ابن ماجہ:۱۸۲۱)

حضرت غافرہ قیس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے تین کاموں کو کر لیا' وہ ایمان کا ذائقہ چکھ لے گا: (۱) جس شخص نے اللہ وحدہ کی عبادت کی اور بے شک اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے (۲) اور جس نے خوشی سے ہر سال اپنے مال کی زکوٰۃ دی (۳) اور زکوٰۃ میں نہ بوڑھا جانور دے نہ خارش زدہ اور نہ بیمار اور نہ بُری قسم کا' لیکن درمیانی قسم کا دے کیونکہ اللہ تم سے نہ سب سے عمدہ مال طلب کرتا ہے اور نہ تم کو سب سے گھٹیا مال دینے کا حکم دیتا ہے۔ (سنن ابوداؤد:۱۵۸۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے تمہارے درمیان اخلاق کو اس طرح تقسیم کیا ہے جس طرح تمہارے درمیان رزق کو تقسیم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو دنیا دیتا ہے خواہ وہ اس کے نزدیک پسندیدہ ہوں یا نہ ہوں اور دین صرف ان ہی کو دیتا ہے جو اس کے نزدیک پسندیدہ ہوں' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! کوئی بندہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان بھی مسلمان نہ ہو جائے اور اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کے بوائق سے مامون نہ ہو جائے' مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! بوائق سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کا شر اور اس کا ظلم' اور کوئی بندہ حرام مال کما کر اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرے' پھر اس سے برکت کی توقع رکھے' اور نہ حرام مال سے صدقہ کرے' پھر اس کے قبول ہونے کی اُمید رکھے اور وہ اپنی پیٹھ کے پیچھے جو کچھ چھوڑے گا وہ دوزخ کا حصہ ہو گا' اور اللہ تعالیٰ بُرائی کو بُرائی سے نہیں مٹاتا لیکن بُرائی کو نیکی سے مٹاتا ہے' بے شک خبیث چیز خبیث چیز کو نہیں مٹاتی۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی صباح بن محمد ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۶۶' مسند البزار:۳۵۶۲' شعب الایمان:۵۵۲۴' شرح السنۃ:۲۰۳۰' المعجم الکبیر:۸۹۹۰' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۱۵۸' المستدرک ج ۱ ص ۳۴۔۳۳' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۷ طبع قدیم' مسند احمد:۳۶۷۲۔ج ۶ ص ۱۸۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۳۰ - بَابٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ

ہر مسلمان پر صدقہ کرنا فرض ہے' جس کو صدقہ کرنے کے لیے کچھ میسّر نہ ہو' وہ کوئی نیک کام کرے

١٤٤٥ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ. فَقَالُوا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ يَعْمَلُ بِيَدِهِ، فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ. قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ. قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوفِ، وَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ، فَإِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ. [طرف الحدیث:٦٠٢٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی بردہ نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ کرنا (واجب) ہے' مسلمانوں نے کہا: یا نبی اللہ! جس شخص کو صدقہ کرنے کے لیے کچھ میسر نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرے' سو اپنے نفس کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ کرے' مسلمانوں نے کہا: اگر اس کو کوئی کام میسر نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: وہ کسی حاجت مند' مصیبت زدہ کی مدد کرے' مسلمانوں نے کہا: اگر اس کو یہ بھی میسر نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: پھر وہ نیک کام کرے اور (کسی کے ساتھ) بُرائی کرنے سے رُک جائے' بے شک اس کے لیے یہ بھی صدقہ ہے۔

(صحیح مسلم:١٠٠٨' الرقم المسلسل:٢٢٩٦' سنن نسائی:٢٥٣٨' مسند ابوداؤد الطیالسی:٤٩٥' مصنف ابن ابی شیبہ ج٩ ص١٠٨' سنن کبریٰ:٢٣١٨' سنن دارمی:٢٧٤٧' شعب الایمان:٧٦١٦' شرح السنہ:١٦٤٣' مسند احمد ج٤ ص٣٩٥ طبع قدیم' مسند احمد:١٩٥٣١۔ ج٣٢ ص٢٩٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی:٣٩٠٩' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) مسلم بن ابراہیم الازدی القصاب (٢) شعبہ بن الحجاج (٣) سعید بن ابی بردہ (٤) ان کے والد ابو بردہ عامر' سعید کے دادا اور وہ حضرت ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج٨ ص٤٤٨)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: وہ کسی مصیبت زدہ کی مدد کرے۔

صدقہ کی صورتیں

حافظ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی ٦٥٦ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: ہر مسلمان پر صدقہ ہے اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ہے: ہر مسلمان پر ہر دن میں صدقہ (واجب) ہے' اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان پر صدقہ کرنا واجب ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرمائی اور مستحب عمل کرنے سے اس صدقہ کے وجوب کو ساقط کر دیا' یہ اللہ تعالیٰ کا لطف اور فضل ہے' ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے ہر جوڑ پر صدقہ (واجب) ہے' ہر اس دن میں جس میں سورج طلوع ہوتا ہے' آپ نے فرمایا: دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا صدقہ ہے' کسی شخص کی اس کی سواری پر بیٹھنے میں مدد کرنا صدقہ ہے یا اس کا سامان سواری پر رکھنا صدقہ ہے اور اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور نماز کی طرف ہر قدم چلنا صدقہ ہے اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری:٢٧٠٧' صحیح مسلم:١٠٠٩' مسند احمد ج٢ ص٣١٦)

نیز آپ نے فرمایا: کسی ضرورت مند اور مظلوم کی مدد کرنا صدقہ ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو شخص اس حال میں ہو'

اس کی مدد کرنے میں متعدد طریقے سے اجر ملتا ہے اور ان احادیث سے مقصود یہ ہے کہ نیکی کے کام کرنے کی ترغیب دی جائے۔
(المفہم ج ۳ ص ۵۴ 'دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے مسلمان بھائی کی جس طرح ممکن ہو' مدد کرنی چاہیے خواہ وہ اس کی مال سے مدد کرے یا کسی اور طریقہ سے اس کے کام آ کر مدد کرے' نیکی کا حکم دے' بُرائی سے روکے اور یہ بھی نہ کر سکے تو کسی کے ساتھ بُرائی نہ کرے۔

٣١ - بَابٌ قَدْرُ كَمْ يُعْطَى مِنَ الزَّكٰوةِ وَالصَّدَقَةِ، وَمَنْ اَعْطٰى شَاةً

زکوٰۃ اور صدقہ میں سے کتنی مقدار دی جائے اور جس آدمی نے بکری دی

زکوٰۃ میں ہر صنف کی الگ الگ مقدار ہے' چاندی اور سونا' نصاب کو پہنچ جائے اور ان پر ایک سال گزر جائے تو اس میں سے چالیسواں حصہ دیا جائے' مویشیوں میں اونٹ' گائے اور بکری ہر ایک کی الگ الگ مقدار ہے' مثلاً ۵ سے ۹' اونٹ تک ایک بکری دی جائے گی' ۳۰ سے ۳۹ گائے تک ایک سالہ بچھڑی دی جائے گی' ۴۰ سے ۱۲۰ تک ایک بکری دی جائے گی اور اگر صدقہ نفلی ہو تو اس میں مقدار معین نہیں ہے۔

١٤٤٦ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ شِهَابٍ، عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ بُعِثَ اِلٰى نُسَيْبَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ بِشَاةٍ، فَاَرْسَلَتْ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مِنْهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟ فَقُلْتُ لَا، اِلَّا مَا اَرْسَلَتْ بِهٖ نُسَيْبَةُ مِنْ تِلْكَ الشَّاةِ، فَقَالَ هَاتِ، فَقَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا.

[اطراف الحدیث: ۱۴۹۴-۲۵۷۹] (صحیح مسلم: ۲۴۵۱-۱۰۷۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوشہاب نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء از حفصہ بنت سیرین از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا کہ حضرت نسیبہ انصاریہ کے پاس ایک بکری بھیجی گئی' انہوں نے اس بکری سے کچھ حصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تمہارے پاس کچھ ہے؟ انہوں نے کہا: اس کے سوا کچھ نہیں ہے جو حضرت نسیبہ نے اس بکری سے حصہ بھیجا تھا' آپ نے فرمایا: وہ لے آؤ! وہ بکری اپنے محل تک پہنچ چکی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن یونس' وہ احمد بن عبد اللہ بن یونس ابو عبد اللہ التیمی الیربوعی ہیں (۲) ابوشہاب' ان کا نام عبد ربہ بن نافع الحناط ہے (۳) خالد بن عمران الحذاء (۴) حفصہ بنت محمد بن سیرین (۵) ام عطیہ' ان کا نام نسیبہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۵۰)

اس حدیث کے عنوان کے دو جزء ہیں: (۱) زکوٰۃ کی کتنی مقدار دی جائے (۲) اور دوسرا جز ہے: جس نے بکری دی' دوسرے جز کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت نسیبہ انصاریہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف بکری بھیجی اور پہلے جز کے ساتھ اس حدیث میں مطابقت نہیں ہے۔

فقیر کو اپنی زکوٰۃ کی کتنی مقدار دی جائے؟ اس کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کسی شخص کو اپنی زکوٰۃ میں سے کتنی مقدار دینی چاہیے' علامہ ابن القصار نے امام مالک سے یہ روایت کی ہے کہ فقیر کو اتنی زکوٰۃ دینی چاہیے جو اس کے لیے اور اس کے اہل و عیال کے لیے کافی ہو اور امام مالک نے اس زکوٰۃ کی مقدار بیان نہیں کی اور میرے نزدیک اس کو اتنی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے کہ وہ خود غنی ہو جائے اور اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہو جائے۔

المہلب نے المجموعہ میں لکھا ہے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ فقیر کو اتنی زکوٰۃ دی جائے' جو اس کی ایک سال کی خوراک کے لیے کافی ہو' پھر اس کی ضرورت کے مطابق اس کے کپڑوں کے لیے بھی زکوٰۃ میں سے رقم دی جائے۔

امام ابوحنیفہ نے فرمایا: کسی ایک انسان کو زکوٰۃ میں سے دو سو درہم (ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت) دے دی جائے تو یہ میرے نزدیک مکروہ ہے اور اگر اس کو اتنی رقم دے دی گئی تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

المغیرہ نے کہا: اگر کسی شخص کو نصاب کی مقدار سے کم زکوٰۃ دی گئی تو کوئی حرج نہیں ہے اور اس کو اتنی زکوٰۃ نہ دی جائے کہ وہ خود صاحب نصاب ہو جائے' اور اس پر زکوٰۃ واجب ہو' اور ثوری اور امام احمد بن حنبل نے کہا کہ کسی شخص کو پچاس درہم سے زیادہ زکوٰۃ نہ دی جائے ماسوا اس کے کہ وہ مقروض ہو۔

امام شافعی نے کہا کہ کسی شخص کو اتنی زکوٰۃ دی جائے کہ وہ غنی اور صاحب نصاب ہو جائے اور اس کو مسکین نہ کہا جائے اور اگر فقیر کو ہزار یا اس سے زیادہ درہم دے دیئے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس پر زکوٰۃ تب واجب ہوگی جب ایک سال گزر جائے گا' ابوثور کا بھی یہی قول ہے۔

ابن حبیب نے کہا: بکریوں کی زکوٰۃ میں کسی شخص کو ایک بکری دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اس کو زیادہ ضرورت ہو تو ایک سے زیادہ بکریاں دینا بھی جائز ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت نسیبہ کی بھیجی ہوئی بکری کے متعلق فرمایا: وہ بکری لے آؤ! وہ بکری اپنے محل تک پہنچ چکی ہے' یعنی حضرت نسیبہ پر وہ بکری صدقہ کر دی گئی ہے اور اب وہ ہمارے لیے ہدیہ ہے' جیسے حضرت بریرہ پر جو گوشت صدقہ کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا: وہ ان کے لیے صدقہ ہے اور جب انہوں نے ہمیں دے دیا تو وہ ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ کسی چیز کی ملک بدلنے سے اس چیز کا حکم بدل جاتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۲۴۔ ۴۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۲ - بَابُ زَكٰوةِ الْوَرِقِ

چاندی کی زکوٰۃ

١٤٤٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ مِّنَ الْاِبِلِ، وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ صَدَقَةٌ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو سَمِعَ اَبَاهُ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عمرو بن یحییٰ المازنی از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ (زکوٰۃ) نہیں ہے' اور پانچ اوقیہ (دو سو درہم) سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور پانچ وسق (۶۰ صاع' ۳۰۰ کلو گرام) سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔ ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی' انہوں نے اپنے والد سے سنا از ابی سعید رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو سنا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٤٠٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٣ - بَابُ الْعَرْضِ فِي الزَّكٰوةِ

زکوٰۃ میں چیزوں کا لینا

وَقَالَ طَاوُسٌ قَالَ مُعَاذٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِأَهْلِ الْيَمَنِ اِئْتُونِي بِعَرْضٍ، ثِيَابٍ خَمِيصٍ أَوْ لَبِيسٍ فِي الصَّدَقَةِ، مَكَانَ الشَّعِيرِ وَالذُّرَةِ، أَهْوَنُ عَلَيْكُمْ وَخَيْرٌ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ.

اور طاؤس بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اہل یمن سے کہا: مجھے زکوٰۃ میں جو اور جوار کے بدلے میں دیگر چیزیں لاکر دو، جیسے کپڑے، کالی یا دھاری دار چادریں یا لباس، یہ تمہارے لیے آسان ہوگا، اور مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لیے بہتر ہو گا۔

اس تعلیق کی اصل، مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٥٤١-١٠٥٤٠، مطبوعہ مجلس علمی، بیروت میں ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّا خَالِدٌ اِحْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور رہا خالد تو اس نے اپنی زرہیں اور ہتھیار اللہ کی راہ میں وقف کر دیئے ہیں۔

اس تعلیق کی حدیث متصل عنقریب، صحیح البخاری: ١٤٦٨ میں آ رہی ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ. فَلَمْ يَسْتَثْنِ صَدَقَةَ الْفَرْضِ مِنْ غَيْرِهَا. فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا. وَلَمْ يَخُصَّ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ مِنَ الْعُرُوضِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (عید کے دن عورتوں سے) فرمایا: صدقہ کرو، خواہ اپنے زیورات سے، پس آپ نے زکوٰۃ کو دوسرے صدقات سے مستثنیٰ نہیں فرمایا، پھر عورتیں اپنے کانوں کی بالیوں کو اور لونگوں کے ہار کو ڈالتیں، آپ نے زکوٰۃ کی ادائیگی میں سونے اور چاندی کو دوسری چیزوں سے مخصوص نہیں فرمایا۔

ان تعلیقات سے ہمارے فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ زکوٰۃ میں سونے اور چاندی کو دینا ضروری نہیں ہے، دوسری چیزوں کو بھی زکوٰۃ میں دینا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زیورات میں زکوٰۃ ہوتی ہے۔

١٤٤٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ، وَعِنْدَهُ بِنْتُ لَبُونٍ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ، وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلٰى وَجْهِهَا، وَعِنْدَهُ ابْنُ لَبُونٍ، فَإِنَّهُ يُقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ. [اطراف الحدیث: ١٤٥٠-١٤٥١-١٤٥٣-١٤٥٤-١٤٥٥-٢٤٨٧-٣١٠٦-٥٨٧٨-٦٩٥٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ مکتوب لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ جس شخص پر زکوٰۃ میں ایک سال کی اونٹنی واجب ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو، اس کے پاس دو سال کی اونٹنی ہو تو وہ اس سے وصول کر لی جائے گی اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اس کو بیس درہم دے گا یا دو بکریاں دے گا، پس اگر اس کے پاس ایک سال کی اونٹنی نہ ہو اور اس کے پاس دو سال کا اونٹ ہو تو وہ اس سے بہ طور زکوٰۃ وصول کر لیا جائے گا اور اس کے ساتھ اور کچھ نہیں ہوگا۔

(سنن ابوداؤد:١٥٦٧، سنن نسائی:٢٤٤٦، سنن ابن ماجہ:١٨٠٠، مسند البزار:٤١، سنن ابویعلیٰ:١٢٧، سنن دارقطنی ج٢ص١١٤، المستدرک ج١ص٣٩٠، سنن بیہقی ج٤ص٨٦، صحیح ابن خزیمہ:٢٢٦١، صحیح ابن حبان:٣٢٦٦، مسند احمد ج١ص١١-١٢ طبع قدیم، مسند احمد:٧٢، ج١ص٢٣٢-٢٣٢، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن عبداللہ بن المثنی (٢) ان کے والد عبداللہ بن المثنی بن عبداللہ بن انس بن مالک (٣) ثمامہ، اور وہ عبداللہ بن انس ہیں جو بصرہ کے قاضی ہیں (٤) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج٩ص٩)

زکوٰۃ کی مقدار کے برابر کسی بھی جنس سے زکوٰۃ ادا کرنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

زکوٰۃ کی ادائیگی میں سامان اور قیمتی چیزوں کے لینے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز ہے، امام ابوحنیفہ کے اصحاب نے امام بخاری کی اس تعلیق سے استدلال کیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ میں سامان اور دیگر چیزوں کو وصول کیا تھا اور حضرت انس کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت معاذ صدقات کو مدینہ کی طرف منتقل کرتے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو تقسیم کرتے تھے، پس جب یہ صدقات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں مدینہ منتقل ہوتے تھے اور آپ ان کو مدینہ کے فقراء میں تقسیم کرتے تھے تو لامحالہ آپ نے زکوٰۃ کے بدل کے جواز کو برقرار رکھا تھا کیونکہ آپ کو علم تھا کہ زکوٰۃ کپڑوں کی جنس سے نہیں ہے اور یہ کپڑے زکوٰۃ میں بہ طور بدل لیے گئے ہیں، لہٰذا زکوٰۃ کے بدل میں ان چیزوں کا لینا جائز قرار پایا اور آپ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی معمول کو برقرار رکھا اور صحابہ کرام کا اس پر اتفاق رہا، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ایک سال کی اونٹنی کے بجائے دو سال کی اونٹنی لے لی جائے اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے، اس سے بھی واضح ہوا کہ زکوٰۃ کے بدلا میں اس کے مساوی قیمت یا قیمتی چیز لینا جائز ہے اور جب یہ جائز ہے کہ پانچ اونٹوں کی زکوٰۃ میں اس کی جنس کے خلاف ایک بکری لینا جائز ہے تو بکری کی جگہ ایک دینار لینا بھی جائز ہے۔

نیز امام بخاری کی تیسری تعلیق میں مذکور ہے کہ عورتیں اپنے کانوں کی بالیاں اور لونگوں کے ہار بھی ڈال دیتی تھیں، اور لونگوں کے ہار سونے چاندی کی جنس سے نہیں ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ میں سونے چاندی کو دینا ضروری نہیں ہے، بلکہ زکوٰۃ کی مقدار کے برابر کسی بھی جنس سے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

اس مذہب کے مخالفین یہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث صرف ان کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ اس وقت مدینہ میں ان کپڑوں اور دیگر اشیاء کی ضرورت ہے، اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جس شخص پر زکوٰۃ میں ایک سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس ایک سال کی اونٹنی کے بجائے دو سال کی اونٹنی ہو تو اس سے عامل دو سال کی اونٹنی لے لے اور اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے دے تو اس پر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں عمل نہیں کیا۔ (شرح ابن بطال ج٣ص٤٢٨-٤٢٧، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٤ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کی دلیل کا جواب

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی دلیل، صحیح بخاری کی حدیث مرفوع اور صحابہ کرام کے آثار ہیں۔ اس کے مقابلہ میں علامہ ابن بطال نے فقہاء احناف کے مخالفین کی طرف سے جو دلیل پیش کی ہے، وہ محض ان کا مفروضہ ہے اور بلا دلیل ایک

دعویٰ ہے' نیز میں پوچھتا ہوں کہ شریعت کا مدار نبی ﷺ کے ارشاد پر ہے یا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عمل پر ہے؟ جب کہ علامہ ابن بطال نے ان کے عمل پر بھی کسی صحیح حدیث کا حوالہ نہیں دیا اور دلائل کے مقابلہ میں محض دعویٰ کی کیا حیثیت ہے!

حافظ ابن حجر اور غیر مقلدین کا آثارِ صحابہ اور حدیث رسول کو مسترد کرنا اور مصنف کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں امام بخاری نے فقہاء احناف کی موافقت کی ہے' اس کے باوجود کہ وہ ان کی بہت مخالفت کرتے ہیں:

حضرت معاذ کے قصہ کا یہ جواب ہے کہ یہ ان کا اجتہاد ہے' پس اس قصہ میں کوئی دلیل نہیں ہے' لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حلال اور حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور جب نبی ﷺ نے ان کو یمن بھیجا تھا تو آپ نے ان کو بتادیا تھا کہ وہ کس طرح عمل کریں گے' ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ اس زمانہ کا خاص واقعہ ہے' اس سے یہ قاعدہ کلیہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس جنس میں زکوٰۃ واجب ہو' اس کی زکوٰۃ دوسری جنس سے دی جاسکتی ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ اس کے خلاف بھی کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ خواتین نے اپنی زکوٰۃ میں لوگوں کا ہار دیا' اگر یہ ناجائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس کو ردّ فرمادیتے۔ سعیدی غفرلہٗ)

قاضی عبدالوہاب مالکی نے کہا ہے کہ وہ لوگ جزیہ پر بھی صدقہ کا اطلاق کرتے تھے' ہوسکتا ہے کہ حضرت معاذ نے جو لیا تھا وہ بھی جزیہ ہو' حافظ ابن حجر نے اس جواب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت معاذ نے فرمایا تھا: تم ہمیں جَو اور جوار کے بدلا میں کپڑے اور سامان دو اور جزیہ میں جَو اور جوار کو نہیں لیا جاتا' درہم اور دینار کو لیا جاتا ہے۔

حدیث مذکور کا حافظ ابن حجر نے یہ جواب دیا ہے کہ زکوٰۃ کی مقدار تو معین ہوتی ہے' اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی جب کہ سامان کی قیمت تو کم زیادہ ہوتی ہے' پس جس چیز میں زکوٰۃ واجب ہے اس کی زکوٰۃ میں وہی چیز لی جائے گی' اس کے بدلا میں کوئی اور سامان نہیں لیا جائے گا کیونکہ زکوٰۃ کی مقدار معین اور واحد ہوتی ہے' اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۴۷-۴۶' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

نواب صدیق حسن خان متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی اسی جواب کو نقل کیا ہے۔ (عون الباری ج ۲ ص ۴۳۸' دارالرشید' سوریا)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اور نواب قنوجی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ حدیث رسول کو اپنے قیاس سے مسترد کر دیں' نبی ﷺ نے ۵ سے ۹' اونٹ تک زکوٰۃ میں ایک بکری واجب کی ہے' کیا بکری کی قیمت کم وبیش نہیں ہوتی رہتی' اسی طرح ۳۰ سے ۳۹ تک گایوں میں ایک بچھڑی واجب کی ہے' کیا بچھڑی کی قیمت کم وبیش نہیں ہوتی' اسی طرح ۴۰ سے ۱۲۰ تک بکریوں میں ایک بکری واجب کی ہے اور بکری کی قیمت بھی کم وبیش ہوتی رہتی ہے' اگر حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اور نواب بھوپالی (اہل حدیث) کے قاعدہ کو تسلیم کر کے حدیث رسول کو مسترد کر دیا جائے تو نبی ﷺ کا دیا ہوا پورا نظام زکوٰۃ ہی ساقط ہو جائے گا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: زکوٰۃ کی ادائیگی کی مقدار معین ہونی چاہیے' میں کہتا ہوں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی مقدار وہی ہونی چاہیے جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے خواہ وہ معین ہو یا غیر معین۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس موقع کی تلاش میں رہتے ہیں کہ جہاں حافظ ابن حجر کوئی غلط بات کہیں یا فقہاء احناف کے خلاف کچھ کہیں تو وہ فوراً ان کا ردّ کریں لیکن اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر نے احناف کے خلاف لکھا اور صحیح بخاری کی حدیث کا ردّ کیا لیکن علامہ عینی کا خون جوش میں آیا نہ علم حرکت میں آیا' شاید قسام ازل نے یہ سعادت اس ناکارہ کے لیے مقدر کر دی تھی!

۱۴۴۹ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ، عَنْ اَيُّوبَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِي رَبَاحٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَشْهَدُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَصَلّٰى قَبْلَ الْخُطْبَةِ، فَرَاٰى اَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَاءَ، فَاَتَاهُنَّ، وَمَعَهُ بِلَالٌ نَاشِرَ ثَوْبِهِ، فَوَعَظَهُنَّ، وَاَمَرَهُنَّ اَنْ يَتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْاَةُ تُلْقِي، وَاَشَارَ اَيُّوبُ اِلٰى اُذُنِهِ وَاِلٰى حَلْقِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مؤمل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب از عطاء بن ابی رباح' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی' پس آپ نے گمان کیا کہ آپ نے عورتوں کو نہیں سنایا تو آپ عورتوں کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے' آپ نے عورتوں کو وعظ کیا اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تو عورت (حضرت بلال کے کپڑے میں صدقہ) ڈالتی تھی اور ایوب نے اپنے کانوں اور اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔

۳۴ - بَابُ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ

متفرق جانوروں کو جمع نہ کیا جائے اور جو جانور جمع ہوں' ان کو متفرق نہ کیا جائے

مثلاً تین آدمیوں میں سے ہر ایک کی ۴۰' ۴۰ بکریاں ہیں اور ان کی زکوۃ تین بکریاں ہیں اور جب عامل زکوۃ وصول کرنے آئے تو ان میں سے ایک آدمی کہے کہ سب اس کی بکریاں ہیں اور متفرق بکریوں کو جمع کرلے اور صرف ایک بکری عامل کو دے' کیونکہ ۴۰ سے ۱۲۰ تک صرف ایک بکری واجب ہوتی ہے' یا ایک آدمی کی ۸۰ بکریاں ہوں' جن پر ایک بکری زکوۃ ہو' زکوۃ کی وصولی کے وقت عامل کہے: یہ دو آدمیوں کی ۴۰' ۴۰ بکریاں ہیں اور ان پر دو بکریاں زکوۃ میں واجب ہیں اور جمع کو متفرق کرے' خلاصہ یہ ہے کہ زکوۃ دینے والا متفرق کو جمع کر کے زکوۃ بچائے نہ عامل زیادہ زکوۃ لینے کے لیے جمع کو متفرق کرے۔

وَيُذْكَرُ عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

اور سالم نے از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی مثل روایت کی ہے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

سالم از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ کا مکتوب لکھا اور اس کو عمال کی طرف روانہ نہیں کیا تھا کہ آپ کی وفات ہوگئی' سو آپ نے اس مکتوب کو اپنی تلوار کے ساتھ ملا کر رکھا تھا' پس جب آپ کی وفات ہوگئی تو اس مکتوب پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمل کیا' حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی اور حضرت عمر نے عمل کیا حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی' اس مکتوب میں یہ درج تھا کہ پانچ اونٹوں میں ایک بکری ہے اور دس میں دو بکریاں ہیں اور پندرہ میں تین بکریاں ہیں اور بیس میں چار بکریاں ہیں اور پچیس سے پینتیس تک ایک سال کی ایک اونٹنی ہے' اگر اس سے زیادہ ہوں تو پینتالیس تک دو سال کی ایک اونٹنی ہے' اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو ساٹھ تک تین سال کی ایک اونٹنی ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو پچھتر تک چار سال کی ایک اونٹنی ہے' پھر اگر اس سے زیادہ ہوں تو نوے تک دو سال کی دو اونٹنیاں ہیں' پھر اگر اس سے زیادہ ہوں تو ایک سو بیس تک تین سال کی دو اونٹنیاں ہیں' پھر اگر ایک سو بیس سے زیادہ اونٹنیاں ہوں تو ہر پچاس پر ایک تین سال کی اونٹنی اور ہر چالیس پر دو سال کی ایک اونٹنی دی جائے اور بکریوں میں چالیس سے لے کر ایک سو بیس تک ایک بکری دی جائے' پھر اگر اس سے زیادہ بکریاں ہوں تو دو سو تک دو بکریاں دی جائیں' پھر

اگر اس سے زیادہ بکریاں ہوں تو تین سو بکریوں تک تین بکریاں دی جائیں' پھر اگر تین سو بکریوں سے زائد ہوں تو ہر سو بکریوں پر ایک بکری دی جائے' پھر جب تک چار سو بکریاں نہ ہو جائیں ان میں کچھ نہیں ہے اور صدقہ دینے کے خوف سے جمع کو متفرق نہ کیا جائے اور متفرق کو جمع نہ کیا جائے' اور اگر مویشیوں میں دو آدمی شریک ہوں تو وہ صدقہ کی رقم برابر برابر ایک دوسرے سے لے لیں۔

(سنن ترمذی:٦٢١' سنن ابوداؤد:١٥٦٧۔١٥٧٠' مسند احمد ج ٢ ص ١٤)

١٤٥٠ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ اَنَّ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِيْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ' وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ' خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے مکتوب لکھا' جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرض کیا ہوا صدقہ بیان کیا اور یہ کہ صدقہ کے خوف سے متفرق کو جمع نہ کیا جائے اور جمع کو متفرق نہ کیا جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:١٤٤٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٥ - بَابٌ مَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ' فَاِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ

اگر دو شخص شریک ہوں تو زکوٰۃ کا خرچ ایک دوسرے سے برابر برابر لے لیں

وَقَالَ طَاوُسٌ وَعَطَاءٌ اِذَا عَلِمَ الْخَلِيْطَانِ اَمْوَالَهُمَا' فَلَا يُجْمَعُ مَالُهُمَا.

اور طاؤس اور عطاء نے کہا: اگر دونوں شریکوں کو اپنے مالوں کا پتا ہو تو ان کے مالوں کو جمع نہیں کیا جائے گا۔

اس تعلیق کی اصل یہ ہے: عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ طاؤس نے کہا: جب دو شریک اپنے مالوں کو جانتے ہوں تو پھر صدقہ میں ان کے مالوں کو جمع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (مصنف عبد الرزاق:٦٨٦٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَقَالَ سُفْيَانُ لَا تَجِبُ حَتّٰى يَتِمَّ لِهٰذَا اَرْبَعُوْنَ شَاةً' وَلِهٰذَا اَرْبَعُوْنَ شَاةً.

اور سفیان نے کہا: اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہے حتیٰ کہ اس شریک کے لیے بھی چالیس بکریاں ہوں اور دوسرے شریک کے لیے بھی چالیس بکریاں ہوں۔

(مصنف عبد الرزاق:٦٨٦٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٤٥١ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِيْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ' فَاِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ مکتوب لکھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ کی فرضیت لکھی تھی اور جو دو شریکوں کے مال میں زکوٰۃ ہو' وہ ایک دوسرے سے برابر برابر لے لیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:١٤٤٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٦ - بَابُ زَكٰوةِ الْاِبِلِ

اونٹوں کی زکوٰۃ

ذَكَرَهُ اَبُوْ بَكْرٍ، وَاَبُوْ ذَرٍّ، وَاَبُوْ هُرَيْرَةَ، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کا حضرت ابوبکر' حضرت ابوذر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا ہے۔

یعنی اونٹوں کی زکوٰۃ کا ذکر ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث' صحیح البخاری: ١٤٥٣ میں ہے' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث' صحیح البخاری: ١٤٦٠ میں ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اسی کے ساتھ تعلیق میں ہے۔

١٤٥٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِيًّا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْهِجْرَةِ، فَقَالَ وَيْحَكَ، اِنَّ شَاْنَهَا شَدِيْدٌ، فَهَلْ لَكَ مِنْ اِبِلٍ تُؤَدِّيْ صَدَقَتَهَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبِحَارِ، فَاِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَّتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا.

[اطراف الحدیث: ٢٦٣٣-٣٩٢٣-٦١٦٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عطاء بن یزید از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہ ایک اعرابی (دیہاتی) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہجرت کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! ہجرت کا معاملہ تو بہت سخت ہے' کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں جن کی تم زکوٰۃ ادا کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس تم سمندر کے پار (شہر میں) عمل کرتے رہو' بے شک اللہ تمہارے اعمال میں سے کسی چیز کو ترک نہیں کرے گا۔

(صحیح مسلم: ١٨٦٥' الرقم المسلسل: ٤٧٤٩' سنن ابوداؤد: ٢٤٧٧' سنن نسائی: ٤١٦٤' سنن کبریٰ: ٧٧٨٧' جامع المسانید لابن جوزی: ٢٠٧٧' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) علی بن عبد اللہ ابن المدینی (٢) الولید بن مسلم (٣) عبد الرحمان ابن عمرو الاوزاعی (٤) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (٥) عطاء بن یزید ابو یزید اللیثی (٦) حضرت ابوسعید الخدری' ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ٢٠)

دیہاتیوں کے اوپر ہجرت کا سخت ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد فتح مکہ سے پہلے کا ہے کیونکہ اگر فتح مکہ کے بعد یہ ارشاد ہوتا تو آپ فرماتے: فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے' لیکن آپ کو علم تھا کہ اعرابی مدینہ پر صبر نہیں کر سکیں گے کیونکہ وہاں پر بہت سختیاں تھیں' اور وبائیں تھیں کیونکہ جب ایک اعرابی کو مدینہ میں بخار چڑھ گیا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیعت توڑنے کے لیے آیا' اس لیے جب اس اعرابی نے آپ سے ہجرت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے اس سے زکوٰۃ کے متعلق پوچھا کیونکہ زکوٰۃ ادا کرنا اعراب کے اوپر بہت سخت تھا' اس لیے آپ نے فرمایا کہ تم سمندر کے پار عمل کرتے رہو (یعنی ہجرت کرنا ضروری نہیں' بے شک سمندر کے پار رہو' مگر نیک عمل کرتے رہو)۔

(شرح ابن بطال ج ٣ ص ٤٣٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

٣٧ - بَابُ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ بِنْتِ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ

جس کی زکوٰۃ میں ایک سال کی اونٹنی واجب ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو

١٤٥٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ فَرِيضَةَ الصَّدَقَةِ، الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ، وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ، وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ، وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ، أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا. وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ، وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ، وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ، وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ، وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا بِنْتُ لَبُونٍ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُونٍ، وَيُعْطِي شَاتَيْنِ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا، وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُونٍ، وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ، وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا، أَوْ شَاتَيْنِ. وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُونٍ، وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ، وَعِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ، وَيُعْطِي مَعَهَا عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے صدقہ کا وہ فریضہ لکھا جس کا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا: جس شخص پر اونٹوں کی زکوٰۃ میں چار سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس چار سال کی اونٹنی نہ ہو بلکہ اس کے پاس تین سال کی اونٹنی ہو تو اس سے وہ تین سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور اسے اس کے ساتھ دو بکریاں دینی ہوں گی اگر اس کو میسر ہوں یا وہ بیس درہم دے گا' اور جس شخص پر زکوٰۃ میں تین سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس تین سال کی اونٹنی نہ ہو اور اس کے پاس چار سال کی اونٹنی ہو تو اس سے چار سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور عامل اس کو بیس درہم دے گا یا دو بکریاں دے گا' اور جس پر زکوٰۃ میں تین سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس صرف دو سال کی اونٹنی ہو تو اس سے دو سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور وہ دو بکریاں یا بیس درہم دے گا' اور جس پر زکوٰۃ میں دو سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس تین سال کی اونٹنی ہو تو اس سے تین سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور عامل اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے گا' اور جس پر زکوٰۃ میں دو سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس دو سال کی اونٹنی نہ ہو اور اس کے پاس ایک سال کی اونٹنی ہو تو اس سے وہ ایک سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور وہ اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں دے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۴۸ میں گزر چکی ہے۔

٣٨ - بَابُ زَكٰوةِ الْغَنَمِ

بکریوں کی زکوٰۃ

١٤٥٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُثَنّٰى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ هٰذَا الْكِتَابَ، لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن المثنیٰ الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے حدیث بیان کی' حضرت انس نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے جب ان کو بحرین کی طرف بھیجا تو ان کے لیے یہ مکتوب لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هٰذِهٖ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ، الَّتِيْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ، وَالَّتِيْ اَمَرَ اللّٰهُ بِهَا رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا، وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ فِيْ اَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنَ الْاِبِلِ فَمَا دُوْنَهَا، مِنَ الْغَنَمِ، مِنْ كُلِّ خَمْسٍ، شَاةٌ، اِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ اِلٰى خَمْسٍ وَّثَلَاثِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ اُنْثٰى، فَاِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّثَلَاثِيْنَ اِلٰى خَمْسٍ وَّاَرْبَعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ لَبُوْنٍ اُنْثٰى، فَاِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّاَرْبَعِيْنَ اِلٰى سِتِّيْنَ فَفِيْهَا حِقَّةٌ طَرُوْقَةُ الْجَمَلِ، فَاِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَّسِتِّيْنَ اِلٰى خَمْسٍ وَّسَبْعِيْنَ فَفِيْهَا جَذَعَةٌ، فَاِذَا بَلَغَتْ. يَعْنِيْ. سِتًّا وَّسَبْعِيْنَ اِلٰى تِسْعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتَا لَبُوْنٍ، فَاِذَا بَلَغَتْ اِحْدٰى وَتِسْعِيْنَ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ، فَفِيْهَا حِقَّتَانِ طَرُوْقَتَا الْجَمَلِ، فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ، فَفِيْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ، وَفِيْ كُلِّ خَمْسِيْنَ حِقَّةٌ، وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهٗ اِلَّا اَرْبَعٌ مِّنَ الْاِبِلِ فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ، اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا، فَاِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِّنَ الْاِبِلِ فَفِيْهَا شَاةٌ. وَفِيْ صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِيْ سَائِمَتِهَا اِذَا كَانَتْ اَرْبَعِيْنَ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ شَاةٌ، فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ اِلٰى مِائَتَيْنِ شَاتَانِ، فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى مِائَتَيْنِ اِلٰى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِيْهَا ثَلَاثٌ، فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِيْ كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ، فَاِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِّنْ اَرْبَعِيْنَ شَاةً وَّاحِدَةً، فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا. وَفِي الرِّقَةِ رُبْعُ الْعُشْرِ، فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ اِلَّا تِسْعِيْنَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

یہ زکوٰۃ کا وہ فریضہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیا اور جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا تو اس مکتوب کے موافق جس مسلمان سے زکوٰۃ طلب کی جائے وہ اس کو دے اور اگر کوئی اس سے زیادہ (زکوٰۃ) مانگے تو وہ اس کو ہرگز نہ دے' چوبیس اونٹ ہوں یا اس سے کم ہوں تو ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری دینی ہوگی' جب پچیس اونٹ ہو جائیں تو پینتیس اونٹوں تک ایک سال کی اونٹنی دینی ہوگی' جب چھتیس اونٹ ہو جائیں تو پینتالیس اونٹوں تک دو سال کی اونٹنی دینی ہوگی' جب چھیالیس اونٹ ہو جائیں تو ساٹھ اونٹوں تک تین سال کی اونٹنی دینی ہوگی جو جفتی کے لائق ہو اور جب اکسٹھ اونٹ ہو جائیں تو پچھتر اونٹوں تک چار سال کی اونٹنی دینی ہوگی اور جب چھہتر اونٹ ہو جائیں تو نوے اونٹوں تک اس میں دو سال کی دو اونٹنیاں دینی ہوں گی' پس جب اکیانوے اونٹ ہو جائیں تو ایک سو بیس اونٹوں تک تین سال کی دو اونٹنیاں دینی ہوں گی جو جفتی کے لائق ہوں' پس جب وہ ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو ہر چالیس اونٹ میں ایک' دو سال کی اونٹنی دینی ہوگی اور ہر پچاس اونٹ میں ایک تین سال کی اونٹنی دینی ہوگی اور جس کے پاس صرف چار اونٹ ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے' مگر یہ کہ اونٹوں کا مالک نفلی صدقہ دینا چاہے' پس جب پانچ اونٹ ہو جائیں تو اس میں ایک بکری دینا واجب ہے' اور جنگل میں چرنے والی بکریاں جب چالیس ہو جائیں تو ایک سو بیس بکریوں تک ایک بکری دینا واجب ہے' پس جب ایک سو بیس بکریوں سے زیادہ ہوں تو دو سو بکریوں تک دو بکریاں دینا واجب ہے' پس جب دو سو بکریوں سے زیادہ ہو جائیں تو تین سو بکریوں تک تین بکریاں دینا واجب ہے' پس جب تین سو بکریوں سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سو بکریوں میں ایک بکری دینا واجب ہے' پس جب کسی آدمی کی جنگل میں چرنے والی بکریوں کی تعداد چالیس بکریوں سے ایک بکری بھی کم ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے مگر یہ کہ بکریوں کا مالک نفلی صدقہ دینا چاہے' اور چاندی میں چالیسواں حصہ دینا واجب ہے'

پس اگر اس کے پاس صرف ایک سو نوّے درہم ہوں تو اس میں کوئی چیز واجب نہیں ہے' مگر یہ کہ اس کا مالک نفلی طور پر دینا چاہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۴۸ میں گزر چکی ہے۔

٣٩ - بَابٌ لَّا تُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ، وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ، وَلَا تَيْسٌ، إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ

زکوٰۃ میں بوڑھا اور عیب والا اور نر جانور نہیں دیا جائے گا' مگر جب عامل اس کا لینا مناسب سمجھے

١٤٥٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ، الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ، وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ، وَلَا تَيْسٌ، إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے یہ مکتوب لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ کوئی شخص زکوٰۃ میں بوڑھے جانور کو نہ نکالے نہ کسی عیب والے جانور کو نہ نر جانور کو مگر یہ کہ عامل اس کو چاہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۴۴۸ میں ملاحظہ کریں۔

٤٠ - بَابُ أَخْذِ الْعَنَاقِ فِي الصَّدَقَةِ

بکری کے بچہ کو زکوٰۃ میں دینا

١٤٥٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح). وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری (ح) اور لیث نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: حضرت ابوبکر رضی اللہ نے فرمایا کہ اگر انہوں نے مجھے ایک بکری کا بچہ دینے سے بھی انکار کیا جسے وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے تو میں اس کے انکار کرنے پر ان سے قتال کروں گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۰۰ میں گزر چکی ہے۔

١٤٥٧ - قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ أَنَّ اللّٰهَ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِالْقِتَالِ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

حضرت عمر رضی اللہ نے کہا: پس یہ چیز وہ تھی جس کو میں نے سمجھ لیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ کا سینہ قتال کے لیے کھول دیا ہے' پس میں نے جان لیا کہ یہی حق ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹۹ میں گزر چکی ہے۔

٤١ - بَابٌ لَّا تُؤْخَذُ كَرَائِمُ أَمْوَالِ النَّاسِ فِي الصَّدَقَةِ

زکوۃ میں لوگوں کا عمدہ مال نہ وصول کیا جائے

١٤٥٨ - حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلَى الْيَمَنِ، قَالَ إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلٰى قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ، فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللّٰهِ، فَإِذَا عَرَفُوا اللّٰهَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ، فَإِذَا فَعَلُوا، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكٰوةً تُؤْخَذُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ، وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ، فَإِذَا أَطَاعُوا بِهَا، فَخُذْ مِنْهُمْ، وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں امیہ بن بسطام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح بن القاسم نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن امیہ از یحییٰ بن عبد اللہ بن صیفی از ابی معبد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو فرمایا: بے شک تم اہل کتاب کی ایک قوم کی طرف جاؤ گے' پس تم کو چاہیے کہ تم ان کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دو' پس جب وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں تو تم ان کو یہ خبر دینا کہ ان کے (اوپر) دن اور رات میں اللہ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں' پس جب وہ اس پر عمل کر لیں تو پھر ان کو یہ خبر دینا کہ اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے اموال سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء پر لوٹا دی جائے گی' پس جب وہ اس کی اطاعت کر لیں تو ان سے زکوۃ وصول کرنا اور ان کے عمدہ مال کو لینے سے اجتناب کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٩٥ میں گزر چکی ہے۔

٤٢ - بَابٌ لَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ

پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ واجب نہیں ہے

١٤٥٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از محمد بن عبد الرحمان بن ابی صعصعہ المازنی از والد خود از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ وسق (تین سو کلو گرام) کھجور سے کم میں صدقہ (زکوۃ) نہیں ہے اور دو سو درہم چاندی سے کم میں زکوۃ نہیں ہے اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٠٥ میں گزر چکی ہے۔

٤٣ - بَابُ زَكٰوةِ الْبَقَرِ

گایوں کی زکوۃ

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَعْرِفَنَّ، مَا جَاءَ اللّٰهَ رَجُلٌ بِبَقَرَةٍ لَهَا خُوَارٌ. وَيُقَالُ جُؤَارٌ. ﴿تَجْأَرُوْنَ﴾ (النحل:٥٣) تَرْفَعُوْنَ اَصْوَاتَكُمْ كَمَا تَجْأَرُ الْبَقَرَةُ.

اور ابوحمید نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں قیامت کے دن وہ شخص ضرور دکھاؤں گا جو اللہ کے پاس گائے اٹھائے ہوئے حاضر ہوگا' وہ گائے آواز نکال رہی ہوگی اور'' خوار '' کی جگہ ایک روایت میں '' جوار '' کا لفظ ہے' سورۃ المؤمنون میں جو '' تجارون '' کا لفظ ہے' وہ اسی سے نکلا ہے یعنی تم اس طرح چلا رہے ہوگے جس طرح گائے چلاتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے: اس تعلیق کی اصل امام بخاری نے '' کتاب ترك الحيل '' میں موصولاً روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۷) میں نے '' کتاب ترك الحِيَل '' میں دیکھا' اس میں یہ حدیث نہیں ہے بلکہ یہ حدیث ہے: '' انما الاعمال بالنية ''۔ (صحیح البخاری: ٦٩٥٣)

١٤٦٠ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنِ الْمَعْرُوْرِ ابْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنْتَهَيْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، اَوْ وَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهُ. اَوْ كَمَا حَلَفَ. مَا مِنْ رَجُلٍ تَكُوْنُ لَهُ اِبِلٌ، اَوْ بَقَرٌ، اَوْ غَنَمٌ، لَا يُؤَدِّيْ حَقَّهَا، اِلَّا اُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَعْظَمَ مَا تَكُوْنُ وَاَسْمَنَهُ، تَطَؤُهُ بِاَخْفَافِهَا، وَتَنْطَحُهُ بِقُرُوْنِهَا، كُلَّمَا جَازَتْ اُخْرَاهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ اُوْلَاهَا، حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ. رَوَاهُ بُكَيْرٌ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[طرف الحدیث: ٦٦٣٨]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از المعرور بن سوید از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی ﷺ کے پاس پہنچا' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! یا فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! یا جس طرح آپ نے حلف اٹھایا کہ کوئی مرد ایسا نہیں ہوگا جس کے پاس اونٹ ہوں یا گائیں ہوں یا بکریاں ہوں' جن کا وہ حق ادا نہ کرتا ہو مگر قیامت کے دن اس کے پاس وہ جانور بہت بڑی جسامت میں اور بہت فربہ حالت میں آئیں گے اور اس کو اپنے کھروں سے روندیں گے اور اپنے سینگوں سے ماریں گے' جب ان کا آخری ریوڑ گزر جائے گا تو پہلا ریوڑ دوبارہ آ جائے گا حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اس حدیث کو بکیر نے از ابی صالح از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ روایت کیا ہے۔

(سنن ترمذی: ٦١٧' سنن نسائی: ٢٤٤٠' سنن ابن ماجہ: ١٧٨٥' مسند البزار: ٣٩٩٣' صحیح ابن خزیمہ: ٢٢٥١' سنن بیہقی ج ٤ ص ٩٧' مسند احمد ج ٥ ص ١٥٨ طبع قدیم' مسند احمد: ٢١٤٠١۔ ج ٣٥ ص ٣١٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ جس شخص نے اپنی گایوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی ہوگی' قیامت کے دن وہ اس کو اپنے کھروں سے روندیں گی اور سینگوں سے ماریں گی' اس سے معلوم ہوا کہ گایوں کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

گایوں کی زکوٰۃ کا نصاب اور زکوٰۃ کی مقدار

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

گایوں کی زکوٰۃ کا نصاب اور اس کی مقدار درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کی طرف بھیجا (تو انہیں حکم فرمایا) کہ ہر تیس گایوں سے ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی وصول کریں اور ہر چالیس گایوں سے دو سال کا بچھڑا یا بچھڑی وصول کریں۔ الحدیث

(سنن ابوداؤد: ۱۵۷۶، سنن ترمذی: ۱۵۶۳، سنن نسائی: ۲۴۴۹، سنن نسائی: ۱۸۰۳) (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۴۴ - بَابُ الزَّكٰوةِ عَلَى الْاَقَارِبِ — رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا

اس عنوان میں زکوٰۃ سے مراد اصطلاحی زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ ثواب کی نیت سے صدقہ اور خیرات کرنا ہے، اصطلاحی زکوٰۃ سے مراد شرعی نصاب پر ایک سال گزرنے کے بعد اس کا چالیسواں حصہ کسی غیر ہاشمی فقیر کو دینا ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهٗ اَجْرَانِ اَجْرُ الْقَرَابَةِ وَالصَّدَقَةِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے دو اجر ہیں، ایک اجر قرابت کا ہے اور ایک اجر صدقہ کا ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول عنقریب، صحیح البخاری: ۱۴۶۶ میں آرہی ہے۔

۱۴۶۱ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَكْثَرَ الْاَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِّنْ نَخْلٍ، وَكَانَ اَحَبَّ اَمْوَالِهٖ اِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا، وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ. قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران: ۹۲) قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ وَاِنَّ اَحَبَّ اَمْوَالِيْ اِلَيَّ بَيْرُحَاءَ، وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ، اَرْجُوْا بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ، فَضَعْهَا، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ. قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ، ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ. فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَفْعَلُ يَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصار میں سب سے زیادہ کھجوروں کے باغ کے لحاظ سے مال دار تھے اور ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ باغ بیرحاء میں تھا اور وہ مسجد (نبوی) کے سامنے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں داخل ہوتے تھے اور اس کا میٹھا پانی پیتے تھے، حضرت انس نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: تم اس وقت تک ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔ (آل عمران: ۹۲) تو حضرت ابوطلحہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑے ہوئے اور کہا: یارسول اللہ! اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: تم اس وقت تک ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔ (آل عمران: ۹۲) اور میرے نزدیک میرا سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء کا باغ ہے اور یہ اللہ کے لیے صدقہ ہے، میں اس کی نیکی اور اللہ کے نزدیک اس کے ذخیرہ کی امید رکھتا ہوں، پس یارسول اللہ! اس کو وہاں خرچ کیجئے جہاں اللہ تعالیٰ آپ کو بتائے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَسَمَهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ. تَابَعَهٗ رَوْحٌ. وَقَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاِسْمَاعِيْلُ عَنْ مَالِكٍ رَايِحٌ. [اطراف الحدیث:٢٣١٨-٢٧٥٢-٢٧٥٨-٢٧٦٩-٤٥٥٤-٤٥٥٥-٥٦١١]

فرمایا: اس کو چھوڑو! یہ نفع آور مال ہے' یہ نفع آور مال ہے' (آپ نے دوبار فرمایا) اور تم نے جو کہا وہ میں نے سن لیا اور میری رائے یہ ہے کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو' پس حضرت ابوطلحہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا' پھر حضرت ابوطلحہ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں میں اور اپنے عم زادوں میں تقسیم کر دیا۔ عبد اللہ بن یوسف کی متابعت روح نے کی ہے' اور یحییٰ بن یحییٰ اور اسماعیل نے امام مالک سے ''رایح'' کی روایت کی ہے۔

(صحیح مسلم:٩٩٨' الرقم المسلسل:٢٢٧٨' سنن دارمی:١٦٥٥' سنن کبریٰ:١١٠٦٦' صحیح ابن حبان:٣٣٤١-٧١٨٢' حلیۃ الاولیاء ج٦ ص٣٣٨' سنن بیہقی ج٦ ص٢٧٥-١٦٥-١٦٤' شرح السنۃ:١٦٨٣' مسند احمد ج٣ ص١٤١ طبع قدیم' مسند احمد:١٢٤٣٨-ج١٩ ص٢٧٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی:٢٠٩' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٧ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے کئی بار تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو۔

حدیث مذکور کے مسائل اور حضرت ابوطلحہ کی دریا دلی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے نفسی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے مسائل اور فوائد حسب ذیل ہیں:

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے نزدیک میرا سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء کا باغ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے مال سے محبت کرنا اور اس کو پسند کرنا جائز ہے اور اس میں کوئی نقص اور عیب نہیں ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی زمین پر پھل دار درختوں کا باغ لگانا جائز ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ابوطلحہ کے باغ میں جاتے تھے اور اس کا پانی پیتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ استاذ اور شیخ کا اپنے شاگرد کے باغ میں اس کی اجازت کے بغیر جانا جائز ہے اور اپنے دوستوں کے باغ میں جانا اور اس کے پھلوں سے کھانا بھی جائز ہے۔

اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوطلحہ نے اپنا پسندیدہ باغ اللہ کی راہ میں دے دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قبول نہیں کیا اور فرمایا: یہ تم اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو' اس سے حضرت ابوطلحہ کی دریا دلی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے نفسی معلوم ہوئی۔

١٤٦٢ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ زَيْدٌ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَضْحٰى اَوْ فِطْرٍ اِلَى الْمُصَلّٰى، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَوَعَظَ النَّاسَ وَاَمَرَهُمْ بِالصَّدَقَةِ، فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ، تَصَدَّقُوْا. فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ، فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ، فَاِنِّيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے زید نے خبر دی از عیاض بن عبد اللہ از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عیدگاہ کی طرف گئے' پھر واپس آئے تو لوگوں کو وعظ کیا اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا' پس فرمایا: اے لوگو! صدقہ کرو' پھر آپ کا خواتین پر گزر ہوا تو آپ نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت!

رَاَيْتُكُنَّ اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ. فَقُلْنَ وَبِمَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ، مَا رَاَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ، اَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ، مِنْ اِحْدَاكُنَّ، يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ. ثُمَّ انْصَرَفَ، فَلَمَّا صَارَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ، جَاءَتْ زَيْنَبُ، اِمْرَاَةُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، تَسْتَاْذِنُ عَلَيْهِ، فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هٰذِهٖ زَيْنَبُ، فَقَالَ اَيُّ الزَّيَانِبِ؟ فَقِيْلَ اِمْرَاَةُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ نَعَمْ، اِئْذَنُوْا لَهَا. فَاُذِنَ لَهَا، قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، اِنَّكَ اَمَرْتَ الْيَوْمَ بِالصَّدَقَةِ، وَكَانَ عِنْدِيْ حُلِيٌّ لِيْ، فَاَرَدْتُّ اَنْ اَتَصَدَّقَ بِهٖ، فَزَعَمَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ وَوَلَدَهٗ اَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتُ بِهٖ عَلَيْهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ، زَوْجُكِ وَوَلَدُكِ اَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتِ بِهٖ عَلَيْهِمْ.

صدقہ کیا کرو کیونکہ میں نے تم میں سے اکثر کو دوزخ والیاں پایا ہے' انہوں نے پوچھا: وہ کس وجہ سے؟ یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم لعنت بہت کرتی ہو اور اپنے خاوند کی نافرمانی کرتی ہو' میں نے عقل اور دین کی کمی والی تم میں سے کوئی ایسی عورت نہیں دیکھی جو سمجھ دار مرد کی عقل کو ضائع کرنے والی ہو' اے عورتوں کی جماعت! پھر آپ واپس چلے گئے' پھر جب آپ گھر پہنچے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب آئیں' وہ آپ سے اجازت طلب کرتی تھیں' پس عرض کیا گیا: یارسول اللہ! یہ زینب ہیں' آپ نے پوچھا: کون سی زینب ہیں؟ پس بتایا گیا: یہ حضرت ابن مسعود کی بیوی ہیں' آپ نے فرمایا: ہاں! ان کو اجازت دے دو' پس ان کو اجازت دی گئی' انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ نے آج صدقہ کرنے کا حکم فرمایا تھا اور میرے پاس زیورات ہیں' پس میں نے ان کو صدقہ کرنے کا ارادہ کیا ہے' پس حضرت ابن مسعود کا یہ خیال ہے کہ میں جن پر ان زیورات کو صدقہ کروں' ان میں وہ اور ان کی اولاد زیادہ مستحق ہیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابن مسعود نے سچ کہا' تمہارا خاوند اور اس کی اولاد ان میں زیادہ مستحق ہیں جن پر تم صدقہ کرو گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٤ میں گزر چکی ہے' تاہم اس حدیث میں زیورات کے نفلی صدقہ کا ذکر ہے' اس مناسبت سے ہم یہاں زیورات کی زکوۃ کا مسئلہ اور اس میں مذاہب فقہاء اور فقہاء احناف کے موقف پر دلائل کا ذکر کرنا چاہتے ہیں:

مستعمل زیورات میں زکوۃ کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ھ لکھتے ہیں:

جب عورت زیورات کو پہنتی ہو یا عاریۃً دیتی ہو تو ان زیورات پر زکوۃ نہیں ہے' یہ حنبلیہ کا ظاہر المذہب ہے' حضرت ابن عمر' حضرت جابر' حضرت انس' حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے' اور فقہاء تابعین میں سے قاسم' شعبی' قتادہ' محمد بن علی اور عمرہ کا یہی موقف ہے اور ائمہ میں سے امام مالک' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہی مذہب ہے۔

دوسرا مذہب یہ ہے کہ عورت کے پہنے ہوئے زیورات میں زکوۃ ہے' حضرت عمر' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا یہی موقف ہے' اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب' سعید ابن جبیر' عطاء' مجاہد' عبداللہ بن شداد' جابر بن زید' ابن سیرین' میمون بن مہران' الزہری اور الثوری' اور ائمہ میں سے امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے۔

(المغنی ج ٣ ص ٧٣-٤' دارالحدیث' قاہرہ' ١٤٢٥ھ)

مستعمل زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق احادیث مطلقہ

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے جو زکوٰۃ کے فرائض مکتوب میں لکھے اس میں مذکور ہے: چاندی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور اگر اس کے پاس صرف ۱۹۰ درا ہم ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے سوا اس کے کہ اس کا مالک نفلی طور پر زکوٰۃ دینا چاہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۶۷ سنن نسائی: ۲۴۴۶ سنن ابن ماجہ: ۱۸۰۰ مسند البزار: ۴۱ مسند ابویعلیٰ: ۱۲۷ سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۱۴ المستدرک ج ۱ ص ۳۹۰ سنن بیہقی ج ۴ ص ۸۶ مسند احمد ج ۱ ص ۱۲)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسو درہم (ساڑھے باون تولہ چاندی) پر مطلقاً زکوٰۃ واجب کی ہے خواہ وہ چاندی زیورات کی شکل میں ہو یا درہم کی شکل میں ہو۔

اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ اوقیہ (دوسو درہم یا ساڑھے باون تولے چاندی) سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۰۵ صحیح مسلم: ۹۷۹ سنن ابوداؤد: ۱۵۵۸ سنن ترمذی: ۶۲۶-۶۲۷ سنن نسائی: ۲۴۴۴ سنن ابن ماجہ: ۱۷۹۳)

اور سونے کی زکوٰۃ کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت محمد بن عبد اللہ بن جحش رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ کو یمن بھیجا تو انہیں حکم دیا کہ وہ ہر چالیس دینار سے ایک دینار وصول کریں اور ہر دوسو درہم سے پانچ درہم وصول کریں۔ الحدیث

(سنن دار قطنی: ۱۸۸۶ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر بیس دینار سے نصف دینار زکوٰۃ وصول کرتے تھے اور ہر چالیس دینار سے ایک دینار زکوٰۃ وصول کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۷۹۱)

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مکتوب لکھا اس میں مذکور تھا جب سونے کی قیمت دوسو درہم کو پہنچ جائے تو ہر چالیس درہم میں ایک درہم زکوٰۃ ہے۔

(المستدرک: ۱۴۸۷-۱۴۸۶ صحیح ابن حبان: ۶۵۶۹ سنن دارمی ج ۲ ص ۱۸۸ صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۶۹ مصنف عبد الرزاق: ۶۷۹۳ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۵۹ سنن کبریٰ ج ۸ ص ۸۷ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۷۱ المطالب العالیہ: ۸۰۹)

امام محمد شیبانی متوفی ۱۸۹ھ بیان کرتے ہیں: ہمیں امام ابوحنیفہ نے خبر دی از حماد از ابراہیم انہوں نے بیان کیا کہ بیس مثقال سونے سے کم مقدار میں زکوٰۃ نہیں ہے پس جب بیس مثقال سونا ہو تو اس میں سے نصف مثقال زکوٰۃ دی جائے گی اور جو بیس مثقال سے زیادہ ہو تو اس کے حساب سے زکوٰۃ دی جائے گی اور جب دوسو درہم چاندی ہو تو اس میں سے پانچ درہم زکوٰۃ دی جائے گی اور جو دوسو درہم سے زائد ہو تو اس کے حساب سے زکوٰۃ دی جائے گی۔ امام محمد نے کہا: ہم ان سب پر عمل کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ بھی ان سب پر عمل کرتے تھے۔ (کتاب الآثار: ۲۹۵ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۷ھ)

امام ابو احمد بن زنجویہ نے کتاب الاموال میں از ابونعیم النخعی از العرزمی از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دوسو درہم سے کم میں کوئی چیز واجب نہیں ہے اور نہ بیس مثقال سے کم سونے میں کچھ واجب ہے اور دوسو درہم میں پانچ درہم واجب ہیں اور بیس مثقال سونے میں نصف مثقال زکوٰۃ واجب ہے۔

(نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۷۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ان احادیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ساڑھے سات تولے سونے پر مطلقاً زکوٰۃ واجب کی ہے' خواہ وہ سونا خام حالت میں ہو یا زیورات کی صورت میں۔

صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

مسئلہ: سونے کی نصاب بیس مثقال ہے یعنی ساڑھے سات تولے اور چاندی کی دو سو درہم یعنی ساڑھے باون تولے۔

(بہار شریعت حصہ: ۵ ص ۱۹' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور' ۱۴۱۶ھ)

مستعمل زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق خصوصی احادیث

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سونے کے زیورات پہنا کرتی تھی' میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا یہ کنز (خزانہ) ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جو زیور زکوٰۃ کی مقدار کو پہنچ گیا اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی تو وہ کنز نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۵۶۴' المستدرک ج ۱ ص ۳۹۰' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۰۵' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۴۰)

امام بیہقی نے کہا ہے: اس کی سند میں ثابت بن عجلان منفرد ہے مگر اس سے امام بخاری نے روایت کی ہے اور امام ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے اور امام ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (کتاب الثقات لابن حبان ج ۷ ص ۱۷)

عبد اللہ بن شداد بن الہاد بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور میرے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن تھے' آپ نے پوچھا: اے عائشہ! یہ کیا ہیں؟ میں نے کہا: میں نے ان کو اس لیے پہنا ہے تاکہ میں آپ کے لیے مزین ہوں' یا رسول اللہ! آپ نے پوچھا: کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: یہ دوزخ کی آگ سے تمہارے لیے کافی ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۶۵' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۳۹' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۰۵)

اس حدیث کی سند میں محمد بن عطاء ایک راوی ہے' امام دار قطنی نے اس کو مجہول کہا ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' اس کا پورا نام محمد بن عمرو بن عطاء ہے اور جب اس کی نسبت اس کے دادا عطاء کی طرف کی جائے تو اس کو مجہول گمان کیا جاتا ہے' امام حاکم نے اس حدیث کو امام مسلم کی شرط کے موافق صحیح قرار دیا ہے۔ (المستدرک ج ۱ ص ۳۸۹) (نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت' نبی ﷺ کے پاس آئی اور اس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی اور اس کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے' آپ نے اس سے پوچھا: کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: کیا تمہیں اس سے خوشی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے دن آگ کے دو کنگن پہنا دے؟ اس عورت نے پھر وہ کنگن اتار کر ڈال دیئے' آپ نے فرمایا: تم ان کی زکوٰۃ ادا کیا کرو' اور اس عورت نے کہا: یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔

(سنن ترمذی: ۶۳۷' سنن ابوداؤد: ۱۵۶۳' سنن نسائی: ج ۵ ص ۳۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۸۔ ۲۰۴۔ ۱۷۸' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۴۰' شرح السنۃ: ۱۵۷۷' مصنف عبد الرزاق: ۷۰۶۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۴۴)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے زیورات ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تنگ ہے اور میرے زیر کفالت میری دو بھتیجیاں ہیں' آیا میرے لیے یہ جائز ہے کہ میں اپنے زیورات کی زکوٰۃ ان پر خرچ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر انہوں نے حضرت ابن مسعود سے کہا: تمہاری اور تمہارے بچوں کی کفالت نے مجھے صدقہ کرنے سے روک رکھا ہے' تب نبی ﷺ نے فرمایا: تم ان پر خرچ کرو تمہارے لیے اس میں دو اجر ہیں۔

(سنن دار قطنی ج ٢ ص ١٠٨' مصنف عبد الرزاق: ٧٠٥٦-٧٠٥٥)

الشعبی بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی: یہ زیورات ہیں' یہ ستر دینار کے ہیں' پس آپ ان میں سے اللہ تعالیٰ کا حق لے لیجئے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک دینار اور چوتھائی دینار لے لیا۔

(سنن دار قطنی ج ٢ ص ١٠٧-١٠٦' اس حدیث کی سند میں ابو بکر الہذلی نام کا ایک راوی متروک ہے)

جب زیورات بہ مقدارِ نصاب ہوں تو ان میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق فقہاء تابعین کے آثار

سعید بن جبیر نے کہا: سونے اور چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ ہے' اور یہی سفیان کا قول ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٢٦٢' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠١٦٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عمرو بن شعیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنی بیویوں کو یہ حکم دیتے تھے کہ وہ اپنے زیورات کی زکوٰۃ دیا کریں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٢٦٣' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٢٦٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

عمرو بن ھرم بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن زید سے سوال کیا گیا: کیا زیورات میں زکوٰۃ ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! جب وہ بیس مثقال (سونا) ہو یا دو سو درہم ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٢٦٦' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠١٦٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حجاج بیان کرتے ہیں کہ عطاء' الزہری اور مکحول نے کہا کہ زیورات میں زکوٰۃ ہے' اور سنت کا یہ حکم جاری ہے کہ سونے اور چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٢٦٧' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠١٦٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عبد اللہ بن شداد نے کہا کہ زیورات میں زکوٰۃ ہے حتیٰ کہ انگوٹھی میں بھی زکوٰۃ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٢٦٨' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠١٧٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حسین بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا کہ جب زیورات کا نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جائے تو ان میں زکوٰۃ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٢٧٠' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠١٧٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

زیورات میں زکوٰۃ واجب نہ ہونے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کی احادیث اور ان کے جوابات

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

امام بیہقی متوفی ٤٥٨ھ فرماتے ہیں: اس حدیث کو ہمارے فقہاء نے روایت کیا ہے' اس کی کوئی اصل نہیں ہے' یہ باطل ہے اور اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد نہیں ہے۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ٣ ص ٢٩٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٢ھ)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا زیورات میں زکوٰۃ ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے کہا: اگرچہ ہزار دینار ہوں؟ انہوں نے کہا: ہزار کثیر ہیں۔ (مصنف عبد الرزاق: ٧٠٤٦' سنن بیہقی ج ٤ ص ١٣٨)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ٧٠٤٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٢٧١' مجلس علمی' بیروت) (سنن بیہقی ج ٤ ص ١٣٨)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ حضرت انس' حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہم کا بھی یہی موقف ہے' اور یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آراء مختلف ہیں لیکن احادیث صحیحہ اور آثارِ قویہ سے یہ ثابت ہے کہ زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے اور یہی چیز اصولِ اسلام کے مطابق ہے' اور زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کی نفی میں صرف بعض صحابہ کے اقوال ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے متعلق کوئی ارشاد نہیں ہے جیسا کہ امام بیہقی نے بھی اعتراف کیا ہے جب کہ زیورات

میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے متعدد ارشادات صحیحہ ثابت ہیں۔

* شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۹۵۔ ۸۹۳ میں بھی اس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے لیکن یہاں نعمۃ الباری میں بہت مفصل بحث ہے۔

٤٥ - بَابٌ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ فَرَسِهِ صَدَقَةٌ

مسلمان پر اس کے گھوڑے میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے

١٤٦٣ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ فَرَسِهِ وَغُلَامِهِ صَدَقَةٌ.

[طرف الحدیث: ۱۴۶۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے سلیمان بن یسار سے سنا از عراک بن مالک از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسلمان پر اس کے گھوڑے اور غلام میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۸۲، الرقم المسلسل: ۲۲۳۷، سنن ابوداؤد: ۱۵۹۵۔ ۱۵۹۴، سنن ترمذی: ۶۲۸، سنن نسائی: ۲۴۷۲۔ ۲۴۶۷، سنن ابن ماجہ: ۱۸۱۲، مسند الحمیدی: ۱۰۷۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۹۱، صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۸۶، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۱۷، شرح مشکل الآثار: ۲۲۴۷، شرح السنہ: ۱۵۷۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۲۹۵۔ ج ۱۲ ص ۲۴۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۴۸۳۱، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۷۸۹۵)

گھوڑوں میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سعید بن المسیب، عمر بن عبدالعزیز، مکحول، عطاء، الشعبی، الحسن، الحکم، ابن سیرین، الثوری، الزہری، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور غیر مقلدین نے یہ کہا ہے کہ گھوڑوں میں بالکل زکوٰۃ نہیں ہے اور ہمارے اصحاب میں سے امام ابویوسف اور امام محمد کا بھی یہی موقف ہے۔

امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے:

اہل علم کا اس حدیث کے اوپر عمل ہے انہوں نے کہا ہے کہ جنگل میں چرنے والے گھوڑوں پر زکوٰۃ نہیں ہے اور جو غلام خدمت کے لیے ہوں ان پر بھی زکوٰۃ نہیں ہے، سوا اس صورت کے کہ وہ گھوڑے اور غلام تجارت کے لیے ہوں تو پھر جب ان کی قیمت پر سال گزر جائے گا تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (سنن ترمذی ص ۲۸۷، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

ابراہیم النخعی، حماد بن ابی سلیمان، امام ابوحنیفہ اور زفر نے یہ کہا ہے کہ جو گھوڑے نسل بڑھانے کے لیے رکھے ہوں ان میں زکوٰۃ واجب ہے اور شمس الائمہ السرخسی نے کہا ہے کہ صحابہ میں سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ کا بھی یہی موقف ہے اور انہوں نے درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے کہ جس شخص کے پاس سونا چاندی ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے، قیامت کے دن اس سونے چاندی کو دوزخ کی آگ سے تپانے کے بعد اس کی پیشانی، پہلو اور پشت کو ان سے داغا جائے گا (الی قولہ) صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! گھوڑوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: گھوڑوں کی تین قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے جو

اپنے مال کے لیے بوجھ ہے' دوسری قسم وہ ہے جو اس کے گناہوں کے لیے ستر اور حجاب ہے اور تیسری قسم وہ ہے جو اس کے لیے اجر ہے' وہ گھوڑے جو اس کے لیے بوجھ ہیں' یہ وہ ہیں جن کو اس نے اہل اسلام کو دکھانے اور ان پر فخر کرنے کے لیے باندھا ہوا ہے' اور وہ گھوڑے جو اس کے لیے ستر ہیں یہ وہ گھوڑے ہیں جن کو اس نے اللہ کے راستہ میں باندھا ہے اور وہ ان گھوڑوں کی پشت میں اور ان کی گردنوں میں اللہ کے حق کو نہیں بھولا' اور رہے وہ گھوڑے جو اس کے لیے اجر ہیں' یہ وہ گھوڑے ہیں جن کو اس نے اہل اسلام کے لیے اللہ کے راستہ میں باندھا ہے۔ الحدیث (صحیح مسلم: ٩٨٧' الرقم المسلسل: ٢٢٥٤' صحیح البخاری: ٢٨٦٠' سنن نسائی: ٣٥٦٣)

امام ابوحنیفہ اور ان کے موافقین نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ گھوڑوں میں اللہ کا حق ہے' جس طرح باقی اموال میں اللہ کا حق ہے اور اس حق کی وجہ سے ان پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

اور اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

الزہری بیان کرتے ہیں کہ السائب بن یزید نے ان کو خبر دی کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ گھوڑوں کی قیمت لگاتے اور اس کی زکوٰۃ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ادا کرتے۔ (شرح معانی الآثار: ٢٩٦٧' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ عثمان گھوڑوں کی زکوٰۃ دیتے تھے' اور نَمِر کے بھانجے السائب بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گھوڑوں کی زکوٰۃ لے کر جاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٢٤٠' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠١٤٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ جو گھوڑے تجارت کے لیے ہوں' ان کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی جیسا کہ اور اموالِ تجارت کا حکم ہے' اور جو گھوڑے انسان نے اپنی ضرورت کے لیے رکھے ہوں اور ان سے ان کی نسل بڑھانا اور ان کی تجارت کرنا مقصود نہ ہو' ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے اور جن احادیث میں گھوڑوں پر زکوٰۃ کی نفی ہے' وہ اسی صورت پر محمول ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ٩ ص ٥٣۔ ٥٢' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٢١٨٦۔ ج ٢ ص ٩٠٩ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں گھوڑوں کی زکوٰۃ میں مذاہب کا ذکر ہے۔

٤٦ - بَابٌ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ صَدَقَةٌ

کسی مسلمان پر اس کے غلام میں صدقہ واجب نہیں ہے

١٤٦٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ خُثَيْمِ بْنِ عِرَاكٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا خُثَيْمُ بْنُ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ عَلَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از خثیم بن عراک' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ح) اور ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خثیم بن عراک بن مالک نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم'

الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِي عَبْدِهِ وَلَا فَرَسِهِ.

آپ نے فرمایا: مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنی خدمت کے لیے جو غلام رکھے ہوں یا اپنی ضرورت کے لیے جو گھوڑے رکھے ہوں ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور جو غلام اور گھوڑے تجارت کے لیے رکھے ہوں ان میں زکوٰۃ واجب ہے جیسا کہ امام ترمذی نے بیان کیا ہے اور اس کی مکمل تفصیل اور بیان مذاہب گزشتہ حدیث کی شرح میں گزر چکے ہیں۔

٤٧ - بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى الْيَتَامٰى

یتیموں پر صدقہ کرنا

١٤٦٥ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ، فَقَالَ إِنِّي مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِينَتِهَا. فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَوَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقِيلَ لَهُ مَا شَأْنُكَ، تُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُكَلِّمُكَ؟ فَرَأَيْنَا أَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ، قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ، فَقَالَ أَيْنَ السَّائِلُ؟ وَكَأَنَّهُ حَمِدَهُ فَقَالَ إِنَّهُ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ، وَإِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ حَبَطًا أَوْ يُلِمُّ، إِلَّا آكِلَةَ الْخَضْرَاءِ، أَكَلَتْ حَتّٰى إِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا، اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ، فَثَلَطَتْ، وَبَالَتْ، وَرَتَعَتْ، وَإِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، فَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ مَا أَعْطٰى مِنْهُ الْمِسْكِينَ وَالْيَتِيمَ وَابْنَ السَّبِيلِ أَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّهُ مَنْ يَأْخُذُهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ، كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَيَكُونُ شَهِيدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ھلال بن ابی میمونہ انہوں نے کہا: ہمیں عطاء بن یسار نے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر بیٹھے ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا: مجھے اپنے بعد جس چیز کا تم پر خطرہ ہے وہ یہ ہے کہ تم پر دنیا کی تروتازگی اور زینت کھول دی جائے گی ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا اچھی چیز سے بھی بُرائی پیدا ہوگی؟ پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے پھر اس شخص سے کہا گیا: تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی سے بات کر رہے ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے بات نہیں کر رہے؟ پھر ہم نے غور سے دیکھا تو آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی پھر آپ نے اپنے چہرے سے پسینہ پونچھا پس فرمایا: وہ سوال کرنے والا کہاں ہے؟ گویا کہ آپ کو اس کا سوال پسند آیا پس آپ نے فرمایا: اچھی چیز بُرائی کا سبب نہیں ہو سکتی دیکھو! فصل بہار گھاس اُگاتی ہے (یعنی وہ اچھی چیز ہے) لیکن وہ کبھی جانور کو مار دیتی ہے یا مارنے کے قریب کر دیتی ہے (اور یہ بُری چیز ہے جو اچھی چیز سے ظاہر ہوتی ہے) تاہم جو جانور سبزہ چرتے ہیں حتیٰ کہ ان کی دونوں کوکھیں پھول کر تن جاتی ہیں اور وہ سورج کی طرف منہ کر کے لید کرتے ہیں اور پیشاب کرتے ہیں اور چرتے ہیں بے شک یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے پس وہ کیسا اچھا مسلمان مالک ہے جو اس مال سے مسکین اور یتیم اور مسافر کو کھلاتا ہے یا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور جو شخص ناحق مال لیتا ہے وہ اس شخص کی مثل ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور وہ مال اس

کے خلاف قیامت کے دن گواہی دے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۵۲، الرقم المسلسل: ۲۳۸۳، سنن ابن ماجہ: ۳۹۹۵، مسند ابویعلیٰ: ۱۲۴۲، صحیح ابن حبان: ۳۲۲۵، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۱۸۰، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۰۲۸، شرح السنۃ: ۴۰۵۱، مسند احمد ج ۳ ص ۲۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۱۵۷۔ ج ۱۷ ص ۲۵۰۔ ۲۴۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۱۹۴۰، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معاذ بن فضالہ (۲) ہشام الدستوائی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) ھلال بن ابی میمونہ، ان کو ھلال بن ابی ھلال بھی کہا جاتا ہے (۵) عطاء بن یسار (۶) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۵۵)

اس باب کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: یتیموں پر صدقہ کرنا اور اس حدیث میں یہ جملہ ہے: جو شخص اس مال سے مسکین، یتیم اور مسافر کو کھلاتا ہے۔

کبھی کبھار اچھی چیز سے بُری چیز کا ظاہر ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے: کیا اچھائی بُرائی کا سبب ہو سکتی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اس سوال کا جواب دیا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اچھائی، بُرائی کا سبب نہیں ہوتی لیکن کبھی اچھائی بُرائی تک پہنچا دیتی ہے جیسے فصل بہار اچھی چیز ہے لیکن کبھی فصل بہار کا سبزہ کھا کر مویشی مر جاتے ہیں یا مرنے کے قریب ہو جاتے ہیں یا سبزہ خوش نما معلوم ہوتا ہے، مویشی اس کو خوب پیٹ بھر کر کھا لیتے ہیں، پھر اس سبزہ پر لید اور پیشاب کر کے اس سبزہ کو خراب کر دیتے ہیں، اس طرح مال و دولت اچھی چیز ہے لیکن کبھی انسان مال و دولت کو ناجائز اور حرام کاموں میں خرچ کرتا ہے یا نیک مصارف میں خرچ نہیں کرتا اور یہ بُرائی ہے، اسی طرح کبھی اچھائی برائی کا سبب بن جاتی ہے۔

پہلی مثال میں فرمایا: جیسے فصل بہار میں کبھی جانور مر جاتے ہیں، اس میں کافر کی مثال دی ہے، وہ دنیا میں نیک کام کرتا ہے جیسے انگریزوں اور امریکیوں نے مہلک بیماریوں کے علاج کے لیے دوائیں ایجاد کیں مثلاً شوگر، السر، بلڈ پریشر اور تپ دق کی دوائیں، اس کام سے انسانیت کو فائدہ پہنچا لیکن چونکہ وہ ایمان نہیں لائے، اس لیے ان کے وہ نیک کام برباد ہو گئے اور ان کا آخرت میں ٹھکانا دوزخ ہے، سو ان کی اچھائی بُرائی کا سبب بنی۔

دوسری مثال اس مسلمان کی دی ہے جو کبیرہ گناہوں میں مستغرق ہو، فرائض اور واجبات کا تارک ہو، اس کی اچھائی اس کا اللہ اور رسول پر اس کا ایمان ہے اور اس کی بُرائی اس کا کبیرہ گناہوں میں منہمک ہونا ہے اور وہ اس خطرہ میں ہے کہ گناہوں میں اس کی رغبت اس کا کفر پر خاتمہ نہ کر دے، اس کی مثال اس سے دی کہ کبھی فصل بہار میں جانور کھا کھا کر موت کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔

تیسری مثال اس مسلمان کی ہے جو نیک کام کرتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے اور اگر کبھی اس سے گناہ ہو جائیں تو وہ ان پر توبہ کر لیتا ہے، اس کی مثال میں فرمایا: جو شخص کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔

چوتھی مثال اس مسلمان کی ہے جو دنیا سے بے رغبت ہے اور آخرت میں کوشاں ہے اور متقی و پرہیزگار ہے، اس کی مثال میں فرمایا: پس وہ کیسا اچھا مسلمان مالک ہے جو اس مال سے مسکین اور یتیم اور مسافر کو کھلاتا ہے۔

یہ مثالیں ترتیب وار نہیں ہیں لیکن اس حدیث میں غور و فکر کرنے سے سمجھ میں آ جاتی ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم کی جو بات سمجھ میں نہ آئے، اس کے متعلق سوال کرنا چاہیے، جس طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے مال و دولت کی فراوانی سے تم پر خطرہ ہے تو اس سے ایک صحابی کو شبہ ہوا کہ مال و دولت تو اللہ کی نعمت ہے اور اچھی چیز

ہے یہ کسی برائی کا کیسے سبب ہوگی؟ نبی ﷺ نے فوراً جواب نہیں دیا: بلکہ کچھ دیر کے بعد وحی سے مطلع ہو کر جواب دیا‘ اسی طرح جب عالم کو فوراً کسی سوال کا جواب نہ آئے تو وہ دینی کتابوں کا مطالعہ کر کے شرح صدر حاصل کر کے سائل کو جواب دے‘ جس طرح نبی ﷺ نے وحی سے مطلع ہو کر شرح صدر حاصل کر لیا تھا۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ عالم کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو مال کے فتنہ سے ڈرائے اور انہیں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دے اور کسی مشکل مسئلہ کو آسان مثالیں دے کر سمجھائے۔

٤٨ - بَابُ الزَّكٰوةِ عَلَى الزَّوْجِ وَالْاَيْتَامِ فِي الْحَجْرِ

خاوند اور گود میں زیر پرورش یتیم بچوں پر زکوٰۃ کو خرچ کرنا

اس حدیث میں زکوٰۃ سے مراد عام ہے خواہ زکوٰۃ فرض ہو یا صدقہ نفلیہ ہو۔

قَالَهُ اَبُوْ سَعِيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کی حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث، صحیح البخاری: ١٤٦٢ میں گزر چکی ہے۔

١٤٦٦ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِيْ شَقِيْقٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ زَيْنَبَ، اِمْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا. قَالَ فَذَكَرْتُهُ لِاِبْرَاهِيْمَ فَحَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ، عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ زَيْنَبَ، اِمْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ، بِمِثْلِهٖ سَوَاءً. قَالَتْ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ، فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ. وَكَانَتْ زَيْنَبُ تُنْفِقُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ وَاَيْتَامٍ فِيْ حَجْرِهَا، قَالَ فَقَالَتْ لِعَبْدِ اللّٰهِ سَلْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَجْزِيْ عَنِّيْ اَنْ اُنْفِقَ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَيْتَامِيْ فِيْ حَجْرِيْ مِنَ الصَّدَقَةِ؟ فَقَالَ سَلِيْ اَنْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَانْطَلَقْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ عَلَى الْبَابِ، حَاجَتُهَا مِثْلُ حَاجَتِيْ، فَمَرَّ عَلَيْنَا بِلَالٌ، فَقُلْنَا سَلِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَجْزِيْ عَنِّيْ اَنْ اُنْفِقَ عَلٰى زَوْجِيْ وَاَيْتَامٍ لِيْ فِيْ حَجْرِيْ؟ وَقُلْنَا لَا تُخْبِرْ بِنَا، فَدَخَلَ فَسَاَلَهُ، فَقَالَ مَنْ هُمَا. قَالَ زَيْنَبُ، قَالَ اَيُّ الزَّيَانِبِ. قَالَ اِمْرَاَةُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ نَعَمْ وَلَهَا اَجْرَانِ، اَجْرُ الْقَرَابَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی از عمرو بن الحارث از حضرت زینب زوجہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما‘ انہوں نے کہا: میں نے اس کا ابراہیم سے ذکر کیا‘ پس مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از ابو عبیدہ از عمرو بن الحارث از حضرت زینب زوجہ حضرت عبد اللہ بن مسعود‘ وہ حدیث بالکل اس کی مثل ہے‘ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں مسجد میں تھی تو میں نے نبی ﷺ کو دیکھا‘ پس آپ نے فرمایا: تم صدقہ کیا کرو خواہ اپنے زیورات سے کرو‘ اور حضرت زینب حضرت ابن مسعود پر خرچ کرتی تھیں اور اپنی گود میں یتیم بچوں پر‘ حضرت زینب نے حضرت ابن مسعود سے کہا: آپ رسول اللہ ﷺ سے یہ پوچھیں کہ اگر میں آپ کے اوپر اور ان یتیم بچوں پر صدقہ کروں جو میری گود میں ہیں تو کیا یہ مجھ سے کفایت کرے گا؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ خود رسول اللہ ﷺ سے سوال کریں‘ تب حضرت زینب‘ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئیں تو وہاں انصار کی ایک عورت دروازہ پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کو بھی یہی مسئلہ درپیش تھا‘ پھر ہمارے پاس سے حضرت بلال گزرے‘ تو ہم نے کہا: نبی ﷺ سے یہ سوال کرو کہ کیا میرے لیے یہ جائز ہے کہ میں اپنے خاوند پر

وَاَجْرُ الصَّدَقَةِ. (صحیح مسلم: ١٠٠٠، الرقم المسلسل: ٢٢٨٢، سنن ترمذی: ٦٣٦-٦٣٥، سنن ابن ماجہ: ١٨٣٤، سنن کبریٰ: ٩٢٠١-٩٣٦٤، مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٦٥٣، المعجم الکبیر: ٧٢٥-ج ٢٤، صحیح ابن خزیمہ: ٢٤٦٤، مسند احمد ج ٣ ص ٥٠٢ طبع قدیم، مسند احمد: ١٦٠٨٢-ج ٢٥ ص ٤٩٠، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ٧١١٧، مکتبۃ الرشد ریاض، ١٤٢٦ھ)

اور اپنے ان یتیم بچوں پر صدقہ کروں جو میری گود میں ہیں؟ اور ہم نے کہا: ہمارا ذکر نہ کرنا' حضرت بلال گئے اور انہوں نے آپ سے یہ سوال کیا' آپ نے پوچھا: وہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے کہا: حضرت زینب ہیں' آپ نے پوچھا: کون سی زینب ہیں؟ انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ کی بیوی' آپ نے فرمایا: ہاں! اور ان کے لیے دو اجر ہیں' قرابت کا اجر اور صدقہ کا اجر۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) عمر بن حفص ابوحفص النخعی (٢) ابوحفص بن غیاث بن طلق (٣) سلیمان الاعمش (٤) شقیق ابووائل (٥) عمرو بن الحارث بن ابی ضرار الخزاعی المصطلقی' یہ ام المومنین حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں اور صحابی ہیں (٦) ابراہیم النخعی (٧) ابوعبیدہ' ان کا نام عامر بن عبداللہ بن مسعود ہے (٨) حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت معاویہ' ان کو بنت عبداللہ بن معاویہ بن عتاب الثقفیہ بھی کہا جاتا ہے' ان کا نام رائطہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ٦٠)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں اپنے خاوند اور اپنی گود کے یتیم بچوں پر صدقہ کرنے کا ذکر ہے۔

حضرت زینب کے زیر کفالت یتیم بچوں کا مصداق اور حضرت بلال کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت زینب کی خبر دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ یتیم بچے جو میرے زیر پرورش ہیں ان پر میں صدقہ کروں تو کیا یہ میرے لیے کافی ہوگا؟

الطیالسی کی روایت میں ہے: یہ حضرت زینب کے بھتیجے اور بھتیجیاں تھیں۔

حضرت زینب نے حضرت بلال سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارا ذکر نہ کرنا۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کی مخالفت کی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ تو حضرت بلال نے بتا دیا کہ وہ حضرت زینب ہیں' جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت بلال سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ تو ان پر واجب تھا کہ وہ آپ کو بتاتے اور حضرت زینب کے حکم کے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل کو مقدم کرتے۔

(عمدۃ القاری ج ٩ ص ٦١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بیوی اور شوہر کا ایک دوسرے کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت زینب اپنے شوہر حضرت ابن مسعود پر اپنا صدقہ خرچ کرتی تھیں' اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد نفلی صدقہ ہے اور شوہر پر زکوٰۃ کو خرچ کرنا منع ہے اور وہ صدقہ فرض ہے۔

١٤٦٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ' عَنْ هِشَامٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ زَيْنَبَ' ابْنَةِ اُمِّ سَلَمَةَ' قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اَلِيَ اَجْرٌ اَنْ اُنْفِقَ عَلٰى بَنِي اَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: یارسول

سَلَمَةَ، إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ؟ فَقَالَ اَنْفِقِيْ عَلَيْهِمْ، فَلَكِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ. [طرف الحدیث: ٥٣٦٩]

اللہ! اگر میں ابوسلمہ کی اولاد پر خرچ کروں تو کیا مجھے بھی اجر ملے گا؟ کیونکہ وہ میری بھی اولاد ہے' آپ نے فرمایا: تم ان پر خرچ کرو' تم کو اس کا اجر ملے گا جو تم ان پر خرچ کرو گی۔

(صحیح مسلم: ١٠٠١' الرقم المسلسل: ٢٢٨٣' سنن ترمذی: ٦٣٦٦۔ ٦٣٦٥' سنن کبریٰ: ٢٣٦٤' سنن ابن ماجہ: ١٨٣٤)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عثمان بن ابی شیبہ اور وہ عثمان بن محمد بن ابی شیبہ ہیں' ان کا نام ابراہیم ابوالحسن العبسی ہے' یہ ابوبکر بن ابی شیبہ کے بھائی ہیں' یہ ٢٣٩ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) عبدہ بن سلیمان الکلابی (٣) ہشام بن عروہ (۴) ان کے والد عروہ بن زید بن العوام ہیں (۵) زینب بنت ام سلمہ' یہ ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد المخزومی کی بیٹی ہیں' ان کا نام برّہ تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام بدل کر زینب رکھ دیا' امام بخاری کے نزدیک ان کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماع ثابت ہے (٦) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان کا نام ھند بنت ابی امیہ ہے' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں اور ام المومنین ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ٦٢)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت ابوسلمہ سے اولاد

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکاح سے پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور ان سے یہ اولاد تھی: عمر' محمد' زینب اور درّہ۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ٦٣)

شوہر پر زکوٰۃ خرچ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ مرد اپنی بیوی کو اپنی زکوٰۃ نہیں دے سکتا' کیونکہ بیوی کا نفقہ اس پر واجب ہے اور وہ اس سے زکوٰۃ لینے سے مستغنی ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا بیوی اپنے شوہر کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں؟ امام ابویوسف' امام محمد اور امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک یہ جائز ہے اور امام مالک کا مشہور قول امام ابوحنیفہ کی مثل یہ ہے کہ اس کے لیے اپنے شوہر کو اپنی زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور امام احمد کا بھی راجح قول یہی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٣ ص ۵۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١۴٢۴ھ)

علامہ موفق الدین محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ھ لکھتے ہیں:

بیوی کو زکوٰۃ دینا اجماعاً جائز نہیں ہے' کیونکہ بیوی کا خرچ شوہر پر واجب ہے اس لیے وہ زکوٰۃ لینے سے مستغنی ہے' اور شوہر کو زکوٰۃ دینے کے متعلق دو روایتیں ہیں' ایک یہ ہے کہ بیوی کا شوہر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے کیونکہ جس طرح شوہر کا بیوی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے' اسی طرح بیوی کا بھی شوہر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے کیونکہ شوہر کو زکوٰۃ دینے سے وہ خود اس زکوٰۃ سے نفع حاصل کرے گی اور حنبلیوں کی دوسری روایت یہ ہے کہ بیوی کے لیے شوہر کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن مسعود کی بیوی حضرت زینب سے فرمایا: جن پر تم صدقہ کرو گی ان میں تمہارا شوہر اور تمہاری اولاد اس صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں۔ (صحیح البخاری: ١۴٦٢' صحیح مسلم: ٩٨٢) اور ایک اور حدیث میں ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: کیا بیوی اپنے شوہر پر صدقہ کر سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس کے لیے دو اجر ہیں' ایک صدقہ کا اجر ہے اور ایک قرابت کا اجر ہے۔ (صحیح البخاری: ١۴٦٦' صحیح مسلم: ١٠٠٠) (المغنی ج ٣ ص ۴٢۵۔ ۴٢۴' دار الحدیث' قاہرہ' ١۴٢۵ھ)

اس پر دلیل کہ حضرت ابن مسعود کی بیوی ان پر جو مال خرچ کرتی تھیں' وہ زکوٰۃ نہیں تھا

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عورت کے لیے اپنے شوہر کو اپنے مال کی زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے جس طرح مرد کے لیے اپنی بیوی کو اپنے مال کی زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور جس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب کو یہ ترغیب دی تھی کہ وہ اپنے شوہر کو صدقہ دیں' اس صدقہ سے مراد غیر زکوٰۃ ہے۔

رہا یہ کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ اس صدقہ سے مراد غیر زکوٰۃ ہے' سو اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود کی بیوی رائطہ بنت عبد اللہ' صنعاء کی عورت تھیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس مال نہیں تھا اور وہ حضرت عبد اللہ پر اور ان کی اولاد پر خرچ کرتی تھیں' حضرت ابن مسعود نے فرمایا: مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ تم بغیر اجر وثواب کے یہ خرچ کرو' پھر حضرت زینب نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: یا رسول اللہ! میں کچھ چیزیں بنا کر فروخت کرتی ہوں' میرے شوہر اور میری اولاد کے پاس کوئی آمدنی نہیں ہے جس کی وجہ سے میں ان پر خرچ نہ کروں اور ان پر صدقہ نہ کروں' آیا میرے لیے ان پر خرچ کرنے میں اجر وثواب ہے؟ آپ نے فرمایا: تم جو ان پر خرچ کرتی ہو' اس میں تمہارے لیے اجر ہے' سو تم ان پر خرچ کرتی رہو۔

(شرح معانی الآثار: ۲۹۶۱)

امام طحاوی فرماتے ہیں: اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ یہ صدقہ زکوٰۃ نہیں تھا کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی اولاد پر اپنی زکوٰۃ کو خرچ کرے' اس سے یہ واضح ہوا کہ وہ اپنی اولاد پر جو خرچ کرتی تھیں وہ زکوٰۃ نہیں تھی اور اس مال سے وہ اپنے شوہر پر بھی خرچ کرتی تھیں' اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ اپنے شوہر پر جو خرچ کرتی تھیں' وہ بھی زکوٰۃ نہیں تھی۔

اس سلسلہ میں دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن صبح کو خواتین کے پاس گئے اور فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! میں نے تم میں سے کوئی ایسی ناقص عقل اور ناقص دین نہیں دیکھی جو عقل مند مردوں کی عقل کو زائل کرنے والی ہو اور بے شک میں نے تم میں سے اکثر کو قیامت کے دن دوزخ میں دیکھا' پس جتنا تم سے ہو سکتا ہے اتنا صدقہ کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو' ان خواتین میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کی بیوی بھی تھیں' وہ حضرت ابن مسعود کے پاس گئیں اور ان کو رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث سنائی اور انہوں نے اپنے زیورات اٹھائے' حضرت ابن مسعود نے پوچھا: تم یہ زیورات لے کر کہاں جا رہی ہو؟ انہوں نے کہا: میں اللہ اور رسول کا قرب حاصل کرنے جا رہی ہوں' شاید اللہ تعالیٰ مجھے دوزخ میں نہ ڈالے' حضرت ابن مسعود نے کہا: تم پر افسوس ہے! تم یہ زیورات مجھ پر اور میرے بچوں پر صدقہ کرو' ان کی بیوی نے کہا: نہیں! خدا کی قسم! حتیٰ کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ہو آؤں' پھر وہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کرنے کے لیے گئیں' پس لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ زینب ہیں' آپ سے اجازت طلب کرنے آئی ہیں' آپ نے پوچھا: کون سی زینب ہیں؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن مسعود کی بیوی' پھر وہ نبی ﷺ کے پاس گئیں اور عرض کیا: میں نے ابھی آپ سے حدیث سنی تھی' پھر میں نے حضرت ابن مسعود کو وہ حدیث سنائی' پھر میں نے اپنے زیورات لیے تا کہ میں اللہ عزوجل کا اور آپ کا قرب حاصل کروں' اس امید سے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اہل دوزخ میں سے نہ کرے' تب حضرت ابن مسعود نے مجھ سے یہ کہا کہ تم مجھ پر اور میرے بیٹوں پر خرچ کرو' تب میں نے کہا: میں پہلے رسول اللہ ﷺ سے اس کی اجازت لے لوں' پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ابن مسعود پر اور ان کے بیٹوں پر خرچ کرو' وہ اس صدقہ کا محل ہیں۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۴۷۲-۴۷۳' شرح معانی الآثار: ۲۹۶۳' صحیح البخاری: ۱۴۶۲)

امام ابوجعفر طحاوی نے کہا: اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ یہ نفلی صدقہ تھا جو گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور یہ صدقہ زکوٰۃ میں سے نہیں تھا کیونکہ حضرت زینب اپنے تمام زیورات لے کر آئی تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو ان کے تمام زیورات حضرت ابن مسعود اور ان کے بیٹوں پر صدقہ کرنے کی اجازت دی' سو یہ زکوٰۃ نہیں تھی کیونکہ زیورات کی زکوٰۃ میں تمام زیورات کو صدقہ نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے ایک جز کو صدقہ کیا جاتا ہے' یعنی کل زیورات کے چالیسویں حصہ کو بہ شرطیکہ وہ نصاب کی مقدار کے مطابق بیس مثقال ہوں اور ان پر ایک سال گزر چکا ہو' اور رسول اللہ ﷺ نے اس تفصیل کے بغیر ان کو تمام زیورات ان کے شوہر حضرت ابن مسعود اور ان کے بیٹوں پر خرچ کرنے کی اجازت دی' اگر یہ زکوٰۃ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ ان زیورات کو ان کے شوہر اور ان کی اولاد پر خرچ کرنے کی اجازت نہ دیتے' پس واضح ہو گیا کہ بیوی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی زکوٰۃ کو اپنے شوہر پر خرچ کرے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۷۵-۷۶' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

شافعی' مالکی اور غیر مقلد علماء کا شوہر کو زکوٰۃ دینے کے عدم جواز میں امام اعظم کے موقف کی تائید کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی کی حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ بیوی کا اپنے خاوند کو اپنی زکوٰۃ دینا جائز ہے' یہ امام شافعی اور ثوری کا قول ہے اور امام ابوحنیفہ کے دو صاحبوں کا قول ہے اور امام مالک اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے اور ان ائمہ نے اس حدیث میں صدقہ کو صدقہ واجبہ پر محمول کیا ہے' علامہ مازری نے یہ کہا ہے کہ حضرت زینب نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا کہ اگر میں اپنے زیورات کو اپنے شوہر اور ان کے بیٹوں پر خرچ کروں تو کیا یہ میری طرف سے کفایت کرے گا؟ (صحیح البخاری: ۱۴۶۶) اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا میرا صدقہ واجبہ ادا ہو جائے گا اور یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ اپنے شوہر پر اپنی زکوٰۃ خرچ کرنے کے متعلق پوچھ رہی تھیں کیونکہ نفلی صدقہ میں اس سوال کی ضرورت نہیں تھی' لیکن قاضی عیاض مالکی نے اس دلیل کو مسترد کر دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو صدقہ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: تم صدقہ کیا کرو خواہ اپنے زیورات سے کرو۔ (صحیح مسلم: ۹۸۲) آپ کا یہ ارشاد اس کی دلیل ہے کہ اس سے مراد نفلی صدقہ تھی' کیونکہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک زیورات میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے' نیز حضرت زینب کچھ چیزیں بنا کر ان کی آمدنی سے صدقہ کرتی تھیں اور یہ بھی نفلی صدقہ ہونے کی دلیل ہے' علامہ نووی شافعی نے بھی اس کی توثیق کی ہے اور حضرت زینب نے جو یہ کہا تھا کہ آیا یہ صدقہ میری طرف سے کفایت کرے گا' ان کا یہ قول نفلی صدقہ کے منافی نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ آیا یہ نفلی صدقہ میرے لیے دوزخ کے عذاب سے نجات کے لیے کافی ہو گا؟ گویا کہ انہیں یہ خوف تھا کہ اپنے شوہر پر نفلی صدقہ کرنا شاید دوزخ کے عذاب سے نجات کے لیے کافی نہ ہو' اور اس حدیث میں زیورات سے صدقہ کرنے کا ذکر ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک زیورات میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے' سو ان کی طرف سے اس حدیث سے یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث میں صدقہ سے مراد صدقہ واجبہ ہے' اور امام طحاوی کے نزدیک ہر چند کہ زیورات میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے لیکن انہوں نے بیان کیا ہے کہ تمام زیورات کا صدقہ کرنا واجب نہیں ہوتا' بلکہ اس کے چالیسویں حصہ کا صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے' اس لیے امام طحاوی پر یہ اعتراض نہیں ہو گا کہ ان کے نزدیک تو زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے' وہ اس سے نفلی صدقہ کیسے مراد لے سکتے ہیں' نیز علقمہ نے حضرت ابن مسعود سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ جب تمہارے زیورات کی قیمت دو سو درہم کو پہنچ جائے تو اس میں زکوٰۃ ہے' لہٰذا امام طحاوی کے خلاف اس چیز سے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے جس کے وہ قائل نہیں ہیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۰ 'دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے علامہ ابن حجر شافعی کی اسی عبارت کا دو تین سطروں میں خلاصہ لکھا ہے۔ (عون الباری ج ۲ ص ۴۵۲' دار الرشید' حلب' سوریا)

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ شافعی' مالکی اور غیر مقلد علماء نے بھی امام اعظم کے مؤقف کی تائید کر دی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۲۱۴- ج ۲ ص ۹۲۵ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح ذکر نہیں کی گئی۔

٤٩ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَفِی الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ﴾ (التوبہ: ٦٠)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور غلاموں کو آزاد کرنے میں اور مقروضوں کو اور اللہ کی راہ میں زکوٰۃ دی جائے۔ (التوبہ: ٦٠)

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُعْتِقُ مِنْ زَكٰوةِ مَالِهٖ' وَيُعْطِي فِي الْحَجِّ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے کہ مسلمان اپنے مال کی زکوٰۃ سے غلام آزاد کرے اور حج کرنے والے کو عطا کرے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ اپنی زکوٰۃ کی رقم میں سے حج کرنے والے کو عطا کیا جائے اور اس رقم سے غلام کو آزاد کیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۵۲۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۴۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ہیں اور ان میں سے ایک مصرف غلام کو آزاد کرنا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ غلام کو آزاد کرنے میں زکوٰۃ کی رقم سے اس کی مدد کی جائے اور یہ اکثر فقہاء کا قول ہے' ان میں سعید بن جبیر' ابراہیم النخعی' الزہری' الثوری' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور لیث شامل ہیں۔

نیز عنوان میں اللہ کی راہ میں بھی زکوٰۃ دینے کا ذکر ہے' المبسوط میں مذکور ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جو نمازی فقراء ہوں ان کو زکوٰۃ دی جائے اور حج کرنے والے فقراء کو بھی۔ ابوثور نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف نمازی کو زکوٰۃ دی جائے نہ کہ حج کرنے والے کو' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے' صاحب التوضیح نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ نمازی کو صرف اس وقت زکوٰۃ دی جائے جب وہ ضرورت مند ہو اور یہ قول ظاہر کتاب اور سنت کے خلاف ہے' قرآن مجید کے اس لیے خلاف ہے کہ قرآن مجید میں ہے: اور اللہ کی راہ میں (التوبہ: ٦٠) اور سنت کے اس لیے خلاف ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: غنی (صاحب نصاب) کا صدقہ لینا جائز نہیں ہے سوا پانچ صورتوں کے: (۱) زکوٰۃ وصول کرنے والا عامل ہو (۲) وہ شخص جس نے اس صدقہ کو اپنے مال سے خریدا ہو (۳) مقروض (۴) جو اللہ کی راہ میں غازی ہو (۵) مسکین کو کچھ صدقہ دیا گیا اور اس نے وہ صدقہ کسی غنی کو صدقہ کر دیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۳۶' سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۱' مسند احمد ج ۳ ص ۵۶' مصنف عبد الرزاق: ۱۹۲۴)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے قرآن مجید کی مخالفت نہیں کی' کیونکہ قرآن مجید میں جس غازی کا مصارف زکوٰۃ میں ذکر کیا ہے' اس سے مراد ہے جو غازی ضرورت مند ہو' اور حدیث میں جس غازی کا ذکر ہے کہ وہ غنی ہو' اس سے مراد ہے کہ وہ قوتِ بدن اور کمانے کی قدرت کے لحاظ سے غنی ہو اور اس غنی سے مراد صاحب نصاب نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ٦٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَقَالَ الْحَسَنُ اِنِ اشْتَرٰی اَبَاهُ مِنَ الزَّکٰوةِ جَازَ' وَيُعْطِي فِي الْمُجَاهِدِيْنَ' وَالَّذِيْ لَمْ يَحُجَّ' ثُمَّ تَلَا ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ (التوبہ: ٦٠) الْاٰيَةَ' فِيْ اَيِّهَا اَعْطَيْتَ اَجْزَاَتْ.

اور الحسن البصری نے کہا: اگر کسی شخص نے زکوٰۃ کی رقم سے اپنے باپ کو خرید لیا تو یہ جائز ہے' اور زکوٰۃ مجاہدین کو دے اور اس کو دے جس نے حج نہیں کیا' پھر یہ آیت پڑھی: زکوٰۃ کے مصارف صرف فقراء اور مساکین ہیں اور زکوٰۃ کی وصول یابی پر مامور لوگ' اور جن کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا مقصود ہو اور جن غلاموں کو آزاد کرنا ہو اور مقروض لوگ اور اللہ کی راہ میں اور مسافرین۔ (التوبہ: ٦٠) ان میں سے جس کو بھی زکوٰۃ دی گئی' جائز ہے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

اشعث بن سوار بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے زکوٰۃ کی رقم سے اپنے باپ کو خرید کر آزاد کر دیا؟ انہوں نے کہا: اس نے بہترین غلام کو خریدا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٥٢٤' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٤٢٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ خَالِدًا اِحْتَبَسَ اَدْرَاعَهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک خالد نے اپنی زرہوں کو اللہ کی راہ میں وقف کیا ہوا ہے۔

اس تعلیق کی حدیث متصل اس باب کی حدیث: ١٤٦٨ میں آرہی ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ لَاسٍ حَمَلَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِبِلِ الصَّدَقَةِ لِلْحَجِّ.

اور حضرت ابولاس رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حج کے لیے صدقہ کے اونٹ پر سوار کیا۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابولاس الخزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے لیے صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک کم زور اونٹ پر سوار کیا' پھر ہم نے کہا: یارسول اللہ! ہم نہیں سمجھتے کہ آپ ہمیں اس پر سوار کریں گے' آپ نے فرمایا: ہر اونٹ کے کوہان میں شیطان ہوتا ہے' پس جب تم اس پر سوار ہو تو اس طرح اللہ کا نام لو جس طرح اس نے تم کو حکم دیا ہے (یعنی یہ پڑھو: "سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ○ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ○" (الزخرف: ١٤)) پھر تم اس کو اپنے کام کے لیے استعمال کرو کیونکہ صرف اللہ سوار کرتا ہے۔ (الاحاد والمثانی: ٢٣٢٨' صحیح ابن خزیمہ: ٢٣٧٧' المعجم الکبیر: ٨٣٧۔ج ٢٢' المستدرک ج ١ ص ٤٤٤' سنن بیہقی ج ٥ ص ٢٥٢' مسند احمد ج ٤ ص ٢٢١ طبع قدیم' مسند احمد: ١٧٩٣٨۔ج ٢٩ ص ٤٥٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

١٤٦٨ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّدَقَةِ فَقِیْلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِیْلٍ، وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ، وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا یَنْقِمُ ابْنُ جَمِیْلٍ اِلَّا اَنَّهُ کَانَ فَقِیْرًا فَاَغْنَاهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ، وَاَمَّا خَالِدٌ فَاِنَّکُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا، قَدِ احْتَبَسَ اَدْرَاعَهٗ وَاَعْتُدَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، وَاَمَّا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَعَمُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَهِیَ صَدَقَةٌ وَمِثْلُهَا مَعَهَا. تَابَعَهُ ابْنُ اَبِی الزِّنَادِ، عَنْ اَبِیْهِ، وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ، عَنْ اَبِی الزِّنَادِ هِیَ عَلَیْهِ وَمِثْلُهَا مَعَهَا. وَقَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ حُدِّثْتُ عَنِ الْاَعْرَجِ بِمِثْلِهٖ.

ابو الزناد نے خبر دی از اعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ دینے کا حکم دیا' پس کہا گیا کہ (صدقہ دینے سے) ابن جمیل نے منع کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اور حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابن جمیل کو تو صرف یہ ناگوار ہوا کہ وہ فقیر تھا تو اس کو اللہ اور اس کے رسول نے غنی کر دیا اور رہا خالد تو تم اس پر ظلم کرتے ہو' اس نے تو اپنی زر ہیں اور ہتھیار بھی اللہ کی راہ میں وقف کی ہوئی ہیں اور رہے حضرت عباس بن عبد المطلب تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہیں تو یہ (زکوٰۃ) ان پر صدقہ ہے اور اس کے ساتھ اس کی (ایک اور) مثل ہے۔ اعرج کی متابعت عبد الرحمان بن ابی الزناد نے کی ہے از والد خود اور ابن اسحاق نے ابی الزناد سے روایت کی ہے: یہ ان کے اوپر صدقہ ہے اور اس کی مثل اس کے ساتھ ہے اور ابن جریج نے کہا: مجھے از اعرج اس کی مثل حدیث بیان کی گئی ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۸۳' الرقم المسلسل: ۲۲۴۱' سنن ابوداؤد: ۱۶۲۳' سنن ترمذی: ۳۷۶۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۳۰' صحیح ابن حبان: ۳۲۷۳' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۲۳' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۶۴۔ ۱۶۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۲۸۴۔ ج ۱۴ ص ۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۰۴۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رہا خالد تو اس نے تو اپنی زرہ بھی اللہ کی راہ میں وقف کی ہوئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غنی کرنا' حضرت خالد کے زکوٰۃ نہ دینے کی توجیہ اور حضرت عباس پر صدقہ کرنے کی توجیہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ دینے کا حکم دیا' اس سے مراد صدقہ واجبہ ہے یعنی زکوٰۃ۔

کہا گیا کہ ابن جمیل نے زکوٰۃ دینے سے منع کیا: اس قول کے قائل حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں' الرویانی نے ذکر کیا ہے کہ اس کا نام عبد اللہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابن جمیل کو صرف یہ ناگوار ہوا کہ وہ فقیر تھا تو اس کو اللہ اور اس کے رسول نے غنی کر دیا۔ آپ کا یہ ارشاد قرآن مجید کی اس آیت کے موافق ہے:

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَكُ خَیْرًا لَّهُمْ. (التوبہ: ۷۴)

اور ان کو صرف یہ ناگوار گزرا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا' پس اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا۔

اس آیت میں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف غنی کرنے کی نسبت کی گئی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی غنی کرتے ہیں اور نوازتے ہیں۔

ابن جمیل منافق تھا' اس نے زکوۃ ادا کرنے سے منع کیا لیکن اس نے بعد میں توبہ کر لی اور نیک کام کیے' اس نے کہا: میرے رب نے مجھ سے توبہ طلب کی تو میں نے توبہ کر لی اور بعد میں ان کا حال عمدہ ہو گیا۔

اس حدیث میں فرمایا: اور رہا خالد تو تم اس پر ظلم کرتے ہو' حضرت خالد سے زکوۃ میں آٹھ زرہیں طلب کی گئی تھیں اور یہ باور کیا گیا تھا کہ ان کے پاس یہ زرہیں تجارت کے لیے ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ ان کے اوپر بالکل زکوۃ نہیں ہے کیونکہ انہوں نے وہ زرہیں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے وقف کی ہوئی ہیں۔

اور رہے عباس بن عبد المطلب' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ حضرت عباس آپ کے چچا ہیں اور کسی شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے' آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ آپ نے اپنے کرم سے یہ زکوۃ ان پر صدقہ کر دی ہے اور اس کی ایک اور مثل بھی صدقہ کر دی۔ شعیب کی اس روایت میں ''صدقہ'' کا لفظ ہے' امام بیہقی نے اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ بنو ہاشم پر تو صدقہ حرام ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر دو سال کی زکوۃ کو کیسے صدقہ کر سکتے ہیں؟ المنذری نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ واقعہ آلِ نبی پر صدقہ کو حرام قرار دینے سے پہلے کا ہو' ابو عبید نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: حضرت عباس سے زکوۃ کی وصولی یابی دو سال کے لیے مؤخر کر دو' کیونکہ ان دو سالوں میں ان کے حالات زکوۃ ادا کرنے کے قابل نہ تھے اور امام کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی شخص سے زکوۃ وصول کرنے کو مؤخر کر دے جیسے خود حضرت عمر نے قحط کے سال میں زکوۃ وصول کرنے کو مؤخر کر دیا تھا۔

جس جنس میں زکوۃ واجب ہو' اس جنس کے بجائے اس کی قیمت ادا کرنے کا جواز' امام کے لیے زکوۃ کو مؤخر کرنے کا جواز اور وقت سے پہلے زکوۃ کی ادائیگی میں مذاہب

اس حدیث میں اموالِ تجارت سے زکوۃ وصول کرنے کا ثبوت ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ زکوۃ اسی جنس سے لی جائے بلکہ جس جنس پر زکوۃ واجب ہے' اس جنس سے اس کی قیمت وصول کر لی جائے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ امام اگر مناسب سمجھے تو زکوۃ وصول کرنے کو مؤخر بھی کر سکتا ہے۔

زکوۃ کو وقت سے پہلے ادا کرنے میں بھی اختلاف ہے' امام ابو حنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک زکوۃ کو وقت سے پہلے ادا کرنا جائز ہے' حسن بصری نے کہا: جس نے وقت سے پہلے زکوۃ ادا کی وہ دوبارہ زکوۃ ادا کرے گا جیسے کسی نے وقت سے پہلے نماز پڑھ لی تو وہ دوبارہ نماز پڑھے گا' اور امام مالک کے نزدیک جس نے سال گزرنے سے پہلے زکوۃ ادا کی' اس کی صحت میں دو قول ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ٩ ص ٦٨۔ ٦٥' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٥٠ - بَابُ الْاِسْتِعْفَافِ عَنِ الْمَسْاَلَةِ

سوال کرنے سے رکنا

١٤٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ، سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَاَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ، حَتّٰى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ، فَقَالَ مَا يَكُوْنُ عِنْدِيْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عطاء بن یزید اللیثی از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہ انصار میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے ان کو عطا فرمایا' انہوں نے پھر سوال کیا تو آپ نے ان کو عطا فرمایا حتیٰ کہ آپ کے پاس جو مال تھا وہ ختم ہو گیا' پھر آپ نے

عَنْكُمْ، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ، وَمَا اُعْطِيَ اَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَاَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ. [طرف الحدیث:٦٤٧٠]

فرمایا: میرے پاس جو بھی اچھی چیز ہوگی میں اس کو تم سے بچا کر جمع نہیں رکھوں گا اور جو شخص سوال سے رُکے گا' اللہ تعالیٰ اس کو (فقر سے) روک کر رکھے گا اور جو شخص مال سے بے نیاز رہے گا' اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دے گا اور جو شخص صبر کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کو صابر بنا دے گا اور کسی شخص کو صبر سے اچھی اور وسیع چیز نہیں دی گئی۔

(صحیح مسلم: ١٠٥٣' الرقم المسلسل: ٢٣٨٦' سنن ابوداؤد: ١٦٤٤' سنن ترمذی: ٢٠٢٤' سنن نسائی: ٢٥٨٨' مصنف عبد الرزاق: ٢٠٠١٤' مسند ابویعلیٰ: ١٣٥٢' صحیح ابن حبان: ٣٤٠٠' شعب الایمان: ٣٥٠٣' شرح السنۃ: ١٦١٣' مسند احمد ج ٣ ص ٩٣ طبع قدیم' مسند احمد: ١١٨٩٠۔ ج ١٨ ص ٣٨٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٢٠٥٩' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے کئی بار تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جو شخص سوال سے رکے گا' اللہ تعالیٰ اس کو (فقر سے) روک کر رکھے گا۔

ضرورت کے وقت سوال کرنے کا جواز' تاہم ضرورت کے باوجود سوال نہ کرنا زیادہ اولیٰ اور افضل ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سائل کو ایک مال سے دو مرتبہ دینے کا ثبوت ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب سائل کو دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو اس سے اچھے طریقہ سے عذر پیش کیا جائے' اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم اور آپ کی جود وسخاء کا بیان ہے کہ آپ بار بار دینے سے اکتاتے نہیں تھے' نیز اس حدیث میں ہے کہ آپ نے لوگوں کو صبر کرنے اور بے نیازی اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے اور اللہ پر توکل کرنے کی وصیت کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے رزق کا انتظار کرنے کی ترغیب دی ہے اور آپ نے یہ بتایا کہ مؤمن کو جو چیزیں دی گئی ہیں' ان میں سب سے اچھی چیز صبر ہے کیونکہ صبر کی جزاء لامحدود ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۝ (الزمر:١٠)

صرف صبر کرنے والوں کو ہی ان کا پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گا۝

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے سوال کیا تو آپ نے ان کو عطا فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت سوال کرنا جائز ہے' تاہم ضرورت کے باوجود سوال نہ کرنا اور صبر کرنا زیادہ اولیٰ اور افضل ہے' تا کہ اس کے پاس بغیر سوال کے اللہ تعالیٰ کا رزق آئے۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ٤٦٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

١٤٧٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ، فَيَحْتَطِبَ عَلٰى ظَهْرِهٖ، خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّاْتِيَ رَجُلًا فَيَسْاَلَهٗ، اَعْطَاهُ اَوْ مَنَعَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی رسّی لے کر جنگل کی لکڑیاں کاٹ کر اپنی پشت پر باندھ کر لائے تو وہ اس کے لیے اس

سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص کے پاس جا کر اس سے سوال کرے وہ اس کو عطا کرے یا منع کر دے۔ [اطراف الحدیث: ۱۴۸۰-۲۰۷۴-۲۳۷۴]

(سنن نسائی: ۲۵۸۸، مسند الحمیدی: ۱۰۵۷، مسند ابویعلیٰ: ۶۶۷۵، شرح السنۃ: ۱۶۱۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۳۱۷۔ ج ۱۲ ص ۲۶۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۶۶۲۲، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص کے پاس جا کر اس سے سوال کرے وہ اس کو عطا کرے یا منع کرے۔

سوال کی ممانعت کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص صبح کو اٹھ کر لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اور اس کی آمدنی سے صدقہ کرے اور اس کی وجہ سے لوگوں سے مستغنی رہے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص سے سوال کرے وہ اس کو عطا کرے یا اس کو منع کر دے کیونکہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے اور دینے کی ابتداء اپنے اہل و عیال سے کرو۔ (صحیح مسلم: ۱۰۴۰، سنن ترمذی: ۶۸۰، مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے سوال کیا وہ انگاروں کا سوال کر رہا ہے خواہ کم سوال کرے یا زیادہ کرے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۴۱، سنن ابن ماجہ: ۱۸۳۸)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سوال کرنے سے آدمی کے چہرے پر خراش پڑ جاتی ہے سوا اس کے کہ وہ سلطان سے سوال کرے یا کسی ناگزیر چیز کا سوال کرے۔

(سنن ترمذی: ۶۸۱، سنن ابوداؤد: ۱۶۳۹، سنن نسائی: ۲۵۹۹، مسند احمد ج ۵ ص ۱۰)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس اتنا مال ہو جو اس کو سوال سے مستغنی کر دے پھر بھی اس نے لوگوں سے سوال کیا تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر خراشیں ہوں گی آپ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! سوال سے مستغنی ہونے کی کیا مقدار ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کے پاس پچاس درہم ہوں یا اتنی مقدار کا سونا ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۲۶، سنن ترمذی: ۶۵۰، سنن نسائی: ۲۵۹۱)

بنو اسد کے ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے گھر والے بقیع الغرقد میں آ کر ٹھہرے مجھ سے میرے گھر والوں نے کہا: جاؤ! جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کر کے کچھ لاؤ جسے ہم کھائیں۔ جب میں آپ کے پاس پہنچا تو وہاں پر لوگ آپ سے اپنی ضروریات کا سوال کر رہے تھے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا تو میں نے دیکھا ایک شخص آپ سے سوال کر رہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے پس وہ شخص غصہ کی حالت میں پیٹھ پھیر کر چلا گیا اور وہ کہہ رہا تھا: مجھے اپنی حیات کی قسم! آپ اس کو دیتے ہیں جسے آپ چاہتے ہیں آپ نے فرمایا: یہ مجھ پر اس لیے غضب ناک ہو رہا ہے کہ میرے پاس اسے دینے کے لیے نہیں ہے جس نے تم میں سے اس حال میں سوال کیا کہ اس کے پاس چالیس درہم ہوں یا اس کے برابر مال ہو تو اس نے گڑگڑا کر سوال کیا سو میں لوٹ آیا اور میں نے آپ سے سوال نہیں کیا پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو اور کشمش آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے ہمیں بھی تقسیم کیا حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے ہمیں غنی کر دیا۔

(سنن ابوداؤد: ١٦٢٧' سنن نسائی: ٢٥٩٥)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اس حال میں سوال کیا کہ اس کے پاس اتنا مال تھا جو اس کو سوال سے غنی کر سکے تو وہ صرف آگ کی کثرت کر رہا ہے' دوسری روایت میں ہے: وہ جہنم کے انگاروں کی کثرت کر رہا ہے' مسلمانوں نے پوچھا: یارسول اللہ! سوال سے غنی کرنے والے مال کی کیا مقدار ہے؟ یا پوچھا: اس غنا کی کتنی مقدار ہے جس کے ساتھ سوال نہیں کرنا چاہیے؟ آپ نے فرمایا: جس سے وہ ایک رات اور ایک دن سیر ہو کر کھا سکے۔ (سنن ابوداؤد: ١٦٢٩)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص مسکین نہیں ہے جس کو ایک کھجور یا دو کھجوریں لوٹا دیں یا ایک لقمہ یا دو لقمے لوٹا دیں لیکن مسکین وہ ہے جو لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرے اور نہ لوگ اس کی ضرورت کو سمجھ کر اسے عطا کریں۔ (سنن ابوداؤد: ١٦٣١)

عدی بن الخیار بیان کرتے ہیں کہ مجھے دو آدمیوں نے خبر دی کہ وہ حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے' اس وقت آپ صدقہ تقسیم کر رہے تھے' ان دونوں نے آپ سے صدقہ کا سوال کیا' آپ نے ہمیں نظر اٹھا کر دیکھا' پھر نظر نیچے کر لی' آپ نے ہم دونوں کو تندرست اور قوی پایا' آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں عطا کر دوں اور اس صدقہ میں غنی کا حصہ نہیں اور نہ اس شخص کا حصہ ہے جو قوی ہو اور کمانے پر قادر ہو۔ (سنن ابوداؤد: ١٦٣٣' سنن نسائی: ٢٥٩٧)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غنی کے لیے صدقہ حلال ہے نہ اس شخص کے لیے جو قوی ہو اور اس کے اعضاء صحیح ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ١٦٣٤' سنن ترمذی: ٦٥٢)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ کون ہے جو میرے ایک حکم کو قبول کرے تو میں اس کے لیے جنت کو قبول کروں؟ میں نے عرض کیا: میں ہوں! آپ نے فرمایا: لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔

(سنن ابن ماجہ: ١٨٣٧' سنن نسائی: ٢٥٨٦)

١٤٧١ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ، فَيَاْتِىَ بِحُزْمَةِ الْحَطَبِ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعَهَا، فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهٗ، خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ النَّاسَ، اَعْطَوْهُ اَوْ مَنَعُوْهُ.

[اطراف الحدیث: ٢٠٧٥۔ ٢٣٧٣] (سنن نسائی: ٢٥٨٨)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص رسّی میں لکڑیاں باندھ کر اس کا گٹھا اپنی کمر پر لادے' پھر اس کو فروخت کرے' پس اس کی وجہ سے اللہ اس کے چہرے کو بچائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے' وہ اس کو دیں یا منع کر دیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ١٤٧٠ کا مطالعہ کریں۔

١٤٧٢ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از عروہ بن الزبیر و سعید بن المسیب' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا

وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِیْ، ثُمَّ سَاَلْتُهٗ فَاَعْطَانِیْ، ثُمَّ سَاَلْتُهٗ فَاَعْطَانِیْ، ثُمَّ قَالَ یَا حَکِیْمُ، اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، فَمَنْ اَخَذَهٗ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهٗ فِیْهِ، وَمَنْ اَخَذَهٗ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ یُبَارَكْ لَهٗ فِیْهِ، وَكَانَ كَالَّذِیْ یَاْكُلُ وَلَا یَشْبَعُ، اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی. قَالَ حَکِیْمٌ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، لَا اَرْزَاُ اَحَدًا بَعْدَكَ شَیْئًا، حَتّٰی اُفَارِقَ الدُّنْیَا. فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَدْعُوْا حَکِیْمًا اِلَی الْعَطَاءِ فَیَاْبٰی اَنْ یَّقْبَلَهٗ مِنْهُ، ثُمَّ اِنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ دَعَاهُ لِیُعْطِیَهٗ فَاَبٰی اَنْ یَّقْبَلَ مِنْهُ شَیْئًا، فَقَالَ عُمَرُ اِنِّیْ اُشْهِدُكُمْ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی حَکِیْمٍ، اَنِّیْ اَعْرِضُ عَلَیْهِ حَقَّهٗ مِنْ هٰذَا الْفَیْءِ، فَیَاْبٰی اَنْ یَّاْخُذَهٗ. فَلَمْ یَرْزَاْ حَکِیْمٌ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی تُوُفِّیَ.

[اطراف الحدیث: ٢٧٥٠- ٣١٤٣- ٦٤٤١]

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا کیا، میں نے پھر سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا کیا، میں نے پھر سوال کیا، سو آپ نے مجھے عطا کیا، پھر آپ نے فرمایا: اے حکیم! یہ مال سرسبز میٹھا ہے، جو شخص اس کو نفس کی سخاوت کے ساتھ لے گا اس کو اس میں برکت دی جائے گی اور جو شخص نفس کو جھکا کر یہ مال لے گا اس کو اس میں برکت نہیں دی جائے گی اور وہ اس شخص کی طرح ہوگا جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے، حضرت حکیم کہتے ہیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میں اب کے بعد کسی شخص کے مال میں کمی نہیں کروں گا حتیٰ کہ میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت حکیم کو وظیفہ دینے کے لیے بلاتے تھے تو وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو عطا کرنے کے لیے بلاتے تھے تو وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے، پھر حضرت عمر نے فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! میں تم کو حکیم کے متعلق گواہ کرتا ہوں کہ میں ان کے سامنے مال فئے سے ان کا حق پیش کرتا ہوں اور یہ اس کو لینے سے انکار کرتے ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت حکیم نے لوگوں سے کسی کے مال میں کمی نہیں کی حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے۔

(صحیح مسلم: ١٠٣٥، الرقم المسلسل: ٢٣٤٩، سنن ترمذی: ٢٤٦٣، سنن نسائی: ٢٥٣١، سنن کبریٰ: ٢٣١٠، مسند الحمیدی: ٥٥٣، مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ٢١١، الاحاد والمثانی: ٥٩٥، صحیح ابن حبان: ٣٤٠٦، المعجم الکبیر: ٣٠٧٩، مصنف عبد الرزاق: ٢٠٠٤١، صحیح ابن حبان: ٣٢٢٠، المعجم الکبیر: ٣٠٨١- ٣٠٨٠- ٣٠٧٨، مسند احمد ج ٣ ص ٤٣٤ طبع قدیم، مسند احمد: ١٥٥٧٤- ج ٢٤ ص ٣٤١، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ١٥٢٠، مکتبۃ الرشد ریاض، ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبدان، اور وہ عبد اللہ بن عثمان بن جبلہ المروزی ہیں، ان کا لقب عبدان ہے (٢) عبد اللہ بن مبارک المروزی (٣) یونس بن یزید الایلی (٤) محمد بن مسلم الزہری المدنی (٥) عروہ بن الزبیر بن العوام المدنی (٦) سعید بن المسیب المدنی (٧) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ٧٤)

مقتدرِ اعلیٰ سے سوال کرنے کا جواز' زیادہ سوال کرنے کی کراہت' اپنی اجرت کے سوال کرنے کا جواز اور بیت المال میں مسلمانوں کے حق کے متعلق فقہاء کے مذاہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبار سوال کیا اور آپ نے انہیں عطا کیا' اس سے معلوم ہوا کہ مقتدرِ اعلیٰ سے سوال کرنے میں نہ سائل کو عار ہوتا ہے نہ اس میں کوئی کراہت ہے۔

دوسری بار سوال کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حرص کم کرنے اور سوال سے رُکنے کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ مقتدرِ اعلیٰ سے بھی زیادہ سوال کرنا مناسب نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جو شخص بغیر حرص کے بے نیازی سے لے گا' اس کے مال میں برکت ہوگی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے' اس ارشاد میں یہ بتایا ہے کہ بغیر سخت ضرورت کے انسان کسی سے سوال نہ کرے اور جب اسے مال مل جائے تو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ مانگنا اور لینا اس وقت مذموم ہے جب انسان کا کسی پر کوئی حق نہ ہو' جب انسان نے کسی کا کوئی کام کیا ہو اور اس سے اس نے اس کام کی اجرت لینی ہو یا کسی کو قرض دیا ہو اور اس سے قرض واپس لینا ہو تو یہ مانگنا مذموم نہیں ہے اور اس صورت میں لینے والے کا ہاتھ غیر مستحسن نہیں ہے کیونکہ وہ اپنا حق مانگ رہا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر لوگوں کو بلا بلا کر بیت المال سے ان کے وظائف دیا کرتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ امام کبیر اور مقتدرِ اعلیٰ کے دینے سے پہلے کسی کا بیت المال میں از خود کوئی حق نہیں ہوتا۔

اسی وجہ سے امام مالک نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص بیت المال سے کوئی چیز چرا لے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اگر ہر مسلمان کا بیت المال میں حق ہوتا تو شک اور شبہ کی وجہ سے اس سے حد ساقط ہو جاتی۔

جمہور امت کے نزدیک تمام مسلمانوں کا بیت المال میں اور مال فئے میں حق ہوتا ہے اور سربراہِ ملک اس کو اپنی صواب دید سے مسلمانوں میں تقسیم کرتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۶۴۔ ۴۶۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* صحیح البخاری: ۱۴۷۱' شرح صحیح مسلم: ۲۲۹۶۔ ج ۲ ص ۹۶۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

سوال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل۔

۵۱ - بَابُ مَنْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ شَيْئًا مِّنْ غَيْرِ مَسْاَلَةٍ وَّلَا اِشْرَافِ نَفْسٍ ﴿وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾ (الذاريات: ۱۹)

جس کو اللہ تعالیٰ نے بغیر سوال کے اور بغیر نفس کے جھکانے کے عطا کیا'' اور ان کے مالوں میں سائلوں اور محروموں کا حق ثابت تھا''

اس آیت میں سائل اور محروم کا ذکر کیا گیا ہے' سائل اور محروم کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(۱) سائل سے مراد ہے: سوال کرنے والا اور بولنے والا یعنی ناطق انسان' اور محروم سے مراد ہے: غیر ناطق جان دار' کیونکہ انسان اگر اپنے مال سے جانوروں پر خرچ کرے تو اس پر بھی اسے اجر ملتا ہے' کیونکہ ایک شخص نے ایک پیاسے کتے کو کنویں سے پانی نکال کر پلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ (صحیح البخاری: ۲۴۶۶' صحیح مسلم: ۲۲۴۴' سنن ابوداؤد: ۲۵۵۰)

(۲) سائل سے مراد وہ ضرورت مند ہے جو اپنی ضرورت کا سوال کرتا ہے اور محروم سے مراد وہ شخص ہے جو ضرورت مند ہونے کے باوجود اپنی ضرورت کا سوال نہیں کرتا اور اپنی عزتِ نفس اور خودداری قائم رکھتا ہے۔

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے — خودی نہ بیچ' غریبی میں نام پیدا کر

(۳) اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ متقین بہت زیادہ عطا کرتے ہیں' جو سوال کرتے ہیں ان کو بھی عطا کرتے ہیں اور جو سوال نہیں کرتے ان کو بھی عطا کرتے ہیں۔ اس آیت کی مکمل تفسیر ہماری تفسیر' تبیان القرآن' الذاریات:۱۹ میں مطالعہ فرمائیں۔

۱۴۷۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْنِي الْعَطَاءَ، فَاَقُوْلُ اَعْطِهِ مَنْ هُوَ اَفْقَرُ اِلَيْهِ مِنِّيْ، فَقَالَ خُذْهُ اِذَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ شَيْءٌ، وَاَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَّلَا سَائِلٍ، فَخُذْهُ وَمَا لَا، فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ.

[اطراف الحدیث: ۱۴۷۳-۷۱۶۳-۷۱۶۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از الزہری از سالم' وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا' وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو عطا فرماتے تھے' پس میں کہتا تھا کہ آپ اس کو عطا فرمائیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو' تو آپ نے فرمایا: تم اس کو لے لو' جب تمہارے پاس اس مال میں سے کوئی چیز آئے اور تم اس کے منتظر نہ ہو اور نہ اس کا سوال کرنے والے ہو تو تم اس کو لے لو اور جو اس طرح نہ ہو تو تم اس کے درپے نہ ہو۔

(صحیح مسلم:۱۰۴۵' الرقم المسلسل:۲۳۶۷' سنن نسائی:۲۶۰۸' سنن دارمی:۱۶۴۸' مسند الحمیدی:۲۱' صحیح ابن خزیمہ:۲۳۶۵' مسند البزار:۲۴۴' مصنف عبد الرزاق:۲۰۰۴۵' مسند احمد ج۱ ص۱۷ طبع قدیم' مسند احمد:۱۰۰-ج۱ ص۲۵۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تمہارے پاس اس مال میں سے کوئی چیز آئے اور تم اس کے منتظر نہ ہو اور نہ اس کا سوال کرنے والے ہو تو اس کو لے لو۔

''اشراف نفس'' کا معنی

اس حدیث میں ''اشراف نفس'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز پر مطلع ہونا اور اس کے درپے ہونا' ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ مسئول اس چیز کو کراہت کے ساتھ دے' دوسرا قول ہے کہ سائل کو اس چیز کی شدید حرص ہو اور وہ گردن اونچی کر کے اس کا انتظار کر رہا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو جو مال عطا کیا تھا' وہ صدقہ نہیں تھا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا ہے: جس مال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا تھا وہ صدقات نہیں تھے بلکہ یہ وہ اموال تھے جن کو آپ مسلمان اغنیاء اور فقراء دونوں پر تقسیم فرماتے تھے' یہ اموال آپ لوگوں کو ان کے فقر کی وجہ سے نہیں عطا کرتے تھے بلکہ ان کے حقوق کی وجہ سے عطا کرتے تھے' اس لیے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ یہ مال آپ مجھ سے زیادہ ضرورت مند کو عطا فرمائیں تو آپ

نے اس کو ناپسند فرمایا اور فرمایا: یہ مال لے لو اور اس کو اپنے مال میں شامل کرو' جیسا کہ شعیب نے زہری سے روایت کیا ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ صدقات کے اموال نہیں تھے کیونکہ فقیر کے پاس مال نہیں ہوتا۔

جب کسی شخص کو کوئی مال عطا کرے تو اس کو وہ لے لینا چاہیے

علامہ طبری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حضرت عمر سے فرمایا تھا: جب تمہارے پاس اس مال میں سے کوئی چیز آئے تو اس کو لے لو۔ آپ کے اس ارشاد کی تفسیر میں اختلاف ہے' بعض علماء نے کہا: جب بھی کوئی شخص کسی کو عطا کرے خواہ عطا کرنے والا مقتدرِ اعلیٰ ہو یا عام آدمی ہو' نیک ہو یا بدکار ہو' تو اس چیز کو لینا مستحب ہے' جب کہ وہ مال حلال ہو اور اس کا عطا کرنا جائز ہو' اس کی دلیل میں حسب ذیل اقوال ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص بھی مجھے کوئی ہدیہ دیتا ہے تو میں اس کو قبول کر لیتا ہوں لیکن میں اس کا سوال نہیں کرتا۔ حضرت ابوالدرداء سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہدیہ قبول کیا اور حبیب بن ابی ثابت نے کہا: میں نے دیکھا کہ المختار کے ہدایا حضرت ابن عمر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم کے پاس آتے تھے اور وہ ان کو قبول کرتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: سلطان کے عطیات ہرن کے پاک گوشت کی مثل ہیں' اور سعید بن العاص نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف ہدیے بھیجے تو انہوں نے قبول کر لیے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت الحسین رضی اللہ عنہ کی طرف چار لاکھ (درہم) بھیجے اور ابوجعفر محمد بن علی بن حسین سے سلطان کے ہدایا کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اگر تم کو معلوم ہو کہ یہ ہدایا غصب شدہ مال سے ہیں یا رشوت کے یا کسی اور حرام ذریعہ کے ہیں تو ان کو مت قبول کرو ورنہ قبول کر لو' کیونکہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کے لیے صدقہ کا گوشت بھیجا تو آپ نے قبول فرما لیا اور فرمایا: یہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے اور ابوجعفر نے کہا: جو مال حرام ذریعہ سے ہو' اس کا گناہ ان پر ہے اور جو مال حلال ذریعہ سے ہو وہ تمہارے لیے ہے' اور علقمہ' اسود النخعی' حسن بصری اور شعبی نے سلطان کے ہدایا کو قبول کیا ہے۔

بعض فقہاء کے نزدیک حاکم اور سلطان کا عطیہ قبول کرنا حرام یا مکروہ ہے

دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کے لیے حاکم اور سلطان کے غیر کے ہدیہ کو قبول کرنا مستحب قرار دیا ہے' اور سلطان کے عطیہ کے متعلق بعض نے کہا: اس کو قبول کرنا حرام ہے اور بعض نے کہا: مکروہ ہے' اس کی دلیل حسب ذیل اقوال ہیں:

خالد بن اسید نے مسروق کو تیس (درہم) دیئے تو انہوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا' ان سے کہا گیا کہ اگر آپ ان کو قبول کر لیتے تو اپنے رشتہ داروں کو دے دیتے' اور ابن سیرین اور ابورزین اور ابن محریز نے سلطان کا ہدیہ قبول نہیں کیا اور ہشام بن عروہ نے کہا: میرے اور میرے بھائی کی طرف حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے پانچ سو دینار بھیجے تو میرے بھائی نے کہا: ان کو واپس کر دو اور ان کو کسی نے نہیں کھایا۔

علامہ ابن المنذر نے بیان کیا کہ محمد بن واسع' ثوری' ابن المبارک' امام احمد بن حنبل اور فقہاء کی ایک جماعت نے سلطان کے عطیات کو مکروہ کہا ہے۔

بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک حاکم کا عطیہ قبول کرنا مستحب ہے

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ سلطان کے ہدایا قبول کرنا مستحب ہے نہ کہ دوسروں کے' عکرمہ نے کہا: میں صرف حکام کے ہدایا قبول

کرتا ہوں۔

امام طبری نے کہا ہے کہ میرے نزدیک نبی ﷺ نے ہر عطا کرنے والے کے عطیہ کو قبول کرنے کو مستحب قرار دیا ہے خواہ وہ سربراہِ ملک ہو یا عوام میں سے کوئی شخص ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہیں اس مال سے اللہ تعالیٰ جو چیز عطا کرے جب کہ تم اس کے منتظر ہو نہ سائل تو تم اس کو قبول کرلو' نبی ﷺ نے اس حدیث میں بغیر کسی تخصیص اور استثناء کے قبول کرنے کا حکم دیا ہے' البتہ جو مال حرام ذریعہ سے ہو' اس کا قبول کرنا جائز نہیں ہے' جیسے وہ مال کسی مسلمان سے چھینا ہوا ہو' پھر کوئی شخص بہ عینہٖ وہی مال کسی دوسرے کو دے اور جس کو دے اس کو پتا ہو کہ یہ چھینا ہوا مال ہے یا چوری کا مال ہے یا خیانت کا مال ہے' پھر اگر اس نے اس کو قبول کرلیا تو اس پر اس مال کو واپس کرنا واجب ہے۔

حاکم کا عطیہ قبول کرنے پر بعض اعتراضات کے جوابات

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ہر عطیہ کو قبول کرنا مستحب ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان فقہاء تابعین نے حکام اور خلفاء کے عطیات کو واپس کر دیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان فقہاء تابعین کو علم تھا کہ ان کے زمانہ کے حکام اور سلاطین کا غالب حال یہ ہے کہ وہ حلال ذرائع سے مال حاصل نہیں کرتے' اس لیے انہوں نے یہ سمجھا کہ ان کے دین اور تقویٰ کو محفوظ رکھنے کا طریقہ اور سلامتی اس میں ہے کہ ان کے عطیات کو واپس کر دیا جائے۔

اگر یہ سوال کیا جائے گا کہ اگر کسی شخص کو یہ علم نہ ہو کہ اس کو جو عطیہ دیا جا رہا ہے وہ کس ذریعہ سے حاصل ہوا ہے تو وہ پھر کیا کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی تین صورتیں ہیں' اگر اس کو یقینی طور پر معلوم ہو کہ یہ حلال مال سے عطیہ ہے تو پھر اس کو رد کرنا مستحب نہیں ہے اور اگر اس کو یقینی طور پر معلوم ہو کہ یہ حرام مال سے عطیہ ہے تو پھر اس کو لینا جائز نہیں ہے اور اگر اس کو صورتِ حال کا بالکل علم نہ ہو تو پھر احتیاط اور سلامتی اس میں ہے کہ اس کو نہ لیا جائے۔

حرام اور حلال مال سے مخلوط عطیہ کا بعض کے نزدیک ناجائز ہونا

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جس شخص کے مال میں حلال اور حرام مخلوط ہو' آیا اس کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' بعض نے اس کو مکروہ کہا ہے اور بعض نے اس کو جائز کہا ہے۔

عبد اللہ بن یزید' ابووائل' قاسم' سالم وغیرہ نے اس کو مکروہ کہا ہے' روایت ہے کہ سالم کی باندی خمر (انگور کی شراب) مصر میں فروخت کرتی تھی' وہ مرگئی' اس نے اپنی میراث چھوڑی' اسی طرح قاسم کی باندی چاندی کے بدلے میں چاندی اضافے کے ساتھ فروخت کرتی تھی' وہ بھی فوت ہوگئی اور اس نے بھی اپنی میراث چھوڑی' امام مالک نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن یزید بن ھرمز نے کہا: مجھے اس شخص پر تعجب ہے جس کو حلال رزق دیا جاتا ہے پھر وہ تھوڑے سے اضافہ کے لیے حرام مال میں رغبت کرتا ہے اور اس کا تمام مال فاسد ہو جاتا ہے۔

حرام اور حلال مال سے مخلوط عطیہ کا بعض صحابہ اور فقہاء تابعین کے نزدیک جائز ہونا

اور جن فقہاء نے اس کو جائز کہا ہے' ان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں' ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ میرا پڑوسی سود کھانے سے پرہیز نہیں کرتا اور نہ ناجائز ذرائع کی آمدنی سے اجتناب کرتا ہے اور وہ ہمیں کھانے کی دعوت دیتا ہے اور ہمیں اس کی ضرورت ہے' ہم اس سے قرض لیتے ہیں' آیا ہم اس کی دعوت قبول کر سکتے ہیں؟ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: تم اس کے کھانے کی دعوت کو قبول کرو اور اس سے قرض لو' وہ تمہارے لیے جائز ہے اور حرام مال کا گناہ اس پر ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ

آیا سود خور کی دعوت طعام کو قبول کرنا جائز ہے تو انہوں نے اس کی اجازت دی' ابراہیم النخعی سے سوال کیا گیا: جو شخص ایسے ترکہ کا وارث ہو جس میں حلال اور حرام دونوں طرح کا مال ہو؟ انہوں نے کہا: اس پر صرف وہی حرام ہے جو بہ عینہ حرام ہو اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ وہ ٹیکس وصول کرنے والوں کے پاس سے گزرے اور ان کے ہاتھوں میں کھجور اور انگور کے خوشے تھے تو انہوں نے کہا: ان خوشوں میں سے ہم کو دو' یہ تم پر حرام ہیں اور ہمارے لیے حلال ہیں اور حسن بصری نے ٹیکس وصول کرنے والے' صرّاف اور عامل زکوٰۃ کے طعام کھانے کو جائز قرار دیا ہے اور مکحول نے الزہری سے روایت کی ہے کہ جب حلال اور حرام مال مخلوط ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' صرف وہ چیز مکروہ ہے' جس کے حرام ہونے کے متعلق یقین ہو' ابن ابی ذئب نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جن فقہاء نے مخلوط مال کو جائز قرار دیا ہے' انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ. (المائدہ:٤٢) یہ جھوٹی باتیں بہت سنتے ہیں اور حرام بہت زیادہ کھاتے ہیں۔

اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ گروی رکھ کر اس سے طعام خریدا' حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدتِ معینہ کے ادھار پر ایک یہودی سے طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ کو گروی رکھا۔ (صحیح البخاری: ٢٠٦٨' صحیح مسلم: ١٦٠٣' سنن نسائی: ٤٦٢٣' سنن ابن ماجہ: ٢٤٣٦)

امام طبری نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے جزیہ لینے کو مباح کر دیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ اہل کتاب کے اکثر اموال خمر اور خنزیر کی قیمتوں سے حاصل ہوتے ہیں اور وہ سود کا لین دین کرتے ہیں اور اس پر بہت واضح دلیل یہ ہے کہ جس مسلمان کے پاس مال ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس کی کمائی حلال ہے یا حرام' تو اس کا ہدیہ قبول کرنا حرام نہیں ہے' فقہاء صحابہ اور تابعین نے اسی کا فتویٰ دیا ہے اور جنہوں نے اس کو مکروہ کہا ہے' انہوں نے محض اپنے تقویٰ اور شبہات سے بچنے اور اپنے دین کو سلامت رکھنے کے لیے اس کو مکروہ کہا ہے۔

مقتدرِ اعلیٰ کا کسی ترجیح کی بناء پر خوش حال لوگوں کو عطا کرنا

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ امام اور سربراہ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی شخص کو مال عطا کرے' جب اس کے نزدیک وہ نیک کاموں میں سابق ہو یا اس کے نزدیک اس میں کوئی اور فضیلت ہو خواہ مسلمانوں میں کوئی اور شخص زیادہ ضرورت مند ہو اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو بغیر سوال کے حلال اور طیب مال ملے' اس کے لیے اس کو لینا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کے عطیہ کو رد کرنا ادب کے خلاف ہے کیونکہ یہ اس آیت کے عموم کے تحت داخل ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ. (الحشر:٧) اور رسول تم کو جو بھی دیں وہ لے لو۔

پس جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا کریں اور وہ نہ لے تو اس نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل نہیں کیا اور یہ فعل ادب کے خلاف ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ٤٦٩۔ ٤٦٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ نے علامہ ابن بطال کی اسی عبارت کا خلاصہ لکھا ہے' حافظ بدر الدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ نے علامہ ابن بطال کی اس طویل عبارت کو من وعن لکھا ہے اور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے اس عبارت کو بے حد مختصر کر کے لکھا ہے اور ان میں سے کسی نے بھی علامہ ابن بطال مالکی کا نام نہیں لیا۔ اس بات کے لکھنے سے میرا یہ مقصد نہیں ہے

کہ ان علماء نے علامہ ابن بطال کی عبارت کا سرقہ کیا ہے' بلکہ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس تحقیق میں یہ علماء بھی علامہ ابن بطال کے ساتھ ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۷۔۶۶' دارالمعرفۃ بیروت' عمدۃ القاری ج ۹ ص ۸۰۔۷۸' دارالکتب العلمیہ بیروت' عون الباری ج ۲ ص ۷۱' ۴' دارالرشید حلب' سوریا)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم :۲۳۰۱۔ ج ۲ ص ۹۶۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حکومت کے عطیات کا حکم۔

۵۲ - بَابُ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا

جس نے اپنے مال کو زیادہ کرنے کے لیے لوگوں سے سوال کیا

١٤٧٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ، حَتّٰى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهٖ مُزْعَةُ لَحْمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن ابی جعفر' انہوں نے کہا: میں نے حمزہ بن عبد اللہ بن عمر سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی ہمیشہ لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کی ایک بوٹی تک نہیں ہوگی۔

١٤٧٥ - وَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ تَدْنُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، حَتّٰى يَبْلُغَ الْعَرَقُ نِصْفَ الْأُذُنِ، فَبَيْنَا هُمْ كَذٰلِكَ اسْتَغَاثُوْا بِاٰدَمَ، ثُمَّ بِمُوْسٰى، ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَزَادَ عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي جَعْفَرٍ فَيَشْفَعُ لِيُقْضٰى بَيْنَ الْخَلْقِ، فَيَمْشِي حَتّٰى يَأْخُذَ بِحَلْقَةِ الْبَابِ، فَيَوْمَئِذٍ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا، يَحْمَدُهٗ أَهْلُ الْجَمْعِ كُلُّهُمْ. وَقَالَ مُعَلّٰى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ رَاشِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُسْلِمٍ، أَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنْ حَمْزَةَ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْأَلَةِ. [طرف الحدیث: ۴۷۱۸]

اور آپ نے فرمایا: بے شک قیامت کے دن سورج قریب ہوگا حتیٰ کہ پسینہ آدھے کان تک پہنچ جائے گا' پھر جب لوگ اس حال میں ہوں گے تو وہ حضرت آدم سے فریاد کریں گے' پھر حضرت موسیٰ سے فریاد کریں گے' پھر سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کریں گے۔ اور عبد اللہ نے یہ اضافہ کیا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی جعفر نے حدیث بیان کی: پس آپ شفاعت کریں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے پھر آپ چلیں گے حتیٰ کہ جنت کے دروازہ کے حلقہ کو پکڑ لیں گے' سو اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا جس کی تمام اہل محشر تعریف اور تحسین کریں گے۔ اور معلّٰی نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از النعمان بن راشد از عبد اللہ بن مسلم' جو زہری کے بھائی ہیں' از حمزہ' انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے کے متعلق حدیث کو سنا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۴۰' الرقم المسلسل: ۲۳۵۸' سنن نسائی: ۲۵۸۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۰۸' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۹۶' سنن کبریٰ: ۲۳۶۶' صحیح ابن خزیمہ: ۲۴۴۸' مشکل الآثار: ۱۰۲۲' شعب الایمان: ۳۵۰۹' شرح السنۃ: ۱۶۲۲' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۶۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۳۸۔ ج ۸ ص ۲۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) یحییٰ بن بکیر (٢) لیث بن سعد (٣) عبید اللہ (٤) حمزہ بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم (٥) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما (٦) عبد اللہ بن صالح' یہ لیث کے کاتب ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ٨١)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جو ہمیشہ سوال کرتا رہے گا وہ قیامت کے دن ایسے چہرے کے ساتھ آئے گا کہ اس پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہیں ہوگی۔

بلاضرورت سوال کرنے والے کی قیامت کے دن سزا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سوال کرنے کی مذمت اور بُرائی کا بیان ہے' اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ جس نے بلاضرورت بہت زیادہ سوال کیے یا جو شخص غنی تھا اور اس نے اپنے مال میں اضافہ کرنے کے لیے بہ کثرت سوال کیے' اس کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے اور اس کو آخرت میں سزا دی جائے گی۔

عبد الواحد نے کہا: اس کے چہرے کو سزا دی جائے گی کہ اس کے اوپر ایک بوٹی بھی نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گناہ کی جنس سے سزا دے گا کیونکہ اس کو سوال کی ضرورت نہیں تھی' پھر بھی اس نے اپنے منہ سے سوال کیا اور اپنے چہرے کو جھکایا۔ المھلب نے کہا: اس حدیث میں ''مزعۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: گوشت کا ٹکڑا' پس جب کسی شخص کا ایسا چہرا ہو جس پر گوشت نہ ہو تو اس کو سورج کی تپش سے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ ایذاء ہوگی' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حدیث میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن سورج قریب ہو گا اور آدمی کا پسینہ نصف کان تک پہنچ جائے گا تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلاضرورت گڑگڑا کر سوال کرنے سے ڈرایا ہے لیکن جس شخص نے ضرورت کی وجہ سے سوال کیا' اس کے لیے سوال کرنا مباح ہے اور جب اس کے لیے سوال کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو تو اس کو سوال کرنے پر بھی اجر ملے گا' بہ شرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہو اور تقدیر سے شاکی نہ ہو۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جو شخص اپنا مال بڑھانے کے لیے بہ کثرت سوال کرے گا' وہ قیامت کے دن ذلت کی حالت میں آئے گا اور اس کی قدر و منزلت ساقط ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی عزت نہیں ہوگی' حدیث میں ہے:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سائل کے چہرے پر خراشیں ہوں گی' پس جو چاہے اپنے چہرے پر خراشیں ڈالے اور جو چاہے ترک کردے' ماسوا اس کے کہ انسان مقتدر اعلیٰ سے سوال کرے یا اس معاملہ میں سوال کرے جس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ٤٧٠۔ ٤٦٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ ھ)

٥٣ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ (البقرہ: ٢٧٣) وَكَمِ الْغِنٰى

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔ (البقرہ: ٢٧٣) اور خوش حالی کی کتنی مقدار ہے

اس آیت میں ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے جو لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے' پوری آیت اس طرح ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِى الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ

(یہ خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں' جو (اس میں شدتِ اشتغال کی وجہ سے) زمین میں

اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا. (البقرہ:۲۷۳)

سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے' ناواقف شخص ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ان کو مال دار سمجھتا ہے (اے مخاطب!) تم (ان میں بھوک کے آثار دیکھ کر) صورت سے اُنہیں پہچان لو گے' وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔

اس آیت میں فقراء سے مراد وہ صحابہ ہیں جنہوں نے اللہ اور رسول کی طرف مدینہ میں ہجرت کی' ان کے پاس کوئی ایسا سبب نہیں تھا جس سے وہ اپنے نفس سے فقر کو دور کرتے' وہ طلب معاش کے لیے زمین میں سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور وہ اس لیے بھی سفر کرنا نہیں چاہتے تھے کہ اگر وہ معاش کی طلب میں کہیں چلے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ کی رفاقت سے محروم ہو جائیں گے' ان کے صاف ستھرے لباس اور ان کی پاکیزہ وضع قطع دیکھ کر ان کے حال سے ناواقف شخص ان کو غنی اور خوش حال سمجھتا تھا' اور عقل مند شخص ان کی بھوک اور ان کی نقاہت کو دیکھ کر سمجھ لیتا تھا کہ یہ ضرورت مند لوگ ہیں۔

علامہ بغوی متوفی ۵۱۶ھ نے لکھا ہے: یہ فقراء مہاجرین اصحاب صفہ تھے' ان کی تعداد چار سو تھی' ان کا مدینہ میں کوئی گھر تھا نہ کوئی قبیلہ تھا' یہ مسجد میں رہتے تھے اور قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو لشکر جہاد کے لیے روانہ کرتے' یہ اس میں شامل ہوتے تھے' جب یہ صبح کو اٹھتے تھے تو رات کے کھانے کا سوال نہیں کرتے تھے اور رات کو صبح کے ناشتہ کا سوال نہیں کرتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ یہ لوگ بالکل سوال نہیں کرتے تھے۔ (معالم التنزیل ج۱ ص ۳۷۸۔۳۷۷' داراحیاء التراث العربی)

قبیصہ بن مخارق بیان کرتے ہیں: میں ایک بڑی رقم کا مقروض ہو گیا تھا' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' تاکہ آپ سے اس کے متعلق سوال کروں' آپ نے فرمایا: اس وقت تک ہمارے پاس ٹھہرو جب تک صدقہ کا مال آ جائے' ہم اس میں سے تمہیں دینے کا حکم دیں گے' پھر فرمایا: اے قبیصہ! تین شخصوں کے علاوہ اور کسی کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے' ایک وہ شخص جو مقروض ہو اس کے لیے اتنی مقدار کا سوال جائز ہے جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے' اس کے بعد وہ سوال سے رک جائے' دوسرا وہ شخص جس کے مال کو کوئی ناگہانی آفت پہنچی ہو جس سے اس کا مال برباد ہو گیا ہو' اس کے لیے اتنا سوال کرنا جائز ہے جس سے اس کا گزارہ ہو جائے' تیسرا وہ شخص جو فاقہ زدہ ہو اور اس کے قبیلہ کے تین عقل مند آدمی یہ گواہی دیں کہ یہ واقعی فاقہ زدہ ہے تو اس کے لیے بھی اتنی مقدار کا سوال کرنا جائز ہے جس سے اس کا گزارہ ہو جائے' اور اے قبیصہ! ان تین شخصوں کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے اور جو (ان کے علاوہ کسی اور صورت میں) سوال کر کے کھاتا ہے وہ حرام کھاتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۴۴' سنن ابوداؤد: ۱۶۴۰' مسند الحمیدی: ۸۱۹' مسند احمد ج۳ ص ۴۷۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۵۹' سنن دارقطنی ج۲ ص ۱۱۹' سنن بیہقی ج۶ ص ۷۳' المعجم الکبیر ج۱۸ ص ۹۴۷)

وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَجِدُ غِنًى يُّغْنِيْهِ. لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ (البقرہ:۲۷۳).

اور کتنے مال سے آدمی غنی (مال دار) کہلاتا ہے؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: اور وہ اتنا مال نہیں پاتا جو اس کو غنی بنا دے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (یہ خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں جو (اس میں شدتِ اشتغال کی وجہ سے) زمین میں سفر کی طاقت نہیں رکھتے' ناواقف شخص ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ان کو مال دار سمجھتا ہے' (اے مخاطب!) تم (ان میں بھوک کے آثار دیکھ کر) اُنہیں ان کی

صورت سے پہچان لو گے' وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے' تم جو اچھی چیز بھی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہو' بے شک اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے O (البقرہ: ۲۷۳)

۱۴۷۶ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ زِیَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ تَرُدُّهُ الْاُکْلَةُ وَالْاُکْلَتَانِ، وَلٰکِنِ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ لَهٗ غِنًی، وَیَسْتَحْیِیْ، وَلَا یَسْاَلُ النَّاسَ اِلْحَافًا.

[اطراف الحدیث: ۱۴۷۹-۴۵۳۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن زیاد نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص مسکین نہیں ہے جس کو ایک لقمہ یا دو لقمے لوٹا دیں لیکن مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس (بالکل) مال نہ ہو اور وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال کرنے سے حیاء کرتا ہو۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳۹' الرقم المسلسل: ۲۳۵۵' سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۱' شرح السنہ: ۱۶۰۳' مسند الطحاوی: ۷۹۱۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۱۸۷- ج ۱۳ ص ۵۱۴- ۵۱۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۴۴۶۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے چار رجال ہیں' جن کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال کرنے سے حیاء کرتے ہیں۔

مسکین اور فقیر کے معنی کی تحقیق

مسکین کا لفظ سکون سے ماخوذ ہے' جس کا معنی ہے: حرکت نہ کرنا گویا مسکین مردہ کی طرح ہوتا ہے' الصحاح میں مذکور ہے کہ مسکین کا معنی ہے: فقیر' اور یہ ذلت اور ضعف کے معنی میں ہے' اور فقیر مال دار کی ضد ہے' یعنی یہ ایسا شخص ہے جس کے بارے میں یہ فرض کیا جائے کہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس کے گھر والوں کے لیے کافی ہو' القزاز نے کہا ہے کہ لغت میں فقیر کی اصل ''فقار الظهر'' ہے گویا کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور اس کے باقی جسم کا حصہ رہ گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۸۶-۸۵)

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اہل لغت اور فقہاء کا فقیر اور مسکین کے معنی میں اختلاف ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ ان میں سے کون زیادہ تنگی اور بدتر حال میں ہے' ابن السکیت اور ابن قتیبہ نے کہا کہ مسکین فقیر کی بہ نسبت زیادہ بدتر حال میں ہے کیونکہ مسکین وہ ہے جو بالکل ساکن ہو اور مردہ کی طرح ہو اور فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ مال ہو' ابن القصار نے بیان کیا ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے اصحاب کا قول ہے' اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ فقیر مسکین کی بہ نسبت زیادہ بدتر حال میں ہوتا ہے' یہ اصمعی اور ابن الانباری کا قول ہے اور یہی امام شافعی کا مختار ہے اور انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: یہ (خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں' جو اس میں شدتِ اشتغال کی وجہ سے زمین میں سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے (البقرہ: ۲۷۳) اور انہوں نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَکَانَتْ لِمَسٰکِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ. (الکہف: ۷۹)

رہی وہ کشتی تو وہ چند مسکین لوگوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ مسکین لوگ کشتی کے مالک تھے۔

شافعی فقہاء نے کہا ہے کہ فقر کا معنی ہے: کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑ دینا' جب کسی پر اچانک ایسی مصیبت آ جائے جس سے وہ برباد ہو جائے تو عرب کہتے ہیں: ''فَقَرَتْهُمُ الْفَاقِرَةُ'' اور عرب کے نزدیک فقیر وہ شخص ہے جس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے' اور جو شخص اس طرح ہو' اس پر موت آ جاتی ہے اور مسکین غیر فقیر کو بھی کہا جاتا ہے' جب بعض اُمور میں اس کا حال کمال سے ناقص ہو جائے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسکین وہ ہے جس کی بیوی نہ ہو۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۵۲) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! مجھے مسکین کے حال میں زندہ رکھ اور مسکین کے حال میری روح قبض فرما اور مساکین کے گروہ میں میرا حشر فرمانا۔ (سنن ترمذی: ۲۳۵۲' سنن ابن ماجہ: ۴۱۲۶' المستدرک ج ۴ ص ۳۲۲' سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۲' مشکوٰۃ: ۵۱۴۵' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۶۲' کنز العمال: ۱۶۵۹۲) اور آپ نے فقر سے اللہ کی پناہ طلب کی' اس سے معلوم ہوا کہ فقیر مسکین سے بدتر حال میں ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس' مجاہد' عکرمہ' جابر بن زید اور زہری نے کہا ہے کہ فقیر وہ ہے جو سوال نہیں کرتا اور مسکین وہ ہے جو سوال کرتا ہے' علی بن زیاد بن مالک نے کہا ہے کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس مال نہ ہو اور وہ سوال کرنے سے رکے اور مسکین وہ ہے جس کے پاس مال نہ ہو اور وہ سوال کرتا ہو۔ فقہاء احناف نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: ''اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ'' (البلد:۱۶) یا خاک افتادہ مسکین کو یعنی مسکین کے پاس کچھ نہیں ہوتا' وہ صرف خاک نشین ہوتا ہے۔

اس حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: وہ شخص مسکین نہیں ہے جس کو ایک لقمہ یا دو لقمے لوٹا دیں' اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ وہ شخص مسکین کامل نہیں ہے' مسکین کامل وہ شخص ہے جس کے پاس مال نہ ہو اور اس پر صدقہ نہ کیا جائے۔

آدمی کے پاس کس قدر مال ہو تو اس کے لیے سوال کرنا اور صدقہ لینا جائز نہیں ہے

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ کس شخص کے پاس کتنا مال ہو تو اس کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے اور اس کا سوال کرنا حرام ہے' بعض نے کہا: جس کے پاس صبح اور شام کی خوراک ہو' اس کا سوال کرنا جائز ہے نہ اس پر صدقہ کرنا جائز ہے' یہ ان بعض صوفیاء کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ کل کے لیے کسی چیز کو جمع کرنا جائز نہیں اور ان کا یہ قول اس لیے قابل ردّ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب مال جمع کرتے تھے۔

اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ بغیر ضرورت کے سوال کرنا جائز نہیں ہے' انہوں نے کہا ہے کہ سوال کرنا اس وقت جائز ہے جب انسان کے لیے مردار کھانا حلال ہو جائے۔

قیس بن عالم نے اپنے بیٹوں سے کہا: تم سوال کرنے سے احتراز کرو' یہ انسان کا آخری کسب ہے کیونکہ جو شخص بھی سوال کرتا ہے پھر وہ کمانا ترک کر دیتا ہے۔

ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کے پاس چالیس درہم تقریباً ساڑھے دس تولہ چاندی کی قیمت ہو' وہ سوال نہ کرے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس چالیس درہم کی قیمت ہو' اس نے اگر سوال کیا تو اس نے گڑگڑا کر سوال کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۲۸' سنن نسائی: ۲۵۹۴' سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۴)

ایک جماعت نے کہا: جس کے پاس پچاس درہم (تقریباً تیرہ تولہ چاندی) ہوں' اس کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے' یہ النخعی' الثوری' امام احمد اور اسحٰق کا قول ہے' اس سلسلہ میں انہوں نے از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک حدیث روایت کی ہے مگر

اس کی سند ضعیف ہے۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ جس کے پاس دو سو درہم (ساڑھے باون تولہ چاندی) ہو اس کے لیے زکوٰۃ لینا حرام ہے' یہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول ہے اور امام مالک سے بھی اسی طرح ایک قول منقول ہے۔

علامہ ابن بطال نے اس سلسلہ میں اور بھی بہت اقوال نقل کیے ہیں مگر ہم نے جتنے اقوال نقل کر دیئے ہیں' وہ کافی ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ٣ ص ٤٧٦-٤٧٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٢٢٨٩- ج ٢ ص ٩٥٩ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: سوال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل۔

١٤٧٧ - حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ، عَنِ ابْنِ أَشْوَعَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ كَاتِبُ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنِ اكْتُبْ إِلَيَّ بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيْلَ وَقَالَ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ.

(صحیح مسلم: ١٧١٥' الرقم المسلسل: ٤٤٠١' السنن الکبریٰ: ١١٥٣٦' جامع المسانید لابن جوزی: ٦٤٠٥' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٧ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از ابن اشوع از الشعبی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا کہ میری طرف ایسی حدیث لکھ کر بھیجو جس کو تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو' حضرت مغیرہ نے ان کی طرف لکھا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین چیزوں کو ناپسند فرماتا ہے: فضول بحث' مال کو ضائع کرنا اور زیادہ سوال کرنا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) یعقوب بن ابراہیم بن کثیر الدورقی (٢) اسماعیل بن علیہ' یہ اسماعیل بن ابراہیم البصری ہیں اور علیہ ان کی ماں کا نام ہے (٣) خالد بن مہران الحذاء البصری (٤) ابن اشوع' ان کا نام سعید بن عمرو بن الاشوع الہمدانی الکوفی ہے' یہ کوفہ کے قاضی ہیں (٥) الشعبی' ان کا نام عامر بن شراحیل ہے (٦) کاتب المغیرہ' ان کا نام ورّاد ہے (٧) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (٨) حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ٨٦)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت کثرتِ سوال میں ہے۔

''قیل و قال'' کا معنیٰ

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ٣٨٨ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''قیل وقال'' کو مکروہ فرمایا ہے' اس کی دو تاویلیں ہیں' ایک یہ ہے کہ اس سے مراد ہے: لوگوں کے اقوال اور ان کی باتوں کو نقل کرنا' ان کو تلاش کرنا اور ان کے درپے ہونا' مثلاً یوں کہا جائے کہ فلاں آدمی نے یہ کہا اور فلاں نے یہ کہا اور ان کے ذکر سے نہ کوئی غرض ہو نہ کوئی فائدہ ہو اور اس کی دوسری تاویل یہ ہے کہ غیر محتاط باتیں کرنا اور بغیر ثبوت کے کوئی بات کرنا۔

کثرتِ سوال کی متعدد صورتیں

اس حدیث میں یہ کثرت سوالات سے بھی منع فرمایا ہے اور اس کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) لوگوں کے اموال کے متعلق پوچھنا اور جو چیز ان کے قبضہ میں نہ ہو اس کے درپے ہونا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے جن آیاتِ متشابہات میں کلام کرنے سے منع فرمایا ہے ان کے متعلق سوال کرنا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِهٖ وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ. (آل عمران:۷)

سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے' وہ فتنہ جوئی کے لیے اور متشابہ کا محمل نکالنے کے لیے آیت متشابہ کے درپے رہتے ہیں حالانکہ متشابہ کے محمل کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(۳) لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بلاضرورت سوال کرتے تھے' پھر اس کی وجہ سے وہ کسی مشکل میں مبتلا ہو جاتے تھے' جیسے کوئی شخص اس مرد کے متعلق سوال کرتا جو اپنی اہلیہ کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پاتا' حدیث میں ہے:

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوالات کو ناپسند کیا اور ان کی مذمت کی' پس روایت ہے کہ ایک شخص کچھ عرصہ بعد اس میں مبتلا ہو گیا اور جیسا کہ روایت ہے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضب ناک ہوئے اور فرمایا: تمہارا باپ فلاں شخص ہے۔(صحیح البخاری:۹۲' صحیح مسلم: ۲۳۶۰) اور جیسا کہ روایت ہے' آپ نے فرمایا: اسلام میں سب سے بڑا جرم اس شخص کا ہے جس نے اسلام میں کسی ایسی چیز کا سوال کیا جو حرام نہیں تھی' پھر اس کے سوال کی وجہ سے وہ چیز حرام کر دی گئی۔

(صحیح البخاری:۷۲۸۹' صحیح مسلم:۲۳۵۸' سنن ابوداؤد:۴۶۱۰)

قرآن مجید میں جن سوالات کا ذکر ہے' ان کی دو قسمیں ہیں' بعض سوالات محمود ہیں' ان کا ذکر ان آیات میں ہے:

یَسۡئَلُوۡنَكَ عَنِ الۡاَهِلَّةِ قُلۡ هِیَ مَوَاقِیۡتُ لِلنَّاسِ وَالۡحَجِّ. (البقرہ:۱۸۹)

لوگ آپ سے ہلال (پہلی تاریخ کے چاند) کے متعلق دریافت کرتے ہیں' آپ کہیے: یہ لوگوں کے (دینی اور دنیوی کاموں) اور حج کے اوقات کی نشانیاں ہیں۔

وَیَسۡئَلُوۡنَكَ عَنِ الۡمَحِیۡضِ قُلۡ هُوَ اَذًی فَاعۡتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الۡمَحِیۡضِ. (البقرہ:۲۲۲)

اور یہ آپ سے حیض کا حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ وہ گندگی ہے' سو عورتوں سے حالت حیض میں الگ رہو۔

وَیَسۡئَلُوۡنَكَ مَاذَا یُنۡفِقُوۡنَ قُلِ الۡعَفۡوَ. (البقرہ:۲۱۹)

اور یہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کریں' آپ کہیے کہ جو ضرورت سے زائد ہو۔

یہ سوالات اس لیے محمود ہیں کہ ان سوالات کی وجہ سے لوگوں کو اپنے پیش آمدہ معاملات میں شرعی احکام معلوم ہوئے۔ قرآن مجید میں مذکور سوالات کی دوسری قسم یہ ہے کہ لوگ بے فائدہ اور عبث سوالات کرتے تھے جن کے ساتھ ان کی کوئی دینی یا دنیاوی مصلحت متعلق نہیں تھی' جیسے یہ آیات ہیں:

یَسۡئَلُوۡنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرۡسٰهَاO فِیۡمَ اَنۡتَ مِنۡ ذِكۡرٰهَاO اِلٰی رَبِّكَ مُنۡتَهٰهَاO (النّٰزعٰت:۴۴-۴۲)

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہو گاO آپ کا اس کا ذکر کرنے سے کیا تعلق ہے؟O آپ کے رب کی طرف ہی اس کی انتہاء ہےO

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًاO (بنی اسرائیل:٨٥)
اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تم کو محض تھوڑا سا علم دیا گیا ہےO

ایسے بے فائدہ اور عبث سوالات کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں منع فرما دیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ. (المائدہ:١٠١)
اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں۔

مال ضائع کرنے کی متعدد صورتیں

مال ضائع کرنے کی بھی متعدد صورتیں ہیں' جو درج ذیل ہیں:

(١) اگر انسان خرچ میں اسراف کرے یعنی جن مدّات میں اس نے خرچ کرنا ہے' ان میں بے تحاشا خرچ کرے تو یہ مال کو ضائع کرنا ہے یا ان مدّات میں خرچ کرے جہاں خرچ کرنا جائز نہیں ہے مثلاً فحش کاموں اور معصیت میں مال خرچ کرے یا بلاضرورت مال کو خرچ کرے' جیسے کھانے' پہننے اور دیگر ضروریاتِ زندگی میں میانہ روی سے تجاوز کر کے عیش وعشرت کرے' مکان بنانے میں بے تحاشا مال خرچ کرے اور استعمال کی اور دیگر چیزوں میں سونے چاندی سے تزئین وآرائش کرے۔

(٢) اگر اس نے اپنے مال کا' کار مختار اور ولی کسی نادان اور ناتجربہ کار آدمی کو بنا دیا تو یہ بھی مال کو ضائع کرنا ہے' اسی طرح اگر اس نے کسی چیز کو عام اور مروّج قیمت سے زیادہ بہت مہنگے دام پر خریدا تو یہ بھی مال ضائع کرنا ہے۔

(٣) اپنی زیر تصرف چیزوں میں بدسلوکی کرنا یا ان کا بے جا استعمال کرنا' یہ بھی مال کو ضائع کرنا ہے' مثلاً سواریوں میں' گھر اور دکان کی چیزوں میں' اپنے نوکروں اور دفتر میں اسٹاف کے لوگوں کے ساتھ بدسلوکی کر کے ان کو اپنا بدخواہ بنا دینا' یہ بھی اپنے مال کو ضائع کرنا ہے۔

(٤) لوگوں کو صدقہ وخیرات میں ضرورت یا میانہ روی سے زیادہ دینا یا قرض ادا کرنے کے بجائے لوگوں کو ہدیہ اور تحفہ وغیرہ دینا یا اپنا سارا مال خیرات کر دینا اور اپنے گھر والوں کے لیے اپنے مستقبل کے لیے اپنے پاس کچھ نہ رکھنا' یہ بھی اپنے مال کو ضائع کرنا ہے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک میں سارا مال لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کر دیا تھا' وہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان میں جو تنگی اور محرومی پر صبر کرنے کی زبردست قوت تھی اور اللہ تعالیٰ کی عطاء ونوال پر بے مثال توکل تھا' وہ عام لوگوں میں نہیں ہوتا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اور مسلمانوں کی مدد کے جذبہ سے اور جہاد میں مال خرچ کرنے کی نیت سے اپنا سارا کا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا اور ایسی محبت' ایسا جذبہ اور ایسی نیت ہر ایک میں نہیں ہوتی۔

(اعلام السنن ج ١ ص ٤٢٠-٤١٧ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٨ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٤٣٦٧-٤٣٦٧-ج ٥ ص ١٣٣ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① ''قیل وقال'' سے منع کرنے کی حکمت ② بہ کثرت سوال کرنے سے ممانعت کی حکمت ③ مسجد میں سوال کرنے اور سائل کو دینے کی تحقیق ④ زیادہ خرچ کرنے کی تفصیل اور تحقیق ⑤ اسراف اور اقتار کا محمل ⑥ لذت اور آسائش کے لیے مال خرچ کرنا اسراف نہیں ہے ⑦ ماں باپ کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے۔

یہ بحث ١٣٣ سے ١٤٤' صفحات پر مشتمل ہے اور منفرد تحقیق ہے جو شاید کسی اور جگہ مذکور نہ ہو۔

١٤٧٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ اَبِيهِ قَالَ اَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا وَاَنَا جَالِسٌ فِيهِمْ، قَالَ فَتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ رَجُلًا لَمْ يُعْطِهِ، وَهُوَ اَعْجَبُهُمْ اِلَيَّ، فَقُمْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهُ، فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ، وَاللّٰهِ اِنِّي لَاَرَاهُ مُؤْمِنًا؟ قَالَ اَوْ مُسْلِمًا. قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيلًا، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا اَعْلَمُ فِيهِ، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ، وَاللّٰهِ اِنِّي لَاَرَاهُ مُؤْمِنًا؟ قَالَ اَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيلًا، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا اَعْلَمُ فِيهِ، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ، وَاللّٰهِ اِنِّي لَاَرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ اَوْ مُسْلِمًا. يَعْنِي فَقَالَ اِنِّي لَاُعْطِي الرَّجُلَ، وَغَيْرُهُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْهُ، خَشْيَةَ اَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلٰى وَجْهِهِ. وَعَنْ اَبِيهِ، عَنْ صَالِحٍ عَنْ اِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ اَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ اَبِي يُحَدِّثُ هٰذَا، فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، فَجَمَعَ بَيْنَ عُنُقِي وَكَتِفِي، ثُمَّ قَالَ اَقْبِلْ اَيْ سَعْدُ، اِنِّي لَاُعْطِي الرَّجُلَ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ ﴿فَكُبْكِبُوْا﴾ (الشعراء:٩٤) قُلِبُوْا. ﴿مُكِبًّا﴾ (الملک:٢٢) اَكَبَّ الرَّجُلُ اِذَا كَانَ فِعْلُهُ غَيْرَ وَاقِعٍ عَلٰى اَحَدٍ، فَاِذَا وَقَعَ الْفِعْلُ، قُلْتَ كَبَّهُ اللّٰهُ لِوَجْهِهِ، وَكَبَبْتُهُ اَنَا. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ اَكْبَرُ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَهُوَ قَدْ اَدْرَكَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن غریر الزہری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از والد خود از صالح بن کیسان از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عامر بن سعد نے خبر دی از والد خود، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جماعت کو چند چیزیں عطا کیں اور میں بھی ان لوگوں میں بیٹھا ہوا تھا، پس رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے ایک شخص کو چھوڑ دیا اور اس کو عطا نہیں کیا حالانکہ وہ میرے نزدیک بہت پسندیدہ شخص تھا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف کھڑے ہو کر چپکے سے کہا: آپ فلاں شخص کو کیوں نہیں عطا فرما رہے، اللہ کی قسم! میں اس کو مومن گمان کرتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: یا وہ مسلم ہو، حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: میں تھوڑی دیر خاموش رہا، پھر اس کے متعلق جو میرا گمان تھا اس نے مجھے مجبور کیا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ فلاں شخص کو کیوں نہیں دے رہے، اللہ کی قسم! میں اس کو مومن گمان کرتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: یا مسلم، حضرت سعد نے کہا: پس میں تھوڑی دیر خاموش رہا، پھر اس کے متعلق جو مجھے یقین تھا اس نے مجھے مجبور کیا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ فلاں شخص کو کیوں نہیں عطا فرما رہے، اللہ کی قسم! میں اس کو مؤمن گمان کرتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: یا مسلم، پھر آپ نے فرمایا: بے شک میں کسی شخص کو عطا کرتا ہوں اور اس کا غیر مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے، اس خوف سے اس کو منہ کے بل دوزخ میں گرا دیا جائے گا اور از والد خود از صالح از اسماعیل بن محمد، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے یہ حدیث سنی ہے، پس انہوں نے اپنی حدیث میں یہ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر میری گردن اور کندھے کے درمیان مارے، پھر فرمایا: اے سعد! ادھر آؤ! سنو! بے شک میں کسی شخص کو عطا کرتا ہوں۔ امام بخاری نے کہا: سورۃ الشعراء میں جو "فکبکبوا" کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: انہیں منہ کے بل گرا دیا گیا اور سورۃ الملک میں جو "مکبا" کا لفظ ہے، وہ "اکب" سے ماخوذ ہے "اکب" فعل لازم ہے یعنی اوندھا گرا، اور اس کا فعل متعدی "کب" ہے، کہا

جاتا ہے: ''کبّہ اللّٰہ لوجھہ'' یعنی اللہ نے اس کو منہ کے بل گرا دیا اور ''کَبَبْتُہٗ'' میں نے اس کو منہ کے بل گرا دیا۔ امام بخاری نے کہا: صالح بن کیسان' عمرو بن الزہری سے بڑے تھے' ان کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٧ میں کی جا چکی ہے۔

١٤٧٩ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنِ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْاَلُ النَّاسَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابوالزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص مسکین نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان چکر لگاتا رہتا ہے اور ایک لقمہ اور دو لقمے اور ایک کھجور اور دو کھجوریں اس کو لوٹا دیتی ہیں بلکہ (اصل میں) مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس اتنا مال نہیں ہوتا جو اس کو (سوال سے) مستغنی کر دے اور نہ کوئی اس کا حال جانتا ہے کہ اس کے اوپر صدقہ کرے اور وہ حیاء کی وجہ سے کسی سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٧٦ میں گزر چکی ہے۔

١٤٨٠ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ ثُمَّ يَغْدُوَ اَحْسَبُهٗ قَالَ اِلَى الْجَبَلِ فَيَحْتَطِبَ فَيَبِيْعَ فَيَاْكُلَ وَيَتَصَدَّقَ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ النَّاسَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے کر جائے (میرا گمان ہے' انہوں نے کہا:) پہاڑ کی طرف پھر (جنگل سے) لکڑیاں کاٹ کر بیچے اور کھائے اور صدقہ کرے' یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٧٠ میں گزر چکی ہے۔

٥٤ - بَابُ خَرْصِ التَّمْرِ

درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو دیکھ کر پکی ہوئی کھجوروں کا اندازہ کرنا

اس عنوان میں ''خرص'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کو دیکھ کر پکی ہوئی کھجوروں کو اندازہ کرنا۔

١٤٨١ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَبَّاسٍ السَّاعِدِيِّ عَنْ اَبِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سہل بن بکار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عمرو بن

حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوْكَ، فَلَمَّا جَاءَ وَادِيَ الْقُرٰى، إِذَا امْرَأَةٌ فِيْ حَدِيْقَةٍ لَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهِ اُخْرُصُوْا. وَخَرَصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ اَوْسُقٍ، فَقَالَ لَهَا اَحْصِيْ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا. فَلَمَّا اَتَيْنَا تَبُوْكَ قَالَ اَمَا اِنَّهَا سَتَهُبُّ اللَّيْلَةَ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ، فَلَا يَقُوْمَنَّ اَحَدٌ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ بَعِيْرٌ فَلْيَعْقِلْهُ. فَعَقَلْنَاهَا، وَهَبَّتْ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ، فَقَامَ رَجُلٌ، فَاَلْقَتْهُ بِجَبَلِ طَيِّءٍ. وَاَهْدٰى مَلِكُ اَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ، وَكَسَاهُ بُرْدًا، وَكَتَبَ لَهُ بِبَحْرِهِمْ، فَلَمَّا اَتٰى وَادِيَ الْقُرٰى قَالَ لِلْمَرْاَةِ كَمْ جَاءَتْ حَدِيْقَتُكِ؟ قَالَتْ عَشَرَةَ اَوْسُقٍ، خَرْصَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ مُتَعَجِّلٌ اِلَى الْمَدِيْنَةِ، فَمَنْ اَرَادَ مِنْكُمْ اَنْ يَتَعَجَّلَ مَعِيَ فَلْيَتَعَجَّلْ. فَلَمَّا قَالَ ابْنُ بَكَّارٍ كَلِمَةً مَعْنَاهَا. اَشْرَفَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ هٰذِهِ طَابَةُ. فَلَمَّا رَاٰى اُحُدًا قَالَ هٰذَا جُبَيْلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ، اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُوْرِ الْاَنْصَارِ؟ قَالُوْا بَلٰى، قَالَ دُوْرُ بَنِي النَّجَّارِ، ثُمَّ دُوْرُ بَنِيْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ، ثُمَّ دُوْرُ بَنِيْ سَاعِدَةَ، اَوْ دُوْرُ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، وَفِيْ كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ يَعْنِيْ خَيْرًا.

[اطراف الحدیث: ۱۸۷۲-۳۱۶۱-۳۷۹۱-۴۴۸۲]

یحییٰ از عباس الساعدی از ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں گئے، پس جب آپ وادی القریٰ (مدینہ اور شام کے درمیان ایک بستی) میں پہنچے تو وہاں اپنے باغ میں ایک عورت تھی، آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اندازہ لگاؤ! ان درختوں سے کتنی کھجوریں نکلیں گی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس وسق (چھ سو کلوگرام) کا اندازہ لگایا، پھر آپ نے اس عورت سے فرمایا: جو کھجوریں ان درختوں سے اتریں، ان کی پیمائش کر لینا، جب ہم تبوک پہنچے تو آپ نے فرمایا: سنو! آج رات کو بہت سخت آندھی آئے گی، پس تم میں سے کوئی شخص کھڑا نہ ہو، اور جس شخص کے پاس اونٹ ہو، وہ اس کو باندھ لے، سو ہم نے اونٹوں کو باندھ لیا، اور بہت سخت آندھی آئی، ایک شخص کھڑا ہوا تھا، اس کو آندھی نے طے کے پہاڑوں پر پھینک دیا، اور ایلہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک سفید خچر تحفے میں دیا اور آپ کو ایک چادر نذر کی اور آپ نے اس سمندری علاقہ کی حکومت اس بادشاہ کے نام لکھ دی، پھر جب واپسی میں وادی القریٰ پہنچے تو آپ نے اس عورت سے پوچھا: تمہارے باغ سے کتنی کھجوریں نکلیں؟ اس عورت نے کہا: دس وسق، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اندازہ تھا، تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے مدینہ جلدی جانا ہے، پس تم میں سے جو جلدی روانہ ہونا چاہتا ہو، وہ میرے ساتھ چلے، ابن بکار نے کوئی لفظ کہا، جس کا معنی ہے: آپ نے مدینہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: یہ طابہ ہے (پاکیزہ اور عمدہ)، پھر جب آپ نے احد پہاڑ کو دیکھا تو فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں، کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ انصار کے گھروں میں کس کے گھر سب سے بہتر ہیں؟ صحابہ نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: بنو النجار کے گھر، پھر بنو عبد الاشہل کے گھر، پھر بنو ساعدہ کے گھر یا بنو الحارث بن الخزرج کے گھر اور انصار کے تمام گھروں میں خیر ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۹۲، الرقم المسلسل: ۳۳۱۲، سنن ابوداؤد: ۳۰۷۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۵۳۹، المنتقی: ۱۱۰۹، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۱۴، صحیح ابن حبان: ۴۵۰۳، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۲۳۹، سنن دارمی: ۲۴۹۵، مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۵-۴۲۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۳۶۰۴-ج ۳۹ ص ۱۷-۱۶، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سہل بن بکار ابوبشر الدارمی (۲) وہیب بن خالد ابوبکر (۳) عمرو بن یحییٰ بن عمارہ (۴) عباس بن سہل بن سعد' یہ ولید کی حکومت میں مدینہ میں فوت ہوگئے تھے (۵) ابوحمید المنذر بن سعد الساعدی۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۹۲)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: اندازہ لگاؤ! ان درختوں سے کتنی کھجوریں نکلیں گی۔

تبوک' وادی القریٰ اور ایلہ کا مصداق

غزوۂ تبوک: تبوک اور مدینہ منورہ کے درمیان شام کی جانب ۱۴' مرحلے ہیں اور تبوک اور دمشق کے درمیان گیارہ مرحلے ہیں۔

وادی القریٰ: السمعانی نے ذکر کیا ہے کہ یہ شام کی جانب حجاز میں قدیم شہر ہے' ابن قرقول نے ذکر کیا ہے کہ یہ مدینہ کے قریب ہے۔

ایلہ: یہ حجاز کی انتہاء اور شام کی ابتداء میں ساحل سمندر پر ایک شہر ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مصر سے نصف فاصلہ پر اور مکہ مکرمہ کے درمیان ہے' یہ شہر ایلہ بنت بدین بن ابراہیم علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے' ایک روایت ہے کہ ایلہ سمندر کے کنارے ایک بستی ہے۔ التلویح میں مذکور ہے کہ ایلہ کے بادشاہ کا نام یوحنا بن روبہ ہے۔

''ببحرھم'': ''ای ببلدھم'' اس سے مراد ہے کہ سمندر کے کنارے بسنے والے' کیونکہ یہ لوگ سمندر کے کنارے رہنے والے تھے' ایک روایت میں ہے: ''ببحرتھم'' اور ''بحرۃ'' کا معنی ہے: شہر' یعنی اس شہر کے رہنے والے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس شہر کی زمینیں اور وہاں کی حکومت اس بادشاہ کو عطا کر دی تھیں۔

احد پہاڑ کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرنا حقیقت پر مبنی ہے اور اس کی بہ کثرت نظائر اور شواہد

یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں: بہ ظاہر پہاڑ کا محبت کرنا مستبعد ہے' اس لیے بعض علماء نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ اس پہاڑ کے پاس رہنے والے ہم سے محبت کرتے ہیں اور وہ انصار ہیں' اور یہ اطلاق مجازی ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں حقیقی معنی مراد لینا بعید نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ ہلنے لگا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے احد! ثابت اور برقرار رہ' تجھ پر نبی ہے' صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۶۷۵' سنن ترمذی: ۳۶۹۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۱)

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھجور کے ایک سوکھے ہوئے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے' جب آپ کے لیے منبر بنا دیا گیا اور آپ نے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا تو ہم نے سنا' اس درخت کے تنے سے آپ کے فراق کی وجہ سے اس طرح رونے کی آواز آ رہی تھی جس طرح دس ماہ کی حاملہ اونٹنی چلاتی ہے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا ہاتھ اس تنے پر رکھا تو وہ چپ ہوگیا۔ (صحیح البخاری: ۳۰۸۵' مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۲) ایک روایت میں ہے: آپ نے اس کو سینہ سے لگایا تو وہ بچے کی طرح سسکیاں لے کر رونے لگا' پھر چپ ہوگیا۔ (صحیح البخاری: ۲۰۹۵) اگر آپ اس کو سینہ سے نہ لگاتے تو وہ قیامت تک اسی طرح روتا رہتا۔ اس سے معلوم ہوا: وہ تنا آپ سے محبت کرتا تھا۔

ایک یہودی عورت نے خیبر میں آپ کو بکری کا زہر آلودہ گوشت کھلایا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اور آپ کے اصحاب نے اس کو کھایا' پھر

آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: رُک جاؤ! پھر آپ نے اس عورت سے فرمایا: تم نے اس میں زہر ملایا تھا' اس نے آپ سے پوچھا: آپ کو کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا: اس کے پاؤں کی ہڈی نے' جو آپ کے ہاتھ میں تھی' اس نے کہا: ہاں!

(دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۲۱۰)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں مکہ کے ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو میری بعثت سے پہلے مجھ کو سلام کرتا تھا' میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۲۷۷' سنن ترمذی: ۳۶۲۴' مسند احمد ج ۵ ص ۸۹)

حضرت عبداللہ بن قرط یمانی بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چھ اونٹنیاں لائی گئیں' ان میں سے ہر ایک آپ کی طرف گردن بڑھا رہی تھی کہ آپ اس سے ذبح کی ابتداء کریں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۷۶۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۶۶' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۰' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۳۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ایک سفر میں دیکھا کہ ایک اونٹ نے آکر آپ کو سجدہ کیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۳۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اونٹ نے آپ سے کلام کیا اور آپ کو سجدہ کیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۳۶۔ ۵۳۱۔ ۵۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بھیڑیئے نے آپ سے کلام کیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۴۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہرنی نے آپ سے کلام کیا اور کلمہ پڑھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۴۳۔ ۵۴۲)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ گوہ نے آپ سے کلام کیا اور آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔

(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۴۵۔ ۵۴۴)

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاسق جن اور انس کے علاوہ ہر چیز کو علم ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۳۴)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ کی بعض اطراف میں جا رہا تھا' آپ کے سامنے جو پہاڑ یا درخت آتا' وہ کہتا تھا: "السلام علیك یا رسول اللّٰه!"۔ (سنن ترمذی: ۳۶۲۶)

میں کہتا ہوں کہ جب بہ کثرت احادیثِ صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ شجر و حجر اور حیوانات آپ کو پہچانتے تھے' آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے اور آپ سے محبت کرتے تھے تو اُحد پہاڑ کا آپ سے محبت کرنا کیسے بعید ہو سکتا ہے!

آپ پہاڑ کی محبت کا جواب بھی محبت سے دیتے تھے

نیز میں کہتا ہوں کہ آپ نے فرمایا: اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے' ہم اس سے محبت کرتے ہیں' اس سے یہ معلوم ہوا کہ پتھر کے دل میں بھی آپ کی محبت ہے' سو جس انسان کے دل میں آپ کی محبت نہ ہو' وہ پتھر سے بھی گیا گزرا ہے اور پتھر وہ حقیقت ہے جس میں نرمی اور محبت نہیں ہوتی' اس لیے جس شخص میں محبت نہ ہو' اس کو سنگ دل اور پتھر دل کہتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت اور آپ کی سیرت کا یہ اعجاز ہے کہ جس حقیقت میں محبت نہیں ہوتی' اس میں بھی آپ کی محبت آگئی اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر پتھر آپ سے محبت کرے تو آپ اسے بھی محروم نہیں کرتے اور اس کی محبت کا جواب محبت سے دیتے ہیں تو انسان اور آپ کا امتی اور غلام آپ سے محبت کرے تو آپ اسے کب محروم کریں گے اور یہ کہ پتھر کے دل میں آپ کی محبت ہو' تو آپ کو اس کا بھی علم ہوتا ہے تو

اگر آپ کے امتی اور غلام کے دل میں آپ کی محبت ہو تو وہ کب آپ سے مخفی رہ سکے گی! اے مالک ارض وسما! ہمارے دلوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت بیش از بیش کردے۔ (آمین)

''خرص'' کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

کھجور کے درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کو دیکھ کر یہ اندازہ کرنا کہ اس درخت میں کتنی پکی ہوئی کھجوریں ہوں گی یا باغ کے درختوں کو دیکھ کر باغ کی کل کھجوروں کا اندازہ کرنا کہ اس باغ میں کل کتنی کھجوریں ہوں گی' اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' پھر اس حساب سے ان کل کھجوروں میں سے زکوٰۃ یا عشر نکالنے میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور کے نزدیک یہ اندازہ لگانا واجب ہے' اس کو ''خــــرص'' کہتے ہیں اور امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد' الشعبی اور ثوری کے نزدیک یہ مکروہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۹۷۔۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

''خــــرص'' یہ ہے کہ جب درخت پر تازہ کھجوریں لگ جائیں' جن میں زکوٰۃ واجب ہو تو سلطان ان کی مقدار کا اندازہ لگانے والے کو بھیجے اور وہ یہ بتائے کہ اس درخت سے اتنی پکی ہوئی کھجوریں یا پکے ہوئے انگور نکلیں گے' پھر حساب لگایا جائے کہ ان میں کتنا عشر واجب ہوگا' پھر درخت والے پر اس عشر کا ادا کرنا واجب کر دیا جائے' پھر درختوں کے مالک کو اس کے پھلوں کے ساتھ چھوڑ دیا جائے' وہ ان درختوں کے پھلوں میں جو چاہے کرے' پھر جب پھل پک جائیں تو ان میں سے عشر نکال لیا جائے۔ امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۹۲' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

مشہور غیر مقلد عالم وحید الزمان متوفی ۱۳۳۸ھ لکھتے ہیں:

جب کھجور یا انگور یا اور کوئی میوہ درختوں پر پختہ ہو جائے تو ایک جاننے والے شخص کو بادشاہ یا حاکم بھیجتا ہے' وہ جا کر اندازہ کرتا ہے کہ اس میں سے اتنا زیادہ میوہ اترے گا' پھر اسی کا دسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر لیا جاتا ہے' اس کو ''خــرص'' کہتے ہیں' آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ یہ جاری رکھا اور خلفاء راشدین نے بھی' امام شافعی اور امام احمد اور اہل حدیث سب اس کو جائز کہتے ہیں لیکن حنفیہ نے برخلاف احادیث صحیحہ کے صرف اپنی رائے سے اس کو ناجائز قرار دیا ہے' ان کا قول دیوار پر پھینک دینے کے لائق ہے۔

(حاشیہ تیسیر الباری ج ۲ ص ۹۳' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

''خرص'' کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی مؤید احادیث اور ان کے جوابات

ائمہ ثلاثہ نے اس باب کی حدیث: ۱۴۸۱ سے بھی استدلال کیا ہے' کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باغ کے درختوں کی کھجوروں کا اندازہ لگانے کا حکم دیا' لیکن اس حدیث سے ان کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اندازہ کے دسویں حصہ میں عشر یا صدقہ دینے کو واجب فرمایا بلکہ ان درختوں کی کھجوروں میں اسی وقت عشر واجب ہوگا' جب ان درختوں سے کھجوروں کو اتارا جائے گا' اس حدیث میں جو اندازہ لگانے کا ذکر ہے' اس سے مقصود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی نبوت پر دلیل قائم کرنا تھا۔ آپ نے دس وسق کھجوروں کا اندازہ لگایا اور آپ نے اس باغ کی مالکہ عورت سے فرمایا کہ تم اس باغ کی کھجوروں کی پیمائش کر لینا' پھر آپ تبوک چلے گئے' واپس آ کر معلوم کیا تو پتا چلا اس باغ میں اتنی ہی کھجوریں تھیں تو پتا چلا کہ آپ نے وحی الٰہی سے مطلع ہو کر بتایا تھا کہ اس باغ میں دس وسق کھجوریں ہیں اور وحی نبی پر نازل ہوتی ہے' سو اس سے آپ کی نبوت پر دلیل

قائم ہوگئی۔

ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابن شہاب سے خبر دی گئی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے خیبر کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہ کو یہود کی طرف بھیجتے، پس جب کھجوریں میٹھی ہو جاتیں تو ان کے کھائے جانے سے پہلے وہ ان کا اندازہ کرتے۔ (سنن ابوداؤد: ١٦٠٦)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ ابن جریج کو ابن شہاب کی روایت کی کس نے خبر دی تھی۔

ائمہ ثلاثہ کی تیسری دلیل یہ حدیث ہے:

سعید بن المسیب، حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ انگوروں کا بھی اسی طرح اندازہ لگایا جائے جس طرح کھجوروں کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور کشمش سے ان کی زکوٰۃ لی جائے جس طرح کھجوروں کی زکوٰۃ چھواروں سے لی جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ١٦٠٣، سنن ترمذی: ٦٤٤، سنن نسائی: ٢٦١٧، سنن ابن ماجہ: ١٨١٩)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابوداؤد نے یہ لکھ دیا کہ سعید نے عتاب سے کسی چیز کو نہیں سنا۔

سو یہ حدیث منقطع ہے اور حدیث منقطع سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

''خرص'' کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''خرص'' (درخت پر پھلوں کا اندازہ لگانے سے) منع کرتے ہوئے سنا ہے، آپ نے فرمایا: مجھے یہ بتاؤ کہ اگر (درخت پر) پھل ہلاک ہوگئے تو کیا تم اپنے بھائی کا مال باطل کے عوض کھانا پسند کرو گے! (مسند احمد ج ٣ ص ٣٩٤ طبع قدیم، مسند احمد: ١٥٢٣٩۔ ج ٢٣ ص ٣٩٦، شرح معانی الآثار: ٣٠٢٧)

یعنی اگر تمہارے اندازہ لگانے کے بعد آندھی سے درخت کے پھل گر گئے یا ژالہ باری اور آسمانی بجلی سے پھل جل گئے یا تباہ ہو گئے تو تم ان پھلوں کو کس چیز کے معاوضہ میں لو گے؟

ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے، ان میں سے صحیح بخاری کی حدیث تو ان کے مدعا پر دلالت نہیں کرتی اور باقی احادیث قابل استدلال نہیں ہیں، اس کے بعد وہ ''خرص'' اور اندازہ کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں اور امام ابوحنیفہ نے جس صحیح حدیث سے استدلال کیا ہے، وہ ''خرص'' اور اندازہ کی ممانعت اور تحریم پر دلالت کرتی ہے اور جب اباحت اور تحریم اور حلت اور حرمت میں تعارض ہو تو یہ متفقہ اصول ہے کہ تحریم کی حدیث کو اباحت کی حدیث پر ترجیح دی جاتی ہے۔

''خرص'' اور اندازہ لگانے میں درخت پر لگے ہوئے تازہ پھلوں کی مقدار کا اندازہ لگا کر اس مقدار کا دسواں حصہ خشک پھل دیئے جاتے ہیں، مثلاً درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کا عشر پکی ہوئی کھجوروں یا چھواروں میں سے دیا جاتا ہے اور تازہ انگوروں کا عشر پکے ہوئے انگوروں اور کشمش سے دیا جاتا ہے، جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض فروخت کرنے سے منع فرما دیا ہے، کیونکہ اگر آندھی آنے سے یا ژالہ باری سے یا کسی اور آفت سے درخت کے پھل تباہ اور برباد ہو گئے تو ان کے بدلہ میں جو خشک پھل لیے گئے ہیں، ان کا کوئی معاوضہ نہیں ہوگا اور وہ تازہ پھل یا کھیت کی تازہ فصل کے بدلا میں جو غلہ لیا گیا

ہے وہ کس چیز کے عوض حلال ہوگا! درخت پر لگے ہوئے تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کو مزابنہ کہا جاتا ہے اور کھیت میں لگی ہوئی تازہ فصل کی خشک غلہ کے عوض بیع کو محاقلہ کہا جاتا ہے اور نبی ﷺ نے مزابنہ اور محاقلہ دونوں کو حرام قرار دیا ہے اس کی تفصیل حسب ذیل احادیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری۔ باب بیع المزابنہ ص ۴۵۱ دارارقم بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تک پھلوں کی پختگی ظاہر نہ ہو ان کو فروخت نہ کرو اور تازہ پھلوں کو چھواروں کے عوض فروخت نہ کرو۔

(صحیح البخاری: ۲۱۸۳ سنن ابوداؤد: ۳۳۶۷ سنن ترمذی: ۱۲۲۶ سنن نسائی: ۴۵۳۱ سنن ابن ماجہ: ۲۲۱۴ مسند احمد ج ۲ ص ۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تازہ کھجوروں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سرخ ہو جائیں اور سنبل (گندم یا جو کی بالیاں یا بھٹے) کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سفید ہو جائیں اور قدرتی آفات سے محفوظ ہو جائیں آپ نے فروخت کرنے والے اور خریدنے والے دونوں کو منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۳۵ سنن ابوداؤد: ۳۳۶۸ سنن ترمذی: ۱۲۲۷ سنن نسائی: ۴۵۶۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے "المحاقلہ" اور "المزابنہ" سے منع فرمایا۔

(سنن ترمذی: ۱۲۲۴ صحیح مسلم: ۱۵۳۶ مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۰)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"المحاقلہ" یہ ہے کہ کھیت کی فصل کو گندم کے عوض فروخت کیا جائے اور "المزابنہ" یہ ہے: کھجور کے درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کو چھواروں کے عوض فروخت کیا جائے اکثر اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے انہوں نے "المحاقلہ" اور "المزابنہ" کو مکروہ قرار دیا ہے۔

حضرت سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آیا تازہ کھجوروں کو چھواروں کے عوض خریدنا جائز ہے؟ آپ نے حاضرین سے پوچھا: آیا تازہ کھجوریں سوکھنے کے بعد کم ہو جاتی ہیں انہوں نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے اس سے منع فرما دیا۔ (سنن ترمذی: ۱۲۲۵ سنن ابوداؤد: ۳۳۶۰۔۳۳۵۹ سنن نسائی: ۴۵۶۰۔۴۵۵۹ سنن ابن ماجہ: ۲۲۶۴ مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیاہ ہونے سے پہلے انگوروں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا اور پکنے سے پہلے غلہ کو فروخت کرنے سے منع فرمایا۔ (سنن ترمذی: ۱۲۲۸ سنن ابوداؤد: ۳۳۷۱ سنن ابن ماجہ: ۲۲۱۷ مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے درخت پر پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ "زھو" ہو جائیں پوچھا گیا کہ "زھو" کا کیا معنی ہے؟ فرمایا: وہ سرخ ہو جائیں پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ بتاؤ جب اللہ تعالیٰ ان پھلوں کو منع کر دے (یعنی وہ درخت سے اترنے سے پہلے ضائع ہو جائیں) تو تم اپنے بھائی کا مال کس چیز کے عوض کھاؤ گے؟ (صحیح البخاری: ۲۱۹۸ صحیح مسلم: ۱۰۰۰)

نبی ﷺ نے درختوں پر تازہ پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض اور کھیتوں میں تازہ فصل کو خشک غلہ کے عوض فروخت کرنے سے اس لیے منع فرمادیا ہے کہ تم نے مثلاً تازہ کھجوروں کے عوض چھوارے لے لیے اور درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوریں آندھی یا اولوں سے

برباد ہو گئیں تو تم نے جوان کے معاوضہ میں چھوارے لیے ہیں وہ بلا معاوضہ اور حرام ہوں گے اسی طرح اگر درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کا اندازہ کر کے ان کے عشر میں چھوارے دے دیئے اور آندھی یا اولوں سے وہ تازہ کھجوریں گر گئیں یا جل گئیں تو وہ عشر میں لیے ہوئے چھوارے بھی ناجائز ہوں گے اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی مقدار کا اندازہ لگانے سے منع فرمادیا اور ان احادیث کی وجہ سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی مقدار کا اندازہ کر کے عشر نکالنے کو مکروہ فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ درخت سے پھل اتارنے کے بعد ان پھلوں میں سے عشر نکالا جائے۔

حضرت امام ابوحنیفہ تو ان احادیث کی بناء پر ''خرص'' اور اندازہ لگانے کا حکم بیان فرمار ہے ہیں اور شیخ وحید الزمان امام اعظم کے قول پر یہ تبصرہ کر رہے ہیں کہ حنفیہ نے برخلاف احادیث صحیحہ کے صرف اپنی رائے سے اس کو ناجائز قرار دیا ہے' ان کا قول دیوار پر پھینک دینے کے لائق ہے' میں کہتا ہوں کہ ان کے اس دروغ بے فروغ کے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ اگر شیخ وحید الزمان اپنے منہ پر اس جھوٹ کی کالک نہ ملتے تو بہتر تھا! ہمارا انداز تحریر اس طرح نہیں ہے' لیکن چونکہ شیخ وحید الزمان نے ہمارے امام ابوحنیفہ کے متعلق ایک قول شنیع لکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قصاص لینے کی اجازت دی ہے اور فرمایا ہے:

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا. (الشوریٰ:۴۰) اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے۔

سو اس وجہ سے ہم نے اپنے مزاج' عادت اور اسلوب کے خلاف شیخ وحید الزمان کے متعلق اس طرح لکھا' بہ قول شاعر:

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو

۱۴۸۲ - وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِي عَمْرٌو ثُمَّ دَارُ بَنِي الْحَارِثِ، ثُمَّ بَنِي سَاعِدَةَ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ كُلُّ بُسْتَانٍ عَلَيْهِ حَائِطٌ فَهُوَ حَدِيقَةٌ، وَمَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ حَائِطٌ لَمْ يُقَلْ حَدِيقَةٌ.

اور سلیمان بن بلال نے کہا: مجھے عمرو نے حدیث بیان کی' پھر دار بنی الحارث نے' پھر بنی ساعدہ نے اور سلیمان نے کہا از سعد بن سعید از عمارہ بن غزیہ از عباس از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اُحد ایک پہاڑ ہے' یہ ہم سے محبت کرتا ہے' ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ امام بخاری نے کہا: ہر وہ باغ جس کے گرد چار دیواری ہو اس کو ''حدیقہ'' کہتے ہیں اور جس کے گرد چار دیواری نہ ہو اس کو ''حدیقہ'' نہیں کہتے۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث: ۱۴۸۱ میں آچکی ہے اور اس حدیث میں جس باغ کا ذکر ہے' اس کے گرد چار دیواری تھی' اسی لیے اس کو ''حدیقہ'' فرمایا ہے۔

۵۵ - بَابُ الْعُشْرِ فِيمَا يُسْقَى مِنْ مَّاءِ السَّمَاءِ وَبِالْمَاءِ الْجَارِي

جس زمین کو بارش کے پانی اور جاری پانی سے سیراب کیا جائے اس میں عشر ہے

وَلَمْ يَرَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي الْعَسَلِ شَيْئًا.

اور عمر بن عبد العزیز شہد میں کسی صدقہ کو واجب نہیں قرار دیتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۵۲' مطبوعہ مجلس علمی' بیروت' اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت میں ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شہد کی ہر دس مشکوں میں سے ایک مشک (یعنی عشر واجب) ہے۔ (سنن ترمذی: ۶۲۹)

شہد میں عشر کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں: حضرت ابن عمر کی حدیث کی سند میں کلام ہے اور اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی بڑی چیز ثابت نہیں ہے اور اکثر اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے اور امام احمد اور امام اسحاق کا یہی قول ہے اور بعض اہل علم نے کہا: شہد میں کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی صدقہ بن عبداللہ ہے وہ حافظ نہیں ہے اور اس حدیث کی روایت میں اس کی مخالفت کی گئی ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۸۷ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک شہد میں زکوٰۃ نہیں ہے اور یہی حضرت ابن عمر کا مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا: اس میں عشر ہے ابن المنذر نے کہا: شہد میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے اور نہ اس پر اجماع ہے سو اس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۸۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی الحنفی التوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شہد قلیل ہو یا کثیر اس میں عشر واجب ہے جب کہ وہ شہد عشری زمین میں ہو اور امام ابویوسف کے نزدیک پانچ وسق (تین سوکلوگرام) شہد سے کم میں عشر نہیں ہے اور ان کی مراد یہ ہے کہ جب اس کی قیمت پانچ وسق غلہ کی قیمت یعنی دو سو درہم کو پہنچ جائے۔ (المبسوط ج ۳ ص ۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

شہد میں عشر کے وجوب کے متعلق احادیث اور آثار

ابو سیارہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس شہد کے چھتے ہیں آپ نے فرمایا: عشر ادا کرو میں نے عرض کیا: اس کو میرے لیے خاص فرما دیجئے آپ نے اس زمین کو ان کے لیے خاص فرما دیا۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۳ مسند احمد ج ۴ ص ۲۳۶ مصنف عبد الرزاق: ۶۹۷۳ المعجم الکبیر: ۸۸۰ ج ۲۲ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۲۱۴ سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۲۶ مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۴۵ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۰ دار الکتب العلمیہ بیروت)

عمرو بن شعیب بیان کرتے ہیں کہ طائف کے امیر نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ شہد والے ہم کو وہ صدقہ نہیں دے رہے جو ہم سے پہلے حکام کو دیتے تھے حضرت عمر نے ان کی طرف لکھا: اگر وہ لوگ تم کو وہ صدقہ دیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیتے تھے تب تم ان کی زمین کی حفاظت کرنا ورنہ نہ کرنا۔ عمرو بن شعیب نے کہا: وہ شہد کی ہر دس مشکوں میں سے ایک مشک دیتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۵۹۶ سنن نسائی: ۲۴۷۸ مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۴۶ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

عطاء خراسانی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ شہد میں عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۴۷ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۲ دار الکتب العلمیہ بیروت)

سعد بن ابی ذباب بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنی قوم کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ شہد میں زکوٰۃ ہے کیونکہ اس مال میں کوئی خیر نہیں ہے جس کی زکوٰۃ نہ دی جائے۔ ان کی قوم کے لوگوں نے پوچھا: اس میں کتنی زکوٰۃ ہے؟ انہوں نے کہا: عشر ہے پس انہوں نے

ان سے عشر لیا' پھر اس کو لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو اس کی خبر دی' تو حضرت عمر نے اس عشر کو لے کر مسلمانوں کے صدقات میں داخل کر دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۴۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابن ابی ذئب نے الزہری سے روایت کی ہے کہ شہد میں عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۴۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہد سے عشر لیا۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۴' سنن ابوداؤد: ۱۶۰۲)

۱۴۸۳ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ابْنُ يَزِيدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ، أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا، الْعُشْرُ، وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا تَفْسِيرُ الْأَوَّلِ، لِأَنَّهُ لَمْ يُوَقِّتْ فِي الْأَوَّلِ، يَعْنِي حَدِيثَ ابْنِ عُمَرَ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ. وَبَيَّنَ فِي هٰذَا وَوَقَّتَ، وَالزِّيَادَةُ مَقْبُولَةٌ، وَالْمُفَسَّرُ يَقْضِي عَلَى الْمُبْهَمِ إِذَا رَوَاهُ أَهْلُ الثَّبَتِ، كَمَا رَوَى الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُصَلِّ فِي الْكَعْبَةِ، وَقَالَ بِلَالٌ قَدْ صَلَّى، فَأُخِذَ بِقَوْلِ بِلَالٍ، وَتُرِكَ قَوْلُ الْفَضْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس بن یزید نے خبر دی از الزہری از سالم بن عبد اللہ از والد خود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس زمین کو بارش نے سیراب کیا اور چشموں نے سیراب کیا یا اس زمین نے خود اپنی رگوں سے پانی لے لیا' اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں سے سیراب کیا گیا اس میں نصف عشر ہے' امام بخاری نے کہا: یہ حدیث پہلی حدیث کی تفسیر ہے کیونکہ پہلی حدیث یعنی حضرت ابو سعید کی حدیث میں یہ بیان نہیں کیا گیا تھا کہ جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے اور اس میں زکوٰۃ کی مقدار بیان کی گئی ہے اور اضافہ مقبول ہوتا ہے اور حدیث مفسر مبہم پر راجح ہوتی ہے' جب اس کو ثقہ راوی بیان کریں جیسا کہ حضرت الفضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے' پس حضرت بلال کے قول پر عمل کیا گیا ہے اور حضرت الفضل کے قول کو ترک کر دیا گیا ہے۔

اس حدیث کی مکمل اور مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۴۰۵ میں گزر چکی ہے۔

٥٦ - بَابٌ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ

پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے

۱۴۸٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِيمَا أَقَلُّ مِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن عبد اللہ بن عبد الرحمان بن ابی صعصعہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے

خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ، وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةٍ مِنَ الْإِبِلِ الذَّوْدِ صَدَقَةٌ، وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا تَفْسِيرُ الْأَوَّلِ إِذَا قَالَ لَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ. لِكَوْنِهِ لَمْ يُبَيِّنْ وَيُؤْخَذُ أَبَدًا فِي الْعِلْمِ بِمَا زَادَ أَهْلُ الثَّبَتِ أَوْ بَيَّنُوْا.

فرمایا: پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور نہ پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ ہے اور نہ پانچ اواق چاندی سے کم میں صدقہ ہے۔ امام بخاری نے کہا: یہ (حضرت ابوسعید خدری کی) پہلی حدیث کی تفسیر ہے، جب انہوں نے یہ کہا ہے کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے کیونکہ یہ پہلے بیان نہیں کیا گیا تھا اور ہمیشہ علم میں اضافہ والی حدیث پر عمل کیا جاتا ہے، جب کہ اس کو ثقہ راوی بیان کریں۔

اس حدیث کی شرح بھی، صحیح البخاری: ۱۴۰۵ میں گزر چکی ہے۔

۵۷ - بَابُ أَخْذِ صَدَقَةِ التَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ وَهَلْ يُتْرَكُ الصَّبِيُّ فَيَمَسُّ تَمْرَ الصَّدَقَةِ

جب درختوں سے کھجوروں کو اتارا جائے، اس وقت صدقہ (عشر) لیا جائے اور کیا بچوں کو چھوڑ دیا جائے کہ وہ صدقہ کی کھجوروں کو ہاتھ لگائیں؟

۱۴۸۵ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الْأَسَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِالتَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ، فَيَجِيءُ هٰذَا بِتَمْرِهِ وَهٰذَا مِنْ تَمْرِهِ، حَتّٰى يَصِيرَ عِنْدَهُ كَوْمًا مِنْ تَمْرٍ، فَجَعَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَلْعَبَانِ بِذٰلِكَ التَّمْرِ. فَأَخَذَ أَحَدُهُمَا تَمْرَةً فَجَعَلَهُ فِي فِيهِ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجَهَا مِنْ فِيهِ، فَقَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ آلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَأْكُلُوْنَ الصَّدَقَةَ؟

[اطراف الحدیث: ۱۴۹۱-۳۰۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن محمد بن الحسن الاسدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن طہمان نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ کھجور کے درختوں سے کھجوریں اتارتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھجوریں لائی جاتیں، سو یہ شخص کھجوریں لاتا اور وہ شخص کھجوریں لاتا حتیٰ کہ آپ کے پاس کھجوروں کا ڈھیر لگ جاتا، پس حضرت الحسن اور حضرت الحسین رضی اللہ عنہما ان کھجوروں سے کھیل رہے تھے تو ان میں سے ایک نے کھجور اپنے منہ میں ڈال لی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا تو آپ نے وہ کھجور ان کے منہ سے نکال لی، پس آپ نے فرمایا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آل صدقہ نہیں کھاتی!

(صحیح مسلم: ۱۰۶۹، الرقم المسلسل: ۲۴۳۴، سنن نسائی: ۸۶۴۵، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۴۸۲، سنن دارمی: ۱۶۴۲، شرح السنۃ: ۱۱۵۸، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۹، مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۹۳۰۸، ج ۱۵ ص ۱۷۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۹۷۲۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن محمد بن الحسن المعروف بابن الشل الازدی، یہ ۲۵۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ان کے والد محمد بن الحسن ابوجعفر، یہ ۲۰۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابراہیم بن طہمان (۴) محمد بن زیاد (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۱۲)

اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: کھجور کے درختوں سے کھجوریں اتارتے وقت۔

درختوں سے پھل اتارنے کے بعد ان میں سے کچھ پھلوں کو صدقہ کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ. (الانعام:۱۴۱)

جب وہ درخت پھل دار ہوں تو ان کے پھلوں سے کھاؤ اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو ان کا حق ادا کرو۔

علامہ ابوبکر احمد بن رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، جابر بن زید، محمد بن حنفیہ، حسن بصری، سعید بن میسب، طاؤس، زید بن اسلم، قتادہ اور ضحاک کا یہ قول ہے کہ اس حق سے مراد عشر اور نصف عشر ہے اور حضرت ابن عباس سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس حق کو اس حدیث نے منسوخ کر دیا جس میں عشر اور نصف عشر کو فرض کیا گیا اور یہ قول اس اصول پر مبنی ہے کہ قرآن کے حکم کو سنت سے منسوخ کرنا جائز ہے، حسن بصری سے روایت ہے کہ اس حکم کو زکوٰۃ نے منسوخ کر دیا، ضحاک نے کہا ہے کہ قرآن میں مذکور ہر صدقہ کو زکوٰۃ نے منسوخ کر دیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور مجاہد سے روایت ہے کہ یہ آیت محکمہ (غیر منسوخ) ہے اور فصل کی کٹائی کے وقت اس حق کو ادا کرنا واجب ہے اور یہ حق زکوٰۃ کے علاوہ ہے اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور درخت سے اتارنے اور فصل کاٹنے سے منع فرمایا ہے، سفیان بن عیینہ نے کہا: یہ ممانعت اس لیے ہے تاکہ دن میں کٹائی کے وقت مساکین آسکیں۔ مجاہد نے کہا: جب فصل کاٹی جائے تو اس میں سے کچھ حصہ مساکین کو دیا جائے، اس طرح جب درخت سے کھجوریں اتاری جائیں تو کچھ کھجوریں ان کو دی جائیں، اسی طرح جب ان کو صاع کے حساب سے ماپا جائے تو ان کو کچھ کھجوریں دی جائیں۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۹، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ)

امام ابومنصور محمد بن محمد الماتریدی الحنفی المتوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے کھجور کے درختوں، پھلوں کی بیلوں، زیتون اور انار کے ذکر کے بعد یہ فرمایا کہ جب تم درختوں اور بیلوں سے پھل اتارو یا کھیتوں سے فصل کاٹو تو کٹائی کے دن ان میں سے کچھ مقدار کا صدقہ کرو، اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قلیل اور کثیر کا فرق نہیں کیا اور اس میں یہ دلیل ہے کہ زمین سے قلیل پیداوار حاصل ہو یا کثیر اس میں صدقہ کرنا واجب ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ. (البقرہ:۲۶۷)

اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی سے اچھی چیزوں کو خرچ کرو اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے قلیل اور کثیر کا فرق نہیں کیا اور مطلقاً یہ فرمایا کہ زمین کی پیداوار سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو، زمین کی پیداوار خواہ قلیل ہو یا کثیر۔

اور اللہ کی راہ میں کتنا خرچ کیا جائے، اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور حدیث نے بیان کر دیا، اور وہ یہ ہے کہ اگر بغیر آلات کے زمین کو پانی سے سیراب کیا جائے تو اس میں عشر (پیداوار کا دسواں حصہ) ہے اور اگر آلات کے ذریعہ زمین کو پانی سے سیراب کیا جائے تو اس میں نصف عشر (پیداوار کا بیسواں حصہ) ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو باغ یا کھیت بارش سے یا چشموں سے یا زمین کے اندرونی پانی سے سیراب کیا گیا ہو اس میں عشر ہے اور جن کو کنویں کے پانی سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(صحیح البخاری: ١٤٨٣، صحیح مسلم: ٩٨١، سنن ابوداؤد: ١٥٩٧، سنن نسائی: ٢٤٨٩، سنن ترمذی: ٦٤٠)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا اور مجھے یہ حکم دیا کہ جس زمین کو بارش نے سیراب کیا ہو یا وہ بارانی زمین ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں کے ذریعہ پانی حاصل کر کے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ١٨١٨، سنن نسائی: ٢٤٨٩، سنن بیہقی ج ٤ ص ١٣١)

نیز امام ابومنصور ماتریدی لکھتے ہیں:

اہل تاویل کا اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں کٹائی کے دن جو حق ادا کرنے کا حکم دیا ہے اس حق سے کیا مراد ہے امام ابن جریر نے کہا: اس آیت میں زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے نفلی صدقات مراد ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی ہے سو یہ آیت' آیت زکوٰۃ سے منسوخ ہے۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا کہ اس آیت میں حق ادا کرنے سے مراد زکوٰۃ ادا کرنا ہے اور زکوٰۃ کی مقدار منسوخ ہوئی ہے سرے سے زکوٰۃ منسوخ نہیں ہوئی کیونکہ پہلے وہ درخت سے اتارے ہوئے تمام پھل صدقہ کر دیتے تھے اور آیت زکوٰۃ سے تمام پھلوں کا صدقہ کرنا منسوخ ہو گیا اور زکوٰۃ کی مقدار کے مطابق صدقہ کرنے کا حکم اب بھی باقی ہے (اور وہ عشر یا نصف عشر ہے)۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ٤ ص ٢٨٠۔ ٢٧٤ ملخصاً، دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٦ھ)

سادات پر صدقہ حرام ہونے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

التوضیح میں مذکور ہے کہ اس حدیث میں اس پر واضح دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آل پر صدقہ حرام ہے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی قول ہے فقہاء مالکیہ کے اس مسئلہ میں چار قول ہیں: (١) جواز (٢) منع (٣) آپ کی آل کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے اور فرض صدقہ دینا منع ہے (٤) فرض صدقہ دینا جائز ہے اور نفلی صدقہ دینا منع ہے کیونکہ لوگ نفلی صدقہ دینے میں احسان جتاتے ہیں اور فرض میں احسان نہیں جتاتے۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ١٤٤، دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

جن سادات پر صدقہ حرام ہے ان کے مصادیق

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں:

بنو ہاشم کو زکوٰۃ نہیں دی جائے گی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے: اے بنو ہاشم! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر لوگوں کا غسالہ (دھوون) اور میل کچیل حرام کر دیا ہے اور اس کے عوض میں تم کو خمس کا خمس عطا فرمایا ہے۔ (المعجم الکبیر: ١١٥٤٣۔ ١١٠٧٠، مجمع الزوائد ج ٣ ص ٩١) اس کے برخلاف ان کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے کیونکہ فرض صدقہ میں مال' پانی کی طرح ہے۔ فرض کے ساقط ہونے سے وہ میل کچیل کے ساتھ ملوث ہو جاتا ہے اور نفلی صدقہ ایسے ہے جیسے پانی سے ٹھنڈک حاصل کی جائے اور بنو ہاشم سے مراد آل علی' آل عباس' آل جعفر' آل عقیل' آل الحارث بن عبد المطلب اور ان کے آزاد کردہ غلام ہیں' کیونکہ یہ لوگ ہاشم بن عبد مناف کی طرف منسوب ہیں اور قبیلہ کی نسبت ہاشم کی طرف ہے اور رہے ان کے آزاد کردہ غلام تو اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آزاد کردہ غلام نے آپ سے سوال کیا: کیا میرے لیے صدقہ حلال ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں! تم ہمارے آزاد کردہ غلام ہو۔

(سنن ابوداؤد: ١٦٥٠، سنن ترمذی: ٦٥٧، سنن نسائی: ٢٦١١، سنن بیہقی ج ٧ ص ٣٢، صحیح ابن حبان: ٣٢٩٥، المستدرک ج ١ ص ٤٠٤، مسند احمد

ج۶ ص ۱۰-۸ طبع قدیم) (ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۹-۲۷۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

مسجد میں اور سلطان کے پاس صدقات جمع کرانے اور جن کاموں میں عام لوگوں کا مفاد ہو' ان کو مسجد میں انجام دینے کا جواز اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ صدقات سلطان یا سربراہِ ملک کے پاس جمع کرائے جائیں۔

مسجد میں نمازوں کے علاوہ ان اُمور کو بھی سرانجام دیا جائے جن کا تعلق مسلمانوں کے مفادِ عامہ کے ساتھ ہو' کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسجد میں صدقات کو جمع کیا اور مسجد کو اس کا مخزن بنایا اور آپ نے بحرین کے مال کو بھی مسجد میں جمع کرنے کا حکم دیا اور آپ نے اس مال کو مسجد میں ہی تقسیم کیا' اسی طرح آپ وفود سے ملاقات کرنے کے لیے اور مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے بھی مسجد میں ہی بیٹھتے تھے' اور جس کام کا تعلق کسی ایک فرد کے نفع کے ساتھ ہو' اس کو مسجد میں کرنا جائز نہیں ہے جیسے کپڑے سینا یا بڑھئی اور کارپینٹر کا کام کرنا' البتہ مسجد میں قرآن اور حدیث کی اور دیگر دینی کتابوں کی تعلیم دینا جائز ہے' کیونکہ اس کا تعلق مفادِ عامہ کے ساتھ ہے۔

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما مسجد میں کھجوروں سے کھیل رہے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں چھوٹے بچوں کو لانا اور ان کا مسجد میں کھیلنا جائز ہے' بہ شرطیکہ وہ اتنے چھوٹے بچے نہ ہوں جن کے پیشاب نکلنے کا خطرہ ہو یا ان کے بھاگنے دوڑنے اور رونے اور چلانے سے نمازیوں کی نماز میں خلل پڑنے کا خطرہ ہو' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں سے اور اپنی لڑائیوں سے اور اپنی حدود سے اور اپنی خرید و فروخت سے محفوظ رکھو۔ (المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۱۷۳' مصنف عبدالرزاق: ۱۷۲۶' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶)

جو حرام کام بڑوں کے لیے ناجائز ہیں' وہ بچوں کے لیے بھی ناجائز ہیں اور ایسے بچوں کو مسجد میں لانا جائز ہے جو باادب ہوں اور ان کو جس بات سے منع کیا جائے وہ اس سے باز آ جائیں۔

حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک نے صدقہ کی کھجور منہ میں ڈال لی تو آپ نے وہ کھجور ان کے منہ سے نکال لی اور فرمایا: کیا تم کو نہیں معلوم کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی آل صدقہ نہیں کھاتی! اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کو بھی وعظ اور نصیحت کرنی چاہیے۔

اسی طرح اگر نابالغ لڑکی بیوہ ہو جائے تو اس کے ولی کو چاہیے کہ وہ اس لڑکی کو بناؤ سنگھار سے روکے اور سوگ کرنے کی ہدایت کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۸۵-۴۸۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

۵۸- بَابُ مَنْ بَاعَ ثِمَارَهُ أَوْ نَخْلَهُ أَوْ أَرْضَهُ أَوْ زَرْعَهُ، وَقَدْ وَجَبَ فِيهِ الْعُشْرُ أَوِ الصَّدَقَةُ، فَأَدَّى الزَّكٰوةَ مِنْ غَيْرِهِ، أَوْ بَاعَ ثِمَارَهُ وَلَمْ تَجِبْ فِيهِ الصَّدَقَةُ

جس نے اپنے پھل فروخت کیے یا کھجور کے درخت یا زمین یا کھیت حالانکہ اس میں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا تھا' پس اس نے کسی اور مد میں سے زکوٰۃ ادا کر دی یا اس نے اپنے وہ پھل فروخت کیے جن میں صدقہ واجب نہیں ہوا تھا

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيْعُوا الثَّمَرَةَ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا. فَلَمْ يَحْظُرِ الْبَيْعَ بَعْدَ الصَّلَاحِ عَلٰى اَحَدٍ، وَلَمْ يَخُصَّ مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الزَّكٰوةُ مِمَّنْ لَمْ تَجِبْ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تم پھلوں کو مت فروخت کرو حتیٰ کہ ان کی پختگی ظاہر ہو جائے' پس آپ نے پھل پکنے کے بعد اس کو فروخت کرنے سے کسی کو منع نہیں فرمایا اور جس پر زکوٰۃ واجب ہے آپ نے اس کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا جس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

امام شافعی کا پکے ہوئے پھلوں کی بیع کو ناجائز قرار دینا' اور امام بخاری کا ان پر ردّ کرنا کہ یہ حدیث کے خلاف ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ جس شخص نے اپنے اصل باغ کو فروخت کر دیا یا اس کی زمین کو فروخت کر دیا اور اس میں اس کا کھیت تھا یا اس کے ایسے پھل لگے ہوئے تھے جن کا پختہ ہونا ظاہر ہو چکا تھا تو اس کا فروخت کرنا جائز ہے اور ان پھلوں کی زکوٰۃ خریدار پر ہے' سوا اس کے کہ خریدار نے پہلے ہی زکوٰۃ نہ دینے کی شرط لگالی ہو' اور اس قول کی وجہ یہ ہے کہ پھلوں میں زکوٰۃ تب واجب ہوتی ہے جب ان میں مٹھاس آ جائے' پس جب مالک نے اس وقت پھل بیچے جب ان میں مٹھاس آ چکی تھی تو اس نے خریدار کا مال بیچا اور مساکین کا حصہ اس کے ساتھ ہے' پس یہ اس پر محمول کیا جائے گا کہ خریدار اس زکوٰۃ کا ضامن ہے اور یہ زکوٰۃ اس پر لازم ہے۔

امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ خریدار کو اس میں اختیار ہے کہ وہ ایسی بیع کو نافذ کرے یا اس کو ردّ کر دے' پس پھلوں کا عشر خریدار سے لیا جائے گا اور وہ اس کی مقدار کے مطابق فروخت کرنے والے سے وصول کرے گا' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عشر وصول کرنے والا پھلوں سے عشر لیتا ہے' پس خریدار اس عشر کی مقدار فروخت کرنے والے سے وصول کرے گا اور یہ ایسے ہے جیسے فروخت کی ہوئی چیز میں کوئی عیب نکل آئے تو پھر اس کے حساب سے فروخت کرنے والے سے قیمت وصول کی جاتی ہے۔

امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ یہ بیع فاسد ہے کیونکہ اس نے اس چیز کو فروخت کیا جس کا وہ مالک ہے اور جس کا وہ مالک نہیں ہے' وہ مساکین کا حصہ ہے' پس صدقہ فاسد ہو گیا' پس امام بخاری نے امام شافعی کے اس قول کو ردّ کیا ہے کیونکہ امام بخاری نے کہا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل پکنے کے بعد اس کو فروخت کرنے سے کسی کو منع نہیں کیا اور جس پھل پر زکوٰۃ (عشر) واجب ہے' آپ نے اس کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا جس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور امام شافعی نے پھل پکنے کے بعد اس کو فروخت کرنے سے منع کیا ہے' پس جس پھل کے فروخت کرنے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز اور مباح قرار دیا ہے' اس اباحت کی امام شافعی نے مخالفت کی ہے۔

امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اس پر متفق ہیں کہ جس شخص نے ایسے باغ کو فروخت کیا' جس میں ابھی پھل نہیں پکے تو یہ بیع جائز ہے اور ان کا عشر خریدار کے ذمہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب پھلوں کی کٹائی کا وقت آئے تو ان کا حق یعنی عشر ادا کرو (الانعام:۱۴۱) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پکنے سے پہلے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے تو یہ ممانعت صرف پھلوں کے ساتھ خاص ہے' پھلوں کے باغ یا اس کی زمین کے ساتھ متعلق نہیں ہے' کیونکہ اگر پھلوں کو پکنے سے پہلے فروخت کر دیا تو یہ خدشہ ہے کہ وہ پھل آندھی سے گر جائیں گے یا کسی آفت سے جل جائیں گے تو خریدار کا مال بلاعوض جائے گا لیکن اگر اس نے اس باغ یا اس زمین کو فروخت کیا ہے جس کے پھل ابھی نہیں پکے تو یہ بیع جائز ہے کیونکہ یہ بیع اس باغ اور زمین کی ہوئی ہے' پھلوں کی نہیں ہوئی' لہٰذا

دونوں صورتوں کا فرق واضح ہو گیا۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ٤٨٩ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)

١٤٨٦ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، وَكَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ صَلَاحِهَا، قَالَ حَتّٰى تَذْهَبَ عَاهَتُهُ.

[اطراف الحدیث: ٢١٨٣۔ ٢١٩٤۔ ٢١٩٩۔ ٢٢٤٧۔ ٢٢٤٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن دینار نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع کیا حتیٰ کہ ان کا پختہ ہونا یا پکنا ظاہر ہو جائے اور جب آپ سے ان کے پکنے (کی علامت) کے متعلق سوال کیا جاتا تو آپ فرماتے: حتیٰ کہ وہ قدرتی آفت سے بچ جائے۔

(صحیح مسلم: ١٥٣٤ الرقم المسلسل: ٣٨٧٤ سنن ابوداؤد: ٣٣٦٧ سنن ترمذی: ١٢٢٦ سنن نسائی: ٤٥٥١ مصنف عبد الرزاق: ١٤٣١٥ مسند ابویعلیٰ: ٥٧٩٨ صحیح ابن حبان: ٤٩٩١ سنن بیہقی ج ٥ ص ٢٩٩ شرح السنہ: ٢٠٧٧ مسند الطحاوی: ٤٣٧٩ مسند احمد ج ٢ ص ٧ طبع قدیم مسند احمد: ٤٥٢٥۔ ج ٨ ص ١٢١ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ٣٣٩٩ مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع کیا حتیٰ کہ ان کا پکنا ظاہر ہو جائے یعنی پھلوں کے پکنے کے بعد ان کو فروخت کرنا جائز ہے اور اسی جملہ سے امام بخاری نے امام شافعی کا رد کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے جو ہم نے عنوان کی شرح میں علامہ ابن بطال کے حوالے سے ذکر کی ہے علامہ عینی نے اسی شرح کو علامہ ابن بطال کا نام لیے بغیر ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ١٢٠)

امام بخاری کی عبارت میں حافظ ابن حجر کا بے جا قید کا اضافہ کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف یعنی امام بخاری کے نزدیک پھلوں کے پکنے کے بعد ان کو فروخت کرنا جائز ہے خواہ اس میں درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کی مقدار کا اندازہ کر کے ان میں عشر کو واجب کر دیا گیا ہو اور یہ فقہاء کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب اندازہ سے پھلوں کی مقدار کا تعین کر کے ان میں عشر کو واجب کر دیا گیا ہو تو پھر ان پھلوں کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اب ان پھلوں میں مساکین کا حق متعلق ہو چکا ہے اور یہ امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے امام بخاری نے اس حدیث کو پھلوں کے پکنے کے بعد ان کی بیع کے جواز پر محمول کیا ہے اور پھلوں کی مقدار کے اندازہ سے پہلے پر محمول کیا ہے تا کہ دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو۔ امام بخاری نے عنوان میں کہا ہے: جس نے اپنے پھل فروخت کیے حالانکہ ان میں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا تھا امام بخاری نے اپنے اس قول سے ان علماء کے قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو کہتے ہیں کہ پھلوں میں مطلقاً عشر واجب ہے خواہ ان کی مقدار نصاب (پانچ وسق) کو پہنچی ہو یا نہیں اور ان کا یہ ارادہ نہیں ہے کہ پھلوں کو فروخت کرنے کے بعد ان کا عشر یا صدقہ ساقط ہو جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر کی نکتہ آفرینی پر مصنف کی تنقید

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کی عبارت میں یہ نکتہ آفرینی اس لیے کی ہے تا کہ امام ابوحنیفہ پر رد کیا جائے جو یہ کہتے

ہیں کہ پھلوں پر مطلقاً عشر واجب ہے خواہ ان کی مقدار پانچ وسق ہو یا نہ ہو لیکن حافظ ابن حجر کی یہ کوشش بالکل فضول اور قطعاً عبث ہے کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ. (الانعام:۱۴۱) اور جب پھلوں کی کٹائی کا دن آئے تو ان کا حق ادا کرو۔

اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ جب درخت پر پھلوں کی مقدار پانچ وسق ہو تو ان کا حق ادا کرو' بلکہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً کٹائی کے دن پھلوں کا حق ادا کرنے کا حکم دیا ہے خواہ ان کی مقدار پانچ وسق ہو یا نہ ہو' غور کریں تو اس قید سے مسکینوں کا حق مارا جائے گا کیونکہ اگر پانچ وسق سے کم پھل اتارے گئے تو پھر مسکینوں کو عشر نہیں دیا جائے گا اور باغ کا مالک ہر دفعہ پانچ وسق سے کم پھل اتارے گا تا کہ اس کے باغ کے پھلوں سے مسکینوں کو عشر نہ دینا پڑے اور امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق وہ جب بھی اپنے درختوں سے پھل اتارے گا تو اسے ہر دفعہ اور ہر صورت میں عشر دینا پڑے گا خواہ پھلوں کی مقدار پانچ وسق سے کم ہو یا زیادہ۔

امام بخاری نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے اپنے درخت سے پھل فروخت کیے جن میں صدقہ یا عشر واجب ہو چکا تھا۔ حافظ ابن حجر نے اس عبارت کو اپنے مذہب کے مطابق ڈھالنے کے لیے اس میں یہ پیوند لگایا کہ ان پھلوں کی مقدار نصاب کو پہنچ چکی ہو تا کہ ان لوگوں کے ردّ کی طرف اشارہ ہو جو نصاب کا اعتبار نہیں کرتے اور پھلوں میں مطلقاً عشر کو واجب کرتے ہیں اور حافظ ابن حجر کی یہ کوشش اس لیے عبث ہے کہ نہ قرآن مجید میں پانچ وسق کی قید ہے نہ اس حدیث میں ہے اور نہ امام بخاری کی اس عبارت میں ہے۔

نیز حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ظاہر قرآن کا تقاضا یہ ہے کہ کٹائی کے دن عشر کا ادا کرنا واجب ہے اور چونکہ ان کے نزدیک عشر کا ادا کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے' جب پھلوں کی مقدار پانچ وسق (تین سو کلوگرام) ہو' اس لیے امام بخاری کی عبارت میں حافظ ابن حجر یہ پیوند کاری کرتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے اس مقدمہ کی تصحیح کے لیے پھل پکنے کے وقت اندازہ لگانے کا اعتبار کیا ہے تا کہ مساکین کا حق متعلق ہو سکے اور اندازہ لگانے کے مقدمہ کو اس عبارت میں لپیٹ دیا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۸۷ ' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

یعنی جب کوئی شخص یہ اندازہ لگائے گا کہ اس درخت کے پھل نصاب کی حد یعنی پانچ وسق کو پہنچ گئے ہیں' تب اس درخت کے پھلوں میں عشر واجب ہوگا۔ حافظ ابن حجر کا مطلب یہ ہے کہ اگر چہ پانچ وسق کا اندازہ لگانے کا ذکر امام بخاری کی عبارت میں صراحۃً نہیں ہے' لیکن چونکہ امام بخاری نے مطلقاً یہ کہا ہے کہ جس نے اپنے درخت کے پھل فروخت کیے حالانکہ ان میں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا تھا' اور حافظ ابن حجر کے نزدیک مطلقاً پھلوں پر عشر واجب نہیں ہوتا جب تک کہ کوئی شخص ان پھلوں کو دیکھ کر یہ اندازہ نہ لگائے کہ ان پھلوں کی مقدار نصاب یعنی پانچ وسق کو پہنچ گئی ہے' اس لیے وہ کہتے ہیں کہ امام بخاری کی عبارت کو صحیح کرنے کے لیے ان کی عبارت میں یہ قید لگانی پڑے گی اور ان کی عبارت میں یہ جملہ محذوف ماننا پڑے گا۔

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی یہ عبارت امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق بالکل صحیح ہے اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کا اطلاق اس کا مؤید ہے اور مساکین کا فائدہ بھی اسی طرح ہوتا ہے کہ پانچ وسق کی قید کے بغیر مطلقاً پھلوں پر عشر واجب کیا جائے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کی عبارت میں پانچ وسق کا اندازہ لگانے کی اس قید کا جو اضافہ کیا ہے وہ امام بخاری کو زبردستی اور سینہ زوری سے شافعی بنانے کی کوشش ہے' ورنہ اس قید اور اس اضافہ کے بغیر امام بخاری کی عبارت بالکل صحیح ہے۔

ہم نے حافظ ابن حجر کے ردّ میں جو تقریر کی ہے وہ بہت غامض اور دقیق ہے' غالباً اسی وجہ سے علامہ عینی نے اس جگہ حافظ ابن حجر کے ردّ سے تعرض نہیں کیا' ورنہ وہ امام ابوحنیفہ کی حمایت اور حافظ ابن حجر پر تنقید کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے' اور اس ناکارہ کی شرح میں یہ محض نعمۃ الباری ہے کہ اس ذرّہ ناچیز کو علم کے اتنے بڑے پہاڑ سے ٹکرانے کی صلاحیت بخشی۔

وللّٰہ الحمد علٰی ذالک.

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ٣٧٥١- ج ٤ ص ١٨٠ پر مذکور ہے، اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

① ظہور صلاحیت کی تفسیر میں اختلاف فقہاء ② ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع میں مذاہب فقہاء ③ ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع میں فقہاء احناف کا مؤقف ④ ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع کے جواز میں فقہاء احناف کے دلائل ⑤ ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع کے عدم جواز میں ائمہ ثلاثہ کی حدیث کا جواب ⑥ باغات کے پھلوں کی مرّوجہ بیع کا شرعی حکم ⑦ پھلوں کے ظہور سے پہلے بیع کا حل ⑧ باغ کے پھلوں کی مرّوجہ بیع میں پھلوں کو درختوں پر برقرار رکھنے کا حل۔

یہ بحث، شرح صحیح مسلم کے خصائص اور مصنف کی انفرادی تحقیق پر مشتمل ہے اور یہ ص ١٨٠ سے ١٩١ تک محیط ہے۔

١٤٨٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے خالد بن یزید نے حدیث بیان کی از عطاء بن ابی رباح از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ ان کے پکنے کی صلاحیت ظاہر ہو جائے۔

[اطراف الحدیث: ٢١٩٥ - ٢١٩٧ - ٢١٩٨ - ٢٢٠٨]

اس حدیث کی تخریج اور شرح وہی ہے، جو اس سے پہلی حدیث میں بیان کی جا چکی ہے۔

١٤٨٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى تُزْهِيَ. قَالَ حَتّٰى تَحْمَارَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از حمید از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سرخ ہو جائیں۔

[اطراف الحدیث: ٢١٩٥ - ٢١٩٧ - ٢١٩٨ - ٢٢٠٨] (صحیح مسلم: ١٥٥٥، الرقم المسلسل: ٣٩٠٢، سنن ابوداؤد: ٣٣٧١ - ٣٣٧٠، سنن نسائی: ٤٥٢٧، سنن ابن ماجہ: ٢٢١٧ - ٢٢١٩، سنن ترمذی: ١٢٢٨، سنن دار قطنی ج ٣ ص ٤٧ - ٤٨، سنن بیہقی ج ٥ ص ٣٠٣، مصنف ابن ابی شیبہ ج ٧ ص ١١٦، مسند ابویعلیٰ: ٣٧٤٤، صحیح ابن حبان: ٤٩٩٣، المستدرک ج ٢ ص ١٩، شرح السنۃ: ٢٠٨٢، مسند احمد ج ٣ ص ٢٢١ طبع قدیم، مسند احمد: ١٣٣١٤ - ج ٢١ ص ٤٧، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی، صحیح البخاری: ١٤٨٦ کا مطالعہ کریں۔

٥٩ - بَابٌ هَلْ يَشْتَرِي صَدَقَتَهُ؟

کیا انسان اپنے صدقہ کو خرید سکتا ہے؟

وَلَا بَأْسَ أَنْ يَشْتَرِيَ صَدَقَتَهُ غَيْرُهُ، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا نَهَى الْمُتَصَدِّقَ خَاصَّةً عَنِ الشِّرَاءِ، وَلَمْ يَنْهَ غَيْرَهُ.

اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ انسان دوسرے کے کیے ہوئے صدقہ کو خرید لے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ صدقہ کرنے والے کو منع فرمایا ہے اور دوسرے کو منع نہیں فرمایا۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر جو گوشت صدقہ کیا گیا تھا اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول کر لیا اور فرمایا: وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ (صحیح البخاری: ٥٤٣٠ - ٤٥٦) لہٰذا جب صدقہ کو بلاعوض قبول کیا جا سکتا ہے تو عوض

کے ساتھ اس کو قبول کرنا بہ درجہ اولیٰ جائز ہوگا۔

۱۴۸۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ تَصَدَّقَ بِفَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَوَجَدَهُ يُبَاعُ فَأَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَهُ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْمَرَهُ فَقَالَ لَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ، فَبِذٰلِكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا يَتْرُكُ أَنْ يَبْتَاعَ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهِ إِلَّا جَعَلَهُ صَدَقَةً.

[اطراف الحدیث: ۲۷۷۵-۲۹۷۱-۳۰۰۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از سالم کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا' پھر انہوں نے دیکھا کہ اس گھوڑے کو فروخت کیا جا رہا ہے' لہٰذا انہوں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی اجازت طلب کی' تو آپ نے فرمایا: تم اپنے صدقہ کو واپس نہ لو' سو اس وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب اپنی صدقہ کی ہوئی کسی چیز کو فروخت ہوتے ہوئے دیکھتے تو وہ اپنے صدقہ کو برقرار رکھتے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۰' الرقم المسلسل: ۴۰۸۶' سنن ابوداؤد: ۱۲۲۶' سنن نسائی: ۲۶۱۵' سنن ابن ماجہ: ۲۳۹۰' مسند ابویعلیٰ: ۵۶۶۶' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴' شرح السنۃ: ۱۰۳۷' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۷۳' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۶۸' مسند احمد ج ۲ ص ۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۲۱-ج ۸ ص ۱۱۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۷۴۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم اپنے صدقہ کو واپس نہ لو' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم اپنی صدقہ کی ہوئی چیز کو نہ خریدو۔

صدقہ کی ہوئی چیز کو خریدنے کی ممانعت میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر کی اس حدیث کی وجہ سے اکثر علماء نے کہا ہے کہ کسی شخص کا اپنی چیز کو صدقہ کرنے کے بعد پھر اس کو خریدنا مکروہ ہے' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی قول ہے' خواہ وہ صدقہ فرض ہو یا نفل ہو' لیکن اگر کسی شخص نے اپنے صدقہ کو خرید لیا تو اس کی بیع فسخ نہیں ہوگی' اور اولیٰ یہ ہے کہ اس سے بچنا چاہیے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حسن بصری' عکرمہ' ربیعہ اور اوزاعی نے صدقہ کو خریدنے کی اجازت دی ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ کسی کے لیے اپنے صدقہ کو خریدنا جائز نہیں ہے اور اگر خریدا تو بیع فسخ ہو جائے گی لیکن انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ اس قول کا قائل کون ہے اور قرین قیاس یہ ہے کہ یہ لوگ غیر مقلدین ہیں اور جو لوگ صدقہ کی بیع کو فسخ نہیں قرار دیتے وہ حضرت بریرہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۹۱-۴۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۴۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی

سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَاَضَاعَهُ الَّذِيْ كَانَ عِنْدَهُ، فَاَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِيَهُ، وَظَنَنْتُ اَنَّهُ يَبِيْعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِ، وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ، وَاِنْ اَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ، فَاِنَّ الْعَائِدَ فِيْ صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِيْ قَيْئِهِ.

[اطراف الحدیث: ٢٦٢٣-٢٦٣٦-٢٩٧٠-٢٩٧١-٣٠٠٣]

از زید بن اسلم از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے ایک گھوڑے کو اللہ کی راہ میں دے دیا' سو جس شخص کے پاس وہ گھوڑا تھا اس نے اس کو ضائع کر دیا تو میں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا اور میرا گمان تھا کہ وہ مجھے سستا بیچ دے گا' پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تم اس کو مت خریدو' خواہ وہ تم کو ایک درہم میں دے کیونکہ صدقہ میں رجوع کرنے والا اس طرح ہے جس طرح کوئی اپنی قے میں رجوع کرے۔

اس حدیث کی تخریج بھی حدیث سابق کی مثل ہے۔

جہاد کے لیے صدقہ کرنے کی فضیلت اور ہبہ کر کے واپس لینے کی کراہت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اس شخص نے اس گھوڑے کو ضائع کر دیا' یعنی وہ شخص اس گھوڑے کو ٹھیک سے چارا اور گھاس نہیں ڈالتا تھا اور اس سے زیادہ مشقت لینے کے بعد اس گھوڑے کی چمپی اور مالش نہیں کرتا تھا۔

اس گھوڑے کو مت خریدو' خواہ وہ ایک درہم میں فروخت کرے۔ اس ارشاد میں آپ نے قیمت کی کمی میں مبالغہ فرمایا ہے۔

صدقہ میں رجوع کرنا اپنی قے میں رجوع کی مثل ہے: اس تشبیہ سے اس فعل کی بُرائی اور قباحت کو بیان کرنا مقصود ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد کے لیے مجاہدوں کو گھوڑے فراہم کرنے کی فضیلت ہے اور جس طرح بھی ممکن ہو جہاد کے لیے صدقہ اور خیرات کی جائے اور اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو کوئی چیز ہبہ کر کے واپس لینا مکروہ ہے۔ اس کے مفصل احکام ان شاء اللہ ''کتاب الھبہ'' میں بیان کیے جائیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ١٢٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٦٠ - بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الصَّدَقَةِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے صدقہ کا ذکر

١٤٩١ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ، فَجَعَلَهَا فِيْ فِيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِخْ كِخْ. لِيَطْرَحَهَا، ثُمَّ قَالَ اَمَا شَعَرْتَ اَنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن زیاد نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے لی اور اس کو اپنے منہ میں رکھ لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چھی چھی' تاکہ وہ اس کھجور کو پھینک دیں' پھر فرمایا: کیا تم کو نہیں معلوم کہ ہم صدقہ کو نہیں کھاتے!

ہر چند کہ اس حدیث کی تخریج اور شرح ' صحیح البخاری: ۱۴۸۵ میں گزر چکی ہے' لیکن یہاں ہم اس کے اہم اور نفیس مباحث کا ذکر کر رہے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل پر کون سا صدقہ حرام ہے؟ آیا صرف فرض یا نفلی صدقہ بھی حرام ہے؟

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر جو صدقہ حرام ہے' اس کے مصداق میں علماء کا اختلاف ہے:

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں قافلہ آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قافلہ سے کچھ سامان خریدا' پھر اس سامان کو چند اوقیہ چاندی کے نفع پر فروخت کر دیا' پھر آپ نے اس سامان کو بنو عبد المطلب کی بیواؤں پر صدقہ کر دیا' پھر اس کے بعد فرمایا: اس کے بعد میں کبھی کوئی ایسی چیز نہیں خریدوں گا جس کی قیمت میرے پاس نہ ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۳۴۴' مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۵-۳۲۳' شرح معانی الآثار: ۲۸۸۲)

چونکہ اس حدیث میں بنو عبد المطلب کی بیواؤں پر صدقہ کرنے کا ذکر ہے' اس لیے بعض علماء نے کہا ہے کہ بنو ہاشم پر صدقہ کرنا جائز ہے۔ اس کے برخلاف دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ بنی ہاشم پر صدقہ کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ صدقہ فرض ہو یا نفل۔

تاہم اس کی تاویل میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح اغنیاء پر صدقات فرضیہ اور کفارات حرام ہیں اور نفلی صدقات اور ہبہ کرنا ان پر حرام نہیں ہے' اسی طرح بنو ہاشم پر بھی زکوٰۃ اور کفارات کو خرچ کرنا حرام ہے اور نفلی صدقہ اور ہبہ کرنا ان پر حرام نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آل عبد المطلب پر جو صدقہ کیا تھا وہ نفلی صدقہ ہو یا ہبہ ہو' اس تاویل کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام مسلمانوں کے علاوہ ہم کو صرف تین احکام کے ساتھ خاص کیا ہے: (۱) پورا پورا وضوء کرنا (۲) اور یہ کہ ہم صدقہ (فرض) نہ کھائیں (۳) اور یہ کہ ہم گدھوں کا گھوڑیوں سے ملاپ نہ کرائیں۔ (سنن ابوداؤد: ۸۰۸' سنن ترمذی: ۱۷۰۱' سنن نسائی: ۱۴۱' سنن ابن ماجہ: ۴۲۶' مسند احمد ج ۱ ص ۷۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد یہ حدیث بیان کی ہے' اس سے واضح ہو گیا کہ بنو ہاشم پر فرض صدقہ حرام ہے اور پہلے آل عبد المطلب پر جو آپ نے صدقہ کیا تھا' اس کا حکم منسوخ ہو چکا ہے یا پھر وہ نفلی صدقہ اور ہبہ تھا اور اس حدیث میں حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ عام مسلمانوں کے سوا ہم جس حکم کے ساتھ خاص ہیں' وہ یہ ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے' ضروری ہے کہ اس صدقہ سے مراد فرض صدقہ لیا جائے کیونکہ اگر اس سے مراد عام صدقہ لیا جائے تو اس کا اس حدیث سے تعارض لازم آئے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نفع سے حاصل شدہ مال سے آل عبد المطلب کی بیواؤں پر صدقہ کیا' سو اس تعارض کو اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ اُس حدیث میں نفلی صدقہ مراد لیا جائے اور اس حدیث میں فرض صدقہ مراد لیا جائے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۵۰' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

مصنف کے نزدیک اس کی ایک اور دقیق وجہ یہ ہے کہ اُس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے اپنے ذاتی مال سے آل عبد المطلب کی بیواؤں پر صدقہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تو زکوٰۃ فرض نہیں تھی' اس لیے لامحالہ آپ نے ان پر نفلی صدقہ کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو کہا ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے' اس سے مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ کا مال نہیں کھاتے' لہٰذا اب بالکل تعارض نہ رہا۔

فافهم وتشكر.

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زکوٰۃ حرام ہونے کے متعلق احادیث

باقی رہا یہ کہ بنو ہاشم پر صدقات حرام ہیں' اس کے ثبوت میں ایک تو اسی باب کی حدیث ہے کہ آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ (صحیح البخاری: ۱۴۹۱' صحیح مسلم: ۱۰۶۹' سنن کبریٰ: ۸۶۴۵' شرح معانی الآثار: ۲۸۹۳)

اور دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے گھر لوٹتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں کہ میرے بستر پر ایک کھجور پڑی ہوئی ہے' میں اس کو کھانے کے لیے اٹھاتا ہوں' پھر مجھے یہ خوف ہوتا ہے کہ کہیں یہ صدقہ کی کھجور نہ ہو' پھر میں اس کو پھینک دیتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۱۰۷۰' صحیح البخاری: 2055' شرح السنہ ج ۸ ص ۱۳)

تیسری حدیث یہ ہے:

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا: بے شک یہ صدقات لوگوں کا میل کچیل ہیں اور (سیدنا) محمد اور آل (سیّدنا) محمد کے لیے حلال نہیں ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۰۷۲' سنن ابوداؤد: ۲۹۸۵' سنن نسائی: ۲۶۰۹)

اس سلسلہ میں چوتھی حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عام مسلمانوں کی بہ نسبت ہماری خصوصیت یہ ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔

(سنن ابوداؤد: ۸۰۸' سنن ترمذی: ۱۷۰۱' سنن نسائی: ۱۴۱' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۹_۲۳۴_۲۲۵_۱۳۲_۹۵_۷۸)

اور اس سلسلہ میں پانچویں حدیث یہ ہے:

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے' انہوں نے صدقہ لینے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: جو شخص کسی قوم کا غلام ہو تو اس کا شمار اسی قوم سے ہوتا ہے اور بے شک ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۵۰' سنن ترمذی: ۶۵۷' سنن نسائی: ۲۶۱۱' صحیح ابن حبان: ۳۲۹۵' سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲' المستدرک ج ۱ ص ۴۰۴' مسند احمد ج ۶ ص ۱۰_۸)

اس سلسلہ میں چھٹی حدیث یہ ہے:

حضرت سلمان فارسی دین حق کی تلاش میں مختلف راہبوں کے پاس گئے' آخیر میں جس راہب کے پاس گئے تو اس نے اپنی وفات سے پہلے ان کو بتایا: تم پر ایسے نبی کا سایہ ہے جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے ساتھ بھیجا جائے گا' اس کی ہجرت کی جگہ میں دو پتھریلی زمینوں کے درمیان بہ کثرت کھجور کے درخت ہیں' اگر تم اس کے پاس جاسکتے ہو تو ضرور جاؤ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ صدقہ نہیں کھائے گا اور ہدیہ کھائے گا' اور اس کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی' تم اس کو دیکھتے ہی پہچان لوگے' حضرت سلمان آپ کے متعلق پوچھتے پوچھتے قبا میں پہنچے' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' حضرت سلمان نے کہا: مجھے معلوم ہوا کہ آپ اور آپ کے اصحاب ضرورت مند ہیں اور میں نے آپ کے لیے صدقہ تیار کیا' پھر میں نے آپ کے سامنے وہ طعام رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم کھاؤ اور خود نہیں کھایا۔ میں نے دل میں کہا: یہ پہلی نشانی ہوئی' پھر میں دوبارہ آپ سے ملنے مدینہ گیا اور میں نے سلام کر کے عرض کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے اور میں آپ کی تکریم کے لیے بہت نفیس ہدیہ لایا ہوں تو اس میں سے آپ نے بھی کھایا اور آپ کے اصحاب نے بھی کھایا تو میں نے دل میں کہا: یہ دوسری نشانی ہو گئی۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۴ ص ۷۷_۷۹ ملخصاً' دار صادر بیروت' شرح معانی الآثار: ۲۹۱۳)

اس سلسلہ میں ساتویں حدیث یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گائے کا گوشت لایا گیا اور بتایا گیا کہ یہ وہ گوشت ہے جو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا ہے' آپ نے فرمایا: یہ ان کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۹۵' سنن ابوداؤد: ۱۶۵۵' سنن نسائی: ۳۷۰ ۳' شرح معانی الآثار: ۲۹۱۸)

اس سلسلہ میں آٹھویں حدیث یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی طعام لایا جاتا تو آپ اس کے متعلق سوال کرتے' اگر یہ کہا جاتا کہ یہ ہدیہ ہے تو آپ اس سے کھالیتے اور اگر یہ کہا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو پھر آپ اس سے نہیں کھاتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۷۷' الرقم المسلسل: ۲۴۵۲)

اس سلسلہ میں نویں حدیث یہ ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: تمہارے پاس کوئی طعام ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یارسول اللہ! ہمارے پاس صرف بکری کی ایک ہڈی ہے جو میری باندی کو صدقہ سے دی گئی تھی' آپ نے فرمایا: اس کو میرے قریب لاؤ' بے شک وہ صدقہ اپنے محل (مقام) میں پہنچ چکا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۷۳' الرقم المسلسل: ۲۴۴۴' شرح معانی الآثار: ۲۹۱۹)

اس سلسلہ میں "تلك عشرة كاملة" کے تحت دسویں حدیث یہ ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے' پس فرمایا: تمہارے پاس ہمیں کھلانے کے لیے کوئی چیز ہے؟ ہم نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: کیا میں وہ گوشت نہیں دیکھ رہا جو ابھی تم کو دیا گیا ہے؟ ہم نے کہا: یارسول اللہ! یہ اس صدقہ کی بکری کا گوشت ہے جو حضرت زینب پر کیا گیا تھا اور آپ صدقہ نہیں کھاتے تو ہم نے یہ پسند نہیں کیا کہ آپ کے لیے وہ چیز رکھیں جو آپ نہیں کھاتے۔ الحدیث (شرح معانی الآثار: ۲۹۲۲)

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ ہاشمی کو زکوٰۃ اور صدقہ واجبہ دینا جائز نہیں ہے اور اس کو نفلی صدقہ اور ہدیہ دینا جائز ہے اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۶۱۔ ۴۹' ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۳۶۹۔ ج ۲ ص ۱۰۱۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: آل رسول کو زکوٰۃ دینے میں مذاہب' چند سطروں پر مشتمل بہت مختصر شرح ہے۔

٦١ - بَابُ الصَّدَقَةِ عَلٰى مَوَالِيْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کی باندیوں پر صدقہ

١٤٩٢ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةً مَيِّتَةً، أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُوْنَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا انْتَفَعْتُمْ بِجِلْدِهَا. قَالُوْا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مردہ بکری دیکھی جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی کو صدقہ میں دی گئی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم نے اس کی

اِنَّهَا مَیْتَةٌ؟ قَالَ اِنَّمَا حَرُمَ اَكْلُهَا. کھال سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا' گھر والوں نے کہا: یہ مردار تھی' آپ نے فرمایا: اس کا صرف کھانا حرام تھا۔

[اطراف الحدیث: ٢٢٢١-٥٥٣١-٥٥٣٢]

(صحیح مسلم: ٣٦٣' الرقم المسلسل: ٨٠٧' سنن ابوداؤد: ٤١٢١-٤١٢٠' سنن ترمذی: ١٧٢٧' سنن نسائی: ٥٢٣٥' سنن ابن ماجہ: ٣٦١٠' سنن دار قطنی ج ١ ص ٤٤' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٨ ص ٣٨٠' المعجم الکبیر: ١١٥٠١' سنن بیہقی ج ١ ص ١٦' مسند احمد ج ١ ص ٢٢٧ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٠٠٣- ج ٣ ص ٤٥٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٦٠٦٧' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٧ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) سعید بن عفیر (٢) عبد اللہ بن وہب (٣) یونس بن یزید (٤) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (٥) عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود' یہ سات مشہور فقہاء تابعین میں سے ایک ہیں (٦) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ١٢٥)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی کو صدقہ کی بکری دی گئی اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باندیوں کے اوپر صدقہ حلال ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی باندیوں پر صدقہ کا حرام نہ ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج آل کے اس مصداق میں داخل نہیں ہیں جن پر صدقہ حرام ہے' پس جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج پر صدقہ کرنا حرام نہیں ہے تو ان کی باندیوں پر صدقہ کرنا بہ طریق اولیٰ حرام نہیں ہوگا' یہی وجہ ہے کہ حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی پر بکری صدقہ کی گئی اور حضرت عائشہ ام المؤمنین کی باندی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر گوشت صدقہ کیا گیا۔

بنو ہاشم کے غلاموں پر صدقہ حرام ہونے میں مذاہب

بنو ہاشم کے غلاموں کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا وہ اس اعتبار سے بنو ہاشم میں داخل ہیں کہ ان پر صدقہ کرنا حرام ہے یا نہیں؟ پس فقہاء احناف' ثوری اور ابن الماجشون وغیرہم کا مذہب یہ ہے کہ جس طرح بنو ہاشم پر صدقہ حرام ہے' اسی طرح بنو ہاشم کے غلاموں پر بھی صدقہ کرنا حرام ہے اور ان کا استدلال حسب ذیل حدیث سے ہے:

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو بنو مخزوم سے صدقہ لینے کے لیے بھیجا' اس شخص نے حضرت ابورافع سے کہا: آپ بھی میرے ساتھ رہیں تو آپ کو بھی صدقہ سے حصہ ملے گا' حضرت ابورافع نے کہا: میں پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ لوں' پھر وہ آپ کے پاس گئے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جو شخص کسی قوم کا غلام ہو' اس کا اسی قوم سے شمار ہوتا ہے اور بے شک ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ١٦٥٠' سنن ترمذی: ٦٥٧' سنن نسائی: ٢٦١١' صحیح ابن حبان: ٣٢٩٥' سنن بیہقی ج ٧ ص ٣٢' المستدرک ج ١ ص ٤٠٤' مسند احمد ج ٦ ص ١٠-٨)

امام مالک' ابن القاسم اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلاموں پر صدقہ کرنا جائز ہے' اور انہوں نے مذکور الصدر حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا کہ کسی قوم کا آزاد کردہ غلام اسی قوم سے ہوتا ہے' یہ خصوصیت کے ساتھ حضرت ابورافع کے بارے میں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ٤٩٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو قاعدہ کلیہ بیان فرمایا ہے کہ کسی قوم کے آزاد کردہ غلام کا شمار بھی اسی قوم سے ہوتا ہے' ورنہ آپ حضرت ابورافع سے اس طرح فرما دیتے: تم پر یہ صدقہ حلال نہیں ہے۔

مردار کی رنگی ہوئی کھال کے پاک ہونے میں مذاہب فقہاء

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے صحابہ اور فقہاء تابعین کی ایک جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ مردار کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے' امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے اور اس حدیث سے ان لوگوں کا قول بھی باطل ہو گیا جنہوں نے یہ کہا ہے کہ رنگنے کے بعد مردار کی کھال سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے' مردار کی کھال سے نفع اٹھانے کے متعلق حسب ذیل سات قول ہیں:

(۱) حضرت علی رضی اللہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ کا قول ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے کہ کتے اور خنزیر کے علاوہ تمام مرداروں کی کھال ظاہراً اور باطناً پاک ہو جاتی ہے اور وہ ہر خشک اور تر میں استعمال کی جا سکتی ہے خواہ اس مردار کا گوشت کھانا جائز ہو یا نہ ہو۔

(۲) حضرت عمر بن الخطاب' ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور امام مالک اور امام احمد سے بھی یہی ایک روایت ہے کہ رنگنے سے مردار کی کوئی چیز پاک نہیں ہوتی۔

(۳) ابن المبارک اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ رنگنے سے صرف اس جانور کی کھال پاک ہوتی ہے جس کا گوشت کھایا جاتا ہو۔

(۴) امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ خنزیر کے سوا تمام جانوروں کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے۔

(۵) امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ رنگنے سے کھال کا ظاہر حصہ پاک ہوتا ہے' باطنی حصہ پاک نہیں ہوتا اور اس کا خشک چیزوں میں استعمال جائز ہے اور تر چیزوں میں اس کا استعمال جائز نہیں ہے اور اس کے صرف ظاہر حصہ پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

۱۴۹۳ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا اَرَادَتْ اَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيْرَةَ لِلْعِتْقِ، وَاَرَادَ مَوَالِيْهَا اَنْ يَّشْتَرِطُوْا، فَذَكَرَتْ عَائِشَةُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرِيْهَا، فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ. قَالَتْ وَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ، فَقُلْتُ هٰذَا مَا تُصُدِّقَ بِهٖ عَلٰى بَرِيْرَةَ، فَقَالَ هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کرنے کے لیے انہیں خریدنے کا ارادہ کیا اور حضرت بریرہ کے مالکوں نے اس کے لیے ایک شرط لگانے کا ارادہ کیا' پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو خرید لو' ولاء کا مستحق وہ ہوتا ہے جو اس کو آزاد کرے' حضرت عائشہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا' میں نے بتایا کہ یہ وہ گوشت ہے جو حضرت بریرہ پر صدقہ کیا گیا ہے' آپ نے فرمایا: وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے۔

۶۲ - بَابٌ اِذَا تَحَوَّلَتِ الصَّدَقَةُ
جب صدقہ منتقل ہو جائے

امام بخاری کی اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ جب کسی غیر ہاشمی کو صدقہ دیا جائے اور وہ اس صدقہ کو کسی ہاشمی کو ہدیہ کر دے تو اب چونکہ وہ صدقہ منتقل ہو چکا ہے اور اس کی ملکیت بتدیل ہو گئی' اس لیے اب ہاشمی اس صدقہ کو کھا سکتا ہے۔

١٤٩٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ. فَقَالَتْ لَا، إِلَّا شَيْءٌ بَعَثَتْ بِهِ إِلَيْنَا نُسَيْبَةُ، مِنَ الشَّاةِ الَّتِيْ بَعَثْتَ بِهَا مِنَ الصَّدَقَةِ، فَقَالَ إِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از حفصہ بنت سیرین از حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے' آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! مگر وہ چیز جو ہمارے پاس نُسیبہ نے بھیجی ہے' اس صدقہ کی بکری سے جو ان کے پاس بھیجی گئی تھی' آپ نے فرمایا: بے شک وہ صدقہ اپنے محل میں پہنچ چکا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٤٦ میں مطالعہ فرمائیں۔

١٤٩٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِلَحْمٍ، تُصُدِّقَ بِهِ عَلٰى بَرِيْرَةَ، فَقَالَ هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ. وَقَالَ أَبُوْ دَاوُدَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث: ٢٥٧٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ گوشت لایا گیا جو کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا تھا' آپ نے فرمایا: وہ ان پر صدقہ ہے اور وہ ہمارے لیے ہدیہ ہے اور ابوداؤد نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قتادہ' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

(صحیح مسلم: ١٠٧٤' الرقم المسلسل: ٢٤٥١' سنن ابوداؤد: ١٦٥٥' مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٩٦٢' طبقات ابن سعد ج ٨ ص ٢٦٠-٢٥٩' مسند ابو یعلیٰ: ٣٢٤٤' مشکل الآثار: ٤٣٨٨' سنن بیہقی ج ٧ ص ٣٣' مسند احمد ج ٣ ص ١١٧ طبع قدیم' مسند احمد: ١٢١٥٩- ج ١٩ ص ٢٠٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٢٩٠' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) علی بن عبد اللہ ابن المدینی (٢) یزید بن زریع (٣) خالد الحذاء (٤) حفصہ بنت سیرین' یہ محمد بن سیرین کی بہن ہیں اور سیّدہ تابعات ہیں (٥) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ١٣٠)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جو گوشت حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا تھا' جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کر دیا گیا تو پھر آپ کے لیے اس کا کھانا جائز ہو گیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١٤٩١ میں گزر چکی ہے۔

٦٣ - بَابُ أَخْذِ الصَّدَقَةِ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ، وَتُرَدُّ فِي الْفُقَرَاءِ حَيْثُ كَانُوْا

مال داروں سے صدقہ لے کر فقراء کی طرف لوٹانا خواہ وہ کہیں ہوں

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ایک شہر کے لوگوں کی زکوٰۃ کو دوسرے شہر کے مستحقین کی طرف لوٹانا جائز ہے'

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک یہ جائز ہے' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک ایک شہر کی زکوٰۃ اسی شہر میں تقسیم کی جائے' تاہم امام مالک کے نزدیک اگر دوسرے شہر میں زکوٰۃ منتقل کی جائے تب بھی ادا ہو جائے گی اور امام شافعی کے صحیح قول کے مطابق ادا نہیں ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٤٩٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، حِينَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ، فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذٰلِكَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذٰلِكَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذٰلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریاء بن اسحاق نے خبر دی از یحییٰ بن عبد اللہ بن صیفی از ابو معبد مولیٰ حضرت ابن عباس' از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا: تم عنقریب اہل کتاب کی قوم کی طرف جاؤ گے' سو جب تم ان کے پاس جاؤ تو پہلے ان کو یہ دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں' پس اگر وہ اس دعوت میں تمہاری اطاعت کر لیں تو پھر ان کو یہ خبر دینا کہ اللہ نے ان پر ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں' پس اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کر لیں تو پھر ان کو یہ خبر دینا کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال دار لوگوں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء کی طرف لوٹا دی جائے گی' پس اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کر لیں تو تم ان کے اموال میں سے عمدہ چیزوں سے اجتناب کرنا اور مظلوم کی دعا سے ڈرنا کیونکہ مظلوم کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

٦٤ - بَابُ صَلٰوةِ الْإِمَامِ، وَدُعَائِهِ لِصَاحِبِ الصَّدَقَةِ

زکوٰۃ دینے والے کے لیے امام کی صلوٰۃ اور دعا

وَقَوْلِهِ ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ (التوبہ:١٠٣).

اور اللہ عزوجل کا ارشاد: آپ ان کے مالوں سے زکوٰۃ لیجیے جس کے ذریعہ آپ انہیں پاک کریں گے اور ان کے باطن کو صاف کریں گے اور ان پر صلوٰۃ پڑھیے بے شک آپ کی صلوٰۃ ان کے لیے باعث طمانیت ہے۔ (التوبہ: ۱۰۳)

صلوٰۃ کا معنی

حافظ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

لغت میں صلوٰۃ کا معنی دعا ہے' مگر جس کے لیے دعا کی جاتی ہے اس کے اعتبار سے دعا کا معنی مختلف ہوتا ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو

امت پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں' اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور انہوں نے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے جو عبادت کی ہے اس کو قبول فرمائے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ کی امت صلوٰۃ پڑھتی ہے تو اس کا معنی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم اور تکریم اور آپ کی تعریف اور تحسین اور یہ دعا کرنا کہ اللہ آپ کو زیادہ قرب اور زیادہ درجہ عطا فرمائے اور اس معنی میں صلوٰۃ آپ کے سوا کسی اور کے لائق نہیں ہے اور آپ کے سوا کوئی اور اس معنی میں صلوٰۃ کا مستحق نہیں ہے۔

(اعلام السنن ج ۱ ص ۴۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

علامہ عینی کے نزدیک التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ سے مراد دعا ہے

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

التوبہ: ۱۰۳ میں اور اس باب کی حدیث میں جو "صلوٰۃ" کا لفظ ہے' اس کا معنی دعا ہے' اسی لیے امام بخاری نے کہا ہے کہ امام کی صلوٰۃ اور دعا' مثلاً امام زکوٰۃ دینے والے سے کہے: تم نے جو زکوٰۃ دی ہے اللہ اس کا تمہیں اجر عطا فرمائے اور زکوٰۃ دینے کے بعد جو مال تمہارے پاس بچا ہے' اللہ اس میں برکت دے' یا کہے: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اور اس کی اس زکوٰۃ کو قبول فرما۔

امام بخاری نے اس عنوان میں کہا ہے: زکوٰۃ دینے والے کے لیے امام کی صلوٰۃ اور دعا' اس سے ان کا مقصد مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کے اس شبہ کا رد کرنا ہے جو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا تھا کہ زکوٰۃ لینے کا حق صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ. اور ان پر صلوٰۃ پڑھئے بے شک آپ کی صلوٰۃ ان کے لیے باعث طمانیت ہے۔ (التوبہ: ۱۰۳)

سو امام بخاری نے یہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم آپ کے امام ہونے کی وجہ سے ہے اور مسلمانوں کا ہر امام اس حکم میں داخل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۳۵-۱۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال کے نزدیک' التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ سے مراد نمازِ جنازہ ہے

علامہ ابو الحسن ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

صلوٰۃ کا اطلاق احکامِ شرعیہ میں نماز پر ہوتا ہے' لہٰذا اس آیت میں صلوٰۃ سے مراد نمازِ جنازہ ہے یعنی جب ان زکوٰۃ دینے والوں میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں اور اگر یہاں نماز سے مراد دعا ہو تو پھر یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ کی دعا ان کے لیے باعث طمانیت ہے اور ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور امام کی دعا زکوٰۃ دینے والوں کے لیے باعث طمانیت نہیں ہے' اس لیے یہاں صلوٰۃ سے نمازِ جنازہ ہی مراد ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ کی تفسیر میں علامہ عینی اور علامہ ابن بطال کے نزاع میں مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کی یہ تفسیر صحیح نہیں ہے کیونکہ اس تفسیر کی بناء پر یہ لازم آئے گا کہ آپ کو صرف ان مسلمانوں کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے جو آپ کو زکوٰۃ لا کر دیں' حالانکہ آپ حتی المقدور تمام مسلمانوں کی نمازِ جنازہ پڑھتے تھے' حتیٰ کہ جب مسجد کی صفائی کرنے والا خادم رات کو فوت ہوا' اور صحابہ نے اسے رات ہی کو دفن کر دیا تو آپ ناراض ہوئے کہ مجھے اطلاع کیوں نہیں دی' ظاہر ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا' نیز صحیح بخاری کی اس حدیث میں مذکور ہے: جب لوگ آپ کے پاس اپنے صدقات لاتے تو

آپ فرماتے: اے اللہ! آلِ فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما' اس سے واضح ہو گیا کہ یہاں پر صلوٰۃ سے مراد ہے: مسلمانوں کے حق میں خیر اور برکت نازل فرما! جیسا کہ علامہ خطابی اور علامہ عینی نے بیان کیا ہے' باقی رہا علامہ ابن بطال کا یہ اعتراض کہ نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور امام کی دعا تو زکوٰۃ دینے والوں کے لیے باعث طمانیت نہیں ہو سکتی' اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک جس طرح نبی ﷺ کی دعا باعث طمانیت ہوتی ہے' اس درجہ میں تو دوسرے امام کی دعا باعث طمانیت نہیں ہو گی لیکن اس سے کم کسی درجہ میں تو ان کی دعا زکوٰۃ دینے والوں کے لیے باعث طمانیت ضرور ہو گی اور تمام احکام شرعیہ اسی طرح ہیں' مثلاً مسلمانوں کو باجماعت نماز پڑھنے کا حکم ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں جس درجہ کا ثواب ملتا ہے کسی اور کی اقتداء میں تو اس درجہ کا ثواب نہیں ملے گا لیکن بہر حال کسی نہ کسی درجہ کا ثواب تو ضرور ملے گا یا جس طرح آپ کی زیر قیادت جہاد کرنے کا جتنا ثواب ہے کسی اور امیر کی زیر قیادت تو اتنا ثواب نہیں ہو گا لیکن بہر حال اس کو کچھ نہ کچھ ثواب ضرور ہو گا' اسی طرح زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ لے کر دعا دینے کا معاملہ ہے۔

فافہم وتشکر.

امام پر زکوٰۃ دینے والے کے لیے دعا کرنا واجب ہے یا مستحب؟

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں جو امام کا لفظ لکھا ہے' اس کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جو امام بھی زکوٰۃ وصول کرے اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ زکوٰۃ دینے والے کے لیے دعا کرے' بعض ظاہریہ (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ ہر امام کے لیے واجب ہے کہ وہ زکوٰۃ دینے والے کے لیے دعا کرے' لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ واجب ہوتا تو نبی ﷺ زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے جو عامل بھیجتے تھے' ان کو یہ حکم دیتے کہ وہ زکوٰۃ وصول کرنے کے بعد زکوٰۃ دینے والوں کے لیے دعا کریں حالانکہ اس طرح نہیں ہے' نیز امام باقی کفارات اور قرضہ جات وصول کرتا ہے' ان میں اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ دینے والوں کے لیے دعا کرے' سو زکوٰۃ کے باب میں بھی اس پر دعا کرنا واجب نہیں ہو گا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۸۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے اس عنوان کی شرح میں حافظ عینی اور حافظ ابن حجر کی بعض عبارات کو حوالہ دیئے بغیر من وعن نقل کر دیا ہے' اور نواب صاحب کا اپنی پوری شرح میں یہ وتیرہ ہے اور شروح پر نظر رکھنے والوں کو ان کا سرقہ صاف نظر آتا ہے۔ (عون الباری ج ۲ ص ۴۸۸' دار الرشید' حلب' سوریا)

۱۴۹۷ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ عَمْرٍو' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ' قَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ فُلَانٍ' فَاَتَاهُ اَبِیْ بِصَدَقَتِهٖ' فَقَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی.

[اطراف الحدیث: ۴۱۶۶-۶۳۳۲-۶۳۵۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ' انہوں نے بیان کیا کہ جب آپ ﷺ کے پاس لوگ صدقہ لے کر آتے تو آپ دعا کرتے: اے اللہ! آلِ فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما' سو میرے والد بھی آپ کے پاس اپنا صدقہ لے کر آئے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ابو اوفیٰ کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما۔

(صحیح مسلم: ۱۰۷۸-۱۰۷۸' الرقم المسلسل: ۲۴۵۳' سنن ابوداؤد: ۱۵۹۰' سنن نسائی: ۲۴۵۹' سنن ابن ماجہ: ۱۷۹۶' شرح مشکل الآثار: ۳۰۵۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۹' الاحاد والمثانی: ۲۳۶۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۸۱۹' المنتقیٰ: ۳۶۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۴۵' صحیح ابن حبان: ۹۱۷' حلیۃ الاولیاء

ج ۵ ص ۹۶' مصنف عبد الرزاق: ۶۹۵۷' سنن کبریٰ: ۲۲۳۹' کتاب الدعاء للطبرانی: ۲۰۱۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۵۲' شرح السنہ: ۱۵۶۶' تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۱۹' الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۱۱۲' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۱۱۔ ج ۳۱ ص ۴۵۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال' اور حضرت عبد اللہ بن ابو اوفیٰ کا تذکرہ اور امام اعظم کا انہیں پانا

(۱) حفص بن عمر بن الحارث ابوحفص الحوضی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) عمرو بن مرہ بن عبد اللہ بن طارق المرادی (۴) حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ' ابو اوفیٰ کا نام علقمہ بن خالد الحارث الاسلمی المدنی ہے' یہ اصحابِ بیعت رضوان میں سے ہیں' انہوں نے ۹۵ احادیث روایت کی ہیں' جن میں سے پندرہ امام بخاری نے روایت کی ہیں' یہ کوفہ میں رہنے والے آخری صحابی تھے اور ۸۳ھ میں فوت ہو گئے تھے' یہ ان سات صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو امام ابوحنیفہ نے ۸۰ھ میں پایا' اس وقت حضرت امام ابوحنیفہ کی عمر ۳ (تین) سال تھی اور یہ وہ عمر ہے جس میں انسان اشیاء کی تمیز اور ادراک حاصل کر لیتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۳۵)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ کے والد آپ کے پاس زکوٰۃ لے کر آئے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ابو اوفیٰ کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما۔

غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں مذاہب فقہاء

جو علماء غیر انبیاء پر بالاستقلال لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے کے قائل ہیں' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں' امام احمد کا بھی یہی قول ہے' امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب' امام مالک اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے غیر پر لفظ صلوٰۃ کے ساتھ بالاستقلال دعا نہ کی جائے' مثلاً یوں نہ کہا جائے: اے اللہ! ابوبکر کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما' یا عمر کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما' لیکن ان پر بالتبع لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کی جائے' مثلاً یوں دعا کی جائے: اے اللہ! سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر اور تمام صحابہ اور اہل بیت پر صلوٰۃ نازل فرما۔

رہا یہ سوال کہ جب بالاستقلال لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنا' انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود حضرت ابو اوفیٰ کی آل کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صلوٰۃ کا آپ کے ساتھ مخصوص ہونا آپ کا حق ہے اور آپ اپنا حق جس کو چاہیں عطا فرما دیں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

غیر انبیاء علیہم السلام کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں علماء اہل سنت اور علماء شیعہ کا مؤقف

علماء شیعہ کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ بعض متعصبین اہل سنت نے لکھا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر مستقلاً صلوٰۃ بھیجنا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کہے: اے اللہ! امیر المؤمنین علی پر صلوٰۃ بھیج! یا فاطمۃ الزہراء پر صلوٰۃ بھیج! تو یہ ممنوع ہے حالانکہ قرآن مجید کی اس آیت سے عام مسلمانوں پر بھی صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے چہ جائیکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اور آپ کے ولی پر صلوٰۃ بھیجنا ناجائز ہو۔

(تفسیر نمونہ ج ۸ ص ۱۲۱۔ ۱۲۰' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ' طہران' ۱۳۷۵ھ)

علامہ موسیٰ بن احمد صالحی حنبلی ۹۶۰ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر پر بھی انفراداً صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے۔ (الاقناع مع کشاف القناع ج ۱ ص ۴۳۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے غیر پر مستقلاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۳۰۵' مطبوعہ دار الوفاء' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور جمہور کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے غیر پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۳۶۲ 'مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

انبیاء علیہم السلام والصلوٰۃ کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں جمہور علماء کا مؤقف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر انفراداً صلوٰۃ بھیجنے پر اجماع ہے' اسی طرح تمام انبیاء اور ملائکہ پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنے کے جواز اور استحباب پر لائق شمار علماء کا اجماع ہے اور انبیاء علیہم السلام کے غیر کے متعلق جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ ان پر ابتداءً صلوٰۃ نہ بھیجی جائے' مثلاً ابوبکر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں کہا جائے گا اور ممانعت میں اختلاف ہے' ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ یہ حرام ہے اور اکثر علماء نے یہ کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے' اور بہت سے علماء نے یہ کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی بھی نہیں' خلاف اولیٰ ہے' کیونکہ یہ اہل بدعت کا شعار ہے اور ہم کو اہل بدعت کے شعار سے منع کیا گیا ہے اور مکروہ وہ ہوتا ہے جس میں قصداً ممانعت وارد ہو' ہمارے اصحاب نے کہا: اس کے مکروہ تنزیہی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ سلف کی زبانوں میں صلوٰۃ کا لفظ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے' جیسے اللہ عزوجل کا لفظ اللہ سبحانہ کے ساتھ مخصوص ہے' پس جس طرح محمد عزوجل نہیں کہا جائے گا ہر چند کہ آپ عزیز اور جلیل ہیں' اسی طرح ابوبکر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا علی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں کہا جائے گا' اگرچہ اس کا معنی صحیح ہے' اور اس پر اتفاق ہے کہ غیر انبیاء پر تبعاً صلوٰۃ بھیجی جاسکتی ہے' اس لیے یہ کہا جائے گا کہ ''**اللهم صل علٰى محمد وعلٰى اٰل محمد واصحابه وازواجه وذريته واتباعه**'' کیونکہ اس کے متعلق احادیث صحیحہ وارد ہیں اور ہم کو تشہد میں اس کا حکم دیا گیا ہے اور خارج از نماز بھی اس پر سلف صالحین کا عمل رہا ہے اور جہاں تک سلام کا تعلق ہے تو ہمارے اصحاب میں سے شیخ ابو محمد جوینی نے یہ کہا ہے کہ غائب کے حق میں یہ بھی صلوٰۃ کی طرح ہے اور غیر انبیاء پر انفراداً سلام نہیں بھیجا جائے گا' پس علی علیہ السلام نہیں کہا جائے گا اور اس میں زندہ اور مردہ برابر ہیں اور حاضر کو سلام کے ساتھ مخاطب کیا جائے گا' مثلاً ''**السلام عليك**'' یا ''**السلام عليكم**'' کہا جائے گا۔ (الاذکار ج ۱ ص ۱۳۶ - ۱۳۵ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ شمس الدین ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ۷۵۱ھ نے سلام بھیجنے کے مسئلہ میں علامہ جوینی سے اختلاف کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

دوسرے علماء نے صلوٰۃ اور سلام میں فرق کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ سلام کا لفظ ہر مؤمن کے حق میں مشروع ہے' خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ' حاضر ہو یا غائب' کیونکہ یہ کہنا معروف اور معمول ہے کہ فلاں شخص کو میرا سلام پہنچا دو' اور یہ اہل اسلام کی تحیت (تعظیم) ہے بہ خلاف صلوٰۃ کے کیونکہ وہ رسول کا حق ہے' اس لیے نماز کے تشہد میں پڑھتے ہیں: ''**السلام علينا وعلٰى عباد الله الصالحين**'' اور یوں نہیں پڑھا جاتا: ''**الصلوة علينا وعلٰى عباد الله الصالحين**'' اور اس سے ان دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو گیا۔

(جلاء الافہام ص ۲۶۰ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

انبیاء علیہم السلام کے غیر کے لیے لفظ صلوۃ کے ساتھ دعا کرنے والوں کے دلائل اور ان کے جوابات

مجوزین کی ایک دلیل زیر بحث آیت ہے:

صَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ. (التوبہ: ۱۰۳)　آپ ان پر صلوٰۃ بھیجئے' آپ کی صلوٰۃ ان کے لیے باعث طمانیت ہے۔

اور دیگر آیتیں یہ ہیں:

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ. (البقرہ:۱۵۷) (یہ) وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی جانب سے صلوات ہیں اور رحمت۔

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ. (الاحزاب:۴۳) وہی ہے جو تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے۔

ان آیتوں کے علاوہ حسب ذیل احادیث سے بھی وہ استدلال کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب لوگ صدقہ لے کر آتے تو آپ ان کے لیے دعا کرتے: اے اللہ! ان پر رحمت بھیج۔ سو میرے باپ ابواوفی صدقہ لے کر آئے تو آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! ابواوفی کی آل پر رحمت بھیج۔ (صحیح البخاری:۱۴۹۷' صحیح مسلم:۱۰۷۸' سنن ابوداؤد:۱۵۹۰' سنن نسائی:۲۴۵۹' سنن ابن ماجہ:۱۵۹۶)

امام دارمی نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے' اس میں ہے: ایک خاتون نے کہا: یارسول اللہ! مجھ پر اور میرے خاوند پر صلوٰۃ بھیجئے تو آپ نے ان پر صلوٰۃ بھیجی۔ (سنن الدارمی:۴۶' مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۸۔ ۳۰۳' صحیح ابن حبان:۹۵۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۹)

قیس بن سعد بن عبادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے اللہ! سعد بن عبادہ کی آل پر اپنی صلوات اور رحمت بھیج۔ (سنن ابوداؤد:۵۱۸۵' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی:۳۲۵)

ان آیات اور احادیث کا جواب یہ ہے کہ ان آیات اور احادیث میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صلوٰۃ بھیجنے کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کسی حکم اور کسی قاعدہ کا پابند نہیں ہے' وہ جس کو چاہے صلوٰۃ بھیجے اور جو چاہے کرے اور صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق ہے' وہ اپنا حق جس کو چاہیں عطا کر دیں' سو یہ آیات اور احادیث ہمارے موضوع سے خارج ہیں۔ ہمارا موضوع یہ ہے کہ امت کسی غیر نبی پر صلوٰۃ بھیجے اور یہ چیز ان آیات اور احادیث سے ثابت نہیں ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے غیر پر انفراداً لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کی ممانعت کے دلائل

امام ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ ھ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا. (النور:۶۳) تم آپس میں رسول کی دعا کو ایسا نہ قرار دو جیسا کہ تم ایک دوسرے کے لیے دعا کرتے ہو۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دعا میں صلوٰۃ کا ذکر ہو اور مسلمان ایک دوسرے کے لیے دعا میں بھی صلوٰۃ کا ذکر کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عام مسلمانوں کے لیے دعا میں کوئی امتیاز نہیں رہے گا حالانکہ اس آیت کا یہ تقاضا ہے کہ ان میں امتیاز ہونا چاہیے۔

(الاستذکار ج ۶ ص ۲۶۲' طبع بیروت' ۱۴۱۴ھ' التمہید ج ۷ ص ۹۹' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی شخص کا کسی شخص پر صلوٰۃ بھیجنا میرے علم میں جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۹' مصنف عبدالرزاق:۳۱۱۹' سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۳' الاستذکار ج ۶ ص ۲۶۳' التمہید ج ۷ ص ۹۹)

امام عبدالرزاق نے یہ اثر اس طرح روایت کیا ہے:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انبیاء کے سوا کسی شخص پر صلوٰۃ بھیجنا جائز نہیں ہے۔ سفیان نے کہا: نبی کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔ (المصنف:۳۱۱۹' المعجم الکبیر:۱۱۸۱۳۔ ج ۱۱)

امام مالک وغیرہ نے عبداللہ بن دینار سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر (مبارک) پر کھڑے ہوتے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے لیے دعا کرتے۔ (الاستذکار ج ۶ ص ۲۶۳' التمہید ج ۷ ص ۹۹)

موطأ امام مالک کے موجودہ نسخوں میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابن عمر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر کھڑے ہوتے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر صلوٰۃ بھیجتے۔ (رقم الحدیث:۱۶۶) امام ابن عبد البر نے اس کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ کو اس روایت کے درج کرنے میں مغالطہ ہوا ہے' صحیح روایت اس طرح ہے جس طرح مذکور الصدر عبارت میں ذکر ہے۔

(الاستذکار ج۶ ص ۲۶۳' التمہید ج ۷ ص ۹۹)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کوئی شخص کسی شخص پر صلوٰۃ نہ بھیجے' باقی لوگوں کے لیے دعا کی جائے اور ان پر رحمت بھیجی جائے۔ (الاستذکار ج۶ ص ۶۳)

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے غیر پر تبعاً صلوٰۃ وسلام بھیجنا جائز ہے اور انفراداً اور استقلالاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے اور صرف سلام بھیجنا بلا کراہت جائز ہے۔ یہی جمہور کا مسلک اور یہی ہمارا موقف ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۳۸۸۔ ج ۲ ص ۱۰۱۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① غیر انبیاء پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنے میں مذاہب ائمہ ② غیر انبیاء کے لیے لفظ صلوٰۃ استعمال نہ کرنے کے دلائل ③ غیر نبی کے لیے صلوٰۃ بھیجنے والوں کے شبہات اور ان کے جوابات ④ غیر نبی پر صلوٰۃ اور سلام کے مسئلہ میں علماء کی آراء ⑤ حرف مدعا۔

ہر چند کہ شرح صحیح مسلم میں بھی یہ بحث تفصیل سے لکھی گئی ہے' لیکن یہاں نعمۃ الباری میں اس کی زیادہ تحقیق ہے' نیز ہم نے اپنی تفسیر' تبیان القرآن میں التوبہ: ۱۰۳' کے تحت اس سے زیادہ لکھا ہے۔

۶۵ - بَابُ مَا يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَحْرِ — جو چیزیں سمندر سے نکالی جاتی ہیں

یعنی جو چیزیں سمندر نکالی جاتی ہیں آیا ان میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَيْسَ الْعَنْبَرُ بِرِكَازٍ' هُوَ شَيْءٌ دَسَرَهُ الْبَحْرُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: عنبر رکاز (کان یا دفینہ) نہیں ہے' یہ وہ چیز ہے جس کو سمندر ساحل پر پھینک دیتا ہے۔

یہ تعلیق سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۴۶ میں سند کے ساتھ مذکور ہے' اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۵۳ (مجلس علمی' بیروت) میں ہے۔

عنبر کے معنی کی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عنبر خوشبو کی ایک قسم ہے' علامہ کرمانی نے لکھا ہے: یہ سمندر کا جھاگ ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ سمندری جانور کی لید ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ سمندر کی تہ میں ایک قسم کی گھاس ہے جس کو بعض سمندری جانور کھاتے ہیں' ابن سینا نے کہا: یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ کسی سمندری جانور کی لید یا قے ہے' لیکن یہ بہت بعید قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حکیم مظفر حسین اعوان نے لکھا ہے:

عنبر ایک مچھلی (سپریم ویل) کے شکم سے نکلتا ہے' اس کی صورت اکثر گول ہوتی ہے' اس لیے اسے شمامہ بھی کہتے ہیں' اس کا وزن نصف کلو سے لے کر دس کلو تک ہوتا ہے' یہ مومی مادہ ہے جو سرد پانی میں حل نہیں ہوتا ہے لیکن گرم پانی میں گداز ہو جاتا ہے۔

(کتاب المفردات ص ۲۶' شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور)

مولوی فیروز الدین لکھتے ہیں:

ایک مشہور اور نہایت عمدہ قسم کی خوشبو کا نام ہے' جو ایک قسم کا موم ہے' کوہستان ہند اور چین میں شہد کی مکھیوں سے حاصل ہوتا ہے'

بعض کا خیال ہے یہ ایک قسم کی دریائی گائے کا گوبر ہے' مگر یہ درست نہیں۔ (فیروز اللغات' فارسی' حصہ دوم ص ١٥٥' فیروز سنز' لاہور' ١٩٦٨ء)

وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الْعَنْبَرِ وَاللُّؤْلُؤِ الْخُمُسُ.

اور حسن بصری نے کہا: عنبر میں اور موتی میں خمس (ان کی مالیت کا پانچواں حصہ) ہے۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠١٥٨ (مجلس علمی' بیروت) میں مذکور ہے۔

فَإِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسَ' لَيْسَ فِي الَّذِي يُصَابُ فِي الْمَاءِ.

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف رکاز (کان یا دفینہ) میں خمس مقرر فرمایا نہ کہ اس میں جو پانی میں پایا جاتا ہے۔

اس تعلیق سے امام بخاری' حسن بصری کا رد کرنا چاہتے ہیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف دفینہ یا کان میں خمس مقرر کیا ہے نہ کہ اس چیز میں جو مچھلی کی طرح پانی میں پائی جائے۔

١٤٩٨ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ' سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِأَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ' فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ' فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا' فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا' فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ' فَرَمٰى بِهَا فِي الْبَحْرِ' فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ' فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ' فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ.

[اطراف الحدیث: ٢٠٦٣-٢٢٩١-٢٤٠٤-٢٤٣٠-٢٧٣٤-٦٢٦١]

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبد الرحمٰن بن ہرمز از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے کسی دوسرے بنی اسرائیل کے شخص سے سوال کیا کہ وہ اس کو ایک ہزار دینار قرض دے' سو اس نے اس کو وہ دینار دے دیئے' پس وہ (ان کو واپس کرنے کے لیے) سمندر میں نکلا تو اس کو کوئی کشتی نہیں ملی' اس نے ایک لکڑی کو کھوکھلا کر کے اس میں ہزار دینار رکھ دیئے' پھر وہ لکڑی سمندر میں ڈال دی' پھر وہ شخص نکلا جس نے اس کو قرض دیا تھا تو اس کو وہ لکڑی ملی' وہ اپنے گھر والوں کے استعمال کے لیے اس لکڑی کو لے گیا' اس کے بعد آپ نے پورا واقعہ سنایا' جب اس شخص نے اس لکڑی کو کھولا تو اس میں وہ مال مل گیا۔

(الادب المفرد: ١١٢٨' صحیح ابن حبان: ٦٤٨٧' مسند احمد ج ٢ ص ٣٤٩۔ ٣٤٨ طبع قدیم' مسند احمد: ٨٥٨٧۔ ج ١٤ ص ٧ ٢٤۔ ٢٤٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٤٣٦٧' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کا مکمل متن

امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو سات جگہ روایت کیا ہے' لیکن کہیں بھی اس کا مکمل متن ذکر نہیں کیا' ہم قارئین کے استفادہ کے لیے اس حدیث کا مکمل متن پیش کر رہے ہیں:

امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا جس نے بنی اسرائیل کے کسی دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار قرض مانگے' اس نے کہا: تم گواہ لے کر آؤ جن کو میں اس قرض پر گواہ بناؤں' اس نے کہا: میرا گواہ اللہ ہے' اس نے کہا: تم کفیل (ضامن) لے کر آؤ' اس نے کہا: میرا کفیل اللہ ہے' اس نے کہا: تم نے سچ کہا' پھر اس کو ایک مدتِ معین تک کے لیے ایک ہزار دینار دے دیئے' پھر وہ شخص سمندر پار چلا گیا اور اس نے اپنی ضرورت پوری کی' پھر اس نے مدتِ معین

آنے پر کشتی تلاش کی تا کہ اس کو ایک ہزار دینار واپس کر آئے‘ لیکن اس کو کشتی نہیں ملی‘ پھر اس نے ایک لکڑی کو اندر سے کھوکھلا کیا‘ اس میں ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور عرض خواہ کے نام ایک خط لکھ کر رکھ دیا‘ پھر وہ سمندر پر آیا اور کہا: اے اللہ! تجھے علم ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیے تھے‘ اس نے مجھ سے کفیل (ضامن) کا سوال کیا تو میں نے کہا: میرا کفیل اللہ ہے‘ پس وہ تیری کفالت پر راضی ہو گیا‘ پھر اس نے گواہ کا سوال کیا تو میں نے کہا: میرا گواہ اللہ ہے‘ پس وہ تیری گواہی پر راضی ہو گیا اور بے شک میں نے کشتی تلاش کرنے کی پوری کوشش کی مگر مجھے کشتی نہیں ملی‘ جس کے ذریعہ میں وہ رقم پہنچا سکوں جو تو نے مجھے عطا فرمائی ہے اور بے شک اب میں یہ رقم تیری امانت میں رکھتا ہوں‘ پھر وہ اس لکڑی کو سمندر میں بہا کر واپس آ گیا اور وہ اس عرصہ میں کشتی تلاش کرتا رہا تا کہ اس آدمی کے شہر پہنچ جائے‘ اُدھر وہ آدمی جس نے اس کو ایک ہزار دینار قرض دیئے تھے‘ سمندر پر آیا تا کہ اسے وہ آدمی ملے جو اس کی رقم لے کر آئے گا تو اچانک اس کو سمندر میں وہ کھوکھلی لکڑی مل گئی جس میں اس کی رقم تھی‘ وہ اس لکڑی کو اپنے گھر والوں کے استعمال کے لیے لے آیا‘ جب گھر آ کر اس نے اس لکڑی کو توڑا تو اس میں اس کی رقم تھی اور اس مقروض کا لکھا ہوا خط تھا۔

پھر کچھ دنوں بعد وہ مقروض اس کے پاس ایک ہزار دینار لے کر آیا اور کہا: اللہ کی قسم! میں مسلسل کشتی تلاش کرنے کی کوشش میں لگا رہا تا کہ تم کو تمہاری رقم وقت پر پہنچا دوں لیکن اس سے پہلے مجھے کوئی کشتی نہیں ملی تا کہ میں تمہاری رقم وقت مقرر پر تم کو ادا کر دوں‘ اس قرض خواہ نے کہا: کیا تم نے میرے پاس کوئی چیز بھیجی تھی؟ مقروض نے کہا: کیا تم کو میں نے یہ خبر نہیں دی کہ مجھے اس سے پہلے کوئی کشتی نہیں ملی‘ جس میں بیٹھ کر آتا اور تمہاری رقم تمہارے حوالے کرتا‘ اس قرض خواہ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف سے تمہاری وہ رقم اور وہ خط مجھے پہنچا دیا جو تم نے اس میں رکھا تھا‘ لہٰذا تم اپنے ان ہزار دینار کو لے کر خوشی سے واپس چلے جاؤ۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۹-۳۴۸ طبع قدیم‘ مسند احمد: ۸۵۸۷- ج ۱۴ ص ۷ ۲۴-۶ ۲۴‘ مؤسسۃ الرسالۃ‘ بیروت‘ صحیح ابن حبان: ۶۴۸۷)

حدیث مذکور کی عنوان سے مطابقت اور امام بخاری کا مقصود

اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ وہ کھوکھلی لکڑی سمندر سے نکالی گئی تھی اور امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے روایت کیا ہے کہ اس لکڑی کو سمندر سے نکالنے کی وجہ سے اس قرض خواہ پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی‘ ہر چند کہ یہ پچھلی امتوں کا واقعہ ہے لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزشتہ امتوں کا کوئی واقعہ ردّ کیے بغیر بیان فرمائیں تو وہ بھی ہماری شریعت میں حجت ہوتا ہے۔

سمندر سے نکالے گئے موتیوں اور عنبر میں وجوبِ زکوٰۃ کے متعلق اختلافِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب عنبر اور موتیوں کو سمندر سے نکالا جائے تو ان میں خمس ہے یا نہیں۔ (خمس سے مراد ہے: جو چیز ملے اس چیز کا یا اس کی مالیت کا پانچواں حصہ حکومت کو یا بیت المال کو ادا کرنا۔ سعیدی غفرلہٗ)

جمہور علماء کا مؤقف یہ ہے کہ ان میں کوئی چیز واجب نہیں ہے اور عنبر اور موتی گھر کے باقی سامان کی طرح ہیں‘ یہ اہل مدینہ‘ فقہاء کوفہ‘ لیث‘ امام شافعی‘ امام احمد اور ابوثور کا قول ہے‘ اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ عنبر اور موتی اور جو زیور بھی سمندر سے نکالا جائے اس میں خمس ہے اور یہ عمر بن عبد العزیز‘ حسن بصری اور ابن شہاب کا قول ہے۔

ابن القصار نے کہا: امام ابو یوسف اور دیگر فقہاء تابعین کا یہ قول غلط ہے‘ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: رکاز میں خمس ہے‘ اس میں یہ دلیل ہے کہ غیر رکاز میں خمس نہیں ہے اور سمندر میں ملنے والی چیز پر رکاز (کان یا دفینہ) کا اطلاق نہیں کیا جاتا‘ اور موتی اور عنبر سمندری جانور سے پیدا ہوتے ہیں‘ لہٰذا یہ مچھلی اور صدف کے مشابہ ہیں۔

دوسروں نے کہا: دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو فرض کیا: ارشاد فرمایا: آپ ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ لیجئے۔ (التوبہ: ١٠٣) تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے بعض اموال سے زکوٰۃ لی اور بعض اموال سے زکوٰۃ نہیں لی' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ مراد نہیں تھی کہ ان کے تمام مالوں میں سے زکوٰۃ لیں' لہٰذا صرف ان ہی اموال سے زکوٰۃ لینا واجب ہے جن اموال سے رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ لی ہے اور جن اموال سے زکوٰۃ لینا صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

المہلب نے کہا ہے: وہ شخص سمندر سے اس کھوکھلی لکڑی کو اٹھا کر اپنے گھر والوں کے لیے لے گیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ سمندر میں جو سامان وغیرہ ملے اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے اور وہ چیز اسی کی ہے جس کو وہ ملے' حتیٰ کہ سمندر سے ایسی چیزیں ملیں جن کا کوئی مستحق ہو جیسے دینار اور کپڑے وغیرہ تو ان کا بھی یہی حکم ہے' البتہ جب کسی چیز پر کسی کا استحقاق ثابت ہو جائے تو وہ چیز اس کو لوٹا دی جائے گی اور جس چیز کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہ ہو اور اس چیز کی کوئی زیادہ قیمت نہ ہو تو جس شخص کو وہ چیز ملی ہو' وہ اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اس کا اعلان کرے ماسوا اس کے کہ اس چیز میں کوئی ایسی دلیل ہو' جس سے اس کے مالک پر استدلال کیا جا سکے' مثلاً اس پر کسی معین شخص کا نام لکھا ہو یا کوئی اور علامت ہو تو اس کا اعلان کرنے میں علماء اجتہاد کریں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کی امانت یا اس کا قرض واپس کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا کفیل اور مددگار ہوتا ہے' اور جو اللہ کو اپنا گواہ اور کفیل بنائے تو اس کے لیے اللہ کافی ہے۔

اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کی امانت کی حفاظت کرتا ہے' اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کی مدد کرتا ہے اور آخرت میں اس کو اجر عطا فرماتا ہے۔

اور اس حدیث میں لوگوں کے اموال کے ساتھ اور تجارت کے لیے کشتی میں سفر کرنے کی دلیل ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٣ ص ٥٠٣۔ ٥٠٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ نے علامہ ابن بطال کی اس عبارت کو من وعن ذکر کر دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء احناف اس تحقیق کے ساتھ متفق ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ١٤١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

الاسماعیلی نے کہا ہے کہ یہ حدیث باب کے مناسب نہیں ہے' کیونکہ اس میں ایک شخص کے قرض واپس کرنے کا ذکر ہے' اسی طرح داؤدی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں کھوکھلی لکڑی کا ذکر ہے اور اس کا عنوان سے کوئی تعلق نہیں ہے' اور عبد الملک نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جس چیز کو سمندر ساحل پر پھینک دے اس میں خمس نہیں ہے' جس طرح کھوکھلی لکڑی کو سمندر سے لانے پر اس مقروض پر کوئی خمس واجب ہوا نہ زکوٰۃ واجب ہوئی اور یہی جمہور فقہاء اسلام کا مؤقف ہے' ہر چند کہ یہ پچھلی شریعت کا واقعہ ہے' لیکن چونکہ اس کو رسول اللہ ﷺ نے بغیر انکار کے بیان فرمایا ہے' اس لیے اس حدیث سے استدلال درست ہے۔

(فتح الباری ج ٣ ص ٨٧' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ١٣٠٧ھ نے بھی اسی شرح کا خلاصہ کر دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کا بھی یہی مؤقف ہے۔ (عون الباری ج ٣ ص ٤٨٧۔ ٤٨٦' دار الرشید' حلب' سوریا)

٦٦ - بَابٌ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ

رکاز میں خمس (پانچواں حصہ) ہے

وَقَالَ مَالِكٌ وَابْنُ إِدْرِيسَ الرِّكَازُ دِفْنُ

اور امام مالک اور ابن ادریس (امام شافعی) نے کہا: الرکاز

الْجَاهِلِيَّةِ، فِي قَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ الْخُمُسُ، وَلَيْسَ الْمَعْدِنُ بِرِكَازٍ.

زمانۂ جاہلیت کا دفینہ ہے' اس کے قلیل اور کثیر میں خمس ہے اور معدن (کسی چیز کی کان) رکاز نہیں ہے۔

اس تعلیق کی امام ابوعبید نے کتاب الاموال میں روایت کی ہے اور معدن (کسی چیز کی کان) رکاز نہیں ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ دفینہ میں سے چالیسواں حصہ بیت المال کو دینا ہوگا اور کان میں سے پانچواں حصہ بیت المال کو دینا ہوگا۔ امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ کان میں سے خمس ادا کرنا واجب ہے اور قول جدید یہ ہے کہ اگر کان بہ قدر نصاب ہے تو اس میں زکوٰۃ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۴۲)

وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَعْدِنِ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ.

اور تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: معدن (کان) میں تاوان نہیں ہے اور رکاز میں خمس ہے۔

یعنی اگر کوئی شخص کسی چیز کی کان میں کام کرتے ہوئے گر کر مر گیا تو اس میں تاوان نہیں ہے' گویا اس کی جان مفت میں گئی۔ یہ تعلیق سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۱ (مطبوعہ ملتان) میں مذکور ہے۔

وَأَخَذَ عُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ مِنَ الْمَعَادِنِ، مِنْ كُلِّ مِائَتَيْنِ خَمْسَةً.

اور عمر بن عبد العزیز کان میں ہر دو سو درہم میں سے پانچ درہم (چالیسواں حصہ) لیتے تھے۔

یہ تعلیق سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۲ (مطبوعہ ملتان) میں سند متصل کے ساتھ مذکور ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ مَا كَانَ مِنْ رِكَازٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ فَفِيهِ الْخُمُسُ، وَمَا كَانَ مِنْ أَرْضِ السِّلْمِ فَفِيهِ الزَّكٰوةُ.

اور حسن بصری نے کہا: جو کان سرزمین حرب میں ہو' اس میں خمس ہے اور جو کان سرزمین صلح میں ہو' اس میں زکوٰۃ ہے۔

اس تعلیق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۸۸۲ (مجلس علمی بیروت) اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۷۷۷ (دارالکتب العلمیہ' بیروت) میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی تعلیقات میں تعارض ہے' بعض تعلیقات کے اعتبار سے کان میں خمس ہے اور بعض کے اعتبار سے کان میں زکوٰۃ ہے۔

وَإِنْ وَّجَدْتَّ اللُّقَطَةَ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ فَعَرِّفْهَا، وَإِنْ كَانَتْ مِنَ الْعَدُوِّ فَفِيهَا الْخُمُسُ.

اور اگر دشمن کی سرزمین میں لقطہ پاؤ تو اس کا اعلان کرو اور اگر وہ لقطہ دشمن کا ہو تو اس میں خمس ہے۔

اس لقطہ کا اس لیے اعلان کرو کہ ہو سکتا ہے وہ مسلمان کا مال ہو' اور اگر یقین ہو کہ وہ دشمن کا ہے تو پھر اس میں خمس ہے۔ یہ حسن بصری کے کلام کا تتمہ ہے اور اس کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۸۸۱ (مجلس علمی' بیروت) اور ۱۰۷۷۶ (دارالکتب العلمیہ' بیروت) میں ہے۔

امام بخاری کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر یہ اعتراض کہ وہ کان میں خمس ادا کرنے کو واجب بھی کہتے ہیں اور منع بھی کرتے ہیں

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الْمَعْدِنُ رِكَازٌ مِثْلُ دِفْنِ الْجَاهِلِيَّةِ، لِأَنَّهُ يُقَالُ أَرْكَزَ الْمَعْدِنُ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ، قِيلَ لَهُ قَدْ يُقَالُ لِمَنْ وُهِبَ لَهُ شَيْءٌ، أَوْ رَبِحَ

اور بعض الناس نے کہا: المعدن رکاز ہے جیسے جاہلیت کا دفینہ ہے کیونکہ عرب لوگ ''ارکز المعدن'' اس وقت کہتے ہیں کہ جب کان میں سے کوئی چیز نکلے' بعض الناس سے اس کے جواب

رِبْحًا كَثِيرًا، أَوْ كَثُرَ ثَمَرُهُ أَرْكَزْتَ. ثُمَّ نَاقَضَ، وَقَالَ لَا بَأْسَ أَنْ يَكْتُمَهُ فَلَا يُؤَدِّي الْخُمُسَ.

میں کہا گیا کہ جب کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ کی جائے یا وہ کسی تجارت میں بہت زیادہ نفع کمائے یا اس کے باغ میں بہت زیادہ پھل لگیں تب بھی عرب لوگ کہتے ہیں: ''ارکزت'' (حالانکہ یہ چیزیں بالاتفاق رکاز نہیں ہیں) پھر بعض الناس نے اپنے قول کی خود مخالفت کی اور کہا: اگر کوئی شخص اس کان کو چھپالے تو کوئی حرج نہیں ہے' سو وہ اس میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ حکومت کو ادا نہ کرے۔

امام بخاری کی یہ اصطلاح ہے کہ وہ اپنی صحیح میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بعض الناس (بعض لوگوں کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں) امام بخاری کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے پہلے یہ کہا کہ کسی چیز کی کان زمانۂ جاہلیت کے دفینہ کی طرح ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں سے پانچواں حصہ حکومت کو دینا واجب ہے کیونکہ دفینہ میں سے پانچواں حصہ حکومت کو دیا جاتا ہے' پھر انہوں نے اس قول کی خود مخالفت کی اور کہا: اگر حکومت کا عامل اس کے پاس کان میں سے پانچواں حصہ طلب کرنے کے لیے آئے تو کان والے پر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس کان کو چھپالے اور اس عامل کو پانچواں حصہ نہ دے اور یہ پہلے قول کے خلاف ہے کیونکہ پہلے قول کے مطابق اس پر واجب تھا کہ وہ پانچواں حصہ حکومت کے عامل کو ادا کرتا۔

امام بخاری کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب اور کان کے متعلق امام اعظم کے مذہب کی تفصیل

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس قول سے عام حالات کا قاعدہ کلیہ بیان نہیں فرمایا' عام حالات میں یہ واجب ہے کہ جس شخص کی زمین سے کسی چیز کی کان نکلے' مثلاً نمک کی یا پتھر کے کوئلہ کی یا مٹی کے تیل کی یا قدرتی گیس کی تو اس شخص پر واجب ہے کہ وہ حکومت کو مطلع کرے اور حکومت اپنے ذرائع اور وسائل سے اس کان سے اس چیز کے نکالنے کا انتظام کرے اور اس سلسلہ میں غیر ملکی کمپنیوں کے جو اخراجات ادا کرنے پڑیں اور حکومت کو اس تیل یا گیس یا کوئلہ یا نمک کو پورے ملک میں پھیلانے کے لیے جو اخراجات ادا کرنے پڑیں ان اخراجات کو منہا کرنے کے بعد جو خالص نفع حاصل ہو اس کے پانچ حصے کیے جائیں اور اس میں سے چار حصہ نفع تو ہر سال زمین کے مالک کو بہ طور رائلٹی دیئے جائیں اور ایک حصہ جو خمس ہے وہ ہر سال حکومت اپنے پاس رکھے۔

یہ طریقہ اس وقت ہے جب زمین کے بہت بڑے رقبہ میں کان نکلے اور اتنے بڑے رقبہ پر جو کام محیط ہو' اس سے مطلوبہ معدن (مثلاً تیل یا قدرتی گیس) کو نکالنا زمین کے مالک کے لیے عادۃً ممکن نہ ہو تو اس صورت میں زمین کا مالک اس کان سے حکومت کو مطلع کرے گا اور اس صورت میں وہی طریقہ عمل میں لایا جائے گا جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے' اور اگر زمین کے محدود اور تھوڑے سے حصہ میں کوئی سونے یا چاندی کی کان نکلی ہو اور زمین کا مالک اس کان سے اپنے ذاتی وسائل سے اس میں موجود سونے یا چاندی کو حاصل کرسکتا ہو تو پھر اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ اس سونے یا چاندی میں سے حکومت یا بیت المال کو اس کا پانچواں حصہ ادا کرے اور یہ تب ہوگا جب حکومت ظالم اور عیاش ہو اور وہ بیت المال کی رقم کو اپنی عیاشیوں میں خرچ کرتی ہو اور بیت المال کے مصارف میں اور یتیموں' بیواؤں اور محتاجوں کے حقوق ادا نہ کرتی ہو' ایسی صورت میں جس کے اپنے مکان میں یا دکان میں سونے یا چاندی کی کان نکل آئے' اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کان سے حکومت کو مطلع نہ کرے اور اس کان سے سونے یا چاندی کو حاصل کرکے بیت المال کے مصارف میں خرچ کرے اور یتیموں' بیواؤں اور محتاجوں کی مدد کرے اور اگر وہ خود بہت زیادہ مستحق ہے تو وہ اس کام کے

سارے مال کو صرف اپنے اوپر بھی خرچ کرسکتا ہے کیونکہ جس طرح بیت المال میں دیگر مستحقین کا حق ہے اسی طرح جب وہ خود بے حد ضرورت مند ہے تو اس کان میں اس کا بھی حق ہے اور وہ کان کے سارے مال کو اپنے اوپر صرف کرسکتا ہے' ہم نے کان سے نکلنے والی معدنیات کا عام حالات میں جو امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق حکم بیان کیا ہے کہ اس صورت میں کان کا مالک چار حصہ اپنے پاس رکھے گا اور ایک حصہ یعنی خمس حکومت کو دے گا اور اگر اس کے مکان یا دکان میں کان نکلی ہو تو وہ کان کے سارے مال کو بھی اپنے پاس رکھ سکتا ہے' اس کی تفصیل' ہدایہ اوّلین ص ۱۸۱۔۱۷۹ (مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب' دستگیر کالونی' کراچی) اور فتح القدیر ج ۲ ص ۲۴۷۔۲۳۹ (دار الکتب العلمیہ' بیروت) میں مذکور ہے اور اسی طرح درمختار و ردالمحتار میں مذکور ہے' جس کا خلاصہ علامہ امجد علی اعظمی نے یوں بیان فرمایا ہے:

کان کے حکم کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: رکاز (کان) میں خمس ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۹۹' صحیح مسلم: ۱۷۱۰)

مسئلہ: کان سے لوہا' سیسہ' تانبا' پیتل' سونا' چاندی نکلے' اس میں خمس (پانچواں حصہ) لیا جائے گا اور باقی پانے والے کا ہے' خواہ وہ پانے والا آزاد ہو یا غلام' مسلمان ہو یا ذمی' مرد ہو یا عورت' بالغ ہو یا نابالغ۔ وہ زمین جس سے یہ چیزیں نکلیں عشری ہو یا خراجی۔ (عالم گیری) یہ اس صورت میں ہے کہ زمین کسی شخص کی مملوک نہ ہو مثلاً جنگل ہو یا پہاڑ اور اگر مملوک ہے تو کل مال مالک زمین کو دیا جائے اور خمس بھی نہ لیا جائے۔ (بہارِ شریعت حصہ ۵ ص ۲۵۔۲۴' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور' ۱۴۱۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ سے حکایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ جس شخص کو کان ملی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس کا پانچواں حصہ خود مساکین کو دے (جب کہ حکومت ظالم' غاصب اور خائن ہو) اور وہ خود بہت ضرورت مند ہو تو وہ خود بھی کان کا سارا مال رکھ سکتا ہے اور امام ابوحنیفہ نے یہ تاویل کی ہے کہ جس طرح بیت المال میں دوسرے ضرورت مندوں کا حق ہے تو محتاج ہونے کی وجہ سے اس کا بھی بیت المال میں حق ہے اور مال فَے میں حصہ ہے' سو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی ذات کے لیے خمس رکھ لے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کے امام اعظم پر اعتراض اور مصنف کے جواب کا خلاصہ

امام بخاری کا اعتراض یہ تھا کہ امام ابوحنیفہ کی ایک عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ کان میں سے پانچواں حصہ حکومت کو دینا واجب ہے اور دوسری عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر کان کا پانچواں حصہ دینا واجب نہیں ہے' وہ خود کان کا سارا مال رکھ سکتا ہے اور یہ ان کے کلام میں تعارض ہے' ہمارے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ عام اور معمول کے مطابق حالات میں کان کے مالک پر واجب ہے کہ وہ اس کا پانچواں حصہ حکومت کو دے اور جب حکومت ظالم' غاصب اور عیاش ہو اور کان کا مالک خود محتاج ہو تو وہ کان کا سارا مال اپنے پاس رکھ سکتا ہے' سو امام ابوحنیفہ کی ان دو عبارتوں میں تعارض نہ رہا۔ اگر امام بخاری رحمہ اللہ امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ کی ان عبارتوں میں توجہ اور غور فرما لیتے تو امام اعظم پر اعتراض نہ کرتے۔

علامہ ابن بطال' علامہ ابن حجر اور شیخ وحید الزمان کا اس مقام پر امام بخاری کے مقابلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کی تائید کرنا

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ' علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اور غیر مقلد نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ' یہ سب امام اعظم کے مخالف ہیں اور امام ابوحنیفہ پر بے جا تنقید کرتے ہیں' لیکن اس مقام پر انہوں نے بھی امام طحاوی کی مذکور الصدر عبارت کا حوالہ دے کر یہ تصریح کی ہے کہ امام اعظم کی ان دو عبارتوں میں تعارض نہیں ہے اور ان پر امام بخاری کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۰۶۔۵۰۵' فتح الباری ج ۲ ص ۸۸' عون الباری ج ۲ ص ۴۹۳)

شیخ وحید الزمان غیر مقلد بھی امام اعظم کے کٹر مخالف ہیں لیکن اس مقام پر انہوں نے بھی امام اعظم کی عبارتوں کو صحیح قرار دیا ہے اور امام بخاری کے اعتراض کو ساقط کر دیا ہے' ان کی عبارت یہ ہے:

میں کہتا ہوں: یہ اعتراض امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر صحیح نہیں ہے' اوّل تو امام ابوحنیفہ نے ''ارکز المعدن'' کے معنی یہ نہیں بیان کیے ہیں کہ جب معدن میں سے کچھ نکلے' نہ عرب کے محاورے میں ''ارکز المعدن'' کا یہ معنی ہے' بلکہ ''ارکز المعدن'' کا معنی یہ ہے کہ معدن رکاز بن گئی تو ''ارکز'' میں صیرورت کی خاصیت ہے جو باب افعال کی خاصیتوں میں سے ایک خاصیت ہے' دوسرے یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ کسی سے کچھ ہبہ لے یا نفع کمائے تو اس کو ''ارکزت'' کہتے ہیں بلکہ عرب لوگ ''ارکز الرجل'' جب کہتے ہیں جب وہ کوئی رکاز پائے۔ تیسرے امام ابوحنیفہ نے رکاز کا چھپانا اس وقت جائز رکھا ہے جب پانے والا شخص محتاج ہو' اس کو بیت المال پر یہ دعویٰ ہو کہ اس کا حق بیت المال میں مار لیا گیا ہے تو وہ اپنے حق کے بدلے اگر رکاز پائے تو اس کو چھپا کر لے سکتا ہے اور احتمال ہے کہ امام بخاری کی مراد بعض الناس سے کوئی اور لوگ ہوں کیونکہ امام ابوحنیفہ پر تو یہ اعتراض متوجہ نہیں ہوتا۔ منہ

(تیسیر الباری ج ۲ ص ۱۰۲' نعمانی کتب خانہ لاہور)

تنبیہات

(۱) شیخ وحید الزمان کی یہ عبارت دراصل فتح الباری اور عون الباری کی عبارات کا ترجمہ اور تلخیص ہے۔

(۲) رکاز کے لغت میں حسب ذیل معانی ہیں: (۱) ''ارکز'' کان کا دھات والی ہونا (۲) ''الرکاز'' زمین کے اندر قدرتی گڑی ہوئی دھاتیں (۳) ''الرکیزہ'' زمین کے اندر دفن کیے ہوئے جواہر۔ (المنجد اُردو ص ۴۰۴)

(۳) امام بخاری نے اپنی اس صحیح میں متعدد ابواب میں امام ابوحنیفہ کو بعض الناس (بعض لوگ) سے تعبیر کر کے امام ابوحنیفہ پر ردّ کیا ہے اور یہ ان مقامات میں سے پہلا مقام ہے' دیگر مقامات کی بھی ان شاء اللہ ہم اسی طرح وضاحت کریں گے۔

١٤٩٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْعَجْمَاءُ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ.

[اطراف الحدیث: ۲۳۵۵۔ ۶۹۱۲۔ ۶۹۱۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سعید بن المسیب واز ابوسلمہ بن عبدالرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانور سے جو نقصان ہو اس کا کوئی تاوان نہیں ہے اور جو کنویں میں گر جائے اس کا بھی کوئی تاوان نہیں ہے اور جو کان میں مر جائے اس کا بھی کوئی تاوان نہیں ہے اور رکاز (کان) میں سے پانچواں حصہ دینا

واجب ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۷۱۰ ' الرقم المسلسل: ۴۳۸۵ ' سنن ترمذی: ۱۳۷۷ ' سنن ابن ماجہ: ۲۶۷۳ ' سنن ابوداؤد: ۳۰۸۵ ' مسند الحمیدی: ۱۰۷۹ ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۷۱ ' سنن دار قطنی ج ۳ ص ۱۵۱ ' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۵ ۔ ج ۸ ص ۳۴۳ ' سنن کبریٰ: ۵۸۳۴ ' صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۲۶ ' صحیح ابن حبان: ۶۰۰۵ ' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۹ طبع قدیم ' مسند احمد: ۷۲۵۴ ۔ ج ۱۲ ص ۱۹۶ ' مؤسسۃ الرسالۃ ' بیروت ' جامع المسانید لابن جوزی: ۴۸۲۰ ' مکتبۃ الرشد ' ریاض ' ۱۴۲۷ھ)

جانور کے کیے ہوئے نقصان کی ضمانت میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے: جانور سے جو نقصان ہو اس میں تاوان نہیں ہے۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے کہا ہے کہ اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ دن میں اگر جانور کسی کا نقصان کر دیں تو اس میں کوئی تاوان نہیں ہے جب کہ اس جانور کے ساتھ اس کا سوار یا اس کا چلانے والا نہ ہو' اگر اس کے ساتھ اس کا سوار یا اس کا چلانے والا ہو تو پھر جمہور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کا سوار یا اس کا چلانے والا اس نقصان کا ضامن ہوگا اور داؤد ظاہری اور غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ ہر صورت میں اس کے نقصان کا کوئی تاوان نہیں ہوگا۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۵ ص ۵۵۳ ' دار الوفاء ' ۱۴۱۹ھ)

کنویں میں اور کان میں گرنے والے کا تاوان نہ ہونا

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: اور جو کنویں میں گر جائے' اس کا بھی کوئی تاوان نہیں ہے:

یعنی اس کا قصاص لیا جائے گا نہ اس کی دیت ہوگی' یعنی کسی شخص نے جنگل میں کنواں کھودا یا کسی آبادی میں جہاں لوگوں کا گزر ہوتا ہے' پس اس میں کوئی آدمی گر گیا' یا کسی شخص نے کسی مزدور سے کہا کہ وہ اس کی زمین میں کنواں کھودے اور اس میں وہ گر گیا یا کسی شخص نے کان کھودنے کے لیے کسی کو بلایا اور وہ کان میں گر گیا' ان دونوں صورتوں میں گرنے والے شخص کا کسی پر قصاص ہے نہ دیت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۴۶)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے رکاز میں پانچواں حصہ دینا واجب ہے اور رکاز کے مصداق میں اختلاف ہے کہ وہ کان ہے یا دفینہ؟ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

رکاز کا مصداق

رکاز کے مصداق میں اختلاف ہے' امام شافعی کے نزدیک رکاز زمانۂ جاہلیت کا دفینہ ہے۔

امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں: وہ رکاز جس میں خمس ہے وہ زمانۂ جاہلیت کا دفینہ ہے جو کسی ایسی زمین سے ملے جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۵ ' کتاب الام ج ۲ ص ۴۳)

نیز امام بیہقی نے امام ابوحنیفہ سے حکایت کی ہے کہ تمام معادن یعنی تمام کانیں رکاز ہیں۔ (کتاب الآثار ج ۳ ص ۳۰۸)

امام ابوحنیفہ کی تائید میں حسب ذیل آثار ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رکاز وہ سونا ہے جس کو اللہ نے اس دن پیدا کیا جس دن اس نے زمین کو پیدا کیا تھا۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۲ ' کنز العمال: ۱۰۹۶۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رکاز وہ سونا ہے جو زمین کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۲ ' الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۸۳۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکاز میں خمس ہے' پوچھا گیا: یارسول اللہ! رکاز کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ سونا ہے جس کو اللہ نے اس دن پیدا کیا جس دن زمین کو پیدا کیا۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۲' کتاب السنن والآثار ج ۳ ص ۳۰۸)

یہ تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رکاز کان ہے نہ کہ دفینہ' کیونکہ لوگ سونا چاندی دفن کرتے ہیں' اس کو دفینہ کہتے ہیں اور کان وہ جگہ ہے جہاں سونا چاندی اور دیگر معدنیات پیدائشی طور پر موجود ہوتی ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ رکاز کان ہے نہ کہ دفینہ۔

رکاز میں نصاب کی شرط کے متعلق مذاہب فقہاء

ہمارے نزدیک رکاز کے قلیل اور کثیر میں خمس واجب ہے اور اس میں نصاب کی شرط نہیں ہے۔ امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک اس میں نصاب کی شرط ہے اور انہوں نے اس میں سال گزرنے کی شرط نہیں لگائی اور داؤد ظاہری نے اس میں نصاب کی اور سال گزرنے کی شرط لگائی ہے اور ہماری دلیل وہ نصوص ہیں جن میں نصاب کی شرط نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۴۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۳۵۱۔ ج ۴ ص ۸۸۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات یہ ہیں:

(١) جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (٢) جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (٣) جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ (٤) جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء احناف کا نظریہ (٥) کنویں اور کان میں گرنے کا حکم (٦) رکاز سے دفینہ مراد ہے یا معدن؟ (٧) معدنیات کی اقسام اور احکام (٨) معدنیات میں نصاب اور سال گزرنے کی تحقیق (٩) معدنیات کو حاصل کرنے کے اعتبار سے معدنیات کے احکام (١٠) معدنیات کا مصرف اور زمین کے اعتبار سے معدنیات کا حکم (١١) اگر آج کل کسی کی زمین سے قدرتی گیس یا تیل نکل آئے تو ادائیگی خمس کی کیا صورت ہوگی؟

٦٧ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا﴾ (التوبہ: ٦٠) وَمُحَاسَبَةِ الْمُصَدِّقِيْنَ مَعَ الْاِمَامِ

اللہ عزوجل کا ارشاد: اور زکوٰۃ کی وصول یابی پر مامور لوگ (التوبہ: ٦٠) اور امام کا عاملین کا محاسبہ کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے: امام اور سربراہ جن عاملین کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجتا ہے' اسے ان کا محاسبہ کرنا چاہیے۔

١٥٠٠ - حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ اَبِیْ حُمَيْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِسْتَعْمَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْاَسْدِ عَلٰی صَدَقَاتِ بَنِیْ سُلَيْمٍ' يُدْعٰی ابْنَ اللُّتْبِيَّةِ' فَلَمَّا جَاءَ حَاسَبَهٗ. [اطراف الحدیث: ٢٥٩٧۔ ٧١٧٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسد کے ایک شخص کو بنوسلیم کے صدقات وصول کرنے پر مامور کیا' اس کو ابن اللتبیہ کہا جاتا تھا' جب وہ زکوٰۃ لے کر آیا تو آپ نے اس کا محاسبہ کیا۔

(صحیح مسلم: ۱۸۳۲، الرقم المسلسل: ۴۶۵۶، سنن ابوداؤد: ۲۹۴۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۴۹۴، مسند الحمیدی: ۳۷۰۷، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۳۹، شرح مشکل الآثار: ۴۴۳۰، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۹-۱۵۸، شرح السنہ: ۱۵۶۸، مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۳۵۹۸-ج ۳۹ ص ۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کا مکمل متن روایت نہیں کیا' دوسرے باب میں کیا ہے' اس لیے ہم اس باب میں اس حدیث کا مکمل متن بیان کر رہے ہیں تا کہ یہ معلوم ہو کہ آپ نے عامل کا کیوں اور کس طرح محاسبہ کیا تھا۔

حدیث مذکور کا مکمل متن

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسد کے ایک شخص کو عامل بنایا' جس کو ابن اللتبیہ کہا جاتا تھا' عمرو نے کہا: اس کو صدقہ وصول کرنے پر عامل بنایا تھا' جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا: یہ چیزیں آپ کے لیے ہیں اور یہ چیزیں مجھے دی گئی ہیں' پس رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور آپ نے اللہ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: اس عامل کا کیا حال ہے جس کو میں (صدقہ وصول کرنے) بھیجتا ہوں اور وہ واپس آ کر یہ کہتا ہے: یہ چیزیں آپ کے لیے ہیں اور یہ چیزیں مجھے ہدیہ میں دی گئی ہیں' وہ آپ اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر جا کر کیوں نہ بیٹھا حتیٰ کہ ہم دیکھتے کہ پھر اس کو ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں! اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (ﷺ) کی جان ہے! تم میں سے جو شخص جس چیز کو بھی لے گا وہ شخص قیامت کے دن اس چیز کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے گا' اونٹ بڑبڑا رہا ہوگا یا گائے ڈکرا رہی ہوگی یا بکری ممیا رہی ہوگی' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے حتیٰ کہ ہم نے آپ کی دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی' پھر آپ نے دو مرتبہ فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۵۹۷، صحیح مسلم: ۱۸۳۲، سنن ابوداؤد: ۲۹۴۶)

عاملین زکوٰۃ سے حساب لینا اور دیگر فقہی مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جن عاملین کو صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا جاتا ہے ان کے لیے اموال زکوٰۃ سے ازخود کوئی چیز لینا جائز نہیں ہے' البتہ امام اور ملک کا سربراہ اپنی صواب دید سے ان کی محنت اور سعی کے اعتبار سے جو کچھ دے صرف وہ لینا ان کے لیے جائز ہے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو مسلمانوں کی فلاح کے لیے کسی منصب پر مقرر کیا جائے' اس کی خوراک اور گزر بسر کے لیے اس کو وظیفہ دینا جائز ہے جیسے حکام' قضاۃ اور ائمہ اور خطباء وغیرہ تاہم متقدمین میں سے بعض فقہاء نے اس کو مکروہ کہا ہے' ان شاء اللہ اس کا ذکر ''رزق الحکام والعاملین'' کے باب میں آئے گا۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ عاملین کا محاسبہ کرنا جائز ہے اور محاسبہ ان کی امانت کی تصحیح پر مشتمل ہونا چاہیے' دوسرے علماء نے یہ کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ جو عاملین کا محاسبہ کرتے تھے' یہ حدیث اس کی اصل ہے' اور حضرت عمر ان کا محاسبہ اس لیے کرتے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ عاملین کے پاس مال ودولت کی فراوانی ہے اور مال ودولت کی یہ کثرت ان کو ان کے منصب کے دوران حاصل ہوئی تھی تو انہوں نے نبی ﷺ کے اس ارشاد کی اتباع میں کہ یہ عامل اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں جا کر کیوں نہ بیٹھ گیا' پھر میں دیکھتا کہ اس کو کوئی ہدیہ دیتا ہے یا نہیں' اور اس کا معنی یہ ہے کہ اگر یہ منصب نہ ہوتا تو پھر اسے کوئی ہدیہ نہ دیتا اور یہ حضرت عمر رضی اللہ کا اجتہاد تھا اور وہ عمال کی مال ودولت کو جو ضبط کرتے تھے' اس کو بیت المال میں داخل کرتے تھے' اپنے پاس نہیں رکھتے تھے اور اس بحث کی زیادہ تفصیل ان شاء اللہ ''کتاب الحِیَل'' میں آئے گی۔

المہلب نے کہا کہ اس حدیث کے فقہی مسائل میں سے یہ ہے کہ جب عالم یہ دیکھے کہ کوئی شخص کسی تاویل سے کوئی مال حاصل کر رہا ہے اور اسے تاویل میں خطاء ہوئی ہے تو وہ لوگوں کے سامنے اس کی خطاء پر تنبیہ کرے تا کہ تمام لوگوں کو اس کی تاویل کی خطاء معلوم ہو جائے اور عامل پر لازم ہے کہ وہ قطعی دلائل سے اس کی خطاء کو بیان کرے' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قطعی دلائل کے ساتھ ابن اللتبیہ کی خطاء کو بیان فرمایا۔

نیز اس حدیث کے فقہی مسائل میں سے یہ ہے کہ خطاء کار کی خطاء پر مذمت کرنی چاہیے۔

اور اس حدیث کے فقہی مسائل میں سے یہ ہے کہ پہلے کسی کم درجہ کے مسلمان کو کسی منصب پر فائز کرنا چاہیے' پھر اس تجربہ کی روشنی میں دوسروں کو یہ منصب سونپنا چاہیے' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ابن اللتبیہ کو اس منصب پر مقرر فرمایا حالانکہ اس وقت ان سے اعلیٰ درجہ کے اصحاب بھی موجود تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے:

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے کہا ہے کہ ابن اللتبیہ کا نام عبد اللہ ہے اور ان کی ماں کا نام معلوم نہیں ہو سکا' ان کا محاسبہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ جس نوع کے صدقات یہ وصول کر کے لائے تھے' اسی نوع کے صدقات ان کے پاس پائے گئے تھے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۸۹' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی بعینہٖ وہی شرح کی ہے' جو علامہ ابن بطال نے کی ہے۔ اسی طرح نواب صدیق حسن خاں متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی ان ہی کی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۰' عون الباری ج ۲ ص ۴۹۴)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۶۲۳۔ ج ۷ ص ۶۷۷ پر مذکور ہے' اس کی وضاحت میں دو تین سطریں لکھی گئی ہیں۔

٦٨ - بَابُ اِسْتِعْمَالِ اِبِلِ الصَّدَقَةِ وَاَلْبَانِهَا لِاَبْنَاءِ السَّبِيْلِ

صدقہ کی اونٹنیوں اور ان کے دودھ کو مسافروں کے لیے استعمال کرنا

١٥٠١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ نَاسًا مِّنْ عُرَيْنَةَ، اجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ، فَرَخَّصَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّاْتُوْا اِبِلَ الصَّدَقَةِ، فَيَشْرَبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا وَاَبْوَالِهَا، فَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ، فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاُتِيَ بِهِمْ، فَقَطَّعَ اَيْدِيَهُمْ وَاَرْجُلَهُمْ، وَسَمَّرَ اَعْيُنَهُمْ، وَتَرَكَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَعُضُّوْنَ الْحِجَارَةَ. تَابَعَهٗ اَبُوْ قِلَابَةَ، وَحُمَيْدٌ، وَثَابِتٌ، عَنْ اَنَسٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ عرینہ کے کچھ لوگوں کو مدینہ راس نہیں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اجازت دی کہ وہ صدقہ کی اونٹنیوں کے پاس جائیں اور ان کا دودھ اور ان کا پیشاب پئیں' سو انہوں نے چرواہوں کو قتل کر دیا اور اونٹنیوں کو ہنکا کر لے گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلوایا' سو ان کو لایا گیا' پھر ان کے ہاتھ اور پیر کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور ان کو پتھریلی زمین میں ڈال دیا گیا' وہ دانتوں سے پتھر کاٹ رہے تھے۔ قتادہ کی متابعت ابوقلابہ' حمید اور ثابت نے کی ہے از حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے۔

٦٩ - بَابُ وَسْمِ الْإِمَامِ إِبِلَ الصَّدَقَةِ بِيَدِهِ

صدقہ کے اونٹوں پر امام کا اپنے ہاتھ سے داغ لگانا

١٥٠٢ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ غَدَوْتُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ لِيُحَنِّكَهُ، فَوَافَيْتُهُ فِي يَدِهِ الْمِيسَمُ يَسِمُ إِبِلَ الصَّدَقَةِ.

[اطراف الحدیث: ۵۵۴۲-۵۸۲۴] (شرح السنہ: ۸۱۲، مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۳۶۶۳- ج ۱۲ ص ۲۴۵، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمرو الاوزاعی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ میں صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عبد اللہ بن ابی طلحہ کو لے کر گیا تاکہ آپ اس کو گھٹی کھلائیں جب میں گیا تو اس وقت آپ کے ہاتھ میں داغ لگانے کا آلہ تھا، اور آپ صدقہ کے اونٹوں کو داغ لگا رہے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن المنذر، ابواسحاق الحزامی القرشی الاسدی (۲) الولید بن مسلم ابوالعباس الاموی القرشی، یہ ۱۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابوعمرو الاوزاعی، ان کا نام عبد الرحمان بن عمرو ہے (۴) اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ، ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے، یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں، ان کی کنیت ابویحییٰ ہے (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۲)

گھٹی دینے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں گھٹی دینے کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: کھجور یا اس کی مثل کوئی چیز چبا کر نوزائیدہ بچہ کے منہ میں اس طرح دینا کہ وہ اس کے لعاب کے ساتھ مخلوط ہو کر اس کے حلق میں چلی جائے۔

علامت کے لیے جانوروں کے جسم پر داغ لگانے کے جواز یا استحباب میں مذاہب فقہاء

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانور کو داغ لگانا مباح ہے، بعض شافعی علماء نے کہا ہے کہ زکوۃ اور جزیہ کے جانوروں کو داغ لگانا مستحب ہے اور دوسرے جانوروں میں جائز ہے اور مستحب یہ ہے کہ بکری کے کانوں میں داغ لگایا جائے اور اونٹوں اور گایوں کی رانوں کی جڑوں میں داغ لگایا جائے، امام احمد اور امام ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ بکری کے کانوں میں داغ لگایا جائے، آدمی کو داغنا مکروہ ہے اور آدمی کے علاوہ کسی جانور کے چہرے پر داغ لگانا مکروہ ہے، داغ لگانے کا فائدہ یہ ہے کہ ایک جانور دوسرے جانور سے ممتاز ہو جائے تاکہ جو آدمی اس جانور کو پکڑ لے وہ اس داغ کے نشان سے اس کو پہچان کر اس کو واپس کر دے اور مستحب یہ ہے کہ زکوۃ اور صدقہ کے جانوروں میں داغ لگایا جائے، ابن الصباغ وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ داغ لگانے کی صحت اور اباحت پر صحابہ کا اجماع ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۳)

شوافع کا فقہاء احناف پر یہ افتراء کہ وہ داغ لگانے سے منع کر کے حدیث کی مخالفت کرتے ہیں

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اور ابن الصباغ شافعی سے منقول اجماع صحابہ میں فقہاء احناف کے خلاف حجت ہے' جو داغ لگانے کو مکروہ کہتے ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالعموم مُثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانور کو داغ لگانا حدیث مذکور سے ثابت ہے' اس لیے ممانعت کے عموم سے ضرورت کے مواقع پر اس کی تخصیص کی جائے گی جیسا کہ بچوں کے لیے ختنہ کرنا سنت ہے حالانکہ اس میں ایک عضو کے کچھ حصہ کو کاٹا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۹۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: ہمارے فقہاء نے جانوروں کے داغ لگانے کو مکروہ نہیں کہا بلکہ انہوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ علامت کے لیے جانوروں کے داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں منفعت ہے' اسی طرح کسی بیماری میں بچوں کے داغ لگانا بھی جائز ہے کیونکہ یہ دوا اور علاج ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۳)

جانوروں پر داغ لگانے کے ثبوت میں فقہاء احناف کی عبارات

میں کہتا ہوں کہ جن فقہاء احناف نے جانوروں کے داغ لگانے کو جائز کہا ہے' ان کی عبارات حسب ذیل ہیں:

علامہ حسن بن منصور الاوجندی الفرغانی الحنفی المعروف بہ قاضی خاں المتوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

بلّے اگر ضرر دیتے ہوں تو ان کو خصی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور دیگر جانوروں کو خصی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور بکریوں کو داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں منفعت ظاہرہ ہے' اسی طرح بچے کو بیماری میں علاج کے لیے لوہا گرم کر کے داغ لگانا بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں ج ۳ ص ۴۱۰۔ ۴۰۹' علیٰ ھامش الہندیہ امیریہ کبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

اگر بچوں کو کوئی بیماری ہو تو ان کو لوہا گرم کر کے داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ دوا ہے اور لڑکیوں کے کان چھیدنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں یہ بغیر انکار کے کیا جاتا تھا۔

(المحیط البرہانی ج ۸ ص ۹۵' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)

ملا نظام الدین مرتب فتاویٰ عالم گیری متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

بچوں کو گرم لوہے سے کسی بیماری میں داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے' اسی طرح جانوروں میں بھی علامت لگانے کے لیے گرم لوہے سے داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے' اسی طرح محیط سرخسی میں ہے' تاہم چہرے پر داغ لگانا مکروہ ہے' اسی طرح فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ (فتاویٰ عالم گیری ج ۵ ص ۳۵۶' مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کو چاہیے تھا کہ وہ فتح الباری میں فقہاء احناف پر حدیث کی مخالفت کرنے کی تہمت لگانے سے پہلے فقہاء احناف کی مذکور الصدر عبارات کو دیکھ لیتے!

غیر مقلدین کا فقہاء احناف پر افتراء کہ وہ جانوروں پر داغ لگانے سے منع کرتے ہیں

اسی طرح غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے بھی حافظ ابن حجر عسقلانی کی دیکھا دیکھی لکھا ہے:

اس باب کی حدیث ان فقہاء احناف کے خلاف حجت ہے جنہوں نے مثلہ کی ممانعت کی وجہ سے جانوروں کے داغ لگانے کو مکروہ کہا ہے حالانکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے' اس کے بعد وہی حافظ ابن حجر کی عبارت ہے۔

(عون الباری ج ۲ ص ۴۹۵' دار الرشید حلب' سوریا)

اسی طرح دوسرے غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان نے لکھا ہے:

معلوم ہوا کہ جانور کو کسی ضرورت سے داغ دینا درست ہوا اور رد ہوا حنفیہ کا' جنہوں نے داغ دینا مکروہ اور اس کو مثلہ سمجھا ہے۔منہ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۱۰۴' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

ہم نے جو فقہاء احناف کی ٹھوس عبارات نقل کی ہیں ان سے آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ ان لوگوں کا یہ کہنا سراسر جھوٹ ہے اور احناف پر افتراء ہے' کاش! یہ لوگ احناف کے بغض میں اندھے ہو کر جھوٹ کی غلاظت کا یہ ٹوکرا اپنے سروں پر نہ سجاتے!

صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب سے برکت حاصل کرنا

المہلب وغیرہ نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں داغ لگانے کا آلہ تھا' اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہ کو ایسا آلہ رکھنا چاہیے' اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب بچہ پیدا ہو تو اسے نیک (اور صحت مند جو بیمار نہ ہوں) بزرگوں کے پاس لے جانا چاہیے تاکہ وہ اس کو گھٹی کھلائیں اور اس کے لیے برکت کی دعا کریں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام اپنے نومولود بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس لیے لے جاتے تھے کہ انہیں آپ کے لعاب مبارک اور آپ کے ہاتھوں کے لمس اور آپ کی دعا کی برکت حاصل ہو' اور اس حدیث میں زیادہ اجر کے حصول کے لیے مشقت والے کام کرنے کا ثبوت ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

یہ عبارت حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدر الدین عینی نے بھی نقل کی ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۹۰' عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۳)

۷۰ - بَابُ فَرْضِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صدقہ فطر کا فرض ہونا

اس صدقہ کی اضافت فطر کی طرف اس لیے کی گئی ہے کہ رمضان کے روزوں کے بعد عید کے دن جو افطار کی نعمت حاصل ہوتی ہے' اس کے سبب سے یہ صدقہ فرض کیا گیا ہے۔علامہ عینی نے اس کی شرح میں حسب ذیل اُمور بیان کیے ہیں:

صدقہ فطر کی تعریف' حکم' شرط' رکن اور مسائل

(۱) یہ صدقہ مسلمانوں پر رحم کرنے کے لیے اپنے مال سے دیا جاتا ہے تاکہ فقراء اور مساکین کو بھی عید کی خوشی میں شامل کیا جائے۔

(۲) بہ کثرت احادیث میں اس صدقہ کے ادا کرنے کو صاحب نصاب پر واجب قرار دیا گیا ہے۔

(۳) یہ صدقہ ان سب لوگوں کی طرف سے ادا کیا جائے گا جن کی کفالت کسی صاحب نصاب کے ذمہ ہو۔

(۴) اس کے وجوب کی شرائط یہ ہیں: مسلمان ہونا' آزاد ہونا' صاحب نصاب یعنی غنی ہونا۔

(۵) اس کا رکن یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کو اس کا مالک بنایا جائے جو فقیر غیر صاحب نصاب ہو اور ہاشمی نہ ہو۔

(۶) اس کے جواز کی شرط یہ ہے کہ اس کا مصرف فقیر ہو۔

(۷) صدقہ فطر کا ادا کرنا جن کی طرف سے واجب ہے: باپ پر واجب ہے کہ وہ اپنے نابالغ غیر صاحب نصاب بچوں کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے' اور مالک پر واجب ہے کہ وہ اپنے غلام' مدبّر اور ام ولد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے۔

(۸) جن کی وجہ سے صدقہ فطر واجب ہے وہ مذکور الصدر ہیں' بیوی کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں ہے۔

(۹) صدقہ فطر ادا کرنے کی مقدار: دو کلو گندم یا چار کلو گرم جَو' کھجور' یا کشمش یا ان کی قیمت۔

(۱۰) صدقہ فطر کے وجوب کا وقت: وہ عید کے دن فجر صادق کے طلوع کا وقت ہے۔

(۱۱) صدقہ فطر ادا کرنے کا مستحب وقت: ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ وہ عید کے دن فجر کی نماز کا وقت ہے' عید کی نماز کے لیے جانے سے پہلے۔

(۱۲) امام ابوحنیفہ کے نزدیک عید الفطر کے دن سے پہلے بھی صدقہ فطر کو ادا کرنا جائز ہے' ایک سال اور دو سال پہلے بھی۔ خلف بن ایوب سے روایت ہے کہ ایک ماہ پہلے اور ایک قول ہے: ایک یا دو دن پہلے۔

(۱۳) اس کی ادائیگی کا وقت عید کا پورا دن ہے اور عید کے دن کے بعد اس کی قضاء کرنا واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۴۔ ۱۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَرَاٰی اَبُو الْعَالِیَةِ' وَعَطَاءٌ' وَابْنُ سِیْرِیْنَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ فَرِیْضَةً.

اور ابوالعالیہ' عطاء اور ابن سیرین کے نزدیک صدقہ فطر فرض ہے۔

اس تعلیق کی اصل میں حسب ذیل اثر مروی ہیں:

عاصم بیان کرتے ہیں کہ ابوالعالیہ اور ابن سیرین نے کہا: صدقہ فطر فرض ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۸۶۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۷۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

صدقہ فطر کے حکم میں مذاہب ائمہ اور امام اعظم کے مذہب پر دلیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صدقہ فطر کے حکم میں اختلاف ہے کہ آیا یہ فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے۔

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ صدقہ فطر فرض ہے' اور ہمارے اصحاب فقہاء احناف نے کہا ہے کہ صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ صدقہ کا ادا کرنا سنت ہے اور یہ امام مالک سے ایک روایت ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ صدقہ فطر ادا کرنا اچھا کام ہے اور مستحب ہے' اس کے ثبوت میں یہ حدیث ہے:

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا اور جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہو گیا تو پھر آپ نے صدقہ فطر کا حکم دیا اور نہ اس سے منع کیا اور ہم صدقہ فطر ادا کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۸' سنن نسائی: ۲۵۰۲)

صدقہ فطر فرض نہیں ہے کیونکہ فرض کا ثبوت اس دلیل سے ہوتا ہے جس کا ثبوت قطعی ہو اور اس کے فعل کے لزوم کی دلالت بھی قطعی ہو اور صدقہ فطر کا ثبوت اخبار آحاد سے ہے جو ظنی الثبوت ہیں اور چونکہ احادیث میں صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے' اس لیے صدقہ فطر کا ادا کرنا واجب ہے اور یہی اس باب میں امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۵۔ ۱۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۵۰۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ السَّكَنِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ، صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن محمد بن السکن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جہضم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از عمر بن نافع از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید الفطر کی زکوٰۃ فرض کی ایک صاع

صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ، عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ، وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى، وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ، مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ.

(چار کلو گرام) کھجوریں یا چار کلو گرام جو مسلمانوں میں سے ہر غلام اور آزاد پر ہر مرد اور عورت پر اور ہر چھوٹے اور بڑے پر اور آپ نے یہ حکم دیا کہ لوگوں کے نماز کی طرف جانے سے پہلے اس کو ادا کر دیا جائے۔

[اطراف الحدیث: ١٥٠٤-١٥٠٧-١٥٠٩-١٥١١-١٥١٢]

(صحیح مسلم: ٩٨٤ الرقم المسلسل: ٢٢٤٢ سنن ابوداؤد: ١٦١١ سنن ترمذی: ٦٧٦ سنن نسائی: ٢٥٠٣-٢٥٠٢ سنن ابن ماجہ: ١٨٢٦ صحیح ابن خزیمہ: ٢٤٠٣ سنن بیہقی ج ٤ ص ١٦٠ سنن کبریٰ: ٢٢٨٤ سنن دار قطنی ج ٢ ص ١٣٩ مسند احمد ج ٢ ص ٥٥ طبع قدیم مسند احمد: ٥١٧٤-ج ٩ ص ١٥٩ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ٣٣٨٥ مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٧ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) یحییٰ بن محمد السکن ابن حبیب ابوعبد اللہ البزار القرشی (٢) محمد بن جہضم بن عبد اللہ ابوجعفر الثقفی (٣) اسماعیل بن جعفر بن کثیر ابوابراہیم الانصاری (٤) عمر بن نافع مولیٰ عبد اللہ بن عمر (٥) ان کے والد نافع (٦) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ٩ ص ١٥٥)

اس حدیث کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید الفطر کی زکوٰۃ فرض کی۔

احکام شرعیہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مفوض ہونا اور صدقہ فطر کے وجوب کی دلیل

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید الفطر کی زکوٰۃ فرض کی، حافظ ابوعمر ابن عبد البر مالکی متوفی ٤٦٣ھ نے کہا: اس حدیث میں فرض کے دو معنی ہیں: ایک یہ ہے کہ آپ نے زکوٰۃ فطر کو واجب کیا، دوسرا معنی یہ ہے کہ آپ نے زکوٰۃ فطر کو اندازہ سے مقرر کیا اور پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے۔ (تمہید ابن عبد البر ج ٥ ص ٢٧ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤١٩ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان دونوں معنی میں سے جس معنی کا ارادہ بھی کیا جائے، اس حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ احکام شرعیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مفوض ہیں، آپ مراد شناسائے الوہیت ہیں، سو آپ اللہ تعالیٰ کی مراد اور منشاء پر مطلع ہو کر جس چیز کو چاہتے ہیں فرض یا واجب کر دیتے ہیں اور جس چیز کو چاہتے ہیں مکروہ یا حرام کر دیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں حسب ذیل حدیث بھی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ دار کی لغو باتوں اور بے حیائی کے کاموں سے پاکیزگی اور مساکین کو کھانا کھلانے کے لیے زکوٰۃ فطر کو فرض کیا اور جس نے اس کو عید کی نماز سے پہلے ادا کر دیا تو یہ زکوٰۃ مقبولہ ہے اور جس نے اس کو نماز کے بعد ادا کیا تو یہ صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔ (سنن ابوداؤد: ١٦٠٩)

جو بچہ عید کے دن پیدا ہو اس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنے کے وجوب میں مذاہب فقہاء

حافظ ابوعمر ابن عبد البر مالکی متوفی ٤٦٣ھ لکھتے ہیں:

اللیث نے کہا ہے کہ جب کوئی بچہ نماز عید کے بعد پیدا ہو تو اس کے باپ پر اس کی طرف سے زکوٰۃ فطر ادا کرنا لازم ہے، اور اگر کوئی نصرانی اس وقت مسلمان ہو تو اس پر زکوٰۃ فطر دینا مستحب ہے، لیکن واجب نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے کہ عید کے دن طلوع فجر کے ساتھ صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے، امام شافعی کے نزدیک عید کے دن غروب آفتاب تک جو بچہ پیدا ہو جائے، اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے لیکن جو غروب آفتاب کے بعد پیدا ہو، اس کی طرف سے صدقہ فطر

واجب نہیں ہوتا۔

اسی طرح اشہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ عید کے دن غروب آفتاب تک جو بچہ پیدا ہوا اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے۔ (التمہید ج ۵ ص ۵۲۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

کتنے مال کی ملکیت پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے' اس میں مذاہب فقہاء

حافظ ابوعمر ابن عبد البر مالکی کہتے ہیں کہ امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ جس شخص کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے' اس پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہوتا اور جو شخص ساڑھے باون تولہ چاندی کا مالک نہ ہو' اس کے لیے صدقہ فطر لینا جائز ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ جس شخص کے پاس اپنی اور اپنے زیر کفالت افراد کی ایک دن کی خوراک ہو' اس پر اپنی طرف سے اور اپنے زیر کفالت افراد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا لازم ہے' اور اگر اس کے پاس ایک دن کی خوراک نہیں ہے تو اس پر صدقہ فطر ادا کرنا لازم نہیں ہے۔ امام مالک نے کہا ہے کہ جس کے پاس پندرہ دن یا ایک ماہ کی خوراک ہو' اس پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ (التمہید ج ۵ ص ۵۳۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

بیوی کا صدقہ فطر شوہر پر لازم ہونے میں مذاہب فقہاء

حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ کس شخص کی بیوی اپنا صدقہ فطر خود ادا کرے گی یا اس کا شوہر اس کی طرف سے ادا کرے گا!

امام مالک' امام شافعی' امام احمد' لیث اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ خاوند پر لازم ہے کہ جس طرح وہ اپنا صدقہ فطر ادا کرتا ہے' اسی طرح اپنی بیوی کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرے' صدقہ فطر اس پر بھی واجب ہے اور اس کے زیر کفالت جتنے افراد ہیں' ان کا صدقہ فطر ادا کرنا بھی اس پر لازم ہے۔

سفیان ثوری' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ خاوند پر صرف یہ واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی کو کھانا کھلائے' اس پر یہ بھی واجب نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کے خادم کو کھانا کھلائے' اور بیوی پر واجب ہے کہ وہ اپنا صدقہ فطر بھی ادا کرے اور اپنے خادم کا صدقہ فطر بھی ادا کرے' انہوں نے کہا ہے کہ مرد پر صرف یہ واجب ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بچوں اور اپنے غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرد اور عورت پر صدقہ فطر فرض کیا ہے اور چھوٹے اور بڑے پر اور آزاد اور غلام پر' پس عورت پر الگ صدقہ فطر واجب ہے اور مرد پر الگ واجب ہے اور غلام کسی مال کا مالک نہیں ہوتا' اس لیے اس کا صدقہ فطر اس کے مالک پر واجب ہوگا اور چھوٹے بچے اس کے تابع ہیں اور بڑوں کی ذمہ داری اس پر نہیں ہے۔

(التمہید ج ۵ ص ۵۳۲-۵۳۱ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۷۱ - بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْعَبْدِ وَغَيْرِهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

صدقہ فطر کا تمام مسلمانوں پر واجب ہونا حتیٰ کہ غلاموں اور باندیوں پر بھی

اس عنوان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ غلام اور باندیاں تو کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے' ان پر صدقہ فطر کیسے واجب کیا گیا ہے؟ اس کے دو جواب ہیں' ایک یہ ہے کہ جس طرح ان کو نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کی قدرت ہے' اسی طرح ان کو محنت مزدوری کر کے صدقہ فطر ادا کرنے کی بھی قدرت ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کا مالک ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے گا۔

١٥٠٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ، عَلٰى كُلِّ حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ، ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى، مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ فطر فرض کی' کھجوروں سے چار کلوگرام اور جَو سے چار کلوگرام' پھر مسلمانوں میں سے ہر آزاد اور غلام پر اور ہر مرد اور عورت پر۔

اس کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۵۰۳ میں گزر چکی ہے۔

٧٢ - بَابٌ صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعٌ مِّنْ شَعِيْرٍ

جَو سے چار کلوگرام صدقہ فطر ادا کرنا

١٥٠٥ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كُنَّا نُطْعِمُ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عیاض بن عبداللہ از حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: ہم چار کلوگرام جَو صدقہ کھلاتے تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی حدیث: ۱۵۰۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٧٣ - بَابٌ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ

چار کلوگرام طعام یا دوسرے اناج سے صدقہ فطر ادا کرنا

اس عنوان میں ''طعام'' کا لفظ ہے' ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ''طعام'' سے مراد گندم ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ صحیح البخاری: ۱۵۱۰ میں خود حضرت ابوسعید کی تصریح ہے کہ طعام سے مراد جَو' کشمش' پنیر اور کھجور ہے۔

١٥٠٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عِيَاضِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ سَرْحٍ الْعَامِرِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كُنَّا نُخْرِجُ زَكٰوةَ الْفِطْرِ، صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ، اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ، اَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ، اَوْ صَاعًا مِّنْ اَقِطٍ، اَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن اسلم از عیاض بن عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح العامری' انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ ہم صدقہ فطر میں چار کلوگرام طعام دیتے تھے یا چار کلوگرام جَو دیتے تھے یا چار کلوگرام پنیر دیتے تھے یا چار کلوگرام کشمش دیتے تھے۔

امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ چار کلو گندم صدقہ فطر دیا جائے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو کلو گندم دیئے جائیں جیسا کہ حدیث: ۱۵۰۷ میں ہے۔ مختلف اجناس سے صدقہ فطر دینے کی حکمت ہم ان شاء اللہ صدقہ فطر کی احادیث کے اخیر میں بیان کریں گے۔

٧٤ - بَابٌ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ

چار کلوگرام کھجوروں سے صدقہ فطر ادا کرنا

١٥٠٧ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ قَالَ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَكٰوةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ، اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَجَعَلَ النَّاسُ عِدْلَهٗ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ.

نافع کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ فطر میں چار کلو گرام کھجور دینے کا حکم دیا یا چار کلو گرام جَو دینے کا حکم دیا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: پس لوگوں نے دو کلو گرام گندم کو اس کے برابر قرار دے دیا۔

(صحیح مسلم: ۹۸۴، الرقم المسلسل: ۲۲۴۵، سنن ابوداؤد: ۱۶۱۵، سنن ترمذی: ۶۷۵، سنن نسائی: ۲۵۰۱-۲۵۰۰، سنن کبریٰ: ۲۲۹۲-۲۲۹۱، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۹۵، مسند الحمیدی: ۷۰۱، صحیح ابن حبان: ۳۳۰۰، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۳۹، المستدرک ج ۱ ص ۴۰۹، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۶۲، شرح السنۃ: ۱۵۹۴، مسند احمد ج ۲ ص ۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۴۸۶، ج ۸ ص ۶۶، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

گندم سے صدقہ فطر دینے میں گندم کی مقدار چار کلو گرام ہے یا دو کلو گرام؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

گندم سے صدقہ فطر دینے میں گندم کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دو کلو گرام گندم دیئے جائیں گے کیونکہ اس حدیث میں نصف صاع گندم دینے کا ذکر ہے اور نصف صاع دو کلو گرام کے برابر ہیں اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چار کلو گندم دی جائے گی، کیونکہ صحیح البخاری: ۱۵۰۶ میں ایک صاع طعام دینے کا ذکر ہے اور ایک صاع چار کلو گرام کے برابر ہے اور طعام سے مراد ان کے نزدیک گندم ہے کیونکہ عرف میں طعام گندم کو کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

ایک صاع (چار کلو) گندم صدقہ فطر دینے کی تائید میں ائمہ ثلاثہ کی احادیث اور ان کا جواب

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ہر چھوٹے اور بڑے کی طرف سے اور آزاد اور غلام کی طرف سے چار کلو طعام، یا چار کلو پنیر یا چار کلو جَو یا چار کلو کھجور یا چار کلو کشمش صدقہ فطر نکالتے تھے، ہم اسی طرح صدقہ فطر نکالتے رہے، حتیٰ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حج یا عمرہ کرنے کے لیے آئے، پھر انہوں نے لوگوں سے منبر پر کلام کیا اور انہوں نے اپنے کلام میں یہ کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ شام کے دو کلو گندم چار کلو کھجوروں کے برابر ہیں، پھر لوگوں نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا تب حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو ہمیشہ چار کلو طعام ہی دیتا رہوں گا جب تک میں زندہ ہوں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۱۶، سنن نسائی: ۲۵۱۱، سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۹)

امام ابوداؤد نے کہا: ابن علیہ کی روایت میں چار کلو طعام کی جگہ چار کلو گندم کا ذکر ہے، مگر یہ روایت محفوظ نہیں ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میں ہمیشہ چار کلو طعام نکالتا رہوں گا، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ایک صاع (چار کلو) کھجور یا جَو یا پنیر یا کشمش نکالتے تھے، اس روایت میں سفیان نے آٹے کا اضافہ کیا۔

امام ابوداؤد نے یہ کہا: یہ اضافہ ابن عیینہ کا وہم ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۱۸)

میں کہتا ہوں کہ حدیث میں چار کلو طعام کا ذکر ہے، اس سے ائمہ ثلاثہ کا گندم مراد لینا بلا دلیل ہے، ثانیاً جن روایات میں طعام کی جگہ گندم یا آٹے کا ذکر ہے، امام ابوداؤد نے ان کو راوی کا وہم قرار دیا ہے، لہٰذا حدیث سے صدقہ فطر میں چار کلو گندم کی مقدار ثابت نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نصف صاع (دوکلو گندم) صدقہ فطر کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ بن ابی صُعیر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک صاع (چارکلوگرام) گندم (صدقہ فطر) ہر دو آدمیوں پر ہے' خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے' آزاد ہوں یا غلام' مرد ہوں یا عورت' رہا تم میں سے غنی تو اللہ اس کے باطن کو پاک کرے گا' رہا تم میں سے فقیر تو وہ جتنا دے گا اللہ اس سے زیادہ اس پر لوٹا دے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۱۹)

عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے' پس آپ نے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا: ایک صاع (چارکلو) کھجور یا چارکلو جَو ہر ایک فرد کی طرف سے' علی نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا: یا ایک صاع (چارکلو) گندم دو آدمیوں کی طرف سے' ہر چھوٹے اور بڑے کی طرف سے اور ہر آزاد اور غلام کی طرف سے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اپنے روزوں کا صدقہ نکالو' پس گویا کہ لوگوں کو علم نہیں تھا' پس فرمایا: یہاں اہل مدینہ میں سے کون ہیں؟ تم اپنے بھائیوں کی طرف کھڑے ہو' پس ان کو تعلیم دو' پس بے شک وہ نہیں جانتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ صدقہ فرض کیا ہے' ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو یا نصف صاع (دوکلوگرام) گندم ہر آزاد یا غلام پر' مرد یا عورت پر' چھوٹے یا بڑے پر' پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے قیمت میں کمی دیکھی تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر وسعت کر دی ہے' پس اگر تم ہر جنس سے ایک صاع (چارکلو) دو تو یہ بہتر ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۲۲' سنن نسائی: ۱۵۷۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۷۰' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۶۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۱۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا' ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش یا ایک صاع جَو یا دوکلو گندم' ہر شہری اور دیہاتی پر اور ہر چھوٹے اور بڑے پر یا ہر آزاد اور غلام پر۔

(سنن دارقطنی: ۲۰۶۲' دارالمعرفۃ ۱۴۲۲ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو یا دوکلو گندم ہے' ہر صغیر اور کبیر اور ہر آزاد اور غلام کی طرف سے۔ (سنن دارقطنی: ۲۰۶۳' دارالمعرفۃ ۱۴۲۲ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں لوگ صدقہ فطر نکالتے تھے' ایک صاع جَو' ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش' پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا اور گندم زیادہ ہوگئی تو آپ نے ان چیزوں کا بدل نصف صاع گندم کر دیا۔ (سنن دارقطنی: ۲۰۷۰' سنن ابوداؤد: ۱۶۱۴)

امام ابوداؤد کی روایت کردہ حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں لوگ صدقہ فطر نکالتے تھے' ایک صاع جَو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلاف آیا اور گندم بہ کثرت ہوگئی تو آپ نے ان دو چیزوں کا بدل نصف صاع (دوکلو) گندم کو کر دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۱۴' سنن نسائی: ۲۵۱۵)

عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدقہ فطر ادا کرو' ایک صاع

کھجور یا ایک صاع جَو یا نصف صاع (دوکلو) گندم' ہر چھوٹے یا بڑے سے یا ہر مرد یا عورت سے یا ہر آزاد اور غلام سے۔
(سنن دارقطنی: ۲۰۷۸' مصنف عبدالرزاق: ۵۷۸۵' مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۲' سنن ابوداؤد: ۱۶۲۱' اس حدیث کی سند قوی ہے)
عبداللہ بن ثعلبہ بن ابی صعیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید سے ایک دن یا دو دن پہلے خطبہ دیا' پس فرمایا: صدقہ فطر ہر ایک شخص کی طرف سے دوکلو گندم ہے یا اس کے علاوہ دوسرے طعام سے چار کلو ہے۔
(سنن دارقطنی: ۲۰۸۶' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۲۲ھ)
حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدقہ فطر نصف صاع (دوکلو) گندم' یا ایک صاع کھجور ہے' ہر چھوٹے اور بڑے اور ہر آزاد اور غلام کی طرف سے۔ (سنن دارقطنی: ۲۰۸۸)
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زکوٰۃ الفطر' ہر آزاد اور غلام پر' مرد اور عورت پر' چھوٹے اور بڑے پر' فقیر اور غنی پر' ایک صاع کھجوریں یا نصف صاع (دوکلو) گندم ہے۔ (سنن دارقطنی: ۲۰۹۱' مصنف عبدالرزاق: ۵۷۶۱)
حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جس کے پاس نصف صاع (دوکلو) گندم ہو' وہ صدقہ کرے یا ایک صاع جَو ہوں یا ایک صاع کھجوریں ہوں یا ایک صاع آٹا ہو یا ایک صاع کشمش ہو۔
(سنن دارقطنی: ۲۰۹۲' اس کی سند میں سلیمان بن ارقم متروک الحدیث ہے)
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہر مسلمان پر صدقہ فطر خواہ چھوٹا ہو یا بڑا' غلام ہو یا آزاد' دوکلو گندم ہے یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو۔ (سنن دارقطنی: ۲۱۰۰' مصنف عبدالرزاق: ۵۷۷۲' المعجم الاوسط للطبرانی: ۷۶۶۴' طبرانی کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے جس کا نام جعفر بن محمد ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۸۱)
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دوکلو گندم یا ایک صاع کھجور یا جَو (صدقہ فطر ہے)۔
(سنن دارقطنی: ۲۱۰۱' مصنف عبدالرزاق: ۵۷۷۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۳۶)
ابوقلابہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس نے خبر دی جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک دوکلو گندم (صدقہ فطر) پہنچایا۔
(سنن دارقطنی: ۲۱۰۳' مصنف عبدالرزاق: ۵۷۷۶۔ ۵۷۷۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۳۶)
ابوقلابہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک شخص نے خبر دی کہ اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دو آدمیوں کی طرف سے چار کلو گندم (صدقہ فطر) پہنچایا۔ (سنن دارقطنی: ۲۱۰۴' مصنف عبدالرزاق: ۵۷۷۴)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مہینہ کے آخر میں فرمایا: اور وہ اس وقت بصرہ کے امیر تھے' تم اپنے روزوں کی زکوٰۃ نکالو' تب لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا' تب آپ نے فرمایا: یہاں پر اہل مدینہ میں سے کون ہے؟ تم لوگ کھڑے ہو اور اپنے بھائیوں کو تعلیم دو' کیونکہ یہ لوگ نہیں جانتے' اس زکوٰۃ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرض کیا ہے' ہر مرد اور عورت پر' آزاد اور غلام پر' ایک صاع جَو یا کھجور یا نصف صاع (دوکلو) گندم۔ (سنن دارقطنی: ۲۱۰۵' سنن ابوداؤد: ۱۶۲۲' سنن نسائی: ۱۵۷۹)

۷۵ - بَابُ صَاعٍ مِّنْ زَبِيْبٍ

ایک صاع (چار کلو) کشمش سے

۱۵۰۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ يَزِيْدَ الْعَدَنِيَّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ سَرْحٍ، عَنْ اَبِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے یزید العدنی سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم' انہوں نے کہا: مجھے

سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُعْطِيْهَا فِيْ زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ، اَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ، اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ، اَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ، فَلَمَّا جَاءَ مُعَاوِيَةُ، وَجَاءَتِ السَّمْرَاءُ، قَالَ اُرٰى مُدًّا مِّنْ هٰذَا يَعْدِلُ مُدَّيْنِ.

عیاض بن عبد اللہ بن ابی سرح نے حدیث بیان کی از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک صاع طعام یا ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع جَو یا ایک صاع کشمش دیتے تھے' پھر جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آئے اور گندم (بھی) آ گئی تو انہوں نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ ایک کلو گندم ان چیزوں کے دو کلو کے برابر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۰۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٧٦ - بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الْعِيْدِ

عید سے پہلے صدقہ دینا

١٥٠٩ - **حَدَّثَنَا** اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِزَكٰوةِ الْفِطْرِ، قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حفص بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی طرف نکلنے سے پہلے زکوٰۃ فطر ادا کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۱۵۰۳ کا مطالعہ کریں۔

١٥١٠ - **حَدَّثَنَا** مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُمَرَ، عَنْ زَيْدٍ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ. وَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ وَكَانَ طَعَامَنَا الشَّعِيْرُ وَالزَّبِيْبُ، وَالْاَقِطُ وَالتَّمْرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمر نے حدیث بیان کی از زید از عیاض بن عبد اللہ بن سعد از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک صاع طعام نکالتے تھے' اور حضرت ابوسعید نے کہا: ہمارا طعام جَو' کشمش' پنیر اور کھجور تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۰۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ائمہ ثلاثہ کا صراحۃً رد ہے' جو کہتے ہیں کہ حضرت ابوسعید کی حدیث میں طعام سے مراد گندم ہے اور اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ گندم سے بھی ایک صاع یعنی چار کلو گرام صدقہ دینا چاہیے۔

٧٧ - بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ

آزاد اور غلام پر صدقہ فطر کا وجوب

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ، فِي الْمَمْلُوْكِيْنَ لِلتِّجَارَةِ يُزَكّٰى فِي التِّجَارَةِ، وَيُزَكّٰى فِي الْفِطْرِ.

اور الزہری نے کہا: جو غلام تجارت کے لیے ہیں' ان کی تجارت میں زکوٰۃ نکالی جائے گی اور عید الفطر میں ان کا صدقہ فطر دیا جائے گا۔

اس تعلیق کی اصل امام ابوعبید کی کتاب الاموال میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۷۱)

١٥١١ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ اَوْ قَالَ رَمَضَانَ، عَلَى الذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى، وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ، صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ، فَعَدَلَ النَّاسُ بِهٖ نِصْفَ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُعْطِي التَّمْرَ، فَاَعْوَزَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنَ التَّمْرِ، فَاَعْطٰى شَعِيْرًا. فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِيْ عَنِ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ، حَتّٰى اِنْ كَانَ يُعْطِيْ عَنْ بَنِيَّ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُعْطِيْهَا الَّذِيْنَ يَقْبَلُوْنَهَا، وَكَانُوْا يُعْطُوْنَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صدقہ فطر کو فرض کیا یا فرمایا: صدقہ رمضان کو فرض کیا مرد اور عورت پر' آزاد اور غلام پر' ایک صاع کھجوروں سے یا ایک صاع جَو سے پس لوگوں نے نصف صاع (دوکلو) گندم کو ان کے برابر کر دیا' پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کھجوریں دیتے تھے' پس جب اہل مدینہ کھجوروں کے محتاج ہو گئے تو وہ جَو دینے لگے' سو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چھوٹوں اور بڑوں کی طرف سے صدقہ دیتے تھے' حتیٰ کہ وہ میرے بیٹوں کی طرف سے بھی دیتے تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان لوگوں کو صدقہ دیتے تھے جو اس کو قبول کرتے تھے اور لوگ عید کی نماز سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے صدقہ فطر دیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٠٣ میں گزر چکی ہے۔

٧٨ - بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ

چھوٹے اور بڑے کو صدقہ فطر دینا

١٥١٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ، صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ، اَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ، عَلَى الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ، وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صدقہ فطر کو فرض کیا' ایک صاع جَو سے یا ایک صاع کھجور سے' چھوٹے اور بڑے پر اور آزاد اور غلام پر۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٠٣ میں گزر چکی ہے۔

ان احادیث میں صدقہ فطر ادا کرنے کی جو اجناس بیان کی گئی ہیں' ان کی قیمتوں میں کافی فرق ہے مثلاً دو کلو گندم اور چار کلو کشمش یا چار کلو پنیر کی قیمت میں کافی فرق ہے' اسی طرح قربانی کے جانوروں مثلاً ایک سال کے بکرے' دو سال کی گائے اور پانچ سال کے اونٹ کی قیمت میں بہت فرق ہے۔ (٢٠٠١ء میں) ہم نے اپنی تفسیر' تبیان القرآن' الحج: ٣٤ کی تفسیر میں اس فرق کی حکمت لکھی تھی اور چونکہ ان احادیث میں بھی صدقہ فطر کی مختلف اجناس کا ذکر آیا ہے' اس لیے ہم اس حکمت کو یہاں بھی نقل کر رہے ہیں:

قربانی کے جانوروں اور صدقۂ فطر میں تنوع

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صرف مسنہ کی قربانی کرو ہاں! اگر دنبوں میں مسنہ دشوار ہوتو چھ ماہ کے دنبہ کی قربانی کر سکتے ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۲۷۹۷، صحیح مسلم: ۱۹۶۳، سنن نسائی: ۴۳۹۰، سنن ابن ماجہ: ۱۳۴۱)

بکرے، گائے اور اونٹ میں مسنہ اس جانور کو کہتے ہیں، جس کے دودھ پینے کے دانتوں کی جگہ چرنے اور کھانے کے دانت نکل آئے ہوں۔ بکروں میں دو دانت اس وقت نکل آتے ہیں جب ان کی عمر ایک سال کی ہو چکی ہو اور گائے اور اونٹ میں دو دانت اس وقت نکل آتے ہیں جب گائے کی عمر دو سال کی ہو چکی ہو اور اونٹ کی عمر پانچ سال کی ہو چکی ہو۔

جس طرح قربانی کے جانوروں میں نبی ﷺ نے تنوع کو مشروع اور مسنون فرمایا۔ یعنی بکرے، گائے اور اونٹ ہر ایک کی قربانی ہو سکتی ہے اور آپ نے کی ہے اور اب تک مسلمان حسب استطاعت بکروں، گایوں اور اونٹوں کی قربانی کرتے ہیں، اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر میں بھی تنوع کو مشروع فرمایا ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں ہم ایک صاع (چار کلو گرام) طعام (صدقہ فطر) ادا کرتے تھے یا ایک صاع (چار کلو) کھجوریں یا ایک صاع (چار کلو) جَو یا ایک صاع (چار کلو) پنیر یا ایک صاع (چار کلو) کشمش، جب حضرت معاویہ کا زمانہ آیا تو گندم آ گئی اور انہوں نے کہا: میری رائے میں نصف صاع (دو کلو) گندم ان کے چار کلو کے برابر ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۵۰۷-۱۵۰۶، سنن ابوداؤد: ۱۶۷۰، سنن ترمذی: ۶۷۶، سنن نسائی: ۲۵۱۱، سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۹)

آج کل (۲۰۰۱ء میں) نصف صاع یعنی دو کلو گندم تقریباً چھبیس روپے کے ہیں اور چار کلو کھجور تقریباً دو سو روپے کی ہیں اور چار کلو کشمش تقریباً چار سو روپے کی ہیں اور چار کلو پنیر تقریباً ایک ہزار روپے کا ہے، سو جس طرح قربانی کے جانوروں میں تنوع ہے اور ان کی کئی اقسام ہیں، اسی طرح صدقہ فطر میں بھی تنوع ہے اور اس کی کئی اقسام ہیں، اور جو لوگ جس حیثیت کے ہوں، وہ اس حیثیت سے صدقہ فطر ادا کریں، مثلاً جو کروڑ پتی لوگ ہیں، وہ چار کلو پنیر کے حساب سے صدقہ فطر ادا کریں، جو لکھ پتی ہیں، وہ چار کلو کشمش کے حساب سے صدقہ فطر ادا کریں اور جو ہزاروں روپوں کی آمدنی والے ہیں، وہ چار کلو گرام کھجور کے حساب سے صدقہ فطر ادا کریں اور جو سینکڑوں کی آمدنی والے ہیں، وہ دو کلو گندم کے حساب سے صدقہ فطر ادا کریں، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل کروڑ پتی ہوں یا سینکڑوں کی آمدنی والے ہوں، سب دو کلو گندم کے حساب سے صدقہ فطر ادا کرتے ہیں اور تنوع پر عمل نہیں کرتے، جب کہ قربانی کے جانوروں میں لوگ تنوع پر عمل کرتے ہیں اور کروڑ پتی لوگ کئی کئی لاکھ کے بیل خرید کر اور متعدد قیمتی اور مہنگے دنبے اور بکرے خرید کر ان کی قربانی کرتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ ہم اپنا جائزہ لیں کہیں اس کی یہ وجہ تو نہیں ہے کہ قربانی کے مہنگے اور قیمتی جانور خرید کر ہمیں اپنی شان و شوکت اور امارت دکھانے کا موقع ملتا ہے۔ ہم بڑے فخر سے وہ قیمتی جانور اپنے عزیزوں اور دوستوں کو دکھاتے ہیں اور نمود و نمائش کرتے ہیں اور صدقہ فطر کسی غریب آدمی کے ہاتھ پر رکھ دیا جاتا ہے، اس میں دکھانے اور سنانے اور اپنی امارت جتانے کے مواقع نہیں ہیں، اس لیے کروڑ پتی سے لے کر عام آدمی تک سب دو کلو گندم کے حساب سے صدقہ فطر ادا کرتے ہیں۔ سوچیے! ہم کیا کر رہے ہیں؟ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن یہ ساری قربانیاں ریاکاری قرار دے کر ہمارے منہ پر ماردی جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے جانوروں کی متعدد قسمیں اس لیے کی ہیں کہ ہر طبقہ کے لوگ اپنی حیثیت کے لحاظ سے قربانی کا تعین کریں۔ اسی طرح آپ نے صدقہ فطر کی متعدد اقسام بھی اس لیے کی ہیں کہ ہر طبقہ کے لوگ اپنی حیثیت کے لحاظ سے صدقہ فطر ادا کریں، سو جس طرح ہم اپنی حیثیت کے لحاظ سے قربانی کے جانوروں کا تعین کرتے ہیں، اس طرح ہمیں اپنی حیثیت کے لحاظ سے صدقہ فطر کی قسم کا تعین بھی کرنا

چاہیے اور تمام طبقات کے لوگوں کو صرف دو کلو گندم کے حساب سے صدقہ فطر پر نہیں ٹرخانا چاہیے۔

* باب مذکور کی احادیث شرح صحیح مسلم: ۲۱۸۵۔ ۲۱۷۴۔ ج ۲ ص ۹۰۲۔ ۹۰۰ پر مذکور ہیں ان کی شرح کی عنوان یہ ہیں:

① صدقہ فطر کے حکم میں مذاہب ② گندم کے نصاب میں مذاہب ③ نظریہ احناف پر دلائل۔

''کتاب الزکوٰۃ'' کا اختتام

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد خاتم النبیّین وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وذریاتہٖ اجمعین! آج ۱۹ رجب ۱۴۲۸ھ/ ۴ اگست ۲۰۰۷ء بہ روز ہفتہ بعد نمازِ فجر ''کتاب الزکوٰۃ'' مکمل ہوگئی۔

''کتاب الزکوٰۃ'' میں ۱۷۲ احادیث مرفوعہ ہیں جن میں سے احادیث موصولہ ۱۱۹ ہیں اور باقی متابعات اور تعلیقات ہیں ان میں ایک سو احادیث مکررہ ہیں اور خالص احادیث ۷۲ ہیں ان میں ۱۷ احادیث ایسی ہیں جو صحیح مسلم میں بھی ہیں۔

الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے یہاں تک پہنچا دیا ہے صحیح البخاری کی باقی احادیث بھی مکمل کرا دیں اس کاوش کو میری طرف سے قبول فرمالیں اور میری اور میرے والدین کی میرے اساتذہ کی میرے احباب کی میرے تلامذہ کی اور تمام قارئین کی اور مسلمانوں کی مغفرت فرمادیں۔

آمین! یا رب العٰلمین بجاہ حبیبک سیّد المرسلین محمد وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۲۵ - کِتَابُ الْحَجِّ
حج کا بیان

''کتاب الزکوٰۃ'' کے بعد ''کتاب الحج'' درج کرنے کی توجیہ' حج کا لغوی اور شرعی معنی اور حج کی مشروعیت کی تاریخ

امام بخاری نے ''کتاب الزکوٰۃ'' کے بعد ''کتاب الحج'' کو درج کیا ہے' حالانکہ مناسب یہ تھا کہ وہ ''کتاب الزکوٰۃ'' کے بعد ''کتاب الصوم'' کو ذکر کرتے جیسا کہ علامہ ابن بطال نے کیا ہے' اور اسلام کے ارکانِ خمسہ بھی اسی ترتیب سے ہیں' لیکن جب کہ ''کتاب الزکوٰۃ'' اور ''کتاب الحج'' دونوں مالی عبادت ہونے میں شریک ہیں' اس لیے امام بخاری نے ''کتاب الزکوٰۃ'' کے بعد ''کتاب الحج'' کو شروع کیا۔

حج کا لغوی معنی ہے: قصد کرنا' اور اس کا شرعی معنی ہے: تعظیم کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت کا قصد کرنا' اس کی شرط احرام ہے اور اس کے ارکان وقوفِ عرفہ اور طوافِ زیارت ہیں' یہ زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے اور اس کے فرض ہونے کی شرط یہ ہے کہ انسان کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ حرمین شریفین تک جائے اور واپس آئے اور وہاں کھانے پینے اور رہائش کا انتظام کر سکے اور جو لوگ اس کے زیرِ کفالت ہوں' اتنے عرصہ کے لیے ان کا خرچ مہیا کر سکے اور اگر اس پر قرض ہو تو وہ ادا کر سکے اور وہ صحت مند ہو اور سفر کے قابل ہو اور اس کے سفر میں کوئی قانونی رکاوٹ نہ ہو اور اگر عورت حج کرنے والی ہو تو اس کے ساتھ اس کا شوہر یا مَحرم ہو۔

علامہ قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ حج ۵ ھ میں فرض ہوا ہے' ایک قول ہے: ۹ ھ میں فرض ہوا ہے اور یہی صحیح ہے' ایک قول ٦ ھ کا بھی ہے۔

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ٦۵٦ ھ لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ حج ۹ ھ میں فرض ہوا ہے کیونکہ ۱۹ رمضان ۸ ھ میں مکہ فتح ہوا تھا اور اس سال حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو حج کرایا تھا اور مشرکین بھی افعالِ جاہلیت کے مطابق حج کرتے رہے' پھر جب ۹ ھ میں حج فرض ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو اپنی امارت اور قیادت میں حج کرائیں اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ان کے پیچھے سورۃ براءت (توبہ) کا اعلان کرنے کے لیے بھیجا اور انہوں نے یہ اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور کعبہ میں برہنہ طواف نہیں کرے گا اور ۱۰ ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کیا اور اس حج کا نام حجۃ الوداع رکھا گیا' مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حج عمر میں صرف ایک بار فرض ہے اور اس کے وجوب کی یہ شرائط ہیں: عقل' بلوغ اور استطاعت' اس میں فقہاء کا اختلاف

ہے کہ حج فوراً واجب ہوتا ہے یا اس میں تاخیر کی گنجائش ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس میں ایک سال اور دو سال کی تاخیر کی گنجائش ہے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حج کے فرض ہونے کے بعد ایک سال کی تاخیر فرمائی تھی۔

(المفہم ج ۳ ص ۲۵۶۔۲۵۵' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

١ - بَابُ وُجُوْبِ الْحَجِّ وَفَضْلِهٖ — حج کا وجوب اور اس کی فضیلت

اس باب میں حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اب امام بخاری نے حج کے افعال سے متعلق ابواب کے بیان کو شروع کر دیا ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی ﴿وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا' وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ﴾ (آل عمران:۹۷).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس کے راستہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور جس نے کفر (انکار) کیا تو بے شک اللہ سارے جہانوں سے بے پرواہ ہےO (آل عمران:۹۷)

بیت اللہ کے اسماء

اس آیت میں بیت اللہ کا ذکر ہے' بیت اللہ کے متعدد نام ہیں' مشہور نام کعبہ ہے' قرآن مجید میں ہے:

جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ. (المائدہ:۹۷)

اللہ نے معزز بیت کعبہ کو لوگوں کے قیام کا سبب بنا دیا۔

کعبہ کا معنی شرف اور بلندی ہے اور بیت اللہ بھی مشرف اور بلند ہے' اس لیے اس کو کعبہ کہتے ہیں۔

اس کا نام ''البیت العتیق'' بھی ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ. (الحج:۲۹)

اور وہ البیت العتیق کا طواف کریں۔

''العتیق'' کا معنی آزاد کرنے والا ہے اور اس کی زیارت کرنے سے مسلمان دوزخ سے آزاد ہو جاتا ہے۔

اس کا نام مسجد حرام بھی ہے' قرآن مجید میں ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ. (بنی اسرائیل:۱)

سبحان ہے وہ جو اپنے مکرم بندہ کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے لے گیا۔

حج کی استطاعت کی تفصیل

ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ نے حج کی استطاعت میں حسب ذیل اُمور ذکر کیے ہیں:

(۱) حج کرنے والے کے پاس اتنا مال ہو' جو اس کی رہائش' کپڑوں' نوکروں' گھر کے سامان اور دیگر ضروریات سے اس قدر زائد ہو کہ مکہ مکرمہ تک جانے کے دوران' حج تک وہاں رہنے اور پھر واپس آنے کے لیے اور سواری کے خرچ کے لیے کافی ہو اور اس کے پاس اس کے علاوہ اتنا مال ہو' جس سے وہ اپنے قرضہ جات ادا کر سکے اور اس عرصہ کے لیے اس کے اہل وعیال کا خرچ پورا ہو سکے اور گھر کی مرمت اور دیگر مصارف ادا ہو سکیں۔

(۲) وہ شخص سالم الاعضاء اور تندرست ہو' حتیٰ کہ لولے لنگڑے' مفلوج' جس کے ہاتھ پیر کٹے ہوئے ہوں' بیمار اور بہت بوڑھے شخص پر حج فرض نہیں ہے' اگر وہ سفر خرچ اور سواری کے مالک ہوں تب بھی ان پر حج فرض نہیں ہے' اور جو شخص نابینا ہو اس پر بھی حج

کرنا فرض نہیں ہے اور نہ اپنے مال سے حج کرانا فرض ہے' اگر اس کو قائد میسّر ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر پھر بھی حج فرض نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس میں دو روایتیں ہیں۔

(۳) اگر راستہ میں سلامتی غالب ہو تو اس پر حج فرض ہے اور اگر سلامتی غالب نہ ہو تو پھر حج فرض نہیں ہے۔

(۴) اگر اس کے شہر اور مکہ کے درمیان تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت ہو تو عورت کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ اس کا خاوند ہو یا اس کا محرم ہو اور محرم کے لیے ضروری ہے کہ وہ مامون' آزاد اور عاقل اور بالغ ہو' محرم کا خرچ حج کرانے والے کے ذمہ ہے۔

(۵) عورت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس وقت میں عدت نہ گزار رہی ہو' خواہ عدتِ وفات ہو یا عدتِ طلاق۔

(فتاویٰ عالم گیری ج ۱ص ۲۱۹۔ ۲۱۷' مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والے پر وعید

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سفر خرچ اور ایسی سواری پر قادر ہو جو اس کو بیت اللہ تک پہنچا دے اور وہ حج نہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔ (سنن ترمذی: ۸۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے حج کیے؟

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین حج کیے' دو حج ہجرت سے پہلے اور ایک حج ہجرت کے بعد۔ (سنن ترمذی: ۸۱۵' سنن ابن ماجہ: ۳۰۷۶۔ ۲۶۰۶)

حلال آمدنی سے حج کرنے کی فضیلت اور حرام آمدنی سے حج کرنے کی مذمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص حلال آمدنی سے حج کرنے کے لیے نکلتا ہے اور اپنا پیر اونٹ کی رکاب میں رکھتا ہے اور ''لبیك لبیك'' کے ساتھ نداء کرتا ہے تو آسمان سے آواز آتی ہے: ''لبیك وسعدیك'' (تیری حاضری قبول ہے) تیرا سفر خرچ حلال ہے اور تیری سواری حلال ہے اور تیرا حج مقبول ہے' مردود نہیں ہے اور جب کوئی شخص حرام آمدنی کے ساتھ حج کے لیے نکلتا ہے اور اپنا پیر اونٹ کی رکاب میں رکھ کر کہتا ہے: ''لبیك'' تو آسمان سے ایک منادی نداء کرتا ہے: ''لا لبیك' لا سعدیك'' (تیری حاضری قبول نہیں) تیرا سفر خرچ حرام ہے' تیری سواری حرام ہے اور تیرا حج مقبول نہیں ہے۔ (المعجم الاوسط: ۵۲۲۴۔ ج ۶ ص ۱۱۰۔ ۱۰۹' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

۱۵۱۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْفَضْلُ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَتِ امْرَاَةٌ مِّنْ خَثْعَمَ، فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ اِلَيْهَا وَتَنْظُرُ اِلَيْهِ، وَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ اِلَى الشِّقِّ الْاٰخَرِ، فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ فِي الْحَجِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سلیمان بن یسار از عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت الفضل رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے تھے' پس قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی تو حضرت الفضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ ان کی طرف دیکھنے لگی' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت الفضل کا چہرہ دوسری طرف کر دیا' اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک اللہ کا اپنے بندوں پر حج کا فریضہ ہے' میرا باپ بہت

اَدْرَکَتْ اَبِیْ شَیْخًا کَبِیْرًا' لَا یَثْبُتُ عَلَی الرَّاحِلَةِ' اَفَاَحُجُّ عَنْهُ ؟ قَالَ نَعَمْ. وَذٰلِكَ فِی حَجَّةِ الْوَدَاعِ. بوڑھا ہے وہ سواری پر برقرار نہیں رہ سکتا! کیا میں اس کی طرف سے حج ادا کردوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

[اطراف الحدیث: ۱۸۵۴-۱۸۵۵-۴۳۹۹-۶۲۲۸]

(صحیح مسلم: ۱۳۳۴' الرقم المسلسل: ۳۱۹۳' سنن ابوداؤد: ۱۸۰۹' سنن نسائی: ۲۶۴۱' سنن دارمی: ۱۸۳۳' المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۲۷۳' مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۰۴۹- ج ۵ ص ۱۶۹' مؤسسة الرسالة' بیروت' مسند الطحاوی: ۳۳۲۷)

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: حج کا وجوب اور اس کی مطابقت اس حدیث سے اس طرح ہے کہ جب اس عورت کا باپ خود حج نہیں کر سکتا تھا تو آپ نے اس کی بیٹی کو اس کی طرف سے حج کرنے کا حکم دیا' اس سے حج کا وجوب معلوم ہوا۔

حضرت الفضل رضی اللہ عنہ کا تذکرہ' حضرت الفضل کا چہرہ دوسری طرف پھیرنے اور عورت کو منع نہ کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت الفضل کا ذکر ہے' ان کا نام ہے: حضرت الفضل بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی الہاشمی' ابو عبداللہ' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد ہیں' ان کی والدہ حضرت ام الفضل لبابة الکبریٰ بنت الحارث بن حزن الہلالیہ ہیں' ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں' حضرت الفضل' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جنگ یرموک میں شہید ہو گئے تھے' ان کی شہادت صفر ۱۳ھ میں ہوئی تھی' اس وقت ان کی عمر بائیس سال تھی۔

حضرت الفضل سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ ایک سواری پر دو آدمیوں کا بیٹھنا جائز ہے۔

حضرت الفضل اس عورت کی طرف دیکھنے لگے اور وہ ان کی طرف دیکھنے لگی' اس میں یہ دلیل ہے کہ عورت کا چہرہ احرام میں کھلا رہنا چاہیے۔ حضرت الفضل نے اس عورت کے چہرہ کی طرف دیکھا' اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی طبیعت پر شہوت کا غلبہ ہے اور وہ طبعی تقاضوں کو روکنے میں کم زور ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت الفضل کا چہرہ دوسری طرف کر دیا' اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے چہرہ کی طرف دیکھنا ممنوع ہے اور عالم کو چاہیے کہ وہ اس سے روکے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کو حضرت الفضل کی طرف دیکھنے سے منع نہیں فرمایا کیونکہ جب آپ نے حضرت الفضل کے چہرہ کو اس کی طرف سے پھیر دیا تو وہ عورت بھی متنبہ ہو گئی تھی' اس حدیث کی وجہ سے بعض مالکی فقہاء نے یہ کہا ہے کہ عورت پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنے چہرے کو ڈھانپے بلکہ مرد پر لازم ہے کہ وہ عورت کے چہرے کی طرف نہ دیکھے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کو چہرہ ڈھانپنے کے لیے اس لیے نہیں فرمایا کیونکہ وہ احرام میں تھی اور احرام میں چہرہ کھلا رکھا جاتا ہے' اور آپ نے حضرت الفضل کو اس عورت کی طرف دیکھنے سے منع کرنے کے بجائے ان کا چہرہ دوسری طرف کر دیا کیونکہ فعل سے منع کرنا قول سے منع کرنے کی بہ نسبت زیادہ قوی ہے۔

حج بدل کرنے میں فقہاء اسلام کے مذاہب

امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب' الثوری' امام شافعی اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی شخص معذور ہو اور وہ حج نہ کر سکے تو اس کی طرف سے حج بدل کرنا جائز ہے' اور امام مالک اور لیث نے یہ کہا ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے حج نہ کرے سوائے اس صورت

کے کہ کوئی شخص فوت ہو چکا ہو اور اس نے حجۃ الاسلام نہ کیا ہو۔

صاحب الھدایہ نے یہ کہا ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو عطا کردے خواہ نماز ہو یا صدقہ ہو یا روزہ ہو یا کوئی اور عبادت ہو' یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک صحیح ہے' کیونکہ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے دو مینڈھوں کی قربانی کی' ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے۔ (صحیح مسلم: ۱۹۶۷' سنن ابوداؤد: ۲۷۹۲)

عبادت کی کئی قسمیں ہیں: (۱) مالیہ محضہ' جیسے زکوٰۃ (۲) بدنیہ محضہ' جیسے نماز (۳) اور دونوں سے مرکب' جیسے حج۔

پہلی قسم میں نیابت جاری ہوتی ہے' اور دوسری قسم میں کسی حال میں نیابت جائز نہیں ہے اور تیسری قسم میں اس وقت نیابت جائز ہے جب اصل مکلف شخص اس عبادت کی ادائیگی سے عاجز ہو اور جب وہ خود اس عبادت پر قادر ہو تو کسی اور کا اس کی طرف سے اس عبادت کو کرنا جائز نہیں ہے اور اس میں یہ شرط ہے کہ اصل مکلف تاحیات اس عبادت کو کرنے سے عاجز ہو کیونکہ حج پوری زندگی میں فرض ہے' اور نفلی حج میں قدرت کی حالت میں بھی نیابت جائز ہے کیونکہ نفل کے باب میں زیادہ وسعت ہے' اور ظاہر المذہب یہ ہے کہ حج اس کا ہوگا جس کی طرف سے حج کیا جائے گا جیسا کہ الخثعمیہ کی حدیث میں مذکور ہے۔

حج بدل میں حج کس کا ہوگا؟ حج کرنے والے کا یا حج کروانے والے کا؟

امام محمد کے نزدیک حج اس کا ہوگا جو حج کرے گا اور حج کرانے والے کو مال خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔

(ہدایہ اوّلین ص ۲۷۷۔ ۲۷۶' محمد علی کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ جب مریض کسی شخص کو حج کرنے کا حکم دے' پھر بعد میں وہ تندرست ہو جائے تو فقہاء احناف' امام شافعی اور ابوثور نے یہ کہا ہے کہ اب اس کے لیے وہ حج کافی نہیں ہوگا' اور اس پر لازم ہے کہ وہ خود حج کرے اور امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ اس کی طرف سے جو حج کیا گیا ہے' وہ اس کے لیے کافی ہے' اسی طرح سے جو شخص اس مرض میں مر گیا اور اس کی طرف سے حج کیا جا چکا ہے تو فقہاء احناف اور ابوثور نے کہا ہے کہ وہ اس کے لیے حجۃ الاسلام سے کافی ہے اور امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس کے لیے یہ حج' حجۃ الاسلام سے کافی ہے اور دوسرا یہ ہے کہ کافی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۸۱۔ ۱۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حج بدل کرنے کے ثبوت میں دیگر احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سنا' ایک شخص کہہ رہا تھا: شبرمہ کی طرف سے لبیک' آپ نے پوچھا: شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا بھائی ہے یا میرا رشتہ دار ہے' آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنا حج کر لیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پہلے اپنا حج کرو' پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرو (افضل یہی ہے کہ پہلے اپنا حج کرے' بعد میں دوسرے کی طرف سے)۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۱۱' سنن ابن ماجہ: ۲۹۰۳' المنتقیٰ لابن جارود: ۴۹۹' مشکل الآثار ج ۳ ص ۲۲۳' صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۳۹' مسند ابویعلیٰ: ۲۴۴۰' سنن الدارقطنی ج ۲ ص ۲۶۷' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۳۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کیا یا ان کا کوئی قرض ادا کیا' وہ قیامت کے دن ابرار (نیکی کرنے والوں) کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

(سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم' سنن دارقطنی: ۲۵۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرے

تو وہ حج اس کی طرف سے بھی قبول کیا جاتا ہے اور اس کے والدین کی طرف سے بھی اور ان کی روحیں آسمان میں خوش ہوتی ہیں اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیکی کرنے والا لکھا جاتا ہے۔ (سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم' سنن دار قطنی: ۲۵۷۳' دار الکتب العلمیہ' اس کی سند میں ایک راوی ابو سعید البقال ضعیف ہے' تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۸۰۔۷۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے باپ اور ماں کی طرف سے حج کیا' اس کا اپنا حج بھی ہو گیا اور اس کو دس حج کرنے کی فضیلت ملے گی۔ (سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم' رقم الحدیث: ۲۵۷۶ طبع جدید' اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ اس پر جو حج فرض ہے وہ اس کو ادا کرنے کی نیت کرے' پھر اس کا ثواب اپنے ماں باپ کو پہنچا دے)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے باپ کا انتقال ہو گیا اور اس نے حج نہیں کیا' آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے باپ پر قرض ہوتا اور تم اس کو ادا کرتے تو وہ قبول کیا جاتا؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔ (سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم' المعجم الاوسط: ۱۰۰' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کو امام بزار نے اور امام طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۲)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۱۴۷۔ ج ۳ ص ۶۳۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوانات ہیں:

(۱) حج بدل میں شوافع کا نظریہ اور تشریح حدیث (۲) حج بدل میں احناف کا نظریہ (۳) حج بدل کے عدم وجوب میں مالکیہ کے دلائل (۴) دلائل مالکیہ کے جوابات (۵) حنابلہ کا نظریہ (۶) نظریہ احناف پر دلائل (۷) اموات کے لیے ایصال ثواب۔

۲ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ (الحج: ۲۸۔۲۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اور لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کیجئے) وہ آپ کے پاس دور دراز راستوں سے پیدل اور ہر دُبلے اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے ۝ تاکہ وہ اپنے فوائد کے مقامات پر حاضر ہوں۔ (الحج: ۲۸۔۲۷)

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں اس آیت کو ذکر کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ حج کی سواری پر قدرت کی جو شرط ہے وہ پیدل حج کرنے کے منافی نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں حج کے لیے پیدل چل کر جانے اور سواری پر جانے دونوں کا ذکر ہے۔

قیامت تک وہی حج کر سکیں گے جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پکار پر لبیک کہا تھا

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے اس آیت کی تفسیر میں حسب ذیل روایات ذکر کی ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ آپ لوگوں میں حج کرنے کا اعلان کیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! ان سب لوگوں تک میری آواز کیسے پہنچے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ اعلان کیجئے! آواز پہنچانا میرا کام ہے' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعلان کیا: اے لوگو! تم پر اس قدیم گھر کا حج فرض کر دیا گیا ہے' سو تم حج کرو! آسمان اور زمین کی تمام مخلوق نے اس اعلان کو سن لیا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین کے دور دراز علاقوں سے تلبیہ پڑھتے ہوئے لوگ حج کرنے کے لیے آتے ہیں!

(جامع البیان: ۱۸۹۳۵' تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۳۸۷۷' المستدرک ج ۲ ص ۳۸۹۔۳۸۸)

مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر نداء کی: اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نداء ان سب کو سنا دی' جو مردوں کی پشت میں اور عورتوں کے رحموں میں تھے اور ان سب نے اس نداء کا جواب دیا' جو اللہ تعالیٰ کے علم میں قیامت تک حج کرنے والے تھے' جنہوں نے ''اللهم لبيك اللهم لبيك'' کہا تھا۔ (جامع البیان: ۱۸۹۳۶' المستدرک ج ۲ ص ۵۵۲)

اس آیت کی مزید تشریح ہماری تفسیر' تبیان القرآن' سورۃ الحج: ۹۸۔۹۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿فِجَاجًا﴾ (نوح: ۲۰) اَلطُّرُقُ الْوَاسِعَةُ. ''فجاجًا'' وسیع اور کشادہ راستے۔

امام بخاری کی عادت ہے' جب آیت میں کوئی مشکل لفظ آیا ہو تو اس کا معنی بیان کر دیتے ہیں' اس آیت میں ''فج عمیق'' کا لفظ تھا تو امام بخاری نے بتایا' اس کی جمع ''فجاجًا'' ہے اور اس کا معنی ہے: وسیع اور کشادہ راستے۔

۱۵۱٤ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَبُ رَاحِلَتَهٗ بِذِى الْحُلَيْفَةِ، ثُمَّ يُهِلُّ حَتّٰى تَسْتَوِىَ بِهٖ قَائِمَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب کہ سالم بن عبد اللہ بن عمر نے ان سے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذوالحلیفہ میں سواری پر سوار ہوئے' پھر آپ نے احرام باندھا حتیٰ کہ سواری سیدھی کھڑی ہو گئی۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۷' الرقم المسلسل: ۲۷۷۵' سنن ابوداؤد: ۱۷۷۲' سنن نسائی: ۱۱۷' سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن عیسیٰ ابو عبد اللہ التستری مصری الاصل' یہ تستر میں تجارت کرتے تھے تو اس طرف منسوب ہو گئے' ۲۴۳ھ میں ان کی وفات ہوئی (۲) ابن وہب' وہ عبد اللہ بن وہب مصری ہیں (۳) یونس بن یزید الایلی (۴) محمد بن شہاب الزہری (۵) سالم بن عبد اللہ بن عمر (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۸۶)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذوالحلیفہ میں سواری پر سوار ہوئے۔

سواری پر سوار ہو کر حج کرنا افضل ہے یا پیدل چل کر؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر حج میں سواری پر سوار ہونا اور پیدل چلنا دونوں جائز ہیں' تاہم اس میں بحث ہے کہ ان میں سے افضل کون سی چیز ہے۔

جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ سواری پر سفر کرنا افضل ہے کیونکہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کی اتباع ہے اور حج کے سفر میں خرچ کرنا ہے' اور حج کے سفر میں خرچ کرنا بہت زیادہ اجر و ثواب کا موجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۸۶)

سواری پر حج کرنے کی فضیلت میں احادیث

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حج میں خرچ کرنا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے' سات سو گنا۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۵' المعجم الاوسط: ۵۲۷۰) یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حج میں خرچ کرنا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی مثل ہے' ایک درہم کو خرچ کرنا سات سو درہم کو خرچ کرنے کے برابر ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۰۸)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے' وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ کے وفود ہیں' اگر وہ سوال کریں تو ان کو عطا کیا جاتا ہے' اگر وہ دعا کریں تو ان کی دعا قبول ہوتی ہے اور اگر وہ خرچ کریں تو ان کو اس کا بدل عطا کیا جاتا ہے۔ الحدیث (شعب الایمان: ۴۱۰۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ عزوجل کے وفد ہیں' وہ جو سوال کریں' اللہ عطا فرماتا ہے' وہ جو دعا کریں اللہ قبول فرماتا ہے اور وہ جو خرچ کریں اس کا عوض انہیں ایک درہم کے بدلا میں دس لاکھ درہم عطا کیا جاتا ہے۔ (شعب الایمان: ۴۱۰۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک عورت نے نذر مانی کہ وہ پیدل چل کر بیت اللہ جائے گی' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا گیا' تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ اس کے پیدل چلنے سے مستغنی ہے' اس کو سوار ہونے کا حکم دو۔

(سنن ترمذی: ۱۵۳۶)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سواری پر سوار ہو کر حج کرنا زیادہ افضل ہے کیونکہ اس میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے اور حج میں خرچ کرنے سے ایک درہم کے بدلا میں سات سو درہم یا دس لاکھ درہم اجر ملتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواری پر سوار ہو کر حج کیا تھا اور سوار ہو کر حج کرنے میں آپ کے فعل کی اتباع ہے۔

پیدل حج کرنے کی فضیلت میں احادیث

بعض فقہاء نے کہا: پیدل چل کر حج کرنا زیادہ افضل ہے کیونکہ اس میں زیادہ مشقت ہے اور اس کا اجر بہت زیادہ ہے' حدیث میں ہے:

زاذان بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بہت سخت بیمار ہو گئے' انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلا کر جمع کیا' پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو مکہ سے پیدل حج کرنے کے لیے نکلا حتیٰ کہ مکہ لوٹ آیا' اللہ اس کو ہر قدم کے بدلے میں سو نیکیاں عطا فرمائے گا' ہر نیکی حرم کی نیکیوں کی مثل ہو گی' پوچھا گیا: حرم کی نیکیاں کیسی ہیں؟ فرمایا: ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ (المستدرک: ۱۷۳۵' المطالب العالیہ: ۱۰۶۱' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۰۹' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۷۸' المعجم الکبیر ج ۳ ص ۱۶۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے کسی چیز کا کوئی افسوس نہیں ہے' سوائے اس کے کہ میں نے پیدل حج نہیں کیا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے سوار ہو کر حج کیا' اس کو ہر قدم پر ایک نیکی ملے گی اور جس نے پیدل حج کیا' اس کو ہر قدم چلنے پر حرم کی ستر نیکیاں ملیں گی۔ (الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۱۵۷۰' المکتبۃ الاثریہ' پاکستان)

سواری پر حج کرنے والوں کو ملال نہیں کرنا چاہیے

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ سوار ہو کر حج کرنے اور پیدل چل کر حج کرنے کا معاملہ اشخاص اور احوال کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۱۹۹۴ء میں حج کیا تھا اور ۱۹۸۳ء سے میری کمر میں شدید درد تھا' مجھے مکہ مکرمہ سے پیدل چل کر حج کے لیے جانے کی بہت خواہش تھی لیکن میں اپنی کمر کی تکلیف کی وجہ سے دو کلومیٹر سے زیادہ پیدل نہیں چل سکتا تھا'

بہر حال میں اپنی مجبوری کی وجہ سے بس میں بیٹھ کر منیٰ' عرفات' مزدلفہ اور پھر واپس مکہ مکرمہ آیا لیکن مجھے بڑا قلق رہتا تھا کہ میں پیدل حج کر کے ہر قدم پر حرم شریف کی سات سو نیکیوں کا اجر حاصل نہیں کر سکا' لیکن آج ان سطور کے لکھتے وقت میں سوچ رہا ہوں کہ کیا ہوا جو میں نے پیدل حج نہیں کیا' میں نے سواری پر سوار ہو کر حج کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پالیا اور سواری کے کرائے میں جو میں نے رقم خرچ کی تو ایک حدیث کے مطابق مجھے ایک روپے کے مقابلہ میں ان شاء اللہ سات سو روپے راہِ خدا میں خرچ کرنے کا اجر ملے گا اور دوسری حدیث کے مطابق مجھے ان شاء اللہ ایک روپے کے مقابلہ میں دس لاکھ روپے راہِ خدا میں خرچ کرنے کا اجر ملے گا اور چونکہ یہ روپے حرم شریف میں خرچ ہوئے تو ان کا اجر بھی ہر روپے پر سات سو گنا زیادہ ہوگا' سو اس بحث کے لکھتے وقت پیدل حج نہ کرنے کی وجہ سے جو مجھے چودہ سال سے ملال تھا وہ آج جاتا رہا (یہ سطور ۲۰ رجب ۱۴۲۸ھ/ ۵ اگست ۲۰۰۷ء کو لکھی گئی ہیں)۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۱۷۸۔ ج ۳ ص ۶۷۵ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۵۱۵ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ سَمِعَ عَطَاءً يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ إِهْلَالَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ' حِينَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ. رَوَاهُ أَنَسٌ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم نے حدیث حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے عطاء سے سنا' وہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام باندھنا ذوالحلیفہ سے تھا' آپ کی سواری سیدھی کھڑی ہوگئی۔ اس حدیث کو حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی حسب سابق ہے۔

۳ - بَابُ الْحَجِّ عَلَى الرَّحْلِ

پالان پر سوار ہو کر حج کرنا

۱۵۱٦ - وَقَالَ أَبَانُ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ دِينَارٍ' عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهَا أَخَاهَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ' فَأَعْمَرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ' وَحَمَلَهَا عَلَى قَتَبٍ.

اور ابان نے کہا: ہمیں مالک بن دینار نے حدیث بیان کی از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی حضرت عبد الرحمٰن کو بھیجا' پس انہوں نے حضرت عائشہ کو مقام تنعیم سے عمرہ کرایا اور ان کو پالان کی پچھلی لکڑی پر بٹھایا۔

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ شُدُّوا الرِّحَالَ فِي الْحَجِّ' فَإِنَّهُ أَحَدُ الْجِهَادَيْنِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حج میں پالانیں باندھو کیونکہ حج بھی دو جہادوں میں سے ایک جہاد ہے۔

اس تعلیق کی اصل مصنف عبد الرزاق: ۸۸۴۰ میں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج کو جہاد اس لیے فرمایا کہ حج میں بھی انسان اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرتا ہے' حج کی مشقت پر صبر کرتا ہے' نفسانی لذتوں کو ترک کرتا ہے' اپنے آپ کو شہوت کے تقاضوں سے دور رکھتا ہے۔

۱۵۱۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ' عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابوبکر المقدمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث

ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ حَجَّ أَنَسٌ عَلٰی رَحْلٍ، وَلَمْ يَكُنْ شَحِيحًا، وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلٰی رَحْلٍ، وَكَانَتْ زَامِلَتَهُ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عزرہ بن ثابت نے حدیث بیان کی از ثمامہ بن عبد اللہ بن انس انہوں نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ نے پالان پر بیٹھ کر حج کیا اور وہ کنجوس نہ تھے اور انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پالان پر سوار ہو کر حج کیا اور اونٹ کی دونوں طرف کی تھیلیوں میں آپ کا سامان لدا ہوا تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابی بکر المقدمی (۲) یزید بن زریع (۳) عزرہ بن ثابت الانصاری (۴) ثمامہ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۰)

۱۵۱۸ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَيْمَنُ بْنُ نَابِلٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اعْتَمَرْتُمْ وَلَمْ أَعْتَمِرْ، فَقَالَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ، اِذْهَبْ بِأُخْتِكَ، فَأَعْمِرْهَا مِنَ التَّنْعِيمِ. فَأَحْقَبَهَا عَلٰی نَاقَةٍ، فَاعْتَمَرَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایمن بن نابل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں القاسم بن محمد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ لوگوں نے عمرہ کر لیا اور میں نے عمرہ نہیں کیا' آپ نے فرمایا: اے عبد الرحمان! اپنی بہن کو لے جاؤ اور ان کو مقام تنعیم سے عمرہ کراؤ' حضرت عبد الرحمٰن نے ان کو اونٹنی پر اپنے پیچھے پالان پر بٹھایا' پس انہوں نے عمرہ کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے' تاہم ان دونوں حدیثوں سے بھی معلوم ہوا کہ پیدل حج کرنے کی بہ نسبت سواری پر بیٹھ کر حج کرنا افضل ہے۔

٤ - بَابُ فَضْلِ الْحَجِّ الْمَبْرُوْرِ — حج مقبول کی فضیلت

اس عنوان میں ''حج مبرور'' کا لفظ ہے' ابن خالویہ نے کہا: اس کا معنی ہے: حج مقبول' دوسروں نے کہا: اس کا معنی ہے: جس حج میں کوئی گناہ نہ کیا ہو' ''المبرور'' کا ماخذ ''بر'' ہے' اس کا معنی ہے: نیکی۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۱)

میں کہتا ہوں کہ حدیث میں حج مبرور کا معنی یہ بیان کیا گیا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج مبرور کی جزاء صرف جنت ہے' آپ سے پوچھا گیا کہ ''بر'' کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کھانا کھلانا اور اچھی باتیں کرنا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۲' ۳' الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۱ ص ۱۴۱' شعب الایمان: ۴۱۱۹)

۱۵۱۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ

سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ جِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ.

رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا' پوچھا گیا: پھر کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا' پوچھا گیا: پھر کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: حج مبرور۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٦ میں گزر چکی ہے۔

١٥٢٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ عَمْرَةَ' عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ' عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' نَرَى الْجِهَادَ اَفْضَلَ الْعَمَلِ' اَفَلَا نُجَاهِدُ؟ قَالَ لَا لٰكِنَّ اَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالرحمان بن المبارک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی عمرہ نے خبر دی از عائشہ بنت طلحہ از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہماری رائے ہے کہ جہاد سب سے افضل عمل ہے تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے۔

[اطراف الحدیث: ١٨٦١-٢٧٨٤-٢٨٧٥-٢٨٧٦]

(سنن نسائی: ٢٦٢٧' سنن ابن ماجہ: ٢٩٠١' مسند الطحاوی: ٩٤٩٠)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبدالرحمان بن المبارک بن عبداللہ العیشی (٢) خالد بن عبداللہ بن عبدالرحمان الطحان (٣) حبیب بن ابی عمرہ (٤) عائشہ بنت طلحہ بنت عبیداللہ التیمیہ القرشیہ یہ قریش میں حسین ترین خاتون تھیں' مصعب بن الزبیر نے ان کا دس لاکھ مہر مقرر کیا تھا (٥) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ١٩٢)

حج کے جہاد سے افضل ہونے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہمارے نزدیک جہاد سب سے افضل عمل ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں جہاد کرنے والوں کی قلت تھی اور ہر شخص پر جہاد کرنا فرض عین تھا لیکن جب اسلام ہر جگہ پھیل گیا تو پھر جہاد فرض کفایہ ہو گیا' جو شخص جہاد کر لیتا تو پھر باقی مسلمانوں سے جہاد کی فرضیت ساقط ہو جاتی' پس اس وقت حج جہاد سے افضل ہو گیا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا: لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے' لیکن جب دشمن مسلمانوں کے شہر پر ٹوٹ پڑے اور اس سے دفاع کی ضرورت ہو اور دشمن بہت غالب اور قوی ہو اور اس سے خطرہ ہو تو پھر اس وقت جہاد فرض عین ہو گا اور اس وقت جہاد کرنا حج سے افضل ہو گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلنے پر روافض کا اعتراض اور اس کا جواب

المہلب نے کہا ہے کہ آپ نے فرمایا: لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے' اس میں آپ نے اس آیت کی تفسیر فرمائی ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح

الْأُولَى. (الاحزاب: ۳۳) اپنے بناؤ سنگھار کی نمائش نہ کرو۔

اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورتوں پر لازم ہے کہ وہ گھروں میں رہیں جیسا کہ روافض کا زعم ہے' جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر یہ طعن کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں میں صلح کرانے کے لیے اپنے گھر سے نکل کر بصرہ گئیں' ان کا یہ طعن اس لیے وارد نہیں ہوتا کہ حضرت عائشہ دراصل حج کرنے کے لیے گئی ہوئی تھیں' اسی اثناء میں باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور ان کے رفقاء ان کے خوف سے مدینہ چھوڑ کر مکہ میں آ گئے اور حضرت عائشہ کو بھی مشورہ دیا' آپ اب مدینہ نہ جائیں' باغیوں سے کوئی بعید نہیں کہ وہ آپ کی بے حرمتی کریں' بصرہ میں ہمارے بہت حامی ہیں' آپ ہمارے ساتھ وہاں چلیں' سو حضرت عائشہ اصلاح کی غرض سے بصرہ روانہ ہو گئیں' پھر جو ہونا تھا وہ ہو گیا' لیکن حضرت عائشہ کا گھر سے نکلنا حج کے لیے تھا اور حج پر جانے کی اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی ہے۔

۱۵۲۱ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ أَبُو الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ، فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.

[اطراف الحدیث: ۱۸۱۹۔ ۱۸۲۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سیار ابوالحکم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوحازم سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے اللہ کے لیے حج کیا اور شہوت آمیز باتیں نہیں کیں' نہ کوئی گناہ کیا تو وہ حج سے اس طرح واپس ہوگا جیسے اپنی ماں سے اسی دن پیدا ہوا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۵۰' الرقم المسلسل: ۳۲۳۳' سنن ترمذی: ۸۱۱' سنن نسائی: ۲۶۲۷' سنن دارقطنی ج ۵ ص ۲۶۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۱۳۶۔ ج ۱۲ ص ۳۸' مؤسسة الرسالة' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۷۰۵۴' مکتبة الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) سیار (۴) ابوحازم سلیمان الاشجعی' یہ عمر بن عبد العزیز کے ایامِ حکومت میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۴)

''رفث'' اور ''فسق'' کا معنی

اس حدیث میں ''رفث'' اور ''فسق'' کے الفاظ ہیں' ''رفث'' کے معنی ہیں: جماع کرنا اور جماع سے متعلق باتیں کرنا اور ''فسق'' کا معنی ہے: اللہ کے حکم کو ترک کرنا اور راہِ حق سے منحرف ہونا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانا۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: وہ حج سے اس طرح واپس ہوگا جیسے اپنی ماں سے اسی دن پیدا ہوا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یعنی اس کا کوئی گناہ نہیں ہوگا' اس کا ظاہر معنی یہ ہے کہ اس کے تمام صغائر اور کبائر کی مغفرت کر دی جائے گی' اور گناہوں سے بَری ہونے میں وہ اپنے اس حال کے مشابہ ہوگا' جب وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ملاعلی قاری کی یہ تحقیق کہ حج کرنے سے گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے اور نہ حقوق العباد معاف ہوتے ہیں

ملاعلی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ حج کرنے سے گزشتہ تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن اس پر اجماع ہے کہ عبادات سے صرف وہ صغائر معاف ہوتے ہیں جن کا تعلق حقوق العباد سے نہ ہو' کیونکہ حقوق العباد اس وقت معاف ہوتے ہیں' جب صاحب حق کو راضی کر دیا جائے' علاوہ ازیں شرک کے علاوہ باقی گناہوں کا معاف ہونا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔

(مرقات ج ۵ ص ۳۸۲' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

مصنف کی یہ تحقیق کہ حج کرنے سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

میں کہتا ہوں کہ ملاعلی قاری کی اس عبارت نے تو حج کی عظمت اور اہمیت کو ختم کر دیا ہے' صرف صغائر کی مغفرت تو ایک نماز پڑھنے سے بھی بلکہ وضوء کرنے سے بھی ہو جاتی ہے' پھر حج کی خصوصیت کیا رہے گی! یہ ٹھیک ہے کہ کبیرہ گناہوں کی معافی توبہ سے ہوتی ہے لیکن حج کرنے والا میدانِ عرفات میں اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہے' اس لیے حج کرنے سے اس کے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ہماری اس تقریر کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

طلحہ بن عبید اللہ بن کریز بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شیطان کو کسی دن اس سے زیادہ چھوٹا' اس سے زیادہ خیر سے دور' اس سے زیادہ حقیر اور اس سے زیادہ غضب ناک نہیں دیکھا گیا جتنا وہ یوم عرفہ کو ہوتا ہے' اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ اس دن اللہ کی رحمت نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بڑے بڑے گناہ معاف فرما رہا ہے' سوا یومِ بدر کے۔ الحدیث

(موطأ امام مالک۔ کتاب الحج: ۲۴۵' شرح السنہ ج ۷ ص ۱۵۸' شعب الایمان: ۴۰۶۹' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۰۱' کنز العمال: ۱۲۱۰۵)

علامہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف الزرقانی المالکی المتوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ شیطان رحمت نازل ہوتے ہوئے دیکھتا ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ فرشتے اپنے ہاتھ پھیلا کر حج کرنے والوں کے لیے رحمت اور مغفرت کی دعا کر رہے ہیں' اور اللہ تعالیٰ حج کرنے والوں کے ان کبیرہ گناہوں کو معاف فرما رہا ہے جن کو اس ملعون نے بندوں کے لیے مزین کیا تھا اور اس کی یہ خواہش تھی کہ وہ بندے ان گناہوں سے ہلاک ہو جائیں اور ایمان سے کفر کی طرف منتقل ہو جائیں اور اس کی طرح دائمی عذاب میں مبتلا ہو جائیں اور جب اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی تو وہ غم وغصہ میں مبتلاء ہو گیا۔ (شرح الزرقانی علی الموطأ ج ۲ ص ۵۵۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حافظ یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر المالکی القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

موطأ امام مالک کی اس حدیث کی تائید میں اور متعدد احادیث ہیں' ان میں سے بعض یہ ہیں:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یوم عرفہ سے زیادہ کسی دن بھی اللہ تعالیٰ دوزخ سے بندوں کو آزاد نہیں کرتا' اور اللہ (اپنی رحمت کے ساتھ بندوں کے) قریب ہوتا ہے اور فرشتوں کے سامنے فخر کر کے فرماتا ہے: ان لوگوں نے کیا ارادہ کیا تھا! (سنن نسائی: ۳۰۰۳' المستدرک ج ۱ ص ۴۶۴' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۱۸' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۳۰۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۲۷' کنز العمال: ۱۲۰۷۲' صحیح مسلم ۱۳۴۸' سنن ابن ماجہ: ۳۰۱۴' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۰۱)

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ میدانِ عرفات میں توبہ کرنے والے حجاج کی مغفرت کر دی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ

شان نہیں ہے کہ وہ فرشتوں کے سامنے خطاء کاروں اور گناہ گاروں پر فخر کرے۔

حج کرنے والے کے کبیرہ گناہوں کو معاف فرما دینا

ابن المبارک نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یوم عرفہ ''یوم المباھاۃ'' (فخر کا دن) ہے' آپ سے پوچھا گیا: ''یوم المباھاۃ'' کیا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ یوم عرفہ کو آسمانِ دنیا پر نازل ہوتا ہے' پھر فرشتوں کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے: میرے ان بندوں کو دیکھو! ان کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں' میں نے ان کی طرف ایک عظیم رسول بھیجا تو یہ اس پر ایمان لائے اور میں نے ان کی طرف ایک عظیم کتاب بھیجی تو یہ اس پر ایمان لائے' یہ بہت دور دراز کے راستوں پر چل کر میرے پاس آئے ہیں اور یہ مجھ سے سوال کر رہے ہیں کہ میں ان کو دوزخ سے آزاد کر دوں' سو میں نے ان کو آزاد کر دیا' پس یوم عرفہ سے زیادہ کسی دن بھی لوگوں کو دوزخ سے آزاد ہوتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے اور اہل عرفات کی وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے اور فرماتا ہے: میرے ان بندوں کی طرف دیکھو! ان کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں' یہ دور دراز کے راستوں پر چل کر میرے پاس آئے ہیں' میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی ہے' پس فرشتے کہتے ہیں کہ اے میرے رب! فلاں وفلاں شخص (یعنی وہ مغفرت کے لائق نہیں)' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے ان سب کی مغفرت کر دی ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس یوم عرفہ سے زیادہ کسی دن بھی لوگ دوزخ سے آزاد نہیں کیے گئے۔ (شرح السنۃ ج ۷ ص ۱۵۹' المستدرک ج ۱ ص ۴۶۵' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۰۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۳۹' کنز العمال: ۱۲۰۷۴)

ابن جریج نے از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ اہل عرفہ کے اوپر ایک لحظہ میں مغفرت نازل ہوتی ہے' اس وقت ابلیس اپنے سر پر مٹی ڈال لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے ہلاکت! ہائے موت! پھر تمام شیاطین اس کے پاس جمع ہو کر پوچھتے ہیں کہ کیا ہوا؟ وہ کہتا ہے: میں نے ان کو ساٹھ ستر سال سے فتنہ میں ڈالا ہوا تھا اور (آج) پلک جھپکنے میں ان کی مغفرت کر دی گئی۔

حج کرنے والے کے ذمہ حقوق العباد کو معاف فرما دینا

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفہ کے دن شام کو اپنی امت کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی' سو آپ بہت دیر دعا کرتے رہے' پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی کہ میں نے ایسا کر دیا سوا ان لوگوں کے جنہوں نے دوسروں پر ظلم کیا ہے' رہے ان کے وہ گناہ جو میرے اور ان کے درمیان ہیں تو میں نے ان گناہوں کو معاف کر دیا' پھر آپ نے دعا کی: اے میرے رب! تو اس پر قادر ہے کہ تو اس مظلوم کو جزاء اور ثواب عطا فرما اور اس ظالم کی مغفرت فرما دے تو اس شام کو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول نہیں کی' پھر جب دوسرے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دعا کو دہرایا تو اللہ نے آپ کی دعا قبول کر لی اور فرمایا: میں نے ان کو معاف کر دیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے' آپ کے اصحاب نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ اس وقت کیوں مسکرا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اللہ کے دشمن ابلیس کی وجہ سے مسکرا رہا ہوں' جب اس نے جان لیا کہ اللہ نے میری امت کے متعلق میری دعا قبول کر لی ہے تو وہ چلانے لگا: ہائے ہلاکت! وائے موت! اور مٹھی اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنے لگا۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۰۱۳' سنن ابوداؤد: ۵۲۳۴)

ابن المبارک نے بھی اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کی روایت کی ہے۔ (التمہید ج ۱ ص ۹۷۔۹۰ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ ابن عبد البر نے یہ احادیث صحیحہ درج کی ہیں۔ ان سے واضح ہو گیا کہ جب حج کرنے والا میدانِ عرفات میں دعا کرتا ہے

تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے خواہ وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ' خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے اور ملا علی قاری کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ حج کرنے سے صرف گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں' گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے اور نہ وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جن کا تعلق حقوق العباد سے ہو۔

اس حدیث سے استدلال کہ حج کرنے والا گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے' جیسے اسی دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو

نیز زیر بحث حدیث' صحیح البخاری: ۱۵۲۱ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: جس شخص نے دورانِ حج کوئی گناہ نہیں کیا تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جیسے وہ اسی دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہے' اگر ملا علی قاری کی تحقیق کے مطابق اس کے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے کبیرہ گناہ باقی ہیں اور حقوق العباد بھی اس کے ذمہ ہیں تو پھر کس طرح وہ ایسا ہوگا کہ وہ اس دن ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہے' نیز ملا علی قاری کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ اس کے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں' ہم حافظ ابن حجر عسقلانی سے نقل کر چکے ہیں کہ اس کے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں' لہٰذا ملا علی قاری کا اس پر اجماع نقل کرنا بھی درست نہیں ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ پھر تو قاتلوں اور زانیوں کے لیے معاملہ آسان ہے' وہ قتل اور زنا کریں ---- اور حج کر کے اپنی مغفرت کرالیں

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر تو زانیوں' قاتلوں' چوروں' ڈاکوؤں' سود خوروں اور رشوت خوروں کے لیے معاملہ آسان ہے' وہ سال بھر یہ کبیرہ گناہ کرتے رہیں اور سال کے آخر میں حج کر آئیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو عادی مجرم ہوتے ہیں ان کو حج کرنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی' اور جو اس طرح کے کبیرہ گناہ کرنے والا ہو' وہ اسی وقت حج کرنے جاتا ہے جب اس کے دل میں خوفِ خدا کا غلبہ ہوتا ہے' اور وہ اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے اور دل سے گناہوں پر تائب ہوتا ہے اور جو اس طرح نہ ہو' اس کو حج کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ ۱۹۹۴ء میں' میں حج کے سلسلہ میں حاجی کیمپ جا رہا تھا' میں جس ٹیکسی میں بیٹھا تھا' اس کے ڈرائیور نے مجھ سے پوچھا: آپ حج کرنے جا رہے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: اپنی اپنی قسمت ہے! میں اٹھارہ سال مکہ میں رہا اور میں نے حج نہیں کیا اور آپ پاکستان سے حج کرنے جا رہے ہیں!

خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص کو حج کرنے کی توفیق نہیں ہوتی' حج کرنے وہی جاتا ہے جس کے دل میں خوفِ خدا کا جذبہ ہوتا ہے اور وہ نیکیوں پر آمادہ اور گناہوں کے ترک کرنے پر تیار ہوتا ہے' علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے' وہ قادرِ مطلق ہے' بے نیاز ہے' اگر وہ قاتلوں' ڈاکوؤں اور زانیوں کی بھی مغفرت فرما دے تو وہ مالک ہے' کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے!

۵ - بَابُ فَرْضِ مَوَاقِيْتِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ — حج اور عمرہ کے مواقیت کا تقرر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

مواقیت' میقات کی جمع ہے' جیسے میعاد کی جمع مواعید ہے' امام بخاری نے عنوان میں لکھا ہے: حج اور عمرہ کے مواقیت کو فرض کرنا۔ اس میں فرض کا معنی ہے: واجب کرنا' اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص حج یا عمرہ کا احرام میقات سے پہلے نہیں باندھ سکتا اور اس کی وضاحت باب نمبر: ۸ سے ہو رہی ہے' جس میں امام بخاری نے یہ لکھا ہے کہ اہل مدینہ کا میقات' اور وہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہیں باندھتے تھے اور جب وقت سے پہلے احرام باندھنا جائز نہیں ہے تو میقات کی جگہ سے پہلے بھی احرام باندھنا ناجائز ہونا چاہیے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۳ ملخصاً' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہاں پر عنوان میں فرض کا معنی مقرر کرنا ہے اور یہ واجب کرنے کے معنی میں نہیں ہے اور امام بخاری نے باب: ۸ میں جو کہا ہے کہ اہل مدینہ کا میقات اور وہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہیں باندھتے تھے' یہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام باندھنا جائز نہیں ہے' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام باندھنا مستحب نہیں ہے' کیونکہ جمہور فقہاء نے مواقیت سے پہلے احرام باندھنے کو جائز قرار دیا ہے' اور ابن المنذر نے کہا ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھنے کے جواز پر اجماع ہے اور فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھنا افضل ہے' امام مالک سے اس کی کراہت منقول ہے لیکن یہ ان کے نزدیک عدم جواز کی دلیل نہیں ہے' اسی طرح حضرت عثمان سے منقول ہے کہ انہوں نے خراسان سے احرام باندھنے کو مکروہ کہا ہے اور یہ بھی عدم جواز کی دلیل نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اسحاق اور داؤد سے عدم جواز منقول ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا جمہور کی مخالفت کرنا غیر معتبر ہے' اور اگر بر تقدیر تنزل یہ مان بھی لیا جائے تو یہ کہاں سے معلوم ہو گیا کہ امام بخاری اس مسئلہ میں ان کے ساتھ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۶-۱۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۵۲۲ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ أَنَّهُ أَتَى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِي مَنْزِلِهِ، وَلَهُ فُسْطَاطٌ وَسُرَادِقٌ، فَسَأَلْتُهُ مِنْ أَيْنَ يَجُوزُ أَنْ أَعْتَمِرَ؟ قَالَ فَرَضَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، وَلِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے زید بن جبیر نے حدیث بیان کی کہ وہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ان کے گھر گئے' وہاں ان کا خیمہ اور پردے تھے' پس میں نے ان سے سوال کیا کہ کہاں سے عمرہ کرنا جائز ہے؟ تو انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل نجد کے لیے قرن کو مقرر کیا اور اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۳ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور کی وضاحت کی جارہی ہے۔

قرن' ذوالحلیفہ اور الجحفہ کا بیان

اس حدیث میں چند مواقیت کا ذکر کیا گیا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

قرن: پورا نام قرن المنازل ہے' یہ یمن اور طائف والوں کی میقات ہے' اس کا دوسرا نام قرن الثعالب ہے' یہ صرف اہل نجد کی میقات ہے' اہل یمن کی میقات بھی قرن کہلاتی ہے' یہ مکہ سے اکیاون میل اور طائف سے چھتیس میل دور ہے۔

(معجم البلدان (اُردو) ص ۲۷۲)

ذوالحلیفہ: یہ اہل مدینہ کا میقات ہے' یہ مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے اور مکہ سے ۱۹۸' میل کے فاصلہ پر ہے۔

الجحفہ: یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان شام کی جانب ایک جگہ ہے اور یہ اہل شام کا میقات ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مواقیت مذکورہ سے احرام باندھنے کا وجوب اور جو شخص بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو اس کا شرعی حکم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

ائمہ فتویٰ کا اس پر اجماع ہے کہ حج اور عمرہ میں مواقیت واجب ہیں' انہوں نے کہا ہے کہ ان میں توسیع اور رخصت ہے' انسان حِل (میقات سے پہلی جگہ) سے فائدہ حاصل کرتا رہے حتیٰ کہ میقات پہنچ جائے اور میرے علم کے مطابق کسی شخص نے یہ نہیں کہا کہ میقات حج کے فرائض میں سے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مواقیت کو فرض کیا ہے' اس سے حضرت ابن عمر کی مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مواقیت کا تعین کیا اور ان کی جگہیں اور حدود مقرر فرمائیں۔

اس باب میں عطاء' النخعی اور حسن بصری کا رد ہے' انہوں نے یہ کہا ہے کہ جو شخص حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو اور وہ میقات کو ترک کر دے اور احرام نہ باندھے تو کوئی حرج نہیں ہے' اور ان کا یہ قول شاذ ہے' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ وہ شخص مکہ سے واپس میقات کی طرف لوٹے اور اس میں ان کا اختلاف ہے کہ آیا لوٹنے کے بعد اس پر دم واجب ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اگر لوٹنے کے بعد اس نے تلبیہ پڑھ لیا ہے تو اس پر دم نہیں ہے اور اگر اس نے تلبیہ نہیں پڑھا تو اس پر دم ہے اور ثوری' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جب وہ احرام باندھنے کے بعد میقات کی طرف لوٹ آیا تو کسی صورت میں اس پر دم نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۶۱۔ ۱۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث پر علامہ کرمانی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ عمرہ کا احرام باندھنا ان مواقیت مذکورہ میں سے لازم نہیں ہے' بلکہ جعرانہ سے بھی احرام باندھنا صحیح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اہل مکہ کے لیے صحیح ہے لیکن جس جگہ آفاقی ہوں یعنی خارج از حرم کے لوگ ہوں' ان کے لیے ان ہی مواقیت سے احرام باندھنا ضروری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

٦ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ (البقرة: ۱۹۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور سفر خرچ تیار کرو' اور بہترین سفر خرچ تقویٰ (سوال سے رکنا) ہے (البقرہ: ۱۹۷)

اس باب میں اس آیت کا ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ حج کرنے والے کو اپنے ساتھ سفر خرچ رکھنا چاہیے اور لوگوں سے سوال نہیں کرنا چاہیے تاکہ اس سفر میں وہ لوگوں کے مونہوں کی طرف نہ دیکھتا رہے کہ وہ اس کو بھیک دیتے ہیں یا نہیں' وہ حج کے سفر میں صرف اللہ کی طرف متوجہ رہے' اسی کو دیکھتا رہے اور صرف اسی سے سوال کرتا رہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ لوگ اپنے گھروں سے حج کرنے کے لیے نکلتے تھے اور ان کے پاس سفر خرچ نہیں ہوتا تھا اور وہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے گھر کا قصد کر رہے ہیں تو کیا وہ ہمیں نہیں کھلائے گا' تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم زادِ راہ لے کر سفر کرو' جو تم کو لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے روکے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۸)

۱۵۲۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ' عَنْ وَرْقَاءَ' عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ' عَنْ عِكْرِمَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَحُجُّوْنَ وَلَا يَتَزَوَّدُوْنَ' وَيَقُوْلُوْنَ نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ نے حدیث بیان کی از ورقاء از عمرو بن دینار از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ اہل یمن حج کرتے تھے اور اپنے ساتھ زادِ راہ (سفر خرچ)

فَاِذَا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ سَاَلُوا النَّاسَ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾. رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلًا. (سنن ابوداؤد: ۱۷۳۰)

نہیں لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم توکل کرنے والے ہیں' پھر جب وہ مدینہ آتے تو لوگوں سے سوال کرتے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور سفر خرچ تیار کرو' اور بہترین سفر خرچ تقویٰ (سوال سے رکنا) ہے۔ اس کی ابن عیینہ نے از عمرو از عکرمہ مرسلاً روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بشر ابوزکریا' یہ اللہ تعالیٰ کے عباد صالحین میں سے تھے' یہ ۲۳۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) شبابہ بن سوار الفزاری (۳) ورقاء بن عمرو بن کلیب ابوبشر الیشکری (۴) عمرو بن دینار (۵) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۹)

اغنیاء پر توکل کرنے کا شدید حرام ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سوال کے ساتھ توکل نہیں ہوتا۔ توکل صرف اللہ پر ہوتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے بالکل استعانت نہیں کی جاتی' جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت سے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے' یہ وہ لوگ ہیں جو (شرکیہ الفاظ پر مبنی) دم کراتے ہوں گے نہ فال نکلواتے ہوں گے' وہ صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہوں گے۔ (صحیح البخاری: ۶۴۷۲۔ ۳۴۱۰' صحیح مسلم: ۲۲۰' مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۳)

اغنیاء پر حج کے علاوہ بھی سوال کرنا حرام ہے تو سفر حج میں ان پر سوال کرنے کی حرمت اور بھی مؤکد ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

توکل کی صحیح تعریف

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ تقویٰ کی وجہ سے لوگوں سے سوال کرنے کو ترک کرنا چاہیے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے' جو لوگوں سے بالکل سوال نہیں کرتے تھے:

لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا. (البقرہ: ۲۷۳) وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔

اس حدیث میں لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے کی مذمت ہے اور سوال نہ کرنے کی ترغیب ہے اور کم چیزوں پر قناعت کرنے کا حکم ہے' اس حدیث میں توکل کی مذمت نہیں ہے' ہاں! اس میں لوگوں سے سوال کرنے کی مذمت ہے اور یہ لوگ توکل کرنے والے نہیں تھے بلکہ کھانے پینے کے حریص تھے' توکل کی تعریف یہ ہے کہ کسی چیز کے حصول کے اسباب مہیا کر کے اسباب سے قطع نظر کر لی جائے اور اس چیز کے حصول کو اللہ تعالیٰ کی عطاء پر چھوڑ دیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷ - بَابُ مُهَلِّ اَهْلِ مَكَّةَ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

حج اور عمرہ میں اہل مکہ کے احرام باندھنے کی جگہ

اس حدیث کے عنوان میں ''مُھل'' کا لفظ ہے یہ ''اھلال'' کا اسم ظرف ہے اور ''اھلال'' کا معنی ہے: بلند آواز سے تلبیہ پڑھنا اور چونکہ مسلمان احرام باندھتے وقت بلند آواز سے ''لبیك اللّٰھم لبیك'' کہتے ہیں' اس لیے ''اھلال'' سے مراد ہے: احرام باندھنا۔

۱۵۲٤ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، هُنَّ لَهُنَّ، وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِنَّ، مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، وَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ، حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ.

[اطراف الحدیث: ۱۵۲۶-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۸۴۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والدخود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات (احرام باندھنے کی جگہ) مقرر فرمایا اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل اور اہل یمن کے لیے یلملم کو میقات مقرر فرمایا۔ یہ مواقیت ان لوگوں کے لیے ہیں اور اُن لوگوں کے لیے ہیں جو دوسرے ملکوں سے ان جگہوں پر سے گزریں' جب وہ حج اور عمرہ کے ارادہ سے آئیں اور جو ان مقامات کے اس طرف (مکہ کی جانب رہتا) ہو وہ جہاں سے چلے وہیں سے احرام باندھے حتیٰ کہ اہل مکہ' مکہ سے احرام باندھیں۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۱' الرقم المسلسل: ۲۷۵۷' سنن ابوداؤد: ۱۷۳۸' سنن نسائی: ۲۶۵۸' المعجم الکبیر: ۱۰۹۱۳-۱۰۹۱۲' مسند الطحاوی: ۷ ۳۲۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۴۰-ج ۴ ص ۱۰۹' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عنوان ہے: حج اور عمرہ میں اہل مکہ کے احرام باندھنے کی جگہ۔ اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور جو ان مقامات کے اس طرف (مکہ کی جانب) رہتا ہو' وہ جہاں سے چلے وہیں سے احرام باندھے حتیٰ کہ اہل مکہ' مکہ سے احرام باندھیں۔

یلملم کی تعیین اور پاکستان کے کسی شہر سے احرام باندھنے کی جگہ

اس حدیث میں جن مواقیت کا ذکر ہے' ان میں سے ذوالحلیفہ' الجحفہ اور قرن المنازل کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۲ میں کی جا چکی ہے' اور اس میں یلملم کا بھی ذکر ہے' اس کا محل وقوع یہ ہے:

مکہ کے جنوب میں دو شب کی مسافت پر اہل یمن کی میقات' جہاں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مسجد بھی ہے۔

(معجم البلدان اُردو ص ۳۶۴' شیخ غلام علی اینڈ سنز' کراچی)

یلملم ایک پہاڑ ہے مکہ سے دو منزل پر۔ ہندوستان سے جو لوگ مکہ کو جاتے ہیں' وہ جہاز ہی میں سے اس پہاڑ کے برابر پہنچ کر احرام باندھ لیتے ہیں۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۱۱۱)

پہلے لوگ بحری جہاز کے ذریعہ سفر کر کے حج کے لیے جاتے تھے اور جب یلملم کے پاس سے جہاز گزرتا تھا تو کپتان ان کو مطلع

کر دیتا تھا اور وہ جہاز میں احرام باندھ لیتے تھے اب بحری جہاز سے حج کا سفر متروک ہو گیا' اس لیے اب ہوائی جہاز میں بیٹھنے کے بعد احرام باندھ لیا جائے' بہتر یہ ہے کہ ائیر پورٹ کی لاؤنج میں سکون سے وضوء کر کے احرام باندھ لیں یا گھر سے احرام باندھ کر چلیں اور لاؤنج میں دو رکعت نماز پڑھ کر حج یا عمرہ کی نیت کر لیں' گھر سے نیت نہ کریں کیونکہ بعض اوقات پرواز میں بہت تاخیر ہو جاتی ہے اور بعض اوقات پرواز منسوخ ہو جاتی ہے۔

٨ - بَابُ مِيْقَاتِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ، وَلَا يُهِلُّوْنَ قَبْلَ ذِي الْحُلَيْفَةِ

اہل مدینہ کا میقات اور وہ لوگ ذوالحلیفہ پہنچنے سے پہلے احرام نہ باندھیں

اس عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک میقات سے پہلے احرام باندھنا جائز نہیں ہے لیکن ہم صحیح البخاری: ۱۵۲۲ کے عنوان کی شرح میں بیان کر چکے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھنا جائز ہے' ہندوستان' پاکستان اور دوسرے اسلامی شہروں سے جو لوگ حج یا عمرہ کرنے ہوائی جہاز کے ذریعہ سفر کر کے جاتے ہیں' ان کے لیے عین میقات پر احرام باندھنا تو ممکن ہی نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کا مذہب نا قابل عمل ہے۔

١٥٢٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُهِلُّ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَاَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ، وَاَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَبَلَغَنِي اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهِلُّ اَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں اور اہل شام الجحفہ سے اور اہل نجد قرن سے۔ حضرت عبد اللہ نے کہا: اور مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اہل یمن یلملم سے احرام باندھیں۔

اس حدیث میں ذوالحلیفہ' الجحفہ اور قرن کا ذکر ہے' ان کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۲ میں گزر چکی ہے اور اس حدیث میں یلملم کا ذکر ہے' اس کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۴ میں گزر چکی ہے۔

٩ - بَابُ مُهَلِّ اَهْلِ الشَّامِ

اہل شام کے احرام باندھنے کی جگہ

١٥٢٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَقَّتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِاَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِاَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، فَهُنَّ لَهُنَّ، وَلِمَنْ اَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ اَهْلِهِنَّ، لِمَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمُهَلُّهُ مِنْ اَهْلِهِ، وَكَذَاكَ حَتّٰى اَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو' یہ مواقیت ان مقامات پر رہنے والوں کے لیے ہیں اور دوسرے ملکوں سے جو لوگ ان مقامات سے گزریں اور وہ وہاں پر رہنے والے نہ ہوں اور وہ حج اور عمرہ کا ارادہ کر رہے ہوں' ان کے لیے بھی یہ مواقیت ہیں اور جو لوگ ان

مواقیت سے ماوراء رہتے ہوں' وہ اپنے گھر سے احرام باندھیں' اسی طرح اہل مکہ' مکہ سے احرام باندھیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۱۵۲۲' اور ۱۵۲۴ کا مطالعہ کریں۔

۱۰ - بَابُ مُهَلِّ اَهْلِ نَجْدٍ

اہل نجد کے احرام باندھنے کی جگہ

۱۵۲۷ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِيْهِ وَقَّتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے اس کو الزہری سے محفوظ کیا ہے از سالم از والد خود کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کیا......(ح)

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۱۵۲۲ کا مطالعہ کریں۔

۱۵۲۸ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مُهَلُّ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذُوْ الْحُلَيْفَةِ، وَمُهَلُّ اَهْلِ الشَّامِ مُهَيَعَةُ، وَهِيَ الْجُحْفَةُ، وَاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا زَعَمُوْا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، وَلَمْ اَسْمَعْهُ وَمُهَلُّ اَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں امام احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از والد خود رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اہل مدینہ کے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور اہل شام کے احرام باندھنے کی جگہ مھیعہ ہے اور اسی کا نام الجحفہ ہے اور اہل نجد کے احرام باندھنے کی جگہ قرن ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' اور میں نے اس کو نہیں سنا کہ اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ یلملم ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۵۲۲' اور ۱۵۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۱ - بَابُ مُهَلِّ مَنْ كَانَ دُوْنَ الْمَوَاقِيْتِ

جو لوگ مواقیت کے ماوراء رہتے ہوں ان کے احرام باندھنے کی جگہ

۱۵۲۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِاَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِاَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، فَهُنَّ لَهُنَّ، وَلِمَنْ اَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ اَهْلِهِنَّ، مِمَّنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمِنْ اَهْلِهٖ، حَتّٰى اِنَّ اَهْلَ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: حماد نے حدیث بیان کی از عمرو از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا' اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو اور اہل نجد کے لیے قرن کو' سو یہ ان مقامات کے رہنے والوں کے میقات ہیں اور دوسرے ملکوں کے لوگ جو یہاں کے رہنے والے نہ ہوں اور ان مقامات سے گزریں اور وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو حج اور عمرہ کا ارادہ کرتے

ہوں اور جو لوگ ان مواقیت کے ماوراء ہوں وہ اپنے گھروں سے احرام باندھیں حتیٰ کہ اہل مکہ، مکہ سے احرام باندھیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ الْيَمَنِ

اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ

۱۵۳۰ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، هُنَّ لَهُنَّ، وَلِكُلِّ آتٍ أَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ، مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُونَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ، حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو، یہ ان مقامات پر رہنے والوں کے لیے احرام باندھنے کی جگہیں ہیں اور دوسرے ملکوں کے لوگ جو یہاں کے رہنے والے نہ ہوں اور ان مقامات سے گزریں اور وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو حج اور عمرہ کا ارادہ کرتے ہوں اور جو لوگ ان مواقیت کے ماوراء ہوں، وہ اپنے گھروں سے احرام باندھیں حتیٰ کہ اہل مکہ، مکہ سے احرام باندھیں۔

اس حدیث کی شرح بھی، صحیح البخاری: ۱۵۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابٌ ذَاتُ عِرْقٍ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ

اہل عراق کا میقات ذات عرق ہے

''عِـــرق'' کا معنی ہے: چھوٹی پہاڑی، یہ تہامہ کے شہروں میں سے پہلا شہر ہے، یہاں تین بڑے بڑے کنویں ہیں اور اس کے قریب ابورغال کی قبر ہے اور یہاں ایک باغ ہے، جو مکہ سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۰۷)

۱۵۳۱ - حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا فُتِحَ هٰذَانِ الْمِصْرَانِ، أَتَوْا عُمَرَ، فَقَالُوا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، وَهُوَ جَوْرٌ عَنْ طَرِيقِنَا، وَإِنَّا إِنْ أَرَدْنَا قَرْنًا شَقَّ عَلَيْنَا. قَالَ فَانْظُرُوا حَذْوَهَا مِنْ طَرِيقِكُمْ، فَحَدَّ لَهُمْ ذَاتَ عِرْقٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا: جب یہ دونوں شہر (بصرہ اور کوفہ) فتح ہو گئے تو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، پھر انہوں نے کہا: یا امیر المؤمنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل نجد کے لیے میقات مقرر کیا ہے اور وہ ہمارے راستہ سے منحرف ہے اور اگر ہم قرن جا کر احرام باندھیں تو یہ ہم پر دشوار ہے، حضرت عمر نے فرمایا: تم قرن کے موازی اپنے راستہ میں کوئی جگہ بتاؤ، پھر ان کے لیے ذات عرق کو میقات بنا دیا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن مسلم ابن سعید ابوالحسن' یہ ۲۵۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبداللہ بن نمیر (۳) عبیداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ' ابوعثمان القرشی العدوی (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج۹ص ۲۰۷)

اس اعتراض کا جواب کہ بصرہ اور کوفہ حضرت عمر کے عہد میں فتح نہیں ہوئے تھے اور حدیث میں مذکور ہے: جب یہ دونوں شہر فتح ہو گئے تھے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جن دو شہروں کا ذکر ہے اس سے مراد بصرہ اور کوفہ ہیں' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بصرہ اور کوفہ کو مسلمانوں نے شہر بنایا تھا اور ۱۷ھ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کے عہد خلافت میں ان کی بنیاد رکھی گئی تو یہ کہنا کس طرح درست ہوگا کہ جب یہ دو شہر فتح کیے گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں جو مذکور ہے کہ جب یہ دو شہر فتح کیے گئے' اس سے مراد یہ ہے کہ جب ان شہروں کی جگہ کی زمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا' بصرہ اور کوفہ کے درمیان اسی فرسخ کی مسافت ہے اور ان کے پاس دریائے فرات ہے اور اس سے بہت نہریں نکالی گئی ہیں اور بصرہ اور کوفہ میں دریاؤں کے پانی سے کاشت کاری ہوتی ہے۔

اس پر دلیل کہ ذات عرق کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی میقات بنایا تھا' حضرت عمر نے صرف اس حکم کی تبلیغ کی تھی

ابن المنذر نے کہا ہے کہ عام اہل علم کا حضرت ابن عمر کی ظاہر حدیث پر اتفاق ہے اور اس میں ان کا اختلاف ہے کہ جو شخص ذات عرق کے پاس سے گزرے وہ کیا کرے؟ پس حضرت ابن عمر کی حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل عراق کے لیے حضرت عمر رضی اللہ نے ذات عرق کو میقات مقرر کیا اور اس کو میقات قرار دینے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ ثابت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی ذات عرق کو اہل عراق کا میقات قرار دیا تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی کے ذریعہ تمام ملکوں اور شہروں کو جان لیا تھا' حدیث میں ہے:

حضرت ثوبان رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے میرے لیے تمام روئے زمین کو لپیٹ دیا' پس میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا اور بے شک میری امت زمین کے ان تمام ملکوں تک پہنچ جائے گی جن کو میرے لیے لپیٹ دیا گیا تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۸۹' سنن ابوداؤد: ۴۲۵۲' سنن ترمذی: ۲۱۷۶' سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۲)

فقہاء تابعین میں جمہور علماء اور بعد کے علماء' امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور نے یہ کہا ہے کہ اہل عراق کا میقات ذات عرق ہے' مگر امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ اہل عراق' العقیق سے احرام باندھیں جو ذات عرق کے متوازی ہے اور انہوں نے الأم میں یہ لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذات عرق کی حدیث ثابت نہیں ہے' اس پر صرف لوگوں کا اجماع ہے' ان کی یہ عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ذات عرق کا میقات ہونا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منصوص نہیں ہے اور آپ نے اس کی تصریح نہیں کی' الغزالی اور الرافعی نے اسی کی تائید کی ہے' اور علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ یہ منصوص ہے اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ امام طحاوی نے یہ حدیث ذکر کی ہے:

ذات عرق کو میقات قرار دینے کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور شام اور مصر والوں کے لیے الجحفہ کو اور اہل عراق کے لیے ذات عرق کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو۔

(سنن نسائی: ۲۶۵۲-۲۶۴۹ 'سنن ابوداؤد: ۱۷۳۹ 'شرح معانی الآثار: ۳۴۴۸)

ابوالزبیر نے کہا: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے احرام باندھنے کی جگہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے' پھر کہا کہ میرا گمان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارادہ تھا کہ اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں اور دوسرے راستہ کے لوگ الجحفہ سے اور اہل عراق ذات عرق سے اور اہل نجد قرن سے احرام باندھیں اور اہل یمن یلملم سے۔

(شرح معانی الآثار: ۳۴۴۹' صحیح مسلم: ۱۱۸۳ 'الرقم المسلسل: ۲۷۶۴)

عطاء سے روایت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو اور اہل عراق کے لیے ذات عرق کو۔ (شرح معانی الآثار: ۳۴۵۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' آپ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو اور اہل بصرہ کے لیے ذات عرق کو اور اہل مدائن کے لیے العقیق کو' یہ ذات عرق کے قریب جگہ ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۳۴۵۱)

امام طحاوی نے کہا ہے کہ پس ان آثار سے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل عراق کے لیے بھی اسی طرح میقات مقرر کیا ہے' جس طرح دوسرے شہر والوں کے لیے مواقیت مقرر کیے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۰۹-۲۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر کی امام شافعی کی تائید میں ان احادیث کو مشکوک قرار دینے کی لاحاصل سعی اور مصنف کا امام ابوحنیفہ کی تائید میں متعدد احادیث صحیحہ کو درج کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر کی حدیث (شرح معانی الآثار: ۳۴۵۰-۳۴۴۹) کو امام احمد نے ابن لھیعہ کی روایت سے اور امام ابن ماجہ نے ابراہیم بن یزید کی روایت سے روایت کیا ہے اور ان دونوں نے ابوالزبیر سے روایت کی ہے' اس لیے اس حدیث کے مرفوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے امام احمد کی ابن لھیعہ سے جس روایت کا ذکر کیا ہے' وہ یہ ہے:

حسن بن موسیٰ الاشیب سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ابن لھیعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزبیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر سے میقات کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اہل مدینہ کے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور دوسرے راستہ والوں کے احرام باندھنے کی جگہ الجحفہ ہے اور اہل عراق کے احرام باندھنے کی جگہ ذات عرق ہے اور اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ ذات عرق ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۳' مسند احمد: ۱۴۵۷۲-ج ۲۲ ص ۴۳۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

یہ حدیث مسند احمد کے علاوہ درج ذیل کتب حدیث میں بھی ہے:

صحیح مسلم: ۱۱۸۳' الرقم المسلسل: ۲۷۶۴' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۹۲' شرح معانی الآثار: ۳۴۴۹' شرح السنۃ: ۸۶۰' سنن بیہقی

ج ۵ ص ۲۷۔

علامہ شعیب الارنؤوط اور ان کے معاون مخرجین نے لکھا ہے: امام مسلم کی شرط کے مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے اور ابو الزبیر امام مسلم کے رجال میں سے ہیں۔ (حاشیہ مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کو ایک اور سند سے بھی امام احمد نے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۶' مسند احمد: ۱۴۶۱۵۔ ج ۲۲ ص ۴۵۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کو امام احمد نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۶۹۷۔ ج ۱۱ ص ۲۹۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عمرو بن العاص کی یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی ہے:

سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۸' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۳۶' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۱۶' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۹۴۔ ۹۳۔

حافظ ابن حجر نے جو لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے ابراہیم بن یزید از ابوالزبیر روایت کیا ہے' سو وہ حدیث یہ ہے:

ابراہیم بن یزید از ابوالزبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا' پس فرمایا کہ اہل مدینہ کے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور اہل شام کے احرام باندھنے کی جگہ الجحفہ ہے' اور اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ یلملم ہے اور اہل نجد کے احرام باندھنے کی جگہ قرن ہے اور اہل مشرق کے احرام باندھنے کی جگہ ذات عرق ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۹۱۵)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذات عرق کو میقات مقرر نہیں کیا' اور اس وقت اہل مشرق نہیں تھے' اور انہوں نے اپنی کتاب الأم میں لکھا ہے: یہ ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذات عرق کو حد مقرر کیا ہو' اس پر صرف لوگوں کا اتفاق ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ ذات عرق کا میقات ہونا منصوص علیہ نہیں ہے یعنی اس کے میقات ہونے کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصریح نہیں کی اور حنفیہ' حنابلہ اور جمہور شافعیہ کے نزدیک یہ منصوص علیہ ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ہم نے صحیح مسلم' سنن ابوداؤد' سنن نسائی' سنن ابن ماجہ' شرح معانی الآثار' مسند احمد اور متعدد کتب حدیث سے یہ واضح کر دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل عراق کے لیے ذات عرق کے میقات ہونے کی تصریح کی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام احمد کا مذہب ہے اور امام شافعی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ذات عرق کا میقات ہونا ثابت نہیں ہے اور منصوص علیہ نہیں ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی چونکہ شافعی المذہب ہیں' اس لیے انہوں نے حتی الامکان ان احادیث کو ضعیف قرار دینے کی لاحاصل سعی کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

یہ حدیث امام احمد' امام ابوداؤد اور امام نسائی سے مروی ہے (حافظ ابن حجر نے امام مسلم کا نام تک نہیں لیا) اور اس میں یہ دلیل ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے اور شاید کہ جس نے یہ کہا ہے کہ ذات عرق کا میقات ہونا منصوص علیہ نہیں ہے' اس کو یہ احادیث نہیں پہنچی ہوں گی یا اس کے نزدیک یہ احادیث ضعیف ہوں گی کیونکہ ان احادیث کی ہر سند پر اعتراض ہے' (پھر اس کے بعد مجبور ہو کر لکھتے ہیں کہ) اس حدیث کی متعدد اسانید ہیں اور ان اسانید کے مجموعہ سے یہ حدیث قوی ہو جاتی ہے۔

ان احادیث پر امام شافعی کے اس اعتراض کا جواب کہ آپ کے عہد میں تو عراق آباد نہیں ہوا تھا

امام شافعی نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل مشرق کے لیے میقات کیسے مقرر کر سکتے تھے حالانکہ اس وقت

اہل مشرق نہیں تھے؟ حافظ ابن حجر اس اعتراض کا جواب حافظ ابن عبد البر سے نقل کرتے ہیں:

اس حدیث پر جس نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس وقت تک عراق فتح نہیں ہوا تھا تو حافظ ابن عبد البر نے کہا: یہ اس کی غفلت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتوحات سے پہلے تمام اطراف کے مواقیت مقرر کر دیئے تھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ یہ علاقے عنقریب فتح ہو جائیں گے پس اس وجہ سے شام اور عراق میں کوئی فرق نہیں ہے علامہ الماوردی اور دوسرے محدثین نے بھی یہی جواب دیا ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۹ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ کے نزدیک اہل عراق کے لیے ذات عرق کا میقات ہونا ثابت ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے اس لیے ہم نے صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث سے یہ واضح کیا ہے کہ ذات عرق کا میقات ہونا منصوص علیہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے اور اس حدیث پر امام شافعی کے جو اعتراضات تھے ان کے جوابات ان ہی کے مقلدین کے حوالے سے نقل کر دیئے ہیں۔ وللہ الحمد علیٰ ذالک.

١٤ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان ذکر نہیں کیا اور جب وہ کسی باب کا عنوان ذکر نہ کریں تو وہ باب ابواب سابقہ کے ساتھ لاحق ہوتا ہے اس سے پہلے ابواب میں مختلف شہروں کے مواقیت ذکر کیے گئے تھے اور اس باب میں ذوالحلیفہ کا ذکر ہے اور وہ اہل مدینہ کا میقات ہے۔

١٥٣٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَصَلّٰى بِهَا، وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالحلیفہ کے پتھریلے میدان میں اپنی اونٹنی بٹھائی پس وہاں نماز پڑھی اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۸۴ میں گزر چکی ہے۔

١٥ - بَابُ خُرُوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى طَرِيْقِ الشَّجَرَةِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ کے درخت سے نکلنا

١٥٣٣ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيْقِ الشَّجَرَةِ، وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيْقِ الْمُعَرَّسِ، وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ يُصَلِّيْ فِيْ مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ، وَاِذَا رَجَعَ صَلّٰى بِذِي الْحُلَيْفَةِ، بِبَطْنِ الْوَادِيْ، وَبَاتَ حَتّٰى يُصْبِحَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درخت کے راستہ سے (مدینہ منورہ سے) نکلتے تھے اور معرس کے راستے سے مدینہ میں داخل ہوتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ سے مکہ روانہ ہوتے تو درخت کی مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور جب واپس آتے تو ذوالحلیفہ میں وادی کے نشیب میں نماز پڑھتے تھے اور وہیں رات گزارتے تھے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۴۸۴ میں گزر چکی ہے' بعض اُمور کی تفصیل حسب ذیل ہے:

معرس اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں مسافر رات کو ٹھہرے' یہ معرس ذوالحلیفہ کی مسجد کے نشیب میں واقع ہے اور ذوالحلیفہ کی بہ نسبت مسجد سے زیادہ قریب ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درخت کے راستے سے مدینہ سے روانہ ہوتے اور معرس کے راستہ سے واپس آتے اور آنے جانے میں راستہ بدل دیتے اور آپ عید کے دن بھی ایسا ہی کرتے تھے' ایک راستہ سے جاتے اور دوسرے راستہ سے واپس آتے' آج کل رش سے بچنے کے لیے یک طرفہ ٹریفک کا اصول ہے' ایک سڑک روانہ ہونے کے لیے ہوتی ہے اور دوسری سڑک واپسی کے لیے ہوتی ہے' ہم کہتے ہیں کہ یہ طریقہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنت سے ماخوذ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپسی میں ساری رات ذوالحلیفہ کے نشیب میں ٹھہرتے اور صبح ہونے کے بعد مدینہ میں داخل ہوتے اور آپ کی تعلیم بھی یہی ہے کہ رات کی تاریکی میں گھر واپس نہ جاؤ' دن کی روشنی میں گھر جاؤ۔

١٦ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَقِيْقُ وَادٍ مُّبَارَكٌ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد کہ العقیق مبارک وادی ہے

العقیق' مدینہ کے باہر ایک وادی ہے' ایک قول یہ ہے کہ تہامہ کے نالہ کی گہرائی میں اس کا پانی ڈوب جاتا ہے۔

١٥٣٤ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ' وَبِشْرُ بْنُ بَكْرٍ التِّنِّيْسِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ عِكْرِمَةُ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اِنَّهٗ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَادِي الْعَقِيْقِ يَقُوْلُ اَتَانِي اللَّيْلَةَ اٰتٍ مِّنْ رَّبِّيْ فَقَالَ صَلِّ فِيْ هٰذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ' وَقُلْ عُمْرَةٌ فِيْ حَجَّةٍ. [اطراف الحدیث: ۲۳۳۷۔ ۷۳۴۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید اور بشر بن بکر التنیسی نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا کہ ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ مجھے عکرمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وادی عقیق کے متعلق یہ سنا ہے کہ آج رات میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا' پس اس نے کہا: اس مبارک وادی میں نماز پڑھیے اور کہیے کہ عمرہ حج میں ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۹۷۶' سنن ابوداؤد: ۱۸۰۰' مسند الحمیدی: ۱۹' صحیح ابن حبان: ۳۷۹۰' شرح السنۃ: ۱۸۸۳' مسند البزار: ۲۰۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۱۷' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۴' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۱۔ ج ۱ ص ۳۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحمیدی' یہ ابوبکر عبداللہ بن الزبیر بن العوام ہیں (۲) الولید بن مسلم (۳) بشر التنیسی (۴) عبدالرحمٰن بن عمر الاوزاعی (۵) یحییٰ بن ابی کثیر (۶) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (۸) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۱۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس مبارک وادی میں نماز پڑھیے۔

آپ کے پاس آنے والے کا مصداق' آپ نے وادی عقیق میں کون سی نماز پڑھی تھی؟ ---------- اور عمرہ کا حج میں ہونے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آج رات میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا' امام بیہقی نے تصریح کی ہے کہ یہ آنے والے حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے علاوہ کوئی اور فرشتہ ہو۔

اس نے کہا: اس مبارک وادی میں نماز پڑھئے' اس نماز سے وہ نماز مراد ہے جو احرام باندھتے وقت پڑھی جاتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد صبح کی نماز ہو۔

اور آپ کہیے کہ عمرہ حج میں ہے: اس کا ایک معنی یہ ہے کہ یہ عمرہ حج میں ہے' یعنی آپ کا یہ حج' حج قران ہے یا اس کا معنی ہے: یہ عمرہ حج کے ساتھ ہے یا یہ عمرہ حج میں مندرج ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے یہ اس لیے فرمایا ہوتا کہ آپ کے اصحاب کو معلوم ہو جائے کہ قران مشروع ہے۔

وادی عقیق کی فضیلت اور اس پر دلیل کہ آپ کا حج' حج قران تھا

اس حدیث سے وادی عقیق کی فضیلت معلوم ہوئی اور اس کی یہ فضیلت مدینہ منورہ کی فضیلت کی وجہ سے ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ احرام باندھتے وقت نماز پڑھنی چاہیے خصوصاً اس وادی میں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حج کرنے والے کو اپنے شہر کے قریب کی جگہ میں ٹھہر کر احرام باندھ کر نماز پڑھنی چاہیے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سب سے افضل حج' حج قران ہے اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حج حجۃ الوداع میں قران تھا' تمتع یا افراد نہیں تھا اور یہی فقہاء احناف کا مذہب ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا کہ آپ کہیے کہ یہ عمرہ حج میں ہے' لہٰذا آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ عمرہ اور حج کو جمع کریں اور یہ عین قران ہے اور جب آپ کو قران کا حکم دیا گیا ہے تو یہ محال ہے کہ آپ حج تمتع یا حج افراد کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۱۳۔ ۲۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٥٣٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ رُئِيَ وَهُوَ فِيْ مُعَرَّسٍ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، بِبَطْنِ الْوَادِيْ، قِيْلَ لَهُ اِنَّكَ بِبَطْحَاءِ مُبَارَكَةٍ. وَقَدْ اَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ، يَتَوَخَّى بِالْمُنَاخِ الَّذِيْ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُنِيْخُ، يَتَحَرّٰى مُعَرَّسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ اَسْفَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بِبَطْنِ الْوَادِيْ، بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ، وَسَطٌ مِّنْ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از والد خود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے بیان کیا کہ آپ کو رات کے آخری حصہ میں ذوالحلیفہ کی وادی کے نشیب میں خواب میں یہ کہا گیا کہ آپ مدینہ کی مبارک وادی میں ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ سالم نے ہمارے اونٹ کو بھی وہاں بٹھا دیا' وہ اس جگہ کو ڈھونڈ رہے تھے جس جگہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اونٹ کو بٹھاتے تھے اور وہ اس جگہ کو ڈھونڈ رہے تھے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات

کے آخری حصہ میں ٹھہرتے تھے وہ جگہ اس مسجد کی نچلی طرف ہے جو اس وادی کے نشیب میں ہے وہ جگہ ان لوگوں کے اور راستہ کے درمیان میں ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۸۳ میں گزر چکی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کے قیام کی جگہوں پر خصوصی رحمتوں اور برکتوں کا نازل ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے تھے اس جگہ قیام کرنے سے اور نماز پڑھنے سے ایسی خاص رحمتیں اور برکتیں حاصل ہوتی ہیں جو اور جگہ نہیں ملتیں اس لیے حضرت عبد اللہ بن عمر اس جگہ کو ڈھونڈ رہے تھے جہاں آپ ٹھہرے تھے ورنہ وہ کسی بھی جگہ ٹھہر جاتے اور صبح کو نماز پڑھ لیتے اسی طرح حضرات صحابہ کرام جس جگہ ٹھہرے ہوں وہاں بھی اللہ تعالیٰ کی خصوصی تجلیات نازل ہوتی ہیں ورنہ سالم حضرت عبد اللہ بن عمر کے قیام کی جگہ کو نہ تلاش کرتے اور کسی بھی جگہ قیام کر لیتے اور نماز پڑھ لیتے۔

۱۷ - بَابُ غَسْلِ الْخَلُوْقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنَ الثِّيَابِ

اگر کپڑوں پر خوشبو کا لیپ ہو تو احرام باندھنے سے پہلے اس کو تین بار دھوڈالنا چاہیے

اس حدیث کے عنوان میں "خلوق" کا لفظ ہے یہ ایک قسم کی خوشبو ہے جو زعفران سے بنائی جاتی ہے۔

۱۵۳۶ - قَالَ اَبُوْ عَاصِمٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ اَنَّ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلٰى اَخْبَرَهٗ اَنَّ يَعْلٰى قَالَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَرِنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يُوْحٰى اِلَيْهِ. قَالَ فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ، وَمَعَهٗ نَفَرٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ، جَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَيْفَ تَرٰى فِيْ رَجُلٍ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ، وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِيْبٍ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً، فَجَاءَهُ الْوَحْيُ، فَاَشَارَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلٰى يَعْلٰى، فَجَاءَ يَعْلٰى، وَعَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبٌ قَدْ اُظِلَّ بِهٖ، فَاَدْخَلَ رَاْسَهٗ، فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ، وَهُوَ يَغِطُّ، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ اَيْنَ الَّذِيْ سَاَلَ عَنِ الْعُمْرَةِ؟ فَاُتِيَ بِرَجُلٍ، فَقَالَ اغْسِلِ الطِّيْبَ الَّذِيْ بِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَانْزِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ، وَاصْنَعْ فِيْ عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِيْ حَجَّتِكَ . قُلْتُ لِعَطَاءٍ اَرَادَ الْاِنْقَاءَ حِيْنَ اَمَرَهٗ اَنْ يَّغْسِلَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ؟ قَالَ نَعَمْ.

ابو عاصم نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از صفوان بن یعلیٰ انہوں نے یہ خبر دی کہ حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی ہو تو مجھے وہ منظر دکھائیں حضرت عمر نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں تھے اور آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب کی ایک جماعت تھی اس وقت ایک شخص نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! جو شخص عمرہ کا احرام باندھے اور اس نے کپڑوں پر خوشبو لگائی ہوئی ہو آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ساعت خاموش رہے پھر آپ پر وحی نازل ہوئی پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت یعلیٰ کی طرف اشارہ کیا تو حضرت یعلیٰ آئے اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر ایک کپڑے سے سایا کیا ہوا تھا پس حضرت یعلیٰ نے اس کپڑے میں اپنا سر داخل کر لیا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور آپ خراٹے لے رہے تھے پھر آپ کی یہ کیفیت منقطع ہو گئی تو آپ نے پوچھا: وہ شخص کہاں ہے جس نے عمرہ کے متعلق سوال کیا تھا؟ تو اس شخص کو لایا گیا آپ نے فرمایا: تمہارے کپڑوں پر جو خوشبو لگی ہوئی ہو اس کو تین مرتبہ دھو لو اور اپنا جبہ (لمبا کوٹ) اتار دو اور اپنے عمرہ میں وہی افعال کرو

[اطراف الحدیث: ۱۷۸۹۔۱۸۴۷۔۴۳۲۹۔۴۹۸۵] جو تم اپنے حج میں کرتے ہو‘ ابن جریج نے کہا: میں نے عطاء سے پوچھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو تین مرتبہ دھونے کا حکم دیا تھا تو کیا اس سے آپ کی غرض کپڑے کو خوب صاف کرنا تھی؟ عطاء نے کہا: ہاں!

(صحیح مسلم: ۱۱۸۰‘ الرقم المسلسل: ۲۷۵۲‘ سنن ابوداؤد: ۱۸۱۹‘ سنن ترمذی: ۸۳۶‘ سنن نسائی: ۲۶۶۷‘ صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۷۰‘ سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۳۱‘ مسند الحمیدی: ۷۹۱‘ المنتقیٰ: ۴۴۷‘ الاحاد والمثانی: ۱۱۶۹‘ صحیح ابن حبان: ۳۷۷۹‘ دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۱۷۶‘ سنن بیہقی ج ۵ ص ۵۷‘ دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۰۴۔۲۰۵‘ المعجم الکبیر: ۶۶۰۔۶۵۳‘ ج ۲۲‘ مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۲ طبع قدیم‘ مسند احمد: ۱۷۹۴۸۔ ج ۲۹ ص ۴۶۸‘ مؤسسۃ الرسالۃ‘ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوعاصم النبیل‘ ان کا نام الضحاک بن مخلد ہے (۲) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۳) عطاء بن ابی رباح (۴) صفوان بن یعلیٰ بن امیہ (۵) ان کے والد یعلیٰ بن امیہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۱۵)

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کے جواز میں امام طحاوی کے دلائل اور مانعین کے جوابات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جعرانہ کے واقعہ کا بیان ہے‘ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ حنین سے واپس آئے تھے اور اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ حنین کے مال غنیمت کو تقسیم کیا تھا۔

امام ابوجعفر متوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ بعض فقہاء نے اس حدیث کی بناء پر یہ کہا ہے کہ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا مکروہ ہے‘ حضرت عمر‘ حضرت عثمان‘ حضرت ابن عمر‘ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہم‘ عطاء‘ الزہری‘ امام مالک اور امام محمد بن الحسن کا یہی مسلک ہے اور دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کو جائز قرار دیا ہے۔

جو فقہاء احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کو جائز قرار دیتے ہیں‘ وہ کہتے ہیں کہ حضرت یعلیٰ کی حدیث میں مانعین کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خوشبو کے متعلق سوال کیا تھا‘ اس کے کپڑوں پر زرد رنگ کی کریم کی طرح خوشبو لگی ہوئی تھی اور اس قسم کی خوشبو مرد کو لگانا مکروہ ہے خواہ وہ احرام کی حالت میں ہو یا بغیر احرام کی حالت میں ہو‘ ہم احرام باندھتے وقت اس خوشبو کے لگانے کو جائز کہتے ہیں جس کا لگانا بغیر احرام کی حالت میں جائز ہے‘ اور ہمام نے از عطاء از صفوان بن یعلیٰ از یعلیٰ روایت کی ہے‘ اس میں یہ مذکور ہے: تم خوشبو یا زرد رنگ کے اثر کو دھو ڈالو۔ آپ نے اس کو اس خوشبو کے دھونے کا اس لیے حکم دیا تھا کیونکہ آپ نے مرد کو زرد رنگ کا لیپ لگانے سے منع فرمایا ہے خواہ احرام باندھا ہوا ہو یا نہ ہو کیونکہ زرد رنگ کی خوشبو عورتوں کی ہے۔ (یہ ایسی خوشبو ہوتی ہے جس میں زرد رنگ کی خوشبودار چیز کا لیپ کپڑوں پر یا جسم پر لگالیا جاتا ہے گویا یہ زرد رنگ کی کریم ہوتی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

اور آپ نے اس کو اس لیے منع نہیں فرمایا تھا کہ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا جائز نہیں ہے‘ لہٰذا حضرت یعلیٰ کی حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ جو شخص احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو آیا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ایسی خوشبو لگائے جس کا اثر احرام کے بعد بھی باقی رہے‘ یا اس کے لیے ایسی خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احرام باندھتے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اوپر سب سے عمدہ خوشبو

لگاتی تھیں (وہ زرد رنگ کا لیپ نہیں ہوتا تھا کسی اور رنگ کا لیپ ہوتا تھا۔ سعیدی غفرلہٗ)

امام طحاوی نے امام محمد بن الحسن کے حدیث یعلیٰ سے استدلال کو رد کرنے کے لیے یہ کہا ہے کہ احرام ہر قسم کے سلے ہوئے کپڑے پہننے کو اور خوشبو لگانے کو منع کرتا ہے اور شکار کرنے کو بھی منع کرتا ہے اور اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ جب کوئی شخص احرام باندھنے سے پہلے قمیص پہنے' پھر احرام باندھ لے اور وہ اسی طرح قمیص پہنے ہوئے ہو تو اس کو قمیص اتارنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس نے قمیص کو نہیں اتارا تو یہ ایسا ہوگا جیسے اس نے احرام باندھنے کے بعد مستقل قمیص پہنی ہوئی ہے اور اس پر فدیہ واجب ہو جائے گا' اسی طرح اگر اس نے بغیر احرام کی حالت میں شکار کیا اور اپنے ہاتھ سے شکار کو پکڑا ہوا ہے' پھر اس نے احرام باندھ لیا تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ اس شکار کو چھوڑ دے ورنہ ایسا ہوگا جیسے اس نے حالت احرام میں شکار کیا ہے' اسی طرح محرم کے اوپر احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگانا منع ہے جیسا کہ مذکور الصدر چیزوں میں تھا' اور اگر اس نے احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگائی ہوئی ہو تو وہ اس کی مثل ہے جیسے اس نے احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگائی ہو' یہ امام طحاوی کا کلام ہے۔

علامہ ابن بطال کہتے ہیں: جن فقہاء نے احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانے کو جائز کہا ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ خوشبودار لیپ (کریم) اور زرد رنگ مردوں کو لگانا منع ہے خواہ وہ بغیر احرام کے ہو یا احرام باندھے ہوئے ہو' اور جنہوں نے احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے سے منع کیا ہے' ان کے نزدیک اس طرح نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو مرد کو زعفران لگانے سے منع کیا' وہ اہل مدینہ کے نزدیک صرف حالت احرام میں منع ہے اور بغیر احرام کے مرد کو زعفران کا رنگ لگانا جائز ہے اور ان کے پاس اس مسئلہ پر دلائل ہیں' جن کو ہم ان شاء اللہ ''کتاب اللباس'' میں ذکر کریں گے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے میں اختلافِ ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر احادیث سے دلائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

احرام باندھتے وقت خوشبو کا استعمال کرنے میں اور احرام کے بعد خوشبو لگی رہنے کے مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' بعض فقہاء نے اس سے منع کیا ہے اور اس کو مکروہ کہا ہے' یہ فقہاء امام مالک اور امام محمد بن الحسن ہیں اور صحابہ میں حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت ابن عمر اور حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہم ہیں اور فقہاء تابعین میں عطاء اور الزہری ہیں اور دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور اس کو جائز کہا ہے' یہ فقہاء امام ابوحنیفہ اور امام شافعی ہیں' ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے ان دو ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خوشبو لگائی' جب آپ نے احرام باندھا اور جب آپ نے احرام اتارا' طواف کرنے سے پہلے اور حضرت عائشہ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے۔

(صحیح البخاری: ۱۷۵۴' صحیح مسلم: ۱۱۸۹' سنن ابوداؤد: ۱۷۸۹' سنن نسائی: ۲۶۸۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے اپنے ان دونوں ہاتھوں سے حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ذریرہ (ایک قسم کی خوشبو) لگائی' احرام کھولتے وقت اور احرام باندھتے وقت۔ (صحیح البخاری: ۵۹۳۰' سنن ابوداؤد: ۱۷۴۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بالوں کے درمیان (مانگ میں) مشک کی چمک دیکھ رہی تھی اور اس وقت آپ احرام باندھے ہوئے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۹۰' سنن ابوداؤد: ۱۷۴۶)

حضرت یعلیٰ کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں خوشبو (کا لیپ یا کریم) دھونے کا حکم دیا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے کپڑوں پر زعفران کا لیپ لگایا ہوا تھا اور مردوں کو زعفران کی خوشبو لگانے سے آپ نے منع فرمایا ہے' حضرت

یعلیٰ کا قصہ جعرانہ کے موقع کا ہے اور یہ بالاتفاق ۸ ھ کا واقعہ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مذکور بالاتفاق حجۃ الوداع ۱۰ ھ کے موقع کی ہے اور اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے جس کا تعلق آخری واقعہ سے ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۱۹ 'دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۱ ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ احرام باندھتے وقت بدن پر اور کپڑوں پر خوشبو لگانا جائز ہے خواہ وہ خوشبو بعد میں بھی باقی رہے' البتہ زعفران اور زرد رنگ کی خوشبو کا لیپ لگانا مردوں کے لیے ممنوع ہے خواہ وہ احرام باندھتے وقت لگائیں یا احرام باندھنے سے پہلے لگائیں' اور احرام باندھنے کے بعد بالاتفاق خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔

وحی خفی کا ثبوت اور کسی مسئلہ کا فوراً جواب دینا ضروری نہیں ہے' عالم کو چاہیے کہ وہ یقین حاصل کرنے کے بعد جواب دے اور دیگر مسائل

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ کبھی کوئی شرعی حکم وحی خفی یا وحی غیر متلو سے بھی ثابت ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وحی کی دو قسمیں ہیں: وحی جلی اور وہ قرآن مجید ہے اور وحی خفی اور وہ سنت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب عالم سے سوال کیا جائے تو اس کا فوراً جواب دینا ضروری نہیں ہے' جب اس کے نزدیک اس کا جواب قطعی طور پر معلوم ہو جائے تب جواب دے' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ جو شخص عمرہ کا احرام باندھے اور اس کے کپڑوں پر خوشبو لگی ہو تو وہ کیا کرے؟ پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے اور وحی آنے کے بعد جواب دیا' اسی طرح جب کسی عالم سے سوال کیا جائے اور اس کو جواب مستحضر نہ ہو تو وہ دینی کتب کا مطالعہ کر کے جواب دے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کپڑے کو تین مرتبہ دھوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کو پاک کرنے کے لیے تین مرتبہ دھونا ضروری ہے۔

آپ نے فرمایا: تم عمرہ میں وہی کام کرو جو حج میں کرتے ہو' اس سے معلوم ہوا کہ عمرہ میں بھی سعی اور طواف ضروری ہے' لہٰذا جب کوئی شخص حج تمتع یا حج قران کرے گا تو اس کو عمرہ اور حج کے لیے الگ الگ سعی اور طواف کرنے ہوں گے اور دونوں کے لیے ایک سعی اور ایک طواف کافی نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال مع زیادۃ ج ۴ ص ۱۷۴ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۴ ھ)

۱۸ - بَابُ الطِّيْبِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ وَمَا يَلْبَسُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُّحْرِمَ، وَيَتَرَجَّلُ وَيَدَّهِنُ

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا' اور جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو کیا پہنے؟ اور وہ کنگھی کرے اور تیل لگائے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَشَمُّ الْمُحْرِمُ الرَّيْحَانَ، وَيَنْظُرُ فِي الْمِرْآةِ، وَيَتَدَاوٰى بِمَا يَاْكُلُ الزَّيْتَ وَالسَّمْنَ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محرم ریحان (خوشبو دار پھول) سونگھ سکتا ہے' اور آئینہ میں دیکھ سکتا ہے اور کھانے کی چیزوں میں سے زیتون کے تیل اور گھی سے علاج کر سکتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث میں ہے:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما محرم کے ریحان سونگھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(سنن بیہقی ج ۵ ص ۵۷ 'نشر السنہ' ملتان)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محرم کے آئینہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۹۹۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۸۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

الضحاک بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب محرم کے ہاتھ پھٹ جائیں تو وہ ان پر زیتون کا تیل لگائے یا گھی لگالے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۰۷۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۹۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ عَطَاءٌ يَتَخَتَّمُ وَيَلْبَسُ الْهِمْيَانَ.

اور عطاء نے کہا: محرم انگوٹھی پہن سکتا ہے اور ہمیان باندھ سکتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل سنن دار قطنی: ۲۴۴۹۔ ج ۲ ص ۴۶۷ (دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ) میں ہے۔

وَطَافَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَهُوَ مُحْرِمٌ، وَقَدْ حَزَمَ عَلٰى بَطْنِهٖ بِثَوْبٍ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حالت احرام میں طواف کیا اور ان کے پیٹ پر کپڑا بندھا ہوا تھا۔

اس کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

عطاء اور طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر حالت احرام میں اپنی دونوں کوکھوں کے اوپر عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا بِالتُّبَّانِ بَأْسًا، لِلَّذِيْنَ يَرْحَلُوْنَ هَوْدَجَهَا.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان لوگوں کے لیے جانگیا پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں جو اونٹوں کی پشتوں پر ہودج باندھتے تھے۔

اس کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حج کیا اور ان کے ساتھ کم عمر لڑکے تھے' وہ جب ہودج کو اونٹ پر باندھتے تو ان کے جسم سے کچھ ظاہر ہو جاتا تھا تو میں نے ان کو جانگیا پہننے کا حکم دیا' سو وہ حالت احرام میں جانگیا پہنتے تھے' اس حدیث کو امام سعید بن منصور نے اپنی سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۲)

۱۵۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَدَّهِنُ بِالزَّيْتِ، فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيْمَ، قَالَ مَا تَصْنَعُ بِقَوْلِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از سعید بن جبیر' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما زیتون کا تیل لگاتے تھے' میں نے اس کا ابراہیم سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: تم ان کے اُس قول کی کیا توجیہ کرو گے جو اس حدیث کے منافی ہے۔

۱۵۳۸ - حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى وَبِيْصِ الطِّيْبِ فِيْ مَفَارِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ مُحْرِمٌ.

اسود نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کے درمیان خوشبو کی چمک دیکھ رہی تھی اور آپ اس وقت احرام باندھے ہوئے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۱ میں گزر چکی ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے سے منع کرتے تھے' اس لیے وہ حالت احرام میں اپنے بالوں میں زیتون کا تیل لگاتے تھے جس میں خوشبو نہیں ہوتی تھی' ابراہیم نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ ان کا یہ عمل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کے خلاف ہے کیونکہ آپ احرام باندھتے وقت اپنے بالوں کی مانگ میں خوشبو لگاتے تھے' جس کی چمک بعد میں بھی دکھائی دیتی تھی۔

۱۵۳۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ كُنْتُ اُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاِحْرَامِهِ حِيْنَ يُحْرِمُ، وَلِحِلِّهِ قَبْلَ اَنْ يَّطُوْفَ بِالْبَيْتِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبد الرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوشبو لگاتی تھی جب آپ احرام باندھتے تھے اور جب آپ احرام کھولتے تھے' بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے۔

[اطراف الحدیث: ۱۷۵۴-۵۹۲۲-۵۹۳۰-۵۹۸۸] (صحیح مسلم: ۱۱۸۹' الرقم المسلسل: ۲۷۷۸' سنن نسائی: ۲۶۸۵' سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۶' مسند الحمیدی: ۲۱۰' المنتقی: ۴۱۴' مسند ابویعلیٰ: ۴۱۷۲' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۸۲-۲۵۸۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۴' مسند احمد ج ۶ ص ۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۱۶- ج ۴۰ ص ۱۳۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۹۴۹۸)

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کا استحباب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا مستحب ہے خواہ بعد میں وہ خوشبو آتی رہے' امام مالک کا اس میں اختلاف ہے' وہ اس کو حرام کہتے ہیں اور وجوب فدیہ کے متعلق ان کے دو قول ہیں' اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۱۵۳۶ میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۷۷۰- ج ۳ ص ۲۹۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) احرام سے پہلے خوشبو لگانے میں مذاہب ائمہ (۲) احناف کی مؤید احادیث (۳) محرم کے پھول سونگھنے میں مذاہب اربعہ (۴) کیا ازواجِ مطہرات میں دنوں کی تقسیم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واجب تھی؟ (۵) جن ازواج سے نکاح اور رخصتی ہوئی' ان کی تعداد (۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعدد ازواج پر اعتراض کے جوابات۔

۱۹ - بَابُ مَنْ اَهَلَّ مُلَبِّدًا — جس نے بال جما کر احرام باندھا

بال جمانے کا مطلب یہ ہے کہ جس نے بالوں میں گوند کی مثل کوئی چیز لگائی' جس سے اس کے بال چپک کر جم جائیں تاکہ احرام کی حالت میں بکھر نہ سکیں۔

۱۵٤۰ - حَدَّثَنَا اَصْبَغُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ مُلَبِّدًا. [اطراف الحدیث: ۱۵۴۹-۵۹۱۴-۵۹۱۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی از یونس از ابن شہاب از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سنا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالوں کو جمائے ہوئے لبیک پکار رہے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۴' الرقم المسلسل: ۲۷۶۵' سنن ابوداؤد: ۱۸۱۲' سنن نسائی: ۲۸۴۸' سنن کبریٰ: ۳۷۲۸' سنن بیہقی ج ۵ ص ۴۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۲۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۰۲۱- ج ۱۰ ص ۲۱۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) اصبغ ابن الفرج ابوعبداللہ مولیٰ عبدالعزیز بن مروان وراق عبداللہ بن وہب' یہ ٢٢٦ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) عبداللہ بن وہب (٣) یونس بن یزید (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) سالم بن عبداللہ (٦) ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ٢٢٧)

تلبیہ کے کلمات اور تلبید کا معنی

اس حدیث میں ''اھل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بلند آواز سے تلبیہ کہنا' تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں:

''لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ' اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ''۔

نیز اس حدیث میں ''مــلـبـدًا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بال جمائے ہوئے یا بال چپکائے ہوئے۔ احرام باندھتے وقت اس خیال سے کہ بال بکھرنے نہ پائیں اور پریشان نہ ہوں یا ان میں گرد وغبار نہ سمائے' جس سے جوئیں پڑنے کا اندیشہ ہو' بالوں کو گوند یا کسی اور چپکانے والی چیز سے (جیسے آج کل بالوں کو Gell سے چپکایا جاتا ہے) جما لیتے ہیں' اس کو تلبید کہتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شہد سے اپنے بالوں کو چپکایا۔ (سنن ابوداؤد: ١٧٤٨)

محرم کے لیے بالوں کو چپکانے میں مذاہب ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلیل

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ بالوں کو جمانا مستحب ہے' جو چاہے بالوں کو جمائے اور جو چاہے ترک کر دے اور جو بالوں کو چپکائے' اس پر لازم ہے کہ وہ بالوں کو منڈوائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بالوں کو منڈوایا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ١٨٠)

حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بال چپکانے والوں کو بال منڈوانے کا حکم دیتے تھے' یہی امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور فقہاء کا قول ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ جس نے بال چپکائے یا مینڈھیاں بنائیں تو اگر اس نے بال کاٹ لیے اور ان کو منڈوایا نہیں تو یہ بھی اس کے لیے کافی ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: جس نے اپنے بالوں کو چپکایا یا گچھا بنایا' یا مینڈھیاں بنائیں تو اگر اس نے بال مونڈنے کی نیت کی تھی تو بال مونڈ لے اور اگر اس نے بال مونڈنے کی نیت نہیں کی تھی تو چاہے تو بال مونڈ لے اور اگر چاہے تو بال کاٹ لے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابن عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے احرام کے لیے اپنے بالوں کو چپکایا' اس پر بالوں کو منڈانا واجب ہے۔

(الکامل لابن عدی ج ۴ ص ١۴٨٢ طبع قدیم۔ ج ۵ ص ٢٧٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١۴١٨ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن رافع ہے اور وہ ضعیف ہے اور امام دارقطنی نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ٢٢٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١۴٢١ھ)

٢٠ - بَابُ الْإِهْلَالِ عِنْدَ مَسْجِدِ ذِی الْحُلَیْفَةِ

مسجد ذوالحلیفہ کے پاس تلبیہ پڑھنا

١٥٤١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا (ح) وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُ يَقُوْلُ مَا اَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ، يَعْنِيْ مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ. [طرف الحدیث:٢٨٦٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سالم بن عبد اللہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' (ح) اور ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از موسیٰ بن عقبہ از سالم بن عبد اللہ' وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف مسجد کے پاس احرام باندھا یعنی مسجد ذوالحلیفہ کے پاس۔

(صحیح مسلم:١١٨٦' سنن ابوداؤد:١٧٧١' سنن ترمذی:٨١٨' سنن نسائی:٢٧٥٦' مسند الحمیدی:٦٥٩' صحیح ابن خزیمہ:٢٦١١' المعجم الکبیر:١٣١٦٧' سنن بیہقی ج٥ ص٣٨' سنن کبریٰ:٣٧٣٩' مسند احمد ج٢ ص١٠ طبع قدیم' مسند احمد:٤٥٧٠- ج٨ ص١٧٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ٣١٠٧)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف مسجد ذوالحلیفہ کے پاس احرام باندھا۔
اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احرام باندھنے کی جگہ میں فقہاء کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس جگہ سے احرام باندھا' اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' بعض فقہاء نے کہا: آپ نے مسجد ذوالحلیفہ کے پاس سے احرام باندھا ہے' اور دوسرے فقہاء نے کہا: مسجد سے نکلنے کے بعد جب آپ کی سواری سیدھی کھڑی ہوگئی' اس وقت آپ نے احرام باندھا' حضرت ابن عمر' حضرت انس' حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے اور دوسرے فقہاء نے کہا: آپ نے اس وقت احرام باندھا جب آپ مقام بیداء پر آئے۔

امام طحاوی کہتے ہیں: بعض علماء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ ہوسکتا ہے آپ نے مقام بیداء سے احرام باندھا ہو اور اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ آپ کا قصد یہ تھا کہ اس جگہ احرام باندھنا دوسری جگہوں پر احرام باندھنے سے افضل تھا' کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حج میں کئی افعال ایسی جگہوں پر کیے' جو ان جگہوں کی فضیلت کی وجہ سے نہیں تھے' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ سے واپسی میں وادی محصب میں ٹھہرے اور یہ اس وجہ سے نہیں تھا کہ وادی محصب میں ٹھہرنا سنت تھا لیکن یہ کسی اور وجہ سے تھا' اسی طرح آپ کا مقام بیداء پر احرام باندھنا' اس وجہ سے نہیں تھا کہ وہاں احرام باندھنا سنت تھا جب کہ بعض علماء نے اس کا انکار کیا ہے کہ آپ نے مقام بیداء سے احرام باندھا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ تمہارا بیداء وہ ہے جس کا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف مسجد کے پاس احرام باندھا ہے یعنی مسجد ذوالحلیفہ کے پاس۔

(موطأ امام مالک۔ کتاب الحج: ٣٠- ج١ ص٢١٥' المکتبۃ التوفیقیہ' بیروت)

بیداء: مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک ہموار میدان ہے۔ (معجم البلدان اردو ص ۷۷)

جنہوں نے کہا ہے کہ آپ نے احرام اس وقت باندھا تھا جب آپ سواری پر سوار ہو گئے تھے۔

ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھتے تھے' پھر آپ مسجد سے نکل کر سواری پر سوار ہوتے اور جب آپ کی سواری سیدھی ہو جاتی تو آپ احرام باندھتے۔

(موطا امام مالک۔ کتاب الحج: ۳۲۔ ج ا ص ۲۱۵' المکتبۃ التوفیقیہ' بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج کا احرام باندھنے میں اختلاف کا منشاء

پس جب علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوا تو ہم نے غور کیا کہ ان کا منشاء اختلاف کیا ہے' سو امام ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مجھے اس پر تعجب تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج کا احرام باندھنے میں اختلاف کیوں ہے' حضرت ابن عباس نے کہا: مجھے تمام لوگوں سے زیادہ اس کا علم ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کرنے کے لیے نکلے' آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھ کر حج کا احرام باندھ لیا' جب صحابہ نے آپ کے تلبیہ پڑھنے کو سنا تو انہوں نے اس کو محفوظ کر لیا' پھر جب آپ کی اونٹنی سیدھی ہو گئی تو آپ نے پھر تلبیہ پڑھا' اس کو ان صحابہ نے سن لیا جنہوں نے پہلی مرتبہ آپ کے احرام باندھنے کا مشاہدہ نہیں کیا تھا کیونکہ صحابہ متفرق طور پر آ رہے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہو گئے حتیٰ کہ جب البیداء کی بلندی پر پہنچے تو آپ نے پھر تلبیہ پڑھا اور اس کو بعض ان صحابہ نے دیکھا اور سنا جنہوں نے پہلی اور دوسری بار آپ کو تلبیہ پڑھتے ہوئے نہیں سنا تھا' پس صحابہ میں سے ہر فریق نے آپ کے احرام باندھنے کی اس جگہ سے روایت کی جس جگہ سے انہوں نے آپ کو احرام باندھتے ہوئے سنا تھا' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اس جگہ احرام باندھا تھا جس جگہ آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھی تھی۔

(سنن ابوداؤد: ۱۷۷۰)

پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج کے احرام باندھنے کی جگہوں میں اختلاف کس وجہ سے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حج کے احرام باندھنے کی ابتداء اس جگہ سے کی تھی جس جگہ آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھی تھی' سو جو شخص حج کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے' وہ دو رکعت نماز پڑھے' پھر اس کے بعد احرام باندھے اور یہ جمہور علماء کا قول ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: یہی امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۸۷۔ ۱۸۴ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جس شخص نے احرام باندھنے سے پہلے دو رکعت نماز نہیں پڑھی' اس کا احرام باندھنا بھی صحیح ہے کیونکہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا حالت نفاس میں تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ غسل کر کے احرام باندھ لیں اور ظاہر ہے کہ حالت نفاس والی عورت طاہرہ نہیں ہے اور بغیر طہارت کے نماز نہیں ہوتی۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۸۲۔ ۱۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج کا احرام باندھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' امام طحاوی کی پوری عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد

ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھ کر اسی جگہ حج کا احرام باندھا تھا اور الاوزاعی' عطاء اور قتادہ نے کہا کہ البیداء میں احرام باندھنا مستحب ہے' اور البکری نے کہا: یہ البیداء ذوالحلیفہ کے دو پہاڑوں کے اوپر ہے' جو شخص اس وادی سے چڑھتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۳۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۶۷۲۔ ج ۳ ص ۲۹۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
① نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے کی جگہ میں اختلاف روایات ② رکن یمانی کی تعظیم کی وجہ ③ احرام کے لباس کو رنگنے کا جواز ④ خضاب کا حکم۔

۲۱ - بَابُ مَا لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ

محرم کون سے کپڑے نہ پہنے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ محرم کس قسم کا لباس نہ پہنے خواہ اس کا احرام حج کا ہو یا عمرہ کا' نیز حج افراد کا ہو یا تمتع کا ہو یا قران کا ہو۔

۱۵۴۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلْبَسُ الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ، وَلَا الْبَرَانِسَ، وَلَا الْخِفَافَ، اِلَّا اَحَدٌ لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ، فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، وَلَا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ، اَوْ وَرْسٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! محرم کس قسم کے کپڑے پہنے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ قمیص نہ پہنے اور عمامہ نہ پہنے اور شلوار نہ پہنے نہ کن ٹوپ (کان ڈھانپنے والی ٹوپی)' نہ موزے' مگر یہ کہ جس شخص کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور موزوں کو ٹخنوں کے نیچے تک کاٹ لے اور وہ کپڑے نہ پہنے جن کو زعفران یا زرد رنگ سے رنگا گیا ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۲ - بَابُ الرُّكُوبِ وَالْاِرْتِدَافِ فِي الْحَجِّ

حج میں سواری پر بیٹھنا اور کسی کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھانا

۱۵۴۳' ۱۵۴۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِي، عَنْ يُونُسَ الْاَيْلِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ اُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، مِنْ عَرَفَةَ اِلَى الْمُزْدَلِفَةِ، ثُمَّ اَرْدَفَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس الایلی از الزہری از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ عرفات سے مزدلفہ تک سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' پھر

الْفَضْلَ، مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مِنًى، قَالَ فَكِلَاهُمَا قَالَ لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي حَتَّى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ. [اطراف الحدیث: ۱۶۷۰-۱۶۸۵-۱۶۸۷]

مزدلفہ سے منیٰ تک آپ نے حضرت الفضل رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھا لیا' پھر آپ نے ان دونوں کو اپنے پیچھے بٹھا لیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پھر آپ مسلسل تلبیہ پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ نے جمرہ عقبہ پر کنکریاں ماریں۔

(صحیح مسلم: ۱۲۸۱' الرقم المسلسل: ۳۰۳۵' سنن ابن ماجہ: ۳۰۴۰' سنن نسائی: ۳۰۷۷' سنن کبریٰ: ۴۰۸۶' مسند ابو یعلیٰ: ۶۷۲۷' المعجم الکبیر: ۷۰۳-۶۷۷-۶۷۵-ج ۱۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۳۱-ج ۳ ص ۳۳۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۹۶۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت اسامہ اور حضرت الفضل سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔

سواری پر بیٹھ کر حج کرنے کی فضیلت

المہلب نے بیان کیا کہ سواری پر سوار ہو کر حج کرنا پیدل حج کرنے سے افضل ہے' اس کی تفصیل اس سے پہلے صحیح البخاری: ۱۵۱۶-۱۵۱۴ میں گزر چکی ہے (الحمد للہ رب العلمین! مصنف نے بھی سواری پر سوار ہو کر ۱۹۹۴ء میں حج کیا تھا)۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عالم اپنے پیچھے سواری پر اپنے شاگرد اور خادم کو سوار کر لے' اور اس میں بڑے آدمی اور استاذ کے لیے تواضع کرنے کا اور ادب کرنے کا ثبوت ہے کہ حضرت اسامہ اور حضرت الفضل رضی اللہ عنہما' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۸۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۳ - بَابُ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ وَالْأَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ

محرم کپڑوں' چادروں اور تہ بندوں پر مشتمل جو لباس پہنے

وَلَبِسَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا الثِّيَابَ الْمُعَصْفَرَةَ وَهِيَ مُحْرِمَةٌ' وَقَالَتْ لَا تَلَثَّمْ' وَلَا تَتَبَرْقَعْ' وَلَا تَلْبَسْ ثَوْبًا بِوَرْسٍ' وَلَا زَعْفَرَانٍ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حالت احرام میں کم رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے پہنے اور وہ فرماتی تھیں کہ عورت نقاب نہ ڈالے اور برقع نہ پہنے اور ایسا کپڑا نہ پہنے جس سے سرخ یا زرد رنگ جھڑ رہا ہو۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو سند موصول کے ساتھ امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۳۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے احرام میں دستانے اور نقاب پہننے سے منع فرمایا اور ان کپڑوں کے پہننے سے منع فرمایا جن سے سرخ رنگ یا زعفران جھڑ رہی ہو' اس کے بعد وہ جس رنگ کے کپڑے چاہے پہنے خواہ زرد ہو یا ریشم ہو یا زیور ہوں یا شلوار ہو یا قمیص ہو یا موزے ہوں۔ (سنن ابو داؤد: ۱۸۲۷)

وَقَالَ جَابِرٌ لَا أَرَى الْمُعَصْفَرَ طِيبًا.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں زرد رنگ کے کپڑوں کو خوشبودار نہیں سمجھتا۔

اس تعلیق کو امام شافعی نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۳۸)

وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ بَأْسًا بِالْحُلِيِّ، وَالثَّوْبِ الْأَسْوَدِ، وَالْمُوَرَّدِ، وَالْخُفِّ لِلْمَرْأَةِ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورت کے لیے زیور اور سیاہ اور گلابی کپڑے اور موزے پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۵۲ میں ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عورت تمام سلے ہوئے کپڑے اور موزے پہن سکتی ہے اور چہرے کے علاوہ اس کے لیے سر اور بالوں کو ڈھانپنا جائز ہے اور وہ اپنے چہرہ پر کوئی کپڑا لٹکا سکتی ہے تا کہ اپنے چہرہ کو مردوں کی نگاہوں سے بچائے' فاطمہ بنت منذر سے روایت ہے کہ ہم محرمات تھیں اور ہم حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ اپنے چہروں کو ڈھانپتی تھیں (یعنی کوئی کپڑا لٹکا کر)۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ لَا بَأْسَ أَنْ يُبْدِلَ ثِيَابَهُ.

اور ابراہیم نے کہا کہ محرم کے کپڑے تبدیل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کو امام ابوبکر نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۳۹)

١٥٤٥ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ، بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ وَادَّهَنَ، وَلَبِسَ إِزَارَهُ وَرِدَاءَهُ، هُوَ وَأَصْحَابُهُ، فَلَمْ يَنْهَ عَنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ تُلْبَسُ، إِلَّا الْمُزَعْفَرَةَ الَّتِي تَرْدَعُ عَلَى الْجِلْدِ، فَأَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، رَكِبَ رَاحِلَتَهُ، حَتَّى اسْتَوٰى عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ هُوَ وَأَصْحَابُهُ، وَقَلَّدَ بَدَنَتَهُ، وَذٰلِكَ لِخَمْسٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ، فَقَدِمَ مَكَّةَ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ أَجْلِ بُدْنِهِ، لِأَنَّهُ قَلَّدَهَا ثُمَّ نَزَلَ بِأَعْلٰى مَكَّةَ عِنْدَ الْحَجُونِ، وَهُوَ مُهِلٌّ بِالْحَجِّ، وَلَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتّٰى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ، وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ يُقَصِّرُوا مِنْ رُؤُوسِهِمْ ثُمَّ يَحِلُّوا، وَذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهُ بَدَنَةٌ قَلَّدَهَا، وَمَنْ كَانَتْ مَعَهُ امْرَأَتُهُ فَهِيَ لَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے کریب نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کنگھی کی اور تیل لگایا اور اپنا تہ بند باندھا اور چادر اوڑھی' اس کے بعد آپ اور آپ کے اصحاب مدینہ سے نکلے' پس آپ نے چادروں اور تہ بندوں میں سے کسی چیز کے پہننے سے منع نہیں فرمایا' سوا اس کے کہ جو کپڑا زعفران سے رنگا ہوا ہو اور وہ زعفران بدن پر جھڑ رہی ہو' پس صبح آپ ذوالحلیفہ پہنچے' اپنی سواری پر سوار ہوئے' حتیٰ کہ مقام البیداء پر آپ نے اور آپ کے اصحاب نے احرام باندھا' اور اپنی اونٹنی کے گلے میں ہار ڈالا' اس دن ذوالقعدہ کے مہینہ کے پانچ دن باقی تھے' جب آپ مکہ پہنچے تو ذوالحجہ کے چار دن گزر چکے تھے' پھر آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی' اور چونکہ آپ نے اپنی قربانی کے اونٹ میں ہار ڈال دیا تھا' اس لیے آپ نے احرام نہیں کھولا' پھر آپ مکہ کے بالائی حصہ میں حجون پہاڑ کے پاس اونٹ سے اترے' اس وقت آپ حج کا تلبیہ پڑھ رہے تھے' پھر آپ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد کعبہ کے قریب نہیں

حَلَالٌ، وَالطِّيبُ وَالثِّيَابُ. [اطراف الحدیث: ۱۶۲۵-۱۷۳۱]

گئے حتیٰ کہ آپ میدانِ عرفات سے واپس آئے اور آپ نے اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کا طواف کریں اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کریں (دوڑیں)' پھر اپنے سروں کے بال کاٹ کر احرام کھول دیں اور یہ حکم ان اصحاب کے لیے تھا جن کے ساتھ قربانی کا اونٹ نہیں تھا جس کے گلے میں ہار ہو' اور جس صحابی کے ساتھ اس کی بیوی تھی وہ اس کے لیے حلال ہو گئی تھی اور اس کے لیے خوشبو لگانا اور سلے ہوئے کپڑے پہننا بھی حلال ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پس آپ نے چادروں اور تہ بندوں میں سے کسی چیز کے پہننے سے منع نہیں فرمایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج قران کا ثبوت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج قران کیا تھا کیونکہ آپ نے ایک سفر میں عمرہ اور حج کو جمع کیا تھا اور یہ قران کی صفت ہے اور قران' افراد اور تمتع سے افضل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رنگ دار کپڑے کا احرام پہننے کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ محرم صرف چادر اور تہ بند پہنے گا اور سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنے گا کیونکہ سلے ہوئے کپڑے تعیش کی علامت ہیں' اللہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کے پاس غبار آلود بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ آئیں اور ان پر تواضع اور انکسار کے آثار ہوں' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے جو ورس یا زعفران سے رنگے ہوئے ہوں کیونکہ ان میں خوشبو ہوتی ہے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ خوشبو والا لباس محرم کے لیے پہننا ممنوع ہے۔

محرم کے لیے زرد رنگ کے کپڑے پہننے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے' حضرت جابر' حضرت ابن عمر' حضرت عائشہ اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہم نے اس کو جائز کہا ہے اور القاسم' عطاء اور ربیعہ کا بھی یہی قول ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ زرد رنگ خوشبو نہیں ہے اور انہوں نے اس کو محرم کے لیے مکروہ کہا ہے کیونکہ زرد رنگ جلد اور بدن پر جھڑتا ہے۔

(غالباً امام مالک کے زمانہ میں زرد رنگ کچا ہوتا ہوگا' جو بدن اور جلد پر جھڑتا ہوگا' آج زرد رنگ کے لباس کا رنگ نہیں جھڑتا)۔

اگر اس نے زرد رنگ کا احرام پہنا تو اس نے بُرا کیا لیکن اس پر فدیہ نہیں ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ ابوثور نے کہا: ہم زرد رنگ کے احرام کو مکروہ کہتے ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے نہ اس وجہ سے کہ وہ خوشبو ہے' اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رنگے ہوئے کپڑوں کے لباس کو مکروہ کہا ہے۔

امام ابوحنیفہ اور الثوری نے کہا ہے کہ زرد رنگ خوشبو ہے اور اس میں فدیہ ہے' علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ انہوں نے رنگے

ہوئے احرام سے تادیباً منع کیا ہے تا کہ وہ لوگ رنگا ہوا احرام نہ باندھیں جن کی اقتداء کی جاتی ہے اور ناواقف شخص دھوکا کھائے اور وہ زرد رنگ اور زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے میں تمیز نہ کرے اور یہ ناواقف لوگوں کے لیے ورس اور زعفران میں رنگے ہوئے احرام باندھنے کا ذریعہ بن جائے حالانکہ ورس اور زعفران سے رنگے ہوئے احرام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے (ورس ایک جڑی بوٹی ہے جس سے رنگنے کے بعد خوشبو آتی ہے)۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو رنگا ہوا احرام پہنے دیکھا تو فرمایا: اے طلحہ! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ مٹیالا رنگ ہے' حضرت عمر نے فرمایا: تم لوگوں کی اقتداء کی جاتی ہے' اگر کسی ناواقف شخص نے یہ احرام دیکھا تو وہ کہے گا: میں نے حضرت طلحہ کو رنگا ہوا احرام پہنے دیکھا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٤ - بَابُ مَنْ بَاتَ بِذِى الْحُلَيْفَةِ حَتّٰى اَصْبَحَ

جس نے صبح تک رات ذوالحلیفہ میں گزاری

یعنی جب کوئی شخص مدینہ منورہ سے حج کرنے کے لیے جائے تو اس کے لیے ذوالحلیفہ میں رات گزارنا جائز ہے۔

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس قول کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۵۳۳)

١٥٤٦ - **حَدَّثَنِي** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ اَرْبَعًا' وَبِذِى الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ' ثُمَّ بَاتَ حَتّٰى اَصْبَحَ بِذِى الْحُلَيْفَةِ' فَلَمَّا رَكِبَ رَاحِلَتَهُ وَاسْتَوَتْ بِهِ اَهَلَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن المنکدر نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں چار رکعت نماز پڑھی اور ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ نے وہیں رات گزاری حتیٰ کہ ذوالحلیفہ میں صبح کی' پھر جب آپ سوار ہو گئے اور سواری سیدھی ہو گئی تو آپ نے تلبیہ پڑھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے۔

١٥٤٧ - **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوبُ' عَنْ اَبِي قِلَابَةَ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالْمَدِيْنَةِ اَرْبَعًا' وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِى الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ' قَالَ وَاَحْسِبُهُ بَاتَ بِهَا حَتّٰى اَصْبَحَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی اور عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی' اور میرا گمان ہے کہ آپ نے صبح تک وہاں رات گزاری۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۵ - بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْإِهْلَالِ

بلند آواز سے تلبیہ (اللّٰھم لبیك) پڑھنا

۱۵٤٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی اور عصر کی ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی اور میں نے سنا: لوگ حج اور عمرہ دونوں کا پکار کر نام لے رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے۔

۲٦ - بَابُ التَّلْبِيَةِ

تلبیہ (''اللّٰھم لبیك'' کہنا)

۱۵٤۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تلبیہ یہ تھا: میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں ہے میں حاضر ہوں بے شک ہر حمد تیرے لیے ہر حال میں ہے اور ہر نعمت تیری دی ہوئی ہے اور ہر ملک تیرا ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۴، الرقم المسلسل: ۲۷٦۵، سنن ابوداؤد: ۱۸۱۲، سنن ترمذی: ۸۲٦، سنن نسائی: ۲۷٤۹-۲۷٤۸، مسند ابویعلیٰ: ۵٦۹۲، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۳۸، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۲٦-۲۲۵، سنن کبریٰ: ۳۷۳۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ٤٤، مسند احمد ج ۳ ص ۲ طبع قدیم، مسند احمد: ٤٤۵۷-ج ۸ ص ۲۵-۲٤، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، مسند الطحاوی: ٤۱۳٤)

تلبیہ کا معنی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چونکہ یہ حکم دیا تھا کہ وہ حج کا اعلان کریں اس لیے تلبیہ پڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعوت پر لبیک کہی جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ بنا کر فارغ ہو گئے تو آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ لوگوں میں حج کا اعلان کیجئے حضرت ابراہیم نے عرض کیا: اے میرے رب! میری آواز کیسے پہنچے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ اعلان کیجئے آپ کی آواز پہنچانا میرے ذمہ ہے تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پکار کر کہا: اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ کے اس گھر پر آنا فرض کر دیا گیا ہے تو اس کو تمام آسمان اور زمین والوں نے سنا کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین کی ہر طرف سے لوگ جوق در جوق ''اللّٰھم لبیك'' کہتے ہوئے آتے ہیں۔

تلبیہ پڑھنے کا شرعی حکم

سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ تلبیہ پڑھنا حج کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، مگر امام ابوحنیفہ کے نزدیک باقی اذکار بھی تلبیہ کے قائم مقام ہو سکتے ہیں جیسے "اللہ اکبر، سبحان اللہ، لا الٰہ الا اللہ" اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک احرام باندھنا تلبیہ کے قائم مقام ہے اور امام مالک کے نزدیک تلبیہ کے ترک کرنے سے دم لازم ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس پر دم نہیں ہے، اور اسماعیل بن اسحاق نے کہا: احرام باندھتے وقت تلبیہ پڑھنا ایسے ہے جیسے نماز پڑھنے کے لیے تکبیر پڑھنا کیونکہ کوئی شخص تکبیر پڑھے بغیر نماز میں داخل نہیں ہوسکتا، اسی طرح تلبیہ پڑھے بغیر احرام میں داخل نہیں ہوسکتا اور اگر اس نے تلبیہ نہیں پڑھا اور احرام باندھتے وقت یہ کہا: میں نے عمرہ کا احرام باندھا ہے یا حج کا احرام باندھا ہے تب بھی وہ محرم ہو جائے گا۔

تلبیہ میں اضافہ کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ تلبیہ کے یہی الفاظ ہیں اور ان الفاظ پر اضافہ کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام شافعی نے کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑھے ہوئے تلبیہ پر اقتصار کیا جائے مگر اس پر یہ اضافہ کرسکتا ہے: "لبیك اله الحق" کیونکہ اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑھے ہوئے تلبیہ پر اقتصار کیا جائے تو یہ مستحسن ہے اور اگر اس پر اضافہ کیا تب بھی مستحسن ہے، امام ابوحنیفہ، ثوری، امام احمد اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے، انہوں نے کہا ہے کہ وہ جن الفاظ کا اضافہ کرنا چاہے کرسکتا ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

امام مالک نے از نافع از ابن عمر یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس میں یہ اضافہ کرتے تھے: "لبیك وسعدیك والرغباء الیك والعمل"۔ (مسند احمد ج ٣ ص ٢) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ اس میں یہ اضافہ کرتے تھے: "لبیك ذا المعارج" حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے تلبیہ میں کہتے تھے: "لبیك حقا حقا"۔

(شرح ابن بطال ج ٤ ص ١٩٣۔ ١٩٢، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٤ھ)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ٢٧٠٧۔ ج ٣ ص ٢٨٥ پر مذکور ہے، اس کی شرح میں حسب ذیل عنوان ہیں:
① اہلال کا لغوی اور شرعی معنی ② تلبیہ کے حکم میں مذاہب ائمہ ③ تلبیہ کے اوقات اور احکام۔

١٥٥٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ إِنِّي لَأَعْلَمُ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ. تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، وَقَالَ شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ سَمِعْتُ خَيْثَمَةَ، عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از عمارہ از ابوعطیہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: میں خوب جانتی ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے تلبیہ کہتے تھے آپ کہتے: "لبیك اللهم لبیك، لبیك لا شریك لك لبیك، ان الحمد والنعمة لك"۔ سفیان ثوری کی متابعت ابومعاویہ نے کی ہے از الاعمش، اور شعبہ نے کہا: ہمیں سلیمان نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے خیثمہ سے سنا از ابی عطیہ، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔

۲۷ - بَابُ التَّحْمِيْدِ وَالتَّسْبِيْحِ وَالتَّكْبِيْرِ، قَبْلَ الْإِهْلَالِ، عِنْدَ الرُّكُوْبِ عَلَى الدَّابَّةِ

سواری پر بیٹھتے وقت احرام باندھنے سے پہلے ''الحمد للّٰہ' سبحان اللّٰہ'' اور''اللّٰہ اکبر''پڑھنا

۱۵۵۱ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ مَعَهُ، بِالْمَدِيْنَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ بَاتَ بِهَا حَتّٰى أَصْبَحَ، ثُمَّ رَكِبَ حَتّٰى اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ عَلَى الْبَيْدَاءِ، حَمِدَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ وَكَبَّرَ، ثُمَّ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ، وَأَهَلَّ النَّاسُ بِهِمَا، فَلَمَّا قَدِمْنَا، أَمَرَ النَّاسَ فَحَلُّوْا، حَتّٰى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ أَهَلُّوْا بِالْحَجِّ. قَالَ وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ قِيَامًا، وَذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَعْضُهُمْ هٰذَا عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَنَسٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھائی اور عصر کی ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھائی' پھر آپ نے وہیں رات گزاری حتیٰ کہ صبح ہو گئی' پھر آپ سوار ہو گئے حتیٰ کہ جب مقام البیداء پر آپ کی سواری سیدھی کھڑی ہو گئی تو ''الحمد للّٰہ'' پڑھا اور ''سبحان اللّٰہ'' پڑھا اور ''اللّٰہ اکبر'' پڑھا' پھر آپ نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ احرام باندھا' پھر جب ہم (مکہ میں) آئے تو آپ نے لوگوں کو احرام کھولنے کا حکم دیا حتیٰ کہ جب یوم الترویہ (آٹھ ذوالحجہ) آیا تو لوگوں نے حج کا احرام باندھ لیا' حضرت انس نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر کئی اونٹنیوں کو اپنے ہاتھ سے نحر کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دو سرمئی مینڈھے ذبح کیے۔ امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: بعض لوگوں نے بیان کیا یہ حدیث از ایوب از ایک شخص از حضرت انس رضی اللہ عنہ مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حج' حج قران تھا کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا اور جس حج میں حج اور عمرہ کا احرام باندھا جائے' وہ حج قران ہوتا ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔

۲۸ - بَابُ مَنْ أَهَلَّ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً

جس نے اس وقت احرام باندھا جب اس کی سواری سیدھی کھڑی ہو گئی

۱۵۵۲ - حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے صالح بن کیسان نے خبر دی از نافع از حضرت

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً.

ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت احرام باندھا جب آپ کی سواری سیدھی کھڑی ہو گئی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ١٦٦-١٥٤١-١٥٤٦ کا مطالعہ فرمائیں۔

٢٩ - بَابُ الْإِهْلَالِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

قبلہ کی طرف منہ کر کے احرام باندھنا

١٥٥٣ - وَقَالَ أَبُوْ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ نَّافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذَا صَلَّى بِالْغَدَاةِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، أَمَرَ بِرَاحِلَتِهٖ فَرُحِلَتْ، ثُمَّ رَكِبَ، فَإِذَا اسْتَوَتْ بِهٖ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَائِمًا، ثُمَّ يُلَبِّيْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْحَرَمَ، ثُمَّ يُمْسِكُ، حَتّٰى إِذَا جَاءَ ذَا طُوًى بَاتَ بِهٖ حَتّٰى يُصْبِحَ، فَإِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ اغْتَسَلَ، وَزَعَمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذٰلِكَ. تَابَعَهُ إِسْمَاعِيْلُ، عَنْ أَيُّوْبَ فِي الْغُسْلِ.

[اطراف الحدیث: ١٥٧٤-١٥٧٣-١٥٥٤] (مسند الطحاوی: ٤٠٩٧)

اور ابو معمر نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از نافع، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ذو الحلیفہ میں صبح کی نماز پڑھ لیتے تو وہ اپنی سواری پر پالان لگانے کا حکم دیتے، پھر وہ اس پر سوار ہوتے، پھر جب سواری سیدھی کھڑی ہو جاتی تو وہ کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف منہ کرتے، پھر تلبیہ پڑھتے حتیٰ کہ حرم پہنچ جاتے، پھر ٹھہر جاتے حتیٰ کہ وادی ذی طویٰ میں آتے اور وہاں صبح تک رات گزارتے، پھر جب صبح کی نماز پڑھتے تو غسل کرتے اور ان کا یہ گمان تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔ عبدالوارث کی متابعت اسماعیل نے کی ہے از ایوب، غسل کرنے کے الفاظ میں۔

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر جب وہ سواری سیدھی کھڑی ہو جاتی تو وہ کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف منہ کرتے۔

وادی ذی طویٰ: یہ مکہ کے نشیب میں ایک وادی ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک وادی ذی طویٰ میں صبح کو غسل کرنا سنت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٩ ص ٢٥٨-٢٥٧، دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤٢١ھ)

١٥٥٤ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيْعِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ نَّافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذَا أَرَادَ الْخُرُوْجَ إِلٰى مَكَّةَ ادَّهَنَ بِدُهْنٍ لَيْسَ لَهُ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ، ثُمَّ يَأْتِي مَسْجِدَ الْحُلَيْفَةِ فَيُصَلِّيْ، ثُمَّ يَرْكَبُ، وَإِذَا اسْتَوَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً أَحْرَمَ، ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن داؤد ابو الربیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از نافع، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ سے نکلنے کا ارادہ کرتے تو وہ ایسا تیل لگاتے تھے جس میں کوئی اچھی خوشبو نہیں ہوتی تھی، پھر ذوالحلیفہ کی مسجد میں آتے، پس وہاں نماز پڑھتے، پھر سواری پر سوار ہوتے، پھر جب اونٹنی ان کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی تو پھر وہ احرام باندھتے، پھر وہ کہتے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا۔

اس حدیث کی شرح بھی، صحیح البخاری: ١٥٥٣ کی مثل ہے۔

۳۰- بَابُ التَّلْبِيَةِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِي

وادی میں اترتے وقت تلبیہ کہنا

۱۵۵۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَذَكَرُوا الدَّجَّالَ أَنَّهُ قَالَ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ أَسْمَعْهُ، وَلٰكِنَّهُ قَالَ أَمَّا مُوسٰى كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ، إِذِ انْحَدَرَ فِي الْوَادِي يُلَبِّي.

[اطراف الحدیث: ۳۳۵۵-۵۹۱۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از ابن عون از مجاہد' انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھے' پس لوگوں نے دجال کا ذکر کیا اور یہ کہا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہے' تو حضرت ابن عباس نے کہا: میں نے اس کو نہیں سنا' لیکن آپ نے فرمایا تھا: رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام تو گویا میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں جب وہ وادی سے اتر رہے تھے تو تلبیہ پڑھ رہے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۶' الرقم المسلسل: ۳۱۰' سنن ابن ماجہ: ۲۸۹۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۷۶' مسند ابویعلیٰ: ۲۵۴۲' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۳۳-۲۶۳۲' صحیح ابن حبان: ۶۲۱۹-۳۸۰۱' المعجم الکبیر: ۱۲۷۵۶' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۲۳-ج ۳ ص ۹۶' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۵۴-ج ۳ ص ۳۵۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن المثنیٰ بن عبید ابوموسیٰ العنبری (۲) محمد بن ابی عدی' ابی عدی کا نام ابراہیم ہے' محمد بن ابی عدی کی وفات ۱۹۴ھ میں ہوئی ہے (۳) عبداللہ بن عون (۴) مجاہد (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۵۹)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب حضرت موسیٰ وادی سے اتر رہے تھے تو تلبیہ پڑھ رہے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھا اور المہلب کا اس حدیث کو غلط قرار دینا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب بن ابی صفرۃ المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت موسیٰ کا ذکر کرنے میں حدیث کے راوی کو غلطی ہوئی ہے' کیونکہ کسی حدیث یا اثر میں یہ منقول نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور وہ عنقریب حج کریں گے' ہاں! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اس طرح حدیث میں ہے' پس راوی پر اشتباہ ہو گیا اور اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فعل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا۔

اس حدیث کی توجیہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وادی سے اترتے وقت تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھا یا آپ کی طرف اس واقعہ کی وحی کی گئی تھی' اور اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اس وادی سے اترتے وقت تلبیہ پڑھنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا المہلب پر رد کرنا اور اس حدیث کی متعدد توجیہات کرنا اور انبیاء علیہم السلام کی حیات کی تصریح کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' المہلب کی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

المہلب محض اپنے وہم سے ثقہ راویوں کی تغلیط کر رہے ہیں' عنقریب یہ حدیث ''کتاب اللباس'' میں اسی سند کے ساتھ آئے گی۔(رقم:۵۹۱۳) اور اس سند میں ابراہیم کا بھی اضافہ ہے' کیا پھر یہ کہا جائے گا کہ راوی نے مزید غلطی کی ہے اور ایک راوی کا اضافہ کر دیا ہے' امام مسلم نے اس حدیث کو از ابو العالیہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے' اس میں یہ عبارت ہے: گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ ثنیہ سے اس حال میں اتر رہے ہیں کہ ان کی دونوں انگلیاں ان کے کانوں میں ہیں' وہ اس وادی سے گزر رہے ہیں اور وہ بلند آواز سے اللہ کی طرف تلبیہ پڑھ رہے ہیں' جب وہ وادی ازرق سے گزرے۔(صحیح مسلم:۱۶۶' الرقم المسلسل:۴۱۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس وادی کا نام ازرق تھا اور یہ وادی اج نام کی بستی کے پیچھے ہے اور اس وادی اور مکہ کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہے اور اس حدیث میں حضرت یونس علیہ السلام کا بھی ذکر ہے' کیا پھر یہ کہا جائے گا کہ دوسرے راوی نے بھی غلطی کی ہے اور حضرت یونس علیہ السلام کا اضافہ کر دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ گویا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں' اہل علم نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں:

(۱) آپ کا یہ ارشاد اپنی حقیقت پر محمول ہے اور انبیاء علیہم السلام اپنے رب کے نزدیک زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے' پس اس لحاظ سے ان کے حج کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔(صحیح مسلم' الرقم المسلسل:۶۰۴۲)

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں عبادت کی محبت ڈالی گئی ہے' سو ان کے نفسوں میں جو عبادت کے محرکات ہیں' اس کے موافق وہ عبادت کرتے ہیں جیسا کہ اہل جنت کو ذکر کا الہام کیا جائے گا' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آخرت کا عمل ذکر اور دعا ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ. (یونس:۱۰) اور جنتوں میں ان کی (بے ساختہ) یہ پکار ہوگی: پاک ہے تو اے اللہ!

لیکن اس توجیہ کا تتمہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی روحوں کی طرف دیکھا جاتا ہے' پس شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کی روح اس طرح جسم مثالی میں دکھائی گئی جس طرح ان کو شب معراج دکھایا گیا تھا۔ رہے ان کے اجسام جو قبروں میں ہیں تو ابن المنیر وغیرہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی روح کے لیے ایک مثال بنا دیتا ہے تو ان کی روح بیداری میں اسی طرح دکھائی دیتی ہے' جس طرح خواب میں دکھائی دیتی ہے۔

(۲) گویا کہ انبیاء علیہم السلام کے جو احوال دنیا کی زندگی میں تھے کہ وہ کس طرح عبادت کرتے تھے اور کس طرح حج کرتے تھے اور کس طرح تلبیہ پڑھتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ احوال متمثل کر دیئے گئے تھے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں۔

(۳) گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ یہ خبر دی گئی اور چونکہ آپ کو اس خبر کی قطعیت پر یقین تھا' اس لیے آپ نے فرمایا: گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں۔

(۴) گویا کہ آپ نے اس سے پہلے خواب میں یہ واقعہ دیکھا تھا' پس جب آپ نے حج کیا تو آپ کو یہ واقعہ یاد آ گیا' سو آپ نے اس کی خبر دی' اور انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں اور یہ جواب میرے نزدیک معتمد ہے' جیسا کہ احادیث الانبیاء کے باب میں اس کی تصریح آئے گی اور اس سے پہلے جو جوابات ذکر کیے ہیں وہ بھی بعید نہیں ہیں۔

علامہ ابن المنیر نے الحاشیہ میں لکھا ہے کہ المہلب کا راوی کی غلطی نکالنا ان کا وہم ہے' ورنہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو دیکھنے میں کیا فرق ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دکھائی دینے کا تو اعتراف کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دکھائی دینے کا انکار کیا' جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ زمین سے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے بعد زمین پر نازل ہوئے ہوں' البتہ یہ ثابت ہے کہ وہ عنقریب نازل ہوں گے۔

علامہ ابن حجر اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ المہلب کا ارادہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر نازل ہونا اتنے دلائل سے ثابت ہے گویا کہ وہ محقق ہو چکا ہے' اس لیے المہلب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے' جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ حضرت ابن مریم ضرور حج کا تلبیہ پڑھیں گے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۲۹۔ ۱۲۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

دیگر شارحین کا حافظ ابن حجر کی تقریر کو نقل کرنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی نے اپنے انداز سے حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس تقریر کا خلاصہ لکھا ہے اور انہوں نے اس حدیث کی جو توجیہات ذکر کی ہیں' ان کو اختصار سے لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۶۰۔ ۲۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ۹۲۱ھ نے بھی حافظ ابن حجر عسقلانی کی ذکر کردہ توجیہات لکھی ہیں۔

(ارشاد الساری ج ۴ ص ۵۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ طیبی' محدث دہلوی اور دیگر علماء اسلام کی یہ تصریح کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے زمانہ میں ہر زمانہ کے احوال دیکھتے ہیں اور دیگر جوابات کا ذکر کرنا

علامہ شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ الطیبی المتوفی ۷۴۳ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کیسے حج کرتے ہیں اور کیسے تلبیہ پڑھتے ہیں حالانکہ وہ وفات پا چکے ہیں اور دارِ آخرت دارِ عمل نہیں ہے' اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) انبیاء علیہم السلام شہداء کی مثل ہیں' بلکہ ان سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے پاس زندہ ہیں' پس یہ بعید نہیں ہے کہ وہ حج کریں اور نماز پڑھیں اور اپنی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں کیونکہ ہر چند کہ وہ وفات پا چکے ہیں لیکن وہ ابھی اس دنیا میں ہیں اور یہ دنیا دار العمل ہے' حتیٰ کہ دنیا کی مدت فنا ہو جائے اور اس کے بعد آخرت آ جائے جو کہ دار الجزاء ہے' پھر عمل منقطع ہو جائے گا۔

(۲) تلبیہ (''اللّٰھم لبیك اللّٰھم لبیك'' پڑھنا) دعا ہے اور یہ آخرت کے اعمال سے ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

دَعْوٰهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (یونس:۱۰)

اور جنتوں میں ان کی (بے ساختہ) یہ پکار ہوگی: پاک ہے تو اے اللہ! اور جنتوں میں ان کی ایک دوسرے کے لیے یہ دعا ہوگی: سلام علیکم اور ہر بات کے آخر میں ان کا یہ کہنا ہوگا: ''الحمد للّٰه رب العٰلمین'' ۝

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو جو دیکھا تھا' سو یہ شب معراج کے علاوہ خواب میں دیکھا تھا جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں کعبہ کے گرد طواف کر رہا ہوں .... انہوں نے اس حدیث کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ذکر کیا ہے۔

(۴) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انبیاء علیہم السلام کے وہ احوال دکھائے گئے جو ان کی دنیاوی حیات میں تھے اور انبیاء علیہم السلام کو ان کی حیات کے حال میں متمثل کیا گیا' خواہ وہ جو عمل کر رہے ہوں اور جس طرح ان کا حج اور ان کا تلبیہ تھا' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف انبیاء علیہم السلام کے احوال کی وحی کی گئی تھی اور آپ کو خبر دی گئی تھی کہ وہ اپنی زندگی میں کیا کرتے رہے ہیں' سو اس کے اعتبار سے آپ نے خبر دی۔ یہاں تک قاضی عیاض کا کلام تھا۔

(شرح الطیبی ج ۱۰ص ۳۲۰-۳۱۹' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۳ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ نے اس پوری عبارت کو من وعن نقل کر دیا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۹ص ۷۰۵' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کو دیکھا' یہ آپ کے علم الیقین سے کنایہ ہے یعنی میں ان کے احوال کا اس طرح علم رکھتا ہوں کہ جس طرح میں نے ان کو زندگی کے حال میں دیکھا ہے گویا کہ میں ان کو ان کی زندگی میں دیکھ رہا ہوں اور بعض علماء نے کہا کہ یہ سب خواب کا واقعہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو متمثل کر کے آپ پر منکشف کر دیا تھا' اور بعض اہل تحقیق نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اسی وقت میں ان کی زندگی کی حالت میں دیکھا اور یہ اس عالم میں تھا جس میں ماضی' حال اور مستقبل نہیں ہوتا' اور بندہ مسکین عبد الحق یہ کہتا ہے کہ تمام انبیاء حیاتِ حقیقی دنیاوی کے ساتھ زندہ ہیں لیکن عام لوگوں کی نظر سے محجوب ہیں' پس اُنہوں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حقیقت میں بغیر ان کی نیند کے اور بغیر اپنی مثال کے بغیر کسی اشتباہ اور اشکال کے خود کو دکھایا۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ص ۴۸۱' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

شیخ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ' اس حدیث کی توجیہات میں لکھتے ہیں:

مخفی نہ رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج متعدد انبیاء علیہم السلام کا مشاہدہ کیا تھا' پس ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح جسم میں متمثل ہو گئی ہو اور آپ نے ان کو بیداری میں دیکھا ہو' اور یہ تمثل اس وجہ سے ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ کو حج کرتے ہوئے خواب میں دیکھا ہو' اور انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں حج کیا ہو اور ''اللّٰھم لبیك'' پڑھا ہو اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان کے زمانہ کا حج منکشف کر دیا گیا ہو۔ (تیسیر القاری ج ۲ص ۶۸' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

شیخ محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی متوفی ۱۳۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام تو گویا کہ میں ان کو دیکھ رہا ہوں جب وہ وادی سے اترتے ہوئے ''اللّٰھم لبیك لبیك'' پڑھ رہے تھے۔

اس میں راز یہ ہے کہ شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی زندگی میں حج نہیں کیا تھا' اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی حج نہیں کیا تھا' اسی لیے انہوں نے آسمان سے نازل ہو کر حج کیا اور یہ تحقیق سے ثابت ہے کہ اکثر انبیاء علیہم السلام نے حج کیا ہے اور جس وادی کا ذکر ہے' یہ وادی ازرق ہے۔

دنیا کی آخرت کے ساتھ کس طرح نسبت ہے' اس میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ ایسی نسبت ہے جیسی روح کی نسبت

بدن کے ساتھ ہے اور یہ ایسی نسبت ہے جیسی موتی کی نسبت سیپی کے ساتھ ہوتی ہے' اور نہ یہ ایسی نسبت ہے جیسے ایک منفصل چیز کی دوسری منفصل چیز کے ساتھ ہوتی ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ ایسی نسبت ہے جیسے درخت کی نسبت بیج کے ساتھ ہوتی ہے' پس دنیا آخرت سے شق ہوتی ہے جیسے بیج درخت سے شق ہوتا ہے اور میرے نزدیک یہ ایسی نسبت ہے جیسے ظاہر کی نسبت باطن کے ساتھ ہوتی ہے اور غیب کی شہادت کے ساتھ ہوتی ہے' پس اب عالم اور چیز کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ نظر اور بصر کے اعتبار سے فرق ہے' پس اگر بصر قوی ہو تو وہ اب بھی آخرت کو دیکھ لے گی اور دوزخ اور جنت کو دیکھ لے گی لیکن عام لوگوں کی بصر کم زور ہوتی ہے' وہ اس طرح نہیں دیکھ سکتی جس طرح قوی اور تیز بصر والے دیکھتے ہیں' سو انبیاء علیہم السلام اپنی زندگی میں بھی جنت اور دوزخ کو دیکھتے ہیں اور رہے عوام تو وہ جنت اور دوزخ کو حشر کے بعد دیکھیں گے جب ان کی نظر تیز ہو جائے گی' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌO(قٓ:۲۲) بے شک تو اس دن سے غفلت میں تھا' سو ہم نے تیری آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا تو آج تیری نگاہ بہت تیز ہےO

(فیض الباری ج ۳ ص ۷۶۔۷۵' المجلس العلمی سورت' الہند' ۱۳۵۷ھ)

کاشمیری صاحب کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ انبیاء علیہم السلام کی نظر بہت تیز ہوتی ہے اور وہ دنیا میں آخرت کی چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں' اس لیے کوئی بعید نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ میں حج کرتے ہوئے اس وادی سے ''اللّٰھم لبیك اللّٰھم لبیك'' پڑھتے ہوئے گزر رہے ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے اس زمانہ میں دیکھ لیا ہو' اس قسم کا معنی شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے بھی منقول ہے۔

شیخ محمد یحییٰ کاندھلوی دیوبندی نے بھی المہلب کے قول کو علامہ ابن حجر عسقلانی کے ذکر کردہ دلائل سے رد کیا ہے' پھر اس حدیث کی توجیہ میں علامہ ابن حجر کی طرح یہ ذکر کیا ہے کہ انبیاء اپنے رب کے پاس زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے' پس اس حال میں ان کے حج کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔ (حاشیہ لامع الدراری ج ۲ ص ۱۸۹' ایچ۔ایم' سعید کمپنی' کراچی)

غیر مقلد علماء کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالاتِ بصر کا ذکر نہ کرنا

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی حافظ ابن حجر کے دلائل سے المہلب کا رد کیا ہے لیکن اس حدیث کی توجیہات کو ذکر نہیں کیا۔ شاید یہ توجیہات ان کے عقیدہ کے خلاف تھیں۔ (عون الباری ج ۲ ص ۷۵۳' دار الرشید' حلب' سوریا)

مشہور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ نے بھی المہلب کا رد کر کے اس حدیث کی توجیہ میں لکھا ہے: میں کہتا ہوں کہ گو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ گزر گئے ہیں مگر ان کی مثالی صورتیں آں حضرت کو دکھائی جانا کچھ بعید نہیں جیسے شب معراج میں دکھائی گئی تھیں۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۱۲۴' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۳۰۔ ج ۱ ص ۶۸۲۔۶۸۱ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۱ - بَابٌ كَیْفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ حیض اور نفاس والی عورت کس طرح احرام باندھے

''اھلال'' کے متعدد معانی

''کتاب الحج'' کی احادیث میں بار بار ''اَھَلَّ'' کا لفظ مذکور ہے' اس لیے امام بخاری ''اَھَلَّ'' کا معنی بیان کرتے ہیں:

اَھَلَّ تَكَلَّمَ بِهٖ' وَاسْتَهْلَلْنَا وَاَهْلَلْنَا الْهِلَالَ كُلُّهٗ مِنَ الظُّهُوْرِ' وَاسْتَهَلَّ الْمَطَرُ خَرَجَ مِنَ ''اَھَلَّ'' منہ سے بات نکالی ''اِسْتَھْلَلْنَا'' اور ''اَھْلَلْنَا الْھِلَالَ'' یہ سب الفاظ ظہور کے معنی میں ہیں اور ''اِستھلّ المطر''

السَّحَابِ. ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ (المائدہ:۳). وَهُوَ مِنِ اسْتِهْلَالِ الصَّبِيِّ. کا معنی ہے: بارش بادل سے نکلی اور ''وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ'' (المائدہ:۳) اور یہ بچہ کے بلند آواز سے رونے سے ماخوذ ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کا طریقہ ہے کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ کلام کا ایک مادہ کئی معانی میں مستعمل ہے تو وہ قرآن اور سنت سے اس کے شواہد بیان کرتے ہیں' سو وہ لکھتے ہیں کہ ''اَهَلَّ'' کا معنی ہے: بات کی یعنی اپنے مافی الضمیر کو کلام سے ظاہر کیا' اور ''استهلّ المطر'' کا معنی ہے: بارش کا بادل سے گرج کی آواز کے ساتھ نازل ہونا اور ''ما اهل لغير اللّٰه'' کا معنی ہے: جب ذبح کرنے والا ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارے اور ''استهل الصبی'' کا معنی ہے: بچہ بلند آواز سے رویا تو ''اهلال'' کے تمام صیغوں میں بلند آواز سے پکارنے کا معنی ہے' اسی وجہ سے احرام باندھتے وقت بلند آواز سے ''اللّٰهم لبيك اللّٰهم لبيك'' پڑھنے کو بھی ''اهلال'' کہتے ہیں' لہٰذا ''اَهَلَّ'' کا معنی احرام باندھنا بھی ہے اور لبیک کہنا بھی ہے اور ان تمام اطلاقات میں ظہور کا معنی ملحوظ ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۶۱-۲۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

''وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ'' کے معنی کی تحقیق

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے ''ما اهل به لغير اللّٰه'' کے معنی میں لکھا ہے:

ذبح کے وقت بتوں کا نام بلند آواز سے لینا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۲۹' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ' درج ذیل آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ'' (البقرہ:۱۷۳) وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا (جس جانور کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو)۔

ہم نے بہ کثرت حوالہ جات اس لیے ذکر کیے ہیں کہ علماء دیوبند کہتے ہیں کہ جس چیز پر بھی غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو وہ حرام ہے حتیٰ کہ بزرگوں کے ایصالِ ثواب کے لیے جو نیاز دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے: یہ داتا علی ہجویری کا بکرا ہے' یا غوثِ اعظم کی گائے ہے یا خواجہ اجمیری کی شیرینی ہے' وہ کہتے ہیں کہ چونکہ ان چیزوں پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہے' اس لیے یہ چیزیں حرام ہیں' حالانکہ غیر اللہ کا نام پکارنے سے چیز کا حرام ہونا وقت ذبح کے ساتھ خاص ہے' جیسا کہ علامہ عینی' حافظ ابن حجر اور شاہ ولی اللہ کی مذکورہ عبارات سے ظاہر ہے۔

علماء دیوبند کا مطلقاً غیر اللہ کے تقرب کو حرام قرار دینا

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

دوسری صورت یہ ہے کہ جانور کو تقرب الیٰ غیر اللہ کے لیے ذبح کیا جائے یعنی اس کا خون بہانے سے تقرب الیٰ غیر اللہ مقصود ہو لیکن بہ وقت ذبح اس پر نام اللہ ہی کا لیا جائے جیسے بہت سے ناواقف مسلمان بزرگوں' پیروں کے نام پر ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے بکرے' مرغے وغیرہ ذبح کرتے ہیں لیکن ذبح کے وقت اس پر نام اللہ ہی کا پکارتے ہیں' یہ صورت باتفاق فقہاء حرام ہے اور مذبوحہ مردار ہے۔ (معارف القرآن ج ۱ ص ۴۲۱' ادارۃ المعارف' کراچی' ۱۹۹۳ھ)

مصنف کے نزدیک بہ طور عبادت غیر اللہ کے تقرب کا حصول حرام ہونا اور دیگر صورتوں میں غیر اللہ کے تقرب کا حصول جائز ہونا

مفتی شفیع کی یہ عبارت مذکور الصدر تصریحات کے خلاف ہے اور محض تعصب پر مبنی ہے' نیز ان کا تقرب الی غیر اللہ کو حرام کہنا بھی غلط ہے کیونکہ غیر اللہ کا وہ تقرب ممنوع ہے جو بہ طور عبادت ہو۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: تقرب علیٰ وجہ العبادۃ ہی کفر کا سبب ہے اور یہ مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۱۹۸۔۱۹۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اگر مطلقاً غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنا ممنوع ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب حاصل کرنا' اولیاء اللہ کا قرب حاصل کرنا' اولاد کے لیے والدین کا قرب حاصل کرنا' شاگردوں کے لیے اساتذہ کا قرب حاصل کرنا' مریدوں کے لیے مشائخ کا قرب حاصل کرنا اور نوکروں کے لیے اپنے مالکوں کا قرب حاصل کرنا' اور چھوٹوں کے لیے بڑوں کا قرب حاصل کرنا حرام ہو جائے گا اور قرب حاصل کرنے کی یہ تمام صورتیں ممنوع قرار پائیں گی' اس لیے صرف وہی قرب حاصل کرنا ممنوع اور حرام ہے' جس قرب کا حصول اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ وہ قرب ہے جو بہ طور عبادت ہو جیسے ہم نماز پڑھ کر اور دیگر عبادات انجام دے کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنا قرب حاصل کرنے کی تلقین کی ہے' حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک قیامت کے دن تم میں سے سب سے زیادہ میرے نزدیک محبوب اور سب سے زیادہ میری مجلس کے قریب وہ شخص ہوگا جس کے اخلاق تم سب سے اچھے ہوں گا۔

(سنن ترمذی: ۲۰۱۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۱۵' صحیح ابن حبان: ۴۸۲' المعجم الکبیر: ۵۸۸۔ ج ۲۲' مسند الشامیین: ۳۴۹۰' شعب الایمان: ۷۹۸۹' مسند احمد ج ۴ ص ۱۹۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۷۳۲۔ ج ۲۹ ص ۲۶۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

درج ذیل حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا قرب حاصل کرنے کی ترغیب اور تلقین کی ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا۔ (صحیح البخاری: ۵۳۰۴۔۶۰۰۵' سنن ابوداؤد: ۵۱۵۰' سنن ترمذی: ۱۹۱۸' مسند ابویعلیٰ: ۷۵۵۳' صحیح ابن حبان: ۴۶۰' المعجم الکبیر: ۵۹۰۵' سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۸۳' شعب الایمان: ۱۱۰۲۶' شرح السنہ: ۳۴۵۴' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۸۲۰۔ ج ۳۷ ص ۴۷۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

آپ کی مراد یہ ہے کہ یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں میرے اتنا قریب ہوگا جتنا شہادت کی انگلی درمیانی انگلی سے قریب ہوتی ہے' سو تم یتیم کی کفالت کر کے جنت میں میرا قرب حاصل کرو۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب حاصل کرنا مطلوب اور مستحسن ہے اور مفتی شفیع کا مطلقاً غیر اللہ کے قرب کے حصول کو مذموم اور ممنوع قرار دینا قطعاً باطل اور مردود ہے' اور اس وجہ سے بزرگوں کی نیاز کے کھانے کو ''ما اهل به لغير الله'' میں داخل کرنا بھی مذموم اور باطل ہے۔

۱۵۵٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان

عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ' فَاَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ' ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ' ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا. فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَاَنَا حَائِضٌ' وَلَمْ اَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ' فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْقُضِي رَاْسَكِ' وَامْتَشِطِي' وَاَهِلِّي بِالْحَجِّ' وَدَعِي الْعُمْرَةَ. فَفَعَلْتُ' فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ' اَرْسَلَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِي بَكْرٍ اِلَى التَّنْعِيْمِ' فَاعْتَمَرْتُ' فَقَالَ هٰذَا مَكَانُ عُمْرَتِكِ. قَالَتْ فَطَافَ الَّذِيْنَ كَانُوْا اَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ' وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ اَحَلُّوْا' ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا وَاحِدًا بَعْدَ اَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِنًى' وَاَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ' فَاِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَاحِدًا.

کی از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے لیے نکلے' پس ہم نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر نبی ﷺ نے فرمایا: جس کے ساتھ قربانی ہو وہ حج کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھے' پھر وہ احرام نہ کھولے حتیٰ کہ ان دونوں سے اکٹھا حلال ہو جائے (دونوں سے فارغ ہو جائے)' پس میں اس حال میں مکہ آئی کہ میں حائضہ تھی اور میں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا اور نہ صفا اور مروہ میں سعی کی تھی تو میں نے نبی ﷺ سے اس کی شکایت کی (کہ حج کا وقت آ گیا اور میں ابھی عمرہ سے بھی فارغ نہیں ہوئی)' آپ نے فرمایا: تم اپنے سر کے بال کھول کر کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھ لو اور عمرہ کو چھوڑ دو' سو میں نے ایسا کیا' پس جب ہم نے حج کر لیا تو نبی ﷺ نے مجھے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تنعیم بھیجا' سو میں نے عمرہ کیا' تو آپ نے فرمایا: یہ تمہارے (اس) عمرہ کی جگہ ہے' حضرت عائشہ نے کہا: پس ان لوگوں نے بیت اللہ کا طواف کیا جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی' پھر انہوں نے احرام کو کھول دیا' پھر انہوں نے منیٰ سے واپس آنے کے بعد ایک (نوع کا) طواف کیا اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا تھا انہوں نے صرف ایک (نوع کا) طواف کیا۔

ہر چند کہ اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے' لیکن یہ حدیث ''کتاب الحج'' میں پہلی بار آئی ہے' اس لیے ہم یہاں ضروری اُمور کی وضاحت کر رہے ہیں۔

حجۃ الوداع کا معنیٰ' تنعیم کا محل وقوع' احناف کے نزدیک نبی ﷺ کا حج قران ہونا اور قران میں دو سعی اور دو طواف ہونے کے دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: ہم حجۃ الوداع کے لیے نکلے۔ حجۃ الوداع ۱۰ ھ میں ہوا تھا' نبی ﷺ نے ہجرت کے بعد اس کے علاوہ کوئی اور حج نہیں کیا' اس سے پہلے جب آپ مکہ میں تھے تو آپ نے متعدد حج کیے تھے جن کی تعداد کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں۔

حضرت عائشہ نے بیان کیا: نبی ﷺ نے مجھے تنعیم بھیجا۔ تنعیم حرم مکہ سے شام کی جانب مکہ اور سرف کے درمیان ایک جگہ ہے' یہ مسجد حرام سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ہے' اس جگہ ایک مسجد ہے جس کا نام مسجد عائشہ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قران افضل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس قربانی ہو وہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھے اور اسی کا نام قران ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قران کیا تھا' امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد اور اصحاب شافعیہ میں سے مزنی کا یہی مذہب ہے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے' اور امام احمد کا ظاہر قول بھی یہی ہے' اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جنہوں نے قران کا احرام باندھا تھا' انہوں نے ایک طواف کیا' اس میں امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کی دلیل ہے' وہ کہتے ہیں کہ قران کرنے والا ایک طواف کرے گا اور ایک سعی کرے گا' جب کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ قران کرنے والا دو طواف اور دو سعی کرے گا' ایک طواف اور ایک سعی عمرہ میں اور ایک طواف اور ایک سعی حج میں' ان کا استدلال بہت احادیث سے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۶۴۔ ۲۶۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حج قران میں دو طواف اور دو سعی کرنے کے ثبوت میں احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں آئے تو سب سے پہلے آپ نے حجر اسود کی تعظیم کی' پھر آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا' پہلے تین طواف دوڑ دوڑ کر کیے اور چار طواف پیدل چل کر کیے' پھر طواف پورا کرنے کے بعد آپ نے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی' پھر سلام پھیر کر مڑ گئے' پھر آپ نے صفا اور مروہ میں سات بار سعی کی' پھر آپ نے احرام نہیں کھولا اور اسی احرام پر برقرار رہے' حتیٰ کہ قربانی کے دن آپ نے اپنی قربانی کو نحر کیا' پھر بیت اللہ میں طواف زیارت کیا' پھر آپ پر ہر وہ چیز حلال ہو گئی جو حج کی وجہ سے حرام ہو گئی تھی۔ (صحیح البخاری: ۱۶۹۱' صحیح مسلم: ۱۲۲۷' سنن ابوداؤد: ۱۸۰۵' سنن نسائی: ۲۷۳۱)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج قران میں دو طواف کیے' پہلے عمرہ کا طواف کیا' پھر حج کا طواف زیارت کیا۔

امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ساتھ حج اور عمرہ کیا اور ان کے لیے دو طواف کیے اور دو سعی کیں اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا' جس طرح میں نے کیا ہے۔

(سنن دارقطنی: ۲۵۶۳۔ ج ۲ ص ۵۰۳' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ۔ ج ۲ ص ۲۵۷ طبع قدیم)

ابن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے ایک ساتھ حج اور عمرہ کیا اور ان کے لیے دو طواف اور دو سعی کیں اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن دارقطنی: ۲۵۹۴۔ ج ۲ ص ۵۱۱' دارالمعرفہ' ج ۲ ص ۲۶۲ طبع قدیم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قارن تھے' پس آپ نے دو طواف کیے اور دو سعی کیں۔

(سنن دارقطنی: ۲۵۹۵۔ ج ۲ ص ۵۱۱' دارالمعرفہ' ج ۲ ص ۲۶۳ طبع قدیم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمرہ اور حج کے لیے دو طواف کیے اور دو سعی کیں۔

(سنن دارقطنی: ۲۵۹۶۔ ج ۲ ص ۵۱۲' دارالمعرفہ' ج ۲ ص ۲۶۳ طبع قدیم)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو طواف کیے اور دو سعی کیں۔

(سنن دارقطنی: ۲۵۹۷۔ ج ۲ ص ۵۱۲' دارالمعرفہ' ج ۲ ص ۲۶۳ طبع قدیم)

ابونصر بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملا' اس وقت میں نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا اور حضرت علی نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا' میں نے کہا: کیا میں بھی اس طرح کر سکتا ہوں جس طرح آپ نے کیا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا: تم وضوء کر کے حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھو' پھر تم ان دونوں کے لیے دو طواف اور دو سعی کرو۔

(سنن دار قطنی: ۲۵۹۹ ۔ج ۲ ص ۵۱۳ ۔ ۵۱۲ 'دار المعرفہ ج ۲ ص ۲۶۴ طبع قدیم)

امام دار قطنی نے ان تمام اسانید کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن یہ ہم کو مضر نہیں ہے کیونکہ یہ متعدد اسانید ہیں اور تعدد اسانید سے حدیث حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ ہم نے ان احادیث سے بہ راہِ راست استدلال نہیں کیا بلکہ ان احادیث کو صحیح بخاری' صحیح مسلم' سنن ابوداؤد' سنن نسائی کی حدیث کی تائید اور تقویت کے لیے پیش کیا ہے۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی المتوفی ۲۳۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

زیاد بن ملک بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہا: حج قران کرنے والا دو طواف کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۲ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۳۱۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عمرو بن الاسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما نے کہا: جب تم حج اور عمرہ میں قران کرو تو دو طواف کرو اور دو سعی کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۳ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۳۱۴ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ اسماعیل اور الشعبی دو طواف اور دو سعی کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۴ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۳۱۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ابو جعفر نے کہا: حج قران کرنے والا دو طواف اور دو سعی کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۵ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۳۱۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عبدالرحمٰن بن الاسود نے بیان کیا کہ ان کے والد نے کہا: حج قران والا دو طواف کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۶ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۳۱۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے الحکم اور الحماد سے قران کرنے والے کے متعلق سوال کیا' ان دونوں نے کہا: وہ دو طواف کرے گا اور دو سعی کرے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۷ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۳۱۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابو معشر بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: قران کرنے والا دو طواف اور دو سعی کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۸ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۳۱۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حج اور عمرہ کو جمع کیا' اس کے لیے ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے' پھر جب تک وہ حج اور عمرہ سے فارغ نہ ہو' وہ احرام نہ کھولے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۹۷۵ 'مسند احمد ج ۲ ص ۶۷ 'شرح معانی الآثار: ۳۸۳۰)

امام ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں کہ ایک قوم (ائمہ ثلاثہ) کا یہ مذہب ہے کہ جو شخص حج اور عمرہ کو جمع کرے' اس پر ایک طواف واجب ہوتا ہے اور دوسروں (امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب) نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ وہ حج اور عمرہ میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ طواف کرے گا' ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

ابو نصر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حج کا احرام باندھا' پھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملا' میں نے ان سے کہا: میں نے حج کا احرام باندھا ہے' کیا میں اس کے ساتھ عمرہ ملا سکتا ہوں؟ حضرت علی نے کہا: نہیں! اگر تم نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر تم اس کے ساتھ حج کا احرام ملانا چاہتے تو ملا سکتے تھے' میں نے پوچھا: اگر میں اب یہ ارادہ کروں تو کس طرح کروں؟ حضرت علی نے کہا: تم پانی لے کر وضوء

کرو' پھران دونوں کا احرام باندھو' پھران میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ طواف کرو۔ (شرح معانی الآثار: ۳۸۵۲)

منصور نے کہا: میں نے مجاہد سے یہ حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: پہلے میں لوگوں کو ایک طواف کا حکم دیتا تھا لیکن اب نہیں دوں گا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۸۵۳)

زیاد بن مالک نے بیان کیا کہ حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما' دونوں یہ کہتے تھے کہ قران کرنے والا دو طواف کرے گا اور دو سعی کرے گا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۸۵۸)

پس حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود' دونوں حضرت ابن عمر کے خلاف یہ کہتے تھے کہ قران کرنے والا دو طواف اور دو سعی کرے گا' اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۸۲' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ جنہوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا' انہوں نے ایک طواف کیا تھا' اس کا محمل یہ ہے کہ انہوں نے ایک نوع کا طواف کیا تھا اور طواف واحد کے الفاظ میں واحد سے مراد واحد شخصی نہیں ہے بلکہ واحد نوعی مراد ہے' ان مختلف اور بہ ظاہر متعارض احادیث میں اسی طرح تطبیق ہو سکے گی۔

۳۲ - بَابُ مَنْ اَهَلَّ فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَاِهْلَالِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں آپ کے احرام کی مثل احرام باندھا

اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ جائز ہے کہ کوئی شخص پہلے مبہم احرام باندھے' پھر اس کو جس طرح چاہے معین کر دے اور یہ اس لیے جائز ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں ایسا ہوا۔

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے:

بکر البصری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عمرہ اور حج کا احرام باندھا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حج کا احرام باندھا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ حج کا احرام باندھا' پس جب ہم مکہ میں آئے تو آپ نے فرمایا: جس شخص کے ساتھ قربانی نہ ہو وہ اپنے اس احرام کو عمرہ کا احرام کر دے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ قربانی تھی' پھر ہمارے پاس حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یمن سے حج کا احرام باندھے ہوئے آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا: تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے کیونکہ تمہاری اہلیہ ہمارے پاس ہیں' حضرت علی نے کہا: میں نے اس کا احرام باندھا جس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے احرام باندھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم اس احرام پر برقرار رہو کیونکہ ہمارے ساتھ قربانی ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۳۵۴' صحیح مسلم: ۱۲۳۲-۱۲۳۱' سنن نسائی: ۲۷۳۱)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امام شافعی اور ان کے مذہب کے موافقین کی دلیل ہے کیونکہ ان کے نزدیک مبہم اور معلق احرام باندھنا جائز ہے' مثلاً کوئی شخص اس طرح احرام باندھے کہ میرا احرام زید کے احرام کی مثل ہے' پھر اگر زید کا احرام حج کا ہے تو اس کا احرام حج کا ہے اور

اگر اس کا احرام عمرہ کا ہے تو اس کا احرام عمرہ کا ہے' اور اگر اس کا احرام حج اور عمرہ دونوں کا ہے تو اس کا احرام بھی حج اور عمرہ دونوں کا ہوگا' اور اگر زید نے مبہم اور مطلق احرام باندھا ہے تو اس کا احرام بھی مطلق اور مبہم ہوگا' پھر وہ اپنے اس احرام کو جس طرف چاہے گا پھیر دے گا اور پھیرنے میں اس پر زید کی موافقت کرنا لازم نہیں ہے' یہ علامہ نووی نے کہا ہے اور علامہ رافعی نے یہ صورت بیان کی ہے کہ پھیرنے میں اس پر زید کی موافقت کرنا لازم ہے اور باقی علماء اور ائمہ کے نزدیک مبہم نیت کے ساتھ احرام باندھنا جائز نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ. (البقرہ:۱۹۶) اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے مکمل کرو۔

نیز فرمایا:

وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ. (محمد:۳۳) اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم ان کے ساتھ مخصوص تھا' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے لیے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح فرمایا تھا' اس کا جواب بھی یہ ہے کہ یہ حکم بھی ان کے ساتھ مخصوص تھا اور عنقریب ان شاء اللہ اس کی زیادہ تفصیل آئے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۶۵۔ ۲۶۴ ملخصاً)

۱۵۵۷ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنْ يُقِيمَ عَلٰى إِحْرَامِهِ. وَذَكَرَ قَوْلَ سُرَاقَةَ. [اطراف الحدیث:۱۵۶۸۔ ۱۵۷۰۔ ۱۶۵۱۔ ۱۷۸۵۔ ۲۵۰۶۔ ۴۳۵۲۔ ۷۲۳۰۔ ۷۳۶۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی ہے از ابن جریج' عطاء نے کہا: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر برقرار رہیں اور حضرت سُراقہ کا قول ذکر کیا۔

(سنن نسائی: ۲۷۴۳' سنن ابوداؤد: ۱۷۸۹' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۸۵' سنن کبریٰ: ۴۲۳۱' سنن بیہقی: ۴۲۳۱' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۲۷۹۔ ج ۲۲ ص ۱۸۲)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مکی بن ابراہیم بن بشر بن فرقد الحنظلی التمیمی البلخی ابوالسکن' یہ ان رجال میں سے ہیں جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' ان کی وفات بلخ میں ۲۱۴ھ میں ہوئی تھی' ان کی عمر ایک سو سال کے قریب تھی' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ کی طرف منسوب ہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ مکہ مکرمہ کی طرف منسوب نہیں تھے' بلکہ مکی ان کا نام ہے اور یہ بلخ کے رہنے والے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ کرمانی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ حقیقۃً مکہ کے رہنے والے تھے بلکہ یہ صورۃً مکہ مکرمہ کی طرف منسوب تھے (۲) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۳) عطاء بن ابی رباح (۴) حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۶۶)

اس حدیث کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر برقرار رہیں۔

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سُراقہ کے قول کا ذکر کیا' یعنی حضرت جابر نے اپنی حدیث میں حضرت سُراقہ کے قول کا ذکر

کیا۔حضرت سُراقہ کا پورا نام سُراقہ بن مالک بن جُعشم ہے' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے انیس احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری نے ان میں سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے' حضرت سُراقہ کے قول کا ذکر امام بخاری نے ''باب عمرة التنعيم'' میں کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت سُراقہ کی رسول اللہ ﷺ سے عقبہ میں ملاقات ہوئی' اس وقت آپ کنکریاں مار رہے تھے' حضرت سراقہ نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ عمل آپ کے ساتھ خاص ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔
(صحیح البخاری:۱۷۸۵)

امام بخاری نے اس حدیث کو تفصیل سے ''کتاب المغازی'' میں ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۵۵۸ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ الْهُذَلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ ابْنُ حَيَّانَ قَالَ سَمِعْتُ مَرْوَانَ الْاَصْفَرَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ، فَقَالَ بِمَا اَهْلَلْتَ؟ قَالَ بِمَا اَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَوْ لَا اَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَاَحْلَلْتُ. وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا اَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ؟ قَالَ بِمَا اَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ فَاَهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا اَنْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن علی الخلال الہذلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیم بن حیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے مروان الاصفر سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ نبی ﷺ کے پاس یمن سے آئے تو آپ نے پوچھا: تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے کہا: جس چیز کا نبی ﷺ نے احرام باندھا ہے' آپ نے فرمایا: اگر میرے ساتھ قربانی نہ ہوتی تو میں احرام کھول دیتا' اور محمد بن بکیر نے از ابن جریج یہ اضافہ کیا کہ نبی ﷺ نے پوچھا: اے علی! تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس چیز کا نبی ﷺ نے احرام باندھا ہے' آپ نے فرمایا: پس تم ھدی ساتھ لو اور اپنے احرام پر اسی طرح برقرار رہو۔

اس حدیث کی شرح بھی حسب سابق ہے' یعنی صحیح البخاری: ۱۵۵۷ کی مثل ہے۔

۱۵۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى قَوْمٍ بِالْيَمَنِ، فَجِئْتُ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ، فَقَالَ بِمَا اَهْلَلْتَ؟ قُلْتُ اَهْلَلْتُ كَاِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ هَدْيٍ؟ قُلْتُ لَا، فَاَمَرَنِيْ فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ اَمَرَنِيْ فَاَحْلَلْتُ، فَاَتَيْتُ امْرَاَةً

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے نبی ﷺ نے یمن کے لوگوں کی طرف بھیجا' پس جب میں واپس آیا تو آپ مکہ کی وادی المحصب میں تھے' آپ نے پوچھا: تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے نبی ﷺ کے احرام کی مثل احرام باندھا ہے' آپ نے پوچھا: کیا تمہارے ساتھ قربانی ہے؟ میں نے کہا: نہیں! تو آپ

مِنْ قَوْمِیْ، فَمَشَطَتْنِیْ، اَوْ غَسَلَتْ رَاْسِیْ. فَقَدِمَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہِ تَعَالٰی عَنْہُ فَقَالَ اِنْ نَّاْخُذْ بِکِتَابِ اللّٰہِ فَاِنَّہٗ یَاْمُرُنَا بِالتَّمَامِ، قَالَ اللّٰہُ ﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ﴾ (البقرہ:۱۹۶) وَاِنْ نَّاْخُذْ بِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَاِنَّہٗ لَمْ یَحِلَّ حَتّٰی نَحَرَ الْھَدْیَ.

[اطراف الحدیث:۱۵۶۵-۱۷۲۴-۱۷۹۵-۴۳۴۶-۴۳۹۷]

نے مجھے حکم دیا' سو میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ میں سعی کی' پھر آپ نے مجھے احرام کھولنے کا حکم دیا' پھر میں اپنی قوم کی ایک عورت کے پاس گیا' اس نے میرے سر میں کنگھی کی یا میرا سر دھویا' پھر حضرت عمر رضی اللہ نے آ کر کہا: اگر ہم کتاب اللہ پر عمل کریں تو وہ ہمیں (حج اور عمرہ کو) مکمل کرنے کا حکم دیتی ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے مکمل کرو۔ (البقرہ: ۱۹۶) اور اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کریں تو آپ نے جب تک قربانی نہیں کی' احرام کو نہیں کھولا۔

(صحیح مسلم:۱۲۲۱' الرقم المسلسل:۲۹۰۸' سنن نسائی:۲۷۴۲' مسند ابوداؤد الطیالسی:۵۱۶-۶۷' مسند احمد ج۱ ص ۳۹ طبع قدیم' مسند احمد:۲۷۳- ج۱ ص ۳۷۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی ابومحمد (۲) سفیان الثوری (۳) قیس بن مسلم الجدلی (۴) طارق بن شہاب بن عبد شمس البجلی الاحمسی (۵) حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ' ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج۹ ص ۲۶۹)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کی مثل احرام باندھا۔

حضرت ابوموسیٰ کو یمن بھیجنے کی تاریخ' حضرت عمر کے تمتع سے منع کرنے کی توجیہ' حضرت علی اور حضرت ابوموسیٰ دونوں کے پاس ھدی نہیں تھی' پھر کیا وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اپنے احرام پر برقرار رہنے کا حکم دیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کو احرام کھولنے کا حکم دیا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے لوگوں کی طرف بھیجا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ کو اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو ۱۰ھ میں یمن کی طرف بھیجا تھا۔

اس حدیث میں "البطحاء" کا ذکر ہے' اس سے مراد مکہ میں وادی المحصب ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اپنی قوم کی ایک عورت کے پاس گئے۔ یہ ان کے کسی بھائی کی بیوی تھیں اور ان کی محرم نہیں تھیں۔

پھر حضرت عمر نے آ کر کہا: اگر ہم کتاب اللہ پر عمل کریں......... اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لیا تھا' حضرت عمر نے اس سے اختلاف کیا اور کہا کہ کتاب اور سنت دونوں سے یہ ثابت ہے کہ حج اور عمرہ کو پورا پورا کیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنے سے منع کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ نے تمتع کرنے سے بھی منع کیا ہے۔ علامہ مازری نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے جو تمتع کرنے سے منع کیا ہے' اس میں بھی حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنے سے منع کیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے حج کے مہینے میں عمرہ کرنے سے پھر اسی سال حج کرنے سے منع کیا ہے' ایک قول

یہ ہے کہ حضرت عمر نے حج کے مہینے میں عمرہ کرنے سے اس لیے منع کیا ہے تاکہ حج افراد کی ترغیب دیں' جو فقط عمرہ کرنے سے افضل ہے اور ان کی یہ مراد نہیں تھی کہ اس مہینے میں عمرہ کو باطل اور عبث قرار دیں' پھر بعد میں بغیر کراہت کے تمتع کے جواز پر اجماع منعقد ہو گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت علی اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احرام کی مثل احرام باندھا تھا' پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے حضرت علی کو تو ان کے احرام پر برقرار رکھا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کو احرام کھولنے کا حکم دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی کے ساتھ ھدی یعنی قربانی تھی اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ ھدی نہیں تھی' دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت علی کی طرف سے خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی روانہ کر دی تھی اور تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ھدی تھی' اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے یہ سوال نہیں کیا تھا کہ کیا آپ کے پاس قربانی ہے' جب کہ آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا تھا کیونکہ آپ کو علم تھا کہ حضرت علی کے ساتھ ھدی ہے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ ھدی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۶۹-۲۷۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۳ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ (البقرہ:۱۹۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: حج کے مہینے معروف ہیں اور جو شخص ان مہینوں میں (حج کی نیت کر کے) حج کو لازم کرلے' تو حج میں نہ عورتوں سے جماع کی باتیں ہوں نہ گناہ اور نہ جھگڑا۔ (البقرہ:۱۹۷)

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک حج کی نیت کے ساتھ احرام باندھ کر تلبیہ پڑھنے یا حج کی نیت سے احرام باندھ کر قربانی کے گلے میں قلادہ (ہار) ڈال کر اس کو روانہ کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے' یا حج کی نیت سے احرام باندھ کر اشعار کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک تلبیہ کے بغیر حج کی نیت کے ساتھ احرام باندھنے سے حج فرض ہو جاتا ہے۔
(البحر المحیط ج ۲ ص ۲۷۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

امام احمد بن حنبل نے یہ تصریح کی ہے کہ حج کی نیت سے صرف احرام باندھنے سے حج فرض ہو جاتا ہے خواہ تلبیہ نہ پڑھا جائے۔
(زاد المسیر ج ۱ ص ۲۱۰' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت میں ''رفث'' سے مراد جماع ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ''رفث'' سے مراد عورتوں سے فحش کلام کرنا ہے اور ''فسق'' سے مراد ہر قسم کے گناہ ہیں اور ''جدال'' سے مراد بحث مباحثہ میں غضب ناک ہونا ہے' یہ حضرت ابن مسعود کی رائے ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے مراد گالی دینا ہے۔
(البحر المحیط ج ۲ ص ۲۸۰-۲۸۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

﴿يَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ (البقرہ:۱۸۹).

لوگ آپ سے ہلال (پہلی تاریخ کے چاند) کے متعلق دریافت کرتے ہیں' آپ کہیے: یہ لوگوں کے (دینی اور دنیاوی کاموں) اور حج کے اوقات کی نشانیاں ہیں۔ (البقرہ:۱۸۹)

اسلام کے بہت سے احکام ہلال کے طلوع پر موقوف ہیں' مثلاً قربانی اور حج' عید الفطر' عید الاضحیٰ اور رمضان' عدت وفات کی گنتی

۴ ماہ دس دن اور جس کے حیض کی مدت تین ماہ ہو اس کی گنتی اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے ایک سال کا تعین ایلاء کے لیے ۴ ماہ کا تعین کفارہ کے روزوں کے لیے ۲ ماہ کا تعین ان تمام اُمور میں مدت کا تعین ہلال کے طلوع سے ہوتا ہے یہ تو دین کے احکام ہیں اور دنیا کے احکام میں مثلاً ۴ ماہ بعد کسی نے قرض ادا کرنا ہو یا کوئی اور معاملہ ہو تو وہ چاند پر موقوف ہے لوگ آپ سے چاند کے گھٹنے بڑھنے کی کیفیت اور اس کی ماہیت کے متعلق سوال کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اس میں تمہارے دین اور دنیا کے کاموں اور خصوصاً حج کے اوقات کی نشانیاں ہیں۔ (تبیان القرآن ج ۱ ص ۱۹۰۔۱۸۹ فرید بک اسٹال لاہور)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَعَشْرٌ مِّنْ ذِي الْحَجَّةِ.

اور حضرت ابن عمر نے کہا: حج کے مہینے شوال اور ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔

اس تعلیق کو امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(جامع البیان جز ۲ ص ۳۱۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مِنَ السُّنَّةِ أَنْ لَّا يُحْرِمَ بِالْحَجِّ إِلَّا فِيْ أَشْهُرِ الْحَجِّ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: سنت یہ ہے کہ حج کا احرام صرف حج کے مہینوں میں باندھا جائے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

مقسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حج کا احرام حج کے مہینوں کے سوا نہ باندھا جائے کیونکہ حج کی سنت یہ ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں میں باندھا جائے۔ (المستدرک: ۱۶۸۴ المعجم الکبیر: ۱۲۰۸۳ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۱۸)

امام شافعی کے نزدیک یہ واجب ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں میں باندھا جائے اور جمہور علماء کے نزدیک یہ سنت ہے۔ حج کا احرام حج کے مہینوں سے پہلے بھی باندھا جا سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۷۵)

وَكَرِهَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنْ يُّحْرِمَ مِنْ خُرَاسَانَ أَوْ كَرْمَانَ.

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ مکروہ ہے کہ خراسان یا کرمان سے احرام باندھا جائے۔

اس تعلیق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۸۳۸ مجلس علمی بیروت اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۶۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت میں ہے۔

۱۵۶۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ أَشْهُرِ الْحَجِّ، وَلَيَالِي الْحَجِّ، وَحُرُمِ الْحَجِّ، فَنَزَلْنَا بِسَرِفَ، قَالَتْ فَخَرَجَ إِلٰى أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مِّنْكُمْ مَعَهُ هَدْيٌ، فَأَحَبَّ أَنْ يَّجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَلَا. قَالَتْ فَالْآخِذُ بِهَا وَالتَّارِكُ لَهَا مِنْ أَصْحَابِهِ، قَالَتْ فَأَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر الحنفی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں افلح بن حمید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے قاسم بن محمد سے سنا از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: ہم حج کے مہینوں میں اور حج کی راتوں میں اور حج کے موسم میں نکلے اور مقام سرف میں ٹھہرے حضرت عائشہ نے کہا: آپ اپنے اصحاب کی طرف نکلے اور فرمایا: تم میں سے جس شخص کے ساتھ ھدی (قربانی) نہیں ہے پس وہ پسند کرے تو اپنے احرام کو عمرہ کا احرام قرار دے لے اور جس کے ساتھ ھدی ہے وہ ایسا نہ کرے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجَالٌ مِّنْ اَصْحَابِهِ، فَكَانُوا اَهْلَ قُوَّةٍ، وَكَانَ مَعَهُمُ الْهَدْىُ، فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الْعُمْرَةِ، قَالَتْ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِيْ، فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ يَا هَنْتَاهُ؟ قُلْتُ سَمِعْتُ قَوْلَكَ لِاَصْحَابِكَ، فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ، قَالَ وَمَا شَاْنُكِ؟ قُلْتُ لَا اُصَلِّيْ، قَالَ فَلَا يَضِيْرُكِ، اِنَّمَا اَنْتِ امْرَاَةٌ مِنْ بَنَاتِ اٰدَمَ، كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكِ مَا كَتَبَ عَلَيْهِنَّ، فَكُوْنِيْ فِيْ حَجَّتِكِ، فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّرْزُقَكِيْهَا. قَالَتْ فَخَرَجْنَا فِيْ حَجَّتِهِ حَتّٰى قَدِمْنَا مِنًى، فَطَهَرْتُ، ثُمَّ خَرَجْتُ مِنْ مِّنًى، فَاَفَضْتُ بِالْبَيْتِ، قَالَتْ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ فِي النَّفَرِ الْاٰخِرِ، حَتّٰى نَزَلَ الْمُحَصَّبَ، وَنَزَلْنَا مَعَهُ، فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ بَكْرٍ، فَقَالَ اُخْرُجْ بِاُخْتِكَ مِنَ الْحَرَمِ، فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ افْرُغَا، ثُمَّ ائْتِيَا هَا هُنَا، فَاِنِّيْ اَنْظُرُكُمَا حَتّٰى تَاْتِيَانِيْ. قَالَتْ فَخَرَجْنَا، حَتّٰى اِذَا فَرَغْتُ، وَفَرَغْتُ مِنَ الطَّوَافِ، ثُمَّ جِئْتُهُ بِسَحَرٍ، فَقَالَ هَلْ فَرَغْتُمْ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ، فَاٰذَنَ بِالرَّحِيْلِ فِيْ اَصْحَابِهِ، فَارْتَحَلَ النَّاسُ، فَمَرَّ مُتَوَجِّهًا اِلَى الْمَدِيْنَةِ. ضَيْرَ مِنْ ضَارَ يَضِيْرُ ضَيْرًا، وَيُقَالُ ضَارَ يَضُوْرُ ضَوْرًا، وَضَرَّ يَضُرُّ ضَرًّا.

حضرت عائشہ نے بیان کیا: پس آپ کے اصحاب میں سے بعض اپنے احرام کوترک کرنے والے تھے اور بعض اپنے احرام پر برقرار رہنے والے تھے' حضرت عائشہ نے بیان کیا: پس رہے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب میں سے چند مرد تو وہ قوت والے تھے اور ان کے ساتھ ہدی (قربانی) تھی وہ عمرہ پر قادر نہ ہوئے' حضرت عائشہ نے بیان کیا: پس رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے' اور میں اس وقت رو رہی تھی' آپ نے پوچھا: اے بھولی بھالی! کیوں رو رہی ہے؟ میں نے کہا: آپ نے جو اپنے اصحاب سے فرمایا ہے وہ میں نے سن لیا ہے' تو میں عمرہ سے روک دی گئی ہوں' آپ نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نماز نہیں پڑھ رہی' تو آپ نے فرمایا: سو تمہیں کوئی نقصان نہیں ہے' تم آدم کی بیٹیوں میں سے ایک عورت ہو' اللہ نے تم پر وہ چیز لکھ دی ہے جو ان پر لکھ دی ہے' پس تم اپنے حج میں شروع ہو جاؤ' عنقریب اللہ تمہیں عمرہ عطا کر دے گا' حضرت عائشہ نے کہا: پس ہم اپنے حج کے لیے نکلے' حتیٰ کہ ہم منیٰ میں آئے' پھر میں پاک ہوگئی' پھر میں منیٰ سے نکلی اور میں نے بیت اللہ میں طواف زیارت کیا' حضرت عائشہ نے بیان کیا: میں دوسری جماعت کے ساتھ نکلی حتیٰ کہ آپ وادی المحصب میں اترے' اور ہم بھی آپ کے ساتھ اترے' پس آپ نے حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کو بلایا اور فرمایا: اپنی بہن کو حرم سے لے کر روانہ ہو تو وہ عمرہ کا احرام باندھیں' پھر تم دونوں فارغ ہو کر یہاں آ جاؤ' پس میں تم دونوں کا انتظار کروں گا حتیٰ کہ تم دونوں میرے پاس آ جاؤ' حضرت عائشہ نے کہا: پس ہم نکلے حتیٰ کہ جب میں فارغ ہوگئی اور طواف (وداع) سے بھی فارغ ہوگئی تو میں آپ کے پاس سحری کے وقت پہنچی' آپ نے پوچھا: کیا تم لوگ فارغ ہو گئے؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر آپ نے اپنے اصحاب کو کوچ کرنے کا حکم دیا' پھر لوگ روانہ ہوئے' سو آپ مدینہ کی طرف متوجہ ہو کر گزرے۔ ''ضیر'' کا لفظ ''ضار یضیر ضیرًا'' سے ماخوذ ہے اور ''ضَارَ' یضور' ضورًا'' اور ''ضرّ یضرّ ضرًّا'' بھی کہا جاتا ہے۔

اس حدیث کی مفصل اور مدلل شرح' صحیح البخاری: ۱۵۶۰ میں گزر چکی ہے۔

٣٤ - بَابُ التَّمَتُّعِ وَالْإِقْرَانِ وَالْإِفْرَادِ بِالْحَجِّ، وَفَسْخِ الْحَجِّ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ

حج میں تمتع اور قران اور افراد اور جس کے ساتھ قربانی نہ ہو اس کا حج کے احرام کو فسخ کرنا

اگر عمرہ کر کے احرام کھول دیا جائے اور پھر دوبارہ آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھا جائے تو وہ حج تمتع ہے اور اگر عمرہ پورا کر کے حج کے احرام کو برقرار رکھا جائے، پھر حج کر کے احرام کھولا جائے تو وہ حج قران ہے اور اگر صرف حج کا احرام باندھا جائے تو وہ حج افراد ہے۔

١٥٦١ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرٰى اِلَّا اَنَّهُ الْحَجُّ، فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ، فَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ اَنْ يَّحِلَّ، فَحَلَّ مَنْ لَّمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ، وَنِسَاؤُهُ لَمْ يَسُقْنَ فَاَحْلَلْنَ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَحِضْتُ، فَلَمْ اَطُفْ بِالْبَيْتِ، فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ، قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ، وَاَرْجِعُ اَنَا بِحَجَّةٍ؟ قَالَ وَمَا طُفْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا مَكَّةَ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ فَاذْهَبِيْ مَعَ اَخِيْكِ اِلَى التَّنْعِيْمِ، فَاَهِلِّيْ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ مَوْعِدُكِ كَذَا وَكَذَا. قَالَتْ صَفِيَّةُ مَا اُرَانِيْ اِلَّا حَابِسَتَهُمْ، قَالَ عَقْرٰى حَلْقٰى، اَوَ مَا طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قَالَتْ قُلْتُ بَلٰى، قَالَ لَا بَاْسَ اِنْفِرِيْ. قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ مُصْعِدٌ مِّنْ مَّكَّةَ وَاَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا، اَوْ اَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِّنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے اور اس وقت ہماری نیت صرف حج کی تھی، پس جب ہم (مکہ) پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ جو قربانی ساتھ نہیں لائے ہیں وہ احرام کھول دیں، پس جو قربانی ساتھ نہیں لائے تھے انہوں نے احرام کھول دیا اور آپ کی ازواج قربانی ساتھ نہیں لائی تھیں، سو انہوں نے بھی احرام کھول دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر مجھے حیض آ گیا تو میں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا (اور حج کے باقی افعال کرتی رہی)، سو جب وادی محصب کی رات آئی تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا لوگ عمرہ اور حج کر کے لوٹیں گے اور میں صرف حج کر کے واپس جاؤں گی؟ آپ نے پوچھا: کیا تم نے مکہ کی راتوں میں طواف نہیں کیا تھا؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم تک جاؤ، پھر عمرہ کا احرام باندھ لو، پھر فلاں اور فلاں جگہ تم سے ملاقات ہوگی، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں شاید آپ لوگوں کو روک لوں گی، آپ نے فرمایا: زخمی سرمنڈی! کیا تم نے دس ذوالحجہ کو طواف نہیں کیا تھا؟ حضرت صفیہ نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے تم بھی چلو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے ملے، آپ مکہ سے اوپر چڑھ رہے تھے اور میں مکہ کی طرف اتر رہی تھی، یا میں چڑھ رہی تھی اور آپ اتر رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۵۶ میں کر دی گئی ہے۔

۱۵۶۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِی الْاَسْوَدِ، مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ، وَاَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ، فَاَمَّا مَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ، اَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، لَمْ یَحِلُّوْا حَتّٰی كَانَ یَوْمُ النَّحْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبردی از ابو الاسود محمد بن عبدالرحمٰن ابن نوفل از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے لیے نکلے' سو ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا تھا' پس جس نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج اور عمرہ کو جمع کر کے احرام باندھا تھا' انہوں نے دس ذوالحجہ تک احرام نہیں کھولا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی' صحیح البخاری:۱۵۵۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۵۶۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَلِیِّ ابْنِ حُسَیْنٍ، عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ شَهِدْتُّ عُثْمَانَ وَعَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا وَعُثْمَانُ یَنْهٰی عَنِ الْمُتْعَةِ، وَاَنْ یُّجْمَعَ بَیْنَهُمَا، فَلَمَّا رَاٰی عَلِیٌّ اَهَلَّ بِهِمَا لَبَّیْكَ بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ، قَالَ مَا كُنْتُ لِاَدَعَ سُنَّةَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ اَحَدٍ.

[طرف الحدیث:۱۵۶۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از علی بن حسین از مروان بن الحکم' انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عثمان اور حضرت علی کے سامنے موجود تھا اور حضرت عثمان حج تمتع کرنے سے اور حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے منع کر رہے تھے' حضرت علی نے یہ دیکھ کر یوں احرام باندھا: "لبیك بعمرة وحجة" یعنی قران کا احرام باندھا اور کہا: میں نبی ﷺ کی سنت کو کسی شخص کے قول کی بناء پر ترک نہیں کرسکتا۔

(صحیح مسلم:۱۲۲۳' الرقم المسلسل:۲۹۱۳' مسند البزار ا:۵۲۷' مسند ابویعلیٰ:۳۴۲' مسند ابوداؤد الطیالسی:۱۰۰' مسند احمد ج ا ص ۱۳۶ طبع قدیم' مسند احمد:۱۱۴۶ ج ۲ ص ۳۵۷۔۳۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا۔

حضرت عثمان اور حضرت علی کے درمیان حج تمتع کرنے کے متعلق مباحثہ کے فوائد

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کو جس چیز کا علم ہو' اس کا اظہار کرنا چاہیے اور اس کی تحقیق کے لیے حکام وغیرہ سے بحث کرنی چاہیے اور جو اس پر قادر ہو' اس کو مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیے ایسا کرنا چاہیے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم کے نزدیک جو شخص حق بات کا انکار کر رہا ہو' اس کو اس شخص کے اپنے قول اور عمل دونوں سے رد کرنا چاہیے' جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ نے کہا: اور حاکم کی اطاعت صرف اس چیز میں واجب ہے جو معروف اور صحیح ہو۔

اس حدیث سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حلم معلوم ہوا کہ انہوں نے حاکم وقت ہونے کے باوجود اپنی مخالفت کرنے والے کو ملامت نہیں کی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما تمتع کرنے سے منع کرتے تھے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صرف قول صحابی ہے جو کتاب' سنت اور اجماع کے خلاف ہے' کتاب کے اس لیے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ. (البقرہ:۱۹۶) سو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے۔

اس آیت میں حج کے ساتھ عمرہ کو ملانے کا ذکر ہے اور اسی کا نام تمتع اور قران ہے' اور عمرہ کو حج کے ساتھ ملانے کی بہت احادیث ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۹ ص ۲۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عمرہ اور حج کو جمع کرنے یعنی قران اور تمتع کے جواز کے متعلق دیگر احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے لیے نکلے' سو ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا تھا' اور بعض نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے (صرف) حج کا احرام باندھا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا' پس جس نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج اور عمرہ کو جمع کر کے احرام باندھا تھا' انہوں نے دس ذوالحجہ تک احرام نہیں کھولا۔ (صحیح البخاری: ۱۵۶۲' صحیح مسلم: ۱۲۱۱' سنن ابوداؤد: ۱۷۸۱' سنن نسائی: ۲۷۶۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ اور حج کا احرام باندھا۔
(صحیح البخاری: ۴۳۵۴۔ ۴۳۵۳' صحیح مسلم: ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا اور لوگ حج اور عمرہ کو جمع کر کے پکار رہے تھے (لبیک بحجة وعمرة)۔ (صحیح البخاری: ۲۹۸۶)

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تو حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جمرہ عقبہ میں ملاقات ہوئی' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کنکریاں مار رہے تھے' انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ آپ کے لیے خاص ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: ہمیشہ کے لیے ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۷۸۵' صحیح مسلم: ۱۲۱۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے' پس ہم نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے ساتھ قربانی ہے پس وہ حج کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھے' پھر وہ اس وقت تک احرام نہیں کھولے گا جب تک کہ وہ ان دونوں سے فارغ نہیں ہو جائے گا۔
(صحیح البخاری: ۱۵۵۶' صحیح مسلم: ۱۲۱۱' سنن ابوداؤد: ۱۷۸۱' سنن نسائی: ۲۷۶۴)

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حج تمتع کرنے کا حکم دیتے تھے اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما اس سے منع کرتے تھے تو میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: میرے ہاتھوں سے یہ حدیث گردش کرتی رہی ہے' ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج تمتع کیا ہے' پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے کہا: بے شک اللہ اپنے رسول کے لیے جو چاہتا ہے جس طرح چاہتا ہے حلال کر دیتا ہے' اور بے شک قرآن اپنی نزول کی جگہوں میں نازل ہوا ہے' پس تم حج اور عمرہ کو (الگ الگ) پورا کرو۔ الحدیث' دوسری روایت میں ہے: پس تم اپنے حج کو اپنے عمرہ سے منفصل رکھو' یہ تمہارے حج کو زیادہ پورا کرنے والا ہے اور تمہارے عمرہ کو بھی زیادہ پورا کرنے والا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۲۱۷)

حضرت عمران رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں تمتع کیا اور قرآن نازل ہو رہا تھا' ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہا۔ (صحیح البخاری: ١٥٧١)

الحارث بن نوفل بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص اور الضحاک بن قیس سے سنا' وہ دونوں حج تمتع کا ذکر کر رہے تھے' الضحاک بن قیس نے کہا: تمتع وہی شخص کرے گا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاہل ہو' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے بہت بُری بات کہی ہے' اے میرے بھتیجے! الضحاک بن قیس نے کہا: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے تمتع کرنے سے منع کیا ہے' حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج تمتع کیا ہے اور ہم نے آپ کے ساتھ حج تمتع کیا ہے۔

(سنن ترمذی ج ٢ ص ٨٢٣' مسند احمد ج ١ ص ٢٤٦)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''لبیك بعمرة وحجة'' (حج اور عمرہ کے ساتھ لبیک)۔ (سنن ترمذی: ٨٢١' مسند احمد ج ٣ ص ١١١)

سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا' اہل شام سے ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حج تمتع کے متعلق سوال کر رہا تھا' حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: وہ حلال ہے' اُس شخص نے کہا: تمہارے والد تو اس سے منع کرتے تھے! حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: یہ بتاؤ کہ میرے والد تمتع سے منع کرتے ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمتع کیا ہو تو کیا ہم اپنے والد کے حکم کی اتباع کریں گے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی؟ اس شخص نے کہا: بلکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی اتباع کریں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: تو بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمتع کیا تھا۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی: ٨٢٤' مسند احمد ج ٢ ص ٩٥)

تنبیہ: ہم نے جو حج اور عمرہ کو جمع کرنے کے جواز میں احادیث ذکر کی ہیں' ان میں سے بعض احادیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمتع کیا ہے اور ہم نے اس سے پہلے یہ بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قران کیا ہے اور یہ تعارض ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں مجازاً تمتع سے مراد عام ہے یعنی حج اور عمرہ کو جمع کرنا خواہ یہ جمع کرنا قران کی صورت میں ہو یا تمتع کی صورت میں۔

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما جو حج تمتع سے منع کرتے تھے' اس کے متعلق شارحین کی آراء

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم المالکی القرطبی المتوفی ٦٥٦ ھ لکھتے ہیں:

احرام کی تین قسمیں ہیں: افراد' قران اور تمتع' اور ان کے جواز پر اجماع ہے' اختلاف اس میں ہے کہ ان میں سے افضل کون سا ہے' جس تمتع میں حضرت عثمان اور حضرت علی کا اختلاف ہوا' اس کی تاویل کرنے والوں میں اختلاف ہے۔ حضرت عثمان کی رائے یہ تھی کہ ایک سفر اور ایک عمل میں حج اور عمرہ کو جمع کرنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا اور ان کے ساتھ مخصوص تھا جو حجۃ الوداع میں آپ کے ساتھ تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ یہ ان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے' پس ان دونوں کا اختلاف اس میں تھا کہ افضل کون سا عمل ہے' حضرت عثمان کی رائے یہ تھی کہ صرف حج افراد کرنا افضل ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ تمتع کرنا افضل ہے' کیونکہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ ان میں سے ہر ایک جائز ہے' حضرت عثمان نے یہ کہا تھا کہ ہمیں یہ خوف تھا کہ حج افراد کرنے والے کا اجر حج تمتع کرنے والے سے زیادہ ہوگا' اور حضرت علی کا یہ خیال تھا کہ اگر لوگوں نے حضرت عثمان کی رائے کو سنا جب کہ ان کی اقتداء کی جاتی ہے تو اس کے نتیجہ میں تمتع اور قران متروک ہو جائے گا' اس لیے حضرت علی نے ان کے سامنے قران کا احرام باندھا تا کہ یہ معلوم

ہو جائے کہ ان میں سے ہر ایک عمل جائز ہے یا حضرت علی کے نزدیک تمتع اور قران کرنا افراد سے افضل تھے اس لیے کہ تمتع اور قران میں حج اور عمرہ کے دو عمل ہیں اور افراد میں صرف ایک حج کا عمل ہے۔

حضرت عثمان کی جو رائے تھی وہی حضرت عمر رضی اللہ کی بھی رائے تھی اور ان دونوں کے نزدیک حج افراد کرنا حج تمتع اور حج قران سے افضل تھا۔ (المفہم ج ۳ ص ۳۵۰۔۳۴۹ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۲۰ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حجۃ الوداع میں قربانی لے کر نہ چلنے والے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ تم حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لو اس میں قریش کے اس اعتقاد کو رد کرنا تھا جو حج کے ایام میں عمرہ کرنے سے منع کرتے تھے اور اس کی ابتداء حدیبیہ میں ہوئی تھی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا اور وہ ذوالقعدہ کا مہینہ تھا اور وہ حج کے مہینوں سے ہے اور اس وقت صحابہ خوف زدہ تھے کیونکہ ان کے اور مشرکین کے درمیان جنگ ہو چکی تھی اور مشرکین نے ان کو بیت اللہ تک جانے سے روکا تھا اور ان کے اور ان کے عمرہ کے درمیان حائل ہو گئے تھے اور یہ پہلا عمرہ تھا جو حج کے مہینوں میں کیا گیا تھا پھر اس کے بعد جو اس عمرہ کی قضا ہوئی وہ بھی ذوالقعدہ کے مہینہ میں ہوئی تھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبالغہ کے ساتھ اس کی تاکید کا ارادہ کیا حتیٰ کہ صحابہ کو حکم دیا کہ وہ حج کے عمرہ کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لیں تو حضرت عثمان رضی اللہ کی مراد یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا تھا۔

حضرت عثمان تمتع اور قران دونوں کو جائز سمجھتے تھے لیکن ان کے نزدیک حج افراد افضل تھا اس لیے وہ تمتع اور قران سے منع کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ کی بھی یہی رائے تھی لیکن حضرت علی کو یہ خوف تھا کہ ان کے بعد کوئی تمتع اور قران کو حرام نہ سمجھ لے اس لیے انہوں نے حضرت عثمان کے سامنے قران کا احرام باندھا اور حضرت عثمان نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

واضح رہے کہ حافظ ابن حجر نے جو یہ بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے اس اعتقاد کا رد کرنے کے لیے حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا کہ مشرکین یہ سمجھتے تھے کہ حج کے ایام میں عمرہ کرنا جائز نہیں ہے اس کا اس بات سے کیا تعلق ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما تمتع اور قران سے منع کرتے تھے اور اس بات میں ان کے منع کرنے کی کیا مناسبت ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت عمر اور حضرت عثمان کے منع کرنے پر علماء صحابہ نے رد کیا اور ان پر انکار کیا اور حق ان انکار کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۸۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

مصنف کے نزدیک حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما ایام حج میں عمرہ اور حج کو جمع کرنے سے اس لیے منع کرتے تھے کہ اگر لوگوں نے ان ایام میں عمرہ بھی کر لیا تو وہ دوبارہ عمرہ کرنے نہیں آئیں گے اور ان کو یہ ناپسند تھا کہ بیت اللہ عبادت گزاروں سے خالی رہے ان کا منشاء یہ تھا کہ لوگ پھر دوبارہ عمرہ کرنے آئیں تاہم وہ ایام حج میں حج اور عمرہ کے جمع کرنے کو ناجائز اور حرام نہیں کہتے تھے ان کے نزدیک یہ خلاف اولیٰ تھا لیکن جمہور صحابہ فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کے نزدیک اولیٰ یہی ہے کہ ایام حج میں تمتع اور قران کیا جائے کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور مصنف کے نزدیک بھی اولیٰ یہی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۸۵۸۔ ج ۳ ص ۴۴۴ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① تمتع کے بارے میں حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے مذاکرہ کی تفصیل ② حج کے احرام کو فسخ کرنے کی صحابہ کے ساتھ خصوصیت ③ عمرے پر تمتع کا اطلاق۔

١٥٦٤ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانُوْا يَرَوْنَ أَنَّ الْعُمْرَةَ فِيْ أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنْ أَفْجَرِ الْفُجُوْرِ فِي الْأَرْضِ، وَيَجْعَلُوْنَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا، وَيَقُوْلُوْنَ إِذَا بَرَأَ الدَّبَرْ، وَعَفَا الْأَثَرْ، وَانْسَلَخَ صَفَرْ، حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ. قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ صَبِيْحَةَ رَابِعَةٍ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوْهَا عُمْرَةً، فَتَعَاظَمَ ذٰلِكَ عِنْدَهُمْ، فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَيُّ الْحِلِّ؟ قَالَ حِلٌّ كُلُّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ عرب لوگ (زمانہ جاہلیت میں) یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا زمین میں بہت بڑا گناہ ہے اور وہ محرم کو صفر قرار دیتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ جب اونٹ کی پیٹھ ٹھیک ہو جائے اور زخم کا نشان مٹ جائے اور صفر کا مہینہ گزر جائے' تب عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ جائز ہو جائے گا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب چار ذوالحجہ کی صبح کو (مکہ میں) حج کا احرام باندھے ہوئے آئے تھے' پھر آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لو' اس لیے یہ حکم ان پر گراں گزرا' پس انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر ہمارے لیے کون سی چیز حلال ہو گی؟ آپ نے فرمایا: سب چیزیں حلال ہو جائیں گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٨٥ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض مشکل جملوں کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں عربوں کا مہینوں کو مؤخر کرنا اور اسلام کا اس غلط رسم کو مٹانا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ذوالحجہ میں صرف اس لیے عمرہ کیا تھا تاکہ مشرکین کے اس اعتقاد کا رد کیا جائے کہ ایامِ حج میں عمرہ کرنا جائز نہیں ہے۔

مشرکین زمانۂ جاہلیت میں مہینوں کو مؤخر کرتے رہتے تھے' وہ محرم کو صفر قرار دیتے اور اس مہینہ میں قتال کرنے کو حلال کر لیتے اور محرم کے مہینہ میں جو قتال حرام تھا اس کو مؤخر کر دیتے' اور بعض اوقات وہ سال کے تیرہ یا چودہ مہینے بنا لیتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ٩ ص ٢٨٦-٢٨٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ أَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً

بے شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد اللہ کی کتاب میں بارہ ماہ ہے' جس دن سے اس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا' ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں' یہی دین مستقیم ہے' سو ان مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو' اور تم تمام مشرکین سے قتال

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَO اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَO (التوبہ: ۳۷۔۳۶)

کرو جیسا کہ وہ تم سب سے قتال کرتے ہیں' اور یاد رکھو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہےO مہینہ کو مؤخر کرنا محض کفر ہے اس سے کافروں کو گم راہ کیا جاتا ہے' وہ کسی مہینہ کو ایک سال حلال قرار دیتے ہیں اور اسی مہینہ کو دوسرے سال حرام قرار دیتے ہیں' تاکہ اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینوں کی تعداد پوری کرلیں' پھر جس کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو حلال کرلیں' ان کے بُرے کام ان کے لیے خوش نما بنا دیئے گئے ہیں' اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتاO

حرمت والے مہینے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زمانہ گھوم کر اپنی اصلی شکل پر آچکا ہے' جب اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا' سال کے بارہ مہینے ہیں' ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں' تین مہینے متواتر ہیں: ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم' اور قبیلہ مضر کا رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۶۶۲)

مشرکین کا حرمت والے مہینوں کو مؤخر کرنے کی وجہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس کو ردّ فرمانا

مشرکین حرمت والے مہینوں کو مؤخر کرتے رہتے تھے' ان کے ردّ میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں' محرم حرمت والا مہینہ تھا' اس میں قتال حرام تھا' مشرکین عرب لوٹ مار اور قتل و غارت کرنے والے لوگ تھے' اور ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم یہ تین مہینے متواتر حرمت والے تھے' ان تین مہینوں میں قتال سے رکنا مشرکین عرب کے لیے بہت مشکل اور دشوار تھا' انہیں جب محرم کے مہینہ میں کسی سے لڑنے کی ضرورت پیش آتی تو وہ محرم کے مہینہ کو مؤخر کر دیتے اور صفر کے مہینہ کو محرم قرار دیتے اور اصل محرم کے مہینہ میں قتال کرلیتے' اسی طرح وہ ہر سال محرم کے مہینہ کو ایک ماہ مؤخر کرتے رہتے تھے' حتیٰ کہ جس سال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کیا' اس سال گیارہ مرتبہ محرم کا مہینہ مؤخر ہو کر اپنی اصل ہیئت پر آچکا تھا' اس لیے آپ نے فرمایا: زمانہ گھوم کر اپنی اصل ہیئت پر آچکا ہے' جس ہیئت پر وہ اس وقت تھا' جب اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا۔ (تبیان القرآن ج ۵ ص ۱۳۳۔۱۳۲' فرید بک سٹال لاہور)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۹۰۵۔ ج ۳ ص ۴۶۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی بہت مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۵۶۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ' عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ' عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهٗ بِالْحِلِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب از حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس (یمن سے حجۃ الوداع میں) آیا' آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ عمرہ کر کے احرام کھول دیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۶۶ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ. ح. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی' (ح)

نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوْا بِعُمْرَةٍ، وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ؟ قَالَ إِنِّيْ لَبَّدْتُ رَأْسِيْ، وَقَلَّدْتُ هَدْيِيْ، فَلَا أَحِلُّ حَتّٰى أَنْحَرَ.

[اطراف الحدیث: ۱۶۹۷۔ ۱۷۲۵۔ ۴۳۹۸۔ ۵۹۱۶]

اور ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے عمرہ کر کے احرام کھول دیا اور آپ نے ابھی تک عمرہ کرنے کے بعد احرام نہیں کھولا؟ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بالوں کو چپکا لیا تھا اور اپنی قربانی کے گلے میں ہار ڈال دیا تھا تو میں جب تک نحر (قربانی) نہ کرلوں احرام نہیں کھولوں گا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۲۹، الرقم المسلسل: ۲۹۳۲، سنن ابوداؤد: ۱۸۰۶، سنن نسائی: ۲۶۸۲، سنن ابن ماجہ: ۳۰۴۶، سنن کبریٰ: ۳۶۶۲، شرح مشکل الآثار: ۴۳۱۰۔ ۴۳۱۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۳۔ ۱۲، المعجم الکبیر: ۳۱۱۔ ج ۲۳، مسند احمد ج ۶ ص ۲۸۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۶۴۲۴۔ ج ۴۴ ص ۲۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج قران کی دلیل اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس محرم نے ھدی بھیج دی ہو وہ عمرہ کرنے کے بعد احرام نہیں کھولے گا حتیٰ کہ حج کا احرام باندھ کر اس کے عمل سے فارغ ہو جائے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اس وقت تک احرام نہیں کھولے گا جب تک کہ اپنی ھدی کی قربانی نہ کرلے، اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا قول ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج قران کیا تھا کیونکہ آپ نے عمرہ کرنے کے بعد احرام نہیں کھولا حتیٰ کہ آپ حج سے فارغ ہو گئے، اسی لیے آپ نے شروع میں اپنے بالوں کو چپکا کر جما لیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۲۸۸۰۔ ج ۳ ص ۵۴۴ پر مذکور ہے، اس کی شرح کا عنوان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج قران ہونے پر دلیل۔

١٥٦٧ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ جَمْرَةَ، نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَعِيُّ، قَالَ تَمَتَّعْتُ، فَنَهَانِيْ نَاسٌ، فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَأَمَرَنِيْ، فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ رَجُلًا يَقُوْلُ لِيْ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ، وَعُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ، فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ سُنَّةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِيْ أَقِمْ عِنْدِيْ فَأَجْعَلُ لَكَ سَهْمًا مِّنْ مَّالِيْ، قَالَ شُعْبَةُ فَقُلْتُ لِمَ؟ فَقَالَ لِلرُّؤْيَا الَّتِيْ رَأَيْتُ. [طرف الحدیث: ۱۶۸۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوجمرہ نصر بن عمران الضبعی نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے حج تمتع کیا تو مجھے بعض لوگوں نے منع کیا، پس میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے تمتع کرنے کا حکم دیا، پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھ سے کہہ رہا ہے: (تمہارا) حج مقبول ہے اور عمرہ بھی مقبولہ ہے، پھر میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کی خبر دی، تو انہوں نے بتایا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے، پھر حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم میرے پاس ٹھہرو حتیٰ کہ میں تمہیں اپنے مال سے حصہ دوں۔ شعبہ نے کہا: میں نے ابوجمرہ

سے پوچھا: اس کی کیا وجہ تھی؟ تو انہوں نے کہا: اس خواب کی وجہ سے جو میں نے دیکھا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۴۲' الرقم المسلسل: ۲۹۶۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۷۴۹' المعجم الکبیر: ۱۲۹۶۲' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۹' صحیح ابن حبان: ۱۷۲' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۵۸۔ ج ۴ ص ۵۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نیک عالم کے خواب سے شرعی مسئلہ پر استدلال' اپنے مؤقف کی تائید پر انعام دینا اور عالم کا علم پر نذرانہ لینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں تعاون کرنے کا بیان ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابو جمرہ کو تمتع کرنے کا حکم دیا' ابو جمرہ کو بعض لوگوں نے تمتع کرنے سے منع کیا تھا' ان کے نزدیک ایک سفر میں اور ایک احرام میں حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے اجر میں کمی کا خطرہ تھا' اس لیے انہوں نے ان کو حج افراد کرنے کا حکم دیا' پھر انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا' اور انہوں نے فرمایا: تم تمتع کرو' پھر انہوں نے خواب دیکھا جس سے معلوم ہوا کہ یہ حج اور عمرہ مقبول ہے اور جب انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ خواب سنایا تو وہ اس سے بہت خوش ہوئے کہ اس خواب سے ان کے بتائے ہوئے مسئلہ کی تائید ہوگئی' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص خوشی کی خبر سنائے' اس کو انعام دینا چاہیے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سچے خوابوں سے بیداری کے کاموں پر تائید حاصل ہو جاتی ہے اور کیوں نہ ہو کہ مؤمن کا سچا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے' اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ عالم کو علم پر اجرت لینی جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۹۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۵۶۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ شِهَابٍ قَالَ قَدِمْتُ مُتَمَتِّعًا مَكَّةَ بِعُمْرَةٍ، فَدَخَلْنَا قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِثَلَاثَةِ اَيَّامٍ، فَقَالَ لِيْ اُنَاسٌ مِّنْ اَهْلِ مَكَّةَ تَصِيْرُ الْاٰنَ حَجَّتُكَ مَكِّيَّةً، فَدَخَلْتُ عَلٰى عَطَاءٍ اَسْتَفْتِيْهِ، فَقَالَ حَدَّثَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ حَجَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ، وَقَدْ اَهَلُّوْا بِالْحَجِّ مُفْرَدًا، فَقَالَ لَهُمْ اَحِلُّوْا مِنْ اِحْرَامِكُمْ، بِطَوَافِ الْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَقَصِّرُوْا ثُمَّ اَقِيْمُوْا حَلَالًا، حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَاَهِلُّوْا بِالْحَجِّ، وَاجْعَلُوا الَّتِيْ قَدِمْتُمْ بِهَا مُتْعَةً. فَقَالُوْا كَيْفَ نَجْعَلُهَا مُتْعَةً وَقَدْ سَمَّيْنَا الْحَجَّ؟ فَقَالَ افْعَلُوْا مَا اَمَرْتُكُمْ، فَلَوْ لَا اَنِّيْ سُقْتُ الْهَدْيَ لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِيْ اَمَرْتُكُمْ، وَلٰكِنْ لَّا يَحِلُّ مِنِّيْ حَرَامٌ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ. فَفَعَلُوْا. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوشہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں تمتع کی حالت میں عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آیا' ہم آٹھ ذوالحجہ سے تین دن پہلے مکہ پہنچے تھے' مجھ سے اہل مکہ کے لوگوں نے کہا: اب تمہارا حج مکی ہو جائے گا' پھر میں نے عطاء کے پاس جا کر مسئلہ پوچھا' انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس دن حج کیا جس دن انہوں نے قربانی کے جانور آپ کے ساتھ روانہ کیے' ان لوگوں نے حج افراد کا احرام باندھا ہوا تھا تو آپ نے ان سے فرمایا: تم لوگ طواف اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر کے اپنا احرام کھول دو' اور اپنے بال کاٹ لو' پھر اسی طرح بغیر احرام کے ٹھہرے رہو حتیٰ کہ جب آٹھ ذوالحجہ کا دن ہو تو تم حج کا احرام باندھ لینا اور اپنے پہلے طواف اور سعی کے ساتھ اس کو ملا کر حج تمتع کر لو' انہوں نے کہا: ہم اس کو تمتع کیسے کریں ہم نے تو احرام باندھتے

اَبُوْ شِهَابٍ لَيْسَ لَهُ مُسْنَدٌ اِلَّا هٰذَا.

وقت صرف حج (افراد) کی نیت کی تھی؟ آپ نے فرمایا: وہی کرو جس کا میں نے حکم دیا ہے' پس اگر میں نے ھدی (قربانی) روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی اسی طرح کرتا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے' لیکن (میں کیا کروں کہ) جب تک قربانی اپنے محل (منیٰ) میں نہ پہنچ جائے تو احرام کی وجہ سے جو چیز مجھ پر حرام ہو چکی ہے وہ حلال نہیں ہو سکتی' تو پھر ان لوگوں نے ایسا ہی کرلیا۔ امام بخاری نے کہا: ابوشہاب سے صرف یہی ایک حدیث مسند (متصل) مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

١٥٦٩ - **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْاَعْوَرُ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اِخْتَلَفَ عَلِيٌّ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، وَهُمَا بِعُسْفَانَ، فِي الْمُتْعَةِ، فَقَالَ عَلِيٌّ مَا تُرِيْدُ اِلٰى اَنْ تَنْهٰى عَنْ اَمْرٍ فَعَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ عَلِيٌّ اَهَلَّ بِهِمَا جَمِيْعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حجاج بن محمد الاعور نے حدیث بیان کی از شعبہ از عمرو بن مرہ از سعید بن المسیب' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما تمتع کے متعلق اختلاف کر رہے تھے اور وہ دونوں عسفان میں تھے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کا صرف یہ ارادہ ہے کہ آپ اس کام سے منع کریں جس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیا ہے' راوی نے کہا: جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۶۳ میں گزر چکی ہے۔

٣٥ - بَابُ مَنْ لَبّٰى بِالْحَجِّ وَسَمَّاهُ

جس نے لبیک پڑھتے ہوئے حج کا نام لیا

١٥٧٠ - **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوْبَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقُوْلُ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ، فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مجاہد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہمیں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور اس وقت ہم یہ پڑھ رہے تھے: "لبیک اللّٰھم لبیک بالحج" (جب ہم مکہ پہنچے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم حج کے احرام کو عمرہ کر دیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

٣٦ - بَابُ التَّمَتُّعِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد میں حج تمتع کرنا

۱۵۷۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي مُطَرِّفٌ، عَنْ عِمْرَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ تَمَتَّعْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَزَلَ الْقُرْآنُ، قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ. [طرف الحدیث:۴۵۱۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے مطرف نے حدیث بیان کی از حضرت عمران رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تمتع کیا اور قرآن نازل ہوا، اور ایک شخص نے محض اپنی رائے سے جو چاہا کہا۔

(صحیح مسلم:۱۲۲۶، الرقم المسلسل:۲۹۲۰، سنن ابن ماجہ: ۲۹۷۸، مسند البزار: ۳۵۸۷، سنن کبریٰ:۱۱۰۳۲، المعجم الکبیر: ۲۸۳۔ج ۱۸، مسند احمد ج ۴ ص ۴۳۶ طبع قدیم، مسند احمد:۱۹۹۰۷۔ج ۳۳ ص ۱۳۹۔۱۳۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمۃ المنقری التبوذکی (۲) ھمام بن یحییٰ بن دینار العوذی (۳) قتادہ بن دعامہ (۴) مطرف بن الشخیر (۵) حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۹۳۔ ۲۹۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تمتع کیا۔

تمتع یا قران کی تائید میں قرآن مجید کی آیت اور حدیث میں مذکور شخص کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: قرآن نازل ہوا۔ اس سے یہ آیت مراد ہے:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ. (البقرہ:۱۹۶) تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک شخص نے محض اپنی رائے سے جو چاہا کہا۔

علامہ ابن جوزی نے کہا: اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

علامہ ابن التین نے کہا: ہوسکتا ہے کہ اس سے حضرت ابوبکر یا حضرت عمر یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہم مراد ہوں۔

علامہ قرطبی اور علامہ نووی نے کہا: اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۱۵۶۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۷ - بَابُ تَفْسِيرِ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (البقرہ:۱۹۶)

اس آیت کی تفسیر: یہ (حج تمتع کا) حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام (مکہ مکرمہ) کے رہنے والے نہ ہوں۔ (البقرہ:۱۹۶)

اہل حرم کے مصداق میں اختلاف فقہاء اور اہل مکہ کے لیے تمتع اور قران کے بلا کراہت جواز میں اختلاف ائمہ

مسجد حرام کے رہنے والوں کے مصداق میں فقہاء کا اختلاف ہے، داؤد ظاہری اور ایک جماعت نے کہا: اس سے مراد خاص اہل

مکہ ہیں' یہ نافع اور عبد الرحمٰن بن ھرمز الاعرج کی روایت ہے' اور یہ امام مالک کا قول ہے کہ اس کا مصداق اہل مکہ' ذی طویٰ اور اس کے مشابہ ہیں اور رہے اہل منیٰ اور مناھل مثل قدید اور مرالظہران اور عسفان' سوان پر دم ہے' امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد اہل مواقیت ہیں اور جو مکہ کے پار رہتے ہیں اور یہ عطاء اور مکحول کا قول ہے اور یہی امام شافعی کا عراق کے متعلق قول ہے' اور امام شافعی اور امام احمد نے یہ بھی کہا ہے کہ جو شخص حرم سے اتنی مسافت پر رہتا ہو' جس میں نماز قصر نہیں کی جاتی تو اس کا شمار مسجد حرام کے رہنے والوں میں ہوگا اور امام شافعی' امام احمد' امام مالک اور داؤد ظاہری کے نزدیک اہل مکہ کے لیے تمتع اور قران مکروہ نہیں ہے اور اگر انہوں نے تمتع کیا تو ان پر دم لازم نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اہل مکہ کے لیے تمتع اور قران مکروہ ہے اور اگر انہوں نے تمتع یا قران کیا تو ان پر بہ طور جبر دم لازم ہے اور مکہ سے ماوراء رہنے والوں کے لیے تمتع اور قران مستحب ہیں اور ان پر بہ طور شکر دم لازم ہے۔

۱۵۷۲ - **وَقَالَ** اَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْشَرٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ ابْنُ غِيَاثٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ؟ فَقَالَ اَهَلَّ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ وَاَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَاَهْلَلْنَا، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلُوْا اِهْلَالَكُمْ بِالْحَجِّ عُمْرَةً، اِلَّا مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ. طُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَنَسَكْنَا مَنَاسِكَنَا وَاَتَيْنَا النِّسَاءَ، وَلَبِسْنَا الثِّيَابَ، وَقَالَ مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ فَاِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَهُ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ. ثُمَّ اَمَرَنَا عَشِيَّةَ التَّرْوِيَةِ اَنْ نُهِلَّ بِالْحَجِّ، فَاِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمَنَاسِكِ، جِئْنَا فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَقَدْ تَمَّ حَجُّنَا وَعَلَيْنَا الْهَدْيُ، كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ﴾ (البقرہ:۱۹۶). اِلٰى اَمْصَارِكُمْ، الشَّاةُ تَجْزِئُ، فَجَمَعُوْا نُسُكَيْنِ فِيْ عَامٍ، بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْزَلَهُ فِيْ كِتَابِهِ، وَسَنَّهُ نَبِيُّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَبَاحَهُ لِلنَّاسِ غَيْرَ اَهْلِ مَكَّةَ، قَالَ اللّٰهُ ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾. (البقرہ:۱۹۶) وَاَشْهُرُ الْحَجِّ الَّتِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى شَوَّالٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحَجَّةِ، فَمَنْ تَمَتَّعَ فِيْ هٰذِهِ الْاَشْهُرِ،

اور ابوکامل فضیل بن حسین البصری نے کہا: ہمیں ابومعشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن غیاث نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' ان سے حج تمتع کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: مہاجرین اور انصار اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے حجۃ الوداع میں احرام باندھا اور ہم نے احرام باندھا' پس جب ہم مکہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام کر دو ماسوا ان کے جنہوں نے قربانی کے گلے میں ہار ڈال دیا ہے' ہم نے بیت اللہ میں طواف کیا اور صفا اور مروہ میں سعی کی اور ہم نے حج کے افعال کر لیے اور ہم ازواج کے پاس گئے اور ہم نے سلے ہوئے کپڑے پہن لیے اور آپ نے فرمایا: جس نے قربانی کے گلے میں ہار ڈالا ہے' اس کے لیے احرام کھولنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ قربانی اپنے محل میں پہنچ جائے' پھر آپ نے آٹھ ذوالحجہ کی شام کو ہمیں حج کا احرام باندھنے کا حکم دیا' پھر جب ہم حج کے افعال سے فارغ ہو گئے تو ہم مکہ میں آئے' پس ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ میں سعی کی' پھر ہمارا حج مکمل ہو گیا اور ہم پر قربانی کرنا لازم ہو گئی' جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے تو وہ ایک قربانی کرے جس کو وہ آسانی کے ساتھ کر سکے' اور جو قربانی نہ کر سکے وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات روزے جب تم لوٹ آؤ۔ (البقرہ:۱۹۶) اپنے شہروں میں تو بکری کفایت کرے گی' پس انہوں نے حج اور عمرہ کے درمیان دو قربانیاں جمع کیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی کتاب میں نازل کیا ہے اور اس کے نبی نے

فَعَلَيْهِ دَمٌ اَوْ صَوْمٌ وَالرَّفَثُ الْجِمَاعُ، وَالْفُسُوْقُ الْمَعَاصِيُ، وَالْجِدَالُ الْمِرَاءُ.

اس کو سنت قرار دیا ہے اور اہل مکہ کے سوا (دوسرے) لوگوں کے لیے اس کو مباح قرار دیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ (حج تمتع کا) حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام (مکہ مکرمہ) کے رہنے والے نہ ہوں۔ (البقرہ:۱۹۶) اور حج کے مہینے جن کا اللہ نے ذکر کیا ہے' وہ شوال اور ذوالقعدہ اور ذوالحجہ ہیں' پس جس نے ان مہینوں میں تمتع کیا تو اس کے اوپر قربانی ہے یا روزے ہیں۔ اور ''الرفث'' کا معنی جماع ہے اور ''فسوق'' کا معنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور ''الجدال'' کا معنی جھگڑا ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوکامل فضیل بن حسین الجحدری' یہ ۲۳۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابومعشر' ان کا نام یوسف بن یزید البراء ہے (۳) عثمان بن غیاث (۴) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج۹ ص ۲۹۵)

مشکل اور مبہم الفاظ کے معانی اور تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پس جب ہم مکہ میں آئے' اس کا معنی ہے: جب ہم مکہ کے قریب پہنچ گئے کیونکہ یہ مقام سرف کا واقعہ ہے۔

تم اپنے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام کر دو: یہ ان سے خطاب ہے جنہوں نے حج افراد کا احرام باندھا تھا۔

اور ہم نے حج کے افعال کر لیے: یعنی وقوف عرفات کر لیا اور المزدلفہ میں رات گزار لی اور منیٰ میں کنکریاں مار لیں وغیرہ۔

پھر جب ہم حج کے افعال سے فارغ ہو گئے: یعنی وقوف عرفات سے' المزدلفہ میں رات گزارنے سے اور عید کے دن کنکریاں مارنے سے اور سر منڈانے سے۔

تمتع کی تعریف' شرائط اور تمتع کی قربانی میسر نہ ہونے کی صورت میں دس روزوں کے رکھنے کے مقام میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں تمتع کی مشروعیت کی دلیل ہے اور تمتع کرنے والے کی دو قسمیں ہیں' ایک وہ ہے جس نے ھدی (قربانی) روانہ کر دی ہو' اس کے لیے اس وقت تک احرام کھولنا جائز نہیں ہے جب تک قربانی اپنے محل میں نہ پہنچ جائے' اور دوسری قسم وہ ہے جس نے پہلے ھدی (قربانی) روانہ نہ کی ہو' یہ شخص عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دے گا' پھر آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھے گا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مکہ میں رہنے والے کے لیے تمتع کرنا جائز نہیں ہے اور جمہور کے نزدیک تمتع کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص عمرہ اور حج کو ایک سفر میں' حج کے مہینہ میں ایک سال میں جمع کرے اور وہ عمرہ کو مقدم کرے اور وہ شخص مکہ کا رہنے والا نہ ہو' ان میں سے کوئی ایک شرط بھی فوت ہو گئی تو وہ شخص تمتع کرنے والا نہیں ہوگا' جس شخص کو قربانی میسر نہ ہو' وہ ایام حج میں تین دن کے روزے رکھے گا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ وہ سات' آٹھ اور نو ذوالحجہ کے روزے رکھے' اس امید پر کہ ان دنوں میں ہو

سکتا ہے' اس کو قربانی میسر ہو جائے تو وہ اصل کے مطابق قربانی کرلے' اور سات روزوں میں مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے گھر پہنچنے کے بعد یہ روزے رکھے' اگرچہ ایام تشریق کے بعد مکہ میں اور راستہ میں بھی ان روزوں کو رکھنا جائز ہے۔ یہ مجاہد اور عطاء سے منقول ہے' امام مالک کا بھی یہی قول ہے' اور ان کے نزدیک ایام تشریق میں بھی ان روزوں کا رکھنا جائز ہے' یہ حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ کا قول ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ ناجائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایام تشریق میں روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے' امام احمد کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے' امام شافعی کے اس مسئلہ میں چار قول ہیں' زیادہ صحیح یہ ہے کہ اپنے گھر پہنچ کر یہ روزے رکھے' دوسرا قول یہ ہے کہ جب وہ مکہ سے لوٹ رہا ہو تو یہ روزے رکھے' تیسرا قول یہ ہے کہ جب منیٰ سے مکہ جا رہا ہو' تب یہ روزے رکھے' چوتھا قول یہ ہے کہ افعالِ حج سے فارغ ہونے کے بعد یہ روزے رکھے۔

ایامِ حج میں جو تین روزے رکھنے ہیں' اگر وہ نہیں رکھ سکا تو پھر امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر قربانی کرنا لازم ہے اور امام شافعی کے اس مسئلہ میں چھ اقوال ہیں: (۱) اب وہ روزے نہیں رکھے گا اور قربانی کرے گا (۲) اس پر دس روزے رکھنا لازم ہیں' وہ ایک ایک دن کا فصل کر کے روزے رکھے (۳) مطلقاً دس دن کے روزے رکھے (۴) صرف چار دن کا فصل کرے (۵) روانگی کی مدت کے اعتبار سے فصل کرے (۶) چار دن کا فصل کرے اور روانگی کی مدت کے اعتبار سے فصل کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۹۶۔ ۲۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۸ - بَابُ الْاِغْتِسَالِ عِنْدَ دُخُوْلِ مَكَّةَ

مکہ میں دخول کے وقت غسل کرنا

۱۵۷۳ - حَدَّثَنِیْ یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَیَّةَ قَالَ اَخْبَرَنَا اَیُّوْبُ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اِذَا دَخَلَ اَدْنَی الْحَرَمِ اَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِیَةِ، ثُمَّ یَبِیْتُ بِذِیْ طُوًی، ثُمَّ یُصَلِّیْ بِهِ الصُّبْحَ وَیَغْتَسِلُ، وَیُحَدِّثُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَفْعَلُ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے خبر دی از نافع' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حرم کی سرحد کے قریب پہنچتے تو لبیک کہنا موقوف کر دیتے' پھر ذی طویٰ میں رات گزارتے' پھر لوگوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھتے اور غسل کرتے اور یہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۳ میں گزر چکی ہے۔

تنبیہ: ذی طویٰ ایک کنواں یا ایک جگہ ہے جو مکہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے' علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ یہ غسل تمام علماء کے نزدیک مستحب ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کبھی یہ غسل کرتے تھے اور کبھی نہیں کرتے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن عمر تلبیہ کہنا کیوں ترک کرتے تھے حالانکہ وہ محرم ہوتے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس کی یہ تاویل تھی کہ وہ اب اس جگہ پہنچ گئے ہیں جہاں کے لیے ان کو بلایا گیا تھا اور وہ اب تلبیہ کی جگہ تکبیر اور تسبیح پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹ - بَابُ دُخُوْلِ مَكَّةَ نَهَارًا اَوْ لَیْلًا

دن یا رات کے وقت مکہ میں داخل ہونا

بَاتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِذِیْ طُوًی حَتّٰی اَصْبَحَ، ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذی طویٰ میں رات گزاری حتیٰ کہ صبح کو مکہ میں داخل ہوئے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ فعل کرتے تھے۔

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ.

اس تعلیق کی اصل اسی باب کی حدیث میں سند کے ساتھ مذکور ہے۔

۱۵۷۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي طُوًى حَتّٰى أَصْبَحَ ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذی طویٰ میں رات گزاری حتیٰ کہ صبح ہو گئی پھر آپ مکہ میں داخل ہوئے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۵۳ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۲۹۴۰۔ ج ۳ ص ۴۸۳ پر مذکور ہے، وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۴۰ - بَابٌ مِّنْ أَيْنَ يَدْخُلُ مَكَّةَ
مکہ میں کہاں سے داخل ہو؟

۱۵۷۵ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنِي مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ مَكَّةَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى. [طرف الحدیث: ۱۵۷۶] (صحیح مسلم: ۱۲۵۷، الرقم المسلسل: ۲۹۸۷، سنن ابوداؤد: ۱۸۶۶، سنن نسائی: ۲۸۶۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے معن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں الثنیۃ العلیاء سے داخل ہوتے تھے اور الثنیۃ السفلیٰ سے مکہ سے باہر نکلتے تھے۔

الثنیۃ العلیاء اور الثنیۃ السفلیٰ کا معنی اور مکہ میں دخول اور خروج کے وقت راستہ بدلنے کی حکمتیں

مکہ مکرمہ سے مدینہ کی طرف جو گھاٹی ہے اس کو الثنیۃ العلیاء کہتے ہیں اور مدینہ منورہ سے شام کی طرف جو گھاٹی ہے اس کو الثنیۃ السفلیٰ کہتے ہیں۔ (زاد المعاد ج ۳ ص ۴۶۹، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانب علیا (بلندی کی جانب) سے مکہ میں داخل ہوتے اور جانب سفلیٰ (پستی کی جانب) سے مکہ سے باہر آتے، اس میں حکمت یہ تھی کہ ہمارے جد مکرم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نداء بلندی کی جانب سے تھی، اس لیے بلندی کی جانب سے مکہ میں داخل ہونا اس کے مناسب تھا اور مکہ سے باہر آنے کے لیے اس کے برعکس جانب متناسب تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ جو بلندی کی جانب سے مکہ میں داخل ہوگا، اس کا منہ بیت اللہ کی جانب ہوگا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے وقت مکہ مکرمہ سے نکلے تھے تو پوشیدگی کے ساتھ مکہ سے نکلے تھے اور اب چونکہ اسلام کا غلبہ ہو چکا تھا، اس لیے آپ بلندی کی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے تاکہ آپ کو داخل ہوتے ہوئے سب دیکھ لیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ آپ ایک جانب سے مکہ میں داخل ہوئے اور دوسری جانب سے مکہ سے نکلے تاکہ مکہ کی ہر جانب کو آپ کی برکت حاصل ہو جائے، اور آپ ہر جانب کھڑے ہو کر دعا کریں۔

چوتھا قول یہ ہے کہ مکہ کی ہر طرف آنے اور جانے سے دین اسلام کے غلبہ اور سر بلندی کا ظہور ہوتا ہے تا کہ منافقین اور دشمنانِ اسلام کے سینوں میں آگ بھڑکے۔

پانچواں قول یہ ہے کہ آپ نے جس طرح عید کے دن آنے اور جانے کے راستہ کو تبدیل کیا تھا' اسی طرح مکہ میں دخول اور خروج کے وقت بھی راستہ کو تبدیل کیا' تا کہ رش کم ہو (اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ دو رویہ ٹریفک کے اصول کی بھی اصل یہی حدیث ہے۔سعیدی غفرلہٗ)۔(عمدۃ القاری ج۹ص۲۹۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۹۳۶۔ج ۳ص ۴۸۲ پر ہے' وہاں اس کی بہت مختصر شرح ہے۔

٤١ - بَابٌ مِّنْ اَيْنَ يَخْرُجُ مِنْ مَّكَّةَ

مکہ سے کہاں سے باہر نکلے؟

١٥٧٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ، مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا الَّتِيْ بِالْبَطْحَاءِ، وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ يُقَالُ هُوَ مُسَدَّدٌ كَاِسْمِهٖ، قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِيْنٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ مُسَدَّدًا اَتَيْتُهٗ فِيْ بَيْتِهٖ فَحَدَّثْتُهٗ لَاسْتَحَقَّ ذٰلِكَ، وَمَا اُبَالِيْ كُتُبِيْ كَانَتْ عِنْدِيْ اَوْ عِنْدَ مُسَدَّدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد بن مسرھد البصری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کداء سے الثنیۃ العلیاء کی جانب سے داخل ہوئے جو بطحاء (پتھریلے میدان) میں ہے اور الثنیۃ السفلیٰ سے مکہ سے باہر آئے۔امام بخاری کہتے ہیں کہ یہ مسدد اپنے نام کی مثل ہے' امام بخاری کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے' وہ کہتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا ہے کہ اگر میں مسدد کے پاس اس کے گھر جاؤں اور اس کو حدیث بیان کروں تو وہ اس کا مستحق ہے اور مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میری کتابیں خواہ میرے پاس ہوں یا مسدد کے پاس ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۷۵ میں گزر چکی ہے۔

فائدہ: مسدد کا عربی میں معنی مضبوط اور درست ہے' امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ مسدد اپنے نام کی طرح حدیث کی روایت میں مضبوط اور درست تھے' گویا مسدد ثقہ اور درست تھے۔

کداء' مکہ کے نزدیک ایک پہاڑ ہے اور کدیٰ دوسرا پہاڑ ہے جو یمن کے راستہ پر ہے۔

١٥٧٧ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ اِلٰى مَكَّةَ، دَخَلَ مِنْ اَعْلَاهَا، وَخَرَجَ مِنْ اَسْفَلِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی اور محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوتے تو اس کی بلند جانب سے داخل ہوتے اور جب مکہ سے باہر نکلتے تو اس کی نچلی جانب سے نکلتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۷۵ میں گزر چکی ہے۔

١٥٧٨ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ، وَّخَرَجَ مِنْ كُدًا مِنْ أَعْلٰى مَكَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود بن غیلان المروزی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کداء سے داخل ہوئے اور کدا سے نکلے مکہ کی بلند جانب سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٧٦ میں گزر چکی ہے۔

١٥٧٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ أَعْلٰى مَكَّةَ، قَالَ هِشَامٌ وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ عَلٰى كِلْتَيْهِمَا مِنْ كَدَاءٍ وَكُدًا، وَأَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ، وَكَانَتْ أَقْرَبَهُمَا إِلٰى مَنْزِلِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ کی بلند جانب کداء سے داخل ہوئے۔ ہشام نے کہا: عروہ دونوں جانبوں سے داخل ہوتے تھے کداء سے اور کدا سے اور زیادہ تر کداء سے داخل ہوتے تھے اور وہ ان کے گھر سے زیادہ قریب تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٧٦ میں گزر چکی ہے۔

١٥٨٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ، مِنْ أَعْلٰى مَكَّةَ. وَكَانَ عُرْوَةُ أَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ، وَكَانَ أَقْرَبَهُمَا إِلٰى مَنْزِلِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ کی بلند جانب کداء سے داخل ہوئے اور عروہ زیادہ تر کداء سے داخل ہوتے تھے' اور وہ ان کے گھر سے زیادہ قریب تھا۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ١٥٧٦ میں گزر چکی ہے۔

١٥٨١ - حَدَّثَنَا مُوسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ، وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ مِنْهُمَا كِلَيْهِمَا، وَأَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ، أَقْرَبِهِمَا إِلٰى مَنْزِلِهِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ كَدَاءٌ وَكُدًا مَوْضِعَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کداء سے داخل ہوئے اور عروہ ان دونوں سے داخل ہوتے تھے اور زیادہ تر وہ کداء سے داخل ہوتے تھے' وہ ان کے گھر کے زیادہ قریب تھا۔ امام بخاری نے کہا: کداء اور کدا دو جگہیں ہیں۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ١٥٧٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٢ - بَابُ فَضْلِ مَكَّةَ وَبُنْيَانِهَا

مکہ کی فضیلت اور کعبہ کی تعمیر کا بیان

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا اِلٰى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِO وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُO وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُO رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾ (البقرة:۱۲۸_۱۲۵).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور (یاد کیجئے) جب ہم نے بیت اللہ (کعبہ) کو لوگوں کے لیے معبد اور امن کی جگہ بنا دیا اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے تاکیداً فرمایا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں' اعتکاف کرنے والوں' رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھوO اور (یاد کرو) جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! اس جگہ کو امن والا شہر بنا دے اور اس میں رہنے والوں میں سے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائیں ان کو پھلوں سے رزق عطا فرما' فرمایا: اور جس نے کفر کیا میں اس کو (بھی) تھوڑا سا فائدہ پہنچاؤں گا' پھر اس کو مجبور کر کے دوزخ میں ڈالوں گا اور وہ کیا ہی بُرا ٹھکانا ہےO اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم اور اسماعیل کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے' (اور اس وقت وہ یہ دعا کر رہے تھے:) اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما! بے شک تو بہت ہی سننے والا خوب جاننے والا ہےO اور اے ہمارے رب! ہمیں خاص اپنی فرماں برداری پر برقرار رکھ' اور ہماری اولاد میں ایک امت کو خاص اپنا فرماں بردار کر' اور ہمیں حج کی عبادت بتا' اور ہماری توبہ قبول فرما! بے شک تو ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا' بہت رحم فرمانے والا ہےO (البقرة:۱۲۸_۱۲۵)

''مثابةً'' کا معنی

ان آیتوں میں ''مثابةً'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: لوٹنے کی جگہ کیونکہ جو شخص بھی بیت اللہ سے واپس آتا ہے' وہ سیر نہیں ہوتا' اور وہ پھر دوبارہ وہاں جاتا ہے یا جانا چاہتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا معنی ہو: اجر و ثواب کی جگہ' کیونکہ عبادت پر جس قدر اجر و ثواب یہاں ملتا ہے اور کہیں نہیں ملتا۔

''امنًا'' کا معنی

اس کا معنی ہے: امن کی جگہ' ہر چند کہ یہ بیت اللہ کی صفت ہے لیکن اس سے مراد پورا حرم ہے۔

اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ کعبہ میں کسی پر حد نہیں جاری کی جائے گی لیکن باقی حرم میں بھی حد جاری کی جائے گی یا نہیں؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حرم میں حد جاری کی جائے گی اور ''من دخله كان 'امنا''' منسوخ ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۱۱' انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ سیّد محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرم میں کسی شخص سے قصاص لیا جائے گا نہ کسی پر حد جاری کی جائے گی' اگر کسی مجرم نے حرم میں آ کر پناہ لے لی تو اس پر کھانا پینا بند کر دیا جائے گا اور اس سے کوئی معاملہ نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ حرم سے باہر آ جائے اور جب وہ باہر آ جائے گا تو اس پر حد جاری کر دی جائے گی۔ (روح المعانی جز ۱ ص ۳۷۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

مقام ابراہیم کی تعیین

مقام ابراہیم کی تعیین میں کئی اقوال ہیں: عکرمہ اور عطاء نے کہا: پورا حج مقام ابراہیم ہے' شعبی نے کہا: عرفہ' مزدلفہ اور جمار مقام ابراہیم ہیں' نخعی نے کہا: پورا حرم مقام ابراہیم ہے اور سب سے صحیح قول یہ ہے کہ وہ پتھر جس کو اب لوگ مقام ابراہیم کے عنوان سے پہچانتے ہیں اور جس کے پاس طواف کی دو رکعت پڑھتے ہیں وہ مقام ابراہیم ہے' اور یہ حضرت جابر بن عبد اللہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور قتادہ وغیرہ کا قول ہے' امام مسلم نے ایک طویل حدیث میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بیت اللہ کو دیکھا تو حجر اسود کو تعظیم دی اور پہلے تین طوافوں میں رمل کیا اور اس کے بعد چار طواف معمول کے مطابق چل کر کیے' پھر مقام ابراہیم کی طرف گئے اور طواف کی دو رکعتیں پڑھیں اور امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس کو اس وقت بلند کر دیا گیا تھا' جب حضرت ابراہیم کو ان پتھروں کے اٹھانے سے ضعف لاحق ہوا' جو اُن کو حضرت اسماعیل لا کر دے رہے تھے اور حضرت ابراہیم کے قدموں کے نشان اس پتھر میں نقش ہو گئے تھے' حضرت انس نے کہا: میں نے ''مقام'' میں حضرت ابراہیم کی انگلیوں' ایڑیوں اور تلووں کے نشان ثبت دیکھے۔ سدی نے بیان کیا ہے کہ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس کو حضرت اسماعیل کی زوجہ نے حضرت ابراہیم کا سر دھوتے وقت ان کے قدموں کے نیچے رکھا تھا۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۱۲-۱۱۳' انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

کعبہ کی تعمیر کتنی بار کی گئی

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

(۱) پہلی بار کعبہ کو فرشتوں نے بنایا (۲) دوسری مرتبہ حضرت آدم نے بنایا (۳) تیسری بار حضرت شیث بن آدم نے بنایا (۴) چوتھی بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا (۵) پانچویں بار قوم عمالقہ نے بنایا (۶) چھٹی بار جرھم نے بنایا (۷) ساتویں بار قصی بن کلاب نے بنایا (۸) آٹھویں بار قریش نے بنایا (۹) نویں بار حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسب منشاء بنایا' اس میں دو دروازے رکھے' ایک داخل ہونے کا اور ایک خارج ہونے کا اور حطیم کو کعبہ میں داخل کیا' اور یہی بناء ابراہیم تھی' قریش اپنے وسائل کی کمی کی وجہ سے اس کو مکمل بناء ابراہیم پر نہیں بنا سکے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش تھی کہ اس کو بناء ابراہیم پر بنا دیا جائے لیکن فتنہ کے خدشہ سے آپ نے نہیں بنایا تھا (۱۰) دسویں بار عبد الملک بن مروان کے حکم سے حجاج بن یوسف نے اس کو پھر منہدم کر کے قریش کی بناء کے مطابق بنا دیا۔ (ارشاد الساری ج ۴ ص ۱۰۳-۱۰۴ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

جب ہارون رشید کو یہ روایت پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کو اس طرح بنانا چاہتے تھے تو اس نے چاہا کہ کعبہ کو پھر حضرت ابن الزبیر کی بناء کے مطابق بنا دے لیکن امام مالک نے اس سے منع کیا اور فرمایا: میں تم کو قسم دیتا ہوں اب کعبہ کو اسی طرح رہنے دو' بار بار منہدم کرنے سے اور بنانے سے اس کی ہیبت اور جلال میں کمی آئے گی۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۲۵' انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

سورۃ البقرہ کی ان آیات میں مذکور اہم اُمور کی ہم نے یہاں اختصار سے تفسیر کی ہے' تفصیل کے لیے ان آیات کی تفسیر ہماری تفسیر' تبیان القرآن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۵۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ اَخْبَرَنِی ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِی عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ' ذَهَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ الْحِجَارَةَ' فَقَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلْ اِزَارَكَ عَلٰی رَقَبَتِكَ' فَخَرَّ اِلَی الْاَرْضِ' وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ اِلَی السَّمَآءِ' فَقَالَ اَرِنِیْ اِزَارِیْ. فَشَدَّهٗ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے کہا: جب کعبہ کی تعمیر کی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ پتھر اٹھا کر لا رہے تھے' پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ اپنا تہبند اپنی گردن (کندھے) کے نیچے رکھ لیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم (بے ہوش ہو کر) زمین پر گر گئے اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ گئیں' پس آپ نے فرمایا: مجھے میرا تہبند دکھاؤ (انہوں نے آپ کا تہبند دیا) آپ نے اس کو مضبوطی سے باندھ لیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۶۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۸۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ اَخْبَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ' زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا اَلَمْ تَرَیْ اَنَّ قَوْمَكِ لَمَّا بَنَوُا الْكَعْبَةَ' اِقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ؟ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اَلَا تَرُدُّهَا عَلٰی قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ؟ قَالَ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَفَعَلْتُ. فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا سَمِعَتْ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' مَا اُرٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ' اِلَّا اَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلٰی قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ کہ عبد اللہ بن محمد بن ابی بکر نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتیں کہ جب تمہاری قوم نے کعبہ کی تعمیر کی تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں میں کمی کر دی' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کعبہ مکرمہ کو دوبارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر کیوں نہیں کر دیتے؟ آپ نے فرمایا: اگر تمہاری قوم کے کفر کا زمانہ ابھی قریب ہی نہ گزرا ہوتا تو میں ضرور ایسا کر لیتا' پس حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کے متصل دیواروں کے دو کونوں کی تعظیم نہیں کرتے تھے کیونکہ بیت اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں کے مطابق تعمیر نہیں کیا گیا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۳۳' الرقم المسلسل: ۳۱۸۴' سنن نسائی: ۲۹۰۰' سنن کبریٰ: ۳۸۸۳' مسند ابویعلیٰ: ۴۳۶۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۲۶' صحیح ابن حبان:

۱۸۱۷-۳،سنن بیہقی ج ۵ ص ۷۷، مصنف عبدالرزاق: ۸۹۴۱، مسند احمد ج ۶ ص ۱۷۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۵۴۴۰۔ ج ۴۲ ص ۲۷۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

کعبہ کی دیوار کے چار کونوں اور ان میں سے صرف دو کونوں کی تعظیم کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حطیم کے متصل دو کونوں کی تعظیم نہیں کرتے تھے، لیکن ان کو اس کی وجہ معلوم نہیں تھی جب ان کو حضرت عبداللہ بن محمد نے یہ حدیث سنائی تو ان کو اس کی وجہ معلوم ہوگئی کہ جن دیواروں پر یہ دو کونے ہیں، وہ دیواریں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر نہیں ہیں، ان دو کونوں کو رکن شامی اور رکن عراقی کہا جاتا ہے اور حجر اسود کی طرف جو دو کونے ہیں ان کو رکن یمانی کہا جاتا ہے۔

عروہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سب کونوں کی تعظیم کرنی چاہیے اور یہ کہ بیت اللہ کی کسی چیز کی تعظیم کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت ابن الزبیر، حضرت جابر، حضرت ابن عباس، حضرت الحسن اور حضرت الحسین رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح منقول ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ صرف حجر اسود کی تعظیم کی جائے اور رکن یمانی کی تعظیم نہ کی جائے، کیونکہ یہ سنت نہیں ہے اور اگر اس کی تعظیم کی تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۱۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک کعبہ کے صرف دو کونوں کی تعظیم ہے اور اس کے ثبوت میں احادیث

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ بیان کرتے ہیں:

بعض صحابہ نے کہا ہے کہ بیت اللہ کے تمام ارکان کی تعظیم کرنی چاہیے یعنی بیت اللہ کے چاروں کونوں کی تعظیم کرنی چاہیے، خواہ وہ دو رکن یمانی ہوں یا رکن شامی اور رکن عراقی ہوں (حجر اسود کی جہت میں جو بیت اللہ کے دو کونے ہیں، ان کو رکن یمانی کہا جاتا ہے اور حطیم سے متصل دیوار کے جو دو کونے ہیں، ان کو رکن شامی و عراقی کہا جاتا ہے)۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۳۷۶۶)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ ابوالشعثاء نے کہا: بیت اللہ کی کسی چیز (کی تعظیم کرنے) کو کون ترک کرسکتا ہے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ان دو رکنوں (شامی و عراقی) کی تعظیم نہیں کی جاتی، تو حضرت معاویہ نے کہا: بیت اللہ کی کوئی چیز متروک نہیں ہے، اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما بھی تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۶۰۸)

بعض نے کہا ہے کہ طواف کے دوران تمام ارکان کی تعظیم کرنی چاہیے، ان کا استدلال مذکور الصدر حدیث سے ہے، دوسرے ائمہ نے ان سے اختلاف کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ طواف کے دوران صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کرنی چاہیے، ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف دو رکن یمانی (یعنی حجر اسود اور رکن یمانی) کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۶۰۹، صحیح مسلم: ۱۲۶۷، سنن ابوداؤد: ۱۸۷۴، سنن نسائی: ۲۹۴۹)

یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے، اور امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا یہی قول ہے کہ صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کرنی چاہیے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۵۷۔ ۲۵۳ ملتقطاً، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

رکن یمانی کو بوسا دینے کی ممانعت

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی التوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:
طواف کے دوران جب بھی حجر اسود کے پاس سے گزرے تو اس کی تعظیم کرے اور رکن یمانی کی بھی تعظیم کرے اور یہ مستحب ہے لیکن اس کو بوسا نہ دے اور امام محمد نے کہا: یہ سنت ہے اور اس کو بوسا دے اور دلائل اس کی تائید کرتے ہیں اور ان دو کونوں کے علاوہ باقی کونوں (رکن شامی اور رکن عراقی) کی تعظیم کرنا مکروہ ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۳ ص ۴۵۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:
رکن یمانی کی تعظیم سے مراد یہ ہے کہ اس کو ہتھیلیوں سے مس کرے اور چھوئے یا صرف سیدھے ہاتھ سے مس کرے' البتہ اس کو بوسا نہ دے اور نہ اس پر سجدہ کرے۔
علامہ حصکفی نے لکھا ہے کہ امام محمد کا قول ہے کہ رکن یمانی کی تعظیم سنت ہے اور اس کو بوسا دے اور دلائل اس کی تائید کرتے ہیں' لیکن شرح اللباب میں صرف پہلی روایت ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے جیسا کہ الکافی' الہدایہ اور دوسری کتابوں میں ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہی صحیح روایت ہے اور النخبہ میں مذکور ہے کہ امام محمد کی روایت بہت ضعیف ہے۔
رکن شامی اور رکن عراقی کی تعظیم مکروہ ہے کیونکہ یہ دونوں حقیقت میں رکن نہیں بلکہ یہ بیت اللہ کے وسط میں ہیں کیونکہ حطیم کا کچھ حصہ بیت اللہ میں داخل ہے۔ بدائع الصنائع میں مذکور ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۴۵۳' داراحیاء التراث العربی' ۱۴۱۹ھ)

باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی کعبہ کی دیوار کے صرف دو کونوں کی تعظیم ہے

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:
رکن یمانی اہل یمن کا قبلہ ہے' اور یہ دیوار کعبہ کے اس کونے کے قریب ہے جس میں حجر اسود نصب ہے اور یہ طواف کے آخر میں ہے کیونکہ طواف کرنے والا اس کونے سے ابتداء کرتا ہے جس میں حجر اسود نصب ہے' اور حجر اسود اہل خراسان کا قبلہ ہے' سو طواف کرنے والا حجر اسود کی تعظیم کرے اور اس کو بوسا دے اور جب طواف کرنے والا دوسرے کونے پر پہنچے جو کہ رکن عراقی ہے تو اس کی تعظیم نہ کرے اور جب وہ تیسرے کونے پر پہنچے تو اس کی تعظیم بھی نہ کرے اور یہ دو کونے حطیم کے ساتھ متصل ہیں اور جب وہ چوتھے کونے پر پہنچے تو اس کی تعظیم کرے' الخرقی نے کہا ہے کہ اس کو بوسا دے' لیکن امام احمد کی صحیح روایت یہ ہے کہ اس کو بوسا نہ دے اور اکثر اہل علم کا یہی قول ہے' امام ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ رکن یمانی کی تعظیم نہ کرے۔ (یہ محض ایک روایت ہے' امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ رکن یمانی کی تعظیم کرے اور اس کو مس کرے' البتہ اس کو بوسا نہ دے۔ سعیدی غفرلہٗ)
علامہ ابن عبد البر مالکی نے لکھا ہے کہ اہل علم کے نزدیک رکن یمانی اور حجر اسود کی تعظیم جائز ہے اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ حجر اسود کو بوسا دے اور رکن یمانی کو بوسا نہ دے۔ (المغنی ج ۴ ص ۵۶۷' دارالحدیث' القاہرہ' ۱۴۲۵ھ)
قاضی ابو الولید محمد بن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ نے جمہور کا مذہب اسی طرح لکھا ہے۔

(بدایۃ المجتہد ج ۳ ص ۳۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے شوافع کا مذہب بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۷۸، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

١٥٨٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا اَشْعَثُ، عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجِدَارِ، اَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ؟ قَالَ نَعَمْ. قُلْتُ فَمَا لَهُمْ لَمْ يُدْخِلُوْهُ فِي الْبَيْتِ؟ قَالَ اِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ. قُلْتُ فَمَا شَاْنُ بَابِهٖ مُرْتَفِعًا؟ قَالَ فَعَلَ ذٰلِكَ قَوْمُكِ، لِيُدْخِلُوْا مَنْ شَاؤُوْا وَيَمْنَعُوْا مَنْ شَاؤُوْا، وَلَوْ لَا اَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ بِالْجَاهِلِيَّةِ، فَاَخَافُ اَنْ تُنْكِرَ قُلُوْبُهُمْ اَنْ اُدْخِلَ الْجِدَارَ فِي الْبَيْتِ وَاَنْ اُلْصِقَ بَابَهٗ بِالْاَرْضِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاشعث نے حدیث بیان کی از الاسود بن یزید از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا حطیم بیت اللہ کا حصہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: پھر کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے اس کو بیت اللہ میں داخل نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا: تمہاری قوم کے پاس خرچ کم تھا، میں نے پوچھا: پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ اس کا دروازہ اونچا ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری قوم نے یہ اس لیے کیا ہے کہ جس کو چاہیں کعبہ میں داخل کریں اور جس کو چاہیں منع کر دیں، اور اگر تمہاری قوم کا زمانہ جاہلیت ابھی تازہ تازہ نہ ہوتا اور ان کے دلوں کے بگڑ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں حطیم کو بیت اللہ کے اندر داخل کر دیتا اور اس کا دروازہ زمین سے متصل بناتا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۶ میں گزر چکی ہے۔

١٥٨٥ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا حَدَاثَةُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ، لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ، ثُمَّ لَبَنَيْتُهٗ عَلٰى اَسَاسِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَاِنَّ قُرَيْشًا اِسْتَقْصَرَتْ بِنَاءَهٗ، وَجَعَلْتُ لَهٗ خَلْفًا. قَالَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ خَلْفًا، يَعْنِيْ بَابًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہاری قوم کا کفر سے نکلے ہوئے قریب کا زمانہ نہ ہوتا تو میں بیت اللہ کو منہدم کر دیتا، پھر میں اس کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بنیادوں پر بناتا، ہوا یہ کہ قریش نے کعبہ کی عمارت کو کم کر دیا اور اس میں ''خَلْف'' (پچھلا دروازہ) بنایا، ابومعاویہ نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی کہ ''خلف'' سے مراد (پچھلا) دروازہ ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی، صحیح البخاری: ۱۲۶ میں گزر چکی ہے۔

١٥٨٦ - حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ رُوْمَانَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا يَا عَائِشَةُ، لَوْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بیان بن عمرو نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن رومان نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

لَا اَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ، لَاَمَرْتُ بِالْبَيْتِ فَهُدِمَ فَاَدْخَلْتُ فِيْهِ مَا اُخْرِجَ مِنْهُ، وَاَلْزَقْتُهُ بِالْاَرْضِ، وَجَعَلْتُ لَهُ بَابَيْنِ بَابًا شَرْقِيًّا وَبَابًا غَرْبِيًّا، فَبَلَغْتُ بِهِ اَسَاسَ اِبْرَاهِيْمَ. فَذٰلِكَ الَّذِيْ حَمَلَ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَلٰى هَدْمِهِ. قَالَ يَزِيْدُ وَ شَهِدْتُّ ابْنَ الزُّبَيْرِ حِيْنَ هَدَمَهُ وَبَنَاهُ، وَاَدْخَلَ فِيْهِ مِنَ الْحِجْرِ، وَقَدْ رَاَيْتُ اَسَاسَ اِبْرَاهِيْمَ، حِجَارَةً كَاَسْنِمَةِ الْاِبِلِ. قَالَ جَرِيْرٌ فَقُلْتُ لَهُ اَيْنَ مَوْضِعُهُ؟ قَالَ اُرِيْكَهُ الْاٰنَ، فَدَخَلْتُ مَعَهُ الْحِجْرَ، فَاَشَارَ اِلٰى مَكَانٍ، فَقَالَ هَا هُنَا، قَالَ جَرِيْرٌ فَحَزَرْتُ مِنَ الْحِجْرِ سِتَّةَ اَذْرُعٍ اَوْ نَحْوَهَا.

وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے عائشہ! اگر تمہاری قوم کا زمانۂ جاہلیت ابھی تازہ تازہ نہ گزرا ہوتا تو میں بیت اللہ کو منہدم کرنے کا حکم دیتا' پس جو حصہ (حطیم) اس میں سے نکال دیا گیا ہے' اس کو میں اس میں داخل کر دیتا اور اس (کے دروازہ کو) زمین سے ملا دیتا' اور اس کے دو دروازے بناتا' ایک دروازہ شرقی اور ایک دروازہ غربی اور اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں تک پہنچا دیتا۔ (یزید بن رومان نے کہا:) پس یہی وہ سبب ہے جس نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو کعبہ کی عمارت کے گرانے پر برانگیختہ کیا' یزید نے کہا: میں اس وقت موجود تھا جب حضرت ابن الزبیر نے کعبہ کو منہدم کیا اور اس کی (دوبارہ) تعمیر کی اور اس میں حطیم کو داخل کر دیا اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں کے پتھر دیکھے ہیں' جو اونٹ کے کوہانوں کی مثل تھے' جریر نے کہا: میں نے یزید بن رومان سے پوچھا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادیں کس جگہ تھیں؟ انہوں نے کہا: میں تمہیں ابھی دکھاتا ہوں' پس میں ان کے ساتھ حطیم میں داخل ہوا' انہوں نے ایک جگہ اشارہ کر کے کہا: یہاں' پس میں نے اندازہ لگایا وہ جگہ حطیم سے چھ ہاتھ یا اس کے قریب تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٦ ھ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے کہ امام ابن سعد نے کہا کہ حضرت ابن الزبیر نے کعبہ کی تعمیر جدید کی ابتداء ٦٥ ھ کی ابتداء میں کی ہے اور ازرقی نے کہا ہے کہ جمادی الاخریٰ ٦٤ ھ میں اس کی تعمیر کی ابتداء کی اور یہ ہوسکتا ہے کہ اس کی ابتداء ٦٤ ھ میں کی ہو' اور اس کو مکمل رجب ٦٥ ھ میں کیا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ٣١٧-٣١٦)

٤٣ - بَابُ فَضْلِ الْحَرَمِ — حرم کی فضیلت

اس باب میں حرم مکہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور حرم مکہ جن جانبوں کو محیط ہے' حرم مکہ کی حد مدینہ سے تین میل ہے' یمن اور عراق سے سات میل ہے اور جدہ سے دس میل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ٣١٧)

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اِنَّمَا اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (النمل: ٩١).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آپ کہیے:) مجھے صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں' جس نے اس کو حرم بنا دیا ہے اور اسی کی ملکیت میں ہر چیز ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کے فرماں برداروں میں سے رہوں O (النمل: ٩١)

اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ صفت بیان کی کہ وہ اس شہر کا رب ہے' اور اس شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور تمام شہروں میں سے اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی طرف اپنی ربوبیت کی نسبت اس لیے کی ہے کہ ہونے کو تو میں تمام شہروں کا رب ہوں لیکن جس شہر کے رب ہونے پر مجھے ناز ہے وہ شہر مکہ ہے' اسی شہر کی ایک جگہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا بیت قرار دیا ہے' یہی شہر اس کے محبوب نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مولد اور مسکن ہے اور یہی شہر پہلا مہبطِ وحی الٰہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو حرم بنا دیا ہے' اس شہر کو حرم بنانے کی چند وجوہ ہیں: جو شخص حج کرنے کے لیے اس شہر میں آتا ہے' اس پر حالت احرام میں کئی حلال کام حرام ہو جاتے ہیں' وہ بال اور ناخن نہیں کاٹ سکتا' خوشبو نہیں لگا سکتا' ازدواجی عمل نہیں کر سکتا اور اس طرح کے اور کئی کام اس پر حرام ہو جاتے ہیں' جو شخص اس شہر میں آ کر پناہ لے' اس کو ایذاء پہنچانا حرام ہے' اس شہر کے درخت کاٹنا اور وحشی جانوروں کو پریشان کرنا حرام ہے' اس شہر میں قتال کرنا' مال لوٹنا اور کسی کی عزت پامال کرنا خصوصیت کے ساتھ حرام ہیں' اس لیے یہ شہر حرم ہے۔ (تبیان القرآن ج۸ ص۱۶۷ 'فرید بک سٹال' لاہور' ۱۴۲۵ھ)

وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (القصص:۵۷).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا ہم نے ان کو حرم میں آباد نہیں کیا جو امن والا ہے' اس کی طرف ہمارے دیئے ہوئے ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں' لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے O (القصص:۵۷)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے ایک عذر کو زائل فرمایا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے روایت کی ہے کہ کفار قریش نے سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کر لیں تو ہم اپنے ملک سے اُچک لیے جائیں گے۔ (جامع البیان: ۲۰۹۷۲)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس شبہ کو زائل فرمایا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرزمین حرم کو امن والا بنا دیا ہے اور اس میں بہت زیادہ رزق رکھا ہے' حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اعراض کرنے والے ہو اور بتوں کی عبادت کی طرف رغبت کرنے والے ہو' پس اگر تم ایمان لے آؤ تو تم پر اللہ تعالیٰ کا کرم زیادہ متوقع ہوگا اور تمہیں مکہ سے نکالے جانے کا خطرہ نہیں رہے گا۔ (تبیان القرآن ج۸ ص۸۴۵ 'فرید بک سٹال' لاہور' ۱۴۲۵ھ)

۱۵۸۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهٗ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهٗ، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقْطَتَهٗ اِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن عبد الحمید نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: بے شک اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنا دیا ہے' اس کا کانٹا کاٹا جائے گا نہ اس کے شکار کو پریشان کیا جائے گا اور نہ اس کے راستہ میں گری ہوئی چیز کو اٹھایا جائے گا ماسوا اس شخص کے جو اس کا اعلان کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

٤٤ - بَابُ تَوْرِيْثِ دُوْرِ مَكَّةَ وَبَيْعِهَا وَشِرَائِهَا وَاَنَّ النَّاسَ فِيْ مَسْجِدِ الْحَرَامِ سَوَاءٌ خَاصَّةً

مکہ کے گھروں میں وراثت جاری ہوگی اور ان کا بیچنا اور خریدنا جائز ہے اور لوگ بالخصوص مسجد حرام میں برابر ہیں

لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءَ ۨالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ ۢبِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ (الحج:۲۵).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ اللہ کے راستہ سے روکنے لگے اور اس مسجد حرام سے جس کو ہم نے لوگوں کے لیے مساوی بنایا ہے خواہ وہ اس مسجد میں معتکف ہوں یا باہر سے آئیں اور جو اس مسجد میں ظلم کے ساتھ زیادتی کا ارادہ کرے گا ہم اس کو دردناک عذاب چکھائیں گے O (الحج:۲۵)

اس آیت کی تفسیر ان شاء اللہ ہم عنقریب اپنی تفسیر' تبیان القرآن سے نقل کریں گے' انتظار فرمائیں۔

اس آیت میں ''الباد'' کا لفظ ہے' امام بخاری اس کی تفسیر کرتے ہیں:

اَلْبَادِيُ الطَّارِيُ. ﴿مَعْكُوْفًا﴾ (الفتح:۲۵) مَحْبُوْسًا.

''الباد'' کا معنی ہے: ''الطاری'' (مسافر) اور ''معکوفا'' کا معنی محبوس (روکا ہوا)۔

اس آیت میں ''معکوف'' کا لفظ نہیں ہے لیکن چونکہ اس آیت میں ''عاکف'' (مقیم) کا لفظ ہے' اس کی مناسبت سے امام بخاری نے ''معکوف'' کا معنی ذکر کر دیا۔

١٥٨٨ - حَدَّثَنَا اَصْبَغُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ وَهْبٍ' عَنْ يُوْنُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ' عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ' عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اَيْنَ تَنْزِلُ فِيْ دَارِكَ بِمَكَّةَ؟ فَقَالَ وَهَلْ تَرَكَ عَقِيْلٌ مِنْ رِبَاعٍ' اَوْ دُوْرٍ؟! وَكَانَ عَقِيْلٌ وَرِثَ اَبَا طَالِبٍ' هُوَ وَطَالِبٌ' وَلَمْ يَرِثْهُ جَعْفَرٌ وَلَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا شَيْئًا' لِاَنَّهُمَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ' وَكَانَ عَقِيْلٌ وَطَالِبٌ كَافِرَيْنِ' فَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی از یونس از ابن شہاب از علی بن حسین از عمرو بن عثمان از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما' انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ مکہ میں اپنے گھر میں کہاں اتریں گے؟ آپ نے فرمایا: عقیل نے ہمارے لیے کوئی محلہ یا مکان کہاں چھوڑا ہے (یعنی سب بیچ دیئے ہیں)' اور عقیل اور طالب (اپنے باپ) ابوطالب کے وارث ہوئے تھے' اور حضرت جعفر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ان کے وارث نہیں ہوئے تھے' کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے اور عقیل اور طالب دونوں کافر تھے' اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ مؤمن کافر کا وارث نہیں ہوتا۔

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانُوْا يَتَاَوَّلُوْنَ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾ (الانفال:۷۲) الْاٰيَةَ. [اطراف الحدیث:۳۰۵۸-۴۲۸۲-۶۷۶۴]

ابن شہاب نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تاویل کرتے تھے: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ فراہم کی اور ان کی نصرت کی' یہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ (الانفال:۷۲)

(صحیح مسلم: ۱۶۱۴' الرقم المسلسل: ۴۰۶۳' سنن ابوداؤد: ۲۹۰۹' سنن ترمذی: ۲۱۰۷' سنن ابن ماجہ: ۲۷۳۰-۲۹۲۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصبغ بن الفرج ابوعبداللہ (۲) عبداللہ بن وہب (۳) یونس بن عبید (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) علی بن الحسین المشہور بزین العابدین (۶) عمرو بن عثمان بن عفان امیر المؤمنین (۷) حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۲۴)

آیت مذکور الصدر کی تاویل

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: یہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں' اس جگہ مفسرین کا اختلاف ہے کہ ولایت سے مراد وراثت ہے یا ولایت سے مراد ایک دوسرے کی نصرت اور معاونت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس ولایت سے مراد وراثت ہے اور اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا وارث کر دیا تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: اور جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی' وہ اس وقت تک تمہاری ولایت میں نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کر لیں۔ (الانفال: ۷۲) اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک وہ ہجرت نہ کر لیں ان کو وراثت نہیں ملے گی' اور جب اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخر میں فرمایا: اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ (الانفال: ۷۵) تو اس آیت نے پہلی آیت کے حکم کو منسوخ کر دیا اور اب قرابت وراثت کا سبب ہے اور ہجرت وراثت کا سبب نہیں ہے۔ مجاہد' ابن جریج' قتادہ' عکرمہ' حسن بصری' سدی اور زہری سے بھی اسی قسم کے اقوال مروی ہیں۔

(جامع البیان جز ۱۰ ص ۶۹-۶۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: عقیل نے ہمارے لیے کوئی محلہ یا مکان کہاں چھوڑا ہے!

الحج: ۲۵ کی تفسیر حسب ذیل ہے:

مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کی ممانعت میں مذاہب فقہاء

مسجد حرام' صفا اور مروہ کی پہاڑیاں' منیٰ' مزدلفہ' عرفات اور موضع جمرات' مکہ مکرمہ کی سرزمین کے حصے' تمام فقہاء کے نزدیک وقف عام ہیں اور مکہ کے رہنے والے اور باہر سے مکہ مکرمہ آنے والے سب وہاں عبادت اور مناسکِ حج ادا کر سکتے ہیں اور یہ جگہ کسی کی ملکیت نہیں ہے اور یہاں پر کوئی کسی مسلمان کو عبادت کرنے اور ٹھہرنے سے منع نہیں کر سکتا اور نہ مکہ کے ان حصوں کو فروخت کرنا یا کرائے پر دینا جائز ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۴ ص ۱۷۸' روح المعانی جز ۱۷ ص ۲۰۷-۲۰۶)

سرزمین مکہ کے ان حصوں کے علاوہ باقی سرزمین مکہ میں اختلاف ہے کہ آیا ان کو بیچنا اور کرائے پر دینا جائز ہے یا نہیں۔ امام شافعی اور امام احمد کا یہ مذہب ہے کہ مکہ کی زمین کو اور اس کے مکانات کو فروخت کرنا اور کرائے پر دینا جائز ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۴ ص ۱۷۷' تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۱۷' فتح الباری ج ۴ ص ۲۴۵) امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ مکہ کی تمام زمین وقف ہے' اس کو بیچنا اور کرائے پر دینا جائز نہیں ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۳۲-۳۱)

اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ مکہ کی سرزمین کے جو حصے مناسکِ حج کے لیے وقف ہیں' ان کے علاوہ مکہ کی باقی زمینوں اور مکانوں کو فروخت کرنا اور کرائے پر دینا جائز ہے۔ البتہ حج کے ایام میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ ہے' کیونکہ اس سے زائرین حرم اور حجاج کو زحمت اور تکلیف ہوگی۔ (درمختار وردالمحتار ج ۹ ص ۴۸۰-۴۷۹)

امام مالک اور ان کے موافقین یہ کہتے ہیں کہ مکہ کی تمام زمین وقف ہے اور کسی جگہ کو فروخت کرنا اور اس کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے۔ان کا استدلال اس آیت سے ہے' اس میں فرمایا ہے: '' وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ نِ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادُ '' (الحج:۲۵) وہ اس آیت میں '' المسجد الحرام '' سے مراد ارضِ حرم لیتے ہیں یعنی سرزمین مکہ اور '' العاکف '' کا معنی کرتے ہیں: مکہ میں رہنے والا '' الباد '' کا معنی کرتے ہیں: مسافر۔ان کے نزدیک اس آیت کا معنی اس طرح ہے کہ تمام سرزمین مکہ میں رہنے والوں اور مسافروں کا برابر کا حق ہے اور مکہ کی زمین اور اس میں بنے ہوئے مکانوں کا کوئی مالک نہیں ہے' ہر جگہ اور ہر مکان میں ہر شخص رہ سکتا ہے۔

مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کی ممانعت کے دلائل اور ان کا ضعف

علامہ ابوعبداللہ مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ' اپنے مسلک کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

مساوات مکہ کی حویلیوں اور مکانوں میں رہنے والوں میں ہے اور ان مکانوں میں رہنے والا مسافر سے زیادہ حق دار نہیں ہے اور یہ اس بناء پر ہے کہ اس آیت میں مسجد حرام سے مراد پورا حرم ہے' اور یہ مجاہد اور امام مالک کا قول ہے' اور حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جو شخص مکہ میں آئے' وہ جس مکان میں چاہے ٹھہر جائے اور مکان والے پر اس کو ٹھہرانا لازم ہے' وہ چاہے یا نہ چاہے' اور سفیان ثوری وغیرہ نے کہا ہے کہ ابتدائی دور میں مکہ کے مکانوں کے دروازے نہیں بنائے جاتے تھے (تاکہ جب کوئی مسافر جہاں چاہے ٹھہر جائے) حتیٰ کہ جب چوریاں بہت ہونے لگیں تو ایک شخص نے اپنے مکان کا دروازہ بنا لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار کیا اور کہا: تم بیت اللہ کا حج کرنے والے پر دروازہ بند کرتے ہو؟ اس نے کہا: میں نے اپنے سامان کو چوری سے محفوظ رکھنے کا ارادہ کیا ہے' پھر حضرت عمر نے اس کو چھوڑ دیا' پھر لوگوں نے اپنے گھروں کے دروازے بنانے شروع کر دیئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ وہ حج کے ایام میں مکہ کے گھروں کے دروازوں کو توڑنے کا حکم دیتے تھے تاکہ مکہ آنے والے مسافر جس گھر میں چاہیں' آ کر ٹھہر جائیں اور امام مالک سے یہ بھی مروی ہے کہ گھر مسجد کی طرح نہیں ہیں اور گھر والوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے گھروں میں آنے والوں کو منع کریں۔

اس کے بعد علامہ قرطبی لکھتے ہیں: صحیح وہی ہے جو امام مالک کا قول ہے اور اس کی تائید میں احادیث ہیں: علقمہ بن نضلہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فوت ہو گئے اور اس وقت تک مکہ کی زمین کو وقف کہا جاتا تھا' جس کو ضرورت ہو وہ اس میں خود رہے اور جو مستغنی ہے وہ کسی اور کو ٹھہرائے۔ (سنن دار قطنی: ۳۰۰۳' یہ حدیث ضعیف ہے' اس کی سند میں ارسال اور انقطاع ہے) اور علقمہ بن نضلہ سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے عہد میں مکہ کے گھر وقف کیے جاتے تھے' ان کو فروخت نہیں کیا جاتا تھا۔ جس کو ضرورت ہوتی وہ ان گھروں میں خود رہتا اور جس کو ضرورت نہ ہوتی' وہ کسی اور کو ٹھہرا لیتا۔ (سنن دار قطنی: ۳۰۰۲' یہ حدیث بھی حسب سابق ہے) اور حضرت عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مکہ حرم ہے' اس کی حویلیوں کو فروخت کرنا حرام ہے اور ان کو کرائے پر دینا حرام ہے۔ (سنن دار قطنی: ۲۹۹۵' یہ حدیث بھی ضعیف ہے)

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۳۲۔۳۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

امام مالک اور ان کے موافقین نے اس آیت سے جو استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے' انہوں نے '' المسجد الحرام '' کا معنی پوری سرزمین حرم کیا ہے اور یہ مجاز ہے اور بغیر قرینہ صارفہ کے مجاز کو اختیار کرنا صحیح نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے '' العاکف '' کا معنی مکہ میں رہنے والا کیا ہے حالانکہ '' العاکف '' کا شرعی معنی '' المعتکف '' ہے اور جن احادیث سے علامہ قرطبی

نے استدلال کیا ہے' ہم نے ان کا ضعف قوسین میں ذکر کر دیا ہے۔

جو احادیث علامہ قرطبی نے ذکر کی ہیں' ان کے علاوہ بھی کچھ احادیث ہیں جن سے امام مالک کے مؤقف پر استدلال کیا جاتا ہے' وہ یہ ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مکہ اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ ہے' اس کی حویلیاں فروخت کی جائیں نہ اس کے مکان کرائے پر دیئے جائیں۔ (المستدرک ج ۲ ص ۵۳ طبع قدیم' دار الباز' مکہ مکرمہ)

علامہ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں: اس کی سند میں ایک راوی اسماعیل ضعیف ہے۔ (تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۵۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے کہا: جو شخص مکہ کے مکانوں کا کرایہ کھاتا ہے' وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے۔ (سنن دار قطنی: ۲۹۹۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اس حدیث کا ایک راوی عبید اللہ بن ابی زیاد ہے۔ حافظ عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس کے متعلق لکھتے ہیں: ابن معین نے کہا: یہ ضعیف ہے' ابو حاتم نے کہا: یہ قوی اور متین نہیں ہے اور اس کی احادیث لکھنے کے لائق نہیں ہیں' آجری نے کہا: اس کی احادیث منکر ہیں' امام نسائی نے کہا: یہ قوی اور ثقہ نہیں ہے' حاکم ابو احمد نے کہا: یہ قوی نہیں ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۴' مطبوعہ دائرۃ المعارف' حیدر آباد دکن' ۱۳۲۶ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جو فقہاء مکہ کی زمین کو فروخت کرنے اور اس کے مکانوں کو کرائے پر دینے کو حرام کہتے ہیں' ان کا قرآن مجید سے استدلال صحیح نہیں ہے' اور جن احادیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے' ان سب کی سندیں ضعیف ہیں۔

مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کے جواز میں قرآن مجید اور احادیث و آثار سے استدلال

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ. (الحج: ۴۰) یہ وہ لوگ ہیں جن کو ناحق اپنے گھروں سے نکالا گیا۔

امام ابن جریر نے کہا: کفار قریش نے مؤمنین کو مکہ سے نکال دیا تھا۔ (جامع البیان جز ۱۷ ص ۲۲۹' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مکہ سے نکال دیا گیا تھا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۳۹۶۶' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی ہے' ہمیں ہمارے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا تھا۔ الحدیث (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۳۹۶۷)

مکہ کے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالنا ناحق اسی وقت ہوگا جب ان کا ان کے گھروں پر حق ہو اور وہ گھر وقف عام نہ ہوں اور مسلمانوں کا ان گھروں کو فروخت کرنا اور کرائے پر دینا جائز ہو۔

اس آیت کے بعد اس مؤقف پر یہ حدیث بہت قوی دلیل ہے:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ مکہ کے کون سے گھر میں ٹھہریں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لیے حویلیاں اور مکانات چھوڑے ہیں' عقیل ابو طالب کے وارث ہوئے تھے اور حضرت جعفر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ابو طالب کے وارث نہیں ہوئے تھے کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے (اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا) اور عقیل اور

طالب کافر تھے' سو حضرت عمر بن الخطاب یہ کہتے تھے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری: ۱۵۸۸' صحیح مسلم: ۱۳۵۱' سنن ابوداؤد: ۲۰۱۰' سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۲۵۵)

عقیل ابوطالب کے مکان کے وارث ہو گئے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ابوطالب اور عقیل دونوں مکہ میں اپنے مکانوں کے مالک تھے اور ان کے مکان وقف عام نہیں تھے اور ان کا ان مکانوں کو فروخت کرنا اور ان میں تصرف کرنا صحیح تھا۔

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے مکہ میں مکانات تھے۔ حضرت ابوبکر' حضرت زبیر' حضرت حکیم بن حزام' حضرت ابوسفیان اور باقی اہل مکہ کے مکانات تھے۔ بعض نے اپنے مکانوں کو فروخت کر دیا اور بعض نے اپنے مکانوں کو اپنی ملک میں رہنے دیا۔ حضرت حکیم بن حزام نے دارالندوہ کو فروخت کر دیا تو حضرت ابن الزبیر نے کہا: آپ نے قریش کی عزت کو بیچ دیا تو حضرت حکیم بن حزام نے کہا: اے بھتیجے! عزت تو صرف تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے' اور حضرت معاویہ نے دو مکان خریدے۔ حضرت عمر نے حضرت صفوان بن امیہ سے چار ہزار درہم میں ایک قید خانہ خریدا اور ہمیشہ سے اہل مکہ اپنے مکانوں میں مالکانہ تصرف کرتے رہے ہیں اور خرید و فروخت کرتے رہے ہیں اور اس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا تو یہ اجماع ہو گیا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کے مکانوں کی ان کی طرف نسبت کو برقرار رکھا۔ آپ نے فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا' اس کو امان ہے' اور جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیا اس کو امان ہے' اور ان کے مکانوں اور ان کی حویلیوں کو برقرار رکھا اور کسی شخص کو اس کے گھر سے منتقل نہیں کیا گیا اور نہ کوئی ایسی حدیث پائی گئی جو ان کے مکانوں سے ان کی ملکیت زائل ہونے پر دلالت کرے' اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء کا بھی یہی معمول رہا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قید خانہ بنانے کے لیے مکان کی سخت ضرورت تھی' مگر انہوں نے خریدنے کے سوا اس کو نہیں لیا' اور اس کے خلاف جو احادیث مروی ہیں' وہ سب ضعیف ہیں اور صحیح یہ ہے کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو ان کی املاک اور حویلیوں پر برقرار رکھا اور آپ نے ان کے مکانوں کو ان کے لیے اس طرح چھوڑ دیا' جس طرح ہوازن کے لیے ان کی عورتوں اور بیٹوں کو چھوڑ دیا تھا۔ ابن عقیل نے کہا ہے کہ مکہ کی زمینوں کا یہ اختلاف افعال حج کی ادائیگی کے مقامات کے علاوہ میں ہے لیکن زمین کے جن حصوں میں افعال حج کی ادائیگی کی جاتی ہے جیسے صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کی جگہ اور شیطان کو کنکریاں مارنے کی جگہیں' ان جگہوں کا حکم مساجد کا حکم ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۴ ص ۱۷۸' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۵ ھ)

مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ محمد علی بن محمد الحصکفی المتوفی ۱۰۸۸ ھ لکھتے ہیں:

مکہ کے مکانوں اور اس کی زمین کو فروخت کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ صاحب ہدایہ کی مختارات النوازل میں مذکور ہے کہ مکہ کے مکانوں کو فروخت کرنے اور ان کو کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے' لیکن زیلعی وغیرہ میں مذکور ہے کہ ان کو کرائے پر دینا مکروہ ہے اور التاتارخانیہ کی آخری فصل الوہبانیہ کے باب اجارہ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: میں حج کے ایام میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ قرار دیتا ہوں اور آپ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ حجاج ایام حج میں مکہ والوں کے گھروں میں رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''سَوَآءَ نِالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادُ'' (الحج: ۲۵) مسجد حرام میں مقیم اور مسافر برابر ہیں' اور ایام حج کے علاوہ کرایہ لینے کی رخصت دی ہے' اس سے فرق اور تطبیق کا علم ہو گیا۔ حضرت عمر ایام حج میں فرماتے تھے: اے مکہ والو! اپنے گھروں میں دروازے نہ بناؤ تاکہ آنے والے جہاں چاہیں' ٹھہر سکیں' پھر یہ آیت پڑھتے تھے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

غایۃ البیان میں مذکور ہے کہ امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ایام حج میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ کہتے تھے اور غیر ایام حج میں اس کی اجازت دیتے تھے امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے۔ امام محمد نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ایام حج میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ کہتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ مکہ والوں کو چاہیے کہ اگر ان کے مکانوں میں زائد جگہ ہو تو وہ مسافروں کو اپنے مکانوں میں ٹھہرائیں ورنہ نہیں اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کرائے پر دینے کی کراہت میں ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے۔

علامہ حصکفی نے کہا ہے کہ اسی سے فرق اور تطبیق کا علم ہو گیا اس کی شرح یہ ہے کہ ایام حج میں مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ ہے اور زیلعی کی نوازل میں جو اس کو مکروہ کہا ہے اس کا یہی معنی ہے اور مختارات النوازل میں جو کہا ہے اس میں کوئی حرج نہیں وہ ایام حج کے علاوہ دنوں پر محمول ہے اور امام اعظم کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (الدر المختار ورد المحتار ج ۹ ص ۴۷۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

ہمارے فقہاء کی عبارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام حج میں مکانوں کو کرائے پر دینے کی کراہت تنزیہی ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ اگر ان کے پاس زائد جگہ ہو تو آنے والے کو ٹھہرائیں ورنہ نہیں اور اسلام کے عام اصول سے یہ بات معلوم اور مقرر ہے کہ کوئی شخص مالک مکان کی مرضی اور اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں داخل نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید نے مسجد حرام میں مقیم اور مسافروں کا حق برابر قرار دیا ہے۔ ارض حرم میں یہ حق برابر نہیں فرمایا اور اگر بالفرض ارض حرم بھی مراد ہو تو بھی حرم کے مکانوں میں تو مقیم اور مسافر کا حق برابر نہیں فرمایا۔ ارض حرم میں مسافر جہاں چاہیں خیمہ ڈال کر رہیں کسی کے مکان میں اس کی اجازت اور اس کی مرضی کے بغیر رہنے کا انہیں کیا حق ہے؟ اور ائمہ احناف نے ایام حج میں مکانوں کو کرائے پر دینے کو مکروہ کہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اخلاق اور مروت کے خلاف ہے کہ مسافروں مہمانوں اور زائرین حرم سے ان کے ٹھہرنے کا کرایہ طلب کیا جائے یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ شرعاً مکروہ یا حرام ہے۔ (تبیان القرآن ج ۷ ص ۷۳۳-۷۲۹ فرید بک سٹال لاہور)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۱۹۰- ج ۳ ص ۶۹۹ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:

(۱) مکہ میں مہاجروں کے چھوڑے ہوئے مکانوں کا حکم (۲) مکہ صلح سے فتح ہوا یا جنگ سے؟ (۳) جن مکانوں پر مسلمانوں کی ہجرت کے بعد کفار نے قبضہ کر لیا ان کی ملکیت کے حکم میں اختلاف مذاہب۔

۴۵ - بَابُ نُزُوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ میں اترنا

۱۵۸۹ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' حِيْنَ اَرَادَ قُدُوْمَ مَكَّةَ مَنْزِلُنَا غَدًا ' اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ' بِخَيْفِ بَنِيْ كِنَانَةَ ' حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (منیٰ سے لوٹ کر) مکہ آنے لگے تو آپ نے فرمایا: کل ہم ان شاء اللہ خیف بنی کنانہ میں اتریں گے جہاں کفار نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں۔

[اطراف الحدیث: ۱۵۹۰- ۳۸۸۲- ۴۲۸۴- ۴۲۸۵- ۷۴۷۹]

(صحیح مسلم: ۱۳۱۴ ۱۳۱۴ الرقم المسلسل: ۳۱۱۶ سنن ابوداؤد: ۲۰۱۱ سنن کبریٰ: ۴۲۰۲ صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۸۲-۲۹۸۱ سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۶۰ مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۸ طبع قدیم مسند احمد: ۷۲۴۰-ج ۱۲ ص ۱۸۱-۱۸۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں لکھے ہوئے صحیفہ کو دیمک کا کھالینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

کفارِ قریش نے جو کفر پر قسمیں کھائی تھیں وہ یہ تھیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنو ہاشم کو اور بنو عبد المطلب کو مکہ سے اس گھاٹی کی طرف نکال دیں گے اور وہ جگہ خیف بنی کنانہ تھی اور انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے ایک صحیفہ لکھا تھا جس میں بہت سی باطل چیزیں تھیں اللہ تعالیٰ نے دیمک کو بھیجا جس نے اس میں سے کفر کی باتوں کو کھالیا اور اس میں جو اللہ کا ذکر تھا اس کو چھوڑ دیا پس حضرت جبریل علیہ السلام نے اس بات کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی اور آپ نے اس کی خبر اپنے چچا ابو طالب کو دی پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے اس کی قریش کو خبر دی تو انہوں نے اس کو اسی طرح پایا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۲۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۰۷۰- ج ۳ ص ۵۶۰ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۵۹۰ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنَ الْغَدِ يَوْمَ النَّحْرِ، وَهُوَ بِمِنًى نَحْنُ نَازِلُوْنَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِيْ كِنَانَةَ، حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ. يَعْنِي ذٰلِكَ الْمُحَصَّبَ، وَذٰلِكَ اَنَّ قُرَيْشًا وَّكِنَانَةَ، تَحَالَفَتْ عَلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ وَّبَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، اَوْ بَنِي الْمُطَّلِبِ اَنْ لَّا يُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا يُبَايِعُوْهُمْ، حَتّٰى يُسْلِمُوْا اِلَيْهِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے الزہری نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت منیٰ میں تھے آپ نے فرمایا: کل قربانی کے دن ہم خیف بنی کنانہ میں اتریں گے جہاں انہوں نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں اس سے آپ کی مراد وادی المحصب تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ قریش اور کنانہ نے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب یا بنو المطلب کے خلاف قسمیں کھائی تھیں کہ ان سے نکاح نہ کرنا ان سے خرید و فروخت نہ کرنا حتیٰ کہ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے حوالے کر دیں۔

وَقَالَ سَلَامَةُ عَنْ عُقَيْلٍ وَيَحْيَى بْنُ الضَّحَّاكِ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ اَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، وَقَالَا بَنِيْ هَاشِمٍ وَّبَنِي الْمُطَّلِبِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ بَنِي الْمُطَّلِبِ اَشْبَهُ.

اور سلامہ نے کہا از عقیل اور یحییٰ بن الضحاک از اوزاعی انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی ان دونوں نے کہا: بنی ہاشم اور بنی المطلب۔ امام بخاری نے کہا: بنو المطلب اشبہ بالحق ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۸۹ میں کر دی گئی ہے۔

۴۶ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ عزوجل کا ارشاد

﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ○رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ

اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے میرے رب! اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی

كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌO رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ﴾ (ابراہیم: ۳۷۔ ۳۵) الْآيَةَ.

عبادت کرنے سے محفوظ رکھO اے میرے رب! بے شک ان بتوں نے بہت لوگوں کو گم راہ کر دیا ہے' سو جس نے میری پیروی کی وہ بے شک میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہےO اے ہمارے رب! میں نے اپنی بعض اولاد کو بے آب و گیاہ وادی میں ٹھہرا دیا ہے' تیرے حرمت والے گھر کے نزدیک' اے ہمارے رب! تا کہ وہ نماز کو قائم رکھیں تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف مائل رہیںO (ابراہیم: ۳۷۔ ۳۵)

باب مذکور میں حدیث ذکر نہ کرنے کی توجیہ

اس باب میں امام بخاری نے حدیث ذکر نہیں کی' ہو سکتا ہے کہ حدیث ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہو کہ اس آیت کے مناسب انہیں کوئی حدیث نہیں مل سکی جو ان کی شرط کے مطابق ہو یا انہوں نے ابواب کے عنوان پہلے لکھ دیئے تھے اور بعد میں ان عنوانات کے مناسب انہوں نے احادیث کو درج کیا اور اس عنوان کے مطابق حدیث درج کرنے کا موقع نہ ملا ہو' یا انہوں نے اس عنوان کے تحت حدیث ذکر کر دی تھی لیکن صحیح بخاری کے نسخوں کو نقل کرنے والوں سے وہ حدیث نقل کرنے سے رہ گئی۔

ابراہیم: ۳۷۔ ۳۵ کی مختصر تفسیر

اور یاد کیجئے جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے میرے رب! اس شہر یعنی مکہ کو امن والا بنا دے یعنی قتل اور لوٹ مار اور جذام اور برص ایسی مہلک بیماریوں سے' اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پرستش سے محفوظ رکھ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ اس شہر کو امن والا بنا دے اور انہیں اپنی اولاد کے متعلق تشویش تھی کیونکہ انہوں نے ایسے لوگوں کو دیکھا تھا جو بتوں کی عبادت کرتے تھے' اس لیے انہوں نے اپنی اولاد کے متعلق دعا کی اور انہوں نے اپنی دعا میں کہا: اے میرے رب! بے شک ان بتوں نے بہت لوگوں کو گم راہ کر دیا ہے یعنی یہ بت بہت لوگوں کی گم راہی کا سبب بن گئے' حضرت ابراہیم نے ظاہر کے اعتبار سے ان بتوں کی طرف گم راہ کرنے کی نسبت کی ورنہ حقیقت میں شیطان لوگوں کو بہکاتا ہے اور ان بتوں کی عبادت کی ترغیب دیتا ہے۔

حضرت ابراہیم نے دعا میں کہا: سو جس نے میری پیروی کی یعنی جو مجھ پر ایمان لایا' وہ بے شک میرا ہے یعنی وہ میرے دین پر ہے اور میرا امتی ہے اور جس نے میری نافرمانی کی یعنی جس نے میری اطاعت نہیں کی اور تجھ کو واحد نہیں مانا' تو بے شک تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے' اگر وہ توبہ کرے یا تو اس کو اسلام لانے کی توفیق دے' اے ہمارے رب! میں نے اپنی بعض اولاد کو بے آب و گیاہ وادی میں ٹھہرا دیا ہے' بعض اولاد سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور بے آب و گیاہ وادی سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ تیرے حرمت والے گھر کے نزدیک یعنی جہاں قتل کرنا اور شکار کرنا اور بغیر احرام کے داخل ہونا حرام کر دیا گیا ہے' اے ہمارے رب! تا کہ وہ نماز کو قائم رکھیں' یعنی تو انہیں نماز کو قائم کرنے کی توفیق عطا فرما' نماز کا خصوصیت سے اس لیے ذکر کیا کہ وہ تمام عبادات میں اولیٰ اور افضل ہے' پھر کہا: تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف مائل رہیں' یعنی وہ ان عبادات کی طرف مشتاق ہوں اور ان کو ادا کرنے کی طرف جلدی کریں اور دعا میں یہ کہا: اور ان کو پھلوں سے روزی دے تا کہ وہ شکر ادا کریں' یعنی تا کہ وہ

تیرے رزق عطا کرنے کا شکر ادا کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۳۱-۳۳۰)

ان آیات کی مفصل تفسیر کے لیے ہماری تفسیر 'تبیان القرآن' ابراہیم: ۳۷-۳۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

٤٧ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد

﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (المائدہ: ۹۷).

اللہ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے لوگوں کے قیام کا سبب بنا دیا' اور حرمت والے مہینہ کو اور کعبہ کی قربانی کو اور جانوروں کے گلوں میں پڑے ہوئے پٹوں کو' یہ اس لیے ہے کہ تم جان لو کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' بے شک اللہ ہر چیز کو بہت جاننے والا ہے O (المائدہ: ۹۷)

المائدہ: ۹۷ کی باب میں درج تین حدیثوں کی مناسبت کے اشارات

امام بخاری نے اس آیت کریمہ کو اس باب کا عنوان حسب ذیل اُمور کی وجہ سے بنایا ہے:

(۱) اس میں یہ اشارہ ہے کہ لوگوں کے معاملات کا درست ہونا اور ان کے دین اور دنیا کی بہتری کعبہ کی وجہ سے قائم ہے اور اس پر ''قیامًا للناس'' دلالت کرتا ہے۔ اللہ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے لوگوں کے قیام کا سبب بنا دیا' یعنی جب تک کعبہ موجود ہے دین قائم رہے گا' پس جب کعبہ کو چھوٹی پنڈلیوں والے تباہ کر دیں گے تو ان کا نظام فاسد ہو جائے گا' اس لیے امام بخاری نے اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث درج کی ہے' جو اس معنی پر دلالت کرتی ہے اور اسی کے ساتھ باب کے عنوان اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

(۲) اس میں کعبہ کی تعظیم اور توقیر کی طرف اشارہ ہے' جس پر ''البیت الحرام'' کا لفظ دلالت کرتا ہے کیونکہ حرمت کے ساتھ کعبہ کی صفت بیان کی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی ہے جس میں کعبہ پر غلاف چڑھانے کا ذکر ہے۔

(۳) اس میں یہ اشارہ ہے کہ کعبہ کی زیارت کرنے والے کبھی ختم نہیں ہوں گے' اسی وجہ سے یاجوج اور ماجوج کے خروج کے بعد بھی لوگ حج کرتے رہیں گے' اسی وجہ سے امام بخاری نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ ارشاد ہے کہ یاجوج اور ماجوج کے خروج کے بعد بھی حج اور عمرہ ہوتا رہے گا۔

المائدہ: ۹۷ میں درج بعض اہم الفاظ کی شرح

اس آیت میں ''قیامًا'' کا لفظ ہے' یعنی کعبہ لوگوں کے دین اور دنیا کا ستون ہے' جس سے ان کے معاش اور معاد کے اغراض اور مقاصد پورے ہوتے ہیں کیونکہ کعبہ کی وجہ سے حج اور عمرہ کیا جاتا ہے اور وہ تجارت کرتے ہیں جس سے ان کو انواع واقسام کے منافع حاصل ہوتے ہیں' مقاتل نے کہا: کعبہ ان کے قبلہ کی علامت ہے' جس کی طرف منہ کر کے وہ نماز پڑھتے ہیں۔

''شہر حرام'' وہ مہینہ جس میں حج کیا جاتا ہے اور وہ ذوالحجہ ہے۔

''الهدی'' قربانی کا جانور۔

''القلائد'' قربانی کے جانوروں کے گلوں میں جو ہار ڈالے جاتے ہیں' یعنی اللہ تعالیٰ نے شہر حرام کو' ھدی کو اور قلائد کو لوگوں کے لیے امن کی علامت بنا دیا کیونکہ حرمت والے مہینوں کے سوا عربوں میں جنگ رہتی تھی' پس جب وہ ان لوگوں کو دیکھتے جن کے پاس قربانی کے جانور ہیں' جن کے گلوں میں ہار ہیں تو وہ ان سے تعرض نہیں کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۳۲-۳۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

١٥٩١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زیاد بن سعد نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: دو چھوٹی پنڈلیوں والے حبشی کعبہ کو تباہ کر دیں گے۔

[طرف الحدیث:۱۵۹۶]

(صحیح مسلم:۲۹۰۹ الرقم المسلسل:۷۱۷۲ سنن نسائی:۲۹۰۳ مسند الحمیدی:۱۱۴۶ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۴۷ صحیح ابن حبان:۶۷۵۱ سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۴۰ شرح السنہ:۲۰۰۸ مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۰ طبع قدیم مسند احمد:۸۰۹۴ ج ۱۳ ص ۴۵۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

چھوٹی پنڈلیوں والے حبشی کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے:"ذو السویقتین" یہ"ساق" کی تصغیر ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ ان کی پنڈلیاں چھوٹی اور پتلی ہوں گی اور یہ حبشیوں کی ایک جماعت ہوگی۔

سفیان بن عیینہ نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حبشیوں میں کوئی خیر نہیں ہے یہ اگر بھوکے ہوں تو چوری کرتے ہیں اور اگر شکم سیر ہوں تو زنا کرتے ہیں اور ان میں دو خوبیاں ہیں: یہ تنگی کے دنوں میں کھانا کھلاتے ہیں اور لباس پہناتے ہیں۔(المعجم الکبیر:۱۲۲۱۳ مسند البزار:۲۸۳۶ الکامل ابن عدی ج ۵ ص ۲۰۲۰ کنز العمال:۲۵۰۹۴ حافظ الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ نے کہا: اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں اور ایک سے زائد ائمہ نے اس حدیث کی توثیق کی ہے۔ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۳۵ دار الکتاب العربی بیروت)

کعبہ کی تخریب کے متعلق احادیث

کعبہ کی تباہی کے متعلق متعدد احادیث ہیں ایک حدیث صحیح البخاری:۱۵۹۵ میں ہے جو عنقریب آئے گی اور دیگر احادیث میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۲) سعید بن سمعان بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ حضرت ابوقتادہ کو یہ حدیث اس وقت بیان کر رہے تھے جس وقت وہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ایک شخص سے بیعت کی جائے گی اور سب سے پہلے اس بیعت کو بیت والے حلال کرلیں گے پس جب وہ اس کو حلال کرلیں تو عربوں کی ہلاکت کا نہ پوچھو پھر حبشی آ کر کعبہ کو تباہ کر دیں گے پھر اس کی تعمیر نہیں کی جائے گی اور یہ وہ لوگ ہیں جو کعبہ کا خزانہ نکال لیں گے (اس حدیث کی سند صحیح ہے)۔

(مسند ابوداؤد الطیالسی:۲۶۹۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۵۳-۵۲ مسند احمد:۷۸۹۷ شرح السنہ:۲۸۲۹ صحیح ابن حبان:۶۸۲۷ المستدرک ج ۴ ص ۴۵۳-۴۵۲ سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۱۴۶-۱۴۵)

(۳) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک حبشی تم کو ترک کیے ہوئے ہیں تم بھی ان کو ترک کر دو کیونکہ کعبہ کے خزانہ کو صرف چھوٹی ٹانگوں والے حبشی نکال لیں گے۔(سنن ابوداؤد:۴۳۰۹-۴۳۰۲ مسند احمد ج ۵ ص ۳۷۱ المستدرک ج ۴ ص ۴۵۳ تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۰۳ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۰۳ مشکوٰۃ:۵۴۲۹ کنز العمال:۱۰۹۳۵)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دو چھوٹی پنڈلیوں والے حبشی کعبہ کو تباہ کر دیں گے' وہ اس کے زیورات چھین لیں گے اور اس کا غلاف اتار دیں گے' ان کے سر گنجے ہوں گے اور ٹانگیں ٹیڑھی ہوں گی' وہ ہتھوڑی اور کلہاڑی سے اس پر ضرب لگائیں گے۔

(اخبار مکہ للازرقی ص ۲۴۷ ' سنن ابوداؤد: ۴۳۰۹ ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۴۷ ' مصنف عبد الرزاق: ۹۱۷۹-۹۱۷۸ ' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۹۸ ' مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۰۵۳-ج ۱۱ ص ۶۲۹-۶۲۸ ' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو مامون قرار دیا ہے' پھر حجاج' قرامطہ اور حبشی کعبہ کی تخریب پر کس طرح قادر ہوئے؟

علامہ عبدالرحمان بن علی بن محمد الجوزی التوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں اصحاب الفیل (ہاتھی والوں) سے کعبہ کی حفاظت کی گئی اور زمانۂ اسلام میں حجاج اور قرامطہ سے کعبہ کی حفاظت نہیں کی گئی' اسی طرح آخر زمانہ میں حبشی کعبہ کو نقصان پہنچائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاتھیوں کو کعبہ تک پہنچنے سے روکنا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی علامت اور دلیل تھی' کیونکہ اس وقت اہل کعبہ وادی کے رہنے والے تھے تو اس کی حفاظت کی گئی تا کہ وہ لوگ اللہ کی نعمت کو پہچانیں کہ بغیر قتال کے کعبہ کی حفاظت کی گئی' پس جب ان میں سے نبی ظاہر ہو گئے تو ان پر حجت قوی ہو گئی کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے اس دلیل کا مشاہدہ کر لیا تھا۔

(کشف المشکل ج ۲ ص ۳۳۰ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: حرم امن والا ہے۔ (القصص: ۵۷) اور جب حبشی حرم کو تباہ کر دیں گے تو یہ اس آیت کے منافی ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حرم دائماً اور تمام اوقات میں مامون نہیں ہے بلکہ اگر کسی وقت بھی وہ مامون (امن والا) ہو تو اس کا مامون ہونا صادق آ جائے گا' پھر اگر وہ کسی وقت میں مامون نہ رہے تو یہ اس کے منافی نہیں ہوگا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے ایک ساعت میرے لیے مکہ (میں قتال کو) حلال کر دیا' پھر اس کی حرمت قیامت تک کے لیے لوٹ آئی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قتال کی حرمت کا حکم قیامت تک کے لیے باقی ہے' البتہ یزید کے زمانہ میں اس حکم کی مخالفت کی گئی اور حجاج بن یوسف نے مکہ پر حملہ کر کے اس حرمت کو پامال کیا اور وہ گناہ گار ہوئے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حرم قیامت تک کے لیے مامون ہے اور چھوٹی پنڈلیوں والے حبشیوں کا کعبہ کو تباہ کرنا اس عموم سے مستثنیٰ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۳۴ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۷۸۰۔ ج ۷ ص ۵۷۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۵۹۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا. ح. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ، هُوَ ابْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي حَفْصَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانُوا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (ح) اور مجھے محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ نے خبر دی وہ ابن المبارک ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابی حفصہ نے خبر دی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں

يَصُوْمُوْنَ عَاشُوْرَاءَ قَبْلَ اَنْ يُفْرَضَ رَمَضَانُ، وَكَانَ يَوْمًا تُسْتَرُ فِيْهِ الْكَعْبَةُ، فَلَمَّا فَرَضَ اللّٰهُ رَمَضَانَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ اَنْ يَّصُوْمَهُ فَلْيَصُمْهُ، وَمَنْ شَاءَ اَنْ يَّتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ.

[اطراف الحدیث: ۱۸۹۳-۲۰۰۱-۲۰۰۲-۳۸۳۱-۴۵۰۲-۴۵۰۴]

کہ لوگ رمضان کے فرض کیے جانے سے پہلے دس محرم کا روزہ رکھتے تھے اور یہ وہ دن تھا جس دن کعبہ پر غلام چڑھایا جاتا تھا' پھر جب اللہ نے رمضان (کے روزے) فرض کر دیئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو دس محرم کا روزہ رکھنا چاہے' وہ اس دن کا روزہ رکھے اور جو اس کو ترک کرنا چاہے تو وہ اس کو ترک کر دے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بکیر ابوزکریاء المخزومی (۲) لیث بن سعد (۳) عقیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام (۶) محمد بن مقاتل ابوالحسن' مجاور مکہ (۷) عبداللہ بن المبارک (۸) محمد بن ابی حفصہ' ان کا نام میسرہ ہے (۹) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۳۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ مشرکین ہمیشہ سے کعبہ کی تعظیم کرتے تھے' اس پر غلاف چڑھاتے تھے اور اس کے سامنے اس طرح ادب سے کھڑے ہوتے تھے جس طرح مسلمان ادب سے کھڑے ہوتے ہیں اور اس کی تعظیم اور حرمت سے یہ بھی ہے کہ وہ ہر سال دس محرم کو کعبہ پر غلاف چڑھاتے تھے اور اس حدیث میں بھی دس محرم کا ذکر ہے۔

غلافِ کعبہ کی تاریخ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

ابن جریج نے کہا: ہمارے بعض علماء کا یہ زعم ہے کہ سب سے پہلے جس نے کعبہ پر غلاف چڑھایا' وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں' ابن جریج نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ سب سے پہلے تبع نے کعبہ پر غلاف چڑھایا تھا' اس کے بعد ہر زمانہ میں بادشاہ کعبہ پر عمدہ اور نفیس کپڑے لٹکاتے رہے اور تبرک کے حصول کے لیے اس پر سونا چاندی چڑھاتے رہتے تھے' اس پر اتنا زیادہ سونا اور چاندی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اب اس پر مزید سونا اور چاندی چڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

۱۵۹۳ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ، قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ عُتْبَةَ، عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُحَجَّنَّ الْبَيْتُ، وَلَيُعْتَمَرَنَّ بَعْدَ خُرُوْجِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ. تَابَعَهُ اَبَانُ وَعِمْرَانُ، عَنْ قَتَادَةَ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی لَا يُحَجَّ الْبَيْتُ. وَالْاَوَّلُ اَكْثَرُ، سَمِعَ قَتَادَةُ عَبْدَ اللّٰهِ، وَعَبْدُ اللّٰهِ اَبَا سَعِيْدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از الحجاج بن حجاج از قتادہ از عبداللہ بن ابی عتبہ از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: یاجوج اور ماجوج کے خروج کے بعد (بھی) ضرور بیت اللہ کا حج کیا جائے گا اور عمرہ کیا جائے گا۔ ابان اور عمران نے عبداللہ بن ابی عتبہ کی متابعت کی ہے از قتادہ' اور عبدالرحمان نے کہا از شعبہ: انہوں نے بیان کیا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی حتیٰ کہ بیت اللہ کا حج کیا جائے گا اور پہلی روایت اکثر سے مروی

ہے۔قتادہ نے عبد اللہ سے سماع کیا ہے اور عبد اللہ نے ابوسعید سے۔

اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن ابی عمرو' ان کا نام حفص بن عبد اللہ بن راشد ابوعلی السلمی ہے' یہ ۲۶۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ان کے والد حفص ابوعمرو' یہ نیشاپور کے قاضی تھے (۳) ابراہیم بن طہمان ابوسعید (۴) الحجاج بن الحجاج الاسلمی الباہلی الاحول (۵) قتادہ بن دعامہ (۶) عبد اللہ بن ابی عتبہ مولیٰ حضرت انس بن مالک (۷) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' ان کا نام سعد بن مالک ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۳۷)

یاجوج اور ماجوج کی تعریف

یاجوج' اور ماجوج کے متعلق علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یاجوج ترک سے ہیں اور ماجوج جیل اور دیلم سے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ دو قسمیں ہیں ایک کا بہت لمبا قد ہے اور دوسری کا بہت چھوٹا قد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۳۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

✻ یاجوج اور ماجوج کے متعلق ہم نے' شرح صحیح مسلم: ۷۱۰۷۔ ج ۷ ص ۸۷۷۔ ۸۴۳ میں اور تفسیر تبیان القرآن ج ۷' سورۃ الکہف: ۱۰۱۔ ۸۳ کے تحت بہت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں

۴۸ - بَابُ كِسْوَةِ الْكَعْبَةِ

کعبہ پر غلاف چڑھانا

١٥٩٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا وَاصِلُ الْأَحْدَبُ، عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ قَالَ جِئْتُ اِلٰى شَيْبَةَ .ح. وَحَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ قَالَ جَلَسْتُ مَعَ شَيْبَةَ عَلَى الْكُرْسِيِّ فِى الْكَعْبَةِ، فَقَالَ لَقَدْ جَلَسَ هٰذَا الْمَجْلِسَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَقَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ لَّا اَدَعَ فِيْهَا صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ اِلَّا قَسَمْتُهُ. قُلْتُ اِنَّ صَاحِبَيْكَ لَمْ يَفْعَلَا! قَالَ هُمَا الْمَرْاٰنِ اَقْتَدِىْ بِهِمَا.

[طرف الحديث: ۷۲۷۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں واصل الاحدب نے حدیث بیان کی از ابووائل' انہوں نے کہا: میں شیبہ کی طرف گیا' (ح) اور ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از واصل از ابی وائل' انہوں نے کہا: میں شیبہ کے ساتھ کعبہ میں کرسی پر بیٹھا' پس کہا: اس بیٹھنے کی جگہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے' پھر حضرت عمر نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ہر درہم اور دینار کو تقسیم کر دوں' شیبہ نے کہا: آپ کے دو صاحبوں (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر) نے تو ایسا نہیں کیا تھا' حضرت عمر نے کہا: میں ان ہی دو مردوں کی تو اقتداء کرتا ہوں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۰۳۱' سنن ابن ماجہ: ۳۱۱۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۴۰' المعجم الکبیر: ۷۱۹۶' مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۳۸۲۔ ج ۲۴ ص ۱۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن عبد الوہاب ابومحمد الحجبی (۲) خالد بن الحارث ابوعبد اللہ الحجبی (۳) سفیان الثوری (۴) واصل بن حیان الاحدب

الاسدی (۵) ابووائل شقیق بن سلمہ (۶) شیبہ بن عثمان الحجی العبدری رضی اللہ عنہ' یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور ان کے عم زاد حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو کعبہ کی چابی دی تھی اور فرمایا تھا: اے ابوطلحہ کی اولاد! تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قیامت تک ان چابیوں کو اپنے پاس رکھو صرف کوئی ظالم شخص ہی تم سے یہ چابیاں لے گا' اور یہ چابیاں اب بنوشیبہ کے ہاتھ میں ہیں' شیبہ بن عثمان ۵۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۷) قبیصہ بن عقبہ ابوعامر السدائی (۸) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج۹ ص ۳۳۹)

اس اعتراض کے متعدد جوابات کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس میں غلاف کعبہ کا ذکر نہیں ہے' سو یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں؟ اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت حسب ذیل وجوہ سے ہے:

(۱) یہ بات مشہور ہے کہ ہر زمانہ میں بادشاہ سونے سے مزین کچھ ریشمی کپڑوں کے غلاف کعبہ پر چڑھا کر فخر کرتے تھے جس طرح وہ کعبہ پر پردے لٹکا کر فخر کرتے تھے' امام بخاری نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ جس طرح کعبہ پر چڑھائے جانے والے سونے اور چاندی کو تقسیم کرنا درست ہے' اسی طرح کعبہ کے پردوں کا حکم بھی مال کی طرح ہے اور ان کو تقسیم کرنا بھی جائز ہے' بلکہ فاضل کپڑوں کو تقسیم کرنا زیادہ لائق ہے۔

(۲) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام بخاری کا مقصود اس پر متنبہ کرنا ہو کہ کعبہ پر غلاف چڑھانا مشروع ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ کعبہ کی زینت کے لیے ہمیشہ کعبہ پر مال نذر کیا جاتا رہا تھا اور غلافِ کعبہ بھی اسی قبیل سے ہے۔

(۳) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام بخاری نے غلافِ کعبہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے مستنبط کیا ہو کہ میں اس وقت تک نہیں نکلوں گا جب تک کہ میں کعبہ کے مال کو تقسیم نہ کردوں' سو ہر وہ چیز جس سے تمول حاصل کیا جائے وہ مال ہے اور غلاف اور پردوں کے کپڑے بھی اسی میں داخل ہیں۔

(۴) جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کرسی پر بیٹھے تھے اس وقت کعبہ پر غلاف چڑھا ہوا تھا اور چونکہ حضرت عمر نے اس پر انکار نہیں کیا اور اس کو برقرار رکھا' اس سے معلوم ہوا کہ کعبہ پر غلاف چڑھانا جائز ہے۔

(۵) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث مختصر ہو اور اس میں غلافِ کعبہ کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔

کرسی کا معنی اور کعبہ کے غلاف کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کرسی پر بیٹھے تھے' علامہ عینی نے زمخشری سے نقل کیا ہے کہ کرسی اور تخت میں یہ فرق ہے کہ تخت پر بیٹھنے کے بعد تخت پر بیٹھنے والے سے زائد جگہ ہوتی ہے اور کرسی پر بیٹھنے کے بعد بیٹھنے والے سے زائد جگہ نہیں بچتی۔ (کرسی پر بیٹھنے کی مفصل تحقیق ہم نے اپنی تفسیر' تبیان القرآن میں البقرہ: ۲۵۵ کے تحت کر دی ہے' حوالہ کے لیے تبیان القرآن ج۱ ص۹۷۶۔ ۹۷۴ کا مطالعہ فرمائیں)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ہر دینار اور درہم کو تقسیم کردوں' علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ کعبہ کی تعظیم کے لیے کعبہ میں سونا اور چاندی نذر کرتے تھے' حضرت عمر نے فرمایا: میں اس کرسی سے اس وقت تک نہیں اٹھوں گا جب کہ اس مال کو فقراءِ مسلمین کے درمیان تقسیم نہ کردوں۔

شیبہ نے حضرت عمر پر اعتراض کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر نے تو کعبہ کے مال کو فقراءِ مسلمین میں تقسیم نہیں کیا تھا' حضرت

عمر نے کہا: میں ان ہی دونوں کی تو اقتداء کرتا ہوں' اس کا معنی یہ ہے کہ اگر ان دونوں نے اس طرح نہ کیا ہوتا تو میں بھی نہ کرتا۔

امام عبد الرزاق نے حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے کعبہ کے خزانہ کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابی بن کعب نے اعتراض کیا: آپ سے پہلے آپ کے دو صاحب گزر چکے ہیں' اگر اس میں کوئی فضیلت ہوتی تو وہ بھی اسی طرح کرتے' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جب حضرت ابی بن کعب نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس طرح نہیں کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رک گئے۔

کعبہ کے پردوں کو کعبہ پر برقرار رکھنا اور پرانے پردوں کو مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا جواز

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کعبہ پر غلاف چڑھانا مشروع ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ حضرت عمر کے نزدیک کعبہ کے پردوں کو کعبہ کی زینت کے بجائے فقراء مسلمین پر خرچ کرنا زیادہ اہم تھا' لیکن اس امت میں اور اس سے پہلے لوگوں کے دلوں میں جو کعبہ کی عزت اور حرمت برقرار تھی' اس کا تقاضا یہ تھا کہ ان پردوں کو کعبہ پر ہی برقرار رکھا جائے' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ کعبہ کے پردے اور غلاف مال وقف کے قائم مقام ہیں اور وقف میں تغیر کرنا جائز نہیں ہے اور کعبہ کے غلاف کو برقرار رکھنے میں اسلام کی تعظیم ہے اور دشمنانِ اسلام پر ہیبت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۴۰) البتہ کعبہ کے جو پردے پرانے ہو جائیں' ان کو مسلمانوں میں تقسیم کرنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۹ - بَابُ هَدْمِ الْكَعْبَةِ

کعبہ کو منہدم کرنا

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوْ جَيْشُ الْكَعْبَةَ فَيُخْسَفُ بِهِمْ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ایک لشکر کعبہ پر حملہ کرے گا' اس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۲۱۱۸ میں روایت کیا ہے۔

۱۵۹۵ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الْاَخْنَسِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِي مُلَيْكَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَاَنِّي بِهِ اَسْوَدَ اَفْحَجَ' يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن الاخنس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: گویا کہ میں کعبہ کے گرانے والے کو دیکھ رہا ہوں' ایک سیاہ فام اکڑ کر چلنے والا کعبہ کا ایک ایک پتھر اکھاڑ رہا ہے۔

اس حدیث میں ''افحج'' کا لفظ ہے' ''افحج'' کا معنی ہے: اکڑ کر چلنے والا یا وہ شخص کہ جب وہ چلے تو اس کے دونوں پیروں کے پنجے تو ملے ہوئے ہوں اور اس کی ایڑیوں کے درمیان فاصلہ رہے' وہ خبیث شخص جو کعبہ کو قربِ قیامت میں گرائے گا' وہ اسی ہیئت پر ہو گا۔

۱۵۹۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث

اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از سعید بن المسیب کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوٹی اور پتلی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو تباہ کر دے گا۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۹۱ میں گزر چکی ہے۔

اخیر زمانہ میں کعبہ کو گرائے جانے کی حکمت

قربِ قیامت میں کعبہ کو ایک حبشی گرا دے گا' اس کی وجہ یہ ہے کہ جس چیز کے متعلق لوگوں کا یہ گمان ہو کہ یہ سب سے بلند اور بڑی اور نا قابل تسخیر ہے' اللہ تعالیٰ اس کو کسی موقع پر سرنگوں کر دیتا ہے تا کہ یہ واضح ہو کہ مطلقاً کبریائی اور بلندی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے' حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا نام العضباء تھا' وہ ہمیشہ سب سے آگے رہتی تھی اور کوئی اونٹ اس سے آگے نہیں نکل پاتا تھا' ایک اعرابی اپنے اونٹ پر آیا اور وہ العضباء سے آگے نکل گیا' مسلمانوں پر یہ بہت شاق گزرا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہروں کے تاثرات دیکھے تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ پر یہ حق ہے کہ جو چیز بھی دنیا میں سربلند ہو' وہ اس کو پست کر دے۔ (سنن نسائی: ۳۵۸۷' صحیح البخاری: ۲۸۷۲' سنن ابوداؤد: ۴۸۰۳' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۷' مشکوٰۃ: ۳۸۷۱' کنز العمال: ۴۳۰۹۷' مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۳۔ ۱۰۳ طبع قدیم)

حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدرالدین عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ ہر وہ چیز جو دنیا میں سربلند ہو' وہ سرنگوں ہو جاتی ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۸۴' عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۲۸)

اسی طرح خانہ کعبہ کی عزت اور حرمت مسلمانوں کے دلوں میں بہت زیادہ ہے اور رہے گی' لیکن قربِ قیامت میں اس کو ایک حبشی کے ہاتھوں تباہ کر دیا جائے گا۔

محمد علی کلے جو مشہور باکسر تھا' لوگ اس کو نا قابل تسخیر سمجھتے تھے' لیکن وہ ۱۵ فروری ۱۹۷۸ء کو لیون اسٹنکز (Leon Stinkz) سے ورلڈ ہیوی ویٹ باکسنگ کا اعزاز ہار گیا۔ (وکی پیڈیا' انسائیکلو پیڈیا) اس کے علاوہ جہانگیر خان جو اسکواش کا نا قابل تسخیر کھلاڑی سمجھا جاتا تھا' اس کو آسٹریلیا کے راس نارمن (Ross Norman) نے تقریباً ۵۷۵ مقابلوں کے بعد شکست سے دوچار کر دیا۔

ایک زمانہ میں جرمنی کو نا قابل تسخیر سمجھا جاتا تھا' لیکن وہ اتحادیوں سے ہار گئے' برطانیہ کے متعلق کہا جاتا تھا کہ اس کی سلطنت میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا لیکن وہ بھی سمٹ کر ایک جزیرہ میں محدود ہو گیا ہے' روس کو بہت بڑی طاقت سمجھا جاتا تھا لیکن اس پر بھی زوال آ چکا ہے' اب امریکا کو سپر پاور سمجھا جاتا ہے اور ان شاء اللہ کسی دن وہ بھی سرنگوں ہو جائے گا۔ غرض یہ کہ دنیا میں جس کو بھی بڑی چیز سمجھا گیا وہ بالآخر ٹوٹ پھوٹ گئی۔ رہے نام اللہ کا!

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (القصص: ۸۸)

اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے' اسی کا حکم ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○

۵۰ - بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ

حجر اسود کے متعلق جو ذکر کیا گیا ہے

حجر اسود کعبہ کا ایک رکن (کونا) ہے یہ مشرقی جانب میں بیت اللہ کے دروازہ کے قریب ہے یہ زمین سے دو ہاتھ اور ایک ثلث اونچا ہے۔

۱۵۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ جَاءَ اِلَى الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ، فَقَالَ اِنِّي اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ، لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْ لَا اَنِّي رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ. [اطراف الحدیث: ۱۶۰۵-۱۶۱۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از ابراہیم از عابس بن ربیعہ از حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ حجر اسود کے پاس آئے پس اس کو بوسا دیا پھر کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے اور اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھے بوسا دیتے تھے تو میں تجھے بوسا نہ دیتا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۷۰، الرقم المسلسل: ۳۰۱۴، سنن ابوداؤد: ۱۸۷۳، سنن ترمذی: ۸۶۱، سنن نسائی: ۲۹۳۴، سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۳، سنن کبریٰ: ۳۹۱۸، مصنف عبد الرزاق: ۹۰۳۳، مسند الحمیدی: ۹، مسند البزار: ۲۵۰، مسند احمد ج ۱ ص ۳۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۹۔ ج ۱ ص ۳۵۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے کیونکہ اس میں حجر اسود کو بوسا دینے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن کثیر ابو عبد اللہ العبدری (۲) سفیان الثوری (۳) سلیمان الاعمش (۴) ابراہیم بن یزید النخعی (۵) عابس بن ربیعہ النخعی (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۴۳)

حضرت عمر نے جو کہا تھا کہ تو ایک پتھر ہے نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع اس کے متعلق شارحین کی توجیہات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عمر نے کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے۔

شارحین نے اس میں بحث کی ہے کہ اس کلام سے حضرت عمر کی کیا مراد تھی!

محمد بن جریر طبری نے کہا: حضرت عمر نے یہ اس لیے کہا کہ لوگ نئے نئے بت پرستی سے نکلے تھے حضرت عمر کو یہ خطرہ ہوا کہ جاہل لوگ یہ گمان کریں گے کہ حجر اسود کو چومنا ایسے ہی ہے جیسے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں بتوں کی تعظیم کرتے تھے پس حضرت عمر نے یہ ارادہ کیا کہ ان کا حجر اسود کی تعظیم کرنا اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی وجہ سے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے کی وجہ سے ہے اور یہ حج کے ان شعائر میں سے ہے جن کی تعظیم کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور حجر اسود کی تعظیم اس طرح نہیں ہے جس طرح مشرکین اپنے بتوں کی تعظیم کرتے تھے کیونکہ وہ بتوں کی تعظیم بہ طور عبادت کرتے تھے اور ان کا یہ اعتقاد تھا کہ اگر وہ بتوں کی عبادت کریں گے تو یہ بت ان کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے پس حضرت عمر نے ان کے اس اعتقاد کی مخالفت پر تنبیہ کی کہ عبادت صرف اس کی کرنی چاہیے جو کسی کو نقصان اور نفع پہنچانے پر قادر ہو اور وہ صرف اللہ عزوجل کی ذات ہے جو واحد لاشریک ہے اور محب طبری نے یہ کہا کہ حضرت عمر نے اپنے اس قول سے یہ بتایا کہ وہ رائے اور قیاس کی وجہ سے حجر اسود کی تعظیم نہیں کر رہے بلکہ ان کا یہ تعظیم کرنا محض اتباع رسول کی وجہ سے ہے جیسا کہ انہوں نے رمل کرنے کے متعلق بھی اسی طرح کہا تھا۔

علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں یہ فقہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع واجب ہے خواہ آپ کے فعل

کی کوئی علت معلوم نہ ہو اور نہ عقل سے اس کا کوئی سبب دریافت ہو اور جس شخص کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل پہنچ جائے اس پر اس فعل کے موافق عمل کرنا واجب ہے خواہ اس کا معنی اس کی سمجھ میں نہ آئے اور اس کی حکمت اسے معلوم نہ ہو اور یہ بات معلوم ہے کہ حجر اسود کو بوسا دینا اس کی تعظیم اور تکریم ہے اور اللہ تعالیٰ نے بعض پتھروں کو بعض دوسرے پتھروں پر فضیلت دی ہے۔ (جیسے زمین کے بعض حصوں کو دوسرے حصوں پر فضیلت دی ہے اور بعض راتوں اور بعض دنوں کو دوسری راتوں اور دوسرے دنوں پر فضیلت دی ہے' جیسے حرمین شریفین زمین کے دوسرے علاقوں سے افضل ہیں اور رمضان کے ایام دوسرے ایام سے افضل ہیں اور شب میلاد' شب معراج اور شب قدر دوسری راتوں سے افضل ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

علامہ نووی نے کہا ہے کہ جس رکن (کونے) میں حجر اسود نصب ہے' اس کو بوسا دینے اور اس کی تعظیم کو جمع کرنے کی حکمت یہ ہے کہ وہ رکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر نصب ہے اور اس میں حجر اسود ہے اور رکن یمانی میں صرف تعظیم پر اقتصار ہے کیونکہ وہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر ہے اور اس کو بوسا نہیں دیا جاتا اور باقی دو رکن جو مغربی جانب ہیں ان کو بوسا دیا جاتا ہے نہ ان کی تعظیم کی جاتی ہے' کیونکہ ان میں دونوں چیزیں نہیں ہیں' ان میں حجر اسود ہے اور نہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر ہیں۔

حضرت عمر کے اس قول سے حضرت علی کا اختلاف اور حضرت عمر کا رجوع کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے' اُن کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر تو ایسا نہیں کر سکتا۔

حاکم نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا' جب انہوں نے طواف کر لیا تو وہ حجر اسود کی طرف متوجہ ہوئے' پس کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے' اور اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے بوسا دیا ہے تو میں تجھے بوسا نہ دیتا' پھر حضرت عمر نے اس کو بوسا دیا' تب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک یہ نقصان پہنچاتا ہے اور نفع دیتا ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا: اس کا ثبوت؟ تو حضرت علی نے کہا: اللہ عزوجل نے فرمایا:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى. (الاعراف: ۱۷۲)

اور (یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا اور ان کو خود ان کے نفسوں پر گواہ کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں' انہوں نے کہا: کیوں نہیں!

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو ان کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ پھیرا اور ان سے یہ اقرار کرایا کہ وہ رب ہے اور وہ بندے ہیں اور ان سے پکا وعدہ لیا اور اس کو ایک صحیفہ میں لکھ دیا اور اس پتھر کی دو آنکھیں اور زبان ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: منہ کھول! تو اس نے منہ کھولا' پس وہ صحیفہ اس کے منہ میں ڈال دیا اور فرمایا: جو تجھ سے وفا کرے' اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دینا اور بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن حجر اسود کو لایا جائے گا اور اس کی ایک زبان نکلی ہوئی ہو گی اور جو توحید کے ساتھ اس کی تعظیم کرے گا یہ اس کے حق میں گواہی دے گا' پس اے امیر المؤمنین! یہ نقصان بھی پہنچائے گا اور نفع بھی پہنچائے گا' پھر حضرت عمر نے کہا: میں اس سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اس قوم میں ہوں جس میں اے ابو الحسن! تم نہ ہو۔ (المستدرک: ۱۷۲۵)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے: ابو ہارون عمارہ بن جوین اور وہ ضعیف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حجر اسود کے فضائل میں احادیث

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رکن (حجر اسود) اور مقام (ابراہیم) جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کے نور کو مٹا دیا اور اگر اس طرح نہ ہوتا تو یہ مشرق اور مغرب کے درمیان کو منور کر دیتے۔ (المستدرک: ۱۶۲۰' سنن ترمذی: ۸۷۸' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۳۲' صحیح ابن حبان: ۳۷۱۰' سنن کبریٰ ج ۵ ص ۷۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس پتھر کی ایک زبان ہے اور دو ہونٹ ہیں' جو حق کے ساتھ اس کی تعظیم کرے گا یہ قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گا۔

(المستدرک: ۱۶۲۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۶' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۳۶۔ ۲۷۳۵' سنن ترمذی: ۹۶۱' سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۴' صحیح ابن حبان: ۳۷۱۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن رکن (حجر اسود) ابوقبیس پہاڑ سے زیادہ بڑا ہو کر آئے گا' اس کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں گے' جو اخلاص کے ساتھ اس کی تعظیم کرے گا یہ اس سے کلام کرے گا اور یہ اللہ کا دایاں ہاتھ ہے' اس کے ساتھ اللہ اپنی مخلوق سے مصافحہ کرے گا۔

(المستدرک: ۱۶۲۴' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۳۷' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۴۲' المعجم الاوسط: ۵۶۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ہے۔

(مسند البزار: ۱۱۱۵' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۴۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ہے اور روئے زمین پر اس کے علاوہ اور کوئی جنت کی چیز نہیں ہے' یہ بلور (شیشے) کی طرح سفید تھا' اگر زمانہ جاہلیت کے گناہوں نے اس کو مس نہ کیا ہوتا تو جو بیمار بھی اس کو چھوتا' وہ تندرست ہو جاتا۔ (المعجم الکبیر: ۱۱۳۱۴' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۳)

۵۱ - بَابُ إِغْلَاقِ الْبَيْتِ، وَيُصَلِّي فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ

۱۵۹۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ، هُوَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ، فَأَغْلَقُوا عَلَيْهِمْ، فَلَمَّا فَتَحُوا، كُنْتُ أَوَّلَ مَنْ وَلَجَ، فَلَقِيتُ بِلَالًا، فَسَأَلْتُهُ هَلْ صَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ نَعَمْ، بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ.

بیت اللہ کے دروازہ کو اندر سے بند کرنے کا جواز اور بیت اللہ کے اندر ہر جہت میں نماز پڑھنے کا جواز

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت اسامہ بن زید' حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم' بیت اللہ میں داخل ہوئے' پھر ان پر دروازہ بند کر دیا' پس جب انہوں نے دروازہ کھولا تو سب سے پہلے میں داخل ہوا' پھر میری حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' پس میں نے ان سے سوال کیا: کیا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! دو یمنی ستونوں کے درمیان۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور یہاں بیان کیے جا رہے ہیں:

کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

التوضیح میں مذکور ہے کہ امام شافعی نے کہا: جس شخص نے کعبہ کے اندر کسی بھی دیوار کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہے اور اگر کعبہ کا دروازہ بند ہو اور اس نے کعبہ کے دروازہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی' پھر بھی اس کی نماز جائز ہے اور کعبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہو تو پھر اس کی نماز باطل ہے کیونکہ اس نے کسی چیز کی طرف منہ کر کے نماز نہیں پڑھی' گویا کہ امام شافعی نے اس سے استدلال کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی تھی تو کعبہ کا دروازہ بند تھا' اور یہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے دروازہ اس لیے بند کیا تھا کہ لوگ بہت تھے' اگر دروازہ کھلا ہوتا تو سب لوگ آپ کے پیچھے نماز پڑھتے اور کعبہ کے اندر نماز پڑھنا مناسک حج میں سے شمار ہوتا' اس کی نظیر یہ ہے کہ آپ نے رمضان میں صرف تین راتیں تراویح پڑھی اور چوتھے روز آپ نے اس لیے تراویح نہیں پڑھی کہ مسلمانوں کا شوق دیکھ کر تراویح کو فرض نہ کر دیا جائے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے خواہ فرض ہو یا نفل' جمہور فقہاء کا یہی قول ہے' امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ بیت اللہ اور حطیم میں نماز نہ پڑھی جائے' خواہ فرض ہو یا طواف کی دو رکعتیں' یا وتر ہو یا نمازِ فجر کی دو سنتیں' ان کے علاوہ نوافل پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ امام مالک کے نزدیک بیت اللہ کے اندر فرض پڑھے جائیں گے نہ سنتیں' البتہ نفل پڑھے جا سکتے ہیں۔ اگر اس نے فرض پڑھ لیے ہیں اور ابھی نماز کا وقت ہے تو اس فرض کا اعادہ کیا جائے گا جیسے کوئی شخص غیر کعبہ کی طرف اپنے اجتہاد سے نماز پڑھے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۴۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۵۲ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الْكَعْبَةِ

۱۵۹۹ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ كَانَ اِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ' مَشٰى قِبَلَ الْوَجْهِ حِيْنَ يَدْخُلُ' وَيَجْعَلُ الْبَابَ قِبَلَ الظَّهْرِ' يَمْشِيْ حَتّٰى يَكُوْنَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِيْ قِبَلَ وَجْهِهٖ قَرِيْبًا مِّنْ ثَلَاثِ اَذْرُعٍ' فَيُصَلِّيْ' يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِيْ اَخْبَرَهٗ بِلَالٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْهِ' وَلَيْسَ عَلٰى اَحَدٍ بَاْسٌ اَنْ يُّصَلِّيَ فِيْ اَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ.

کعبہ کے اندر نماز پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ جب وہ کعبہ کے اندر داخل ہوتے تو منہ کی سیدھ میں سامنے چلے جاتے حتیٰ کہ وہ داخل ہو جاتے اور دروازہ کی طرف پیٹھ کر کے چلتے حتیٰ کہ ان کے درمیان اور اس دیوار کے درمیان جو ان کے منہ کے سامنے ہوتی تقریباً تین ہاتھ کا فاصلہ ہوتا' پھر وہ نماز پڑھنے کے لیے اس جگہ کو تلاش کرے جس کے متعلق حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی تھی اور کسی شخص پر کوئی حرج نہیں ہے وہ بیت اللہ کی جس جانب چاہے نماز پڑھ لے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جس جگہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی ہو اس جگہ نماز پڑھنے کا جو مرتبہ اور ثواب ہے وہ کسی اور جگہ نماز پڑھنے کا ثواب اور مرتبہ نہیں ہے اسی لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس جگہ کو تلاش کر کے وہاں نماز پڑھتے تھے جہاں نبی ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔

۵۳ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَدْخُلِ الْكَعْبَةَ

جو شخص کعبہ کے اندر داخل نہیں ہوا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَحُجُّ كَثِيْرًا وَّلَا يَدْخُلُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بہت حج کرتے تھے اور کعبہ کے اندر داخل نہیں ہوتے تھے۔

اس تعلیق کے موافق یہ حدیث ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا: کیا تم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تمہیں بیت اللہ کا طواف کرنے کا حکم دیا ہے اور اس میں داخل ہونے کا حکم نہیں دیا گیا؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس' بیت اللہ میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۳۳۰' سنن نسائی: ۲۹۱۶)

۱۶۰۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ، وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَمَعَهٗ مَنْ يَّسْتُرُهٗ مِنَ النَّاسِ، فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَعْبَةَ؟ قَالَ لَا. [اطراف الحدیث: ۱۷۹۱-۴۱۸۸-۴۲۵۵]

(سنن ابوداؤد: ۱۹۰۲' سنن ابن ماجہ: ۲۹۹۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابی خالد نے حدیث بیان کی' از حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کیا' پس بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام (ابراہیم) کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ وہ صحابہ تھے جو آپ کے لیے لوگوں سے سترہ بنے ہوئے تھے' پس ایک شخص نے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تھے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں!

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ کعبہ میں داخل نہیں ہوئے تھے۔

کعبہ کی تصویروں کو مٹانا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کعبہ میں تصویروں کو دیکھا تو میں ڈول میں پانی لے کر آیا اور وہ پانی تصویروں پر ڈالا گیا' نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہلاک کرے' جو ایسی تصویریں بناتے ہیں جن کو وہ پیدا نہیں کر سکتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: ان لوگوں پر تعجب ہے جو کعبہ میں داخل ہوتے ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اجلال کے باوجود کیسے سر اوپر اٹھاتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کعبہ میں داخل ہوتے تو آپ کی نظر سجدہ کی جگہ سے تجاوز نہیں کرتی تھی۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۴۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کعبہ میں تصویریں تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو ان تصویروں کے مٹانے کا حکم دیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک کپڑا گیلا کر کے ان تصویروں کو مٹا دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو اس میں کوئی چیز نہیں تھی۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۲۶۱ ۔ ج ۲۳ ص ۴۰۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

٥٤ - بَابُ مَنْ كَبَّرَ فِي نَوَاحِي الْكَعْبَةِ

جس نے کعبہ کی اطراف میں اللہ اکبر کہا

١٦٠١ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ، أَبَى أَنْ يَدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيهِ الْآلِهَةُ، فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ، فَأَخْرَجُوا صُورَةَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ فِي أَيْدِيهِمَا الْأَزْلَامُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَمَا وَاللّٰهِ، قَدْ عَلِمُوا أَنَّهُمَا لَمْ يَسْتَقْسِمَا بِهَا قَطُّ! فَدَخَلَ الْبَيْتَ، فَكَبَّرَ فِي نَوَاحِيهِ، وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے تو آپ نے اس صورت میں کعبہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا کہ اس میں بت تھے' پھر آپ کے حکم سے ان کو نکالا گیا' پھر انہوں نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی صورتوں کو نکالا جن کے ہاتھوں میں تیر تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان (مشرکین) کو ہلاک کر دے' یہ خوب جانتے تھے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے کبھی تیروں سے قسمت کا حال معلوم نہیں کیا' پھر آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اس کی اطراف میں کہا: اللہ اکبر' اور وہاں نماز نہیں پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۸ میں گزر چکی ہے' البتہ بعض اُمور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

مشرکین کا تیروں سے فال نکالنا

اس حدیث میں ان تیروں کا ذکر ہے جن سے مشرکین قسمت کا حال معلوم کرتے تھے' مشرکین نے ان تیروں میں کسی پر یہ لکھ دیا تھا کہ یہ کام کرو اور کسی پر لکھ دیا تھا: یہ کام نہ کرو' پس جب ان میں سے کوئی کسی سفر پر جانے کا ارادہ کرتا' یا کسی سے ملاقات کا ارادہ کرتا تو پہلے وہ ان تیروں سے کوئی تیر اٹھاتا' اگر اس پر لکھا ہوتا: یہ کام کرو' تو وہ سفر پر روانہ ہو جاتا اور اگر یہ لکھا ہوتا: یہ کام نہ کرو' تو وہ اس سفر پر جانے سے رک جاتا' اور اگر کسی اور قسم کا تیر نکلتا تو پھر وہ بار بار تیر اٹھاتا رہتا حتیٰ کہ کسی تیر پر یہ لکھا ہوا مل جاتا ہے کہ یہ کام کرو' یا یہ کام نہ کرو۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٥٥ - بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الرَّمَلِ

رمل کی ابتداء کس طرح ہوئی

رمل کا معنی ہے: تیز تیز چلتے ہوئے کندھے ہلانا۔

١٦٠٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، هُوَ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی جو

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ، فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ اِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَقَدْ وَهَنَهُمْ حُمّٰى يَثْرِبَ، فَاَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرْمُلُوا الْاَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ، وَاَنْ يَّمْشُوْا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ، وَلَمْ يَمْنَعْهُ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ اَنْ يَّرْمُلُوا الْاَشْوَاطَ كُلَّهَا اِلَّا الْاِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ. [طرف الحدیث:۴۲۵۶]

ابن زید ہیں' از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب (مکہ میں) آئے تو مشرکین نے کہا: تمہارے پاس ایسا وفد آیا ہے جس کو یثرب کے بخار نے کم زور کر دیا ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ طواف کے پہلے چکروں میں رمل کریں (کندھے ہلا ہلا کر دوڑتے ہوئے چلیں) اور دو رکنوں کے درمیان عام رفتار سے چلیں اور ان کو اس سے منع نہیں کیا کہ وہ تمام چکروں میں رمل کریں' مگر ان پر آسانی کے لیے۔

(صحیح مسلم:۱۲۶۶' الرقم المسلسل:۲۹۴۸' سنن ابوداؤد:۱۸۸۶' سنن نسائی:۲۹۴۲' سنن بیہقی ج۵ ص۸۲' صحیح ابن خزیمہ:۲۷۲۰' مسند احمد ج۱ ص۲۹۰ طبع قدیم' مسند احمد:۲۶۳۹۔ ج۴ ص۳۸۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

طواف میں رمل کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا رمل حج کی ایسی سنت ہے جس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے یا یہ سنت نہیں ہے' بلکہ یہ رمل کسی ضرورت کی وجہ سے تھا اور اب وہ ضرورت زائل ہو چکی ہے' لہٰذا جو چاہے رمل کرے اور جو چاہے نہ کرے! چنانچہ حضرت عمر' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا موقف یہ ہے کہ رمل کرنا سنت ہے' امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور فقہاء تابعین میں سے طاؤس' عطاء' حسن بصری' القاسم اور سالم کا بھی یہی نظریہ ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور علماء سے مروی ہے کہ حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کیا جائے گا' اور اس پر اجماع ہے کہ عورت رمل نہیں کرے گی' کیونکہ اس سے ستر میں حرج ہوتا ہے' اسی طرح وہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی میں بھی دوڑ نہیں لگائے گی' اگر مرد نے طواف میں رمل کو اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی میں دوڑنے کو ترک کر دیا تو امام مالک کا ایک قول یہ ہے کہ وہ اعادہ کرے گا اور دوسرا قول ہے: اعادہ نہیں کرے گا' اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ اس پر دم ہے یا نہیں۔ (عمدۃ القاری ج۹ ص۳۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حج میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا بیان

ایک دفعہ ایک علمی نشست کے دوران علماء کی مجلس میں مفتی سید شجاعت علی قادری متوفی ۱۹۹۳ء نے کہا: ہمارے ججوں نے اعتراض کیا ہے کہ حج تو سارا کا سارا حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام اور حضرت ہاجرَ رحمہما اللہ کے افعال کا نام ہے' کعبہ کا طواف ہو یا صفا اور مروہ میں سعی ہو' رمی جمرات ہو یا قربانی ہو' اس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تو کوئی فعل نہیں ہے' نہ آپ کی سنت ہے؟ میں نے کہا: اس میں ایک چیز ایسی ہے جو صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے! انہوں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: رمل! پھر سب حیران رہ گئے۔

۵۶ - بَابُ اِسْتِلَامِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ اَوَّلَ مَا يَطُوْفُ، وَيَرْمُلُ ثَلَاثًا

جب کوئی مکہ میں آئے تو پہلے طواف میں حجر اسود کی تعظیم کرے اور تین چکروں میں رمل کرے

حجر اسود کی تعظیم سے مراد یہ ہے کہ اس کو بوسا دے اگر رش کی وجہ سے اس کو بوسا نہ دے سکے تو اس پر ہاتھ پھیر دے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ہاتھ سے اشارہ کر دے۔

١٦٠٣ - حَدَّثَنَا اَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ قَالَ اَخْبَرَنِی ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ یُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِیْهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ یَقْدَمُ مَکَّةَ، اِذَا اسْتَلَمَ الرُّکْنَ الْاَسْوَدَ، اَوَّلَ مَا یَطُوْفُ یَخُبُّ ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ. [اطراف الحدیث: ۱۶۰۴-۱۶۱۶-۱۶۱۷-۱۶۴۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ بن الفرج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں آئے تو آپ نے طواف کے پہلے چکر میں حجر اسود کی تعظیم کی اور سات چکروں میں سے تین چکر دوڑ دوڑ کر کیے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۶۱، الرقم المسلسل: ۲۹۳۷، سنن ابوداؤد: ۱۸۹۳، سنن ابن ماجہ: ۲۹۵۰، سنن نسائی: ۲۹۳۹، سنن کبریٰ: ۳۹۳۸، سنن دارمی: ۵۷۶۰، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۶۱۸-ج ۸ ص ۲۳۴، موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں آئے تو آپ نے طواف کے پہلے چکر میں حجر اسود کی تعظیم کی۔

طوافِ قدوم، طوافِ زیارت اور طوافِ وداع کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو اس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے حجر اسود کو بوسا دے، پھر اس کے بعد طوافِ قدوم کرے اور یہ وہ طواف ہے جس کے بعد سعی بھی ہے اور اس کے پہلے تین چکروں میں رمل کرے، طوافِ زیارت بھی اسی طرح ہے، البتہ طوافِ وداع میں رمل اور سعی نہیں ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث، شرح صحیح مسلم: ۲۹۴۴-ج ۳ ص ۴۸۵ پر مذکور ہے، اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:
① رمل کی تعریف ② رمل کے احکام ③ تعارض کا جواب۔

۵۷ - بَابُ الرَّمَلِ فِی الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

حج اور عمرہ میں رمل کرنا

١٦٠٤ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا سُرَیْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَیْحٌ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ سَعَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَشْوَاطٍ، وَمَشٰی اَرْبَعَةً فِی الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سریج بن النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج اور عمرہ کے (طواف میں) تین چکر دوڑ دوڑ کر کیے اور چار چکر (معمول کے مطابق) چل کر کیے۔

تَابَعَهُ اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ کَثِیْرُ بْنُ فَرْقَدٍ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

سریج کی متابعت لیث نے کی، انہوں نے کہا: مجھے کثیر بن فرقد نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح، گزشتہ حدیث: ۱۶۰۳ میں گزر چکی ہے۔

١٦٠٥ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لِلرُّكْنِ أَمَا وَاللَّهِ، إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ، فَاسْتَلَمَهُ، ثُمَّ قَالَ مَا لَنَا وَلِلرَّمَلِ، إِنَّمَا كُنَّا رَأَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِينَ، وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللَّهُ ثُمَّ قَالَ شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے زید بن اسلم نے خبر دی از والد خود کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حجر اسود سے فرمایا: سن! اللہ کی قسم! میں ضرور جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے، اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ نبی ﷺ نے تجھے بوسا دیا ہے تو میں تجھے بوسا نہ دیتا، پھر حضرت عمر نے اس کو بوسا دیا، پھر کہا: ہمیں اب رمل کی کیا ضرورت ہے، ہم صرف مشرکین کو دکھانے کے لیے رمل کرتے تھے، اب اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا ہے، پھر کہا: جس کام کو نبی ﷺ نے کیا ہے ہم اس کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۹۷ میں گزر چکی ہے۔

مشرکین کو دکھانے کے لیے رمل کرنے سے مراد ریا کاری نہیں کیونکہ اس رمل سے ان کو اپنی طاقت دکھانا مراد ہے، عبادت کو دکھانا مراد نہیں ہے اور عبادت کو دکھا کر کرنا ریا کاری ہوتی ہے۔

١٦٠٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ مَا تَرَكْتُ اسْتِلَامَ هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ، فِي شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ مُنْذُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا. قُلْتُ لِنَافِعٍ أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمْشِي بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ؟ قَالَ إِنَّمَا كَانَ يَمْشِي لِيَكُونَ أَيْسَرَ لِاسْتِلَامِهِ.

[طرف الحدیث: ۱۶۱۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان دو رکنوں (حجر اسود اور رکن یمانی) کی تعظیم کبھی ترک نہیں کی، سختی میں نہ آسانی میں، جب سے میں نے نبی ﷺ کو ان دونوں کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا ہے، عبید اللہ نے کہا: میں نے نافع سے پوچھا: کیا حضرت ابن عمر ان دو رکنوں کے درمیان عام رفتار سے چلتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! وہ عام رفتار سے چلتے تھے تاکہ ان کی تعظیم کرنا آسان ہو۔

(صحیح مسلم: ۱۲۶۸، الرقم المسلسل: ۲۹۵۳، سنن نسائی: ۲۹۴۹، مسند ابویعلیٰ: ۵۸۱۱، المستدرک ج ۱ ص ۴۵۴، مسند احمد ج ۲ ص ۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۴۶۳۔ ج ۸ ص ۳۵، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

علامہ عینی اور علامہ عسقلانی کا حدیث مذکور کی عنوان کے ساتھ مطابقت بیان کرنے میں غلط توجیہ کرنا

علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ نافع نے بتایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان دو رکنوں کے درمیان عام رفتار سے چلتے تھے، اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ وہ باقی ارکان کے درمیان تیز رفتار سے چلتے تھے اور یہی رمل ہے اور اس باب کا

عنوان بھی حج اور عمرہ کے درمیان رمل کرنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۶۱ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

الاسماعیلی نے امام بخاری پر اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے یعنی اس میں رمل کا ذکر نہیں ہے' حافظ عسقلانی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں اتنی مقدار مذکور ہے جس کا باب کے عنوان سے تعلق ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۷۵ ' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

مصنف کا علامہ عینی اور علامہ عسقلانی کی غلطی کو واضح کرنا

میں کہتا ہوں کہ الاسماعیلی کا اعتراض صحیح ہے' اس باب کا عنوان رمل ہے اور اس حدیث میں رمل کا ذکر نہیں ہے' اور علامہ عینی نے اس کی توجیہ میں یہ لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر دو رکنوں میں عام رفتار سے چلتے تھے' اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ وہ باقی ارکان میں تیز رفتار سے چلتے تھے اور یہی رمل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ رمل نہیں ہے' رمل یہ ہے کہ طواف کے تین چکروں میں بھاگ بھاگ کر اور کندھے ہلا ہلا کر چلا جائے اور باقی چار چکروں میں عام رفتار سے چلا جائے' نہ یہ کہ حجر اسود اور رکن یمانی' ان دو رکنوں میں عام رفتار سے چلا جائے اور باقی ارکان یعنی رکن عراقی اور رکن شامی کے درمیان بھاگ بھاگ کر چلا جائے' علامہ عینی اور حافظ عسقلانی علم کے پہاڑوں میں سے دو عظیم پہاڑ ہیں' مگر یہاں ان سے چوک ہو گئی اور انہوں نے حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت ثابت کرنے کی کوشش میں رمل کی تعریف کی طرف توجہ نہیں کی۔

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ اہل مکہ پر رمل ہے یا نہیں؟ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک اہل مکہ پر رمل واجب نہیں ہے اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اہل مکہ پر رمل کرنا مستحب ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۵۱ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کی شرح کا مآل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے رمل نہیں کیا تھا کیونکہ وہ اہل مکہ سے تھے اور رمل مدینہ سے آ کر طواف کرنے والوں کے لیے سنت ہے' اور اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے رمل کا ذکر نہیں ہے' اللہ تعالیٰ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے درجات بلند فرمائے' انہوں نے اس حدیث کی شرح میں یہ کیسے لکھ دیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رمل کیا تھا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۹۴۴۔ ج ۳ ص ۴۸۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں بھی رمل کی تعریف اور اس کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

نعمۃ الباری کی تیسری جلد کا اختتام

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد خاتم النبیین' قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وذریاتہٖ وامتہٖ من المفسرین والمحدثین والفقہاء والمجتہدین اجمعین.

آج دس شعبان ۱۴۲۸ھ/ ۲۳ اگست ۲۰۰۷ء کو نعمۃ الباری کی تیسری جلد مکمل ہو گئی' اب تک مکمل ہونے والی جلدوں میں یہ جلد سب سے کم مدت میں مکمل ہوئی ہے' سات مارچ ۲۰۰۷ء کو اس کی ابتداء ہوئی تھی اور آج تیئس اگست ۲۰۰۷ء کو یہ مکمل ہو گئی یعنی یہ جلد پانچ ماہ سولہ دن میں مکمل ہو گئی' اور یہ صرف اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے ہو سکا ہے۔

اس جلد کا اختتام ''حج اور عمرہ میں رمل'' کے باب پر ہوا ہے اور ان شاء اللہ العزیز ''لاٹھی سے حجر اسود کی تعظیم'' کے باب سے نعمۃ

الباری کی چوتھی جلد کی ابتداء ہوگی' اس جلد میں ۶۶۵ ' احادیث کی شرح ہوگئی ہے۔

اے مالک ارض وسماء! جس طرح آپ نے یہاں تک صحیح البخاری کی احادیث کی شرح کرادی ہے' باقی احادیث کی شرح بھی مکمل کرادیں' اوراس شرح کومتلاشیانِ حق کے لیے مشعل راہ بنادیں' میری' میرے والدین' میرے اساتذہ' میرے تلامذہ اور میرے احباب خصوصاً مفتی منیب الرحمان' مفتی اسماعیل نورانی' سید عمیر الحسن برنی' صاحب زادہ حبیب الرحمان (بریڈفورڈ)' مولانا عبدالمجید (برسٹل)' شیخ نجیب الدین (کراچی)' شفیق بھائی (کراچی) اور سیّد محسن اعجاز (لاہور) اور دیگر احباب کی مغفرت فرمائیں! مجھے' ان سب کو اور میرے تمام قارئین کو دنیا اور آخرت کی تمام پریشانیوں' مصائب اور آلام سے محفوظ رکھیں اور ہم سب کو محض اپنے فضل وکرم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بلاحساب وکتاب جنت الفردوس عطا فرمائیں اور دارین کی نعمتوں سے نوازیں۔

آمین ایا رب العٰلمین بجاہ حبیبك سیّدنا محمد سیّد الانبیاء والمرسلین.

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث' دارالعلوم نعیمیہ' بلاک ۱۵' فیڈرل بی ایریا'
عقب ایوب منزل' کراچی۔ ۳۸
موبائل: ۰۳۰۰-۲۱۵۶۳۰۹
۰۳۲۱-۲۰۲۱۷۴۴

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری' جلد ثالث کی ڈائری

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعدادِ حدیث
۷ مارچ ۲۰۰۷ء	ابتداء کی گئی				
یکم اپریل ۲۰۰۷ء	۱۲' ربیع الاوّل ۱۴۲۸ھ	اتوار	۱۱۸	۱۱۸	۱۰۴۰
یکم مئی ۲۰۰۷ء	۱۲' ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ	جمعرات	۱۴۷	۲۶۵	۱۱۹۲
یکم جون ۲۰۰۷ء	۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ	جمعہ	۱۱۳	۳۷۸	۱۳۰۷
یکم جولائی ۲۰۰۷ء	۱۵ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ	اتوار	۱۲۵	۵۰۳	۱۴۰۲
یکم اگست ۲۰۰۷ء	۱۶' رجب ۱۴۲۸ھ	بدھ	۱۳۳	۶۳۶	۱۵۰۰
۲۳' اگست ۲۰۰۷ء	۸ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ	جمعرات	۱۱۵	۷۵۱	۱۶۰۶

ماخذ ومراجع

کتب الٰہیہ

١- قرآن مجید

٢- تورات

٣- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت' متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی

۵- امام مالک بن انس اصبحی' متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۹ھ

۶- امام عبداللہ بن مبارک' متوفی ۱۸۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۷- امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم' متوفی ۱۸۳ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل

۸- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد' مطبوعہ نور محمد' کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۹- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ

۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' المسند' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۰ھ

۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود' المتوفی ۲۰۴ھ' مسند ابوداؤد الطیالسی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ

۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ کتاب المغازی' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۱۳- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' مصنف عبدالرزاق' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۴- امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی' متوفی ۲۱۹ھ' المسند' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت

۱۵- امام سعید بن منصور خراسانی' مکی' متوفی ۲۲۷ھ' سنن سعید بن منصور' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۱۶- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' المصنف' مطبوعہ ادارہ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۱۷- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ دار الوطن' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۸- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ

۱۹- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' المسند' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' عالم الکتب' بیروت' ۱۴۱۹ھ

۲۰- امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ' سنن دارمی' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۷ھ' دار المعرفۃ' بیروت'

۱۴۲۰ھ
۲۱- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' صحیح بخاری' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ دارارقم' بیروت
۲۲- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' الادب المفرد' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۱۲ھ
۲۳- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری' متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ کرمہ' ۱۴۱۷ھ
۲۴- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ' متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دارالجیل' بیروت ۱۴۱۸ھ
۲۵- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۶- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' مراسیل ابوداؤد' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی
۲۷- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' سنن ترمذی' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ' دارالجیل' بیروت' ۱۹۹۸ء
۲۸- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' شمائل محمدیہ' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۵ھ
۲۹- امام علی بن عمر دارقطنی' متوفی ۲۸۵ھ سنن دارقطنی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۰- امام ابن ابی عاصم' متوفی ۲۸۷ھ' الاحاد والمثانی' مطبوعہ دارالرایہ' ریاض' ۱۴۱۱ھ
۳۱- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار' متوفی ۲۹۲ھ' البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار' مطبوعہ مؤسسۃ القرآن' بیروت
۳۲- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن نسائی' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۳۳- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' عمل الیوم واللیلہ' مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ
۳۴- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳' سنن کبریٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۱ھ
۳۵- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی' متوفی ۳۰۷ھ' مسند الصحابہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۶- امام احمد بن علی المثنیٰ التمیمی' المتوفی ۳۰۷ھ' مسند ابویعلیٰ موصلی' مطبوعہ دارالمامون التراث' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۳۷- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری' متوفی ۳۰۷ھ' المنتقیٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۸- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ' متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۵ھ
۳۹- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق' متوفی ۳۱۶ھ' مسند ابوعوانہ' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ
۴۰- امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' تحفۃ الاخیار' مطبوعہ داربلنسیہ' ریاض' ۱۴۲۰ھ
۴۱- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' شرح معانی الآثار' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۴ھ
۴۲- امام ابوجعفر محمد بن احمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ' مسند الطحاوی' مطبوعہ مکتبۃ الحرمین' الدبئ' ۱۴۲۶ھ
۴۳- امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ' کتاب الضعفاء الکبیر' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۴۴- امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی' متوفی ۳۵۴ھ' الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۷ھ
۴۵- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم صغیر' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ' مکتب اسلامی'

بیروت، ۱۴۰۵ھ

۴۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم اوسط، مطبوعہ مکتبۃ المعارف، ریاض، ۱۴۰۵ھ دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ

۴۷- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم کبیر، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت

۴۸- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی، المتوفی ۳۶۵ھ، الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ

۴۹- امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ، الناسخ والمنسوخ من الحدیث، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ

۵۰- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ، متوفی ۳۹۶ھ، کتاب العظمۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت

۵۱- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک، مطبوعہ دارالباز، مکہ مکرمہ، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ، المکتبہ العصریہ بیروت، ۱۴۲۰ھ

۵۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی، متوفی ۴۳۰ھ، حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۵۳- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی، متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ دارالنفائس، بیروت

۵۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ نشرالسنہ، ملتان

۵۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب الاسماء والصفات، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت

۵۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، معرفۃ السنن والآثار، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت

۵۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ

۵۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب الآداب، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۶ھ

۵۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب فضائل الاوقات، مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۰ھ

۶۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۰ھ

۶۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، الجامع لشعب الایمان، مطبوعہ مکتبہ الرشد، ریاض، ۱۴۲۳ھ

۶۲- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، البعث والنشور، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ

۶۳- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی، متوفی ۴۶۳ھ، جامع بیان العلم وفضلہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت

۶۴- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی، المتوفی ۵۰۹ھ، الفردوس بماثور الخطاب، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۶ھ

۶۵- امام حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ، شرح السنہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ

۶۶- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ، تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ

۶۷- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ، تہذیب تاریخ دمشق، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ

۶۸- امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی، متوفی ۵۹۷ھ، جامع المسانید، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ

٦٩- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی، المعروف بابن الاثیر الجزری، متوفی ٦٠٦ھ جامع الاصول، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤١٨ھ
٧٠- امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری، المتوفی ٦٥٦ھ الترغیب والترہیب، مطبوعہ دار الحدیث، قاہرہ، ١٤٠٧ھ دار ابن کثیر بیروت، ١٤١٤ھ
٧١- امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ٦٦٨ھ التذکرۃ فی امور الآخرہ، مطبوعہ دار البخاری، مدینہ منورہ
٧٢- امام ولی الدین تبریزی، متوفی ٧٤٢ھ، مشکوٰۃ، مطبوعہ اصح المطابع دہلی، دار ارقم، بیروت
٧٣- حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی، متوفی ٧٦٢ھ، نصب الرایہ، مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند، ١٣٥٧ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤١٦ھ
٧٤- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، المتوفی ٨٠٧ھ، مجمع الزوائد، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ١٤٠٢ھ
٧٥- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، المتوفی ٨٠٧ھ، کشف الاستار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ١٤٠٤ھ
٧٦- امام ابو العباس احمد بن ابوبکر بوصیری، شافعی، متوفی ٨٤٠ھ، اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٢ھ
٧٧- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان، متوفی ٨٤٥ھ، الجواہر النقی، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان
٧٨- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ٨٤٨ھ، تلخیص المستدرک، مطبوعہ مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ
٧٩- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ٨٥٢ھ، المطالب العالیہ، مطبوعہ مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ
٨٠- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ٩١١ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ١٣٩١ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ١٤٢٠ھ
٨١- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ٩١١ھ، جامع الاحادیث الکبیر، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ١٤١٤ھ
٨٢- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ٩١١ھ، البدور السافرہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤١٦ھ، دار ابن حزم، بیروت، ١٤١٤ھ
٨٣- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ٩١١ھ، جمع الجوامع، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ
٨٤- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ٩١١ھ، الخصائص الکبریٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٠٥ھ
٨٥- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ٩٧٥ھ، کنز العمال، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت

کتب تفاسیر

٨٦- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ٣١٠ھ، جامع البیان، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ١٤٠٩ھ، دار الفکر، بیروت
٨٧- امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی، متوفی ٣٢٧ھ تفسیر القرآن العزیز، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ١٤١٧ھ
٨٨- امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی، متوفی ٣٣٣ھ، تاویلات اہل السنۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٦ھ
٨٩- علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری، متوفی ٤٦٨ھ، الوسیط، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤١٥ھ

٩٠- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی' متوفی ٦٠٦ھ' تفسیر کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٥ھ

٩١- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ٦٦٨ھ' الجامع لاحکام القرآن' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ

٩٢- قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی' متوفی ٦٨٥ھ' انوار التنزیل' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع' مصر

٩٣- علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی' متوفی ٧١٠ھ' مدارک التنزیل' مطبوعہ دار الکتب العربیہ' پشاور

٩٤- علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی' متوفی ١٢٧٠ھ' روح المعانی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' دار الفکر' بیروت' ١٤١٧ھ

٩٥- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ١٣٦٤ھ' بیان القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی' لاہور

٩٦- شیخ محمود الحسن دیوبندی' متوفی ١٣٣٩ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ١٣٦٩ھ' حاشیۃ القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' لاہور

کتب شروح حدیث

٩٧- علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی اندلسی متوفی ٤٤٩ھ' شرح صحیح البخاری' مطبوعہ مکتبۃ الرشید' ریاض' ١٤٢٠ھ

٩٨- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی' متوفی ٤٦٣ھ' الاستذکار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ١٤١٣ھ

٩٩- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ٤٦٣ھ' تمہید' مطبوعہ مکتبۃ القدوسیہ لاہور' ١٤٠٤ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٩ھ

١٠٠- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ٥٤٤ھ' اکمال المعلم بفوائد مسلم' مطبوعہ دار الوفا' بیروت' ١٤١٩ھ

١٠١- علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ٥٩٧ھ' کشف المشکل علی صحیح البخاری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ

١٠٢- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری' متوفی ٦٥٦ھ' مختصر سنن ابوداؤد' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت

١٠٣- علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی' متوفی ٦٦١ھ' کتاب المسیر فی شرح مصابیح السنۃ' مکتبہ نزار مصطفیٰ' ١٤٢٢ھ

١٠٤- علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی' التوفی ٦٥٦ھ' المفہم' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ١٤١٧ھ

١٠٥- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ٦٧٦ھ' شرح مسلم' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ١٣٧٥ھ

١٠٦- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی' متوفی ٧٤٣ھ' شرح الطیبی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' ١٤١٣ھ

١٠٧- علامہ ابن رجب حنبلی' متوفی ٧٩٥ھ' فتح الباری' دار ابن الجوزی' ریاض' ١٤١٧ھ

١٠٨- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی' متوفی ٨٢٨ھ' اکمال اکمال المعلم' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ

١٠٩- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ٨٥٢ھ' فتح الباری' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' دار الفکر' بیروت' ١٤٢٠ھ

١١٠- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ' نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار' دار ابن کثیر' بیروت

١١١- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی' متوفی ٨٥٥ھ' عمدۃ القاری' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ١٣٤٨ھ' دار الکتب

العلمیہ ۱۴۲۱ھ

۱۱۲- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ شرح سنن ابوداؤد مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض ۱۴۲۰ھ

۱۱۳- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ مکمل اکمال المعلم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ

۱۱۴- علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ ارشاد الساری مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ

۱۱۵- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ التوشیح علی الجامع الصحیح مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ

۱۱۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۱۲ھ

۱۱۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ تنویر الحوالک مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ

۱۱۸- علامہ ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ

۱۱۹- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ فیض القدیر مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ

۱۲۰- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ شرح الشمائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۱۲۱- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ جمع الوسائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۱۲۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح مسند ابی حنیفہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ

۱۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقات مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ مکتبہ حقانیہ پشاور

۱۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ الاسرار المرفوعۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ

۱۲۵- شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لامع الدراری علی جامع البخاری مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی

۱۲۶- شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ اشعۃ اللمعات مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو

۱۲۷- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ تحفۃ الذاکرین مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۰ھ

۱۲۸- شیخ عبد الرحمٰن مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ تحفۃ الاحوذی مطبوعہ نشر السنہ ملتان دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ

۱۲۹- شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری مطبوعہ مطبع حجازی مصر ۱۳۵۷ھ

۱۳۰- شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی

۱۳۱- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی اوجز المسالک الی مؤطا مالک مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ

۱۳۲- شیخ محمد تقی عثمانی انعام الباری مطبوعہ مکتبۃ الحراء

۱۳۳- شیخ سلیم اللہ خان کشف الباری مکتبہ فاروقیہ کراچی

کتب اسماء الرجال

۱۳۴- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ التاریخ الکبیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ

۱۳۵- امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل دار الاحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۴ھ

۱۳۶- امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی' متوفی ۴۶۳ھ' تاریخ بغداد' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۳۷- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی' متوفی ۷۴۲ھ' تہذیب الکمال' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۳۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۳۹- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' الکاشف' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۴۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تہذیب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۱- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تقریب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' اللآ لی المصنوعہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۴۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' طبقات الحفاظ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۴۴- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ' الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ
۱۴۵- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' تذکرۃ الموضوعات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۴۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' المتوفی ۱۰۱۴ھ' موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی
۱۴۷- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی' متوفی ۱۱۶۲ھ' کشف الخفاء ومزیل الالباس' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی' دمشق

کتب لغت

۱۴۸- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی' متوفی ۱۷۵ھ' کتاب العین' مطبوعہ انتشارات اسوہ' ایران' ۱۴۱۴ھ
۱۴۹- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری' متوفی ۳۹۸ھ' الصحاح' مطبوعہ دار العلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۵۰- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی' متوفی ۵۰۲ھ' المفردات' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۱۵۱- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۵۸۳ھ' الفائق' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۵۲- علامہ محمد بن اثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' نہایہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۵۳- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالغفار رازی متوفی ۶۶۰ھ' مختار الصحاح' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۵۴- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۵۵- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی' متوفی ۷۱۱ھ' لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران
۱۵۶- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' متوفی ۸۱۷ھ' القاموس المحیط' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۱۵۷- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' مجمع بحار الانوار' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان' المدینۃ المنورۃ' ۱۴۱۵ھ
۱۵۸- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر
۱۵۹- لوئیس معلوف الیسوعی' متوفی ۱۸۶۷ء' المنجد' مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ' بیروت' ۱۹۲۷ء
۱۶۰- ابو نعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی' لاہور
۱۶۱- قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ، سیرت وفضائل

۱۶۲- امام محمد بن سعد، متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۶۳- امام ابو سعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ، شرف المصطفیٰ، مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۲۴ھ

۱۶۴- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ دار القلم، بیروت

۱۶۵- حافظ ابو عمر و یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر، متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۶۶- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۶۷- علامہ عبد الرحمٰن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ، الوفاء، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد

۱۶۸- علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۶۹- علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۷۰- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان، متوفی ۶۸۱ھ، وفیات الاعیان، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی، ایران

۱۷۱- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ

۱۷۲- شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیۃ المتوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۹ھ

۱۷۳- علامہ تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ

۱۷۴- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۷۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۷۶- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی، متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفاء، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۱ھ

۱۷۷- علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ

۱۷۸- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، متوفی ۹۴۲ھ، سبل الہدیٰ والرشاد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ

۱۷۹- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء، مطبوعہ دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ

۱۸۰- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی، متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض، مطبوعہ دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ

۱۸۱- علامہ محمد عبد الباقی زُرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۳ھ

کتب فقہ حنفی

۱۸۲- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۹۸ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ

۱۸۳- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ، افغانستان، ۱۴۰۵ھ
۱۸۴- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۱۸۵- علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خاں، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ
۱۸۶- علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ، شرح الزیارات، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۶ھ
۱۸۷- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین وآخرین، مطبوعہ شرکت علمیہ، ملتان
۱۸۸- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۲۴ھ
۱۸۹- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق، مطبوعہ ایچ-ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۲۱ھ
۱۹۰- علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۹۱- علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۱ھ
۱۹۲- علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۹۳- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۴۱۲ھ
۱۹۴- علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ
۱۹۵- ملا بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ، فتح باب العنایۃ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۶ھ
۱۹۶- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المختار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت
۱۹۷- ملا نظام الدین متوفی، ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ
۱۹۸- علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۱۹۹- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ
۲۰۰- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ دار الاشاعۃ العربی، کوئٹہ
۲۰۱- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۳۹۶ھ
۲۰۲- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ، ۱۴۱۹ھ

کتب فقہ شافعی

۲۰۳- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، الام، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۳ھ
۲۰۴- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی، متوفی ۴۵۰ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۰۵- علامہ ابواسحاق شیرازی، متوفی ۴۵۵ھ، المہذب، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۹۳ھ
۲۰۶- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

۲۰۷- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی، متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت
۲۰۸- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد، مطبوعہ دار الفکر، بیروت
۲۰۹- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی، متوفی ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر، بیروت
۲۱۰- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی، متوفی ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر، بیروت

کتب فقہ حنبلی

۲۱۱- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی ۶۲۰ھ، المغنی، مطبوعہ دار الحدیث، قاہرہ، ۱۴۲۵ھ
۲۱۲- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی ۶۲۰ھ، الکافی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۱۳- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ھ، مجموعۃ الفتاویٰ، مطبوعہ ریاض، مطبوعہ دار الجیل، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۲۱۴- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن مفلح مقدسی، متوفی ۷۶۳ھ، کتاب الفروع، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت
۲۱۵- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ، کشاف القناع، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ